بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

معارفِ الفرقان

جلد

فی تفسیرِ القرآن

اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن
تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ
باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات،
فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن وحدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں
اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

سورۃ دخان تا ناس

تفسیر:
حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

تلمیذ رشید
امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ

ترجمہ:
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

القاسمی اکیڈمی مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

معارف الفرقان

فی تفسیر القرآن

جلد: 6 سورۃ دخان تا سورۃ ناس

اردو زبان میں عام فہم مختصر جامع حسین گلدستہ تفاسیر، تفسیر القرآن بالقرآن تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، آسان الفاظ میں احکام و مسائل، مستند اسباب نزول، ترتیب سورۃ باعتبار تلاوت، ترتیب نزول، وجہ تسمیہ، مکی اور مدنی سورتوں کا بیان، موضوع سورۃ، ربط آیات، خلاصہ سور، خلاصہ رکوعات، فضائل سور، فرق باطلہ کے شبہات اور ان کے ٹھوس جوابات کا قرآن و حدیث، مستند تفاسیر اور کتب فقہاء کی روشنی میں اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ مباحث قابل دید ہیں۔

ترجمہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نور اللہ مرقدہ

تفسیر حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب

تلمیذ رشید امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ۔

مہتمم مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

ناشر القاسمی اکیڈمی مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

نام کتاب : تفسیر معارف الفرقان
تفسیر : حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
ترجمہ : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی نوراللہ مرقد
کمپوزنگ: عبدالقدوس خان
صفحات : 550
ناشر: القاسمی اکیڈمی، مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی
رابطہ : 0334.3277892
اشاعت : پنجم

ملنے کے دیگر پتے

* اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب۔ رابطہ نمبر 0301-7766937

* مکتبہ عمر فاروق فیصل کالونی کراچی۔
* قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
* مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
* مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
* مکتبہ نور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
* نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
* وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
* دارالکتاب اردو بازار لاہور
* مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
* دارالاشاعت اردو بازار کراچی
* مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
* علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
* دارالایمان موتی محل کراچی
* مکتبہ زکریا لاہور

سخنہائے گفتنی

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد :

گر تو می خواہی مسلمان زیستن   نیست ممکن جزبہ قرآن زیستن

(اقبالؒ)

الحمد للہ تفسیر معارف الفرقان کی یہ چھٹی جلد تمام خوبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں سورۃ الدخان سے سورۃ الناس کی تفسیر وتشریح ہے۔ قرآن کریم کی خدمت کسی بھی نوعیت کی ہو اہل اسلام کیلئے سعادت اور ذخیرہ آخرت ہے جب تک اہل اسلام اس نعمت وسعادت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے تو زمانے کے رسم ورواج سے محفوظ رہیں گے جب مسلمان قرآن کریم سے بے رغبتی کا اظہار کریں گے تو اس وقت دینی ودنیاوی انعامات سے محروم ہو جائیں گے ہمارے اکابرین نے ہر نازک دور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امت مسلمہ کو قرآنی علوم ومعارف سے روشناس کرانے کیلئے اور دلوں میں قرآن کریم کی رغبت وبصیرت پیدا کرنے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کی ہیں اور راہ اعتدال کو سمجھانے کیلئے قرآن کریم کے علوم ومعارف کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے تاکہ راہ حق کی کرنیں خوب واضح ہوں اور طالبین حق کیلئے سامان ہدایت میسر ہو، ہر انسان اپنی زندگی کو سدھارنے کیلئے قرآن کریم سے فیض پاسکتا ہے چونکہ فقہائے کرام نے ہزاروں مسائل کو قرآن سے استخراج کیا اور متکلمین نے عقلی دلائل کی تصدیق قرآن کریم سے کرائی جیسا کہ سراج الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے الفوز الکبیر میں تصریح فرمائی ہے۔ الغرض جس کو جس فن میں مہارت کاملہ حاصل تھی تفسیر میں اسی رنگ کو نمایاں کیا۔

الحمد للہ میرے استاذ محترم (حضرت مولانا عبد القیوم قاسمی صاحب دامت برکاتہم) نے اپنے محبوب اساتذہ واکابرین اور مشائخ کے اسلوب طرز کو مدنظر رکھتے ہوئے ربط آیات، دعویٰ وموضوع سورۃ، خلاصہ رکوع، خلاصہ سورۃ، بقدر ضرورت تفسیر، فرق باطلہ کی تردید ٹھوس دلائل کے ذریعے اپنے محسن استاذ امام اہل سنت، غزالی دوراں، محدث اعظم پاکستان، امام فن اسماء الرجال، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؒ کے اسلوب طرز پر بیان فرمائی ہے۔ اور اسی اسلوب طرز پر پڑھاتے ہیں اور شرکاء دورہ تفسیر خوب محظوظ ہوتے ہیں ایک عقیدہ اور نظریہ لے کر جاتے ہیں آپ انشاء اللہ اس تفسیر کے مطالعہ سے سینے میں عجیب انشراح اور لطف محسوس کریں گے اور اس کو اہل حق کی تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ محسوس کریں گے۔

اس لئے استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان اس تفسیر کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ ”میں اس تفسیر کو جامع التفاسیر کا نام دیتا ہوں“۔

بندہ ناچیز خود اپنے استاذ محترم کے ساتھ تفسیری کام میں برابر کا شریک رہا مثلاً مسودہ کی تیاری پھر کمپوزنگ کے تمام کٹھن مراحل پھر سب سے مشکل کام ایک ایک حوالہ تلاش کرنے کیلئے شب و روز کی محنت بالخصوص جمعرات کی رات تو حوالہ جات تلاش کرتے کرتے گذر جاتی تھی۔

حق تعالیٰ شانہ سے درخواست ہے کہ حضرت استاذ محترم کی اس محنت شاقہ کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

طلباء اور عوام الناس سے بھرپور درخواست کرونگا کہ اس تفسیر کو اپنے مطالعہ میں ضرور رکھیں انشاء اللہ قرآن کریم بھی سمجھ آئے گا اور عقائد و نظریات بھی صاف ہوں گے۔ جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

محتاج دعا

محمد ریاض لودھروی

مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

۲۰۰۹/۸/۲۸

فہرست مضامین تفسیر معارف الفرقان : جلد 6

ختم شد فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الدخان

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الدخان ہے جو اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۴ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۶۴ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں تین رکوع ۵۹۔ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ : دخان عربی میں دھوئیں کو کہتے ہیں اور یہ دو قسم ہے ایک دھواں قحط سالی کا اور دوسرا وہ دھواں جو قیامت کی نشانی کے طور پر قرب قیامت میں ظاہر ہوگا اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام سورۃ دخان مقرر ہوا۔

ربط آیات : ① گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ :اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔

② گزشتہ سورۃ کے آخر میں توحید خداوندی کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ ... الخ اس سورۃ کی ابتداء میں بھی توحید خداوندی کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

③ گزشتہ سورۃ کے آخر میں دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ ... الخ اس سورۃ کی ابتدا میں بھی دلائل عقلیہ کے ساتھ توحید خداوندی کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

④ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صداقت قرآن کا ذکر تھا کما قال تعالیٰ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ :اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے کما قال تعالیٰ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ ... الخ

موضوع سورۃ : دعوت الی القرآن۔

خلاصہ سورۃ : فضائل لیلۃ المبارکہ، تذکیرات ثلاثہ، مشرکین کے خبائث و نتائج، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان، متبعین ومخالفین کے نتائج، بنی اسرائیل کے فضائل، منکرین قیامت کے خبائث و نتائج، یوم الفصل کی تشریح، نفی شفیع قہری، مجرمین کے لئے مہلت ،شفقت خداوندی۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ : یہ سورۃ ان اہم سورتوں میں سے ہے جن کو آنحضرت ﷺ صبح کی نماز میں پڑھا کرتے تھے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کی رات میں یا جمعہ کے دن سورۃ الدخان کو تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔ (قرطبی۔ص۔۱۰۹۔ج۔۱۶۔روح المعانی۔ص۔۱۵۳۔ج۔۲۵۔)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات میں حٰمٓ اور سورۃ الدخان اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرلے تو صبح کو وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی ہوگی۔ (روح المعانی۔ص۔۱۵۲۔ج۔۲۵۔)

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص حٰمٓ اور سورۃ الدخان رات کو تلاوت کرے گا صبح کو اٹھے گا اس حال میں کہ ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہوں گے۔ (قرطبی۔ص۔۱۰۹۔ج۔۱۶۔روح المعانی۔ص۔۱۵۲۔ج۔۲۵۔)

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝١ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝٣ فِيْهَا يُفْرَقُ

حٰمٓ ﴿١﴾ قسم ہے کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی ﴿٢﴾ تحقیق ہم نے نازل کیا اس کو ایک برکت والی رات میں بیشک ہم ڈرانے والے ہیں ﴿٣﴾ اس رات میں

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝٤ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝٥ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦

جدا کیا جاتا ہے ہر معاملہ حکمت والا ﴿٤﴾ حکم ہوتا ہے ہماری جانب سے بیشک ہم بھیجنے والے ہیں ﴿٥﴾ مہربانی ہے تیرے پروردگار کی طرف سے بیشک وہی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ﴿٦﴾

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝٧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو ﴿٧﴾ نہیں کوئی عبادت کے لائق اسکے سوا وہی ہے جو زندہ کرتا ہے

اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝٩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝١٠

اور موت طاری کرتا ہے تمہارا پروردگار اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا پروردگار ﴿٨﴾ بلکہ یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں ﴿٩﴾ پس آپ انتظار کریں جس دن لائیگا آسمان ایک کھلا دھواں ﴿١٠﴾

يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝١٢ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ

جو ڈھانپ لے گا لوگوں کو یہ دردناک عذاب ہے ﴿١١﴾ پھر کہیں گے یہ لوگ اے ہمارے پروردگار کھول دے ہم سے عذاب کو بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں ﴿١٢﴾ کہاں ہو گا ان کیلئے نصیحت پکڑنا

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝١٣ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝١٤ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا

اور البتہ تحقیق آیا ہے ان کے پاس رسول کھول کر بیان کرنے والا ﴿١٣﴾ پھر انہوں نے روگردانی کی اس سے اور کہا کہ یہ سکھلایا ہوا دیوانہ ہے ﴿١٤﴾ بیشک ہم کھولنے والے ہیں عذاب کو تھوڑی مدت

اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝١٥ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝١٦ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ

تک بیشک تم پلٹ کر وہی کام کرنے والے ہو ﴿١٥﴾ جس دن ہم گرفت کریں گے بڑی گرفت بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں ﴿١٦﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے آزمایا ان سے پہلے فرعون کی

فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝١٧ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝١٨ وَّاَنْ لَّا

قوم کو اور آیا انکے پاس ایک عزت والا رسول ﴿١٧﴾ اس نے کہا حوالے کر دو میری طرف اللہ کے بندوں کو بیشک میں تمہارے لئے رسول ہوں امانت دار ﴿١٨﴾ اور یہ کہ تم نہ تکبر کرو

تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝١٩ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝٢٠

اللہ کے سامنے تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس کھلی سند ﴿١٩﴾ اور بیشک میں پناہ پکڑتا ہوں اپنے پروردگار کیساتھ اور تمہارے پروردگار کیساتھ اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو ﴿٢٠﴾

وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝٢١ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۝٢٢ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ

اور اگر تم ایمان نہیں لاتے مجھ پر پس تم مجھ سے الگ ہو جاؤ ﴿٢١﴾ پس دعا کی اس نے اپنے پروردگار سے کہ بیشک یہ لوگ گنہگار ہیں ﴿٢٢﴾ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ لے کر نکل جا

لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝٢٣ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝٢٤ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٢٥

میرے بندوں کو رات کے وقت بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا ﴿٢٣﴾ اور چھوڑ دے سمندر کو تھما ہوا بیشک یہ ایک لشکر ہے جسکو غرق کیا جائے گا ﴿٢٤﴾ بہت کچھ چھوڑ گئے انہوں نے کتنے باغات اور چشمے ﴿٢٥﴾

وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾

اور کھیتاں اور عزت کے مقام ﴿۲۶﴾ اور وہ نعمت جس میں وہ آسودہ حال تھے۔ ﴿۲۷﴾ اسی طرح ہوا اور وارث بنایا ہم نے ان چیزوں کا دوسری قوم کو ﴿۲۸﴾

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾

نہیں رویا ان پر آسمان اور نہ زمین اور نہیں تھے وہ مہلت یافتہ لوگوں میں سے ﴿۲۹﴾

ع ۱۴

خلاصہ رکوع ❶ صداقت قرآن، شب نزول قرآن، برکات لیلہ مبارکہ، اثبات رسالت ونبوت، نزول قرآن کے رحمت ہونے کا بیان، حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ، حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ، مخالفین کا استہزا، ظہور دخان، کیفیت دخان، کفار کی دعا اور اس کا جواب، اعراض کفار، کفار کی ہٹ دھرمی، تخویف اخروی، قوم فرعون کا امتحان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام فرعون کا تکبر، حضرت موسیٰ کی پناہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا، اجابت دعا، فرعون کی مع لشکر کے تباہی بنی اسرائیل کیلئے وراثت، فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے انعامات الٰہیہ، فرعونیوں کی تباہی پر آسمان وزمین نہ رویا۔ ماخذ آیات۔ ۲ تا ۲۹ +

﴿۲﴾ صداقت قرآن : یعنی اپنے معنی اور مفہوم میں واضح ہے اور ہر قسم کے تردد سے بالاتر ہے یا حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے یا حلال وحرام کو صاف صاف اور واضح طور پر بیان کرنے والی ہے۔

﴿۳﴾ شب نزول قرآن : "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ... الخ اس لیلہ مبارکہ سے کیا مراد ہے؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد "لَيْلَةُ الْقَدْرِ" ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ" (سورۃ القدر) جو رمضان میں واقع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ" (سورۃ بقرہ) اس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا پھر بتدریج۔ ۲۳۔ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور یہی تفسیر جمہور مفسرین نے اختیار کی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس رات سے مراد شب برأت ہے جو شعبان کی پندرہویں رات ہے مگر کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ قرآن کریم شب برأت میں نازل کیا گیا ہے۔ (انوار البیان)

اِنَّا كُنَّا ... الخ حکمت نزول قرآن۔ ﴿۴﴾ برکات لیلۃ المبارکہ : "فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ" علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ شب قدر میں لوح محفوظ سے وہ چیزیں علیحدہ کر کے لکھ دی جاتی ہیں جو آئندہ پورے سال میں وجود میں آئیں گی، خیر اور شر اور ارزاق و اجال سب کچھ لکھ دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا اور علیحدہ لکھ کر تکوین الٰہی کے مطابق کام کرنے والے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ (معالم التنزیل ص۔ ۱۳۳۔ ج۔ ۴)
شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے شب برأت کہتے ہیں ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتداء ہوئی ہو اور شب قدر پر انتہاء ہوئی ہو۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۵﴾ اثبات رسالت ونبوت : یہ قرآن کریم ہماری طرف سے نازل ہوا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو ہم ہی نبی بنا کر بھیجا کرتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہم نے بھیجا ہے اور آپ پر قرآن کریم نازل کر کے آپ کو رحمۃ للعلمین بنایا۔

﴿۶﴾ نزول قرآن کے رحمت ہونے کا بیان : اس قرآن کریم کا نزول رحمت الٰہی ہے، اس کی رحمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بندوں کو مہربات سے آگاہ کر دیا جائے اور پیغمبر کو بھیج کر ان کو ان کا انجام سمجھا دیا جائے اور ان کو عمل کرنے کے لئے احکام کی ایک مکمل کتاب دی جائے تاکہ وہ تاریکی میں نہ رہیں قیامت میں یہ نہ کہیں کہ ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا گیا ورنہ ہم ایمان لے آتے۔

﴿۷﴾ حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ : آسمان وزمین کے رب نے ربوبیت کا حق ادا فرمایا ہے جس کی ربوبیت و خالقیت کائنات کے ذرہ ذرہ سے ظاہر ہے جس کا تم مشاہدہ کرتے ہوان روشن اور واضح دلائل سے تم بخوبی سمجھ سکتے ہو۔

﴿۸﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ : کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، موت وحیات کا نظام اسی کے قبضے میں ہے۔

﴿۹﴾ مخالفین کا استہزا : مخالفین کو قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہے اس لئے اس پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں اس لئے اس پر استہزا کرتے ہیں۔

﴿۱۰﴾ ظہور دخان : جب غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ایمان قبول نہ کر سکے تو پھر انتظار کرو اس دن کا کہ لے کر آئے آسمان ایک کھلا ہوا دھواں "دُخَانٍ مُّبِيْنٍ" اس دخان سے کیا مراد؟ اس کی دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جب ظاہر ہوگا تو زمین میں چالیس دن رہے گا اور مشرق اور مغرب کے درمیان کو بھر دے گا اس کی وجہ سے اہل ایمان کی کیفیت زکام جیسی ہو جائے گی اور کفار اور فجار کی ناکوں میں گھس جائے گا، اور سانس لینے میں انہیں سخت تکلیف ہوگی، ان کی حالت نشہ کرنے والے کی طرح ہوگی۔ (کشاف۔ص۔۲۷۲۔ج۔۴)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد قحط سالی ہے کہ جب قریش نے آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کو بددعا دی "اللّٰھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف" (اے اللہ ان کے مقابلے میں میری مدد فرما اور ان پر سات سال تک قحط بھیج دے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا) اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی قحط پڑا قریش مردار اور ہڈیاں کھانے لگے بھوک کی مصیبت کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں نظر آتا تھا اسی کو اللہ نے بیان فرمایا۔

(معالم التنزیل۔ص۔۱۳۷۔ج۔۴۔روح المعانی۔ص۔۱۶۶۔ج۔۲۵)

﴿۱۱﴾ کیفیت دخان : یہ دھواں سب لوگوں پر چھا جائے گا اور یہ دردناک عذاب ہوگا۔

﴿۱۲﴾ کفار کی دعا : اس دن یہ دعا کریں گے۔﴿۱۳﴾ کفار کی دعا کا جواب : آج یہ دعا کس طرح انہیں نفع دے گی حالانکہ ان کے پاس پہلے عذاب سے ڈرانے کیلئے رسول آچکا ہے۔﴿۱۴﴾ اعراض کفار : اس رسول سے تم اعراض کر چکے ہو اور اس پر مجنون کا حکم لگا چکے ہو۔﴿۱۵﴾ کفار کی ہٹ دھرمی : اچھا تھوڑی دیر کیلئے عذاب اٹھا لیا جائے گا مگر تم پھر اس سیاہ کاری میں لوٹ جاؤ گے۔﴿۱۶﴾ تخویف اخروی : اور پھر قیامت کے دن پورا بدلہ لیں گے۔

﴿۱۷﴾ قوم فرعون کا امتحان : اسی طرح ہم نے پہلے قوم فرعون کو آزمایا ہے ان کے پاس ہمارا معزز رسول گیا تھا۔

﴿۱۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام : وہ یہی پیغام لے کر گیا تھا کہ بنی اسرائیل کو میرے حوالے کرو میں جہاں چاہوں لے جاؤں۔﴿۱۹﴾ فرعون کا تکبر : فرمایا تکبر سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے اونچا مت خیال کرو اور میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل نبوت پیش کرتا ہوں، اس سے مراد معجزہ عصا اور ید بیضا ہے۔

﴿۲۰﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ : فرعون اور اہل فرعون کا مشورہ کہ آپ کو قتل کر دیا جائے فرمایا "اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا ... الخ دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔ " ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ... الخ تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ میں تمہارے شر سے بچنے کیلئے اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں۔﴿۲۱﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت : اگر میرا پیغام نہیں مانتے تو مجھ سے مت الجھو اور میری قوم کو میرے حوالے کرو ان کو مت روکو۔

﴿۲۲﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا : موسیٰ علیہ السلام طویل عرصہ تک فرعون کی بدبختی کا مقابلہ کرتے رہے بالآخر بارگاہ الٰہی میں یہ فریاد کی۔﴿۲۳﴾ اجابت دعا : اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب ملا۔

﴿۲۴﴾ **فرعون کی مع لشکر کے تباہی :** خود پار ہو کر سمندر کو اسی حالت پر چھوڑ دیں یہ فرعونی اس میں غرق کئے جائیں گے، تفسیری روایات میں آتا ہے اس لشکر کی تعداد تیرہ لاکھ تھی سب بحر قلزم کی نذر ہو گئے۔

﴿۲۵ تا ۲۷﴾ **فرعونیوں کے چھوڑے ہوئے انعامات الٰہیہ :** اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت عملی سے ان تمام نعمتوں سے نکال کر انہیں سمندر میں لاکر غرق کیا۔

﴿۲۸﴾ **بنی اسرائیل کے لئے وراثت :** ہم اپنے نافرمانوں سے اسی طرح کیا کرتے ہیں اور ان چیزوں کا ہم نے دوسروں کو وارث بنادیا یہ کون لوگ تھے جو فرعونیوں کی متروکہ جائیداد کے وارث بنے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا، مگر یہ بات تاریخ کے خلاف ہے کیونکہ بنی اسرائیل سمندر عبور کر کے صحرائے سینا کی طرف چلے گئے اور فرعونیوں کی غرقابی کے باجود واپس مصر نہیں گئے۔ البتہ بہت آگے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو مصر پر دوبارہ تسلط حاصل ہوا، ہوسکتا ہے کہ اس وراثت سے یہی وراثت مراد ہو جو بعد میں بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی، تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ وراثت سے مراد بعینہ ان چیزوں کی وراثت نہ ہو وہ جو فرعونی غرقابی کے وقت چھوڑ گئے تھے بلکہ ان سے ان جیسی دوسری چیزوں کی وراثت مراد ہو جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو شام و فلسطین کی سرزمین میں عطا فرمائی، اسی طرح اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہو۔ (معالم العرفان۔ص۔۲۹۷، ۲۹۸۔ج۔۱٦)

﴿۲۹﴾ **فرعونیوں کی تباہی پر آسمان و زمین نہ رویا :** ان بدبخت فرعونیوں پر آسمان و زمین نہ روئے اور نہ انہیں عذاب سے مہلت دی گئی، اور یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے کہ کسی نیک بندے کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب مرجاتا ہے تو آسمان کا ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے عمل کا صعود ہوتا تھا اور ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمین مومن کے مرنے پر چالیس دن روتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مومن مرتا ہے تو زمین میں اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل صعود کرنے کی جگہ اس پر روتی ہے۔ (بیان القرآن۔ص۔۱۰۲، ۱۰۳۔ج۔۲)

باقی رہی یہ بات کہ وہ کس طرح روتے ہیں اس کی کیفیت انسانوں کے رونے سے یقیناً مختلف ہوگی، جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۳۰﴾ مِن فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ذلت ناک عذاب سے ﴿۳۰﴾ فرعون سے بیشک تھا وہ مغرور اور حد سے بڑھنے والا ﴿۳۱﴾

وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿۳۲﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے منتخب کیا ان بنی اسرائیل کو علم کیساتھ جہاں والوں پر ﴿۳۲﴾ اور دی ہم نے انکو نشانیوں میں سے جنمیں صریح آزمائش تھیں ﴿۳۳﴾

إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿۳۴﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿۳۵﴾ فَأْتُوا بِـَٔابَآئِنَآ

بیشک یہ لوگ (اہل مکہ) کہتے ہیں ﴿۳۴﴾ نہیں ہے یہ مگر ہماری پہلی ہی موت اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ﴿۳۵﴾ پس لے آؤ ہمارے

إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿۳۶﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَٰهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا

آباؤ اجداد کو اگر تم سچے ہو ﴿۳٦﴾ کیا یہ بہتر ہیں یا قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے گزرتے ہیں ہم نے انکو ہلاک کیا بیشک تھے

مُجْرِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

وہ مجرم ﴿۳۷﴾ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے کھیلتے ہوئے ﴿۳۸﴾ اور نہیں پیدا کیا ہم نے انکو مگر حق کیساتھ لیکن اکثر

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى

ان میں سے نہیں جانتے ﴿۳۹﴾ بیشک فیصلے کا دن ان کے وعدے کا دن ہے سب کا ﴿۴۰﴾ جس دن نہ بچائیگا کوئی رفیق ساتھی دوسرے رفیق سے

شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع ۲ / ۱۵

کچھ بھی اور نہ اس کی مدد کی جائے گی ﴿۴۱﴾ مگر وہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بیشک وہ زبردست اور نہایت رحم کرنیوالا ہے ﴿۴۲﴾

﴿۳۰﴾ **وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ... الخ بقیہ داستان حضرت موسیٰ علیہ السلام : ربط آیات :** اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا اب یہاں سے اس کے تتمہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ : تذکیر بایام اللہ بنی اسرئیل پر انعامات خداوندی۔ ❶ ظلم وستم سے نجات۔ ❷ بنی اسرائیل کی فضلیت۔ ❸ صریح انعامات، منکرین قیامت کا شکوہ تشریح شکوہ، مشرکین کا مطالبہ تذکیر بایام اللہ سے جواب شکوہ آسمان وزمین کی حکمت، یوم الفصل اور تشریح یوم الفصل۔ ماخذ آیات۔ ۳۰ تا ۴۲

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا ...الخ تذکیر بایام اللہ سے بنی اسرائیل پر انعامات خداوندی۔

﴿۳۱﴾ ❶ **ظلم وستم سے نجات۔** مِنْ فِرْعَوْنَ۔ یہ ترکیب میں کیا ہے؟ ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ بدل ہے "مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ" سے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ "مِنْ فِرْعَوْنَ" کو "الْعَذَابِ" سے حال بناتے ہیں۔ (جلالین۔ص۔۴۱۱۔ج۔۲۔)
معنی یوں کرتے ہیں کہ ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ذلت ناک عذاب سے اس حال میں کہ وہ عذاب ہونے والا تھا فرعون کی طرف سے۔ یعنی مسرف فرعون سے ہم نے نجات دلائی۔ ﴿۳۲﴾ ❷ **بنی اسرائیل کی فضیلت :** ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بناء پر اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ﴿۳۳﴾ ❸ **صریح انعامات۔** یعنی اور بہت سے نشانیاں عطا فرمائیں جن میں ان کا امتحان تھا کہ فرمانبردار ہوتے ہیں یا نہیں مثلاً "من و سلویٰ" کا اتارنا، بادل کا سایہ کرنا وغیرہ۔

﴿۳۴، ۳۵﴾ **منکرین قیامت کا شکوہ، تشریح شکوہ :** یہ لوگ کہتے ہیں کہ آخیر حالت بس یہی ہے ہمارا دنیا سے مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے، مطلب یہ کہ آخیر حالت سے مراد اخروی حیات نہیں بلکہ یہ دنیوی موت اخیر حالت ہے۔

﴿۳۶﴾ **مشرکین کا مطالبہ :** اگر مر کر آدمی جی سکتا ہے تو ہمارے باپ زندہ کر کے دکھائیے؟

﴿۳۷﴾ **تذکیر بایام اللہ سے جواب شکوہ :** کیا یہ مشرکین مکہ یا قوم تبع یا ان سے پہلے طاقتور اور تعداد میں زیادہ قومیں گذری ہیں مثلاً عاد وثمود وغیرہم جب ہم نے انہیں تباہ کر دیا تو یہ کس گھمنڈ میں ہیں کیا ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا؟

قوم تبع کا مختصر تعارف۔ قرآن کریم میں قوم تبع کا ذکر دو جگہ آیا ہے، ایک یہاں اور دوسرے سورۃ قٓ میں لیکن دونوں مقامات پر اس کا صرف نام ہی مذکور ہے کوئی مفصل واقعہ مذکور نہیں، اس لئے اس بارے میں مفسرین نے طویل بحثیں کی ہیں کہ اس سے کون مراد ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ تبع کسی فرد معین کا نام نہیں بلکہ یہ یمن کے ان حمیری بادشاہوں کا متواتر لقب رہا ہے جنہوں نے ایک عرصہ دراز تک یمن کے مغربی حصہ کو دار السلطنت قرار دیکر عرب، شام، عراق اور افریقہ کے بعض حصوں پر حکومت کی، اسلئے تبع کی جمع "تبابعہ" آتی ہے، اور ان بادشاہوں کو تبابعہ یمن کہا جاتا ہے، یہاں ان تبابعہ میں کونسا تبع مراد ہے، اس بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تحقیق زیادہ راجح

معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد تبع اوسط ہے جس کا نام اسعد ابو کریب بن ملیکرب یمانی ہے، یہ بادشاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی بعثت سے کم از کم سات سو سال پہلے گزرا ہے، اور حمیری بادشاہوں میں اس کی مدت سلطنت سب سے زیادہ رہی ہے، اس نے اپنے عہد حکمت میں بہت سے علاقے فتح کئے یہاں تک کہ سمرقند تک پہنچ گیا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ کی روایت ہے کہ انہی فتوحات کے دوران وہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی بستی سے گزرا اور اس پر چڑھائی کا ارادہ کیا اہل مدینہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دن کے وقت اس سے جنگ کرتے اور رات کو اس کی مہمانی کرتے اس سے اسکو شرم آئی اور اس نے مدینہ والوں سے لڑائی کا ارادہ منسوخ کر دیا، اسی دوران وہاں کے دو یہودی عالموں نے اسے تنبیہ کی کہ اس شہر پر اس کا بس نہیں چل سکتا، اس لئے کہ یہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے ان یہودیوں کو ساتھ لے کر یمن چلا آیا، اور ان یہودیوں کی تعلیم و تبلیغ سے متاثر ہو کر اس نے دین موسوی کو قبول کر لیا جو اس وقت دین برحق تھا پھر اس کی قوم بھی اس سے متاثر ہو کر اسلام لے آئی مگر اسکی وفات کے بعد یہ قوم پھر گمراہ ہوگئی، اور اس نے بت پرستی اور آتش پرستی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں ان پر قہر الٰہی نازل ہوا۔ (ابن کثیر۔ص۔ ۲۳۳، ۲۳۰۔ج۔۷)

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس تبع کا یہاں ذکر ہے بذات خود اسلام لے آیا تھا البتہ اسکی قوم بعد میں گمراہ ہوگئی تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں دونوں جگہ قوم تبع کا ذکر کیا گیا ہے تبع کا نہیں۔ (ابن کثیر۔ص۔ ۲۳۰۔ج۔۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا غیر نبی۔

(مسند احمد۔ص۔ ۳۴۰۔ج ۵۔ ابن کثیر۔ص۔ ۲۳۲۔ج۔۷)

﴿۳۸﴾ **آسمان وزمین کی حکمت** : ہم نے آسمان وزمین کو کھیل تو نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کو اور "وما فیہا" کو حکمت سے بنایا ہے۔ ﴿۳۹﴾ ہم نے آسمان وزمین کو انصاف پر مبنی کیا ہے کہ نیکو کاروں کو جزا اور بدکاروں کو سزا دی جائے۔

﴿۴۰﴾ **یوم الفصل** : آخری فیصلہ کا دن قیامت ہے جس میں سب حاضر ہوں گے۔

﴿۴۱﴾ **یوم الفصل کی تشریح** : جس دن کوئی رشتہ دار کسی کے کام نہیں آئے گا۔

﴿۴۲﴾ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے بس وہی اس دن عذاب اور پریشانی سے بچ سکے گا ورنہ کسی کو کسی کے ذریعہ نہ کوئی مدد مل سکے گی اور نہ کوئی کسی کے کچھ کام آئے گا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾

بیشک تھوہر کا درخت ﴿۴۳﴾ کھانا ہے گنہگار کا ﴿۴۴﴾ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح جو کھولتا ہے پیٹوں میں ﴿۴۵﴾ جیسے کھولتا ہوا پانی ﴿۴۶﴾

خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾

حکم ہوگا پکڑ لو اسکو پھر کھینچ کر لے جاؤ جہنم کے درمیان ﴿۴۷﴾ پھر ڈالو اسکے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ﴿۴۸﴾

ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾

کہا جائے گا چکھ بیشک تو غالب اور عزت والا تھا ﴿۴۹﴾ بیشک یہ وہی چیز ہے جسکے بارے میں تم شک کرتے تھے ﴿۵۰﴾ بیشک متقی ڈرنے والے لوگ امن کے مقام میں ہونگے ﴿۵۱﴾

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ

باغوں اور چشموں میں ﴿۵۲﴾ پہنیں گے وہ باریک ریشم اور موٹا ریشم آمنے سامنے ہونگے ﴿۵۳﴾ اسی طرح ہوگا ہم بیاہ دیں گے

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا

انکو موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ﴿۵۴﴾ وہ منگوائیں گے اس میں ہر قسم کا پھل امن سے ﴿۵۵﴾ نہ چکھیں گے اسمیں موت کو لیکن وہی موت جو پہلے آچکی

الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ

اور بچایا جائے گا انکو جہنم کے عذاب سے ﴿۵۶﴾ یہ فضل ہے تیرے پروردگار کی طرف سے اور یہ ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع۳ ۱۷/۱۶

کامیابی بڑی ﴿۵۷﴾ اے پیغمبر! بیشک ہم نے آسان کردیا ہے اس قرآن کو آپکی زبان میں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں ﴿۵۸﴾ پس آپ انتظار کریں بیشک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۵۹﴾

﴿۴۳﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ : ربط آیات : اوپر یوم الفصل کے واقعات کا اجمالاً ذکر تھا کہ اس دن مجرموں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ اور متقین کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ اب آگے اس کی تفصیل ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ یوم الفصل میں کفار کی غذا، کفار کی کیفیات ونتائج، تنبیہ کفار، اہل ایمان کی سرفرازی، مؤمنین کا اعزاز، مؤمنین کا اکرام، اہل ایمان کے نتائج، شفقت خداوندی، صداقت قرآن، تسلی خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ۴۳ تا ۵۹۔

﴿۴۳ تا ۴۶﴾ یوم الفصل میں کفار کی غذا۔ کفار ومجرمین کی یہ خوراک ہے۔ ﴿۴۷﴾ کفار کی کیفیات ونتائج۔ کہ ان کفار ومجرمین کو وسط دوزخ میں جا پھینکو۔ ﴿۴۸﴾ پھر ان کے سر پر گرم پانی ڈالو۔ ﴿۴۹﴾ چکھو تم بڑے معزز تھے۔ ﴿۵۰﴾ تنبیہ کفار۔ یہی وہ عذاب ہے جس کے متعلق تمہیں شک تھا۔ ﴿۵۱، ۵۲، ۵۳﴾ اہل ایمان کی سرفرازی۔ ﴿۵۴﴾ مؤمنین کا اعزاز۔ "وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ" مفسرین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ جنت میں حوروں کے ساتھ نکاح کیا جائے گا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "انکحنا هم بحور عين" اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نکاح کرنا تکلیفی زندگی کے آثار میں سے ہے اور وہاں تکلیفی زندگی تو ختم ہے "وَزَوَّجْنٰهُمْ" کا معنی ہے "قرنا هم" ہم ان کو جوڑ دیں گے حور عین کے ساتھ۔ (جلالین۔ ص۔ ۴۱۲۔ ج ۲)

حور۔ "حوراء" کی جمع ہے اتنی خوبصورت کہ تعجب میں ڈالے۔ ﴿۵۵﴾ مؤمنین کا اکرام: تمام مصائب سے محفوظ ہو کر ان میوہ جات کا استعمال کریں گے۔ ﴿۵۶﴾ اہل ایمان کے نتائج: موت دنیا میں دیکھ چکے اب انہیں موت نہیں آئے گی، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دوزخ سے بچالیا ہے۔ ﴿۵۷﴾ شفقت خداوندی: تیرے رب کا ان پر یہ فضل ہوگا ورنہ کوئی بھی اپنے عمل اور تقویٰ سے مستحق نہیں ہے کہ ایسے انعامات سے نوازا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وعدل

اہل جنت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر نعمت وعطاء اس کا فضل وکرم ہوگا اور اہل جہنم کے لیے ہر عقوبت وسزا اس کا عدل وانصاف ہوگا۔ چنانچہ یہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۵۶) فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (الدخان۔ ۵۶۔ ۵۷) ترجمہ: اور بچایا ان کو جہنم کے عذاب سے، یہ سب تمہارے رب کی طرف سے فضل ہوگا، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (الشوریٰ۔ ۲۲) ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے،

ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ہر وہ چیز ہوگی جو چاہیں گے وہ یہی وہ بڑا فضل ہے۔

الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (فاطر۔ ۳۵)

ترجمہ :اس ذات نے ہمیں ہمیشہ کے گھر میں اپنے فضل سے ٹھکانا دیا، اس میں ہمیں نہ کوئی مشقت چھو کر گزرے گی اور نہ کبھی کوئی تھکن پیش آئے گی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (المائدہ۔ ۱۱۸) ترجمہ۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر آپ انہیں بخش دیں، تو بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (آل عمران۔ ۱۸۲) ترجمہ۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

جہنم میں کفار کا داخلہ ہمیشہ کے لیے ہوگا : کفار نے اگرچہ تھوڑی مدت یعنی صرف دنیوی زندگی میں کفر کیا، اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈالنا بالکل صحیح اور عدل وانصاف کے عین مطابق ہے، اس لیے کہ یہ کوئی ضابطہ اور اصول نہیں کہ سزا کا وقت جرم سے زیادہ نہ ہو، قاتل صرف پانچ سیکنڈ میں فائر کر کے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کیا اس کی سزا بھی صرف پانچ سیکنڈ قید ہوتی ہے؟ اس کی سزا عمر قید ہوتی ہے جو جرم کے وقت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ معلوم ہوا سزا کا وقت، وقت جرم سے زیادہ ہونا عدل وانصاف کے منافی نہیں۔

نیز کافر کی نیت ہمیشہ ہمیشہ کافر رہنے کی ہوتی ہے، جیسے مسلمان کی نیت ہمیشہ ہمیشہ مسلمان رہنے کی ہوتی ہے، مسلمان ہمیشہ ہمیشہ مسلمان رہنے کی نیت کی بناء پر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کافر رہنے کی نیت اور عزم کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، کافر کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ عین عدل وانصاف ہے۔

حضرت ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ وَاَمَّا نَفْسُ الدُّخُوْلِ فَبِالْفَضْلِ الْمُجَرَّدِ حَیْثُ لَا یَجِبُ عَلَیْهِ وَالْخُلُوْدُ بِالنِّیَةِ، كَمَا اَنَّ دُخُوْلَ الْكُفَّارِ فِی النَّارِ بِمُجَرَّدِ الْعَدْلِ وَالدَّرَكَاتِ بِحَسَبِ اخْتِلَافِ مَالَهُمْ مِنَ الْحَالَاتِ، وَالْخُلُوْدُ بِاعْتِبَارِ النِّیَاتِ۔ (شرح فقہ اکبر۔ ۱۵۶)

ترجمہ :اور بہر حال جنت میں نفسِ دخول تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا، کیونکہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں، اور ہمیشہ رہنا نیت کی وجہ سے ہوگا، جیسے کہ کافروں کا آگ میں داخل ہونا محض عدل اور درجات کی بنیاد پر ہوگا ان کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے، اور ہمیشہ رہنا نیتوں کی وجہ سے ہوگا۔

﴿۵۸﴾ **صداقت قرآن :** ہم نے عربی میں قرآن کو آسان بنایا تا کہ فائدہ اٹھاسکیں۔ ﴿۵۹﴾ **تسلی خاتم الانبیاء:** اگر نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا آپ اور وہ انتظار کریں اور آپ ان کی مخالفت پر رنجیدہ نہ ہوں آپ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں اور صبر کریں۔

ختم شد سورۃ الدخان بفضلہٖ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الجاثیہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الجاثیہ ہے جو اس سورۃ کی آیت ۔۲۸۔ میں لفظ ''جاثیۃ'' سے ماخوذ ہے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ الشریعۃ بھی ہے، یہ سورۃ حوامیم سبعہ کی چھٹی سورۃ ہے اور مکی زندگی کے آخری دور میں اسی ترتیب سے نازل ہوئی۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۴۵۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۶۵۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں چار رکوع ۔۳۷: آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی آیت ۔۲۸۔ میں ہے ''تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً'' اس میں قیامت کے دن کی منزل کا ذکر ہے کہ لوگ اس دن نہایت عاجزی کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے جاثیہ کے دو معنی ہیں۔ ❶ گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا۔ ❷ جمع ہونا۔ چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے دن جمع ہونے اور اسکی کیفیت کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الجاثیہ رکھا گیا ہے۔

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ کا اختتام صداقت قرآن کریم پر تھا۔ کما قال تعالیٰ : ''فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ'' تو اس سورۃ کا آغاز بھی صداقت قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ''

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں توحید کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ ...الخ تو اس سورۃ کی ابتداء میں بھی توحید کا ذکر ہے کیونکہ مشرکین جیسے زور دار انداز میں قیامت کا انکار کرتے تھے اسی طرح توحید کا بھی انکار کرتے تھے۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...الخ

موضوع سورۃ : دعوت الی القرآن ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اتباع کتاب اللہ میں عزت محدود ہے۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ میں تین مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ ❶ توحید۔ ❷ نبوت۔ ❸ معاد اور دوسرے مضامین انہیں کی مناسبت سے بیان فرمائے ہیں مثلاً مشرکین کی شکایات و نتائج، نفی شفیع قہری، مجازات اعمال، بنی اسرائیل کے فرائض، فرائض وفضائل خاتم الانبیاء، منکرین قیامت کے شبہات و جوابات، امہال مجرمین، کتابت اعمال، اسباب گمراہی عظمت خداوندی، وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾

حم ﴿۱﴾ اتارنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۲﴾ بیشک آسمانوں اور زمین میں البتہ بہت سی نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے ﴿۳﴾

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ

اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو پھیلاتا ہے وہ جانور، نشان ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے ﴿۴﴾ اور رات اور دن کے اختلاف میں اور جو اتاری ہے اللہ نے آسمان کی طرف

مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾

سے روزی پس زندہ کیا اس کیساتھ زمین کو اسکے خشک ہونے کے بعد اور ہواؤں کو پھیرنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ﴿۵﴾

تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾

یہ آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی جنہیں ہم سناتے ہیں آپکے سامنے حق کیساتھ پس کس بات پر اللہ تعالیٰ اور اسکی آیتوں کو چھوڑ کر یہ لوگ ایمان لائیں گے ﴿۶﴾

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۙ﴿۷﴾ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ

ہلاکت ہے ہر جھوٹ بولنے والے گنہگار کیلئے ﴿۷﴾ جو سنتا ہے اللہ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اسکے سامنے پھر اصرار کرتا ہے وہ تکبر کرتے ہوئے گویا کہ اس نے انکو سنا ہی نہیں

فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡـئًا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ﴿۹﴾

پس خوشخبری سنادیں اسکو دردناک عذاب کی ﴿۸﴾ اور جب وہ معلوم کرلیتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو تو بناتا ہے اسکو ٹھٹھا کیا ہوا یہی لوگ ہیں جن کیلئے ذلت ناک عذاب ہے ﴿۹﴾

مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ ۚ

انکے آگے دوزخ ہے اور نہیں کام آئے گا ان سے جو انہوں نے کمایا کچھ بھی اور نہ وہ کہ جنکو بنایا ہے انہوں نے اللہ کے سوا کارساز

وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ؕ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱/۱۷

اور ان کیلئے عذاب عظیم ہے ﴿۱۰﴾ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ ان کیلئے عذاب شدید اور دردناک ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع ❶: تمہید برائے تاکید مضامین سورۃ، توحید خداوندی پر عقلی دلائل، اثبات نبوت پر دلیل وحی، اثبات معاد و عقائد و اعمال، مکذبین آیات کا انجام تعیین عذاب، نفی شفیع قہری، سامان ہدایت۔ ماخذ آیات۔ ۲ تا ۱۱+

﴿۲﴾ **تمہید برائے تاکید مضامین سورۃ** : کتاب کو کمال حکمت کے ساتھ اتارنا، عزیز غالب قوی جس کی نظیر محال ہے مگر یہ سمجھ بندہ مؤمن کے دل میں پیدا کر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان عزیز ہے یعنی اس کی قدرت کے تحت میں تمام مخلوقات اس کے ارادہ مشیت کے موافق مقہور ہے کسی کو کسی طرح اس کی حکمت سے تجاوز نہیں ہے اور جو وہ چاہے اس کا کوئی مانع نہیں ہے اور کوئی مخلوق کسی حال میں اپنے اختیار میں نہیں ہے اور بہت سے کفار جو اپنے آپ پر بھروسہ کرنا اور اپنی قوت وغیرہ کی ضلالت پھیلاتے ہیں اور اپنے ہم جنس نیچروں کو اپنے دام فریب میں لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو اس کے نفس کے بھروسے پر چھوڑا وہ جہنم میں گیا۔

(مواہب الرحمٰن۔ ص۔ ۲۳۰۔ ج۔ ۸)

﴿۳ تا ۵﴾ **توحید خداوندی پر عقلی دلائل**۔ ﴿۶﴾ **اثبات نبوت پر دلیل وحی** : اللہ تعالیٰ کی آیات جو اللہ نے قرآن کریم کی شکل میں اپنے آخری نبی پر نازل فرمائی ہیں اس کے ذریعہ اللہ نے اس آخری امت کیلئے تمام شرائع، احکام اور زندگی بھر کا پروگرام نازل فرما دیا ہے۔ جو اس امت کیلئے کافی ہیں۔ جب یہ سب چیزیں اس قدر واضح ہیں۔ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍ ... الخ تو پھر کون سی بات ہے اس کی نشانیوں کے بعد ایسی کہ یہ اس پر ایمان لائیں گے۔

﴿۷﴾ **اثبات معاد و عقائد و اعمال** : ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن ہلاکت ہے جو عقائد میں جھوٹے اور اعمال میں نا

فرمان ہوں۔

﴿۸﴾ باجوداس کے کہ اللہ تعالیٰ کی آیت کو سنتا بھی ہے جب ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر بھی تکبر اور کفر کرتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔﴿۹﴾ مکذبین آیات کا انجام : اگر کچھ آیات معلوم کرلیتا ہے تو ان پر تمسخر اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔﴿۱۰﴾ تعیین عذاب : ان کے آگے دوزخ ہے اس وقت نہ تو ان کے وہ چیزیں کام آئیں گی جو دنیا میں کما گئے تھے خواہ وہ اعمال ہوں یا اموال ہوں۔ وَلَا مَا اتَّخَذُوْا ... الخ نفی شفیع قہری : اور نہ وہ معبود کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔﴿۱۱﴾ سامان ہدایت : یہ قرآن سامان ہدایت ہے اور منکرین کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے مسخر کیا ہے تمہارے لئے سمندر کو تا کہ چلیں اسمیں کشتیاں اسکے حکم سے اور تا کہ تم تلاش کرو اسکے فضل سے اور تا کہ تم شکر ادا کرو ﴿۱۲﴾

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور مسخر کردیا ہے اس نے تمہارے لئے جو کچھ ہے آسمانوں اور جو کچھ ہے زمین میں سب اسی کی طرف سے ہے بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں ﴿۱۳﴾

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِىَ قَوْمًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ درگزر کریں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کے دنوں کی تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس چیز کا جو وہ کماتے تھے ﴿۱۴﴾

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِىْٓ

جسنے اچھا عمل کیا پس اپنے نفس کیلئے اور جسنے برا کیا پس اسی پر ہوگا اسکا وبال پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹایا جانا ہے ﴿۱۵﴾ اور البتہ تحقیق دی ہمنے

اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت اور روزی دی ہمنے انکو پاکیزہ چیزوں سے اور فضیلت بخشی ہے ہمنے انکو جہان والوں پر ﴿۱۶﴾

وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ

اور دی ہمنے انکو کھلی نشانیاں دین کے معاملے میں پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے مگر اسکے بعد کہ انکے پاس علم آگیا سرکشی کرتے ہوئے اپنے درمیان بیشک تیرا پروردگار

رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ

فیصلہ کریگا انکے مابین قیامت کے دن ان چیزوں میں جنمیں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ﴿۱۷﴾ پھر ہمنے ٹھہرایا ہے آپکو ایک شریعت پر دین کے سلسلہ میں پس آپ اسکی پیروی کریں

الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ

اور آپ نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جو کچھ علم نہیں رکھتے ﴿۱۸﴾ بیشک وہ ہرگز نہیں کام آسکیں گے آپ کیلئے اللہ کے سامنے کسی چیز میں بھی

وَإِنَّ الظَّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۖ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هَٰذَا بَصَٰٓئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى

اور بیشک بے انصاف لوگ بعض بعض کے رفیق ہیں اور اللہ تعالیٰ کارساز ہے متقیوں کا ﴿۱۹﴾ یہ بصیرت کی باتیں ہیں لوگوں کیلئے اور ہدایات اور رحمت ہے

وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ حَسِبَ ٱلَّذِينَ ٱجْتَرَحُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں ﴿۲۰﴾ کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو کماتے ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے انکو ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور جنہوں نے

ع۱۸-۱۸

وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾

نیک اعمال انجام دیئے برابر ہوگی ان کی زندگی اور موت اور برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿۲۱﴾

﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر تھا اور اسکی وحدانیت کا انکار کرنے والوں پر وعید تھی، اب مزید چند دلائل ذکر کرتے ہوئے بعث بعد الموت کو ثابت کرتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❷ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، اشیاء کے کارآمد ہونے کا بیان، فرائض خاتم الانبیاء، تذکیر بما بعد الموت، فضائل بنی اسرائیل، انعامات، قیامت کے دن عملی فیصلہ، اثبات نبوت خاتم الانبیاء، گزشتہ حکم کی علت، قرآن ذریعہ ہدایت، حکمت معاد اور فریقین کے نتائج۔ ماخذ آیات۔ ۱۲ تا ۲۱+

اَللّٰهُ الَّذِیْ ... الخ تذکیر بالآء اللہ سے توحید پر دلیل عقلی۔ ﴿۱۳﴾ اشیاء کے کارآمد ہونے کا بیان : زمین و آسمان کی سب چیزیں تمہارے لئے کارآمد بنائی ہیں۔ ﴿۱۴﴾ فرائض خاتم الانبیاء : آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ان بے ایمانوں کی باتوں کا خیال نہ کریں بلکہ درگذر کریں "اَيَّامَ اللّٰهِ" سے کیا مراد ہے؟ اسکی دو تفسیریں ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے عذاب کے دن مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے۔ دوسرے تفسیر یہ ہے کہ رحمت کے دن مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں پر کوئی خصوصی انعام و اکرام فرمائے۔ ﴿۱۵﴾ تذکر بما بعد الموت۔

﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ : فضائل بنی اسرائیل : کتاب سے مراد تورات "وَالْحُكْمَ" سے حکمت بھی ہے اور حکومت بھی اس خاندان سے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام جیسے بڑے بڑے حکمران پیدا فرمائے۔ "وَالنُّبُوَّةَ" اور ان کو نبوت بھی دی حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نبوت سے بھی سرفراز فرمایا اس سے بڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک اس خاندان میں اللہ تعالیٰ نے چار ہزار نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ : بنی اسرائیل پر انعامات : پاکیزہ چیزوں سے روزی دی۔ اللہ نے بغیر محنت کے من و سلویٰ جیسی نعمتیں دیں۔ دھوپ سے بچنے کیلئے سر پر بادلوں کا سایہ کر دیا، اس دور کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

﴿۱۷-۱۸﴾ قیامت کے دن عملی فیصلہ : احکام تو انہیں واضح دیئے تھے پھر آپس کی سرکشی کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہوگا۔ یہ آیت دوسری آیت کی تمہید ہے کہ آنحضرت ﷺ کو نئی شریعت عطا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ شریعت موسوی کو یہود نے ناقابل عمل بنا دیا تھا۔

تشریح شرائع فی الدین

لغت کے اعتبار سے شریعت کے معنی مذہب کے ہیں اور شرائع فی الدین سے مراد وہ مذاہب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے مشروع کیا ہے۔ آیت مذکورہ بالا میں "شریعة من الامر" سے مراد واضح راستہ اور منہاج ہے یعنی ہم نے آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کوایک واضح اور متعین منہاج پر رکھا ہے سواسی کی اتباع کیجئے اور بے علم لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کیجئے۔

پچھلے انبیاء کی شریعتوں کا حکم: علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض علمی گفتگو کرنے والے یہ گمان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ شرائع سابقہ ہمارے (مسلمانوں کے) لیے مشروع نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی امت کے لیے اس آیت میں مستقل شریعت کا ہونا متعین فرمادیا ہے۔

ہمیں اس بات کا انکار نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی شریعت بالکل علیحدہ اور مستقل و متعین شریعت ہے۔لیکن اختلاف اس امر میں ہے کہ شرائع سابقہ کے جو اعمال و احکام وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے اور ان کی تعریف وثناء فرمائی کیا ہم پر ان کی اتباع لازم ہے یا نہیں؟

تو (ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کے جواب میں کہا کہ شرائع سابقہ کے وہ احکام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سبیل تحسین وثناء بیان فرمائے ہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا حصہ بن کر ہمارے لیے قابل اتباع ہیں اور یہ شرائع سابقہ کی اتباع نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی کی اتباع ہے۔ واللہ اعلم۔ (احکام القرآن لابن العربی)

﴿۱۹﴾ **گزشتہ حکم کی علت:** یہ لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا نہیں سکیں گے اور اللہ تعالیٰ فقط متقین کا دوست ہے۔

﴿۲۰﴾ **قرآن ذریعہ ہدایت ہے:** لوگوں کے لئے اس قرآنی تعلیم میں بصیرتیں ہیں۔ دل کی روشنی کا نام ہے ایمان دل کی روشنی ہے اسی سے علم حاصل ہوتا ہے دل میں اطمینان، یقین اور عرفان پیدا ہوتا ہے یہ چیزیں نہ صرف بصیرت ہیں بلکہ ذریعہ ہدایت بھی ہے۔ ﴿۲۱﴾ **حکمت معاد اور فریقین کے نتائج۔**

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور پیدا کئے اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ اور تا کہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے ﴿۲۲﴾

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ

بھلا کیا تم نے دیکھا ہے اس شخص کو جسنے بنالیا ہے معبود اپنی خواہش کو اور اللہ نے اس کو گمراہ کیا ہے علم پر اور مہر کر دی ہے اسکے کانوں پر اور دل پر اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے

عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا

پس کون ہے جو اسکی راہنمائی کرے گا اللہ کے سوا کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۲۳﴾ اور کہا ان لوگوں نے کہ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

اور جیتے ہیں اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ اور نہیں ہے انکو اسکا کچھ علم نہیں وہ مگر گمان کرتے ﴿۲۴﴾

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور جب پڑھی جاتی ہیں انکے سامنے ہماری آیتیں کھلی تو نہیں ہوتی انکی دلیل مگر کہتے ہیں یہ کہ لاؤ ہمارے پاس ہمارے آباؤ اجداد، اگر تم سچے ہو ﴿۲۵﴾

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

آپ کہدیجئے اے پیغمبر اللہ تعالیٰ تمکو زندگی دیتا ہے پھر تم پر موت طاری کرتا ہے پھر تمکو جمع کریگا قیامت کے دن کہ نہیں شک اسمیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۶﴾

﴿۲۲﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ ۔۔۔ الخ ربط آیات :اوپر کی آیات میں بنی اسرائیل پر انعامات اوران کی نافرمانی اور بغاوت اور حکمت معاد کا ذکر تھا، اب بھی حکمت معاد کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ ۔۔۔ حکمت معاد، شناعت منکرین معاد، منکرین معاد کا شکوہ، جواب شکوہ اوران کی جہالت، منکرین معاد کا مطالبہ، تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ آیات۔ ۲۲ تا ۲۶ +

حکمت معاد :۔۔۔ اس آیت میں فرمایا آسمان وزمین کی پیدائش کا یہ نظام اس لئے بنایا گیا ہے تا کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کی جزا ملے۔ ﴿۲۳﴾ شناعت منکرین معاد :۔۔۔ ہدایات الٰہیہ پر عمل پیرا نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ ''مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ'' یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنی معبود بنالیا۔ حقیقت میں عبادت اطاعت الٰہی کا نام ہے جو شخص اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہی اس کا معبود کہلائے گا تو جب اس نے اپنے نفس کی پیروی کی تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے۔ حقیقۃً وہی اس کا معبود ہے۔ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ۔۔۔ الخ اس کی دو ترکیبیں ہیں۔ ا۔ ''علی علم'' لفظ اللہ سے حال ہے ''ای اضله الله حال کونه علی علم'' کہ اللہ نے اس کو گمراہ کیا دراں حالیکہ اللہ کو علم ہے۔ ۲۔ ''علیٰ علم'' حال ہے ''اضله'' میں ''ہ'' ضمیر مفعول سے۔ معنیٰ ہوگا اللہ نے اسکو گمراہ کیا دراں حالیکہ وہ جانتا تھا۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ: ''ای من بعد اضلاله'' معنیٰ یوں ہوگا، پس کون ہے جو ہدایت دے اس کو اللہ کے گمراہ کرنے کے بعد۔

﴿۲۴﴾ منکرین معاد کا شکوہ :۔۔۔ اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں، بس یہی ایک جہان ہے جس میں ہمارا مرنا اور جینا ہے جیسے بارش ہونے سے زمین پر سبزہ اگ جاتا ہے پھر خشک ہو کر سوکھ جاتا ہے یہی حال ہماری دنیوی زندگی کا ہے اور یہ سلسلہ دنیا میں چلتا رہے گا پھر آگے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ :۔۔۔ جواب شکوہ اوران کی جہالت :۔۔۔ کہ اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، جب دلیل نہیں تو دعویٰ باطل ہے۔ فطرت سلیمہ کے مسخ ہوجانے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی کبھی منکر ہو جاتا ہے ''وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ'' اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ۔ دہریوں کا گروہ ہمیشہ قلیل تعداد میں رہا ہے وہ زندگی اور موت کو حوادثات زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہ کسی حادثہ کے نتیجہ میں پیدا ہو گئے اور پھر اسی طرح ختم بھی ہو جاتے ہیں، نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے نہ موت طاری کرنے والا، نہ کوئی قیامت ہے اور نہ بعث بعد الموت بلکہ لوگوں نے قصے کہانیاں بنا رکھے ہیں کہ ہر شخص کا حساب و کتاب ہوگا، ایسی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس زمانے اور جہان کی طرف یہ لوگ موت وحیات کو منسوب کر رہے ہیں اس کی اپنی کوئی حقیقت نہیں، زمانہ مقدار حرکت کا نام ہے جس میں کوئی کام واقع ہوتا ہے۔ یہ خود کوئی متعارف چیز نہیں ہے۔ اسلئے آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ''لا تسبوا الدهر'' زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ ''فان الله هو الدهر'' کیونکہ زمانہ تو اللہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام تغیر وتبدل ہیں اور جو ہر چیز کا متعارف ہے لہٰذا زمانے کو گالی دینا بالواسطہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے نعوذ باللہ۔

﴿۲۵﴾ منکرین معاد کا مطالبہ :۔۔۔ جب وہ آیات الٰہی سنتے ہیں تو پھر اس قسم کی کج بحثی پر آجاتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادے کو زندہ کر کے سامنے لے آؤ؟ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ :اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کان کی خبر منصوب اور اسم مرفوع ہوتا ہے اور یہاں ''حُجَّتَهُمْ'' منصوب ہے اور یہ اس کا اسم کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''حُجَّتَهُمْ'' کان کی خبر مقدم ہے اسم

نہیں ہے۔ "اَنْ قَالُوا" جو مقولہ ہے یہ اسم کان ہے۔ ﴿۲۶﴾ جواب مطالبہ : کہ آپ ان فضول بحث کرنے والوں کو جواب دے دو۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ : تذکیر بما بعد الموت : پھر تم سب کو جمع کرے گا قیامت کے دن تک جس میں کوئی شبہ نہیں اور ظاہر ہے ایسی مدلل اور شبہ سے پاک حقیقت ہر ایک کو تسلی کرنی چاہیئے اور اس پر ایمان لانا چاہیئے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جسدن برپا ہوگی قیامت اس دن نقصان اٹھائیں گے باطل پرست ﴿۲۷﴾

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور دیکھے گا تو ہر گروہ کو گھٹنے ٹیکنے والے ہونگے اور ہر گروہ کو بلایا جائے گا اسکے نامۂ اعمال کی طرف اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کے دن تم کو بدلہ دیا جائے گا ان کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے ﴿۲۸﴾

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یہ ہمارا دفتر ہے جو بولتا ہے تم پر حق کیساتھ، بیشک ہم لکھواتے ہیں ان باتوں کو جو تم عمل کرتے تھے ﴿۲۹﴾ بہرحال وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

اور جنہوں نے نیک اعمال کئے پس داخل کریگا انکو انکا پروردگار اپنی رحمت میں اور یہ ہے کامیابی کھلی ﴿۳۰﴾ اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ

ان سے کہا جائے گا کیا نہیں تھیں میری آیتیں پڑھی جاتیں تم پر پس تم نے تکبر کیا اور تھے تم مجرم لوگ ﴿۳۱﴾ اور جب کہا جاتا ہے کہ

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کیا ہے قیامت؟ ہم نہیں خیال کرتے اسے مگر ایک گمان اور نہیں ہیں

وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾

ہم یقین کرنیوالے ﴿۳۲﴾ اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے لیے برائیاں جو وہ کرتے تھے اور گھیر لے گی انکو وہ چیز جسکے ساتھ وہ ٹھٹا کرتے تھے ﴿۳۳﴾

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم تمہیں فراموش کردیں گے جیسا کہ تمنے فراموش کردیا تھا اس دن کی ملاقات کو اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا ﴿۳۴﴾

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا

یہ اس لئے کہ بیشک تمنے بنالیا اللہ کی آیتوں کو ٹھٹا کیا ہوا اور تمکو دھوکہ دیا دنیا کی زندگی نے پس آج کے دن نہ نکالے جائیں گے اس دوزخ سے اور نہ انکو موقع دیا جائے گا کہ

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ

(وہ خدا کو راضی کرسکیں) ﴿۳۵﴾ پس اللہ ہی کے لئے ہے تعریف جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور پروردگار ہے سب جہانوں کا ﴿۳۶﴾ اور اسی کیلئے ہے بڑائی آسمانوں

الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

اور زمین میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۳۷﴾

﴿۲۷﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ... الخ ربط آیات : اوپر قیامت کا ذکر تھا اب یہاں سے بھی قیامت کا ذکر ہے جو خدا دنیا کو بنا سکتا ہے وہی بگاڑ بھی سکتا ہے قیامت ضرور آئے گی۔

خلاصہ رکوع ۴ حصر المالکیت باری تعالیٰ، نتیجہ منکرین قیامت، تذکیر بما بعد الموت مقام عاجزی، کیفیت حساب، کیفیت نامہ اعمال، کتابت اعمال، نتائج متقین، کفار کے لئے تنبیہ، شکوہ منکرین قیامت، خلاصہ اعمال، مجرمین کے لئے تنبیہ، نتیجہ اخروی، نفی شفیع قہری، سبب گمراہی، مشرکین کا خلود فی انار، توحید پر عقلی دلیل، عظمت خداوندی۔ ماخذ آیات۔ ۲۷ تا ۳۷ +

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ... الخ حصر المالکیت : جب سب آسمان و زمین پر اسی کی سلطنت ہے، اور اسی کو سب تصرفات کا حق ہے تو مرنے کے بعد بھی وہی زندہ کرے گا۔ یہ جواب مذکور کی تائید ہے۔ يَوْمَئِذٍ ... الخ نتیجہ منکرین قیامت : اس دن خسارے میں پڑے ہوں گے جھوٹے اور باطل پرست۔ ﴿۲۸﴾ تذکیر بما بعد الموت مقام عاجزی و کیفیت حساب : ہر جماعت قیامت کے دن گھٹنے ٹیک کر بیٹھی ہوگی یعنی ہیبت و عظمت اللہ تعالیٰ سے مرعوب ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت بھی بیان فرماتے ہیں کہ کافروں کے سامنے جب جہنم لائی جائیگی (ظاہر کی جائے گی) اس کے شعلے بھڑکتے ہوں گے اور آگ کے شعلوں کی آواز سمندر کے طوفانی تھپیڑوں کی طرح اٹھتے ہوئے جب نظر آئے گی کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل بھی بیٹھ جائے حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے "نفسی، نفسی" اے پروردگار میں آج تجھ سے کچھ نہیں مانگتا "نفسی، نفسی، نفسی" حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کعب رحمۃ اللہ علیہ احبار رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔ ۲۴۴۔ ج۔ ۷) اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام پر بھی اس دن رعب چھا جائے گا۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ ... الخ اعلان ہوگا کہ آج ہر شخص کو اپنے اعمال کی جزا ملے گی "وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً" اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر "کل" کو عام مانا جائے تو مقبولین الٰہی کیلئے بھی خوف و ہراس لازم آتا ہے حالانکہ نصوص میں اس کا انکار کیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے بہت خفیف اور برائے نام ہو جو غیر معتد بہ ہونے کی وجہ سے نصوص کے معارض و منافی نہیں اور اگر عام مخصوص البعض ہو تو سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا۔ (کمالین۔ص۔ ۱۲۷۔ ج۔ ۶)

﴿۲۹، ۳۰﴾ کیفیت نامہ اعمال : کہ وہ خود بول رہا ہوگا اس ہماری کتاب میں تمہارے تمام اعمال ضبط شدہ ہیں۔

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ ... الخ کتابت اعمال : کیونکہ تمہارے اعمال ہم لکھا کرتے تھے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ : نتائج متقین : ایمانداروں کو رحمت الٰہی میں جگہ ملے گی۔ ﴿۳۱﴾ کفار کے لئے تنبیہ : کفار کو کہا جائے گا۔ کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہیں جاتی تھیں پھر تم ان کے تسلیم کرنے سے تکبر کرتے تھے۔

﴿۳۲﴾ شکوہ منکرین قیامت : کہ جب تم سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ بعث بعد الموت اور مجازات اعمال برحق ہیں، تو تم کہتے تھے ہمیں یقین نہیں آتا۔ ﴿۳۳﴾ خلاصہ اعمال : کہ تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔

﴿۳۴﴾ مجرمین کے لئے تنبیہ : انہیں کہا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں تم نے اُن کو بھلائے رکھا تھا، آج تم بھی اسی طرح نظر انداز کئے جا رہے ہو۔ تم نے دنیا کے مزوں میں خود کو پھنسا کر چھوڑ دیا، آج عذاب میں پھنس کر چھوڑ دیئے جاؤ گے اور تم خیال کرتے تھے اپنے آپ کو تسلی دینے کیلئے کہ جس طرح ہم دنیا میں مسلمانوں سے زور آور ہیں وہاں بھی زوردار ہوں گے۔

نتیجہ اخروی: اللہ نے فرمایا تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وَمَا لَكُمْ ... الخ نفی شفیع قہری: اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

﴿۳۵﴾ سبب گمراہی: استہزاء علی الآیات کے باعث یہ سزا مل رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا موقع دنیا تھی جب موت آ گئی اور اس کے بعد میدان حشر میں پہنچ گئے تو اب خالق و مالک کو راضی کرنے کا طریقہ نہیں رہا۔

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ ... الخ مشرکین کا خلود فی النار: بس اب ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے۔

﴿۳۶﴾ توحید پر عقلی دلیل۔ ﴿۳۷﴾ عظمت خداوندی۔

ختم شد سورۃ الجاثیہ بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الاحقاف

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الاحقاف ہے جو اس سورۃ کی آیت۔۲۱۔ میں موجود لفظ بالاحقاف سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔۴۶۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔۶۶۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں۔۴۔ رکوع۔۳۵۔ آیات ہیں، یہ سورۃ حوامیم سبعہ کی آخری سورۃ ہے جو مکی زندگی کے آخری دور میں سورۃ الجاثیہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ : احقاف جمع "حقف" کی جس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے قوم عاد جزیرۃ العرب کے ربع خالی میں آباد تھی یہاں پر ریت کے بڑے بڑے ٹیلے پائے جاتے تھے اس لئے اس مقام کی خصوصیت کی نسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الاحقاف رکھا گیا ہے۔

ربط آیات ❶ : گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی :اس سورۃ کی ابتداء میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ ...الخ تو اس سورۃ کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ ...الخ۔

❸ گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں صداقت قرآن کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی۔ تو اس سورۃ کے آخر میں بھی صداقت قرآن کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ بَلٰغٌ ...الخ۔

❹ گزشتہ سورۃ میں توحید کا ذکر اجمالاً اور معاد کا تفصیلاً تھا اس سورۃ میں توحید کا ذکر تفصیلاً اور معاد کا اجمالاً ذکر ہے۔

(بیان القرآن۔ص۔۱۔ج۔۱۰)

موضوع سورۃ : دعوت کے بعد مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔

خلاصہ سورۃ : توحید، معاد، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، فرائض خاتم الانبیاء، تخویفات، تسلیات، جنوں کی تبلیغ، حقوق والدین، حضرت ھود کی تبلیغ، متبعین اور مخالفین کے نتائج وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

حٰمٓ ﴿۱﴾ اتارنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۲﴾ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو مگر حق کے ساتھ

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣

اور ایک مقررہ مدت تک اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اس چیز سے جسکے ساتھ انکو ڈرایا گیا وہ اس سے اعراض کرنے والے ہیں ﴿۳﴾

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

آپ کہدیجئے اے پیغمبر! بھلا تم بتلاؤ جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ مجھے کیا پیدا کیا ہے انہوں نے زمین میں یا ان کیلئے کچھ

فِي السَّمَاوَاتِ ۖ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤﴾

شراکت ہے آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے یا کوئی باقی ماندہ علم کی بات اگر تم سچے ہو ﴿۴﴾

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو پکارتا ہے اللہ کے سوا اسکو کہ وہ نہیں اسکی پکار کو پہنچتا قیامت کے دن تک اور وہ انکی پکار

وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴿٦﴾

سے غافل ہیں ﴿۵﴾ اور جب اکٹھے کئے جائیں گے لوگ تو ہونگے وہ ان کے دشمن اور انکی عبادت سے انکار کرنے والے ہونگے ﴿۶﴾

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا حق کو جبکہ انکے پاس آگیا کہ یہ تو صریح جادو ہے ﴿۷﴾

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا

کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ پیغمبر نے اس قرآن کو گھڑلیا ہے آپ کہدیجئے کہ اگر میں نے اسکو گھڑلیا ہے تو نہیں ہو مالک تم میرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کے وہ خوب جانتا ہے

تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾ قُلْ مَا كُنتُ

ان باتوں کو جنکے اندر تم گھستے ہو کافی ہے وہ گواہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے ﴿۸﴾ آپ کہدیجئے اے پیغمبر نہیں

بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا

ہوں میں کوئی انوکھا رسولوں میں سے اور میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ کیا کیا جائیگا تمہارے ساتھ میں نہیں اتباع کرتا مگر اس چیز کی جو وحی

أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کی جاتی ہے میرے طرف اور نہیں ہوں میں مگر کھول کر ڈر سنانیوالا ﴿۹﴾ آپ کہدیجئے بھلا بتلاؤ اگر ہو یہ کتاب اللہ کی طرف سے اور تم نے اسکے ساتھ کفر کیا اور گواہی دی ایک گواہی دینے

مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ ع ۱

والے نے بنی اسرائیل میں سے ایسی کتاب پر پس وہ ایمان لایا اور تمنے تکبر کیا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں رہنمائی کرتا اس قوم کی جو ظلم کرنے والی ہو ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ تمہید صداقت قرآن، توحید پر عقلی دلیل اور اثبات معاد، منکرین قرآن کے لئے وعید، مشرکین سے طریق مناظرہ، دلیل وحی کا مطالبہ، دلیل زبانی نقلی کا مطالبہ، نداء غیر اللہ کی ممانعت، متبوعین کی برات، منکرین قرآن کا شکوہ ۔۱۔۲۔ اور جواب

شکوہ، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، شفقت خداوندی، فریضہ خاتم الانبیاء سے منکرین رسالت کو خطاب، خاتم الانبیاء سے علم غیب کلی کی نفی، فرائض خاتم الانبیاء، ازالہ شبہ۔ ماخذ آیات۔ ا تا ۱۰+

﴿۲﴾ تمہید صداقت قرآن۔ ﴿۳﴾ عقلی دلیل اور اثبات معاد : آسمان وزمین کی پیدائش خاص مقصد کیلئے ہے اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ دال علی التوحید اور معاد ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا... الخ منکرین قیامت کے لئے وعید : کفار قرآن کریم میں جس چیز سے ڈرائے گئے ہیں اس سے اعراض کر رہے ہیں اب ان کی تباہی کی بھی ایک اجل معین ہے۔

﴿۴﴾ مشرکین سے طریق مناظرہ : تمہارے معبود من دون اللہ نے کوئی چیز زمین میں یا آسمان میں بنائی بھی ہے اس چیز کا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ :دلیل وحی کا مطالبہ : یعنی اس قرآن سے پہلے کوئی آسمانی کتاب لے آؤ کہ جس میں شرک کا حکم ہو اور تم جانتے ہو کہ قرآن میں تو اس کا حکم نہیں۔

اَوْ اَثٰرَةٍ :دلیل زبانی نقلی کا مطالبہ : یا کوئی علم کی باقی ماندہ بات اور مضمون جو زبانی طور پر کسی نبی سے یا ان کا قول منقول ہو پیش کر دیا کسی نیک صالح یا دانش ور کا قول پیش کرو جس میں شرک کی اجازت ہو یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر نبی اور ولی ہمیشہ توحید الٰہی کی دعوت دیتا ہے۔

اہم فائدہ: دعویٰ بغیر دلیل عقلی یا سمعی کے مقبول نہیں

امام تفسیر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس آیت میں تمام دلائل کا بیان ہے (یعنی کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل ذکر کیے جاتے ہیں ان تمام کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے) چنانچہ سب سے پہلے کسی دعویٰ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، اس آیت میں سب سے پہلے عقلی دلیل کا ذکر فرمایا گیا ہے (اور مشرکین سے ان کے دعوائے شرک پر دلیل عقلی طلب کی گئی ہے) چنانچہ فرمایا : ''اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ۔ یعنی جن باطل معبودوں کو تم پرستش کرتے ہو انہوں نے زمین وآسمان میں کیا چیز پیدا کی ہے؟ اس میں عقل کی بنیاد پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جمادات اس قابل نہیں کہ ان کو پکارا جائے اور ان سے حاجت روائی کی توقع رکھی جائے کیونکہ وہ نفع وضرر کے مالک نہیں (لہٰذا انہیں معبود بنا کر پکارنا عقلی اعتبار سے بھی باطل ہوا)۔

بعد ازاں فرمایا کہ: '' اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ''اس میں دلیل سمعی ونقلی کا بیان ہے (یعنی اگر تم اپنے شرک کے اثبات پر کوئی عقلی دلیل نہیں دے سکتے تو کم از کم کوئی سمعی ونقلی دلیل لے کر آؤ یا کوئی ایسی روایت علمی لاؤ جو تم سے پہلے لوگوں سے منقول ہوتی آ رہی ہے)۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ أثارۃ من علم سے مراد خصوصی علمی دلیل ہے۔ جبکہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :ایسی روایت مراد ہے جو تم سے پہلے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہو۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس سے روایت عن الانبیاء مراد ہے یعنی کسی نبی سے کوئی ایسی بات منقول ہو (جس سے شرک کا اثبات ہوتا ہے) یہی مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی بھی رائے ہے۔ جبکہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اسناد حسن ہے یعنی سند حسن۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہرحال أثارۃ من علم سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ کوئی منقول علمی قول ہو اور ماثور اس بات کو کہا جاتا ہے کہ جو صحیح سند کے ساتھ نقل کی جائے۔ اس شخص سے جس کی وہ بات ہے۔

سند متصل بھی دلیل سمعی ہے :اس سے ثابت ہوا کہ سند متصل کے ساتھ کسی بات کو نقل کرنا بھی دلیل سمعی اور نقلی میں داخل

ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس میں دلیل ہے کہ ماثور عن الانبیاء اگر سند صحیح متصل کے ساتھ منقول ہو تو وہ احکام کے اثبات میں کتاب اللہ کے درجہ میں ہے۔حتیٰ کہ وہ احکام بھی جن کا تعلق اصول دین سے ہے جو صرف دلیل قطعی سے ثابت ہوتے ہیں وہ بھی سند صحیح متصل سے ثابت ہوجاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان سے دلیل سمعی کی تھی خواہ کتاب کی ہو یا کوئی علم ماثور ہو انبیاء سابقین کا۔

﴿۵﴾ وَمَنۡ اَضَلُّ... الخ نداء غیر اللہ کی ممانعت : اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے اور جن کو پکار رہا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس کی پکار کو قیامت تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ ان کی پکار سے یکسر غافل ہیں۔جو حضرات کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مردے نہیں سنتے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ" سے مراد یا تو وہ جمادات (بت) ہیں اور یا تابع فرمان بندے ہیں جو اپنے احوال میں مصروف و مشغول ہیں۔ (بیضاوی۔ص۔۴۴۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی غفلت اور نہ سننا اس لئے نہیں کہ وہ سنتے نہیں اور ان میں سننے کی اہلیت ہی نہیں بلکہ اللہ کے مقبول بندے اس لئے پکارنے والوں کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں کہ وہ اپنے احوال میں مصروف ہیں اور پکارنے والے کی پکار کی طرف ان کی توجہ والتفات ہی نہیں اور بغیر توجہ اور التفات کے سننا کیسا؟ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یا تو وہ جمادات ہیں اس لئے نہ تو وہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور یا وہ تابع فرمان بندے ہیں جو اپنے حالات میں مشغول و مصروف ہیں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے (علیہم السلام)۔ (مظہری۔ص۔۳۹۴۔ج۔۸)

حاصل یہ ہے کہ جو حضرات اپنے حالات میں مستغرق ہیں وہ کیا سن سکتے ہیں؟ ہاں قصد اور توجہ والتفات کے بعد سننا صحیح ہے اور اس کا مطلقاً انکار درست نہیں ہے۔

﴿۶﴾ متبوعین کی برأت : قیامت کے دن ان کے معبود اپنے عابدوں کے دشمن ہوجائیں گے۔

﴿۷﴾ منکرین قرآن کا شکوہ : ❶ کہ وہ کبھی قرآن کریم کو سحر مبین کہتے ہیں۔

﴿۸﴾ منکرین قرآن کا شکوہ : ❷ اور کبھی کہتے ہیں کہ منزل من اللہ نہیں بلکہ خود ساختہ ہے۔

قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُهٗ : جواب شکوہ : فرمایا اگر میں معاذ اللہ کاذب مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑے گا اور اس مواخذہ سے مجھے بچانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔

فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ : حصر التصرف : کلی اختیارات اللہ تعالیٰ کو ہیں میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

هُوَ اَعۡلَمُ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ وہ خوب جانتا ہے جو تم قرآن کے متعلق باتیں بنا رہے ہو اور وہ اس کی سزا تمہیں دے گا۔ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ... الخ شفقت خداوندی : تم توبہ کرو ایمان لاؤ وہ بخش دے گا یہ جو کفر کے ساتھ تمہیں رزق مل رہا ہے اور زندگی گزر رہی ہے یہ اس کی رحمت ہے اگر وہ رحم نہ فرماتا تو تمہیں جلد ہی سزا دے دیتا۔

﴿۹﴾ قُلۡ مَا كُنۡتُ... الخ فریضہ خاتم الانبیاء سے منکرین رسالت کو خطاب : اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لے کر نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلہ نبوت و رسالت جاری رہا ہے، ان سب رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہی کچھ میں کہتا ہوں جو ان سب نے کہا۔

وَمَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِكُمۡ ... الخ خاتم الانبیاء سے علم غیب کلی کی نفی : باقی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ

میرے ساتھ دنیا میں کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اَنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی... الخ فرائض خاتم الانبیاء : ہاں میرا کام صرف وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر وعصیان کے سخت خطرناک نتائج کو خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔ اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ ﷺ سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو ان کا علم اور درایت نہ تھی، اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادثات اور واقعات کے تفصیل معلوم ہوتی۔ حضرت ام العلاء الانصاریہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ"۔ (رواہ البخاری۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۱۰۳۹۔ وصاحب المشکوٰۃ۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۴۵۶۔ واللفظ لہ)

خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا، حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی مغفرت کے متعلق

اہل بدعت کا نظریہ اور اس کا تفصیلی جواب

مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ : سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات مفسرین کرام سے (جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتی کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس میں "لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہوگئی اور اسی پر فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت نے انباء المصطفیٰ۔ ص۔ ۵، ۶۔ وغیرہ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق۔ ص۔ ۹۷، ۹۸۔ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت: ص۔ ۳۹۵۔ میں زور دیا ہے اور دیگر اہل بدعت حضرات نے بھی یہی کچھ کہا ہے۔

جواب: اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دعویٰ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے۔

اول: اس لئے کہ نص قرآنی میں "وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ" خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "فَاَمَّا الْاَخْبَارُ فَلَا یَكُوْنُ فِیْهَا نَاسِخٌ وَلَا مَنْسُوْخٌ"۔ (ابن کثیر۔ ج۔ ۱۔ ص۔ ۱۴۹)

اخبار میں ناسخ ومنسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ "هٰذَا خَبَرٌ لَا یَجُوْزُ نَسْخُهٗ"۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۱۔ ص۔ ۵۳۷) یہ خبر ہے اور اس میں نسخ جائز نہیں ہے۔

اور حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام العلاء الانصاریہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "قُلْتُ وَفِیْهِ اِنَّ النَّسْخَ عَلٰی تَقْرِیْرِ صِحَّةِ تَاخِیْرِ النَّاسِخِ اِنَّمَا یَكُوْنُ فِی الْاَحْكَامِ لَا فِی الْاَخْبَارِ"۔ (مرقات ہامش مشکوٰۃ۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۴۵۶)

میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے اس لئے کہ باوجود تاخیر ناسخ کے صحیح ہونے کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔ اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خان صاحب لکھتے ہیں کہ اور اخبار کا نسخ ناممکن۔ (بلفظہ انباء المصطفیٰ۔ ص۔ ۴)

ان تمام اقتباسات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے بلکہ بقول خان صاحب یہ ناممکن ہے اور "لَا اَدْرِیْ" (الآیہ) خبر ہے لہٰذا اس کا نسخ کیسے؟

مفتی احمد یار کی طرف سے جوابات : مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ آیت "لَآ اَدْرِیْ" خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے "وَاِنْ تُبْدُوْا" (الایۃ) "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا" سے منسوخ ہے "الی ان قال" دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا "قل لا ادریا" اور "قل" امر ہے نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنیٰ میں حکم ہے جیسے "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" یا "لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے۔ چوتھے یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر و احادیث پر ہے جن سے نسخ ثابت ہے۔ (بلفظہٖ جاء الحق۔ص۔۹۸)

جواب: مفتی صاحب کے یہ جوابات بچند وجوہ باطل ہیں۔

اولاً : تو اس لئے کہ علماء کے ذمہ یہ الزام کہ وہ مطلقاً خبر کے نسخ کو جائز کہتے ہیں یہ بات بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ علماء نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر وعید یا حکم وغیرہ کی صورت میں خبر ہو تو اس کا نسخ جائز ہے، اور خبر بحیثیت خبر کا نسخ جائز نہیں ہے اور "لَآ اَدْرِیْ" خالص خبر ہے، لہٰذا اس کا نسخ کسی صورت میں صحیح نہیں ہوگا، رہا "وَاِنْ تُبْدُوْا" سے استدلال تو ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا۔

چنانچہ امام بغوی رحمہ اللہ اور علامہ خازن رحمہ اللہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ "وَقَالَ بَعْضُھُمْ وَاِنْ تُبْدُوْا (الآیۃ) غَیْرُ مَنْسُوْخَۃٍ لِاَنَّ النَّسْخَ لَا یَرِدُ عَلَی الْاَخْبَارِ اِنَّمَا یَرِدُ عَلَی الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ و قولہ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ خَبَرٌ لَا یَرِدُ عَلَیْہِ النَّسْخُ"۔ (معالم التنزیل۔ج۔ا۔ص۔۱۴۲۔خازن۔ج۔ا۔ص۔۴۴۸)

اور بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت "وَاِنْ تُبْدُوْا" منسوخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کا وقوع اخبار میں نہیں ہوتا بلکہ نسخ کا وقوع تو امر اور نہی میں ہوتا ہے اور "یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ" خبر ہے اس میں بھلا نسخ کیونکہ صحیح ہے؟

اور علامہ نسفی الحنفی رحمہ اللہ اسی آیت "وَاِنْ تُبْدُوْا" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "وَالْمُحَقِّقُوْنَ عَلٰی اَنَّ النَّسْخَ یَکُوْنُ فِی الْاَحْکَامِ لَا فِی الْاَخْبَارِ"۔ (مدارک۔ج۔ا۔ص۔۷۴۴)

محققین علماء کا یہ مسلک ہے کہ نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا۔ باقی جن حضرات مفسرین کرام نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا ادعاء کیا ہے تو وہ اور قاعدہ پر مبنی ہے، جمہور علماء کرام کا یہ مسلک ہے کہ جب خبر کسی حکم یا وعید یا تکلیف پر مشتمل ہو تو اس کا نسخ جائز ہے۔ ابو علی اور ابو ہاشم وغیرہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو افادۃ الشیوخ۔ص۔٦)

اور چونکہ آیت "یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ" اگرچہ خبر ہے مگر از قسم وعید اور تکلیف ہے، اس لئے اس میں اس اعتبار سے نسخ جائز ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ "خبر من حیث انہ خبر" کو وہ مورد نسخ قرار دیتے ہیں اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رحمہ اللہ آیت "مَا یُفْعَلُ بِیْ" کی تفسیر میں نسخ کا قول نقل کر کے ارقام فرماتے ہیں کہ "وھذا القول عندی غیر مرضی الی ان قال و قولہ "لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (الآیۃ) بعد بضع عشر سنۃ تاخیر للبیان عن الحاجۃ و ذالک محال"۔ (تفسیر مظہری۔ج۔۸۔ص۔۳۹٦)

اس آیت کے منسوخ ہونے کا قول میرے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ یہ اس لئے کہ "لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (الآیۃ) کا دس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکنے کے بعد نزول (جس میں نجات اخروی کا ذکر ہے) اس پر مبنی ہے کہ وقت ضرورت سے بیان مؤخر ہوا اور یہ محال ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس امر کو بالکل واضح کرتی ہے کہ کئی سال

گزر چکنے پر بھی جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی اور مؤمنین کی نجات اخروی کا علم نہ ہونا یقیناً محال ہے اور اس لئے نسخ کا یہ قول قابل التفات ہی نہیں ہے اور نہ ہی پسندیدہ ہوسکتا ہے علاوہ ازیں اس میں تنقیص شان کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ (معاذ اللہ) کہ سالہاسال تک آپ کو اپنی نجات کا علم بھی نہ تھا تو پھر آپ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے تھے؟ مگر فریق مخالف کو اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کیلئے اسی میں توقیر نظر آتی ہے۔

وثانیاً : مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ متنازع فیہ جملہ "لَآ اَدْرِیْ" کا ہے، لفظ "قل" کا نہیں ہے جو امر ہے۔ کلام کے سمجھنے کا سلیقہ بھی درکار ہے کہ یہاں بات "قل" کے مقولہ میں ہورہی ہے "قل" میں نہیں ہورہی۔

وثالثاً : جملہ "لَآ اَدْرِیْ" صورت میں بھی خبر ہے اور معنی میں بھی خبر ہے۔ یہ خبر فقہی حکم کو متضمن نہیں ہے۔ جیسا کہ مفتی صاحب نے ٹھوکر کھائی یا مغالطہ دینے کی ناکام سعی کی ہے۔

ورابعاً : مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اور احادیث پر اعتراض ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی نری خوش فہمی ہے۔ حدیث تو اس بارے میں ایک بھی موجود نہیں ہے چہ جائیکہ احادیث باقی موقوفات حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا نام اگر ان کے نزدیک عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے حدیث ہے تو "لا مشاحة فی الاصطلاح" علاوہ ازیں حضرات مفسرین کرام کی روایت اس کے خلاف بھی آرہی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمارا اعتراض آپ پر ہو یا حضرات مفسرین کرام کے ایک غیر معصوم نظریہ پر، ہمارا مدعیٰ تو بہر حال ثابت ہے اور تمہارا استدلال باطل ہے۔ کما لا یخفیٰ : مگر دینی نگاہ بلند ہو تو تب حقیقت آشکار ہوگی۔

دوم : اس لئے کہ نسخ کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے اپنی نجات اخروی کا علم نہ تھا۔ جب سورۃ فتح نازل ہوئی تو پھر یہ علم ہوا اور مفتی صاحب لکھتے ہیں مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (بلفظہ جاءالحق ص ۔ ۹۸)

اور حدیبیہ کا معاملہ ۶ ھ میں پیش آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت مکہ زندگی میں اور چھ سال مدنی زندگی میں کیونکہ معاہدہ حدیبیہ ذوالقعدہ ۶ ھ میں ہوا تھا) اپنی اخروی نجات کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) اگر آپ کو اپنی نجات اور مغفرت کا علم نہ تھا اور اپنی اخروی فلاح کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے؟ فریق مخالف سینہ پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے یہ کہے (اگر ان کے نزدیک انصاف و دیانت کسی چیز کا نام ہے) کہ کیا ایسا نظریہ رکھنے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی توہین تو نہ ہوگی؟ اور بتائیے کہ یہ کس کے ایمان پر رجسٹری ہوگی اور کس کا ایمان کامل ہوگا۔ لوگوں کو توہین وتحقیق کا طعن دینے والو ذرا اپنے گھر کی خبر بھی تو لو کہ یہ کیا راز ہے؟

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جس دن نبوت عطا ہوئی تھی، اسی دن آپ کو اپنی اخروی نجات کا علم تھا، یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کو انیس سال بعد از نبوت اپنی اخروی نجات کا علم ہی نہ تھا۔ باقی صحیح دلائل کی موجودگی میں غیر معصوم ہستیوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو چن چن کر اپنا سہارا بنانا فریق مخالف ہی کو زیب دیتا ہے، کیونکہ وہ ایسے ہوائی قلعہ میں بسنے کے اور تار عنکبوت میں پناہ لینے کے عادی ہیں۔۔۔ الخ۔

سوم : اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دنیوی امور کے متعلق یہ فرما رہے ہیں "لَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ" مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں گے اور تمہارے ساتھ کیا پیش آئیں گے۔ (محصلہ ازالۃ الریب۔ ص۔ ۲۷۸۔ ۲۸۳) نیز مزید تفصیل کیلئے ازالۃ الریب ضرور دیکھیں۔

﴿۱۰﴾ ازالہ شبہ : اس آیت سے پہلے گذر چکا ہے کہ مشرکین یوں کہتے تھے کہ یہ قرآن انہوں نے خود بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی

طرف اس کی نسبت کردی ہے؟ اس آیت میں ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اس قرآن کے منکر ہو رہے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس کی گواہی دے دی کہ اس جیسی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتی ہے اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم تکبر میں مبتلاء ہونے کی وجہ سے کفر پر ہی اڑے رہے تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے گمراہی پر جمے رہنا اور بڑی گمراہی ہے اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا تو اپنے انکار و تکذیب کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہو۔ عذاب آجائے گا تو کچھ نہ کرسکو گے لہذا سوچو اور ایمان لے آؤ اس آیت میں "شاہد" سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی گواہی دی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۱۴۹۔ج۔۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي ... الخ تقطیع الطمع۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہ اگر ہوتا یہ دین بہتر تو نہ سبقت کرتے یہ لوگ اسکی طرف ہم سے اور جبکہ انہوں نے ہدایت نہ پائی

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

اسکی پس وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے ﴿۱۱﴾ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوائی کرنیوالی تھی اور رحمت تھی اور یہ کتاب قرآن تصدیق کرنیوالی ہے

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

عربی زبان میں ہے تاکہ ڈرادے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور خوشخبری ہے نیکی کرنے والوں کیلئے ﴿۱۲﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا

قدم رہے پس نہیں خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۱۳﴾ یہی لوگ ہیں جنت والے ہمیشہ رہنے والے ہونگے اسمیں بدلہ ہے ان کاموں کا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ

جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۴﴾ اور ہمنے تاکیدی حکم دیا انسان کو اسکے والدین کے متعلق نیکی کرنیکا اٹھایا ہے اسکو اس کی ماں نے تکلیف اٹھا کر اور جنا ہے اسکو تکلیف سے اور اسکا حمل اور

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

دودھ چھڑانا تیس ماہ تک ہے یہاں تک کہ جب وہ پہنچ گیا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس سال تک تو اسنے کہا اے میرے پروردگار میرے حصے میں کردے کہ میں شکر ادا کروں تیری

اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

نعمت کا جو تو نے مجھ پر انعام کی اور میرے ماں باپ پر بھی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے اور درست کردے میرے لئے میری اولاد کو بیشک میں توبہ کرتا ہوں

تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ړ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ

تیرے سامنے اور بیشک میں فرمانبرداری کرنیوالوں میں سے ہوں ﴿۱۵﴾ یہی لوگ ہیں کہ ہم قبول کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ

ان سے انکے وہ بہتر کام جو انہوں نے انجام دیئے اور ہم در گزر کرتے ہیں انکی برائیوں سے یہ ہیں جنت والوں میں

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ

یہ وعدہ ہے سچا جوان سے کیا جاتا ہے ﴿۱۶﴾ اور وہ شخص جسنے کہا اپنے والدین سے کہ تف ہے تمہارے لئے کیا تم مجھے سے وعدہ کرتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا (قبر سے) اور تحقیق گزر چکی

وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ

ہیں قومیں مجھ سے پہلے اور وہ دونوں ماں باپ فریاد کرتے ہیں اللہ کے سامنے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں افسوس ہے تیرے لئے ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے پس وہ کہتا

فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ

ہے کہ نہیں ہے یہ مگر قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی ﴿۱۷﴾ یہی وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو چکی ہے ان پر بات امتوں میں جو پہلے گزر چکی ہیں ان سے جنوں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ

اور انسانوں میں سے بیشک یہی لوگ نقصان اٹھانے والے تھے ﴿۱۸﴾ اور ہر ایک فرقے کیلئے درجات ہیں ان اعمال کی وجہ سے

وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ

جوانہوں نے کئے اور تا کہ پورا پورا بدلہ دے انکو انکے اعمال کا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۹﴾ اور جس دن پیش کئے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آگ پر تو ان سے کہا

طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ

جائیگا کہ تم نے کھا اڑا لیا ہے اپنی پاکیزہ چیزوں کو دنیا کی زندگی میں اور تم نے فائدہ اٹھا لیا ہے ان سے پس آج تمکو بدلہ دیا جائے گا ذلت ناک عذاب کا اس وجہ سے کہ تم تکبر کرتے تھے

تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ ع

زمین میں ناحق اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے ﴿۲۰﴾

﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں صداقت قرآن کا ذکر تھا اب منکرین قرآن کے شبہ کے جواب کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ منکرین کا شکوہ، اطلاع سے خداوندی جواب شکوہ۔۱۔شکوہ، جواب شکوہ۔۲۔ مستحقین بشارت، تشریح بشارت، نتیجہ۔۱۔۲۔۳۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا التزام، والدہ کی خدمت، حمل ورضاعت کی مدت، انسانیت کی تکمیل، سعادتمند آدمی کی ادعیہ۔۱۔۲۔۳۔ سعادتمندوں کے نتائج۔۱۔۲۔۳۔ اولاد شقی کی خباثت، والدین کی دعا، وعدہ خداوندی، شکوہ مشرکین، نتیجہ مشرکین، تفاوت درجات کا بیان، مشرکین کی سرزنش، امہال مجرمین، نتیجہ مشرکین، سبب رسوائی۔ ماخذ آیات۔۱۱ تا ۲۰ +

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ منکرین کا شکوہ : انہوں نے کہا ہم عقل وفہم اور احوال دنیوی کے اعتبار سے مسلمانوں سے بہتر ہیں ہم خیر کے مستحق ہیں اگر یہ دین بہتر ہوتا جو محمد ﷺ پیش کرتے ہیں تو ہم اس کی طرف سبقت کرتے جب ہم اس کی طرف

آگے نہ بڑھے تو معلوم ہوا کہ جس دین کو ان لوگوں نے قبول کیا ہے وہ بہتر نہیں ہے۔

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ... الخ اطلاع خداوندی سے جواب شکوہ : ❶ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار و مشرکین کا یہ زعم باطل تھا اور اسی بناء پر وہ ہدایت سے محروم رہے اور جب انھوں نے ہدایت نہ پائی تو کہہ دیا۔ **فَسَيَقُوْلُوْنَ :شکوہ :** یہ تو پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے لوگ پہلے بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔

﴿۱۲﴾ **جواب شکوہ** ❷ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے تمہارا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ جبکہ تم یہ مان چکے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی اور قرآن اس کی تصدیق کرنے والا ہے دونوں کے مضامین متحد ہیں جیسے توراۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو پھر قرآن کریم کو ماننے سے کیا چیز رکاوٹ ہے جبکہ وہ عربی زبان میں ہے اور اس کے مضامین کو تم سمجھتے ہو اور اس جیسا بنا کر پیش کرنے سے بھی عاجز ہو۔ **وَبُشْرٰی... الخ** مستحقین بشارت۔

﴿۱۳﴾ **تشریح بشارت :** مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر صدق دل سے یقین تھا پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد ان پر جو امتحانات آئے وہ اس میں مستقیم رہے پھر راحت و تکلیف اور طاعت و عبودیت میں منحرف نہیں ہوئے بلکہ اس وحدہ لاشریک کی بندگی میں مصروف رہے ان کے لئے اعلیٰ مراتب ہیں ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کو رضوان الٰہی کی بشارت دیتے ہیں۔

فَلَا خَوْفٌ :نتیجہ۔ ❶ **وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نتیجہ۔** ❷ ﴿۱۴﴾ **نتیجہ۔** ❸ ﴿۱۵﴾ **والدین کے ساتھ حسن سلوک کا التزام۔**

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا... الخ والدہ کی خدمت : انسان کو اس کی والدہ مہینوں پیٹ میں رکھتی ہے حمل کے زمانے کی مشقت برداشت کرتی ہے پھر جب بچہ پیدا ہونے لگتا ہے تو عموماً وہ بھی مشقت اور تکلیف کے ساتھ پیدا ہوتا ہے بچہ جننے والی ماں کو دردزہ کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہے اور عین ولادت کے وقت بھی مصیبت کو سہنا پڑتا ہے۔

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا : حمل و رضاعت کی مدت : بچے کے حمل اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (سورۃ بقرۃ کی آیت۔ ۲۳۲) میں مدت رضاعت دو سال بیان کی گئی ہے جمہور علماء کا مسلک بھی یہی ہے اس لحاظ سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے اور رضاعت کی (۲۴) ماہ بنتی ہے تو کل مدت تیس ماہ ہو گئی۔ حمل کی اس مدت پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور تاریخ نکاح سے (چاند کے حساب سے) چھ ماہ پورے ہونے سے پہلے اس عورت کا بچہ پیدا ہو گا تو یہ بچہ اس مرد کا نہیں مانا جائے گا اور اس شخص کی میراث کا مستحق نہیں گا۔ (انوار البیان۔ ص۔ ۳۰۳۔ ج۔ ۸)

کم از کم مدت رضاعت کی کوئی حد مقرر نہیں والدین کی اپنی مرضی پر منحصر ہے تاہم زیادہ سے زیادہ مدت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت اڑھائی سال تک ہے اس کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بعض بچے کمزور ہوتے ہیں اور ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی دوسری غذا حاصل نہیں کر سکتے اس لئے مدت رضاعت میں اڑھائی سال تک توسیع کی جا سکتی ہے رضاعت کی مدت کے ساتھ بعض دیگر مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ اس مدت کے بعد بچے کو دودھ پلانا حرام ہو جاتا ہے۔ نیز اس مدت کے بعد بچہ اگرچہ غیر ماں کا دودھ پیئے تو اس سے نہ تو رضاعی بہن بھائی بنتے ہیں جس سے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے اس لئے امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت کے تعین میں احتیاط کی ضرورت ہے اور وہ اسی بناء پر وہ اس مدت کی اڑھائی سال تک توسیع کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم (معالم العرفان۔ ص۔ ۸۱۴۔ ج۔ ۱۶)

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ... الخ انسانیت کی تکمیل : اس عمر سے انسان کے قویٰ ظاہر و باطن مکمل ہو جاتے ہیں اس کی قوت

فکر یہ کا کمال بلوغ پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو خلعت نبوت ورسالت چالیس برس کی عمر پر عطاء فرمائی گئی ما سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے آنحضرت ﷺ کو بھی یہ منصب عظیم چالیس سال کی عمر میں عطاء فرمایا گیا۔ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ ۔۔۔ الخ سعادتمند آدمی کی ادعیہ۔ ① وَاَنْ اَعْمَلَ ۔۔۔ الخ۔ ② وَاَصْلِحْ لِیْ ۔۔۔ الخ۔ ③

﴿۱۶﴾ سعادتمندوں کے نتائج۔ ❶ وَنَتَجَاوَزُ ۔۔۔ الخ۔ ❷

﴿۱۷﴾ اولاد شقی کی خباثت : اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ "تف" ہے تم دونوں پر "اُف" کا لفظ بیزاری کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے جس میں مخاطب کو زجر وتوبیخ اور ملامت کی جاتی ہے شقی انسان اپنے والدین سے بیزاری کا اظہار کر کے کہتا ہے۔ اَتَعِدٰنِنِیْٓ ۔۔۔ الخ کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو یعنی مجھے اس بات کی خبر دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے دوبارہ نکالا جاؤں گا۔ وَقَدْ خَلَتِ ۔۔۔ الخ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں اور جماعتیں گذر چکی ہیں مگر میں نے آج تک کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے ہوئے، جزاء سزا پاتے نہیں دیکھا۔

وَھُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ ۔۔۔ الخ والدین کی دعا۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ ۔۔۔ الخ وعدہ خداوندی۔ فَیَقُوْلُ ۔۔۔ الخ شکوہ مشرکین۔ ﴿۱۸﴾ نتیجہ مشرکین۔ ﴿۱۹﴾ تفاوت درجات کا بیان۔ ﴿۲۰﴾ مشرکین کی سرزنش : اور جس دن کافر لوگ آگ پر پیش کئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا تم نے اپنی پاکیزہ چیزوں کو دنیا کی زندگی میں ہی کھا پی لیا۔

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِھَا ۔۔۔ الخ امہال مجرمین : اور ان کو دنیا کی چیزیں استعمال کر کے ان سے فائدہ حاصل کر لیا ہے مثلاً دنیا میں شہرت نیک نامی۔ وغیرہ۔ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ ۔۔۔ الخ نتیجہ مشرکین۔ بِمَا کُنْتُمْ ۔۔۔ الخ سبب رسوائی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور آپ تذکرہ کریں قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کا جبکہ ڈرایا انہوں نے اپنی قوم کو احقاف کے اندر اور تحقیق گزر چکے تھے آپ سے پہلے بھی ڈرسنا نیوالے

خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۲۱ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا

اور آپ کے بعد بھی انہوں نے کہا نہ عبادت کرو سوائے اللہ کے کسی کی بیشک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا ﴿۲۱﴾ وہ لوگ کہنے لگے کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تا کہ

عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۲ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ

تو ہمیں مٹا دے ہمارے معبودوں سے پس تو لا جو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے ﴿۲۲﴾ کہا اس ہود علیہ السلام نے بیشک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے

وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۳ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ

اور میں پہنچاتا ہوں وہ چیز جو مجھ پیغام دیا گیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو ﴿۲۳﴾ پھر جب انہوں نے دیکھا اس عذاب کو بادل کی شکل میں جو انکی وادیوں

اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۴ۙ

کے سامنے آ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ ابر ہے جو ہم پر بارش برسائے گا فرمایا نہیں بلکہ وہ چیز ہے جسکو تم جلدی طلب کرتے تھے یہ ہوا ہے جسمیں دردناک عذاب ہے ﴿۲۴﴾

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۲۵

یہ ملیامیٹ کرتی ہے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پھر ہو گئے وہ لوگ کہ نہیں دیکھا جاتا تھا سوائے انکے ٹھکانوں کے کچھ بھی اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ان لوگوں کو جو مجرم ہوتے ہیں ﴿۲۵﴾

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ

اور البتہ تحقیق ہمنے انکو قدرت دی ان چیزوں میں کہ نہیں ہم نے قدرت دی تمکو ان میں اور بنائے ہمنے ان کیلئے کان آنکھیں اور دل پس نہ کام آئے ان سے انکے

اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ

کان نہ انکی آنکھیں اور نہ انکے دل کچھ بھی اس واسطے کہ وہ انکار کرتے تھے اللہ کی آیتوں کا اور گھیر لیا انکو اس چیز نے جس کے ساتھ

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿٢٦﴾

﴿٢١﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۔۔۔ الخ ربط آیات : اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جب انہیں ایمان کی دعوت دی جاتی وقوع قیامت اور جزاء اعمال سے ڈرایا جاتا تو کہتے کہ یہ پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں اب آگے سرکش قوم کا ذکر ہے کہ جب ان پر عذاب آیا تو کوئی بھی نہ روک سکا۔

خلاصہ رکوع ❸ تذکیر بایام اللہ، حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ، سابقہ انبیاء کے فرائض، حضرت ہود علیہ السلام کی بقیہ تبلیغ اور قوم عاد کا شکوہ ومطالبہ، جواب مطالبہ، حضرت ہود علیہ السلام کی فہمائش، قوم ہود کا مشاہدہ، قوم کی خوشی، تخویف قوم، تشریح عذاب، شدت گرفت خداوندی، امم سابقین کی قوت وسرمایہ داری۔ ماخذ آیات۔ ٢١ تا ٢٦ +

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ : تذکیر بایام اللہ : اور آپ قوم عاد کے بھائی یعنی ہود علیہ السلام کا ان سے ذکر کیجئے۔

اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ ۔۔۔ الخ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ : جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریت کے مستطیل خم دار تودے تھے یہ مقام کی نشان دہی اس لئے کی گئی ہے کہ دیکھنے والوں کے ذہن میں استحضار ہو جائے۔ اس آیت میں قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا۔

وَقَدْ خَلَتِ ۔۔۔ الخ سابقہ انبیاء کے فرائض : یہ ایسی ضروری اور صحیح بات ہے کہ ہود علیہ السلام سے پہلے اور ان کے پیچھے اسی مضمون کے متعلق بہت سے ڈرانے والے پیغمبر اب تک گذر چکے ہیں۔

اِنِّيْٓ اَخَافُ ۔۔۔ الخ حضرت ہود علیہ السلام کی بقیہ تبلیغ : فرمایا مجھ کو تم پر ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے مراد اس سے قیامت ہے اگر اس سے بچنا ہے تو توحید قبول کرلو مگر قوم نے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔

﴿٢٢﴾ قوم کا شکوہ ومطالبہ : کیا تو ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹانا چاہتا ہے جس عذاب کا وعدہ دیتا ہے وہ لے آ؟

﴿٢٣﴾ جواب مطالبہ : حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میں تو احکام الٰہی پہنچا رہا ہوں باقی رہا عذاب کا آنا اور اس کے آنے کا وقت میرے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ ۔۔۔ الخ قوم کو فہمائش : لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو کہ ایک توحید قبول نہیں کرتے پھر اپنے منہ سے بلا مانگتے ہو پھر مجھ سے اس کی فرمائش کرتے ہو البتہ اپنے صدق کا میں مدعی ہوں جس پر دلیل قائم کرتا ہوں۔

﴿٢٤﴾ قوم کا مشاہدہ : جب قوم نے کسی طرح بھی حق قبول نہ کیا تو عذاب بصورت بادل آیا انہوں نے خیال کیا کہ یہ بارش ہے اور حقیقت میں وہ عذاب تھا حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ تین سال تک ایک قطرہ بھی آب نہ برسا اور لوگ سخت قحط کا شکار ہو

گئے اس زمانے میں بیت اللہ کی عمارت سیلاب سے منہدم ہو چکی تھی، مگر لوگ طواف کرتے تھے اور اپنی حاجات کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے قوم عاد نے قحط سالی سے تنگ آ کر وفد بھیجا بیت اللہ کے مقام پر انہوں نے خود دعائیں مانگی ایک دن قوم نے دیکھا کہ آسمان پر سیاہ بادل بھر آئے ہیں وہ بہت خوش ہوئے حقیقت میں وہ بارش تھی عذاب کی شکل میں۔

قَالُوْا هٰذَا ... الخ قوم کی خوشی : تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے ہم پر برسے گا۔ بَلْ هُوَ ... الخ تخویف قوم ہود : یہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ رِيْحٌ فِيْهَا ... الخ تشریح عذاب : ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

﴿۲۵﴾ شدت گرفت خداوندی : اس عذاب نے ہر چیز کو تباہ کر دیا احکام الٰہی سے انکار کرنے والوں کو اسی طرح سزا ملا کرتی ہے۔ ﴿۲۶﴾ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ :امم سابقین کی قوت وسرمایہ داری : یہ قوم عاد کے قصہ کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے قریش تمہیں اپنے مال پر گھمنڈ ہے حالانکہ تم لوگ قوم عاد کا حال سن چکے ہو ہم نے انہیں اس قدر طاقت وقوت مال و دولت دیا جس کا اندازہ بھی تم نہیں کر سکتے اور تمہاری حیثیت ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اور دنیوی امور میں ناداں بھی نہ تھے ہم نے کان دیئے تھے جس سے وہ سابقہ امتوں کے حالات سنتے تھے ہم نے آنکھیں دی تھی مگر وہ دنیوی لذات وشہوات میں پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے آیت اللہ کا انکار کیا اور ان پر عذاب آیا اور تم پر بھی عذاب آنے والا ہے۔

زندہ کفار کا سماع نافع سے محروم ہونے کا بیان

اس آیت میں سماع سے مراد سماع نافع ہے کہ کافر سنتے تھے اور سنتے ہیں اور سنتے رہے گے مگر ایسا سننا نہیں کہ ان کو اس سننے کا نفع بھی ہو آج کے دور کے شیخ القرآن ایسی آیات کو قبر کے مردوں کے عدم سماع پر پیش کرتے ہیں حالانکہ ایسی آیات کا قبر کے مردو ں سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے اس آیت میں صراحتاً واضح ہے کہ کفار کے لیے دنیا میں کان، آنکھیں اور دل تھے مگر وہ بدبخت اپنے سوء اختیار سے ان سے فائدہ اور نفع نہ لے سکے اور انجام کار تباہ ہو گئے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ فہم بصیرت عطاء فرمائے۔ (آمین)

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ

اور البتہ تحقیق ہمنے ہلاک کیا تمہارے ارد گرد کی بستیوں کو اور پھیر پھیر کر بیان کی ہیں ہمنے آیتیں تا کہ وہ لوٹ آئیں ﴿۲۷﴾ پس کیوں نہیں مدد کی

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

انہوں نے جنکو بنا لیا انہوں نے اللہ کے سوا تقرب کیلئے معبود بلکہ وہ گم ہو گئے ان سے یہ انکا جھوٹ تھا اور وہ جو یہ افتراء کرتے تھے ﴿۲۸﴾

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا

اور جس وقت پھیر دیا ہمنے ایک گروہ آپ کی طرف جنات میں سے سنتے تھے وہ قرآن پس جب وہ وہاں پہنچے تو کہنے لگے خاموش رہو

قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

پس جب وہ ختم کیا گیا تو پلٹے وہ اپنی قوم کی طرف ڈرساتے ہوئے ﴿۲۹﴾ کہنے لگے اے ہماری قوم کے لوگو! بیشک ہمنے سنی ہے ایک کتاب جو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِىٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِىَ

اتاری گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ تصدیق کرنے والی ہے انکی جو اس سے پہلے ہیں کتابیں وہ راہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف ﴿۳۰﴾ اے ہماری قوم کے لوگو! قبول کرو

اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِىَ

اللہ کیطرف بلانے والے کی بات کو اور ایمان لاؤ اس پر وہ بخشے گا تمکو تمہارے گناہوں میں سے اور پناہ دیگا تمکو دردناک عذاب سے ﴿۳۱﴾ اور جو شخص نہیں قبول کریگا

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو پس نہیں وہ عاجز کرنے والے زمین میں اور نہیں اس کیلئے اسکے سوا کوئی مددگار یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ﴿۳۲﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے پیدا کیے ہیں آسمان اور زمین اور وہ نہیں تھکا انکی تخلیق سے کیا وہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ

الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ

کردے؟ کیوں نہیں بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۳۳﴾ اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا دوزخ کی آگ پر

هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا

تو ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ نہیں اور ہمارے رب کی قسم اللہ فرمائے گا پس چکھو عذاب اسکے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے ﴿۳۴﴾ اے پیغمبر پس آپ

صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ

صبر کریں جیسا کہ صبر کیا بڑی ہمت والے رسولوں نے اور آپ جلدی نہ کریں ان لوگوں کیلئے جس دن یہ دیکھیں گے اس چیز کو جسکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع ٤

گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی بھر دن میں یہ پہنچا دینا ہے پس نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر وہ لوگ جو نافرمان ہیں ﴿۳۵﴾

﴿۲۷﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا ۔۔۔الخ ربط آیات : اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں کفار مکہ کو خطاب تھا اب یہاں سے بھی انہیں کو خطاب ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو خطاب، فہمائش، نفی شفیع قہری، زعم باطل، حسن تدبیر باری تعالیٰ، جنوں کا کمال ادب، جنوں کی تبلیغ، تشریح تبلیغ، صداقت قرآن، جامعیت قرآن، فضائل قرآن، جنوں کی دعوت، نتیجہ قبول اسلام، تنبیہ مشرکین، نفی شفیع قہری، نتیجہ دنیوی، توحید پر دلیل عقلی، تذکیر بما بعد الموت، مجرمین کی سرزنش، مجرمین کا اقرار، نتیجہ شرک، سبب عذاب، فریضہ و تسلی خاتم الانبیاء۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ شدت یوم قیامت، فریضہ خاتم الانبیاء، نتیجہ شرک۔ ماخذ آیات۔ ۲۷ تا ۳۵+

تذکیر بایام اللہ سے مشرکین مکہ کو خطاب : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے کفار مکہ تمہارے چاروں طرف یعنی جنوب میں قوم عاد کی بستیاں الٹی پڑی ہیں اسی طرح شمال و مغرب میں قوم ثمود کی بستیاں اجڑی پڑی ہیں، سدوم میں قوم لوط کی بستیاں ہیں ان کے آثار پڑے ہیں ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ... الخ فہمائش : بار بار اپنی نشانیاں ان کو بتلادی تھیں تا کہ وہ کفر اور شرک سے باز آئیں، مگر باز نہ آئے اور ہلاک ہوئے۔ (بیان القرآن)

﴿۲۸﴾ نفی شفیع قہری : ان لوگوں کو جب انکار احکام کی وجہ سے عذاب نے گھیرا، تو معبود من دون اللہ نے کیوں نہ چھڑایا۔

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ... الخ زعم باطل : ان کو معبود اور شفیع سمجھنا محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے حقیقت میں وہ معبود اور شفیع تھوڑے تھے۔

فَائِدَة : علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً" میں "اتَّخَذُوْا" کا مفعول اول "هم" محذوف ہے اور مفعول ثانی "اٰلِهَةً" ہے اور "قُرْبَانًا" یہ مفعول لہ ہے، تو معنی یہ ہے کہ انہوں نے بنا رکھا تھا ان کو معبود تقرب کی وجہ سے جیسے کہا کرتے تھے "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى"۔ (روح المعانی ص۔۲۵۸۔ج۔۲۶)

﴿۲۹﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ... الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ۔

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ... الخ جنوں کا کمال ادب۔ فَلَمَّا قُضِيَ... الخ جنوں کی تبلیغ : جن ناری مخلوق ہے، شدت اور تمرد اور سرکشی اور خارجی تاثرات سے متاثر ہونے کا وصف ان میں زیادہ ہے، مگر جب انہوں نے قرآن کریم کو غور و فکر سے سنا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے سر جھکا دیا، اور نہ خود اسلام قبول کیا بلکہ اپنی قوم کی طرف ھادی بن کر لوٹے۔ یہ واقعہ کہاں پیش آیا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ مقام "نخلہ" میں پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء ادا فرما رہے تھے جنات کی تعداد سات تھی مگر اس روایت کو بعض محدثین نے امام احمد رحمۃ اللہ کے تفردات میں شمار فرمایا ہے، بیہقی رحمۃ اللہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ کی سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صحابہ کرام کے ساتھ "عکاظہ" کے بازار کی طرف جا رہے تھے اس زمانے میں جنات کا آسمانوں پر جانے سے رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی تھی اور جب بھی کوئی جن آسمانوں پر چڑھ کر غیب کی باتوں کی طرف کان لگاتا تو اوپر سے شہاب وثاقب اس پر ٹوٹ پڑتے اس صورت حال میں جنات کو کافی تشویش ہوئی، آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ آخر کوئی نئی بات ایسی پیش آئی ہے جس کی وجہ سے آسمانوں پر خبروں کا سننا ناممکن ہو گیا ہے اس بات کی حقیقت حال کا جائزہ لینے کیلئے جنات کی مختلف جماعتیں روئے زمین کے اطراف مشرق و مغرب کی طرف نکل گئیں ایک جماعت نے تہامہ (مکہ) کا رخ لے لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اچانک ان کے کانوں میں قرآن کریم کی تلاوت کی آواز پہنچی فوراً متوجہ ہوئے اور غور سے سننے لگے تو آپس میں کہنے لگے بس یہی چیز ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان رکاوٹ تھی قرآن کریم کی آواز اور اس کی ہیبت و عظمت ان کے دلوں پر چھا گئی اور اپنے دلوں میں ایمان کا ایسا جوہر لے کر لوٹے کہ اپنی قوم کے لئے رشد و ہدایت کا پیغام دینے لگے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کی اس جماعت نے داعی بننے کے بعد جنات میں اسلام پھیلایا اور بڑی تعداد میں جنات داخل اسلام ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے لئے ان کے وفود آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معجزانہ طور پر ایک درخت نے آپ کو اجمالی طور پر بول کر بتا دیا تھا کہ اس طرح جنات کا ایک گروہ آیا تھا اور قرآن سن کر چلے گئے پھر اس کے بعد سورۃ جن نازل ہوئی۔ علامہ خفاجیؒ نے فرمایا کہ حدیث کی روایات جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرنے کے واقعات چھ مرتبہ پیش آئے ہیں۔

(کذافی الروح المعانی)

﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ ۔۔۔ الخ تشریح تبلیغ ۔اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا :صداقت قرآن : "مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى" سے بعض حضرات نے سمجھا ہے کہ جنات یہودی تھے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے اس کا ذکر نہیں ہے، ذکر نہ کرنے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ انجیل کے اکثر احکام تورات کے تابع ہیں اور قرآن مثل تورات کے مستقل کتاب ہے، اس کے احکام و شرائع تورات سے بہت مختلف ہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ مقصود یہ بتانا ہو کہ تورات جیسی مستقل کتاب قرآن ہی ہے۔

مُصَدِّقًا ۔۔۔ الخ جامعیت قرآن ۔ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۔۔۔ الخ فضائل قرآن۔

جنات مختلف ادیان ومذاہب رکھتے ہیں

مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ تفسیر حقانی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ جن بھی انسان کی طرح مختلف ادیان ومذاہب کے ہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیک جن کو جہنم سے نجات پا کر فنا ہو جانا ہے نیکی کا بدلہ ہے جنت نہیں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنات بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر حقانی ص ۔ ۱۳ ۔ سورۃ احقاف آیت ۔ ۳۱)

﴿۳۱﴾ يٰقَوْمَنَآ ۔۔۔ الخ جنوں کی دعوت : اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ نتیجہ قبول اسلام : "من" اگر تبعیض کے لئے ہو تو جزئیت کا معنی دینے کے لئے آتا ہے اگر یہی معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے صرف حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کو زائدہ قرار دیا ہے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اسلام قبول کر لے سارے گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے متعلق ہوں تو اللہ تعالیٰ معاف کردیگا۔

﴿۳۲﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ ۔۔۔ الخ تنبیہ مشرکین ۔ وَلَيْسَ لَهٗ ۔۔۔ الخ نفی شفیع قہری ۔ اُولٰٓئِكَ ۔۔۔ الخ نتیجہ دنیوی۔

﴿۳۳﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا ۔۔۔ الخ توحید پر عقلی دلیل ۔ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى : تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۳۴﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ ۔۔۔ الخ مجرمین کی سرزنش : کہ کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ یعنی اب تو اسی کے قائل ہو جاؤ۔ قَالُوْا بَلٰى ۔۔۔ الخ مجرمین کا اقرار : وہ کہیں گے ہاں پھر کہا جائے گا اب قائل ہونے سے کیا فائدہ۔ قَالَ ۔۔۔ الخ نتیجہ شرک : اپنے انکار کی وجہ سے عذاب چکھو۔ بِمَا كُنْتُمْ ۔۔۔ الخ سبب عذاب۔

﴿۳۵﴾ فَاصْبِرْ ۔۔۔ الخ فریضہ وتسلی خاتم الانبیاء ۔ ① اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ۔۔۔ الخ محققین کے نزدیک یہاں "من" بیانیہ ہے، تبعیض کے لئے نہیں ہے، معنی یہ ہے کہ تمام رسول صاحب عزم وہمت ہی ہوتے ہیں البتہ صفات کے درجات میں کمی بیشی خود قرآن کے ارشاد سے ثابت ہے۔ "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ"۔

وَلَا تَسْتَعْجِلْ ۔۔۔ الخ ۔ ② ان کے کہنے سے عذاب کی جلدی نہ کریں آپ کا کام خبر کا پہنچا دینا ہے باقی ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ كَاَنَّهُمْ ۔۔۔ الخ شدت یوم قیامت : قاعدہ ہے کہ گذری ہوئی مدت تھوڑی سی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ کافر اب تو عذاب کی جلدی مچاتے ہیں کیونکہ نہیں آیا اور جس دن دیکھ پائیں گے اس دن جانیں گے کہ دنیا میں بہت ہی رہے ہوں گے تو ایک گھڑی بھر دن یا قبر کا رہنا مراد ہے کہ وہ مدت بہت ہی تھوڑی معلوم ہوگی۔ بَلٰغٌ :فریضہ خاتم الانبیاء : اے محمد ﷺ آپ نے خدا کا حکم پہنچا دیا۔ فَهَلْ يُهْلَكُ :نتیجہ شرک : پھر ہلاک تو وہی ہوں گے جو بدکار ہیں۔ اس سورۃ میں توحید ورسالت قیامت کو بیان کرنے کے بعد اب آخر میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کے کلمات پر سورۃ کو تمام کیا ہے۔

ختم شد سورۃ الاحقاف بفضلہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ محمد

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ محمد ہے جو اس سورۃ کی دوسری آیت میں موجود ہے۔ یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے، اور اس سورۃ کا نام سورۃ قتال بھی ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۷۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۹۵۔نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں ۴ رکوع اور ۳۸ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ کے شروع میں ایمان والوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔"وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ" کہ وہ ان سب چیزوں پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ محمد رکھا گیا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں تھا"فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ" کہ نہیں ہلاک کئے جائیں گے مگر فاسق قوم۔ تو کافر کہتے تھے کہ تم کہتے ہو کہ ہم ہلاک ہوں گے حالانکہ ہم تو اچھے کام کرتے ہیں، تو ہمارے اچھے کاموں کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا؟ ان کے اچھے کاموں کا تذکرہ سورۃ التوبہ میں ہے۔"اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" وغیرہ کا اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں فرمایا کہ ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے کیونکہ وہاں کوئی عمل بغیر ایمان وخلوص کے کام نہیں آئے گا۔

موضوع سورۃ : اشاعت التوحید کے لئے جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے اس لئے کہ اشاعت التوحید کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ① جہاد۔ ② انفاق فی سبیل اللہ۔

خلاصہ سورۃ : متقین ومجرمین کے نتائج، حکمت ضرب الامثال، حکمت مشروعیت جہاد، تسلیات خاتم الانبیاء، تسلیات مؤمنین، تخویفات مشرکین، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، منافقین کے خبائث ونتائج، مرتدین کے خبائث ونتائج، امہال مجرمین، بخل کی مذمت ونتائج، مؤمنین کے لئے اصول کامیابی، تنبیہات مؤمنین، نفی شفیع قہری، وغیرہ۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستے سے اللہ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال ﴿۱﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے اور ایمان لائے

وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿٢﴾

اس چیز پر جسکو نازل کیا گیا ہے حضرت محمد ﷺ پر اور وہ حق ہے انکے رب کی طرف سے اللہ نے دور کر دی ہیں ان سے انکی برائیاں اور درست کر دیا ہے انکا حال ﴿۲﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

یہ اس وجہ سے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا انہوں نے پیروی کی ہے باطل کی اور جو ایمان لائے ہیں انہوں نے پیروی کی ہے حق کی اپنے رب کی طرف سے

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے انکے حالات ﴿۳﴾ اور جب تمہارا مقابلہ ہو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو پھر مارو گردنیں یہاں تک کہ

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا

جب تم خوب خونریزی کر چکو تو پھر مضبوط باندھ لو پھر یا تو احسان ہوگا اسکے بعد اور یا فدیہ ہوگا یہاں تک کہ لڑائی رکھدے اپنے ہتھیار۔ یہ بات تم نے سن لی اور اگر اللہ چاہے

ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا

تو بدلہ لے لے ان سے (دوسرے طریقے سے) لیکن وہ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کیساتھ اور وہ لوگ جو مارے گئے اللہ کے راستے میں پس

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

ہر گز نہیں ضائع کریگا انکے اعمال کو ﴿۴﴾ رہنمائی فرمائے گا انکی اور درست کر دیگا انکے حال کو ﴿۵﴾ اور داخل کرے گا انکو جنت میں

عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جسکی اس نے انکو پہچان کرادی ہے ﴿۶﴾ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور ثابت رکھے گا تمہارے قدموں کو ﴿۷﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پس ہلاکت ہے

فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾

ان کیلئے اور ضائع کر دیا اس نے انکے اعمال کو ﴿۸﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ بیشک انہوں نے ناپسند کیا ہے اس چیز کو جس کو اللہ نے اتارا ہے پس ضائع کر دیئے ہیں انکے اعمال ﴿۹﴾

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

کیا یہ لوگ نہیں چلے پھرے زمین میں پس دیکھتے کہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ نے ان پر ہلاکت ڈالی اور کافروں کیلئے

اَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿١١﴾ ع ۱

ایسی ہی چیزیں ہیں ﴿۱۰﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کارساز ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے اور بیشک کافروں کا کوئی آقا نہیں ہے ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع ❶ نتیجہ حبط اعمال کفار، نتیجہ متقین، کفار کے حبط اعمال کا سبب، مؤمنین کی تکفیر سیات کا سبب، شفقت خداوندی، حکم جہاد، جنگی قیدیوں کے متعلق شرعی فیصلہ، فیصلہ خداوندی، حکم جہاد کی حکمت، شہداء کے لئے بشارت۔۱۔۲۔۳۔۴۔ قتال کی ترغیب اور اس کے نتائج۔۱۔۲۔، کفار کی مذمت اور وعید، سبب مذمت و وعید، تذکیر بایام اللہ سے تخویف، تسلی مؤمنین۔

ماخذ آیات۔۱تا۔۱۱+

﴿۱﴾ نتیجہ حبط اعمال کفار : فرمایا جو لوگ خود کافر ہوئے اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے ہیں ایسے لوگوں کے اعمال تباہ و برباد ہوگئے۔ ﴿۲﴾ نتیجہ متقین : برخلاف اس کے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے اور ان سب چیزوں پر ایمان لائے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی اور ان سب کا رب تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا اقرار کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کی دونوں جہان میں حالت درست رہے گی دنیا میں نیکی کی توفیق ملے گی اور آخرت میں نجات۔

﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۔۔۔ الخ کفار کے حبط اعمال کا سبب : ان کا غلط راستے پر چلنا ہے۔ وَاَنَّ الَّذِيْنَ ۔۔۔ الخ مؤمنین کی تکفیر سیات کا سبب : ان کا صحیح راستے پر چلنا ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ ۔۔۔ الخ شفقت خداوندی : اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات اس لئے بیان کرتے ہیں تا کہ ترغیب و ترہیب سے صداقت حاصل ہو۔

﴿۴﴾ ترغیب جہاد : کفار سے مقابلہ کرو تو ان کی گردنیں مارو اور جب قتال کے ذریعے کفار کی شوکت وقوت ٹوٹ جائے تو اب بجائے قتل کرنے کے ان کو قید کرلیا جائے۔ فَاِمَّا مَنًّا ۔۔۔ الخ جنگی قیدیوں کے متعلق شرعی فیصلہ : مسلمانوں کے دو اختیار دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ ان پر احسان کیا جائے یعنی بغیر کسی فدیہ اور معاوضہ کے ان کو چھوڑ دیا جائے، دوسرے یہ کہ ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ فدیہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارے کچھ مسلمان ان کی قید میں ہوں تو ان سے تبادلہ کرلیا جائے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ مال کا فدیہ لیکر چھوڑا جائے، یہ حکم بظاہر اس حکم کے خلاف ہے جو سورۃ انفال کی آیت میں گذر چکا ہے جس میں غزوہ بدر کے قیدیوں کا معاوضہ لیکر چھوڑ دینے کی رائے پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے عتاب ہوا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کا عذاب قریب آ گیا تھا اگر یہ عذاب آتا تو اس سے سوائے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ بچتا کیونکہ انہوں نے فدیہ لیکر چھوڑنے کی رائے سے اختلاف کیا تھا الغرض آیت انفال میں بدر کے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنا بھی ممنوع کر دیا تو بلا معاوضہ چھوڑنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

سورۃ محمد کی اس آیت نے دونوں چیزوں کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ سورۃ محمد کی اس آیت نے سورۃ انفال کی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ غزورہ بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کی قلت تھی اس وقت "مَنًّا و فِدَآءً" کی ممانعت آئی اور پھر جب مسلمانوں کی شوکت وتعداد بڑھ گئی تو سورۃ محمد میں "مَنًّا و فِدَآءً" کی اجازت دے دی گئی۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں یہی قول صحیح اور مختار ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کا اسی پر عمل ہے۔ یہ آیت سورۃ انفال کی آیت کے لئے ناسخ ہے کیونکہ سورۃ انفال کی آیت غزوہ بدر کے وقت نازل ہوئی ہے ہجرت کے دوسرے سال اور آنحضرت ﷺ نے ۶ ھ غزوہ حدیبیہ میں جب کہ قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد فرمایا ہے جو (سورۃ محمد کی آیت ۔۴) کے مطابق ہے۔ لیکن جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک سورۃ محمد کی یہ آیت اور سورۃ انفال کی دونوں آیات منسوخ نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے حالات اور ضرورت کے تابع امام المسلمین کو اختیار ہے کہ ان میں جس صورت کو مناسب سمجھے اختیار کرے علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ جنگی قیدیوں کو قتل کیا گیا، اور کبھی غلام بنایا گیا ہے اور کبھی فدیہ لیکر چھوڑا گیا ہے اور کبھی بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا گیا ہے، فدیہ لینے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کے بدلہ میں مسلمان قیدی آزاد کرائے جائیں گے اور یہ بھی کہ ان سے کچھ مال لیکر چھوڑا جائے یہ دونوں قسم کی صورتیں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہیں۔ (محصلہ معارف القرآن سورۃ محمد م، ش، د)

ذٰلِكَ ۔۔۔ الخ فیصلہ خداوندی : یہ حکم جہاد جو مذکور ہوا اس کو بجالانا ہے۔

وَلَوْ يَشَآءُ ۔۔۔ الخ حکم جہاد کی حکمت : کفار سے انتقام لینے کے لئے جہاد کا طریقہ مقرر ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کفار سے خود ہی دوسرے طرق سے بدلہ لے لیتا مثلاً حوادث خسف وغرق ورجفہ وغیرہ سے مگر اس میں حکمت خداوندی مضمر ہے، تا کہ تمہارا امتحان ہو کہ تم میں سے کون حکم الٰہی پر جان دیتا ہے اور کون پیچھے ہٹتا ہے۔ اور کفار سے انتقام لینے کی ایک صورت جنگ ہے ان کے آدمی قتل ہو جائیں اور کچھ غلام بنا لیئے جائیں اور ان کی عورتیں لونڈیاں اور ان سے مال غنیمت حاصل ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قدرتی

آفت سے بغیر کسی جنگ کے یہ لوگ تباہ ہو جائیں جیسے قوم عاد و ثمود کے واقعات موجود ہیں۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا ۔۔۔ الخ شہداء کے لئے بشارت ❶ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ ہوں گے۔

﴿۵﴾ بشارت ❷ ان کو منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ بشارت ❸ ان کی حالت درست رکھے گا مثلاً قبر حشر پل صراط اور تمام مواقع آخرت میں کہیں بھی ضرر نہیں ہوگا۔ ﴿۶﴾ بشارت ❹ آخرت میں ان کا داخلہ جنت میں ہوگا جس کی پہچان کروائے گا۔

﴿۷﴾ قتال کی ترغیب : اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے نازل کردہ دین کی مدد کرو گے مطلب یہ ہے کہ اس کے دین کی تقویت کا باعث بنو گے، اور اس کو دوسروں تک پہنچاؤ گے اس کے راستے کی رکاوٹیں دور کرو گے اس پر خود عمل کرو گے اور دوسروں کو ترغیب دو گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے مترادف ہوگا۔ يَنْصُرْكُمْ ۔۔۔ الخ نتیجہ۔ ❶ اسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی اس میں مجاہدین کے لئے تسلی ہے اور ان کیلئے مدد کا وعدہ ہے۔ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ : نتیجہ۔ ❷ اور تمہارے قدم جمائے گا۔

﴿۸﴾ کفار کی مذمت اوور وعید : تمہارے مقابلہ میں کفار کی ہلاکت اور ان کی محنت کے ضائع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ﴿۹﴾ سبب وعید : ان کی تباہی کی علت اور سبب یہ ہے کہ وہ منزل من اللہ تعلیم کے مخالف ہیں۔

﴿۱۰﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف : یہ کافر زمین میں سیر کر کے دیکھ لیں کہ مخالفین حق کو حق کے مقابلہ میں ہمیشہ شکست فاش ہوئی ہے یا نہیں اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔ ﴿۱۱﴾ تسلی مؤمنین : یعنی مؤمنین کی تسلی اور مخالفین کی تخویف، مقابلہ کے وقت شکست اس لئے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا پشت پناہ تھا اور کفار کا پشت پناہ کوئی نہ تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

بیشک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے بہشتوں میں کہ بہتی ہیں جنکے نیچے نہریں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ فائدہ اٹھاتے ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

اور کھاتے ہیں جیسا کہ مویشی کھاتے ہیں اور دوزخ کی آگ انکا ٹھکانہ ہے ﴿۱۲﴾ اور بہت سی بستیوں کے رہنے والے جو زیادہ طاقت ور تھے

هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

آپکی بستی سے جس سے آپکو نکالا ہے ہم نے انکو ہلاک کر دیا ہے پس کوئی انکے لئے مددگار نہیں ﴿۱۳﴾ بھلا وہ شخص جو کھلی دلیل پر ہے

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ

اپنے رب کی طرف سے کیا یہ اسکے برابر ہوگا جسکے لئے مزین کیا گیا ہے اسکا برا عمل اور پیروی کی ایسے لوگوں نے اپنی خواہشات کی ﴿۱۴﴾ مثال جنت کی جسکا وعدہ

الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

متقیوں سے کیا گیا ہے اسمیں نہریں ہیں پانی کی جو بدبودار نہیں ہوگا اور نہریں ہیں دودھ کی جنکا مزہ تبدیل نہیں ہوگا اور نہریں ہیں شراب کی جو لطف آفرین ہونگی

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ

پینے والوں کیلئے اور نہریں ہیں شہد کی جو صاف کیا ہوا ہے اور ان کیلئے ان بہشتوں میں ہر قسم کے پھل ہیں اور معافی ہے انکے رب کی طرف سے تو کیا یہ برابر ہونگے اس کے جو ہمیشہ رہنے والا ہوگا

مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝۱۵ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

دوزخ کی آگ میں اور پلایا جائے گا انکو کھولتا ہوا پانی پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو ﴿۱۵﴾ اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو کان رکھتے ہیں آپکی طرف

اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

یہاں تک کہ وہ جب آپکے پاس سے نکل کر باہر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی کیا کہا؟ یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے مہر کردی ہے انکے دلوں پر اور انہوں نے پیروی

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۶ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝۱۷

کی ہے اپنی خواہشات کی ﴿۱۶﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے زیادہ کی ہے اس نے انکے لئے ہدایت اور دیا ہے انکو انکا تقویٰ ﴿۱۷﴾

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ

پس یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کا کہ آجائے انکے پاس اچانک پس بیشک اسکی نشانیاں تو آچکی ہیں پس کہاں ہوگا ان کیلئے جب وہ آجائے گی

ذِكْرٰىهُمْ ۝۱۸ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ان کے پاس انکا نصیحت پکڑنا ﴿۱۸﴾ پس آپ خوب جان لیں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور بخشش طلب کریں اپنی کوتاہیوں کیلئے اور ایمان دار مردوں اور

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝۱۹ ع

ایماندار عورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے پلٹنے کی جگہ کو اور تمہارے ٹھکانے کو ﴿۱۸﴾

﴿۱۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ۔۔۔الخ ربط آیات : اوپر دو گروہوں کا ذکر تھا مؤمنین اور کفار اب آگے ان کے نتیجے کا ذکر فرماتے ہیں کہ جو مؤمن ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہے اور جو کافر ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ نتیجہ متقین، امہال مجرمین۔نتیجہ کفار، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، موحدین اور مشرکین کے نتائج کا تفاوت، نتائج متقین اور ان کے دار الاقامہ کی کیفیت، نتیجہ مشرکین، منافقین کی خباثت، عقاب خداوندی، نتیجہ مؤمنین، تنبیہ منافقین علامات قیامت، حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ، فرائض خاتم الانبیاء، وسعت علم باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۱۲ تا ۱۹+

اِنَّ اللّٰهَ۔۔۔الخ نتیجہ متقین۔وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔۔۔الخ امہال مجرمین۔وَالنَّارُ۔۔۔الخ نتیجہ کفار۔

﴿۱۳﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین : کفار مکہ سے کئی زبردست طاقتور بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے یہ مکہ والے کیا چیز ہیں؟ آپ ﷺ کو اپنے آبائی شہر سے حد درجہ کی محبت تھی جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو شہر مکہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا اے مکہ اگر میری یہ قوم مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں تیرا پڑوس چھوڑ کر نہ جاتا لیکن اللہ کے نبی نے دین کی خاطر سب کچھ چھوڑا۔

﴿۱۴﴾ موحدین اور مشرکین کے نتائج کا تفاوت : یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ مسلمان اپنے رب کی طرف سے واضح راستہ پر ہیں اور کفار اپنی نفسانی خواہش کے پیروکار ہیں۔

﴿۱۵﴾ نتائج متقین اور ان کے دار الاقامہ کی کیفیت : ایمان والوں کا ٹھکانہ جنت ہے جس کی یہ صفات ہیں نتیجہ مشرکین نافرمانوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس کے اندر یہ عذاب ہے۔

﴿۱۶﴾ منافقین کی خباثت : یہ لوگ آپ کی تبلیغ و وعظ کے وقت بظاہر کان لگا لیتے، مگر دل سے متوجہ نہ ہوتے جب آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے حضرت نے کیا بات فرمائی ہے ان کی اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد صرف تعریفی ہے، اور آپ کی باتوں کو قابل توجہ نہیں سمجھتے تھے۔

طَبَعَ اللّٰهُ ... الخ عقاب خداوندی۔

﴿۱۷﴾ نتیجہ مؤمنین ❶ : ایمان والوں کو قرآن کی آواز سننے سے ہدایت ہوتی ہے۔ وَاٰتٰهُمْ ... الخ۔ ❷

﴿۱۸﴾ تنبیہ منافقین : اب یہ اتنے مسخ ہو چکے ہیں کہ قیامت کے آنے پر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ... الخ علامات قیامت : "اَشْرَاطُهَا" اس کی نشانیاں اشراط شرط کی جمع علامت اور نشانی کو بھی کہتے ہیں چنانچہ بروایت حدیث۔ ❶ بعثت نبوی علامات قیامت میں سے ہے۔ ❷ معجزہ شق قمر۔

❸ لوگوں کا جھوٹا نبوت کا دعوی کرنا۔ فَاَنّٰى لَهُمْ ... الخ التقطیع الطمع : کہ قیامت اگر آ گئی تو پھر کہاں سمجھنے کا موقع ملے گا اس لئے قیامت کے آنے سے پہلے سمجھنے اور سدھرنے کا بتلایا ہے۔ گزشتہ علامات قیامت نزول قرآن کے وقت آ چکی تھیں۔

﴿۱۹﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ : آپ توحید پر پکے رہیں۔

وَاسْتَغْفِرْ ... الخ فرائض خاتم الانبیاء : اپنے لئے اور اپنے متبعین کیلئے بارگاہ رب العزت سے استغفار کیا کریں آنحضرت ﷺ کا اپنے لئے استغفار کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی معمولی سی لغزش ہو گئی ہو تو معافی مانگیں، باقی انبیاء علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مُتَقَلَّبَكُمْ" سے دنیاوی اعمال میں مشغول رہنا اور اس میں چلنا پھرنا مراد ہے اور "مَثْوٰىكُمْ" سے مراد ہر ایک کا آخرت کا ٹھکانا ہے خواہ وہ جنت ہو یا جہنم۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مُتَقَلَّبَكُمْ" سے اصلاب آباء اور ارحام الامہات کی طرف منتقل ہونا اور "مَثْوٰىكُمْ" سے زمین میں ٹھہرنا مراد ہے۔ اور ابن کیسان سے نقل کیا ہے "مُتَقَلَّبَكُمْ" سے لیٹنے کے وقت پلٹیاں کھانا اور "مَثْوٰىكُمْ" سے قبروں میں ٹھہرنا مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کا علم رکھتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ (معالم التنزیل۔ ص۔ ۱۶۵۔ ج۔ ۴)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ

اور کہتے ہیں ایمان والے کہ کیوں نہیں اتاری گئی کوئی سورۃ پس جب اتاری جاتی ہے کوئی سورہ محکم اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں جنت کا دیکھے گا تو ان لوگوں کو

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ

جنکے دلوں میں بیماری ہیکہ وہ دیکھتے ہیں آپکی طرف ایسے شخص کی طرح جس پر غشی طاری ہو موت کی وجہ سے پس ہلاکت ہے

فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ﴿۲۱﴾

انکے لئے ﴿۲۰﴾ حکم ماننا اور بات کرنا دستور کے مطابق مناسب ہے پس جب پختہ ہو جائے بات پس اگر یہ سچ کر دکھاتے اللہ تعالیٰ کے سامنے تو البتہ ان کیلئے بہتر ہوتا ﴿۲۱﴾

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ

پس شاید کہ اگر تم روگردانی کرو گے زمین میں اور قطع کرو گے اپنی قرابتوں کو ﴿۲۲﴾ یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے

اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

پس انکو بہرہ کر دیا ہے اور اندھا بنا دیا ہے انکی آنکھوں کو ﴿۲۳﴾ کیا نہیں غور کرتے یہ لوگ قرآن میں؟ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ ﴿۲۴﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

بیشک وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پشتوں پر بعد اس کے کہ واضح ہو چکی ہے انکے لئے ہدایت شیطان نے انکو فریب دیا ہے اور دیر کے وعدے کئے ہیں ﴿۲۵﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جنہوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جسکو اللہ نے اتارا ہے ہم تمہاری بات مانیں گے بعض معاملات میں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے انکے پوشیدہ مشوروں کو ﴿۲۶﴾

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ

پس کیسے ہوگا جبکہ وفات دیں گے انکو فرشتے ماریں گے انکے چہروں اور انکی پشتوں پر ﴿۲۷﴾ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے پیروی کی اس چیز کی جو اللہ کو ناراض کرتی ہے

۲ ع ۷ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع

اور ناپسند کیا انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پس اللہ نے انکے اعمال کو ضائع کر دیا ﴿۲۸﴾

﴿۲۰﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں منافقین کی مذمت بیان کی گئی تھی اب آگے بھی آخر سورۃ تک منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور اہل ایمان کے طریقہ کو اللہ نے پسند فرمایا ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ مؤمنین کی تمنا، کیفیت منافقین، اصول کامیابی، عمومی یا خصوصی تنبیہ منافقین، نتیجہ منافقین، تنبیہ منافقین، منافقین یا اہل کتاب کا ارتداد، سبب ارتداد، کیفیت موت منافقین، سبب رسوائی، نتیجہ کفار۔ ماخذ آیات۔ ۲۰ تا ۲۸+

مؤمنین کی تمنا : کہ مؤمنین تو حکم الٰہی کے منتظر رہتے ہیں۔

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ... الخ **کیفیت منافقین** : اور حکم قتال نازل ہونے کے بعد منافقین کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو اس آیت میں مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مسلمان سورۃ مانگتے تھے یعنی کافروں کی ایذا سے عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم دے دے جو ہم سے ہو سکے کر گزریں جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا خوف زدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہمیں اس حکم سے معاف رکھیں، پھر خوف میں آنکھ کی رونق نہیں رہتی جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔

﴿۲۱﴾ **اصول کامیابی** : یعنی یہ ظاہر اسب لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں، مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی معقول کہیں، پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں، تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۲۲﴾ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ ... الخ **عمومی یا خصوصی تنبیہ برائے منافقین** : حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے اگر تم کو حکومت مل جائے جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حکومت اور اقتدار کے نشہ میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے پھر جاہ و مال کی کش مکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے رہتے ہیں جسکا نتیجہ یہ

ہوتا ہے کہ عام فتنہ وفساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ اور دوسرے علماء تولّی بمعنی اعراض لیتے ہیں اور اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں امن وانصاف قائم نہیں ہوسکتا اور جب دنیا میں امن وانصاف باقی نہ رہے گا تو ظاہر ہے بدامنی اور ناحق شناسی کا دور دورہ ہوگا اور بعض حضرات نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانہ جاہلیت کی کیفیت لوٹ کر آئے گی جو خرابیاں وفساد اس وقت تھے آہستہ آہستہ وہ نقشہ پھر قائم ہوگا رشتے ناطے قطع ہو جائیں گے۔ اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابت ہے ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنو گے۔

﴿۲۳﴾ نتیجہ منافقین : یعنی حکومت کے غرور میں اندھے بہرے ہوکر ظلم کرنے لگے پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ کی پھٹکار نے بالکل ہی سنگ دل بنا دیا اور سب کچھ انہی کے اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔

﴿۲۴﴾ تنبیہ منافقین : یعنی منافقین قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی وجہ سے دلوں پر تالے پڑ گئے کہ نصیحت کا اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا اگر قرآن کریم کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو با آسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۲۵﴾ منافقین یا اہل کتاب کا ارتداد : یعنی منافقین اسلام کا اقرار کرنے کے بعد اس کی سچائی ظاہر ہو چکنے کے بعد پھر یہ لوگ عدم تدبیر کی وجہ سے اپنے قول وفعل سے پھر جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے شیطان نے ان کو یہ بات سمجھا دی ہے کہ اگر لڑائی میں نہ جاؤ گے تو دیر تک زندہ رہو گے خواہ مخواہ جا کر مرنے کا کیا فائدہ یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفار اہل کتاب ہیں جنہوں نے آپ کے اوصاف اپنی کتاب میں پائے جانے اور معرفت ہونے کے باوجود انکار کر دیا۔ (معالم التنزیل ۔ص۔۱۶۶۔ج۔۴)

شیعہ کا نقطہ نظر برائے اصحاب ثلاثہ

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے جو اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کے کافر مرتد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں :"فلان و فلان وفلان ارتدوا عن الایمان فی ترك ولا یة امیر المؤمنین علیہ السلام۔ (اصول کافی ۔ص۔۴۲۰۔ج۔۱۔طبع طہران)

ترجمہ: فلاں اور فلاں اور فلاں (یعنی خلفاء ثلاثہ) ہیں یہ تینوں امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت اور امامت ترک کر دینے کی وجہ سے ایمان اور اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور فلاں اور فلاں کی تشریح سورۃ نساء کی آیت۔۱۳۷۔ میں اصول کافی کی شرح الصافی کے حوالہ سے لکھ دی گئی ہے۔ (دیکھیں)

﴿۲۶﴾ سبب ارتداد : یعنی یہ اس سبب ہے کہ منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہوکر تم سے نہیں لڑیں گے بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

﴿۲۷﴾ کیفیت موت منافقین : جب عذاب کے فرشتے ان کی روح قبض کریں گے تو اس وقت ان بے ایمانوں کی کیا حالت ہوگی۔ ﴿۲۸﴾ سبب رسوائی : عذاب والے فرشتے اس لئے آئیں گے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو غضب ناک کرنے والے راستہ پر اڑے رہے اور ان کی رضا حاصل کرنے کو ناپسند کیا۔ فَاَحْبَطَ... الخ نتیجہ کفار۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ

کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جنکے دلوں میں بیماری ہے کہ ہرگز نہیں نکالے گا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے کینوں کو؟ ﴿۲۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ دکھا دیں آپکو

فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

یہ لوگ پس آپ انکو پہچان چکے ہیں انکی نشانیوں سے اور آگے بھی البتہ پہچان لیں گے انکو بات کے ڈھب سے اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو ﴿۳۰﴾ اور ہم ضرور آزمائیں گے

حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

تمہیں یہاں تک کہ معلوم کریں ظاہر کردیں ان لوگوں کو جو تم میں سے جہاد کرنیوالے ہیں اور صبر کرنیوالے ہیں اور ہم جانچیں گے تمہاری خبروں کو ﴿۳۱﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا انہوں نے

اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

اللہ کے راستے سے اور مخالفت کی انہوں نے رسول کی بعد اسکے کہ انکے لئے ہدایت واضح ہو چکی ہے وہ ہرگز نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ کو کچھ بھی اور یقیناً اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو ضائع کر دیگا ﴿۳۲﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور نہ ضائع کرو اپنے اعمال کو ﴿۳۳﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستے سے دوسروں کو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ

پھر مر گئے اسی حالت میں اور وہ کفر کرنے والے تھے پس ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ انکو ﴿۳۴﴾ پس نہ سست ہو تم اے اہل ایمان کہ تم پکارنے لگو صلح کی طرف

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا

اور تم ہی بلند ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوگا اور ہرگز نہیں کم کرے گا وہ تمہارے اعمال کو ﴿۳۵﴾ بیشک دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار

وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ

کرو گے تو وہ دیگا تمہیں تمہارا بدلہ اور نہیں مانگے گا وہ تم سے تمہارے سب مال ﴿۳۶﴾ اگر وہ مانگے تم سے مال پھر وہ تاکید کرے تمہارے لئے تو تم بخل کرنے لگو گے اور نکالے گا

اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ

وہ تمہارے اندر کے کھوٹ کو ﴿۳۷﴾ سنو اے لوگو! تم کو بلایا جاتا ہے تاکہ تم خرچ کرو اللہ کے راستے میں پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں اور جو بخل کریگا بیشک وہ بخل کریگا

مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ

اپنے نفس کیلئے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم رو گردانی کرو گے تو بدل دیگا وہ تمہارے جگہ دوسرے

قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

لوگوں کو پھر وہ نہیں ہونگے تمہارے جیسے ﴿۳۸﴾

﴿۲۹﴾ اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ۔۔۔الخ ربط آیات : اوپر منافقین کا ذکر تھا اب آگے بھی منافقین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❹ تنبیہ منافقین، قدرت باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، امتحان خداوندی، حکمت مشروعیت جہاد، مقتضیات قتال، تسلی مؤمنین۔ا۔ کفار کی تمنا کا نتیجہ، فرائض مؤمنین۔ا۔۲۔نتیجہ مرتدین، تسلی مؤمنین۔۲۔فرائض مؤمنین۔۳۔عدل وانصاف باری تعالیٰ، دنیا کی بے ثباتی، نتیجہ متقین، تنبیہ مؤمنین۔ا۔۲۔حقیقت اولاد آدم، تنبیہ مؤمنین۔ ماخذ آیات۔۲۹ تا ۳۸+

تنبیہ منافقین : فرمایا کہ کیا منافقین خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ظاہر نہیں کرے گا ان کے کینے اور دل میں چھپے ہوئے جذبات حسد و عناد کو جو مسلمانوں کے خلاف ہے بلکہ ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے یہ سارے مکائد اور راز بہت جلد طشت از بام کر دیئے جائیں گے اور امتحان و آزمائش کی ایسی بھٹی میں ان کو ڈالے گا کہ کھرا اور کھوٹا الگ ہو جائے گا۔

﴿۳۰﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ۔۔۔الخ قدرت باری تعالیٰ : اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں وہ لوگ لیکن حکمت خداوندی یہ نہیں کہ سب منافقوں کو باشخاصھم آپ کو دکھلا دیا جائے۔

وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ۔۔۔الخ طریق پہچان منافقین : آپ تو ان کو پہچان چکے ہیں ان کے چہروں کی نشانیوں سے اور آئندہ پہچانیں گے ان کی گفتگو کے انداز سے۔

علم غیب پر اہل بدعت کا استدلال اور اس کا جواب

اس آیت میں مولوی محمد عمر اچھروی نے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ منافقوں کو جانتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ استدلال باطل ہے وہ اس طرح کہ سورۃ توبہ میں ہے کہ "وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِیۡنَةِ مَرَدُوۡا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ"۔ (آیت۔۱۰۱) اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے صرف ہم جانتے ہیں یہ آیت سورۃ توبہ میں ہے جو نزول کے اعتبار سے سب سے آخری سورۃ ہے۔

چنانچہ بخاری شریف۔ص۔۶۲۶۔ج۔۲۔ اور مسلم شریف۔ص۔۳۵۔ج۔۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۲ھ) سے اور مستدرک۔ص۔۲۲۱۔ج۔۲۔ میں جس کی تصحیح پر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات متفق ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے کہ آخری سورۃ، سورۃ توبہ نازل ہوئی یہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ توبہ ہے یہاں البتہ صرف اس کی دو آیتیں مکی ہیں "مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ"۔ (تفسیر اتقان۔ص۔۳۱۔ج۔۱)

تو اس آیت سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم محیط حاصل تھا اور یہ آیت سورۃ توبہ کی ہے جو قرآن کریم کی تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی اب فریق مخالف پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی آیت قرآن یا حدیث متواتر بتائیں کہ آنحضرت ﷺ کو ان منافقین کا نفاق اور اور انکی منافقانہ سازشوں کا علم ہو گیا تھا خبر واحد صحیح بھی اس بات میں ہرگز حجت نہیں چہ جائے کہ غیر معصوم لوگوں کی آراء پیش کریں۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ ایک علم ہے ایک معرفت ہے اللہ تعالیٰ نے علم کی نفی کی ہے "لَا تَعۡلَمُهُمۡ" معرفت یہ ہے کہ قرائن کے ساتھ جاننا جو کہ ظنی ہوتا ہے وہ یہاں بھی ہے۔ "فَلَعَرَفۡتَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ" (کہ آپ ان کو پہچانتے ہیں نشانیوں سے) "وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ" اور آپ ان کی شناخت کریں گے "فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ" اور آپ انہیں پہچان لیں گے طرز کلام سے، علامات سے جاننا یہ ہے ظن کے درجے میں، یہ معرفت ہے۔ اور وہاں علم کی نفی ہے کہ حقیقی علم صرف اللہ کے پاس ہے "لَا تَعۡلَمُهُمۡ نَحۡنُ

نَعۡلَمُهُمۡ" کہ آپ نہیں جانتے صرف ہم ہی جانتے ہیں اس سے واضح معلوم ہوا کہ علم غیب صرف ذات خداوندی کا خاصہ ہے۔
چنانچہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَا تَعۡلَمُهُمۡ انت یا محمد نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ...الخ (تفسیر معالم التنزیل۔ص۔۹۹۔ج۔۲)
اے محمد ﷺ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔ ہم طوالت کے خوف کی وجہ سے صرف حوالے لکھ دیتے ہیں۔
(بیضاوی۔ص۔۱۸۶۔ج۔۲۔خازن۔ص۔۱۸۶۔ج۔۲۔مدارک۔ص۔۱۸۶۔ج۔۲۔تنویر المقباس۔ص۔۱۸۶۔ج۔۲۔مظہری۔ص۔۲۸۹۔ج۔۴۔روح المعانی۔ص۔۱۰۔ج۔۱۱) ضرور دیکھیں تاکہ اطمینان قلبی حاصل ہو۔

علم غیب کے قائل کے بارے میں اہل حق کا نظریہ

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

❶ حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں نماز پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ کا میلاد میں حاضر رہنا حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا خان بریلوی کہ جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت دوستی رکھنی کیسی ہے؟

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کا ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ۔ص۔۲۰۶۔طبع دارالاشاعت)

❷ زید کہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا کل علم غیب آنحضرت ﷺ کو عطا فرما دیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں یہاں تک کہ مچھر کے پر ہلانے کا بھی آپ کو علم ہوجاتا ہے اور ہر ایک کی آواز خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں بذات خود سن لیتے ہیں پس یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر مشرک ہو گیا؟

جواب: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے علم غیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفی کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ (حاشیہ ❶ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں تحریر فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا علم یکساں ہونے کا اعتقاد کیا اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے) صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کا شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم غیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کا شریک کرے کہ اس واسطے کہ اشراک فی الذات یعنی تعدد الٰہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہوگا شامی نے رد المختار کی کتاب الارتداد میں صاف طور پر ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم الغیب بجمیع اشیاء آنحضرت ﷺ کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے رسول اللہ ﷺ کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل شقی ہیں اور ان کو ماء کوثر سے دور کر دیا جائے گا۔ اور ارشاد ہوگا۔ "انك لا تدری ما احدثوا بعدك" اخرج البخاری الحدیث"۔ (حاشیہ۔ ❷ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعتیں کالیں) فقط۔ الجواب صحیح۔ اصاب المجیب عزیز الرحمٰن عفی عنہ و توکل علی العزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ اصاب من اجاب محمد ریاض الدین عفی عنہ۔ ناظر حسن دیوبندی، بندہ محمود عفی عنہ، الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ، محمد ناظر حسن، الٰہی عاقبت محمود گردان مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند، خلیل

احمد، مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ الجواب صواب ھذا ھو الحق و ما ذا بعد الحق الا الضلال۔ الجواب صحیح محمد اسحاق عبد المؤمن مدرس مدرسہ میرٹھ۔ اسمہ۔عفی عنہ مدرس مدرسہ میرٹھ۔ الجواب صحیح خاکسار، احمد حسن الحسینی، سراج احمد عفی عنہ میرٹھ۔ الا مر ھوی غفرلہ۔ اسمہ احمد۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ۔ص۔۲۲۸،۲۲۹۔طبع دارالاشاعت)

۳ بعض لوگ انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کے لئے علم غیب ماسوا اللہ اس آیت سے جو سورۃ قل اوحی میں ہے۔ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" (الایۃ) اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں مسلمانوں کا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہوگا یا نہیں؟

علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ" خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صحیح ہے مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہ کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتا دیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی چنانچہ اس آیت سورۃ جن سے معلوم ہوا سو حاصل آیت کا یہ ہے جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صرف اس کے خلاف کہہ رہی ہے۔ "قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ"۔ (ترجمہ) کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ "وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ"۔ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ پس جب صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں تو خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہوگا معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی عقیدہ فاسدہ سے بچا دیوے۔ (آمین) پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ۔ص۔۲۰۲، ۲۰۳۔طبع دارالاشاعت)

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؒ ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم غیب میں لکھتے ہیں کہ :امام حافظ، محدث، مفسر محقق، مناظر، زاہد علی رحمۃ اللہ علیہ بن ابی بکر الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۹۳ھ) صاحب ہدایہ اپنی کتاب۔ تجنیس۔ص۔۲۹۷۔ میں اور علامہ عدیم النظیر فرید الدہر مجتہد فی المسائل طاہر رحمۃ اللہ علیہ بن احمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۲ھ) خلاصۃ الفتاویٰ۔ج۔۴۔ص۔۳۵۴۔ میں اور فقیہ وقت جامع علوم امام عبدالرحیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) فصول عمادیہ۔ص۔۶۴۔ اور علم وقت امام محمد بن محمد الخوارزمی المشہور بالبزازی رحمۃ اللہ علیہ الحنفی (المتوفی ۸۲۷ھ) فتاویٰ بزازیہ۔ص۔۳۲۵۔ میں اور المحدث الکامل علامہ بدر الدین العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری۔ص۔۵۲۰۔ج۔۱۱۔ اور علامہ شامیؒ رد المحتار میں اور فتاویٰ برہنہ۔ج۔۱۔ص۔۱۲۳۔ میں اور اسی طرح دیگر معتبر اور مستند حضرات فقہاء

احناف رحمہم اللہ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب حاصل ہے یا آپ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔ آخر میں مفسر قرآن محدث زمان بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) کی عبارات پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں چنانچہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ:۔ اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت خدا و رسول خدا را گواہ کردم کافر شود"۔ (مالابد منہ۔ ص۔ ۱۷۶)

اور نیز لکھتے ہیں کہ:۔ "اگر کوئی کہے خدا اور رسول ﷺ اس بات پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے"۔ (ارشاد الطالبین۔ ص۔ ۲۰)

(بحوالہ ازالۃ الریب۔ ص۔ ۴۴۵ تا ۴۴۶)

اب اگر کوئی شخص اس مسئلہ میں تامل کرتا ہے اور اپنے نفس کو دھوکہ میں رکھتا ہے اور دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے ایسے شخص کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے حضرات فقہاء کرام کی عبارت سے تحقیق و تدقیق سے صراحتاً ثابت ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور آپ کو حاضر و ناظر مانتا ہے ایسے شخص کی تکفیر کیجائے گی کیونکہ یہ مسئلہ اصول دین اور ضروریات دین میں سے ہے اس کا ماخذ نصوص قطعیہ اور امت کا اجماع قطعی ہے یہ مسئلہ ان کے نزدیک اتنا صاف اور بے غبار ہے کہ کسی قید و شرط اور جوڑ وغیرہ لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ اس میں مؤمنین و منافقین سب کو خطاب ہے بطور ترغیب و ترہیب کے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال و اخلاص کو جانتا ہے تو اہل ایمان کے اخلاص پر جزاء خیر اور منافقین کے نفاق پر سزا دے گا۔

﴿۳۱﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ... الخ امتحان خداوندی: یعنی ہم جہاد جیسے امور کا حکم دے کر تمہاری آزمائش کریں۔

حَتّٰى نَعْلَمَ ... الخ حکمت مشروعیت جہاد: تا کہ ہم ظاہری طور پر امتیاز کر لیں تم میں سے کون جہاد کرنے والا اور ثابت قدم رہنے والا ہے تا کہ تمہاری تمام حالتوں کی جانچ ہو جائے۔

﴿۳۲﴾ مقتضیات قتال: کافروں نے دوسروں کو بھی دین کے راستے سے روکا اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی جب کہ دین کا راستہ مشرکین کے لئے دلائل عقلیہ اور اہل کتاب کے لئے دلائل نقلیہ سے واضح ہو چکا ہے۔

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا: تسلی مؤمنین۔ ❶ یہ لوگ دین الٰہی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے دین ہر حال میں پورا اور زندہ رہے گا۔ وَسَيُحْبِطُ ... الخ کفار کی تمنا کا نتیجہ: وہ جو بھی دین حق کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نیست و نابود کر دے گا۔

﴿۳۳﴾ فرائض مؤمنین۔ ❶، ❷ ﴿۳۴﴾ نتیجہ مرتدین: علامہ بغوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں اس آیت کا حکم عام ہے۔

(معالم التنزیل۔ ص۔ ۲۶۸۔ ج: ۴)

﴿۳۵﴾ تسلی مؤمنین ❷: اے مسلمانو تم سست نہ بنو وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ... الخ فرائض مؤمنین۔ ❸ کہ تم کفار کو صلح کی دعوت مت دو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنی کمزوری کی وجہ سے ان کے غلبہ اور تسلط کو مان لو اور پھر ایسی صورت میں نہ کبھی تم کافروں سے جہاد کر سکو گے اور نہ کفر کی قوت و شوکت ٹوٹ سکے گی تو ایمان اور ہدایت عالم میں کس طرح پھیلے گی اور اعلاء کلمۃ اللہ اور غلبہ دین کیسے ہو سکے گا۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ... الخ مؤمنین کی کامیابی کا اعلان: تم ہمیشہ غالب رہو گے۔

وَلَنْ يَّتِرَكُمْ ... الخ عدل و انصاف باری تعالیٰ: وہ پروردگار تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے کاموں میں کوئی نقصان نہ ہونے دے گا تم مطمئن رہو۔

﴿۳۶﴾ دنیا کی بے ثباتی: دنیا کی زندگی کو مقصود نہ بنائیں اس کا ماحصل کھیل اور تماشا ہے۔
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا... الخ نتیجہ متقین: ایمان اور تقویٰ کی زیادتی کی کوشش کرو تم ہی اجر و پاؤ گے۔
وَلَا یَسْئَلْکُمْ... الخ تنبیہ مؤمنین: اللہ تعالیٰ تم سے خزانے نہیں چاہتا۔
﴿۳۷﴾ زیادہ مال نہ مانگنے کے مصالح: وہ یہ مصالح ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو یہ حکم دے کہ وہ تمہارے مالوں کو تم سے یہاں تک وصول کرے کہ تم بخل کی عادت کو ظاہر کرنے لگو وہ اس کھوٹ کو ظاہر کر دے۔
﴿۳۸﴾ تنبیہ مؤمنین: ہاں انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ جہاد وغیرہ میں خرچ کرنے کے لئے توجہ دلائی جاتی ہے اس میں بھی بعض لوگ بخل کرتے ہیں۔ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ... الخ حقیقت اولاد آدم۔
وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ... الخ تنبیہ مؤمنین: ہمت سے کام کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ پر دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔ ترمذی وغیرہ میں روایت ہے جب آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آقا وہ کون لوگ ہیں جو ہماری جگہ آئیں گے آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اور اس کی قوم اللہ کی قسم اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو آل فارس سے ایک شخص اس کو وہیں سے حاصل کرتا، بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فارسی الاصل تھے۔ (تفسیر حقانی)
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اسلام کا حامی و ناصر کر دے حقیقت بھی یہی ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، وہ چاہے جس سے دین کا کام لے لے اور جو دین کے کام میں جس حد تک لگے ہوئے ہیں یہ اسی کا کرم ہے، باقی کسی کا کوئی کمال نہیں ہے۔

ختم سورۃ محمد بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفتح

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الفتح ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت اور اٹھارویں آیت میں مذکور لفظ فتح سے ماخوذ ہے ۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۴۸۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۱۱۱۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں چار رکوع ۔ ۲۹۔ آیات ہیں یہ سورۃ مدنی ہے ۔ ۶۔ ہجری حدیبیہ کی واپسی پر راستے میں نازل ہوئی ۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آنحضرت ﷺ کو فتح کی بشارت دی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الفتح مقرر ہوا ۔

ربط آیات : پہلی سورۃ میں جہاد اور مال خرچ کرنے کی ترغیب کا ذکر تھا ، اب اس سورۃ میں مال خرچ کرنے کے مواقع کا ذکر ہے ۔

موضوع سورۃ : بشارت فتح اسلام مع شرائط فتح ۔

خلاصہ سورۃ : صلح حدیبیہ کا پس منظر ، بیعت کی مشروعیت ، تردید منافقین ، اخلاص اصحاب رسول ، حکمت صلح حدیبیہ ، سنت اللہ کفار کے خبائث و مقتضیات ، فضیلت اصحاب رسول ، خاتم الانبیاء کے خواب کے پورا ہونے کا بیان ، اصحاب رسول کے اوصاف ۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ : ایک روایت میں ہے کہ جو شخص یہ سورۃ رمضان المبارک کی پہلی رات میں پڑھے گا تو پورا سال خیر و برکت اور عافیت اس کے واسطے قائم رہے گی ۔ (معارف القرآن م ، ۱ ، ۷۱)

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَأَرْبَعُ رُكُوعَاتٍ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

بیشک ہم نے فتح دی ہے آپ کو کھلی فتح ﴿۱﴾ تا کہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ آپ کیلئے جو پہلے ہو چکیں آپ کے لئے لغزشیں اور جو بعد میں ہونگی

عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ

اور پوری کرے اپنی نعمت تجھ پر اور راہنمائی کرے آپکی سیدھے راستے کی طرف ﴿۲﴾ اور مدد دے آپ کو اللہ تعالیٰ زبردست مدد ﴿۳﴾ وہ وہی ذات ہے جسنے اتارا اطمینان ایمان

فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ

والوں کے دلوں میں تا کہ وہ زیادہ ہوں ایمان میں انکے ایمانوں کیساتھ اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا

اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٤﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

اور حکمت والا ہے ﴿۴﴾ تا کہ داخل کردے اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ان بہشتوں میں کہ جاری ہیں جنکے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے

فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عِندَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٥﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ

ہونگے انمیں اور دور کردے گا اللہ تعالیٰ ان سے انکی برائیاں اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے ﴿۵﴾ اور تا کہ سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ

اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو گمان کرتے ہیں اللہ کے بارے میں برا گمان انہی پر ہے بری گردش اور اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ

ان پر اور ان پر لعنت کی اور تیار کیا ان کیلئے جہنم اور بہت بری ہے لوٹنے کی جگہ ﴿۶﴾ اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

زمین کے اور اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۷﴾ بیشک ہمنے بھیجا ہے آپکو شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا ہے اور ڈر سنانیوالا ﴿۸﴾ تا کہ تم ایمان لاؤ

وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا

اسکے رسول پر اور اسکی مدد کرو اسکی تعظیم کرو اور اسکی تسبیح بیان کرو صبح اور شام ﴿۹﴾ تحقیق وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے بیشک وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا

انکے ہاتھ پر ہے پس جو شخص توڑے گا پس وہ توڑتا ہے اپنے ہی نقصان کیلئے اور جو پورا کریگا اس چیز کو جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پس عنقریب دیگا

عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ ع

اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶: صلح حدیبیہ کا مختصر پس منظر، آنحضرت ﷺ کی سرفرازی کے چار انعامات، حسن تدبیر باری تعالیٰ، تسلی مؤمنین، نتیجہ۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ تکفیر سیئات، منافقین مشرکین کے لئے دنیوی اور اخروی سزا، مشرکین اور منافقین کا گمان فاسد، نتیجہ۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ گزشتہ وعید کی تہدید، اثبات رسالت وفرائض خاتم الانبیاء، مشروعیت بیعت، طریق بیعت، بیعت توڑنے والے کا نتیجہ، بیعت نہ توڑنے والے کا نتیجہ۔ ماخذ آیات۔ ا تا ۱۰۔

﴿۱﴾ صلح حدیبیہ کا مختصر تاریخی پس منظر : اس سورۃ کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بغرض سہولت فہم ان کو مختصراً یہاں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

﴿الف﴾ : آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کرکے حلق وقصر کیا، آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا گو آپ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی مگر شدت اشتیاق سے اکثر کا خیال اس طرف گیا کہ اس سال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ ﷺ کا قصد عمرہ کا ہو گیا۔

﴿ب﴾ : آپ تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ہمراہ لے کر بغرض عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور ہدی بھی آپ کے ساتھ تھی۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کرکے اتفاق کر لیا کہ آپ ﷺ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے، حالانکہ ان کے ہاں حج وعمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا، بہر حال حدیبیہ پہنچ کر جو مکہ کے قریب ہے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا، آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے میں منظور کروں گا آخر آپ ﷺ نے وہیں قیام فرمایا، اسی مقام کو آج کل شمیسیہ کہتے ہیں۔

﴿ج﴾ : آپ ﷺ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہمیں آنے دو عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی پیغام دے کر بھیجا، اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے ان کو بشارت پہنچائی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے روک دیا ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت آپ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی ڈر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا، پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا اس سلسلے میں بعض امور پر بحث و تکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن آخر حضور ﷺ نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں اور مسلمانوں نے بھی بے انتہاء ضبط و تحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں۔

❶ ایک شرط کفار کی طرف سے یہ تھی کہا آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال غیر مسلح آ کر عمرہ کر لیجئے۔

❷ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی، اس مدت میں جو مرد مکہ سے تمہارے پاس (مدینہ) (جائے اسے آپ نے اپنے پاس نہ رکھیں، اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آئے گا واپس نہ کریں گے۔ صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ نے حدیبیہ ہی میں ہدی کا جانور ذبح کیا، اور حلق و قصر کر کے احرام کھولدیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ ہی میں یہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعہ اواخر ۶: ہجری میں پیش آیا۔ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر اوائل ۔۷۔ ہجری میں آپ نے خیبر فتح کیا جو مدینہ سے شمالی جانب چار منزل پر شام کی سمت یہود کا ایک شہر تھا، اس حملے میں کوئی شخص ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ شریک نہ تھا جو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے، اس سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ ہجری میں آپ حسب معاہدہ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔

﴿د﴾ : عہد نامہ میں جو دس سال تک لڑائی بند رکھنے کی شرط تھی قریش نے نقض عہد کیا، آپ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور رمضان۔ ۸۔ ہجری میں اسکو فتح کر لیا۔

حدیبیہ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے، اور شرائط صلح پڑھ کر بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سر فروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے؟ کیونکہ تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا مگر رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھی، اور اللہ نے آپ کا سینہ سے سخت ناخوشگوار واقعات کے برداشت کرنے کیلئے کھول دیا تھا آپ بے مثال استغناء اور توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے، اور اپنے اصحاب کو اللہ ورسولہ اعلم کہہ کر تسلی دیتے رہے۔ یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے پھر یہ سورۃ نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام فتح مبین رکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا ہاں بہت بڑی فتح ہے، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی اکرم ﷺ کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگزر سے کام لینا، اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً پریشان نہ ہونا یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کا ذریعہ بنتے تھے، اور دوسری جانب دشمنوں کے دلوں پر اسلام کی

اخلاقی وروحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور ﷺ کے حق میں ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کیلئے بھی آپ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری وباطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا، کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال واطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے نامور صحابہ رضی اللہ عنہم اسی دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے یہ جسموں کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی۔ اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ مظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کیلئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا۔ حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہم رکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس وبنیاد اور زریں دیباچہ کی تھی، اور اس تحمل وتوکل اور تعظیم حرمات اللہ کے بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی جن علوم ومعارف قدسیہ اور باطنی مقامات ومراتب کا فتح باب ہوا ہوگا اسکا اندازہ تو کون کر سکتا ہے ہاں تھوڑا سا اجمالی اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے۔

﴿۲﴾ **آنحضرت ﷺ کی سرفرازی کے چار انعامات :** یعنی جیسے سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جرنیل کو خصوصی اعزاز واکرام سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ اور نتیجہ میں آپ کو چار انعامات سے سرفراز فرمایا جن میں پہلا انعام : "غفران ذنوب" ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب لغزشیں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے لغزشیں سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی اور بندہ کیلئے نہیں فرمائی، مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے، اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما چکا۔

آپ فرماتے "افلا اکون عبداً شکوراً" تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت اسی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔ شفاعت کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جائے گی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب لغزشیں اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تقصیر ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آچکی ہے بجز ان کے اور کسی کا یہ کام نہیں۔ (محصلہ تفسیر عثمانی)

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ " کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت سے آپ اللہ کے نبی ہیں اور اس حیثیت میں آپ کی اطاعت تمام اہل ایمان پر فرض ہے، اور آپ کی دوسری حیثیت امیر جماعت کی ہے۔ آپ خدا کے خلیفہ بھی ہیں اور جماعت المسلمین کے امیر بھی۔ یہ ایک مسلم امر ہے کہ جماعت کی غلطیوں میں ان کا امیر بھی شریک سمجھا جاتا ہے۔ جماعت کو نفع ہو یا نقصان، فتح ہو یا شکست امیر جماعت پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو اس لحاظ سے جماعت کی غلطیوں میں چونکہ امیر جماعت بھی شامل ہوتا ہے لہذا ایسی ہی غلطیوں اور کوتاہیوں کے

متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ اس نے آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ (تفسیر معالم العرفان۔ص۔۹۸۔ج۔۱۷)
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ :دوسرا انعام : اس سے مراد صرف منصب نبوت ہی نہیں بلکہ آپ پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ہے پھر آپ کی بعثت تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے۔آپ کا لایا ہوا دین ساری دنیا میں پھیلا اور قیامت تک قائم رہے گا۔
وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا : تیسرا انعام : کہ آپ اس صراط مستقیم پر دنیا میں قائم ودائم رہیں۔
﴿۳﴾ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا :چوتھا انعام : اللہ تعالیٰ نے آپ کی دنیا میں زبردست نصرت فرمائی کہ آہستہ آہستہ پورے جزیرہ عرب پر آپ کا تسلط ہو گیا۔
﴿۴﴾ حسن تدبیر باری تعالیٰ : اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ اور اطمینان قلب نازل فرمائی تھی۔
لِيَزْدَادُوٓا ... الخ نتیجہ۔ ❶ تا کہ ان کے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہوا اور دین کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو جائیں، آنحضرت ﷺ تو پہلے سے ہی مطمئن تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی کمال درجے کا اطمینان حاصل تھا وہ اس فیصلہ پر بالکل راضی تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تحمل واطمینان کے دو اثر ہیں۔ ❶ بیعت جہاد کے وقت جہاد کی ہمت وعزم رکھنا جس کا ذکر (آیت۔۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ ...الخ میں ہے۔ ❷ اثر کفار کی بیجا ضد پر اطمینان جس کا ذکر (آیت۔۲۶) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ ...الخ میں ہے،اور اس آیت میں سکینہ عام ہے۔
(بیان القرآن۔ص۔۲۹۔ج۔۱۱)
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ ... الخ تسلی مومنین : کہ کبھی میدان جہاد میں کفار کی کثرت تعداد پر نظر نہ رکھنا کیونکہ وہ امر بالقتال میں تمہاری قلت کا تدارک کر سکتا ہے اگر چہ اس کو اسکی ضرورت نہیں محض تمہاری تائید کے لئے، اور اگر قتال سے منع کر دے تو اس میں گھبرانے کی ضرورت نہیں کہ ہم کفار کو قتل کرتے کیونکہ ان کا قتل کرنا تمہارے اوپر موقوف نہیں وہ دوسرے لشکروں سے بھی تباہ کر سکتا ہے مگر صلح حدیبیہ میں حکمت تھی اس لئے قتال نہیں۔
﴿۵﴾ نتیجہ ❷ دخول جنت : ❸ تکفیر سیئات۔ فَائِدَہ : اور اس آیت میں عورتوں کا ذکر ان کی تسلی کے لئے فرمایا ہے ممکن تھا کہ وہ حدیبیہ والوں کے فضائل سن کر سوچتی کہ ہم اس سعادت سے محروم ہو گئی۔
﴿۶﴾ منافقین مشرکین کے لئے دنیوی اور اخروی سزا : ان پر سکینت نازل نہیں فرمائی اس لئے کہ ان کی بداعمالی کے نتائج بصورت عذاب ہوں گے۔
وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّينَ بِاللَّهِ ... الخ منافقین اور مشرکین کا گمان فاسد : یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھتے ہیں کہ مومن مغلوب ہوں گے اور کافروں کے حملے سے بچ کر واپس مدینہ نہیں آئیں گے چونکہ منافق عورتیں اور مشرک عورتیں اپنے قلبی جذبات میں اور اعتقادات میں اپنے مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں اس لئے انہیں بھی اس عذاب کی وعید میں شامل کر لیا ہے۔نتیجہ۔ ❶ کہ ان پر برائی کی چکی گھومنے والی ہے، یعنی دنیا میں مقتول اور ماخوذ ہوں گے اور اسلام کی ترقی ان کے قلبی احساسات کیلئے سوہان روح بنی رہے گی۔ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ :نتیجہ۔ ❷ کہ اللہ کا ان پر غصہ ہوا۔ ❸ اور ان پر لعنت کر دی ہے۔ وَأَعَدَّ لَهُمْ :نتیجہ۔ ❹ کہ ان کے لئے جہنم کو تیار کر دیا اور آخر میں اس مضمون کو "وَسَآءَتْ مَصِيرًا" پر ختم فرمایا جہنم برا ٹھکانہ ہے۔
﴿۷﴾ گزشتہ وعید کی تہدید : کفار کی تباہی کیلئے خدائی لشکر زمین وآسمان میں موجود ہیں۔
فَائِدَہ : اوپر "وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ ... الخ کا ذکر اس لئے تھا کہ مسلمانوں کو تسلی ہو کہ ہم غالب ہیں اور یہاں کفار کو

مغلوب کرنے کی تہدید ہے۔

﴿۸﴾ اثبات رسالت وفرائض خاتم الانبیاء : اس آیت کی تفسیر کے لئے سورۃ الاحزاب کی آیت۔ ۴۵۔ کی تفسیر دیکھیں

﴿۹﴾ فرائض مؤمنین۔ا۔۲۔۳۔۴۔۵ : حاصل یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حقوق ادا کریں۔

﴿۱۰﴾ مشروعیت بیعت : جن لوگوں نے فرض منصبی ادا کرنے کے لیے آپ سے بیعت کی تو گویا اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اس سے بیعت کی مشروعیت ثابت ہوگی۔ یَدُ اللّٰهِ ... الخ طریق بیعت : اللہ تعالیٰ کا ہاتھ متشابہات میں سے ہے جس کی کیفیت و حقیقت نہ کسی کو معلوم ہے نہ معلوم کرنے کی فکر میں رہنا درست ہے لفظ "بیعت" دراصل کسی خاص کام پر عہد لینے کا نام ہے اس کا قدیم اور مسنون طریقہ باہم عہد کرنے والوں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرط اور ضروری نہیں بہرحال جس کام کا کسی سے عہد کیا جائے اس کی پابندی شرعاً واجب وضروری ہے اور خلاف ورزی حرام ہے اس لئے آگے فرمایا کہ جو شخص اس عہد کو توڑے گا تو کچھ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ اور اس کے رسول کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ (معارف القرآن۔ص۔۷۲۔ج۔۸)

اثبات بیعت از خاتم الانبیاء ﷺ

چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ احادیث مشہورہ میں منقول ہوا ہے رسول اللہ ﷺ سے لوگ بیعت کرتے تھے آنحضرت ﷺ سے کبھی ہجرت اور کبھی جہاد پر اور گاہ اقامت ارکان اسلام یعنی صوم، صلوٰۃ حج، زکوٰۃ پر اور گاہے ثبات اور اقرار پر معرکہ کفار میں جیسا کہ بیعت الرضوان اور کبھی سنت نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر اور عبادت کے حریص اور شائع ہونے پر چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ نے بیعت لی انصاریوں کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں سو ان میں سے کسی شخص کا یہ حال تھا کہ اس کا کوڑا اگر گر جاتا تھا تو خود ہی اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھا لیتا تھا اور کسی سے کوڑا اٹھا دینے کا سوال بھی نہ کرتا تھا اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ یہ ہے کہ جب ثابت ہو رسول اللہ ﷺ سے کوئی فعل بطریق عبادت اور اہتمام کے نہ برسبیل عادت تو وہ فعل سنت دینی سے کمتر تو نہیں تو ہم کو چاہئے کہ بیعت کی گفتگو کریں کہ وہ کون سی قسم میں سے ہے سو بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بیعت منحصر ہے قبول خلافت اور سلطنت پر اور وہ جو صوفیوں کہ عادت ہے باہم اہل تصوف سے بیعت لینے کی وہ شرعاً کچھ نہیں۔

اور یہ گمان فاسد ہے بدلیل اس کے جو ہم مذکور کر چکے کہ مقرر نبی کریم ﷺ گاہے بیعت لیتے تھے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے تمسک بالسنۃ پر اور صحیح بخاری گواہی دے رہی ہے اس پر کہ رسول اللہ ﷺ نے جریر رضی اللہ عنہ پر شرط کی ان کی بیعت کے وقت سو فرمایا کہ خیرخواہی لازم ہے ہر مسلمان کے واسطے اور حضرت محمد ﷺ نے بیعت لی قوم انصار سے سو یہ شرط کر لی نہ ڈریں امر خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور حق ہی بات بولیں جہاں ہوں سو ان میں سے بعض لوگ امراء اور سلاطین پر کھل کر بلاخوف رد وانکار کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کر لی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں ان کے سوا بہت امور میں بیعت ثابت ہے اور وہ امور از قسم تزکیہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہیں۔ سلاطین کے زمانہ میں بیعت کا سلسلہ اس واسطے بند ہو گیا کہ اس سے بیعت خلافت سے اشتباہ ہو کر فتنہ پیدا نہ ہو اس زمانہ میں اہل تصوف نے خرقہ دینا قائم مقام بیعت کرنے کے کر لیا تھا پھر ایک زمانہ بعد جب بادشاہوں میں بیعت خلافت کا سلسلہ متروک ہو گیا تو صوفیاء نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا فقط۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل فصل باندھی ہے کہ بیعت واجب ہے یا سنت اور تحریر فرمایا ہے کہ بیعت سنت ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس ﷺ سے بیعت کی اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا اور

کوئی دلیل اس پر نہیں ہے کہ بیعت نہ کرنے والا گنہگار ہوگا اور نہ ہی ائمہ میں کسی نے تارک بیعت پر نکیر کی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قول جمیل۔ص۔ ۲۹۔ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بیعت جو صوفیوں میں متوارث ہے وہ کئی طریق پر ہے پہلا طریقہ بیعت توبہ ہے معاصی سے اور دوسرے طریقے پر بیعت تبرک ہے یعنی بقصد برکت صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا بمنزلہ سلسلہ اسناد حدیث ہے کہ اس میں البتہ برکت ہے اور تیسرا طریقہ بیعت تاکد عزیمت یعنی مصمم کرنا واسطے خلوص امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے اور پہلے دونوں قسم کے طریقوں میں بیعت کرنا عبادت ہے ترک کبائر سے اور نہ اڑ جانا صغائر پر اور طاعات مذکورہ کو اختیار کرنا از قسم واجبات اور مؤکدہ سنتوں کی اور عہد شکنی عبارت ہے خلل ڈالنے سے اس میں جن کو ہم نے مذکور کیا یعنی ارتکاب کبائر اور اصرار علی الصغائر اور طاعات پر مستعد نہ ہونا عہد شکنی ہے اور تیسرے طریقے میں پورا کرنا بیعت کا عبارت ہے مدام ثابت رہنے سے اس ہجرت مجاہدہ اور ریاضت پر یہاں تک کہ روشن ہو جاوے اطمینان کے نور سے اور یہ اس کی عادت اور خو، اور جبلی ہو جاوے بلا تکلف تو اس حالت کے نزدیک گا ہے اس کو اجازت دی جاتی ہے اس میں جس میں شرع نے مباح کیا از قسم لذات کے اور مشغول ہونے کے بعضے ان کاموں میں جن میں طول مدت کی طرف حاجت ہو جاتی ہے جیسے درس کرنا علوم دینی اور قضا اور بیعت شکنی عبارت ہے اس کی خلل اندازی سے قبل از نورانیت دل کے۔

(شریعت وطریقت کا تلازم۔ص۔ ۱۱۹ تا ۱۲۲)

اہل بدعت کا اس آیت سے استدلال کہ احد اور احمد میں کوئی فرق نہیں

چنانچہ مولوی عمر صاحب لکھتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی تو "احد" اور "احمد" میں کیا فرق رہا؟

(مثلاً دیکھئے مقیاس حنفیت۔ص۔ ۴۳۔ وغیرہ)

فریق مخالف کے بعض مولوی صاحبان اس آیت کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر (یعنی صغریٰ اور کبریٰ ملا کر) نتیجہ نکالتے ہیں۔ " تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ " ترجمہ: برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فریق مخالف کا یہ طبقہ کہا کرتا ہے کہ پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور دوسری آیت سے ثابت ہوا کہ اس کے ہاتھ میں تمام ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ خدا اور رسول ایک ہی ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ مختار کل اور ہر چیز پر قادر ہیں۔ (اعاذنا اللہ من ھذہ الخرافات)

پہلا جواب: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس لئے آپ کا ہر کام خدا تعالیٰ کے حکم وارشاد سے ہی ہوا کرتا تھا، چونکہ حدیبیہ کے مقام پر آپ نے حکم خداوندی کے مطابق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات کی بیعت لی کہ وہ راہ خدا میں شہادت سے گریز نہیں کریں گے تو گویا جنہوں نے بواسطہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مانا اور تسلیم کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ونصرت اور مدد دینے میں ان کے ساتھ تھا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت اور حکم برداری کا تلازم ثابت ہوا نہ یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ حقیقۃً خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ (العیاذ باللہ) "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" اور جب پہلی آیت کا معنی ہی صاف ہے تو دوسری آیت کو پہلی آیت سے ملا کر وہ نتیجہ نکالنا جو فریق مخالف نے نکالا ہے تحریف قرآن، زندقہ اور الحاد ہے۔ (عیاذاً باللہ)

دوسرا جواب: قرآن کریم اور احادیث میں اسکی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ جو آدمی کسی محتاج کو کچھ دیتا ہے تو گویا وہ خدا

کو دیتا ہے اس کا یہ معنی تو ہرگز نہیں کہ خدا تعالیٰ محتاج اور فقیر ہو گیا۔ (العیاذ باللہ) بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کام سے راضی اور خوش ہے گویا وہ فقیر کو نہیں دیتا بلکہ خدا کو دیتا ہے ہم بطور مثال کے صرف ایک ہی آیت اور ایک ہی حدیث عرض کرتے ہیں ملاحظہ کریں "وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً" یعنی اللہ کو اچھی طرح قرض دو۔ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز تم برائے خدا فقیر اور محتاج کو دیتے ہو تو وہ گویا تم خدا کو دے رہے ہو اس کا یہ معنی تو نہیں کہ وہ فقیر جس کو تم دیتے ہو وہی خدا ہو گیا۔ (نعوذ باللہ)

صحیح مسلم۔ ص۔ ۳۱۸۔ مشکوٰۃ۔ ص۔ ۱۳۴۔ ج۔ ۱۔ مسند احمد۔ ص۔ ۴۰۴۔ ج۔ ۲۔ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے بعض الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے اے انسان میں بیمار ہو گیا تھا لیکن تو نے میری تیمارداری نہیں کی بندہ کہے گا اے اللہ تعالیٰ میں کس طرح تیری تیمارداری کرتا حالانکہ تو تو رب العٰلمین ہے ارشاد ہو گا تجھے معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تو نے اس کی خبر گیری نہ کی اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار کی خبر گیری کرنا یا بھوکے کو روٹی کھلانا یا پیاسے کو پانی پلانا یا اس بیمار سے یا بھوکے اور پیاسے سے کچھ نہیں کرنا بلکہ خدا تعالیٰ سے کرنا ہے اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی بیمار ہو جاتا ہے یا بھوکا اور پیاسا ہو جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

لیکن "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ" سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو خدا کا ہاتھ کہنے والوں کے نزدیک گویا ہر بیمار خدا ہو جائے گا ہر بھوکا خدا ہو گا اور ہر پیاسا خدا ہو جائے گا (نعوذ باللہ منہ) قرآن کریم نے نصاریٰ کو اسلئے کافر کہا ہے کہ وہ تین الٰہ مانتے ہیں لیکن ان بریلوی حضرات کے نزدیک منطق بالا کی رو سے تو ہر بیمار بھوکا اور ہر پیاسا خدا ہو جائے گا اور آج کل اس بیماری اور قحط سالی کے دور میں گویا ہر آدمی خدا کہلائے گا۔ (عیاذاً باللہ) اللہ تعالیٰ ایسے گندے اور نجس عقیدے سے محفوظ رکھے۔ ﴿آمین﴾

فَمَنْ نَّكَثَ ۔۔۔ الخ بیعت توڑنے والے کا نتیجہ۔

وَمَنْ اَوْفٰى ۔۔۔ الخ بیعت پورا کرنے والے کا نتیجہ : اور جو لوگ اس بیعت کو پورا کر دکھائیں گے وہ اجر عظیم پائیں گے۔ فَائِدَہ: بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ : بعض قراء اس کو "علیہِ اللہ" (بکسر الھا) پڑھتے ہیں اور حفص اسکو "علیہُ اللہ" ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس "ہ" پر ضمہ جلالت کی وجہ سے آیا ہے اور جلالت کا معنی یہ ہے کہ لفظ اللہ ہو اور اس سے پہلے حرف پر ضمہ ہو تو اس کو پر کر کے پڑھتے ہیں۔ الغرض لفظ اللہ کی عظمت کے پیش نظر "ہ" کو ضمہ دیا گیا ہے تاکہ پر ادا ہو جلالت کا مفہوم علم الصیغہ میں دیکھیں۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ

عنقریب کہیں گے آپکے سامنے پیچھے رہنے والے دیہاتی کہ مشغول کر دیا ہمیں ہمارے مالوں اور ہماری اولادوں نے پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لئے اللہ نے فرمایا کہتے

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْــــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

ہیں اپنی زبانوں سے وہ بات جو انکے دلوں میں نہیں آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر پس کون مالک ہو گا تمہارے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اگر وہ ارادہ کرے تمہارے بارے میں

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿11﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے متعلق فائدہ پہنچانے کا بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کام تم کرتے ہو اسکی خوب خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۱﴾ بلکہ تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿12﴾

اللہ کے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف کبھی بھی اور مزین کی گئی ہے یہ بات تمہارے دلوں میں اور گمان کیا تم نے برا گمان اور تھے تم لوگ ہلاک ہونے والے ﴿۱۲﴾

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور جو شخص ایمان نہیں لائے گا اللہ اور اسکے رسول پر پس بیشک ہم نے تیار کی ہے کفر کرنے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ ﴿۱۳﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ

وہ بخشتا ہے جس کو چاہے اور سزا دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا ہے ﴿۱۴﴾ عنقریب کہیں گے پیچھے رہ جانے والے جبکہ تم جاؤ غنیمتوں کو لینے

اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا

کیلئے چھوڑ دو ہمیں کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات کو تبدیل کر دیں اے پیغمبر آپ کہدیں تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو اسی طرح ہے

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

بات جو اللہ نے پہلے فرمایا ہے پس کہیں گے یہ لوگ بلکہ تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ نہیں سمجھتے مگر بہت کم ﴿۱۵﴾

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ

آپ کہہ دیجئے پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہ عنقریب تمکو بلایا جائیگا ایسی قوم کیساتھ لڑنے کیلئے جو سخت لڑنیوالی ہے پس تم ان سے لڑو گے یا پھر وہ مسلمان ہو جائیں گے

اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ

پس اگر تم نے تابعداری کی تو اللہ دیگا تمکو اچھا اجر اور اگر رو گردانی کی تمنے جیسا کہ تمنے پہلے رو گردانی کی

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ

تو وہ سزا دے گا تمکو دردناک سزا ﴿۱۶﴾ نہیں ہے اندھے شخص پر کوئی حرج اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ بیمار پر کوئی حرج اور جو شخص اطاعت کرے گا

حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اللہ کی اور اسکے رسول کی وہ اسکو داخل کرے گا باغوں میں کہ بہتی ہیں انکے سامنے نہریں اور جو روگردانی کرے

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

گا اسکو سزا دیگا دردناک سزا ﴿۱۷﴾

ع ۹ | ۱۱

﴿۱۱ تا ۱۲﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ ... الخ ربط آیات: اوپر شرکاء حدیبیہ کی حدیبیہ کی مدح تھی آگے متخلفین کی رسوائی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ اطلاع خداوندی برائے متخلفین ومنافقین، منافقین کی معذرت، منافقین کا مطالبہ برائے استغفار، تردید منافقین، حصر التصرف سے عذر کی تردید، منافقین کا ظن فاسد، نتیجہ مخالفین رسول، حصر المالکیت، منافقین کی تمنا، منافقین کا مطالبہ، منافقین کا ارادہ فاسد، جواب مطالبہ، منافقین کا شکوہ اور حماقت، منافقین کے لئے طریق کامیابی اور مستقبل کے مواقع کے لئے دعوت الی الجہاد، متبعین اور متخلفین کا نتیجہ، معذورین کا استثناء، متبعین کا نتیجہ، متخلفین کا نتیجہ۔ ماخذ آیات ۱۱ تا ۱۷ +

سَيَقُوْلُ ... الخ اطلاع خداوندی برائے مخلفین ومنافقین۔

شَغَلَتْنَآ ... الخ منافقین کی معذرت : انہوں نے معذرت کو پہلے ضروری نہیں سمجھا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے معذرت کی۔ جب واپس آئے تو ان کے ہوش اڑ گئے اب منافقین آئے معذرت کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے پہلے وحی کے ذریعے خبر کردی کہ یہ معذرت کیلئے آئیں گے۔

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ...الخ منافقین کا مطالبہ برائے استغفار : اب سوال یہ ہے کہ ان کو کس نے پیچھے چھوڑا؟ بعض کہتے ہیں کہ شیطان نے "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ" بعض کہتے ہیں کہ ان کے دوستوں نے ان کو پیچھے چھوڑا بعض نے کہا کہ نفس نے اور بعض نے کہا رب نے ان کو اس میں داخل ہونے نہیں دیا۔ (کشاف۔ص ۳۳۷۔ج۔۴)

کیونکہ آگے آرہا ہے کہ "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" اور یہ مؤمنوں میں داخل ہی نہیں ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ ...الخ تردید منافقین : یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔

قُلْ ...الخ حصر التصرف سے عذر کی تردید : جو عذر تم نے بیان کیا ہے اگر وہ حقیقت پر مبنی ہو تب بھی حکم قطعی کے مقابلہ اس کی کوئی حیثیت نہیں آپ ان کے جواب میں کہہ دیجئے وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے نفع نقصان کا اختیار رکھتا ہو۔

﴿۱۲﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ ...الخ منافقین کا ظن فاسد : کہ یہ سارے مارے جائیں گے، مشرکین سب کی صفائی کر دیں گے اور تمہارا خیال عداوت رسول اور عداوت مؤمنین کی وجہ سے تھا، اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ صرف دو صحابی راستے میں شہید ہو گئے باقی سب صحیح واپس آگئے۔

﴿۱۳﴾ نتیجہ مخالفین رسول۔ ﴿۱۴﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ : کیونکہ آسمان وزمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے چنانچہ مؤمنین کے لئے مغفرت اور کافروں کے لئے عذاب ہے۔

﴿۱۵﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ ...الخ منافقین کی تمنا : صلح حدیبیہ کے بعد تھوڑی ہی مدت کے بعد خیبر فتح ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ عنقریب شرکاء حدیبیہ کو اموال غنیمت ملیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے اموال غنیمت شرکاء حدیبیہ کیلئے مخصوص فرما دئے تھے۔ اور حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والوں کیلئے حکم فرما دیا وہ ہرگز اس میں شرکت نہ کریں یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا۔

اِذَا انْطَلَقْتُمْ ...الخ منافقین کا مطالبہ : عنقریب تم جب خیبر کی غنیمت حاصل کرنے چلو گے تو کہیں گے ہم کو چھوڑ دو یعنی ہم کو اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ "يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ" : منافقین کا ارادہ فاسد : اور وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے کہ متخلفین کو ساتھ نہ لیں اس کو بدلنا چاہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مغانم خیبر جو صرف اہل حدیبیہ کیلئے مخصوص ہیں اس حکم کو بدلنا چاہتے تھے چونکہ ان لوگوں کا مقصد مال حاصل کرنا تھا تھوڑی سی محنت سے اس لئے خیبر میں ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں۔

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا ...الخ جواب مطالبہ : آپ کہہ دیجئے تم اس سفر خیبر میں ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسی طرح فرما دیا ہے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ ...الخ منافقین کا شکوہ اور حماقت : کہ ہمارے نہ لے جانے کا جو حکم بتایا جاتا ہے یہ خدائی نہیں بلکہ تمہارا ہم سے حسد ہے۔

بَلْ كَانُوْا ...الخ جواب شکوہ : یہ حسد والی بات تمہاری نہ سمجھی پر مبنی ہے حالانکہ صحابہ کرام ؓ میں تو حسد کا نام ونشان بھی

نہ تھا۔ یہاں پر اشکال ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے اموال غنیمت میں سے بعض مہاجرین حبشہ کو بھی عطا فرمائے تھے، تو پھر اہل حدیبیہ کی کیا خصوصیت رہی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غانمین سے اجازت لے کر ان حضرات کو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ مال عطا فرمادیا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خمس میں سے دیا تھا جو مجاہدین غانمین کا حق نہیں ہوتا تھا۔ وقال الکرمانی :انما اعطاهم برضا اصحاب الواقعه او اعطاهم من الخمس الذی هو حقه علیه الصلاة والسلام۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۳۵۷۔ ج۔ ۲۶)

﴿۱۶﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ... الخ منافقین کیلئے طریق کامیابی اور مستقبل کے مواقع کیلئے دعوت الی الجہاد : اس آیت میں ''لِلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ'' سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق مدینہ کے گرد بسنے والے دیہاتی ہیں جو حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی نکلنے کی دعوت دی تھی لیکن وہ قریش کے خوف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ تھے۔ ان کو ''مخلفین'' اس لیے کہا گیا کہ مخلف کہتے ہیں، متروک اور پیچھے چھوڑے ہوئے شخص کو اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت سے دور کر دیا تھا۔ اس لیے انہیں ''مخلفین'' کہا گیا۔ نیز آیت میں ''سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ'' کے الفاظ ہیں۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جس جنگجو قوم کے ساتھ مقابلے کا ذکر کیا ہے، اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض اسکو مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والے معرکہ پر محمول کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ بعض اسے غزوہ حنین سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں واقع ہوا، وہاں پر مسلمان ایک دفعہ مغلوب بھی ہو گئے مگر پھر اللہ نے غلبہ عطا فرمایا۔ اس واقعہ کا ذکر سورہ توبہ میں مذکور ہے۔ البتہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تحقیق زیادہ قرین قیاس ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس جنگجو قوم سے مراد روم اور فارس کے لوگ ہیں نزول قرآن کے زمانے میں یہ دونوں سلطنتیں دنیا کی سپر پاور تسلیم کی جاتی تھیں۔ یہ باقاعدہ حکومتیں تھیں جن کی اپنی فوج تھی اور دیگر ساز و سامان بھی موجود تھا مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فیصلہ کن جنگیں لڑیں چنانچہ بنی حنیفہ کے ساتھ مقابلہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش آیا، اور ایرانیوں اور رومیوں کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زبردست جنگیں ہوئیں الغرض اس جنگجو قوم سے روم اور فارس کے لوگ مراد ہیں جن سے جنگ کے نتیجہ میں مسلمانوں کو کثیر مال غنیمت میسر آیا صرف جنگ قادسیہ میں شریک ہونے والے مجاہدوں کے حصے میں دیگر ساز و سامان کے علاوہ بارہ بارہ سو درہم نقدی بھی آئی۔

فَاِنْ تُطِيْعُوْا ... الخ متبعین کا نتیجہ : کہ اگر تم آئندہ صحیح جذبے اور خلوص نیت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ بہتر اجر عطا کرے گا۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ... الخ متخلفین کا نتیجہ : اور اگر پہلے کی طرح منافقت کا اظہار کیا تو پھر اللہ تعالیٰ عذاب میں مبتلا کرنے پر بھی قادر ہے۔

بہر حال اس آیت نے بتلایا کہ مسلمانوں میں سے جو اعرابی ہیں انہیں کچھ مدت کے بعد اہل فارس و اہل روم سے قتال کے لیے بلایا جائے گا اور یہ دعوت الی القتال اور نفیر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی طرف سے ہوگی اور یہ بات تاریخی طور پر مسلم ہے کہ اہل فارس و روم سے قتال کی تفسیر، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوئی بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بنو حنیفہ سے قتال کی نفیر ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فارس و روم کے خلاف قتال کی نفیر دعوت ہوئی۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں حضرات خلفاء کی خلافت و امامت بالکل برحق اور عدل پر مبنی تھی۔

﴿۱۷﴾ معذرین کا استثناء: اس وعید سے معذور متخلفین مستثنیٰ ہیں۔
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ ... الخ متبعین کا نتیجہ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ... الخ متخلفین کا نتیجہ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ
البتہ تحقیق اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے آپکے ہاتھ پر درخت کے نیچے پس اللہ نے معلوم کیا جو کچھ انکے دلوں میں تھا

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
پس اتارا اس نے اطمینان ان پر اور بدلہ دیا انکو فتح قریب کا ﴿۱۸﴾ اور بہت ہی غنیمتوں کا جسکو وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۹﴾

عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ
اللہ نے وعدہ کیا ہے تمہارے ساتھ بہت سی غنیمتوں کا جنکو تم حاصل کروگے پس جلدی کی ہے اس نے تمہارے لئے اس غنیمت کو اور روک دیا ہے۔

عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا
لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تاکہ یہ نشانی ہو ایمان والوں کیلئے اور چلائے گا وہ تمہیں سیدھے راستے پر ﴿۲۰﴾ اور ایک دوسری فتح بھی ہے جس پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا
اللہ تعالیٰ احاطہ کرتا ہے اس کا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ﴿۲۱﴾ اور اگر لڑتے تم سے وہ لوگ جنہوں نے

الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ وَلَنْ
کفر کیا تو پشت پھیر کر بھاگتے پھر نہ پاتے وہ کسی کو حمایتی اور نہ مددگار ﴿۲۲﴾ اللہ کا دستور ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزرے ہیں اور ہرگز نہ پاؤ گے۔

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ
اللہ کے دستور میں تبدیلی ﴿۲۳﴾ اور اللہ تعالیٰ کی وہی ذات ہے جس نے روک دیا مشرکین مکہ کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو

مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ان سے مکہ شہر کے قریب بعد اسکے کہ تم کو ان پر کامیاب کر دیا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اسکو دیکھتا ہے ﴿۲۴﴾ وہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا

وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
اور روکا تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانور روکے ہوئے تھے اس بات سے کہ پہنچیں وہ اپنے ٹھکانے تک اور اگر نہ ہوتے کچھ مؤمن مرد اور

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ
مؤمن عورتیں جنکو تم نہیں جانتے کہ تم انکو پامال کر دو گے پس پہنچے گی تمکو انکی طرف سے تکلیف بغیر علم کے تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کردے

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ

ع ۱۵ ع عند المتاخرین

اپنی رحمت میں جسکو چاہے اور اگر وہ الگ ہوتے تو ہم سزا دیتے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا انمیں سے درد ناک سزا ﴿۲۵﴾ جبکہ ٹھہرایا ان

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ

لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا اپنے دلوں میں اکڑ جاہلیت کی پس اتاری اللہ نے تسلی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور لازم کردیا

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ

ان پر تقویٰ کا کلمہ اور وہ اس کے زیادہ لائق تھے اور اسکے اہل تھے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع

کو جاننے والا ہے ﴿۲۶﴾

﴿۱۸﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ ... الخ ربط آیات : اوپر اعراب متخلفین اور ان کے انجام کا ذکر تھا، اب ان کے مد مقابل مخلصین و مطیعین اور جانثاروں کا ذکر ہے جنہوں نے زندگی کے آخری سانس تک کیلئے آنحضرت ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑنے کا اعلان فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے متعلق اپنی خوشنودی کا اعلان فرما رہے ہیں۔

خلاصہ رکوع ۳ بشارت اصحاب رسول، مقام بیعت، اخلاص اصحاب رسول، نتیجہ اخلاص ۔۱۔۲۔۳۔ وعدہ خداوندی، حسن تدبیر باری تعالیٰ ۔۱۔ حکمت صلح حدیبیہ ۔۱۔۲۔ مستقبل کیلئے اطلاع خداوندی کفار کی مغلوبیت، دستور خداوندی، حسن تدبیر باری تعالیٰ ۔۲۔ مشرکین کے خبائث، صلح حدیبیہ کی حکمت ۔۳۔ صحابہ کرام کو غلطی اور عیب سے بچانے کا قدرتی انتظام، نتیجہ صلح حدیبیہ، نتیجہ کفار، اہل مکہ کی نادانی کی ضد اور صحابہ کا تحول، نتیجہ مؤمنین، فضیلت اصحاب رسول۔ ماخذ آیات ۔۱۸ تا ۲۶+

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ ... الخ بشارت اصحاب رسول ﷺ ۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ... الخ مقام بیعت : وہ کیکر کا درخت تھا اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہتے ہیں۔ شروع سورۃ میں اس کا مفصل قصہ گزر چکا ہے۔

فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ... الخ اخلاص اصحاب رسول : یعنی ظاہری احوال سے اندیشہ اور خطرے کے ساتھ حسن نیت، صدق و اخلاص توکل و اعتماد اور حب اسلام کے ساتھ جانچ لیا، علامہ ابوحیان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صلح کی شرائط سے قلب میں جو آثار رنج و غم تھے وہ بھی مراد ہیں۔ (محصلہ تفسیر عثمانی)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ : کا عنوان اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان اصحاب رسول ﷺ سے اللہ کی خوشنودی ان کے ایمان و اخلاص کی وجہ سے واقع ہوئی جس کی گواہی دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس کے بعد ان حضرات میں سے کسی کے ساتھ ایمان و اخلاص میں شبہ کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ٹھکرانا ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے رضی اللہ، فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان حضرات سے دنیا میں کوئی غلطی صادر نہیں ہوگی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ دنیا سے اس حال میں رخصت نہیں ہوں گے کہ ان کے سروں پر گناہوں کے بوجھ بھی ہوں گے وہ پاک صاف ہو کر دنیا سے جائیں گے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی پر فریق مخالف کا الزام : فریق مخالف نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ذمہ یہ بات لگائی ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر بیعت کرنے والوں میں منافق بھی تھے جو کسی طرح رضی اللہ عنہم کا مصداق نہیں بن سکتے؟ جواب : حضرت نانوتویؒ نے اس اجمال میں خود بھی اشارہ کردیا تھا ہم اس کا نام پیش کردیتے ہیں اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خاص استثناء کر کے اس کو بیعت رضوان کی بشارت سے نکال دیا تھا، فرمایا : "لایدخل النار احد شھد الحدیبته الا واحد" حدیبیہ کے شاملین میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے گا سوائے ایک کے۔ صحابی ہونا صرف محبت سے ثابت نہیں ہوگا جب تک کوئی اور صحابی اس کے صحابی ہونے کی شہادت نہ دے اس لیے "فلم اجد احدًا یعرفه" کے الفاظ ملیں گے۔ (مرقات شرح مشکوۃ ص ۲۷۲ ج ۱۱) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، فکان ھو حرقوص بن زھیر: الاصابہ ص ۳۲۰ ج ۱) کہ وہ شخص حرقوص بن زہیر تھا۔ لہٰذا اعتراض قلب فہم کی واضح دلیل ہے۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ ... الخ نتیجہ اخلاص۔ ❶ اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں اطمینان پیدا کر دیا۔ وَاَثَابَهُمْ ... الخ ❷ : اس سے مراد فتح خیبر ہے۔

فیضی کا استدلال کہ صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کا ادب و احترام کرتے ہوئے احکام خداوندی کو چھوڑ دیتے تھے

نمبرا۔ اس نمبر میں علامہ منظور احمد فیضی صاحب (آف احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور) نے عوام الناس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرامؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرتے ہوئے احکام خداوندی کو چھوڑ دیتے تھے اور ادب میں آ کر اللہ تعالیٰ کے فرائض اور عبادات کو ترک کر دیتے تھے۔ علامہ صاحب نے اپنے اس غلط مدعا کو ثابت کرنے کے لیے تین واقعات پیش کیے ہیں :

ایک واقعہ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ مشرکین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے، اس لیے حضرت عثمانؓ نے بھی عمرہ نہ کیا اور کہہ دیا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ نہیں کرتا۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں : دیکھو عمرہ خدا کا حکم ہے، اور حضرت عثمانؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خدا کے حکم کو چھوڑ دیا۔

دوسرا واقعہ: حضرت علی اللہ عنہ کا بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ان کی گود میں تھا، حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، حضرت علیؓ نے ادبًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جگایا اور عصر کی نماز ترک کر دی۔ اور **تیسرا واقعہ :** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کہ انہوں نے بقول علامہ صاحب، اپنی جان ہلاکت میں ڈال دی اور اپنا پاؤں سانپ سے ڈسوالیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، گویا حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی خاطر خدا کا حکم چھوڑ دیا۔ (نظریات صحابہؓ)

الجواب: علامہ صاحب کا یہ سمجھنا کہ صحابہ کرامؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہوئے اللہ کے فرائض چھوڑ دیتے تھے، نہ صرف یہ کہ غلط ہے، بلکہ صحابہ کرامؓ پر بہتان بھی ہے۔

اولاً : اس لیے کہ یہ بات تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینے کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے، وہ خود بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جابجا ارشاد ربانی ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم سے کہا: "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ" ترجمہ : "اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔" ایک جگہ ارشاد فرمایا : "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللهَ"۔ (النحل۔ ۳۶) ترجمہ : "ہر امت میں رسول بھیجا گیا ہے اور ہر رسول نے یہی کہا کہ : لوگو اللہ کی عبادت کرو۔" لہٰذا یہ فلسفہ ہی غلط ہے کہ صحابہ

کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب میں اللہ کی عبادت چھوڑ دیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام فرائض کو زندہ کرانا تھا، نہ کہ فرائض کو ترک کرانا، اگر بالفرض کوئی صحابیٔ رسول ایسا کرتا بھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قطعاً برداشت نہ کرتے اور ضرور منع فرماتے۔

جیسا کہ بعض صحابہؓ نے ادب کے جذبہ کے تحت عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اجازت نہیں دی، بلکہ سختی سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ: سجدہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے لیے صحابہ کرامؓ کا اٹھنا بھی پسند نہیں فرمایا، بلکہ روک دیا، جو پیغمبر اپنے لیے دوسروں کا اٹھنا پسند نہیں فرماتا، وہ یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اس کے لیے اللہ کی عبادت چھوڑ دی جائے یا خدا کا حکم ترک کر دیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ادب و احترام فرماتے تھے، وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل تھی، صحابہ کرامؓ کے ہاں تو ادب کی کوئی ایسی قسم ہی نہیں تھی کہ جس سے فرائض خداوندی ترک ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ادب میں اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، بلکہ جس عمل سے احکام خداوندی ٹوٹیں اور فرائض خداوندی چھوٹیں، وہ عمل ادب نہیں، بلکہ وہ تو پرلے درجہ کی بے ادبی ہے۔ الغرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ، علامہ فیضی صاحب کے بہتان سے مبرا اور پاک ہیں، انہوں نے ایسی غلطی زندگی بھر نہیں کی، بلکہ یہ سارا کچھ علامہ صاحب کے سوء فہم کا نتیجہ ہے، اولئك مبرء ون مما يقولون اولئك هم المتقون!۔

ثانیاً: علامہ صاحب نے جن دلائل سے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے جوایڑی چوٹی کا زور لگایا، اب اس کی حقیقت بھی سن لیجئے!

حضرت عثمانؓ کا واقعہ سے علامہ فیضی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عمرہ نفلی عبادت ہے فرض نہیں۔ اب حقیقت اور تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایلچی بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا، مشرکین مکہ کی طرف سے حضرت عثمانؓ کو پیش کش کی گئی کہ آپ عمرہ ادا کرلیں، طواف کرلیں، آپ کو اجازت ہے، حضرت عثمانؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ اور طواف کرنا گوارا نہ کیا اور واپس آگئے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عثمانؓ سے یہی توقع تھی کہ وہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا، لیکن عمرہ فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب اور نفلی عبادت ہے، قرآن مجید میں: "وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ" (البقرہ۔ ۱۹۶) کا حکم ہے، لیکن حج کے لیے یہ وجوبی حکم ہے، اور عمرہ کا حکم استحبابی ہے، یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم فرض نہیں ہوتا (۱) دیکھو! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: "وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا" یعنی جب حج کا احرام کھولو تو شکار کرو اللہ کا حکم ہے، لیکن یہ حکم اباحت اور اجازت کے لیے ہے: اگر کسی شخص نے حج کیا اور احرام سے فارغ ہو گیا اور شکار نہیں کیا، تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص نے حکم خداوندی کے خلاف کیا اور فرض کو چھوڑ دیا، کیونکہ یہ حکم صرف اجازت کی حد تک ہے۔

میرے خیال میں علامہ صاحب نے بھی حج کیا ہوگا، احرام باندھا ہوگا اور کھولا بھی ہوگا، اور احرام کھولنے کے بعد شکار نہیں کیا ہوگا، بلکہ یقیناً نہیں کیا ہوگا، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ علامہ صاحب نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی یا فرض ترک کر دیا؟ نہیں! نہیں! کیونکہ شکار کا حکم، حکم اباحت ہے، اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔

پس "وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ" (البقرہ۔ ۱۹۶) اس آیت میں عمرہ کا حکم استحبابی ہے، اور عمرہ نفلی عبادت ہے، جس کو

چھوڑ دینے کی شرعاً اجازت ہے۔

ثالثاً : علامہ صاحب جانتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اپنے دوست کی خاطر اس کا دل خوش کرنے کے لیے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ علامہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اللہ کی عبادت چھوڑ دی، اور پھر اس پر نا معلوم کیا کیا عمارتیں کھڑی کیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت اعلیٰ اور ارفع ہے، لیکن شریعت تو ایک دوست کے لیے نفلی عبادت توڑنے کی اجازت دے رہی ہے۔ کیا علامہ صاحب اس سے بھی کوئی نتیجہ اخذ کریں گے؟

خلاصہ کلام : حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کو نہیں چھوڑا، بلکہ اس موقع پر انہوں نے جو کچھ کیا حکمِ خداوندی کے مطابق کیا، ان کے لیے اس موقع پر حکمِ خداوندی یہی تھا جو کہ انہوں نے کیا، لہٰذا علامہ فیضی صاحب کا اس واقعہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اور نہ ہی ان کا غلط نظریہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے، بلکہ علامہ صاحب کی پیش کردہ دلیل سے خود ان کا اپنا عقیدۂ حاضر و ناظر بھی غلط ثابت ہوتا ہے :

علامہ فیضی کی پیش کردہ دلیل سے عقیدۂ حاضر و ناظر کی تردید : علامہ صاحب ''نظریاتِ صحابہ'' صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ :

''حضرت عثمانؓ نے فرمایا : میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بغیر عمرہ نہیں کروں گا!''

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ اکیلے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حدیبیہ کے مقام پر تشریف فرما تھے، اسی لیے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ نہین کروں گا۔ اس سے واضح معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہونے کے قائل نہ تھے جیسا کہ علامہ اور اس کی جماعت کا عقیدہ ہے۔ اب علامہ صاحب کو چاہیے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی طرح عقیدہ رکھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں، اور یہ دلیل بھی ان کی اپنی پیش کی ہوئی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ علامہ صاحب، حضرت عثمانؓ کے اس نظریہ کو قبول کرتے ہیں یا رد کرتے ہیں؟

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں	لو آج اپنے دام میں صیاد آگیا!

افسوس کا مقام : علامہ فیضی صاحب اپنی کتاب میں ثابت تو یہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اللہ تعالیٰ کی عبادت سے زیادہ اہم ہے، اور اپنا حال یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھتے ہیں تو صرف ''حضور'' لکھتے ہیں، حتیٰ کہ درود شریف بھی ساتھ نہیں لکھتے، جیسا کہ پچھلے حوالے میں آپ نے دیکھا لیا، ''حضور'' کے آگے قوسین میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہم نے لکھا ہے، علامہ صاحب نے صرف ''حضور'' ہی لکھا ہے، درود شریف اور لقب کچھ نہیں لکھا۔ دوسروں کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی تعلیم اور اہمیت بتلائی جائے اور خود اس پر عمل نہ کیا جائے، نہایت افسوس کا مقام ہے!

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واقعہ سے بھی علامہ فیضی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا : علامہ صاحب نے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعۂ غار بیان فرمایا کہ : ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ''ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ !'' یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس حکم خداوندی سے اہم حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و آرام اور تعظیم کو جانا، لہٰذا جسم کو سانپ کے حوالہ کر دیا، اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔'' (نظریاتِ صحابہؓ ص۔ ۱۵)

ناظرین کرام ! حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر جو کچھ کیا، وہ سب کچھ حکم خداوندی کے مطابق کیا ہے، اس وقت ان کے لیے حکم خداوندی یہی تھا کہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

کریں، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے دوران کسی حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی نہیں کی، اور نہ اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کو چھوڑا، یہ سیدنا صدیق اکبرؓ پر بہتان ہے اور وہ اس الزام سے مبرا ہیں۔

علامہ صاحب نے جو آیت پیش کی، وہ آپ مجاہدینِ اسلام اور دینِ حق کے لیے قربانی دینے والوں کے حق میں نازل نہیں ہوئی کہ تم جہاد میں جا کر اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بلکہ اس آیت کی صحیح اور راجح تفسیر جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں ترکِ جہاد کر کے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پوری آیت ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

"وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔" البقرہ۔ ۱۹۵)

یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، چونکہ اس آیت سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم ہے، اسی لیے بعض مفسرین نے فرمایا کہ : آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرو اور بخل کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

علامہ صاحب اگر اس آیت کی تفسیر سمجھنے کے لیے صرف "تفسیر جلالین" دیکھ لیتے تو اُن کو آیت کا صحیح مطلب معلوم ہو جاتا، چنانچہ صاحبِ جلالین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :"الھلاك بالا مساك فی الجھاد او ترکه"۔ یعنی جہاد چھوڑ کر یا جہاد میں بخل کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نہایت حیرت اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ علامہ صاحب نے اس آیت کا مطلب معلوم کرنے کے لیے اپنی جماعت کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کی "کنز الایمان" کا حاشیہ بھی نہ دیکھا، ورنہ حقیقت ان پر واضح ہو جاتی، چنانچہ مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں :

"راہِ خدا میں انفاق کا ترک بھی سبب ہلاکت ہے، اور اسراف بے جا بھی۔۔۔الخ"۔ (حاشیہ کنز الایمان ص۔ ۴۵)

قرآن مجید میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی آیات موجود ہیں جن میں مال و جان سے جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور مال و جان سے جہاد کرنے والوں کی تعریف بھی کی گئی ہے، شہدا کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں اور ان کے درجات بھی بتائے گئے ہیں، اور حکم دیا گیا ہے کہ اپنی جانوں کو دینِ حق کی سربلندی کی خاطر قربانی کے لیے پیش کرو۔ ایک طرف تو راہِ خدا میں اپنی جانوں کو پیش کرنے کی اتنی ترغیب دی جائے، اور دوسری طرف کہا جائے کہ راہِ خدا میں اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یہ ناممکن بلکہ محال ہے۔

سوائے جنگِ حنین کے ہر جنگ میں کفار و مشرکین مادّی قوت میں مسلمانوں سے زیادہ رہے، مسلمان تعداد میں، اسلحہ میں، خورو نوش میں کم رہے، لیکن اس کے باوجود مسلمان ہر میدان میں لڑے اور بے سروسامانی کے عالم میں لڑے، اس کے نتیجہ میں کچھ زخمی بھی ہوئے، اور کچھ شہید بھی ہوئے، کیا انہوں نے یہ سب کچھ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی کی؟ توبہ! توبہ!۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر کے جہاد کیا بلکہ حق جهاده کی عملی تفسیر بھی پیش کی اور حق کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ سب کچھ حکمِ خداوندی کے مطابق کیا، یہ ان کا فرض تھا جو انہوں نے پورا کیا، واللہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ توڑا ہے، نہ چھوڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تمام مؤمنین کو حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بھی کریں، ادب بھی کریں، آپ کی تائید اور نصرت بھی کریں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز بھی سمجھیں، بوقت ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید، نصرت اور حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد، وطن وغیرہ سب کچھ قربان بھی کر دیں، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سارا سفرِ ہجرت دینِ حق کی سربلندی کے لیے تھا، اور یہ بہت بڑا جہاد اور اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، جس کے نتیجہ میں ان کو "ثانی اثنین" کا لقب

ملا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ علامہ فیضی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر کے حکم خداوندی : "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" (البقرہ۔ ۱۹۵) کی خلاف ورزی کی ہے۔

تعجب کا مقام: علامہ صاحب کے رسالہ کے پہلے صفحہ پر علامہ صاحب صاحب کو "شیخ القرآن" کا لقب دیا گیا ہے، حالانکہ علامہ صاحب تو آیاتِ قرآنی کا مفہوم بھی نہیں سمجھ سکے، جیسے کہ آیت مذکورہ بالا کا غلط اور اُلٹا مفہوم سمجھا، خدا جانے ان کو "شیخ القرآن" کا لقب کیسے دیا گیا گیا؟۔

علامہ فیضی کے قلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی توہین : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اور اپنی جان کی قربانی پیش کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا تحفظ کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون و آرام پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس عظیم قربانی کے متعلق علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ : "اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا" استغفر اللہ! معاذ اللہ! یارِ غار اور ثانی اثنین کے القاب پانے والے صحابیٔ رسول کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنا اور ان کی توہین اور گستاخی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو گستاخی سے بچائے، آمین!

الغرض علامہ صاحب کا واقعۂ غار سے استدلال کرنا باطل ٹھہرا البتہ اس واقعہ سے خود علامہ صاحب کے عقیدۂ علمِ غیب کی تردید ہو جاتی ہے۔

واقعۂ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کی تردید : علامہ صاحب نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو غارِ ثور کا واقعہ بیان کیا ہے، اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوتے اور آپ کو معلوم ہوتا کہ غار کے اندر سانپ چھپا ہوا ہے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ غار کے سوراخ میں ایڑی دے گا، تو سانپ اس کو ڈس لے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش نہ رہتے، بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو سب کچھ بتا دیتے اور غار کے اندر جانے سے بھی روکتے اور سوراخ میں ایڑی دینے سے بھی روکتے، یہ ناممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان خطرات کو جانتے بھی ہوں اور بتائیں بھی نہیں، تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں۔

حضرت علی رضؓ کے قصہ سے علامہ فیضی کا استدلال اور اس کا ابطال: علامہ صاحب اپنا مدعا و مطلب ثابت کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کرتے ہیں : "حضرات! مقامِ غور ہے! اللہ تعالیٰ نے حکم دیا : "حافظوا علی الصلوات و الصلوٰة الوسطی" تمام نمازوں کی حفاظت کرو، قضا نہ ہونے دینا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرض نماز عصر سے حضور کی عزت و عظمت اور آرام کو اہم فرض سمجھا، اسی لیے عصر کی نماز کو حضور کے آرام پر قربان کر دیا۔" (نظریات صحابہ ص۔ ۱۵)

جواب۔ ۱) قارئین کرام! اس قصہ سے بھی علامہ صاحب کا غلط نظریہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ محدثین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، بلکہ موضوع ہے، تفصیل کے لیے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب "منہاج السنۃ" جلد۔ ۴ از صفحہ۔ ۱۸۶ تا ۱۹۵ کا مطالعہ فرمائیں۔ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس قصہ کو موضوع قرار دیا ہے۔ (موضوعات کبیر ص۔ ۱۵۲، ۱۵۷) جب یہ قصہ سرے سے صحیح ہی نہیں، تو اس سے استدلال کرنا خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب۔ ۲) اگر بالفرض اس واقعہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی بعض روایات میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ "حضرت علی رضؓ نے اشارہ سے نماز پڑھ لی تھی"۔ لہٰذا اس سے بھی علامہ صاحب کا مدعا ثابت نہ ہوگا۔

جواب۔ برسبیل تنزل اگر اس واقعہ کو بھی صحیح مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علی رضؓ سے نماز عصر فوت ہو گئی تھی،

تو پھر بھی علامہ صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت حضرت علیؓ مجبور تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں آرام فرما تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور نزول وحی میں مداخلت کرنا سخت منع ہے، اس وقت حضرت علیؓ کو مجبوری اور معذوری والے احکامِ شرعیہ پر عمل کرنا تھا سمجھانے اور وضاحت کے لیے امثلہ:

مثال نمبر ا۔ چنانچہ بیمار اور مسافر کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے، اگر بیمار اور مسافر لوگ اپنی مجبوری اور معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھیں تو ان کو یہ طعنہ نہ دیا جائے گا کہ انہوں نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی یا اللہ کے حکم کو ترک کر دیا، کیونکہ وہ مجبور اور معذور ہیں، اور اس مجبوری اور معذوری میں انہوں نے جو کچھ کیا، اللہ کے حکم کے مطابق کیا، اس خاص حالت میں ان کے لیے حکم خداوندی یہی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔

مثال نمبر ۲۔ اسی طرح نماز میں قیام فرض ہے، لیکن اگر کوئی شخص معذور ہے اور قیام نہیں کر سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا، اور جو معذور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ اس نے قیام والا فرض ترک کر دیا اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی ہے، کیونکہ وہ معذور ہے اور اس وقت اس کے لیے حکم خداوندی یہی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

نیز اگر کسی مسلمان کو خدانخواستہ کفار، کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کر دیں (ورنہ جان سے مار دینے کی دھمکی دیں) تو اب یہ مسلمان مجبور ہے اور شرعاً اس کی اجازت ہے کہ کلمۂ کفر کو زبان سے کہہ کر اپنی جان بچائے، بشرطیکہ اس کا دل مطمئن ہو، اس صورت میں ہم اس کو کافر اور حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں کہیں گے، کیونکہ مجبوری کی حالت میں اس کے لیے حکمِ خداوندی یہی ہے۔

بہرحال عام حالات میں احکام خداوندی اور ہوتے ہیں، اور مجبوری کے وقت اور ہوتے ہیں، جن کو فقہاء ''عزیمت'' اور ''رخصت'' سے تعبیر کرتے ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو عصر کی نماز فوت ہوئی وہ اسی مجبوری کی حالت میں ہوئی ہے، چنانچہ حضرت علیؓ نے مجبوری والے حکمِ شرعی پر عمل کیا، یعنی اس وقت حضرت علیؓ کے لیے حکمِ شرعی یہی تھا، انہوں نے جو کچھ بھی کیا حکمِ شرعی کے مطابق کیا اور اس حکمِ شرعی کے خلاف نہیں کیا۔

مثال نمبر ۳۔ ایک آدمی سو رہا تھا اور نیند کی حالت میں اس کی نماز فوت ہو گئی، اس کے لیے حکمِ شرعی یہ ہے کہ اب فوت شدہ نماز کو قضا کرے، جس کی حالتِ نیند میں نماز ترک ہوئی اس کو یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے حکمِ خداوندی ترک کر دیا، کیونکہ نیند ایک مجبوری ہے اور اس مجبوری میں اس سے جو کچھ ہوا اس پر اس کو تارکِ فرض کا الزام نہیں دیا جائے گا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے سب کچھ حکمِ شرعی کے مطابق کیا۔

قارئین سے انصاف کی درخواست اور مثال نمبر ۴۔ شریعت میں نیند ایک شرعی عذر ہے، اگر کسی شخص سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے تو اس پر ترکِ فریضہ کا الزام نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ وہ شخص نیند کی وجہ سے معذور ہے، جب عام آدمی اپنی نیند کی وجہ سے معذور سمجھا جاتا ہے اور اس پر معذوروں والے احکام نافذ ہوتے ہیں تو کیا حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی وجہ سے معذور نہ ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف نیند میں نہیں تھے، بلکہ آپ پر نزول وحی کا سلسلہ تھا، تو کیا اس دوہری مجبوری کی وجہ سے حضرت علیؓ پر مجبوروں اور معذوروں والے احکام نافذ نہ ہوئے؟ لیکن علامہ صاحب ان سب مجبوریوں کے باوجود کہتے ہیں کہ: ''حضرت علیؓ نے ترکِ فریضہ کا ارتکاب کیا'' اہل علم خود انصاف فرمائیں کہ ایک آدمی معذور اور مجبور ہے، اور وہ ایسے حالات میں ''رخصت'' پر عمل کرتا ہے، تو کیا ایسے شخص کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ اس نے حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی کی ہے، کہاں تک درست ہے؟ بہرحال حضرت علیؓ نے ایسے حالات میں جو کچھ کیا، حکمِ شرعی کے مطابق کیا، نعوذ باللہ! خدا کے کسی حکم کو توڑا

نہیں ہے، یہ سب کچھ علامہ صاحب کے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔

شیعہ والا ذہن: شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان حد سے بڑھانے کے لیے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے اور وہاں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ میں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ لمبا کر دیا، جب تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ اُترے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا نہیں۔ شیعہ لوگوں نے اس روایت سے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ: ''دیکھو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان نماز سے زیادہ ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وجہ سے نماز مؤقوف کر دی، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مقام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اُونچا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اُوپر تھے۔ معاذ اللہ! استغفر اللہ! یہ ہے کہ شیعہ کا ذہن اور شیعہ کا طرز استدلال ادھر علامہ صاحب کے طرز استدلال کو دیکھو! دونوں ان واقعات سے کیسے کیسے عجیب وغریب نتائج برآمد کر رہے ہیں۔

بچے کے رونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تخفیف کر دی: صحاح ستہ کی ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں یہ خیال کر کے نماز شروع کرتا ہوں کہ قرأت کو لمبا کروں گا اور لمبی نماز پڑھاؤں گا لیکن دوران نماز کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو بچے کے رونے کی وجہ سے میں اپنا ارادہ ترک کر دیتا ہوں اور نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ شاید بچے کی ماں بھی میرے پیچھے نماز باجماعت میں شامل ہو، اور وہ اپنے بچے کی آواز پہچان لے اور اس کا ذہن بچے کی طرف چلا جائے، مبادا اس عورت کی نماز میں خلل واقع ہو جائے، لہٰذا اس بچے اور اس کی ماں کی خاطر میں اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔''

اب یہ دونوں (علامہ صاحب اور شیعہ لوگ) کیا اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ ایک بچہ کی شان نماز سے بھی بڑھ گئی؟ ماں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی بڑھ گئی، اور مقتدیوں (صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن) سے بھی بڑھ گئی، نہیں، نہیں! بلکہ قطعاً نہیں! ان واقعات سے اس قسم کے نتائج اخذ کرنا غلط ہے، بلکہ نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے پیار تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شفقت فرماتے تھے، حتیٰ کہ نماز میں بھی ان کی رعایت فرماتے تھے۔

علامہ صاحب کی دلیل سے عقیدۂ علم غیب کی تردید: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھنے کی کیوں ضرورت پیش آئی کہ اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تو نے عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ کیونکہ علامہ صاحب کے عقیدہ کے مطابق ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں''۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے علی رضی اللہ عنہ! تو نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، لہٰذا اب وقت میں پڑھ لے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب کچھ بتا دیتے۔

خلاصہ جوابات: علامہ صاحب نے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب میں فرائض خداوندی ترک کر دیتے تھے، الحمد للہ! ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس بہتان سے پاک وصاف ہے، وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب واحترام بھی حکم خداوندی کی وجہ سے کرتے تھے، اور ہر موقع ومحل کی عبادت بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، خود اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب واحترام سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا شوق بڑھتا ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور کرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اے اللہ! ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام اور

اتباع وتابعداری کے طفیل اپنی اطاعت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

﴿۱۹﴾ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ... الخ ❸ یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی اور مال غنیمت بہت آیا جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسودہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے زور حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی اور اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور حنین میں ہوا۔ آگے چل کر بیشمار غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے جس کو تم حاصل کرو گے۔

﴿۲۰﴾ وعدہ خداوندی : بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرما چکا ہے جس کو تم حاصل کرو گے۔

وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ : حسن تدبیر باری تعالیٰ۔ ❶ تم پر حملہ کو روکا اور لوگوں کو تم پر تمہاری عدم موجودگی میں ہاتھ نہیں اٹھانے دیا یعنی عام لڑائی نہ ہونے دی اور حدیبیہ یا خیبر میں کفار کے ہاتھوں سے تمہیں کچھ ضرر نہ پہنچنے دیا اور تمہارے اہل و عیال پر بھی دست درازی نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے سوچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے عقلمند ہیں کوئی انتظام کر گئے ہوں گے اور ان لوگوں سے مراد بنی اسد اور بنی غطفان کے حلفاء تھے وہ خیبر والوں کی مدد کے لئے آئے تھے لیکن مرعوب ہو کر واپس ہو گئے یا ہاتھ روکنے سے مراد کفار مکہ کے ہاتھوں کو روکنا ہے کہ وہاں صلح ہو گی اور تم سب سلامت واپس آئے۔

وَلِتَكُونَ... الخ حکمت صلح حدیبیہ۔ ❶ تا کہ یہ واقعہ ایمان کے لئے دوسروں وعدوں کے سچے ہونے کا ایک نمونہ بن جائے۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا... الخ ❷ ہدایت تو ان حضرات کو پہلے سے حاصل تھی مگر یہاں مراد اللہ پر بھروسہ اور نخوت ایمانی کی زیادتی ہے۔

﴿۲۱﴾ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا ... الخ مستقبل کیلئے اطلاع خداوندی : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اور بہت سی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جس پر ابھی ان کو قدرت نہیں۔ ان فتوحات میں سے پہلے مکہ مکرمہ کی فتح ہے اس لئے بعض حضرات نے اس سے فتح مکہ مراد لیا ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حنین مگر الفاظ عام ہیں قیامت تک ہونے والی تمام فتوحات اس میں شامل ہیں۔

(مظہری۔ص۔۳۲۔ج۔۹)

﴿۲۲﴾ کفار کی مغلوبیت : اگر تم سے یہ صلح نہ ہوتی تو کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور نہ کسی کو اپنا مددگار پاتے کہ ان کو اس وقت سے بچا دے۔ ﴿۲۳﴾ دستور خداوندی : جو پہلے سے چلا آ رہا ہے کہ اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب رہے ہیں اور اگر کبھی اس کے مخالف معاملہ ہو جائے تو وہ اس غلبہ کے منافی نہیں ہے۔ وَلَن تَجِدَ ... الخ اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے رد و بدل نہ پائیں گے جو اللہ کرنا چاہے اور وہ نہ کرنے دے ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ ہر کام دستور خداوندی کے موافق ہوتا ہے۔

﴿۲۴﴾ حسن تدبیر باری تعالیٰ۔ ❷ کہ اس نے ان کے ہاتھ تمہارے قتل سے اور تمہارے ہاتھ ان کے قتل سے حدیبیہ میں روک دیئے۔ "بِبَطْنِ مَكَّةَ" اس لفظ کے اصلی معنی عین مکہ کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد مقام حدیبیہ ہے اس کو مکہ مکرمہ سے بہت متصل ہونے کی بناء پر بطن مکہ سے تعبیر کر دیا، اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جو حنفیہ نے اختیار کی ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے۔ من بعد... الخ بعد اس کے کہ تم کو ان پر غلبہ دے دیا تھا چونکہ صلح ہونے سے پہلے مشرکین کی طرف سے ایک خفیہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو گرفتار کر لیا تھا آپ نے ان کو رہا کر دیا تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو قتال کا سلسلہ شروع ہو جاتا، عدم قتال کی جو آگے حکمتیں مذکور ہیں وہ سب فوت ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ان سب کے حالات کو جانتا اور دیکھتا ہے اس لے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیبیہ میں قتال نہیں ہونے دیا۔

﴿۲۵﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ مشرکین کے خباثت : "اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ" اس سے معلوم ہوا کہ جس کو احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے دخول مکہ سے روک دیا گیا ہو اس پر بالاتفاق یہ لازم ہے کہ قربانی کر کے احرام سے حلالی ہو لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ قربانی اسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں وہ روک دیا گیا ہے یا دوسری قربانیوں کی طرح اس کیلئے بھی حدود حرم کے اندر ہونا شرط ہے۔حنفیہ کے نزدیک اس کیلئے بھی حدود حرم شرط ہے۔اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب حنفیہ کے قول کے مطابق حدیبیہ کے بعض حصے حرم میں داخل ہیں تو پھر حرم سے روکنا کیسے ثابت ہوا؟

تو اس کا جواب : یہ ہے کہ اگر چہ اس قربانی کا حدود حرم میں کسی بھی جگہ کر دینا شرعا کافی ہے مگر اس خاص جگہ یعنی جو منیٰ کے اندر منحر کے نام سے موسوم ہے اس میں ہونا افضل ہے۔کفار مکہ نے اس وقت مسلمانوں کو اس افضل مقام تک قربانی کا جانور لیجانے سے روک دیا تھا۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ... الخ حکمت صلح حدیبیہ۔ ❸ مکہ میں کچھ مرد کچھ عورتیں در پردہ ایمان لائے ہوئے تھے جن کی تم کو خبر نہ تھی اگر جنگ ہوتی تو تمہارے ہاتھ سے وہ پامال ہو جاتے جس سے تم پر عیب والزام ہوتا اگر وہ وہاں نہ ہوتے تو تم کو لڑنے کا حکم دیا جاتا۔

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ ... الخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غلطی اور عیب سے بچانے کا قدرتی انتظام : پھر ان (کفار) کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا تو تمہیں لڑنے سے نہ روکا جاتا۔علامہ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بغیر علم کے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے وہ گنہگار تو نہیں مگر ایک عیب اور عار اور ندامت وافسوس کا سبب ضرور ہے،اور قتل خطاء پر دیت وغیرہ دینے کے بھی احکام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس سے بھی حفاظت فرمائی۔اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حق تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اگر چہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں مگر عموماً ان کو خطاؤں اور عیبوں سے بچانے کا قدرتی انتظام ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں صحابہ معصوم تو نہیں البتہ محفوظ ہیں۔

لِيُدْخِلَ : نتیجہ صلح حدیبیہ : اور خواب کی تصدیق اسی سال پوری ہو جاتی اور مکہ فتح ہو جاتا مگر فتح کو اسلئے مؤخر کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔لَوْ تَزَيَّلُوْا ... الخ نتیجہ کفار : اگر یہ لوگ وہاں نہ رہتے جن پر اللہ کی رحمت تھی جن کے سبب یہ بچ گئے تو ہم کفار کو سخت سزا دیتے۔

﴿۲۶﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ ... الخ اہل مکہ کی نادانی کی ضد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول : مشرکین کی یہ ضد تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں اور جو مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں انہیں واپس بھیج دیا جائے آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں تو صرف تین دن قیام کریں اس سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں۔اور ہتھیار کھلے لانے کی بھی اجازت نہیں،اور صلح نامہ میں۔"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے بجائے "باسمك اللهم" اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی بجائے،محمد بن عبد اللہ،لکھا جائے یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائیں۔اس سے مسلمانوں میں جوش فطری طور پر آیا۔اللہ نے فرمایا۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ : نتیجہ مؤمنین : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان نازل کیا کفار کے اس تعصب سے اہل ایمان کے دلوں میں خوف پیدا نہ ہوا۔بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ پھر کس لئے ہم دین میں ان سے دبیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے ضائع نہ کرے گا اور یہی جواب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ... الخ فضیلت اصحاب رسول : کلمہ تقی سے مراد اہل تقویٰ کا کلمہ ہے یعنی کلمہ توحید و

رسالت، اس کو کلمہ تقویٰ اس لئے کہا گیا یہ کلمہ ہی تقویٰ کی بنیاد ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کلمہ کا احق اور اہل فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی رسوائی واضح کر دی جو ان حضرات پر کفر و نفاق کا الزام لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ان کو کلمہ اسلام کا اہل اور حق فرمایا اور یہ بدبخت ان پر تبرا کریں۔ (معارف القرآن۔ص۔۸۷۔ج۔۸)

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ

البتہ تحقیق سچا کر دکھایا اللہ نے اپنے رسول کو خواب حق کیساتھ البتہ ضرور داخل ہوگے تم مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن سے مونڈنے والے ہوگے تم اپنے سروں کو اور

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

کچھ کترانے والے ہوگے اپنے بالوں کو تم پر کچھ خوف نہیں ہوگا پس اللہ نے جانا جو تم نہیں جانتے پس ٹھہرائی اللہ نے اسکے ورے ایک قریب

فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ ۭ

فتح ﴿۲۷﴾ وہ وہی ذات ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچے دین کیساتھ تا کہ اسکو ظاہر کر دے تمام ادیان پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دینے والا ﴿۲۸﴾

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ شدید ہیں کفر کرنے والوں پر اور رحم دل ہیں اپنے درمیان تم دیکھو گے ان کو رکوع کرنیوالے تلاش کرتے ہیں فضل

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ

اللہ کا اور اسکی خوشنودی انکی نشانی انکے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے یہ مثال ہے انکی تورات میں اور یہی مثال ہے انکی انجیل میں جیسا کہ کھیتی اپنا پٹھا نکالتی ہے

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ

پھر اسکو مضبوط کرتی ہے پھر وہ موٹا ہو جاتا ہے پھر وہ کھڑا ہو جاتا ہے اپنی نال پر تعجب دلاتا ہے کھیتی کرنے والے کو تا کہ غصے میں ڈالے انکی وجہ سے

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ

کفر کرنیوالوں کو وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کئے انہیں سے

مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۴/۱۲

بخشش کا اور اجر عظیم کا ﴿۲۹﴾

﴿۲۷﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ۔۔۔الخ ربط آیات: اوپر بھی صلح حدیبیہ کا ذکر تھا اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ تصدیق خواب نبوی، کیفیت امن وقت دخول، کیفیت امن وقت خروج، حسن تدبیر باری تعالیٰ، اثبات رسالت و بشارت دین، تشریح رسول، اوصاف و کمالات اصحاب رسول۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔ چار حالتیں۔ ماخذ آیات۔۲۷ تا ۲۹

تصدیق خواب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار سے صلح ہوگئی، مسلمان واپس چلے آئے تو منافقوں کو خواب کی تکذیب کرنے کا موقع ہاتھ میں آ گیا کہ دیکھو جی کہتے تھے خواب آیا ہے کہ ہم مکہ میں امن سے جائیں گے اور عمرہ ادا کریں گے۔ حالانکہ مکہ میں داخل ہی نہیں

ہوئے اللہ نے ان آیات میں ان کا جواب ذکر فرمایا ہے۔ (خازن ومدارک۔ص۔۱۶۱۔ج۔۴)

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے خواب کو سچ کر دیا یعنی آپ عمرہ کریں گے۔ (قرآن کریم میں یقینی چیز کو جو آئندہ آنے والی ہو اس کو لفظ ماضی سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ یہاں کیا ہے۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے خواب کو سچا کیا اس کے اگلے سال آنحضرت ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کا لشکر آپ کے ساتھ تھا مکہ کے کفار چھپ گئے۔

اٰمِنِيْنَ : کیفیت امن وقت دخول : آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اطمینان سے عمرہ کیا کسی نے سر منڈوایا اور کسی نے بال کتروائے۔ لَا تَخَافُوْنَ ... الخ کیفیت امن وقت خروج : کسی کو کوئی خوف وخطرہ نہ تھا۔ "اِنْ شَآءَ اللّٰهُ" کی قید یہاں تحقیق وتاکید کے لئے ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۲۲۴۔ج۔۷۔)

فَجَعَلَ ... الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ : یعنی اگر اسی سال عمرہ ہوتا تو قتل وقتال ضرور ہوتا اور صلح نہ ہوتی تو اس میں بہت ساری حکمتیں فوت ہو جاتی ان میں سے ایک یہ تھی کہ خیبر کے غنائم ہاتھ نہ آتے۔

﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى ... الخ اثبات رسالت وبشارت دین : شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اصول وفروع اور عقائد واحکام کے اعتبار سے یہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس دین کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کی اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جب ہر طرف دین برحق کی حکومت ہوگی باقی حجت ودلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے، اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کی حقانیت اور آپ کی رسالت کا گواہ ہے اور وہی اپنے فعل سے اس کو حق ثابت کرنے والا ہے۔

﴿۲۹﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ... الخ تشریح رسول : اس میں آپ ﷺ کی اور اہل ایمان کے لئے تسلی اور ان کے اوصاف وکمالات کا ذکر ہے کیونکہ جب حدیبیہ کے مقام میں صلح نامہ تیار کیا گیا اس میں "بسم اللہ" کے بعد "محمد رسول اللہ" تھا کفار نے کہا ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں جانتے، اس کو مٹا دو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا پھر آپ نے خود مٹا دیا کیونکہ صلح کرنی مقصود تھی جنگ مقصود نہ تھی اس کے مٹانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" جو قیامت تک کبھی نہ مٹے گا محمد تو اللہ کے رسول ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ : اوصاف وکمالات اصحاب رسول ﷺ : آپ کے ساتھ مقدس لوگوں کی جماعت ہے وہ خدا کے دشمنوں پر سخت ہیں ان سے نہیں دبتے "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (ازالۃ الخفاء۔۲۔۴۲۔ج۔۱)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صفات بیان ہو رہے ہیں۔

پہلی صفت : اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ : میں صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اَشِدَّآءُ" اور "رُحَمَآءُ" سے مقصود بغض فی اللہ اور حب فی اللہ ہے کبھی حسب حکم مومن کے ساتھ غصہ اور کافر کے ساتھ ترحم اس کے منافی نہیں۔ (بیان القرآن۔ص۔۳۹۔ج۔۱۱)

دوسری صفت : تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا : میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبادت اور اعمال کا بیان ہے جو بکثرت نمازوں میں مشغول رہے۔ تیسری صفت : يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا : میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص کمال عرفان اور نیات کا بیان ہے کہ وہ

عبادت محض اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرتے تھے کسی اجر و معاوضے کے طلب گار نہ تھے۔

چوتھی صفت : سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ : میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے اندرونی ایمان کا رنگ چہروں پر نمایاں ہے، مناجات اور دعا عبادت کے انوار باطن سے نکل کر ظاہر میں آشکار ہوں گے۔

پانچویں صفت : ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ : یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور اوصاف توریت اور انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ چھٹی صفت : كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ ... الخ : امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تدریجی ترقی کو بیان فرمایا ہے اور اسکی ترقی کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے۔ کھیتی کی ترقی کی چار حالتیں ہوتی ہیں اسی طرح اسلام کی ترقی کی چار حالتیں ہیں۔

پہلی حالت : "أَخْرَجَ شَطْأَهُ" کا ہے یعنی دانہ سے نکلنے کی حالت ہے، یہ حالت آغاز وجود کی ہے جو نہایت کمزور حالت ہے۔ یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی بعثت کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا، یہ اتنی کمزور حالت تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اسلام ظاہر کرنے پر قادر نہ تھے "كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ" سے اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت قبل از ہجرت کمزور تھی۔

دوسری حالت : "فَآزَرَهُ" یعنی دوسری حالت اس کھیتی کا مضبوط ہو جاتا ہے جس سے یہ امید ہو جائے کہ یہ کھیتی اب ضائع نہ ہوگی یہ حالت ہجرت کے بعد پیدا ہوئی سلسلہ جہاد شروع ہوا، بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا، اور تمام حجاز آپ کے زیر اطاعت آ گیا، اور جزیرۃ العرب میں اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ "فَآزَرَهُ" کا درجہ ہوا اس حالت کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرما گئے۔

تیسری حالت : "فَاسْتَغْلَظَ" یعنی تیسری حالت درخت موٹا ہو جاتا ہے یہ حالت شیخین کے زمانہ میں حاصل ہوئی کہ دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتیں قیصر و کسریٰ مسلمانوں کے قبضہ میں آئی، اور کفر کی شوکت زیر و زبر ہوگئی، اور اسلام کو کفر پر برتری اور بالادستی حاصل ہوئی۔

چوتھی حالت : "فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ" کا ہے درخت اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا یہ انتہائی کمال کی حالت ہے، یہ حالت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حاصل ہوئی قیصر و کسریٰ کے ماتحت بڑی بڑی ریاستیں سب فتح ہوگئیں روئے زمین پر اسلام کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہو گیا روئے زمین کی کسی حکومت کو اسلامی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی طاقت نہ رہی، اور مشرق و مغرب کا خراج مدینہ منورہ کے خزانے میں پہنچ گیا ملک کے تمام مقامات کا فیصلہ شرعی قانون سے ہونے لگا اب اسلام کو "فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ" کا درجہ حاصل ہوا۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ : حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "زَرْعٍ" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "أَخْرَجَ شَطْأَهُ" سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "فَآزَرَهُ" سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ "فَاسْتَغْلَظَ" سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور "فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ" سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مظہری۔ص۔ ۳۷۔ ج۔ ۹۔ و بغوی۔ص۔ ۱۸۶۔ ج۔ ۴۔ و مستند موضح قرآن۔ص۔ ۶۶۸)

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی شہادت انجیل سے

متی کی انجیل کے باب۔ ۱۳۔ کے درس۔ ۳۱۔ و۔ ۳۲۔ میں لکھا ہے کہ (آسمان کی بادشاہت رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے پر جب اگتا ہے سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور

ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں) اس پیشینگوئی کو اس آیت سے ملانا چاہئے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اکہ پیغمبر کے یاروں کی مثال انجیل میں اس طرح لکھی ہے جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اول اس میں پتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا درخت ہوتا ہے، اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے، پس اس آیت کے مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے، اور اس سے بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے، اور در حقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لئے کہ وہ اولا تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے اور ایک بڑا لشکران کا ہو گیا جس کی جماعت اور لشکر کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے اور ان کی قوت کو دیکھ دیکھ کر جلتے مرتے تھے پس جو کوئی ان کی بزرگی کا قائل اور فضیلت کا معتقد نہ ہو در حقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماویہ کا منکر ہے۔

خلاصہ کلام : "اَخْرَجَ شَطْأَهٗ" میں قبل از ہجرت کے دور کی طرف اشارہ ہے "فَاٰزَرَهٗ" میں مدنی دور کی طرف اشارہ ہے۔ "فَاسْتَغْلَظَ" میں خلافت شیخین کی طرف اشارہ ہے اور "فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ" میں خلافت عثمانیہ کی طرف اشارہ ہے يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ : کی تفسیر میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عجب نہیں اس سے کارکنان قضا قدر مراد ہوں کیونکہ اسلام کی کھیتی کے کاشتکار ملائکہ مدبرات ہیں اور لفظ "يُعْجِبُ" حق تعالیٰ کی خوشنودی پر دلالت کرتا ہے۔

ساتویں صفت : "لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" بیان فرمائی کہ کافر اسلام کی اس کھیتی کو دیکھ کر غیظ و غضب میں آجائیں گے یہ نہیں فرمایا "لیغیظ بھم الاعداء" کہ ان کے دشمن یہ دیکھ کر جلیں گے تا کہ یہ چیز اس عنوان سے واضح ہو جائے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جلن اور غیظ و غضب رکھنے والے کفر کے مرتکب اور کافر ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن کو پسند کرے ان کی مدح کرے یہ لوگ ان پر جرح و طعن کریں اور ان سے جلیں تو ظاہر ہے یہ اس سے بڑھ کر اور کون سا درجہ کفر کا ہوگا اور ایسا طرز یقیناً اس پر دلالت کرے گا ایسے لوگوں کو دراصل خدا ہی سے دشمنی اور ضد ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے روافض کی تکفیر پر استدلال کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول اور فتویٰ کی تائید بہت سے اکابر، فقہاء اور ائمہ سے منقول ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۳۹۲۔ض۔۲۶۔ابن کثیر۔ص۔۳۳۰۔ج۔۷۔)

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں اس آیت کے تحت جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جلتے ہیں وہ کافر ہیں۔

(تفسیر حقانی۔ص۔۱۴۱۔طبع دیوبند)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی التفسیر المنیر میں لکھتے ہیں۔ :"وقد استدل الامام مالك رحمه الله بهذه الآية (والذين معه) على تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله عنهم قال: لانهم يغيظهم، ومن غاظ الصحابه رضي الله عنهم فهو كافر لهذه الآية. قال ابن كثير : ووافقه طائفة من العلماء رضي الله عنهم على ذلك"۔ (التفسیر المنیر۔ص۔۲۱۰۔ج۔۲۶)

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کی موشگافیوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب قابل تعظیم اور لائق ادب ہیں۔ (مستند موضح قرآن۔ص۔۶۶۸)

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام

آخر آیت میں ارشاد فرمایا: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۲۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور وہ ایسے اہل ایمان ہیں جن کے اعمال صالح ہیں، سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی اجر عظیم سے مراد ایسا ثواب ہے جو کبھی منقطع اور ختم نہیں ہوگا اور وہ جنت ہے۔

یہاں اہل علم کے لیے یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ آیت میں منھم میں جو من ہے تبعیضہ نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض مراد ہوں اور بعض نہیں بلکہ بیانیہ ہے بیان جنس کے لیے ہے جیسے آیت قرآنی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ میں ہے۔اور یہ وعدہ مغفرت وجنت جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری جماعت صحابہ سے ہے۔اور بعض نے یہ فرمایا کہ یہاں من لام کے معنی میں تاکید کے لیے ہے اور معنی یہ ہیں ؔوَعَدَهُمُ اللّٰهُ كُلُّهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے خیاط کا قول : قطعت من الثوب كله قميصاً۔

بہر حال ! من تبعیض کے لیے نہیں ہے اور قرآن کریم ہی سے اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ؔوَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَشِفَآءٌ (سورۃ الاسراء۔ آیت۔ ۸۲)

اس کے معنی ہیں نُنَزِّلُ الْقُرْاٰنَ شِفَاءً یعنی ایسا نہیں کہ قرآن میں سے کچھ آیات شفا ہوں بلکہ پورا قرآن اور قرآن کریم کا ہر ہر حرف شفا ہے، یہ نہیں کہ شفاء بعض آیات کے ساتھ مختص ہے اور بعض کے ساتھ نہیں۔ جبکہ بعض اہل لغت کا یہ بھی کہنا ہے کہ من بیان جنس کے لیے ہے، یعنی شفاء من جنس القرآن ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدول اور اللہ کی رضا حاصل کیے ہوئے ہیں

صحابہ کی تنقیص کفر اور ان پر تنقید خروج عن اہل السنہ ہے: ابو عروہ الزبیری رضی اللہ عنہ جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک شخص کا تذکرہ ہونے لگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا تھا تو مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی :مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (سورۃ الفتح۔ آیت ۲۹)

ترجمہ : محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں۔ جب وہ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تک پہنچے تو فرمایا کہ : جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی کا بھی بغض ہو وہ اس آیت کا مصداق ہے (ذکرہ الخطیب ابو بکر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : "مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی بات سو فیصد درست اور آیت قرآنی کی بالکل صحیح تاویل ہے۔ جس شخص نے کسی ایک صحابی کی بھی تنقیص کی یا ان پر روایت حدیث میں طعن کیا اس نے اللہ رب العالمین کا کلام رد کیا اور تمام احکام اسلام کا ابطال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں قرآن نازل فرمایا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (سورۃ الفتح۔ آیت۔ ۲۹)

اور ارشاد فرمایا :لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورۃ الفتح۔ آیت۔ ۱۸)

اور بہت سی دیگر آیات جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس مقدس، پاکیزہ، جانباز و جانثار، مخلص و جرأت مند پاک طینت جماعت کی مدح و ثناء، ان کی صداقت و کامیابی کی شہادت و گواہی دی گئی ہے اور کوئی قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن ان کی تنقیص و طعن کرے یہ کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے؟ سورۃ الاحزاب (آیت۔ ۲۳) میں اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت شان کو اس طرح بیان کرتے ہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۔اور مہاجرین صحابہ کی مدح ان الفاظ میں فرمائی لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۸) ج (سورۃ الحشر)

جبکہ آگے انصار مدینہ کی تعریف وعظمت یوں بیان فرمائی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر۔آیت۹) یہ تمام آیات شاہد عدل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں اور اس کی نگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا مقام ہے۔ایک نظر ذرا چند احادیث طیبہ پر ڈالیں تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نظر آتا ہے :خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ۔(رواہ البخاری)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :لاتسبوا أصحابی فلوأن أحدکم أنفق مثل أحد ذھباً لم یدرك مدأحدھم ولا نصفه (سبحان اللہ)۔(رواہ البخاری)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی لازوال کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں کہ :یہ جو ہم نے سبّ کا حکم ذکر کیا ہے جو کسی مسلمان سے صادر ہو،اس سے ایسا کلام مراد ہے جو تنقیص اور استخفاف پر مبنی ہو اور جو عام اہل عقل کی نظر میں سب سمجھا جاتا ہو۔ان کے اعتقادات کے اختلاف کے باوجود مثلاً لعنت اور برا بھلا کہنا۔اسی پر قرآن کریم کا ارشاد وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ (الآیۃ) اسی پر دلالت کرتی ہے۔(الصارم المسلول،صفحہ۔۵۶۶)

یعنی اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ میں سے کسی صحابی کے ایک مد اور اس کے نصف کے برابر بھی نہ پہنچے گا۔مسند بزاز میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :ان اللہ اختار اصحابی علی العلمین سوی النبیین والمرسلین واختارلی من اصحابی اربعة، یعنی ابابکر و عمر و عثمان و علیا، فجعلھم فی اصحابی مقال فی اصحابی :کلھم خیر ۔

حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا :إن اللہ عزوجل اختارنی واختار لی أصحابی فجعل لی منھم وزراء وأختاناًو أصھاراً فمن سبھم فعلیه لعنة اللہ والملائکة و الناس اجمعین ولا یقبل اللہ منه یوم القیامة صرفاً ولا عدلاً ۔

غرض اس مضمون کی احادیث بکثرت وارد ہیں۔لہٰذا حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا، ان کی تنقیص وتنقید کرنا دنیا وآخرت میں سب سے عظیم خسارہ اور اللہ ورسول اور ملائکہ وانس وجن کی لعنت و پھٹکار کا سبب ہے۔اللھم احفظنا منہ۔

جو شخص کسی صحابی کی طرف کذب کی نسبت کرے تو ایسا شخص خارج عن الشریعۃ ہے،قرآن کو باطل قرار دینے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والا ہے۔لہٰذا جس نے کسی صحابی کو جھٹلایا اس نے انہیں سب کیا کیونکہ اللہ کے ساتھ کفر کے بعد کذب سے بڑا گناہ اور عیب ودار کوئی نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب کریں۔لہٰذا کسی چھوٹے سے چھوٹے (اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی چھوٹا نہیں سب عظیم ہیں۔لیکن یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے باہمی درجات کے اعتبار سے ہے) صحابی کی تکذیب کرنے والا اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت میں داخل ہے۔

غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عدول ہیں،اولیاء اللہ، اصفیاء اللہ ہیں،انبیاء ورسل کے بعد اس کی مخلوق میں سب سے بہترین ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے،ائمہ مجتہدین،اولیاء عظام ومشائخ کرام سب کا یہی مسلک ہے۔

لہٰذا ایک شرذمہ قلیلہ اور چند کج فکروں کا ایک گروہ جس کی کوئی علمی حیثیت ہے نہ عملی کا یہ کہنا کہ صحابہؓ بھی دیگر انسانوں کی طرح

ہیں ان کی عدالت کی تحقیق و تفتیش ضروری ہے۔ محض باطل اور لایعباء بہ ہے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت کی گواہی قرآن و حدیث نے دے دی تو کسی اور کی کیا حیثیت ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حال کی تحقیق کا تصور بھی کرے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ شروع میں تو صحابہ رضی اللہ عنہم عدول تھے لیکن بعد میں ان کے احوال میں تغیر واقع ہوگیا، ان میں باہمی جنگیں ہوئیں، خونریزی ہوئی، لہٰذا اب ان کے حال کی تحقیق ضروری ہے۔ لیکن یہ قول بھی اپنے قائل کی طرح مردود ہے کیونکہ کبار اور اجل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے متعدد کے درمیان باہمی اختلاف و مناقشت اور وہ معاملات جاری ہوئے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا۔ مثلاً: حضرت علی رضی اللہ عنہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما۔ لیکن ان سب کے لیے یعنی فریقین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات، جنت اور رضا کا اعلان ہے اور یہ عشرۂ مبشرہ میں بھی داخل ہیں جن کے لیے زبان نبوت سے جنتی ہونے کی بشارت ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو باہمی اختلافات، مشاجرات پیش آئے ان کی وجہ سے کسی صحابہ کی نہ عدالت مجروح ہوئی، نہ ہی ان کی فضیلت اور زبان نبوت سے جس کے بارے میں جو فضیلت و منقبت منقول ہے اس سے کسی کا درجہ کم نہیں ہوا۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام باہمی اختلافات اجتہاد پر مبنی تھے اور ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری آیت "فازرہ" کے تحت فرماتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے شجر اسلام کو مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں اور مجاہدات کے ذریعہ عطا فرمائی، جنہوں نے اپنے خون سے دین حق کی کھیتی کو سیراب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے زمانہ میں اور انہی لازوال قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے شجر اسلام کو اپنے تنا پر کھڑا کر دیا اور یہ دین اسلام سارے عالم اور ادیان پر غالب ہوگیا اور غیروں کی حمایت سے اس طرح بے نیاز ہوگیا کہ خود شجر اسلام کا بیج بونے والے اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہے اور کفار غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے یہ واضح اعلان فرما دیا کہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورة المائدہ۔ ایت۔ ۳)

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لا يجتمع امتي على الضلالة اور فرمایا: لايزال طائفة أمتي قائمة بأمر الله لايضرهم من خذلهم و من خالفهم۔ اور اسی خصوصیت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضل و کمال کے ان درجات تک پہنچے کہ نہ ان سے پہلے کوئی امتی اس مقام تک پہنچا نہ آئندہ ہی کوئی اس مقام تک رسائی حاصل کر سکے گا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زریں ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کو یوں پائیدار کر دیتا ہے کہ: ما من صحابي يموت بارض إلا بعث قائداً ونور ألهم يوم القيامة۔ (رواہ الترمذی عن بریدۃ رضی اللہ عنہ)

نیز عبداللہ بن مغفل المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الله الله في أصحابي لاتتخذوهم غرضًا من بعدي فمن أحبهم فبحبي احبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم و من اذاهم فقد أذاني ومن اذاني فقد أذى الله و من أذى الله فيوشك أن يأخذه۔ (رواہ الترمذی وقال: هذا حديث غريب)

صاحب تفسیر مظہری اس بات کے آخر میں ایک اصولی بات کہہ کر یوں بحث کو اختتام کرتے ہیں کہ: "اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ صحابہ سارے کے سارے عدول ہیں اور سب کے سب بخشش شدہ ہیں"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الصارم المسلول" میں فرمایا ہے کہ: "یہ وہ معاملہ ہے جس کے متعلق ہمیں فقہاء کرام، اہل علم، صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ میں سے کسی کا اختلاف معلوم نہیں اور یہی تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کی تعظیم وتکریم واجب، ان کی مدح وثناء لازم، ان کے لیے دعائے خیر واستغفار ضروری اور ان پر ترحم اور ان سے رضاجوئی کا اظہار فرائض میں سے ہے اور ان کی محبت کا اعتقاد واجب ہے اور ان کے بارے میں بدزبانی کرنے والا سزا کا مستحق ہے اور اس پر یقین رکھنا لازم ہے۔ (بحوالہ احکام القرآن مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

الغرض سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی پوری سورۃ کے شروع اور آخیر کا خلاصہ یہ نکلا کہ سورۃ کے شروع میں فتح مبین اور آخر میں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ بیان فرمایا ہے۔

ختم شد سورۃ الفتح بفضلہٖ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحجرات

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الحجرات ہے جو اس سورۃ کی آیت۔ ۴۔ میں آمدہ لفظ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۴۹۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۰۶۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع اور۔ ۱۸۔ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ : ''حجرات'' ''حجرۃ'' کی جمع ہے اس کا معنی کمرہ یا مکان کے ہیں اس سورۃ میں ان کمروں کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے ارد گرد تعمیر کرائے تھے اور جن میں ازواج مطہرات رہائش پذیر تھیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے حضرات بھی ان مکانات میں رہتے تھے۔

یہ سورۃ ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں سورۃ مجادلہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب کا ذکر تھا اب یہ بتانا ہے کہ اگر ان سے گناہ بھی ہوئے ہیں تو ان گناہوں کی وجہ سے اسلام سے نہیں نکلے، اب آگے انکی دو تین غلطیاں بیان کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوئیں مگر اللہ نے انکو پھر بھی ''آمنوا'' کہا کہ وہ ایمان سے نہیں نکلے۔

موضوع سورۃ : مسلمانوں کا آپس میں تعلقات کا دستور العمل اور اصلاح معاشرت کے احکام۔

خلاصہ سورۃ : فرائض مؤمنین، خاتم الانبیاء کی بے ادبی کی ممانعت اور احترام و اکرام کے نتائج، اثبات رسالت، اصحاب رسول کے فضائل و نتائج، اسباب لڑائی اور اس کے نتائج، تائبین کی توبہ کی قبولیت، مجازات اعمال مؤمنین کے اوصاف و نتائج، ذات پات کا مقصد، اعرابیوں کی کذب بیانی اور اس کے نتائج، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ وغیرہ کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

سُوۡرَةُ الحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ①

اے ایمان والو! نہ آگے بڑھو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۱﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَهۡرِ بَعۡضِکُمۡ

اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنے آوازوں کو نبی کی آواز پر اور نہ بولو جہر سے اسکے سامنے بات کرنے میں جیسا کہ تم جہر کرتے ہو بعض بعض کے سامنے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال

لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ② اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ

ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ﴿۲﴾ بیشک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے پاس یہ

اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ③ اِنَّ الَّذِیۡنَ

وہی لوگ ہیں کہ اللہ نے انکے دلوں کو خالص بنا لیا ہے تقویٰ کیلئے انکے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے ﴿۳﴾ بیشک وہ لوگ جو پکارتے ہیں

يُنَادُونَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

آپکو حجروں کی دیواروں کے پیچھے سے اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے ﴿۴﴾ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل کر آتے تو یہ بہتر ہوتا

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

ان کے لیے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنیوالا اور مہربان ہے ﴿۵﴾ اے ایمان والو! اگر لائے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر پس خوب تحقیق کرلو

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ

اس وجہ سے کہیں تم تکلیف نہ پہنچاؤ کسی قوم کو نادانی کیساتھ پھر ہو جاؤ تم اپنے کئے پر پشیمان ﴿۶﴾ اور جان لو کہ بیشک تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے

اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

اگر وہ مانے گا تمہاری بات بہت سے معاملات میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے محبت ڈالدی ہے تمہارے اندر ایمان کی اور مزین کیا ہے اسکو تمہارے دلوں میں

وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ

نفرت ڈالدی ہے تمہارے اندر کفر نافرمانی اور گناہ کی یہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے ﴿۷﴾ یہ اللہ کا فضل ہے اور اسکی نعمت

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمتوں والا ہے ﴿۸﴾ اگر ایمان والوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں پس صلح کراؤ ان میں دونوں کے درمیان پس اگر ایک بغاوت کرے

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ

انہیں سے دوسرے کے خلاف پس سب اسکے ساتھ لڑو جو بغاوت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف پس اگر وہ لوٹ آئے

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

تو صلح کراؤ انکے درمیان عدل کے ساتھ اور انصاف کرو بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ﴿۹﴾ بیشک ایمان والے

اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع

بھائی بھائی ہیں پس صلح کراؤ اپنے بھائیوں کے درمیان اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع : ❶ آداب و فرائض مؤمنین ۔ ۱۔ اصول کامیابی، وسعت علم باری تعالیٰ، خاتم الانبیاء کے ادب و احترام کا التزام ۔ ۲۔ ادب ۔ ۳۔ خاتم الانبیاء کی بے ادبی کی ممانعت، بے ادبی کا نتیجہ، احترام و اکرام کے نتائج ۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ قلت تہذیب ۔ ۴۔ طریق کامیابی، شفقت خداوندی، فرائض مؤمنین برائے تحقیق، نتیجہ ترک تحقیق، العام خصوصی، تنبیہ مؤمنین، حسن تدبیر باری تعالیٰ و اصحاب رسول کے فضائل، شفقت خداوندی، فرائض التزام اصلاح، ظالموں کے ساتھ کیفیت سلوک، طریق اصلاح، نتیجہ عدل، طریق قیام اخوۃ ۔ ماخذ آیات ۔ ۱ تا ۱۰ +

خاتم الانبیاء کی مجلس کے آداب : حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت ۔ ۱ ۔ تا ۔ ۵ ۔ تک آنحضرت ﷺ کی مجلس کے

آداب بیان فرمائے ہیں۔ ① آپ کی مجلس میں ادب سے خاموش بیٹھو، بات کرنے میں پیش قدمی نہ کرو۔ ② آپ کے سامنے بات کرتے وقت بلند آواز نہ نکالو۔ ③ اور آپ ﷺ کے بلاتے وقت اس طرح مت بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے بلاتے ہو۔ ④ جب آپ گھر تشریف لے جائیں تو باہر سے مت پکارو، جب تک کہ خود تشریف نہ لائیں۔

﴿۱﴾ آداب و فرائض مؤمنین۔ ❶ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اجازت گفتگو نہ ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ... الخ اصول کامیابی : اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ :وسعت علم باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور سب افعال کو جاننے والا ہے۔

﴿۲﴾ ❶ خاتم الانبیاء کے ادب و احترام کے التزام کا بیان۔ ❷ وَلَا تَجْهَرُوْا ... الخ ادب۔ ❸ خاتم الانبیاء کی بے ادبی کی ممانعت۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ ... الخ بے ادبی کا نتیجہ : حضرات صحابہ کرام کی زندگیوں میں پیش آنے والے بہت سے واقعات امت محمدیہ کیلئے عظیم رحمت اور سامان ہدایت ہیں قیامت تک کیلئے ایک ایسا ضابطہ میسر آ گیا ہے اس پر ایمانی زندگی کی تعمیر کی جاسکے۔

شان نزول : حضرات مفسرین بیان کرتے ہیں کہ آیت "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ میں نازل ہوئی۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بلند ہوگئی جب کہ بنو تمیم کا ایک وفد آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ امیر اقرع بن حابس کو بنایا جائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا قعقاع بن معبد کو بنایا جائے اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم نے میرے مخالفت کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا ہے انہوں نے جواب دیا نہیں میں نے تو تمہاری مخالفت کا کوئی قصد نہیں کیا، تو اس وقت ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے کچھ آواز بلند ہوگئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری۔ص۔۷۱۸۔ج۔۲۔کتاب التفسیر)

بعد ازاں ان حضرات کی تو یہ کیفیت ہوگئی کہ بات کرتے وقت ان کی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کو بار بار پوچھنا پڑتا تھا کہ بھائی کیا کہہ رہے ہو۔

﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ... الخ خاتم الانبیاء ﷺ کے احترام و اکرام کے نتائج : بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کا سامنے پست رکھتے ہیں۔ امْتَحَنَ اللّٰهُ ... الخ نتیجہ۔ ❶ "امْتَحَنَ" ماضی کا صیغہ ہے اس کا معنی جانچ کرنا ہے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ "امتحن" کا معنی اخلاص کرتے ہیں یعنی جس طرح سونے کو پگھلا کر خالص کر دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کو تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ آگے اخروی نتائج کا ذکر فرمایا ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ :نتیجہ۔ ❷ وَاَجْرٌ عَظِيْمٌ :نتیجہ۔ ❸

مواعظ ونصائح

اپنی غلطی کو تسلیم کریں اور تکبر نہ کریں، آپ نے کسی سے کوئی وعدہ خلافی کی ہو یا کوئی نامناسب مذاق کیا ہو، یا کوئی سخت بات کہہ دی ہو تو قبل اس کے کہ اس کی وجہ سے ایک بڑی آگ بھڑک اٹھے آپ کو چاہیے کہ اس کے شعلوں کو بجھانے میں جلدی کریں، صرف اتنا کہہ کر کہ "مجھے افسوس ہے۔" "مجھ پر آپ کا حق ہے۔" "یہ بات آپ کو بری لگی، میں اپنے الفاظ واپس لیتا

ہوں۔'' کتنا اچھا ہوا کہ آپ انکساری سے کام لیں اور جن صاحب سے بدمزگی ہوئی ہے ان سے یہ کلمات کہہ کر تعلقات درست کر لیں۔اس سلسلہ میں عہد رسالت کے دو واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوذر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا واقعہ: حضرت ابوذرؓ اور حضرت بلالؓ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ دونوں حضرات صحابی تھے لیکن بشر تھے۔حضرت ابوذرؓ نے طیش میں آ کر حضرت بلالؓ کو کہہ دیا: ''او کالی کے بیٹے!'' حضرت بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ان کی شکایت کی۔ نبی ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو بلا کر پوچھا: کیا تم نے بلال کو کالی کے بیٹے کہا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم میں ابھی تک جاہلیت موجود ہے۔یہ سن کر حضرت ابوذرؓ کی حالت بدل گئی اور کہنے لگے: ''کیا مجھ میں کبر و غرور ہے یا رسول اللہ؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔اور پھر آپ نے ان کو اپنے سے کم نظر آنے والے لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا صحیح طریقہ سمجھایا۔

آپ نے فرمایا: ''دیکھو یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنایا ہے لہٰذا اگر تمہارا کوئی بھائی تمہارے ماتحت ہو تو اس کو وہی کھلانا چاہیے جو خود کھاتے ہو، اور وہی پہنانا چاہیے جو خود پہنتے ہو، اور اس سے اتنا بھاری کام نہ لو جس کے بوجھ سے وہ دب جائے، اور اگر کوئی بھاری کام لینا ہی پڑے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹاؤ۔'' اب دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے آپ کی یہ نصیحت سن کر کیا کیا۔وہ فوراً حضرت بلالؓ سے جا کر ملے۔ان سے معذرت کی اور ان کی آگے زمین پر بیٹھ گئے۔پھر وہ زمین کی طرح جھکتے گئے حتیٰ کہ اپنا رخسار زمین کی مٹی سے لگا دیا اور حضرت بلالؓ سے کہنے لگے: ''اے بلال! میرے رخسار کو اپنے پاؤں سے روندو۔'' (صحیح مسلم)

تو دیکھئے یہ تھا صحابہ کرامؓ کا طرز عمل باہمی عداوت کی آگ کو بھڑکنے سے پہلے اس کو بجھانے کے سلسلہ میں۔اور وہ بھڑک بھی جاتی تو وہ اس کو زیادہ مدت تک بھڑکنے نہیں دیتے تھے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ: اسی طرح ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے مابین کچھ تکرار ہو گئی۔اس تکرار میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ پر بہت غصہ ہوئے۔حضرت عمرؓ بھی ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ دیکھا کہ آپ نادم ہوئے اور آپ کو اندیشہ ہوا کہ معاملہ کہیں بڑھ نہ جائے۔لہٰذا آپ حضرت عمر کے پیچھے چل پڑے اور فرماتے جاتے تھے: ''اے عمر! مجھے معاف کر دو۔اے عمر! مجھے معاف کر دو۔''

لیکن حضرت عمرؓ سنی ان سنی کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔حضرت ابوبکرؓ بھی عذر کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اپنے گھر پہنچ گئے، گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ باہر رہ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ سے ملنے چل پڑے۔حضور ﷺ نے جب ان کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کی حالت بدلی ہوئی نظر آئی۔آپ نے فرمایا: ''ہمارے دوست تو آج کچھ پریشان نظر آتے ہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ آپ کے پاس پہنچ کر خاموشی سے بیٹھ گئے۔لیکن ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اپنے کیے پر نادم ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے راضی ہو، ان کے دل بالکل صاف تھے۔تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ بھی حضور ﷺ کی نشست گاہ پر آ گئے تو سلام کر کے رسول اللہ ﷺ کی ایک جانب بیٹھ گئے۔انہوں نے آپ کو پورا واقعہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کیسے بے رخی برتی اور ان کی معذرت قبول نہیں کی!!۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ بہت ناراض ہوئے۔جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو حضرت عمرؓ پر ناراض ہوتے ہوئے دیکھا تو عرض کرنے لگے: ''یا رسول اللہ! اس میں میرا ہی قصور تھا۔زیادتی میری طرف سے ہوئی تھی۔'' اس طرح وہ حضرت عمرؓ کی مدافعت

کرنے لگے اوران کو بے قصور بتانے لگے۔رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے : ”کیاتم لوگ میری خاطر میرے دوست کونہیں چھوڑو گے؟ کیاتم لوگ میری خاطر میرے دوست کو معاف نہیں کرو گے؟ دیکھو جب میں نے لوگوں سے کہا کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تو تم سب نے مجھے جھٹلایا لیکن صرف ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔“ (صحیح بخاری)

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ایک بات کا خیال رکھیں، وہ یہ کہ آپ اس شخص کی طرح نہ ہوجائیں جولوگوں کی تو اصلاح کرتا ہے لیکن اپنے معاملات خراب رکھتا ہے۔ایسا شخص اس کام میں کولھو کے بیل کی طرح ہوتا ہے جوصرف ایک مقررہ دائرہ میں گھومتا رہتا ہے۔جب آپ کسی کو وعظ ونصیحت کرتے تھے جیسے استاد اپنے طلبہ کے سامنے، یا والد یا والدہ اپنی اولاد کے ساتھ،تو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ اس وقت کڑی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ہر شخص آپ کو بغور دیکھ رہا ہوتا ہے۔لہٰذا جب آپ ایسے مقام پر ہوں تو جہاں تک ہو سکے اصولوں کے پابند رہیں؟ کوئی نامناسب حرکت آپ سے نہ ہونے پائے۔اسی طرح تقسیم اموال میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ میں مناسب حدود کا پابند رہنا چاہیے۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ سنئے :

حضرت عمرؓ اور لباس کی داستان:ایک مرتبہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے لوگوں میں (کہیں سے آئے ہوئے) کپڑے تقسیم کیے۔ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک کپڑا آیا جس کو دیا تو وہ چادر کے طور پر استعمال کرسکتا تھا یا اپنا تہبند بنا سکتا تھا۔پھر آپ جمعہ کا خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔آپ نے خطبہ کے شروع میں فرمایا : ”اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر میرے احکام سننا اور ان کو بجالانا فرض قرار دیا ہے۔“ سامعین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔”نہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا : آخر کیوں؟ وہ شخص کہنے لگا۔”اس لیے کہ آپ جو کپڑے ہم میں تقسیم کیے تھے تو ہر ایک کو ایک ایک دیا تھا۔لیکن آپ خود اس وقت دو نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔یعنی تہبند بھی نیا اور چادر بھی نئی۔دونوں ہمیں نئے نظر آرہے ہیں۔“اس وقت حضرت عمرؓ نے نمازیوں کو دیکھنا شروع کیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں وہ کسی کو تلاش کررہے ہیں۔آخر ان کی نظر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر پڑی تو فرمایا : عبداللہ! ذرا کھڑے ہو۔“ وہ کھڑے ہوگئے۔آپ نے ان سے فرمایا : ”کیا تم نے اپنے حصہ کا کپڑا مجھے نہیں دیا تھا تاکہ میں وہ پہن کر جمعہ کا خطبہ دوں؟“ حضرت عبداللہؓ نے کہا : ”جی ہاں! میں نے دیا تھا۔“ یہ سن کر وہ اعتراض کرنے والا شخص بھی بیٹھ گیا اور کہنے لگا : ”ہاں! اب ہم آپ کی بات سنیں گے اور حکم مانیں گے۔“ اس طرح یہ گتھی حل ہوگئی۔

آنحضرت ﷺ کی قبر اقدس کا احترام اور صدیق اکبر کی تدفین

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں تو فرمایا اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے کہ) تم آوازیں بلند کررہے ہو مسجد رسول اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت ﷺ کا احترام آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام وتوقیر آج بھی ہوگا کیونکہ اپنی قبر مبارک میں حی (زندہ) ہیں اور جس طرح کہ آپ کی دنیوی حیات مبارکہ میں ”لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ“ کی حرمت وممانعت تھی اسی طرح اب بھی ہے اس لئے قبر مبارک کے پاس بلند آواز سے بات کرنا اور سخت لب ولہجہ اختیار کرنا ممنوع ہے۔وقار وسکون اور تعظیم وتکریم ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ص۔۳۳۵۔۷۔طبع بیروت بحوالہ معارف القرآن۔ص۔۴۸۷۔ج۔۷۔م۔ا،کا)

آنحضرت ﷺ کی حیاۃ پر دلیل شفاء السقام میں ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ : جس طرح مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی زندگی میں بلند بولنے سے نیکیاں برباد ہوتی تھیں حضور ﷺ کی وفات کے بعد یہاں بلند بولنے سے نیکیاں ضائع ہوتی ہیں۔ (شفاء السقام۔ص۔۷۲)

نیز: صاحب شمس التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو گئے تو آپ نے فرمایا اے علی تم نے ہی مجھے غسل دینا اور تم ہی کفن پہنانا اس سے فارغ ہو کر میرا جنازہ روضہ اطہر کے دروازے پر لے جانا اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس دفن کرنا۔ ورنہ مسلمان کے قبرستان میں دفن کر دینا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ہدایت کے مطابق ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ روضہ مقدسہ کے دروازے پر رکھ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کا یار غار آپ کے جوار میں دفن ہونے کا امیدوار ہے اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ آواز آئی "اَدۡخِلُوۡهُ اَدۡفِنُوۡهُ کرامةً" ترجمہ: اسے اندر لے آؤ اور دفن کر دو عزت سے پس آپ کو حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس دفن کر دیا گیا۔ (بحوالہ شرح انواع۔ص۔۱۵۱۔ج۔۱)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کے دروازے کے سامنے رکھا گیا اور یہ آواز دی گئی یا رسول اللہ یہ ابو بکر ہیں یہاں تک کہ آپ کے روضہ اطہر کا دروازہ کھل گیا اور آپ کی قبر مبارک سے آواز آئی "اَدۡخِلُوۡا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ (یعنی دفن کر دو)۔ (تفسیر کبیر ص۔۴۳۳۔ج۔۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی آیت تلاوت کی جب ان کے پڑوسی دیوار میں کیل لگا رہے تھے، ان کو پیغام بھیجا کہ تمہارے اس کیل کی آواز سے حضور پاک ﷺ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کیلئے دروازہ بنوانا تھا، بڑھئی سے کہا دروازہ یہاں نہ بنایا جائے مدینہ سے دور جا کر بنانا کیونکہ اس جگہ سے جو اس سے آواز اٹھے گی اس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہو گی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔ تو اس آیت "لا ترفعوا" کے پیش نظر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں حضور ﷺ کو اونچا بولنے کی وجہ سے اسی قبر میں تکلیف ہو گی۔ اور ان روایات سے بھی واضح معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی حیات کے قائل تھے ورنہ وہ قرآنی آیات ان کے بھی سامنے تھیں جن سے فریق مخالف استدلال کرتا ہے کہ وہ صدیق رضی اللہ عنہ کی اس وصیت پر عمل نہ کرتے حالانکہ انہوں نے اس پر عمل کیا ہے اور ان کا عمل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی قبر کی زندگی کے قائل تھے جو آپ کو اسی قبر مبارک میں دنیوی جسم مبارک کے ساتھ حاصل ہے۔

جب کہ انجمن اشاعت التوحید والسنہ کے سرگرم رکن مولوی احمد سعید چترو ڑگڑھی جن کی باقی جماعت مصلحۃً تردید کرتی رہتی ہے لیکن اس جماعت کے امیر سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی پورے دھڑلے سے اس کی پشت پناہی کرتے رہے اور اس نے صاف اعلانیہ طور پر یہ فتویٰ دیا کہ جو شخص سماع صلوۃ وسلام عند القبر النبی الکریم کا قائل ہو وہ بلا شک قطعی کافر ہے میرے پاس قرآن کریم کے ساٹھ آیتیں اور پانچ سو حدیث کا ثبوت ہے۔ (بلفظہ دعوت الانصاف۔ص۔۲۳،۲۲۔تصنیف مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ شجاع آبادی)

نیز۔ مولوی احمد سعید خان چترو ڑگڑھی اپنی تازہ ترین تصنیف قرآن مقدس اور بخاری محدث میں لکھتا ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء کرام علیہم السلام یا خصوصاً حضرت نبی کریم محمد ﷺ ہر وقت ہر پڑھنے والے کا درود وسلام سنتے ہیں (خواہ دور سے یا عند القبر) تو ایسا عقیدہ رکھنے والے نے شرک فی السمع کا ارتکاب کیا ہے اور قرآن حکیم کی نصوص قطعیہ کا انکار کیا ہے۔ (خدا جانے وہ کونسی نصوص قطعیہ ہیں از قاسمی) لہذا ایسا شخص کافر و مشرک ہے۔ (۔ص۔۱۱۸۔ناشر مولانا محمد منظور معاویہ جامع مسجد علی گوجرانوالہ)

اب منصفین ہی خود فیصلہ کریں کہ ایسے شخص کے متعلق کیا کہا جائے جس نے پوری امت مسلمہ کو شرک فی السمع کا مرتکب کہا

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہیں کیا۔

یادرکھیں مولوی احمد سعید چند دن اسی عقیدے کی بنا پر جیل میں محبوس رہا اور اسی عقیدہ فاسدہ کے ساتھ مرا ہے اس کی کم بختی بدنصیبی کے لیے "خس کم جہاں پاک" مصنفہ محمد فضا داشاعتی کا مطالعہ ضروری ہے۔

مدینہ طیّبہ میں حاضری کے آداب

مدینہ منورہ میں حاضری بلاشبہ حج فرض کے بعد واجب ہے فقہاء کرام نے اگرچہ اختصار سے کام لیا ہے مگر امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے واجب ثابت کیا ہے اس کا ذکر آگے آئے گا، لیکن مدینے کی غیر معمولی عظمت وفضیلت، مسجد نبوی میں نماز کا بے پایاں اجر وثواب اور دربار نبوی میں حاضری کا شوق، مومن کو کشاں کشاں مدینہ پہنچا دیتا ہے، اور امت کا ہمیشہ سے یہی دستور بھی رہا ہے، آدمی دور دراز کا سفر کر کے بیت اللہ پہنچے اور دربار نبوی میں درود وسلام کا تحفہ پیش کیے بغیر واپس آئے، یہ زبردست محرومی ہے، ایسی محرومی کہ اس کے تصور ہی سے مومن کا دل دکھنے لگتا ہے۔ یادرکھیں اس در پر جو سائل آیا وہ کبھی محروم نہیں لوٹا۔

مدینہ طیبہ کی عظمت وفضیلت۔ مدینہ طیبہ کی عظمت وفضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہاں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے دس سال گزارے ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ساتھیوں کے ساتھ نمازیں پڑھیں، یہیں پر وہ میدان ہے جہاں حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہوئی، اور اسی پاک زمین میں میدانِ بدر کے وہ شہداء آرام کر رہے ہیں، جن سے نسبت پر امت کو بجا طور پر فخر ہے، یہیں پر وہ سعید روحیں آرام کر رہی ہیں جن کو نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جنت کی بشارت دی، اور اسی سرزمینِ پاک میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے یہ ایک فضیلت ہے جو کسی اور مقام کو حاصل نہیں اور نہ کوئی دوسرا مقام اس کی ہمسری کر سکتا ہے۔

ہجرت سے پہلے اس کا نام یثرب تھا، ہجرت کے بعد یہ مدینہ منورہ اور طیبہ کے نام سے مشہور ہوا اور خدا نے اس کا نام طابہ، طیبہ اور طیّبہ کے معنی ہیں، پاکیزہ اور خوشگوار، اور یہ حقیقت ہے کہ مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین واقعی خوشگوار ہے۔ اور نجاست معنوی یعنی کفر و شرک سے بھی پاک ہے اور نجاست ظاہری سے بھی بری ہے اور وہاں کی در و دیوار اور ہر چیز میں نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبو دار چیز میں پائی نہیں جاتی اس خوشبو کا ادراک وہ صاحب ایمان کرتے ہیں جن کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز ہیں۔ (علم الفقہ ص ۵۶۰ جلد ۵)

ہجرت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینے میں سخت بیمار ہوگئے: اس لیے یہاں کی آب و ہوا انتہائی خراب تھی اور اکثر وبائی بیماریوں کے حملے ہوتے رہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "پروردگار ا ہمارے دلوں میں مدینے کی محبت پیدا فرما دے، جس طرح ہمارے دلوں میں مکے کی محبت ہے، یہاں کے بخار کو جحفہ کی جانب نکال دے اور یہاں کی آب و ہوا کو خوشگوار بنا دے"۔ (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے غیر معمولی محبت تھی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو دور سے جونہی مدینے کی عمارتیں نظر آنے لگتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرط شوق میں اپنی سواری تیز کر دیتے اور فرماتے "طابہ آ گیا" (بخاری) اور اپنی چادر شانہ اقدس سے نیچے گرا کر فرماتے یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو لوگ گرد و غبار سے بچنے کے لیے اپنے منہ پر کچھ رکھتے اور بند کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے روکتے اور

فرماتے مدینے کی خاک میں شفا ہے۔ (جذب القلوب)
نیز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، مدینے کی خاک میں ہر مرض کے لیے شفا ہے'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اور جذام اور برص کے لیے بھی اس میں شفا ہے''۔

مدینے کی عظمت اور احترام کی تاکید: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی: ''ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ کو ''حرم'' قرار دینے کا اعلان فرمایا تھا۔ اور میں مدینے کے حرم ہونے کا اعلان کرتا ہوں، مدینے کے دونوں دڑوں کے درمیان کا پورا رقبہ ''حرم'' ہے، اس میں خونریزی نہ کی جائے، کسی پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے اور درختوں کے پتے تک نہ جھاڑے جائیں، البتہ چارے کے لیے جھاڑے جاسکتے ہیں''۔

مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنے اور وہاں کی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی فضیلت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کا جو شخص بھی مدینے کی سختی اور شدت کو برداشت کر کے وہاں سکونت پذیر رہے گا، قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا''۔

نیز فرمایا: ''اپنی امت کے لوگوں میں سب سے پہلے مدینے والوں کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ اور پھر طائف والوں کی''۔
حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکے کی سرزمین میں اپنی ذریت کو بساتے ہوئے دعا فرمائی تھی: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔
''تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کے لیے پھل عطا فرما تا کہ یہ تیرے شکر گزار بندے بن کر رہیں''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کا حوالہ دیتے ہوئے مدینے کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی تھی: ''اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام، تیرے خاص بندے، تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں، انہوں نے مکے کی خیر و برکت کے لیے تجھ سے دعا کی تھی اور میں مدینے کی خیر و برکت کے لیے تجھ سے دعا کرتا ہوں بلکہ اتنی ہی اور زیادہ''۔

مدینے کی پاکی اور دینی اہمیت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مدینہ اپنے اندر کے شر پسند عناصر کو اس طرح باہر نکال پھینکے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

مدینے میں وفات پانے کی آرزو اور کوشش کی فضیلت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مدینے میں وفات پانے کی کوشش کر سکتا ہو اس کو ضرور کوشش کرنی چاہیے کہ مدینے ہی میں اس کو موت آئے، اس لیے کہ جو شخص مدینے میں وفات پائے گا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا''۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے خواب دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی حسرت سے کہا:
''بھلا مجھے شہادت کیونکر نصیب ہوگی! جب کہ میں جزیرۃ العرب میں رہ رہا ہوں، میں خود جہاد میں شریک نہیں ہوتا اور لوگ ہر وقت مجھے گھیرے رہتے ہیں، ہاں اگر خدا کو منظور ہوگا تو وہ انہی حالات میں مجھے شہادت کی سعادت سے نوازے گا''۔
اس کے بعد آپؓ یہ دعا کی: اللّٰھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك ''اے اللہ مجھے اپنے راہ میں شہادت نصیب کر اور مجھے اپنے رسولؐ کی شہر میں موت دے''۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دونوں دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے راہ میں شہید بھی ہوئے، اور خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدفون بھی ہوئے۔ اس لیے حضرت امام مالکؒ نے زندگی بھر صرف ایک حج کیا کہیں وہاں فوت نہ ہو جاؤں اور آپ کے پڑوس سے محروم رہوں۔

مسجد نبوی شریف کی عظمت: مسجد نبوی شریف کی عظمت اور فضیلت کے لیے یہی بات کیا کم ہے کہ اس کی تعمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے فرمائی اور برسوں اس میں نماز پڑھی، اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور اس کو اپنی مسجد کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے : ''میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار نمازیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، سوائے مسجد حرام کے''۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے میری اس مسجد میں مسلسل چالیس وقت کی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لیے جہنم کی آگ اور ہر عذاب سے برأت لکھ دی جائے گی۔ اور اسی طرح نفاق سے برأت لکھ دی جائے گی''۔

نیز ارشاد فرمایا: ''میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا ممبر حوضِ کوثر پر ہے''۔

روضۂ اقدس کی زیارت: کتنے خوش نصیب تھے وہ مومنین جن کی آنکھیں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن ہوئیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مستفیض ہوئے، یہ سعادت تو صرف صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص تھی۔ لیکن یہ موقع قیامت تک باقی ہے کہ مشتاقانِ دیدار روضۂ اقدس پر حاضری دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز پر کھڑے ہو کر درود وسلام کے تحفے پیش کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے حج کیا، اور میری وفات کے بعد اس نے میرے روضے کی زیارت کی تو وہ زیارت کی سعادت پانے میں اسی شخص کی طرح ہے، جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی''۔

نیز ارشاد فرمایا : ''جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی اور میری امت کا جو شخص میری زیارت کرنے کی وسعت اور طاقت رکھنے کے باوجود میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر، عذر نہیں ہے۔'' اور فرمایا : ''جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور اس کے سوا اس کو کوئی دوسرا کام نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق یہ ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔''

روضۂ اقدس کی زیارت کا حکم: روضۂ اقدس کی زیارت واجب ہے۔ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : ''جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا، اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے : ''جس نے استطاعت کے باوجود میری زیارت نہیں کی اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔'' انہی احادیث کی روشنی میں علماء نے روضہ اقدس کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور دوسرے اسلاف روضۂ اقدس کی زیارت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب بھی کسی سفر سے آتے، تو سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں درود وسلام پڑھتے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کو لے کر مدینے آئے اور مدینے پہنچ کر سب سے پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور جناب رسالت میں درود وسلام پیش کیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تو شام سے خاص اس مقصد کے لیے اپنے قاصد کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر دربار رسالت صلی

اللہ علیہ وسلم میں ان کا سلام پہنچادے۔ مزید تفصیل کے لیے علم الفقہ تالیف حضرت امام اہل سنت مولانا محمد عبدالشکور لکھنویؒ دیکھیں۔

﴿۴﴾ قلت تہذیب ❹ اور اگلی آیتوں کا قصہ یہ ہے کہ وہی بنی تمیم جب آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں آپ کے دولت خانہ میں تشریف لائے تو قلت تہذیب کی وجہ سے آپ کا نام لے کر پکارنا شروع کیا "یا محمد اخرج الینا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (درمنثور)

حجرات ازواج مطہرات: اس آیت میں الحجرات سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین کے حجرات مراد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ ہر ایک کے لیے علیحدہ حجرہ تھا۔ طبقات ابن سعد میں عطاء الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ حجرات کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر سیاہ بالوں کا ٹاٹ (بوریا) تھا۔ ان حجرات کی چوڑائی دروازہ سے باب البیت تک چھ یا سات گز تھی جب کہ گھر اندر سے دس گز پر محیط تھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان حجرات میں داخل ہوا تھا جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تھے۔ میں اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو چھو سکتا تھا۔

نیز میں ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اس کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل کیا گیا۔ یہی سن کر لوگ رونے لگے اور سعید المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دن فرمایا کہ "اللہ کی قسم! کاش! یہ لوگ ان حجرات وغیرہ کو اسی حالت میں رہنے دیتے اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ اس حالت پر قائم رہتے اور دنیا کے اطراف سے لوگ سفر کر کے مدینہ طیبہ آتے تو وہ دیکھتے کہ ان کے آقا و سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کس طرح اور کس حال میں گزاری اور اس سے ایسے لوگوں کو اس تکاثر و تفاخر کے مقابلہ میں دنیا سے بے رغبتی اور زہد پیدا ہوتا جو اس وقت دنیا کے عیش و تنعم میں تکاثر و تفاخر میں مبتلا ہیں۔

آیت کا شان نزول:

ترمذی میں حضرت براء بن عازبؓ اور مسند احمد، ابن جریر، طبرانی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد! باہر ہماری طرف نکلئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے دوبارہ کہا: اے محمد! (باہر آئیے) بے شک میری تعریف (انسان کے لیے) باعث فخر و زینت اور میری مذمت (انسان کے لیے) عیب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر کے اندر سے ہی) جواب دیا کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ترجمہ: جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے والے متعدد افراد تھے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کا عمل پوری جماعت کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو کیونکہ وہ اس طرح زور سے پکارنے پر راضی تھے۔ (روح المعانی)

بہر حال اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و احترام کے یہ مناسب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بے ادبی سے پکارا جائے۔

﴿۵﴾ طریق کامیابی: اور اگر یہ لوگ ذرا صبر اور انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا کیونکہ یہ ادب کی بات ہے۔ وَاللّٰهُ ...الخ شفقت خداوندی: یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

مشائخ اور اکابر سے ملاقات کرنے کا ادب: یہ ہے کہ ان کے گھر سے باہر نکلنے کا انتظار کیا جائے۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوء ادب اور بے ادبی کی قباحت وشناعت پر دلالت بالکل واضح ہے۔ اسی قبیل سے دروازوں کو کھٹکھٹانا وغیرہ بھی ہے۔ابوعبیدہ :جوخود علم وفضل میں اپنی مثال آپ تھے، فرماتے ہیں کہ :میں نے کبھی کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا بلکہ ان کے خود ہی گھر سے باہر نکلنے کا انتظار کیا کہ وہ اپنے مقررہ وقت پر باہر نکلیں (توان سے ملاقات کروں)

قاسم بن سلام الکوفی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ :حبرالامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر جایا کرتے تھے۔قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لیے توان کے دروازہ پر کھڑا ہوجاتے تھے اور دروازہ کھٹکھٹاتے نہیں تھے۔حتیٰ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خود ہی باہر تشریف لائیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بہت بھاری ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ابن عباس! آپ دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹاتے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ :''ایک عالم کی اپنی قوم میں وہی حیثیت ہوتی ہے ایک نبی کی اپنی امت میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آگے یوں فرمایا ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ ترجمہ :اور اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا ان کی طرف تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :''میں نے یہ قصہ اپنے بچپن میں پڑھا تھا پس میں نے بھی اسی کے مطابق اپنے مشائخ کے ساتھ عمل کیا :فالحمدللہ علی ذالک۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ خود فرماتے ہیں :''مجھے ایک محدث کے پاس چند احادیث جن کی مجھے طلب تھی معلوم ہوئیں تو میں ان سے احادیث سُنا کرتا تھا میں ان کے دروازہ پر بیٹھ جاتا تھا، یہاں تک کہ جب وہ خود باہر نکلتے تو میں ان سے سوال کرتا تھا، اور اگر میں چاہتا کہ انہیں دروازہ کھٹکھٹا کر باہر بلوالوں تو میں ایسا کرسکتا تھا (لیکن علم اور صاحب علم کے ادب کی بناء پر ایسا نہیں کیا)'' (تذکرۃ الحفاظ۔۳۸)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابۃ'' میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔نیز حافظ رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ :''پس میں اُن (محدث) کے دروازہ پر اپنی چادر کا تکیہ بنا کر جایا کرتا تھا اور ہوا میرے چہرے پر مٹی اڑا کر اسے گردآلود کرتی رہتی تھی، جب وہ خود باہر نکلتے اور مجھے دیکھتے تو کہتے :اے رسول کے چچازاد بھائی! آپ نے مجھے کیوں نہ بلوالیا میں خود حاضر ہوجاتا''۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ)

فیضی صاحب کا لفظ یا سے حاضر و ناظر اور مختار کل پر استدلال

نمبر ۲۔اس نمبر میں علامہ منظور فیضی صاحب دو غلط عقائد اختراع کرتے ہیں۔(۱) یارسول اللہ کہہ کر قریب اور دور سے پکارنا حاضر و ناظر کے عقیدہ سے (۲) مختار کل کا عقیدہ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :''صحابہ'' حضور علیہ السلام کو''یا'' سے پکارتے تھے۔'' (نظریات صحابہ۔ص۔۱۶)

اس دعویٰ کے ثبوت میں علامہ صاحب نے چند دلائل پیش کیے:(الف) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ کرام ؓ نے خوشی میں جلوس نکالا، استقبال کیا، اور''یارسول اللہ'' کہا۔(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو''یا'' سے پکارا۔(ج) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے''یارسول اللہ'' کہا۔(د)

حضرت راجز نے ’’اغثنی یارسول اللّٰہ‘‘ کہا۔(ح) مسیلمہ کذاب کی جنت میں بھی مسلمانوں نے ’’یا محمد‘‘ کہا(ملخصا)

الجواب: علامہ صاحب نے توصرف چند صحابہ کرامؓ سے ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہنا ثابت کیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ جب بھی آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ملتے تھے تو ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہہ کرآپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کوسلام کرتے تھے۔ اور یہ پوری زندگی کا معمول رہا۔ نیز حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی جب صحابہ کرامؓ روضۂ اقدس پر حاضری دیتے تھے تو ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہہ کرآپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کوسلام عرض کرتے تھے۔

اسی طرح حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کرآج تک تمام مسلمانانِ عالم ’’التحیات‘‘ میں ’’السلام علیك ایھا النبی‘‘ کہتے چلے آئے ہیں، اور قیامت تک کہتے رہیں گے، اور اس میں توکسی مسلمان کواختلاف ہوہی نہیں سکتا، اور اسی طرح محبت اور اشتیاق کے جذبہ کے تحت بعض صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللّٰہ سے ’’یارسول اللّٰہ‘‘ غائبانہ طور پر بھی کہنا ثابت ہے، مگران کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم روضہ اقدس میں ہیں نہ کہ دنیا کہ ہر مقام پر موجود ہیں۔

اختلاف علامہ سے نتائج پر ہے: لیکن اختلاف توان نتائج سے ہے جن کو علامہ صاحب نے ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کے الفاظ سے اخذ کیا ہے، علامہ صاحب ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کے کلمہ سے ایک تو حاضروناظر کا عقیدہ کشید کرنا چاہتے ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ قریب و دور سے ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہتے تھے، تو گویا وہ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو حاضروناظر سمجھتے تھے، کیونکہ ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کا معنی ہے: ’’اے اللّٰہ کے رسول‘‘ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرامؓ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضروناظر سمجھتے تھے۔

اور دوسرا ’’یارسول اللّٰہ‘‘ سے مختارکل کا مسئلہ اخذ کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ علامہ صاحب کے گمان میں صحابہ کرامؓ ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہہ کرآپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے مدد مانگتے تھے، جب مدد مانگتے تھے تو ثابت ہوگیا کہ حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم مختارکل ہیں۔

لیکن یادرکھیں ’’یارسول اللّٰہ‘‘ سے یہ دونوں غلط عقائد کشید کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ کسی صحابی نے حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضروناظر کا عقیدہ رکھ کر ’’یارسول اللّٰہ‘‘ نہیں کہا، اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو مختارکل سمجھ کر مدد کے لیے ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہہ کر پکارا ہے، اگر علامہ صاحب میں ہمت ہے توکسی ایک صحابی کے متعلق صحیح روایت سے ثابت کردیں کہ وہ حضوراکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو حاضروناظر سمجھ کر یا مختارکل سمجھ کر ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کہتے تھے، صرف اور صرف ’’یا‘‘ کو دیکھ کر علامہ صاحب کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ حرفِ ’’یا‘‘ تو عربی گرامر کی رو سے قریب و بعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی گرامر کی پہلی کتاب نحومیر میں لکھا ہے: ’’بدانکه ای و همزه برائے نزدیك است و ایا و هیا برائے دور و یا عام است۔‘‘

یعنی ای اور ہمزہ ندائے قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور ایا وھیا دور کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور یا عام ہے، قریب اور بعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ حرف ’’یا‘‘ ندائے قریب کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور ندائے بعید کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اس حرف ’’یا‘‘ کو قریب و دور دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے، مگر موقعہ محل کا خیال رکھتے ہوئے چنانچہ اس سورۃ حجرات کی آیت ۴۔۵ میں ہے کہ جو لوگ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو حجروں کی دیواروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں عقل نہیں اگر وہ (آپ کی انتظار میں) صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف نکل کرآتے تو یہ بہتر ہوتا۔ تو ان آیات میں ان سادہ لوگوں کو سمجھایا گیا ہے جو قریب اور دور کو نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا علامہ صاحب کا ’’یا‘‘ کے لفظ سے حاضروناظر کا نتیجہ اخذ کرنا کم فہمی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح ’’یارسول اللّٰہ‘‘ کے کلمہ سے مختارکل کا عقیدہ نکالنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حرف ’’یا‘‘ کے

ساتھ مختلف قسم کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے، لیکن ان مخاطبین میں سے کسی کے متعلق نہ تو حاضر وناظر کا عقیدہ قائم کیا گیا ہے اور نہ ہی مختارکل کا عقیدہ گھڑا گیا ہے، مثلاً :(۱) "قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ"۔(۲) "يَاَيُّهَا النَّاسُ"۔(۳) "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ"۔
(۴) "يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا"۔(۵) "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ"(۶) "وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا"

حرف ''یا'' کے ساتھ یہ سب خطابات قرآن مجید میں موجود ہیں، اور کروڑ ہا مسلمانان عالم روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اور آیاتِ مذکورہ بالا میں بھی لفظ موجود ہے، لیکن یہ کسی شخص کا عقیدہ نہیں ہے کہ ''یا'' کے ساتھ جن کو قرآن میں مخاطب کیا گیا ہے وہ سب لوگ ہر جگہ حاضر وناظر بھی ہیں اور مختارکل بھی۔ بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ''یا'' کے ذریعہ کسی کو مخاطب کرنے سے نہ تو وہ ہر جگہ حاضر وناظر بن جاتا ہے، اور نہ ہی وہ مختارکل بن جاتا ہے۔ جن صحابہ کرامؓ سے علامہ صاحب نے دور سے ''یارسول اللہ'' کہنا ثابت کیا ہے، وہ حضرات بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختارکل جانتے تھے، محبت واشتیاق میں اگر کسی نے ''یارسول اللہ'' کہا اور حاضر وناظر اور مختارکل کا عقیدہ نہیں رکھا تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

نیز: علامہ صاحب آپ کے امام، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی خطاب کے وقت مخاطب کا حاضر وناظر ہونا ضروری نہیں: چنانچہ اعلیٰ حضرت خان صاحب ''حدائق بخشش'' حصہ دوم صفحہ ۵۰: میں نجدیوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں:

''سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا''

اب علامہ صاحب بتائیں کہ اعلیٰ حضرت جو نجدیوں کو خطاب فرما رہے ہیں، کیا نجدی بھی ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ خطاب کے وقت مخاطب کا حاضر وناظر ہونا اور موجود ہونا ضروری نہیں، بلکہ خطاب غائب کو بھی ہوسکتا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب سمجھ کر ''یارسول اللہ'' سے خطاب فرماتے تھے مگر ان کا عقیدہ صاف تھا تمہارے عقیدہ جیسا نہیں تھا، جیسا کہ علامہ فیضی صاحب کے مقتدا اور رہنما اور مشہور عالم علامہ عبدالسمیع صاحب رامپوری لکھتے ہیں: ''کلامِ صحابہؓ میں غائب کو خطاب اور ندا موجود ہے۔'' (انوار ساطعہ ص۔۲۲۹)

بہرحال دلائل مذکورہ بالا کی روشنی میں ہر منصف مزاج آدمی اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ ''یا'' کے حرف سے نہ تو حاضر وناظر کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اور نہ ہی مختارکل کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، کیونکہ تیئس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن سنا کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا اور انہوں نے پوری زندگی دل کی گہرائیوں سے ہر نماز میں ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' پڑھا اور سنا، ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مختارکل اور حاضر وناظر سمجھ کر مدد مانگیں، وہ نفوس قدسیہ اس ناپاک تہمت سے مبرا اور تمام شرکیہ عقائد سے منزہ ہیں۔

فیضی صاحب کی روایات کی حقیقت: اس اصولی گفتگو کے بعد اب فرداً ان روایات کی حقیقت بھی معلوم کیجئے جن کو علامہ فیضی صاحب نے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

علامہ صاحب جزء ''الف'' میں فرماتے ہیں کہ: ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوشی میں جلوس نکالا، استقبال کیا اور ''یارسول اللہ'' کہا۔''

الجواب: صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان استقبال کیا، آپ کی آمد کے منتظر رہے، اس لیے صحابہ کے عقیدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہ تھے اس لیے استقبال کیا اور آپ کی آمد کے منتظر رہے اور جب آپ صلی اللہ

علیہ وسلم تشریف لائے تو خوشی اور اشتیاق میں ''یارسول اللہ'' کہا، چونکہ آپ وہاں موجود تھے لیکن نہ تو صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھا اور نہ ہی آپ کو مختار کل سمجھ کر آپ سے مدد مانگی، اگر کسی روایت سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے، تو علامہ صاحب پیش کریں اور انعام حاصل کریں، باقی صرف حرف ''یا'' سے عوام کو مغالطہ میں نہ ڈالیں، کیونکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ''یا'' حرف ندا ہے، جو قریب و بعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، ورنہ قرآن مجید میں ''یا بنی اسرائیل'' موجود ہے حالانکہ قوم بنی اسرائیل نہ ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اور نہ ہی مختار کل ہے۔

خود علامہ صاحب کو اپنے عقیدہ میں شک ہے: علامہ فیضی صاحب لکھتے ہیں: ''اہل مدینہ ہر راستہ میں یارسول اللہ کہہ رہے تھے، اگر حضور ہر راستے میں تھے تو حاضر و ناظر ثابت، اور اگر حضور بظاہر ایک راستہ میں تھے، تو جس راستہ میں حضور بجسدہ العنصری نہ تھے تو وہاں بھی صحابہؓ یارسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے۔'' (نظریات صحابہ ص۔۱۷)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ فیضی صاحب خود شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی ہر گلی میں موجود تھے یا صرف ایک گلی میں تھے اور بقیہ میں نہیں تھے۔ اب ہم علامہ صاحب کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ پہلے کتاب و سنت اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں اپنے شک کو دور فرمائیں پھر لوگوں کو اپنے عقیدہ کی طرف دعوت دیں۔

ہم آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ استقبال کس کا ہوتا ہے؟ جب علامہ صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، تو خود بتائیں کہ استقبال کن کا ہوتا ہے؟ کیا جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کبھی اس کا بھی استقبال ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا کبھی استقبال ہوا ہے؟ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو استقبال فضول! اور اگر استقبال صحیح اور درست ہے تو حاضر و ناظر کا عقیدہ غلط ہے!۔

یاد رکھیں علامہ فیضی صاحب کی پیش کردہ حدیث خود ان کے عقیدہ کے خلاف ہے: وہ حدیث مسلم شریف جلد دوم میں موجود ہے، لیکن علامہ صاحب نے حدیث کا بالکل آخری جملہ نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ نے چھتوں پر چڑھ کر ''یارسول اللہ'' کہا، اگر علامہ صاحب پوری حدیث پر نگاہ ڈالتے تو اس حدیث کو حاضر و ناظر کی دلیل نہ بناتے، کیونکہ حدیث کے جس ٹکڑے سے علامہ صاحب نے استدلال کیا ہے، اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: فتنازعوا ایھم ینزل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال: انزل علی بنی النجار اخوال عبد المطلب، اکرمھم بذالک!'' (صحیح مسلم ج۔ ۲ ص۔ ۴۱۹)

یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ کا اختلاف ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں اُتریں اور کہاں قیام فرمائیں؟ کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں قیام فرمائیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اپنے دادا عبد المطلب کے ننھیال کے ہاں اُتروں گا اور اس طریقہ سے ان کا اکرام کروں گا!۔

اب انصاف علامہ صاحب کے ہاتھ میں ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر تھے، اور ان کا یہی عقیدہ تھا، تو اختلاف کا کیا مطلب؟ اور ہر شخص یہ تمنا کیوں کر رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں قیام فرمائیں؟ پس معلوم ہوا صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے موقع پر ''یارسول اللہ'' کہا، لیکن وہ آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے، حاضر و ناظر اور مختار کل کے عقیدہ کے بغیر محبت و شوق میں ''یارسول اللہ'' کہنے کو کوئی عالم دین شرک اور حرام نہیں کہتا۔

علامہ فیضی صاحب جزء ''ب'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دکھ درد دور کرنے کے لیے حضور

علیہ السلام کو "یا" سے پکارا"۔ اور جزء "ج" میں لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا نے دکھ درد کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا" سے پکارا۔" (نظریات صحابہ ص ۱۷:)

الجواب: علامہ صاحب نے عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے دونوں روایتوں کے مفہوم کو گول مول کر دیا، حالانکہ اگر علامہ صاحب ان دونوں روایتوں کا صرف لفظی ترجمہ بھی بیان فرما دیتے تو قارئین کرام کے سامنے صحیح صورتحال آجاتی لیکن اس سے علامہ صاحب کا من مانا مطلب پورا نہ ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی من مانی کرنے کے لیے سرے سے روایتوں ہی کو مجمل انداز میں بیان کر دیا، تا کہ لوگ سمجھیں کہ واقعی ان دو جلیل القدر صحابیوں نے "یا محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، ہم اصل حقیقت قارئین کرام کے سامنے واضح کیے دیتے ہیں۔

اولاً: یہ دونوں روایتیں ضعیف اور ناقابل قبول ہیں، کیونکہ علامہ صاحب نے یہ دونوں روایتیں ابوبکر کی کتاب "عمل الیوم و اللیل" اور امام بخاریؒ کی کتاب "الادب المفرد" سے نقل کی ہیں، اور ابوبکر ابن السنی کی کتاب "عمل الیوم واللیل" کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ان روایتوں کا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے، اور وہ مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے، اور جب راوی مدلس ہو اور عنعنہ سے روایت کرے تو اس کی روایت ناقابل اعتماد ہوتی ہے، اور مزید لکھا ہے کہ ابو اسحاق السبیعی اختلاط کا بھی شکار رہے۔
(حاشیہ عمل الیوم واللیل لابن السنی ص۔ ۵۵)

پس جب کہ یہ دونوں روایتیں مخدوش، ضعیف اور ناقابل اعتماد ہیں، تو ان سے عقیدہ کے اثبات کے لیے دلیل پکڑنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ کیونکہ کسی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے نصوصِ قطعیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کی ضرورت ہوتی ہے، (جیسا کہ مفتی احمد یار بریلوی جاء الحق میں لکھتے ہیں اور یہی تین چیزیں عقائدِ اسلام کی بنیاد ہیں۔ علامہ صاحب خوب جانتے ہیں کہ خبر واحد چاہے صحیح سند سے ثابت ہو، لیکن عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتی، (جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے انباء المصطفی میں تحریر کیا ہے) جب تک کہ اس کو اجماع امت کی تائید حاصل نہ ہو، ہاں! جب خبر واحد صحیح ہو اور اجماع امت سے مؤید بھی ہو، تو وہ عقیدہ کی بنیاد بن سکتی ہے، لیکن اگر صرف خبر واحد ہو اور اجماع اُمت سے اس کو تائید حاصل نہ ہو تو وہ اثباتِ عقائد کے لیے ناکافی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ علامہ صاحب اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لیے ضعیف اور مردود روایتوں کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کا دامن نصوصِ قطعیہ، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے یکسر خالی ہے، اسی لیے تو کمزور اور معلول روایتوں سے استدلال کر رہے ہیں، جب کہ ایسی کمزور اور معلول روایتوں سے عقائد قطعاً ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیاً: اگر بالفرض علامہ صاحب کی پیش کردہ روایتوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو پھر بھی یہ روایتیں ان کی دلیل نہیں بن سکتیں، کیونکہ علامہ صاحب نے اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے بات گول مول کی ہے، جس سے عام آدمی کو یہ مغالطہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "یارسول اللہ" کہہ کر مدد مانگی ہے، لہٰذا ہم اصل حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی؟ اس جعلی عبارت کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، اور اس کا پاؤں سن ہو گیا، تو اس شخص کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: جو شخص تجھ کو لوگوں میں سے زیادہ پیارا ہو اس کو یاد کر! تو اس شخص نے "یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا۔ اور یہی حقیقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قصہ کی ہے کہ ان کا پاؤں بھی سن ہو گیا تھا، ایک شخص نے ان سے کہا: جو شخص آپ کو لوگوں سے زیادہ پیارا ہو، اس کو یاد کرو! پس انہوں نے "یا محمد"

(صلی اللہ علیہ وسلم) کہا۔

ثالثاً :ان روایتوں کا پس منظر :اس دور میں جس شخص کا پاؤں سن ہو جاتا تھا، وہ اپنے کسی پیارے شخص کو یاد کرتا، کیونکہ آدمی جب اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے، تو اس کا ذہن فوراً اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جس سے آدمی اپنی تکلیف کو بھول جاتا ہے، اور بعض تکالیف ایسی ہوتی ہیں کہ اگر آدمی کا ذہن دوسری طرف منتقل ہو جائے تو وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ بہر حال یہ ایک قسم کی تجویز تھی جس کے ذریعہ پاؤں کے سن ہونے کا علاج کیا جاتا تھا، نہ کہ پیارے آدمی کو مختارِ کل سمجھ کر اس سے مدد مانگی جاتی تھی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا روایات سے ظاہر ہے کہ جب ایک شخص کا پاؤں سن ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ :اپنے پیارے کو یاد کر! اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہوا تو ان کو بھی ایک شخص نے یہی کہا کہ :اپنے پیارے کو یاد کریں! اگر ان روایات سے مختار کل کا مسئلہ نکلتا ہے، تو پھر یہ بھی ثابت ہوگا کہ آدمی کو جس سے پیار ہے، وہ اس کے لیے مختار کل ہے، اور اس سے دکھ درد میں مدد مانگنا بھی جائز ہے، حالانکہ حصن وحصین جس کا حوالہ خود علامہ صاحب نے بھی دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ :"واذا خدرت رجلہ فلیذکر احب الناس الیہ"۔ (حصن حصین ص :۱۱۳، مطبوعہ تاج کمپنی)

یعنی جب آدمی کا پاؤں سن ہو جائے تو لوگوں میں سے جس کے ساتھ زیادہ پیارا ہو اس کو یاد کرے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ حصن حصین کے مؤلف علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری الشافعی رحمہ اللہ ان روایات کو سامنے رکھ کر اصول بتا رہے ہیں کہ جب بھی پاؤں سن ہو جائے تو کسی پیارے کو یاد کرو۔ کیا علامہ صاحب ہر آدمی کے ہر محبوب کے مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟ اور کیا علامہ صاحب کے نزدیک ہر محبوب سے دکھ درد میں مدد مانگنا جائز ہے؟

اگر علامہ فیضی صاحب یہ اشکال کریں کہ ٹھیک ہے مشورہ دینے والوں نے یہی مشورہ دیا کہ اپنے پیارے کو یاد کرو، لیکن انہوں نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار کل ہونا اور آپ سے مدد مانگنا ثابت ہو جائے گا۔

جواب :یہ ہے کہ یاد کرنے والوں نے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں کیا، بلکہ اپنے دوسرے محبوبوں کو بھی یاد کیا ہے، چنانچہ علامہ صاحب نے یہ دونوں واقعے جس کتاب "عمل الیوم واللیل" سے نقل کیے ہیں، اسی کتاب میں لکھا ہے کہ :"ایک شخص کا پاؤں سن ہو گیا، اس کا پیار عتب نامی شخص سے تھا، چنانچہ اس نے یا عتب کہا، دوسرے شخص نے پاؤں سن ہوتے وقت اپنی پیاری بیوی کو یاد کیا، تیسرے شخص نے ایسے وقت میں اپنے پیارے بیٹے کو یاد کیا۔" (عمل الیوم واللیل لابن السنی ص۔ ۵۶)

اب علامہ فیضی صاحب وضاحت فرمائیں کہ جب عتب کو بھی "یا" کے ساتھ پکارا گیا تو کیا عتب مختار کل بن گیا؟ اور کیا دکھ درد دور کرنے کے لیے "یا عتب" کہنا جائز ہے؟ اور جس شخص نے اپنی بیوی کو "یا" کے ساتھ پکارا، اس کی بیوی بھی مختار کل ہو گئی؟ اسی طرح جس نے پیارے بیٹے کو پکارا تو کیا اس کا بیٹا بھی مختارِ کل بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی دکھ درد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگی اور نہ ہی یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختار کل کا عقیدہ رکھتے تھے، کیونکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوس قدسیہ شرکیہ عقائد سے پاک وصاف ہیں۔

علامہ صاحب کی کم علمی یا بے سمجھی :علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ :"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دکھ درد دور کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا" سے پکارا۔" (نظریات صحابہ رضی اللہ عنہم ص۔ ۱۷)

اور حوالہ عمل الیوم واللیل لابن السنی کا دیا ہے، جب ہم نے مذکورہ کتاب دیکھی تو وہاں لکھا تھا کہ :ایک شخص کا پاؤں سن ہو گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ تو اپنے پیارے کو یاد کر، اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا، یعنی

حضرت ابن عباس نے دکھ درد دور کرنے کے لیے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا'' سے نہیں پکارا، بلکہ ایک اور شخص نے فرمایا کہ: اپنے محبوب کا نام لے! پھر اس شخص نے بھی ''یا'' سے نہیں، بلکہ صرف ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' سے آپ کا ذکر کیا۔''

فیضی صاحب کے چار جھوٹ: (۱) علامہ صاحب کہتے ہیں کہ دکھ درد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ہوا، حالانکہ پاؤں کسی اور کا سن ہوا۔ (۲) علامہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''یا'' سے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا، حالانکہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے والا اور شخص ہے۔ (۳) علامہ صاحب کہتے ہیں کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا'' سے پکارا گیا، حالانکہ روایت میں ''یا'' کا حرف موجود نہیں ہے۔ (۴) علامہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی گئی، حالانکہ محبوب کا نام لے کر ذہن کو دوسری طرف منتقل کیا گیا۔

اس روایت کے رجال کے متعلق وضاحت: ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے، جو کہ مدلس ہے، اور روایت بھی عنعنہ سے کرتا ہے، اور مزید یہ کہ یہ شخص اختلاط کا بھی شکار ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا مزید من گھڑت ہونا بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس روایت کا ایک راوی غیاث بن ابراہیم نخعی ہے، جس کے متعلق محدثین نے لکھا ہے: ''یضع الحدیث'' یعنی یہ شخص حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ (حاشیہ عمل الیوم واللیل لابن السنی ص۔ ۵۵)۔

قارئین کرام! علامہ صاحب کی پیش کردہ روایتوں کی سند، پس منظر اور صحیح صورتحال آپ کے سامنے ہے، اب فیصلہ خود فرمالیں، اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی!۔

علامہ صاحب جزء ''ز'' میں لکھتے ہیں کہ: ''حضرت راجز نے (دور سے) حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدد کے لیے ''یا'' سے پکارا اور حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی۔ حضور نے فرمایا بدا جز یستصرخنی اغثنی یا رسول اللہ۔ یعنی یہ راجز ہے مجھ سے مدد مانگ رہا ہے اور کہتا ہے: اغثنی یا رسول اللہ۔ اللہ کے رسول میری مدد کریں۔'' (نظریات صحابہ ص۔ ۱۸)

الجواب: علامہ فیضی صاحب کا پیش کردہ واقعہ حدیث، سیرت اور تاریخ کی مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ پایا جاتا ہے، لیکن انہوں نے اس واقعہ کو مجمل انداز میں پیش کر کے حقائق پر پردہ ڈالنے اور صحیح صورتحال کو چھپانے کی کوشش کی ہے، اور وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے، کیونکہ اگر وہ صحیح صورتحال واضح کر دیتے تو ان کا من مانا مطلب پورا نہ ہوتا، اسی لیے انہوں نے واقعہ کو مجمل بنا کر عام لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی، ہم سب سے پہلے راجز کا واقعہ ذکر کرتے ہیں، تا کہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے، واقعہ یہ ہے کہ:

۶ ھ میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان ایک صلح ہوئی، جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے، اس صلح نامہ میں پہلی شرط یہ تھی کہ دس سال تک دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے، ایک دوسرے کے دشمنوں اور مخالفوں کا ساتھ بھی نہیں دیں گے، عرب کے باقی قبائل کو اختیار دیا گیا کہ وہ جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدہ کر لیں۔ اور حلیفانہ معاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ دو قبیلے آپس میں یہ طے کر لیں کہ ہم صلح اور جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے، ایسے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کا حلیف کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عرب کے دو قبیلے بنو بکر اور بنو خزاعہ جن کی زمانۂ جاہلیت سے آپس میں دشمنی چلی آرہی تھی، ان دو فریقوں نے اس طرح حلیفانہ معاہدے استوار کیے کہ بنو بکر مشرکین مکہ کے حلیف بن گئے، اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے جس طرح مسلمان اور مشرکین ایک دوسرے سے مامون اور محفوظ ہو گئے، اسی طرح بنو بکر اور بنو خزاعہ حلیفانہ معاہدہ کی وجہ سے فریقین سے اور آپس میں ایک دوسرے سے مامون و محفوظ ہو گئے، لیکن بنو بکر نے غداری اور بدعہدی کی، اپنے حلیف قریش مکہ کی مدد سے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر شب خون مارا اور ان کے بیس آدمی قتل کر دیئے تو بنو خزاعہ نے حلیفانہ معاہدہ کے تحت حضورا کرم

صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جنگی امداد مانگی اور معاہدہ کی وجہ سے مسلمانوں پر ان کی امداد ضروری تھی کیونکہ وہ مظلوم تھے، ادھر مشرکین بنوبکر کی امداد کر کے صلح حدیبیہ کے عہد کو توڑ چکے تھے، بنوخزاعہ کے ساتھ غداری اور بدعہدی گویا مسلمانوں کے ساتھ غداری اور بدعہدی تھی، ان کی مظلومی کی حالت میں بنوخزاعہ کے ایک شخص عمرو بن سالم خزاعی نے اشعار پڑھے جس میں بنوبکر اور مشرکین کی بدعہدی اور غداری کا ذکر کیا، مسلمانوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ کے خلاف جنگی مدد طلب کی، اللہ تعالیٰ نے معجزۃً اس شخص کی آواز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں صبح کی نماز کا وضو فرمارہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلبیك! لبیك! نُصِرتَ۔ ثلاثاً۔ یعنی تیری آواز مجھ تک پہنچ گئی، اب تیری نصرت کی جائے گی، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس کے ساتھ باتیں کررہے تھے، حالانکہ آپ کے ساتھ دوسرا کوئی آدمی نہیں تھا؟ تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”راجز بنی کعب یستصرخنی!“

یعنی قریش کی مدد سے بنوبکر نے بنوخزاعہ پر ظلم کیا ہے، اور بنوخزاعہ کا راجز (یعنی شعر پڑھنے والا) مجھ سے جنگی امداد کی درخواست کررہا ہے، اور میں نے اس کے ساتھ امداد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر یہی عمرو بن سالم (راجز) اپنے قبیلہ کے چالیس آدمی لے کر مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور قریش کے ظلم اور اپنی مظلومیت کی داستان سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد کی اپیل کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا، چنانچہ انہی مظلوموں کی امداد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کیا اور مشرکین مکہ پر چڑھائی کی، جس کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

یہ ہے واقعۂ راجز کی صحیح صورتحال، جس پر علامہ صاحب نے پردہ ڈال کر من مانی کرنے کی کوشش کی، حالانکہ یہ لوگ ایک معاہدہ کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جنگی تعاون کی درخواست کررہے تھے اور اسی معاہدہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جنگی امداد فرمائی اور قریش مکہ کو ظلم اور عہد شکنی کا مزہ چکھایا۔

علامہ صاحب نے اس واقعہ کے لیے سات کتابوں سے حوالے دیئے ہیں، جب کہ کسی ایک کتاب میں بھی ”اغثنی یارسول اللہ“ کے الفاظ نہیں ہیں، کتنے ظلم اور بدیانتی کی بات ہے کہ ایک تو علامہ صاحب نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے ملاوٹ کردی، پھر یہ دھوکا دیا کہ شاید ”راجز“ کسی شخص کا نام ہے، حالانکہ ”راجز“ کا معنی ہے شعر پڑھنے والا، ورنہ اس کا نام تو عمرو بن سالم ہے، لیکن جو شخص بھی علامہ صاحب کا رسالہ پڑھے گا وہ یہی سمجھے گا کہ ”راجز“ کسی شخص کا نام ہے۔

قارئین کرام! قبیلہ بنوخزاعہ کے راجز نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل کشا، حاجت روا اور نفع ونقصان کا مالک اور متصرف فی الامور سمجھ کر مافوق الاسباب مدد طلب نہیں کی، جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں، انہوں نے تو ایک خاص معاہدہ کی بنیاد پر ماتحت الاسباب اعانت کی درخواست کی تھی، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی صورت میں ان کی امداد فرمائی، یہ تو ایک تعاون ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ اور یہ وہ امداد ہے جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے: ”انصر اخاك ظالمًا او مظلومًا!“ یعنی اپنے بھائی کی امداد تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن ظالم کی امداد کا کیا مطلب؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ظالم کی امداد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کو ظلم سے روکو!

بہر حال واقعۂ راجز سے علامہ صاحب کا استدلال بالکل باطل ہے، اور ان کا شرکیہ عقیدہ اس سے ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل سمجھ کر ”اغثنی یارسول اللہ“ کہہ کر مافوق الاسباب مدد نہیں مانگ رہے تھے، بنوخزاعہ نے تو

ماتحت الاسباب جنگی امداد کی درخواست کی ہے، بلکہ ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ : یہ قبیلہ بنوخزاعہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، بعد میں مسلمان ہوا۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس قبیلہ کے بعض لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور پورا قبیلہ مسلمان نہیں ہوا تھا، انہوں نے امداد کی درخواست صرف معاہدہ کے تحت کی تھی، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ان لوگوں کی طرف ''اغثنی یا رسول الله'' کی نسبت کرنا، کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے! ان لوگوں کی طرف ''اغثنی یا رسول الله'' کیسے کہہ سکتا ہے، جبکہ وہ حضور اکرم اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ہی نہیں مانتا؟

خلاصہ کلام : یہ ہے کہ غیر اللہ کو متصرف فی الامور اور نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر پکارنا اور مدد مانگنا شرک ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت کے لائق صرف اللہ ہے، غیر اللہ کی عبادت شرک ہے، ''ایاك نعبد و ایاك نستعین'' کا یہی مطلب ہے، خیر القرون میں شرکیہ عقائد و اعمال کا رواج نہیں تھا، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، متصرف فی الامور اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر مدد نہیں مانگتے تھے، ان لوگوں سے ''اغثنی یا رسول الله''، ''یارسول اللہ''، ''یا علی مدد'' اور ''یا غوث الاعظم مدد'' اس طرح کے شرکیہ الفاظ کہنا بالکل ثابت نہیں، خیر القرون کے لوگ شرک و بدعات سے سخت متنفر تھے اور کوسوں دور۔

''اغثنی یارسول اللہ'' کون کہتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ ''اغثنی یا رسول الله، ادر کنی یا رسول الله'' کہنے کا رواج خیر القرون میں نہیں تھا، یہ کلمات بعد کی ایجاد ہیں، البتہ بخاری شریف کی ایک حدیث سے ''اغثنی یا رسول الله'' کہنے والوں کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (صحابہ کی جماعت) کو کھڑے ہو کر بیان فرمایا کہ: ''میں تم میں سے کسی ایک کو ایسا نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اُٹھے اور اس کی گردن پر مال غنیمتؔ کی چوری کا اونٹ یا گھوڑا سوار ہو، اور مجھے دیکھ کر کہے : یارسول اللہ اغثنی! (یعنی اے اللہ کے رسول! میری مدد فرما) تو میں کہوں گا :

لا املك لك شیئاً (یعنی میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا)۔'' (بخاری شریف ج۔ا ص۔ ۴۳۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت کی چوری کرنے والے لوگ ''یا رسول اللہ اغثنی'' کہیں گے۔

علامہ صاحب جزء ''س'' میں لکھتے ہیں کہ : ''حضرت خالد بن ولیدؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے مسلمہ کذاب کی جنگ میں خاص اسلامی علامتی نعرہ مارا اور حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ''یا'' سے پکارا، حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد اور مدینہ منورہ سے دور صحابہ (کرامؓ) نے یہ نعرۂ رسالت لگایا، وکان شعارهم یومئذٍ یا محمداہ!''۔ (نظریات صحابہؓ ص۔ ۱۸)

الجواب : لگتا ہے کہ علامہ فیضی صاحب کا صرف ایک ہی کام ہے اپنے اکابر کی طرح کہ حقائق پر پردہ ڈال کر عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنا اور ان کو دھوکا دینا، چنانچہ اس دلیل میں بھی علامہ صاحب نے حسب سابق وہی کچھ کیا جو پہلے کر چکے ہیں۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جو لڑائی ہوئی، اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے فوجی وہ لوگ تھے جو پہلے مسلمان تھے بعد میں مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب کی جماعت میں شامل ہوئے، اسی لیے ان کی شکل وصورت اور وضع قطع مسلمانوں والی تھی، جیسا کہ اس دور میں مرزائی اور قادیانی کا مسلمانوں سے امتیاز کرنا بڑا مشکل ہے، اور یہی کیفیت مسیلمہ کذاب کی فوج کی تھی، ان سے ایک مسلمان کا امتیاز بڑا مشکل تھا، اسی مجبوری کی وجہ سے اس دن مسلمانوں نے اپنا امتیازی نشان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو بنایا تا کہ مغالطہ میں کہیں اپنا آدمی اپنے ہاتھوں نہ مارا جائے، پس جب ان مرتدین کی لڑائی میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملتا تو دونوں ایک دوسرے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ملتے تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسلمان بھائی ہے، مرتد نہیں ہے، اسی لیے تو علامہ صاحب نے بھی تسلیم کر لیا کہ اس دن یہ مسلمانوں کا علامتی نعرہ تھا، معلوم ہوا کہ خاص وقتی ضرورت کے لیے انہوں نے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام استعمال کیا تا کہ امتیاز ہو جائے۔لیکن علامہ صاحب لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے "یا محمداہ" کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی، حالانکہ یہ بہتان ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوسِ قدسیہ شرک کی تہمت سے پاک اور منزہ ہیں۔علامہ صاحب جہاں حرف "یا" دیکھتے ہیں وہاں سے حاضر وناظر اور مختار کل کا مسئلہ کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں، علامہ صاحب کو چاہیے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت کے دلائل پیش کریں، حرف "یا" سے استدلال سوائے خوش فہمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

علامہ صاحب فیصلہ کریں: علامہ صاحب "یا محمداہ" کو خاص اسلامی نعرہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی نعرہ مارا، لیکن علامہ صاحب کے پیشوا اور مقتدا حکیم ابوالعلیٰ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی لکھتے ہیں : "اگر حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں ہے۔" (بہار شریعت حصہ اول ص۔۱۷)

اب فیصلہ علامہ صاحب خود فرمائیں کہ بات آپ کی صحیح ہے یا آپ کے پیشوا اور مقتدا کی؟ علامہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نعرۂ رسالت "یا محمداہ" ہے جبکہ مروّجہ نعرۂ رسالت "یارسول اللہ" ہے۔علامہ صاحب جزء "ص" میں لکھتے ہیں کہ : "اور نماز میں مدینہ منورہ سے دور رہ کر اور حضور (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بھی صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) پڑھتے تھے "السلام علیك ایها النبی" "ایها النبی" ندا ہے۔ (نظریات صحابہ رضی اللہ عنہم ص۔۱۹)

الجواب: بلاشبہ ہر مسلمان نماز میں "السلام علیك ایها النبی" پڑھتا ہے، اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ خطاب ہے، لیکن غائبانہ خطاب سے حاضر وناظر کا مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ کر "ایها النبی" کہا ہے، بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت کا عقیدہ ہے کہ دور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بذریعہ ملائکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے، یہ عقیدہ صحاح ستہ کی احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، لہٰذا "ایها النبی" سے علامہ صاحب کا استدلال بھی باطل ہے۔علامہ صاحب اپنے بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کو خط لکھتے ہوں گے اور خط کے مضمون سے پہلے "السلام علیکم" کے خطاب کرنے سے علامہ صاحب کے بزرگ، دوست اور عزیز سب حاضر وناظر ہو جائیں گے، نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ علامہ صاحب نے خط کی ابتدا میں "السلام علیکم" کا خطاب اس لیے لکھا ہے کہ یہ خط مکتوب الیہ تک پہنچے گا اور اسی وقت خطاب بھی صحیح ہو جائے گا، پس جس طرح علامہ صاحب کو مکتوب الیہ تک سلام پہنچنے کا یقین ہے اسی طرح پوری امت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہنچنے کا اس سے زیادہ یقین ہے۔

ہم نے علامہ صاحب کے پیش کردہ دلائل کا فرداً فرداً جواب عرض کر دیا، اگر علامہ صاحب اور ان کی جماعت ان دلائل کے علاوہ کوئی اور دلیل پیش کرے تو ہم پیشگی اجمالی طور پر اس کا جواب بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں تا کہ سند رہے۔

کسی صحابی رضی اللہ عنہ، تابعی رحمہ اللہ، تبع تابعی رحمہ اللہ یا کسی بزرگ یا عالم دین سے "یارسول اللہ" کہنا ثابت ہو جائے تو اس سے نہ تو مختار کل کا نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے اور نہ ہی حاضر وناظر کا، کیونکہ سلف صالحین میں سے کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھنے والا نہیں گزرا، بزرگان دین نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل سمجھتے تھے، کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک فی الصفات ہے، پس مختار کل اور حاضر وناظر کے عقیدہ کے بغیر محبت واشتیاق میں "یارسول اللہ" کہنا جائز ہے، اس کو کسی نے شرک اور حرام نہیں کہا، اور جن اہل اللہ سے یہ کہنا ثابت ہے وہ اس شرکیہ عقیدہ کے بغیر ہے، لہٰذا حرف "یا" سے کسی کو دھوکا نہ کھانا چاہیے، چونکہ علامہ صاحب سینہ زوری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار کل ہونا اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

﴿۶﴾ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ... الخ فرائض مومنین برائے تحقیق ۔ شان نزول : آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو قبیلہ بنی مصطلق کی زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا جب ان لوگوں کو پتہ چلا کہ قاصد زکوٰۃ وصول کرنے آرہا ہے تو وہ استقبال کیلئے آبادی سے باہر آئے چونکہ زمانہ جاہلیت میں اسی قبیلہ سے ان کی عداوت بھی تھی شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ لوگ تمہیں قتل کرنے کیلئے آرہے ہیں وہ راستے ہی سے واپس ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے قتل کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے ۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کارگزاری سن کر ناگواری کا اظہار فرمایا، اور ان سے جہاد کرنے کا ارادہ فرمالیا، جب ان لوگوں کو پتہ چلا وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ہم تو اس کا استقبال کرنے کیلئے باہر نکلے تھے اور ہم نے سمجھا آپ نے اس کو واپس بلالیا اور ہم تو اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ کے اموال آپ کے قاصد کے سپرد کر دیں گے ۔ اب ہم اللہ کے غصہ اور آپ کی ناراضگی سے پناہ مانگنے آئے ہیں ۔

آپ نے ان لوگوں کی بات پر یقین نہ کیا اور حضرت خالد بن ولید کو خفیہ طور پر بھیجا کہ معلوم کرو کہ اگر وہ ایماندار ہیں تو ان سے زکوٰۃ صول کرنا ورنہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر جب وہ پہنچے تو انہیں ایماندار پایا اور ان سے زکوٰۃ وصول کی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت عالی میں پوری حقیقت حال بیان فرمائی ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (معالم التنزیل ۔ ص ۔ ۱۹۱ ۔ ج ۔ ۴)

اور آپ نے اس بنا پر ہمیشہ کیلئے حکم دیا کہ جب کوئی فاسق آدمی خبر لے کر آئے تو پوری تحقیق کر لیا کرو، یہ آدمی تو مسلمان تھا یہاں اس کو فاسق کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت تھانوی نے ترجمہ کیا ہے کہ وہ کچا آدمی تھا ۔ اس لیے حکم ہے کہ کچے آدمی کی خبر کی تحقیق و تفتیش کرنا واجب ہے پھر اس کے قول پر عمل کرنا چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے ذریعہ سے خفیہ طور پر تحقیق کروائی ۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے تو اتنی دلالت ہے کہ ان کا یہ عمل فسق تھا اس پر کوئی دلالت نہیں وہ علی العموم فاسق تھے ۔ اور اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ اسنے توبہ کر لی ہو اور صحابہ کی توبہ کا خود اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے لہٰذا ان کی عدالت پر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ۔

اَنْ تُصِیْبُوْا ... الخ نتیجہ ترک تحقیق ۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو ۔

فَتُصْبِحُوْا ... الخ تنبیہ مومنین : پھر اپنے کئے ہوئے پر پچھتانا پڑے ۔ اس آیت سے آنحضرت ﷺ کے عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہونے کی نفی صراحتاً ثابت ہے بس عاقل کے لئے اتنا کافی ہے ۔

﴿۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا ... الخ انعام خصوصی : کہ تمہارے اندر آنحضرت ﷺ موجود ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ ... الخ بس اس نعمت کے شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف مت کرو ۔

اہل بدعت کا آنحضرت ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال

چنانچہ مولوی محمد عمر لکھتے ہیں کہ : "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ" اور جان لو بلا شبہ تم میں اللہ کا رسول ہے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہم میں موجود ہیں تو آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو گیا؟

جواب: یہ آیت سورۃ حجرات کی ہے جس کے بعد سات سورتیں (تحریم، جمعہ، صف، تغابن، فتح، مائدہ اور توبہ) نازل ہوئی ہیں ۔ (تفسیر اتقان ۔ ص ۔ ۱۹)

اگر "فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ" سے آپ کا ہر وقت اور ہر ایک کے لئے حاضر و ناظر ہونا معلوم ہوتا تو اس واقعہ کے بعد قرآن کریم کی جو سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں آپ کی ہر جگہ عدم موجودگی اور غیر حاضری کا ثبوت کیوں ہے؟ مثلاً سورۃ تحریم میں شہد کا قصہ سورۃ

مائدہ میں میت کے وارثوں کے متعلق شہادت کا واقعہ اور سورۃ توبہ میں مسجد ضرار اور منافقین کی سازشوں کے واقعات اور اس آیت سے پہلے والی آیت کریمہ جس میں ولید بن عقبہ کا واقعہ موجود ہے اور اس کو قرآن نے فاسق کہا ہے وغیرہ یہ سب اس بات پر دال ہیں کہ آپ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں تھے اگر آنحضرت ہر جگہ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ مریسیع کے موقعہ پر دیدہ دانستہ پیچھے کیوں چھوڑا؟ جس پر آپ ﷺ کو بھی اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اور خصوصیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بے حد پریشانی ہوئی کیا آپ ﷺ نے دیدہ دانستہ اپنی اہلیہ کو ایک مہینہ پریشان کیا اور قصداً وارادۃً منافقوں سے اتہام لگوایا۔ (العیاذ باللہ)

لَوْ يُطِيعُكُمْ ... الخ تنبیہ مومنین : اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ احتیاط سے کام لیا کرو کیونکہ تم میں اللہ کے رسول ہیں اگر وہ تمہاری بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے گی، کیونکہ اگر وہ مصلحت کے خلاف ہو تو ضرور اس کے موافق عمل کرنے میں مضرت ہو، بخلاف اس کے کہ آپ کی رائے پر عمل کیا جائے۔ (بیان القرآن۔ص۔۴۳۔ج۔۱۱)

بہر حال "ولیکم رسولہ" سے خطاب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے نہ کہ پوری امت کو اور اگر یہ خطاب پوری امت کو ہو تب بھی صرف مومنوں کو ہے جیسا کہ "یایھا الذین امنوا" سے واضح ہے اور ہر جگہ اور ایک کے حق میں حاضر وناظر ہونا باطل ہے جیسا کہ اوپر واقعہ ولید بن عقبہ سے بھی ظاہر ہے۔

نوٹ: اس استدلال پر مزید ٹھوس جوابات سورۃ آل عمران کی آیت۔۱۰۱۔ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ ... الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ اور فضائل اصحاب رسول : لغت کی کتابوں میں "حب" کا صلہ "لام" بھی اور "الی" بھی ہے تو اب معنی ہوگا کہ اللہ نے محبوب قرار دیا "الیکم ای لکم" تمہارے لئے ایمان کو۔ "وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ" فسق اور عصیان میں فرق ہے۔فسق : ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس کی کوئی علامت بھی نظر آئے۔ اور عصیان : ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس کی علامت نظر نہ آئے۔مثلاً فقہاء رحمہ اللہ ایسے آدمی کو جو داڑھی منڈواتا ہو یا مٹھی سے کم کرتا ہو فاسق کہتے ہیں کیونکہ سب کو نظر آتی ہے داڑھی کٹی ہوئی ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ نے تم کو مصیبت سے بچالیا اور تم کو کامل ایمان کی محبت دی اور اس کے حصول میں تمہارے دلوں کو مرغوب کر دیا اور کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے تم کو نفرت دیدی اور تم ہر وقت رضائے الٰہی کی جستجو میں رہتے ہو۔

داڑھی منڈوانے پر وعید

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، داڑھی منڈوانا تین گناہوں کا مجموعہ ہے۔ ❶ انسانی فطرت کے خلاف ورزی۔ ❷ اغوائے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بگاڑنا۔ ❸ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت، پس ان تین وجوہ سے داڑھی منڈوانا حرام ہوا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ص۔۹۵۔ج۔۷)

داڑھی کی شرعی مقدار کم از ایک مشت ہے (ہدایہ کتاب الصوم) پس جس طرح داڑھی منڈانا حرام ہے اسی طرح داڑھی ایک مشت سے کم کرنا بھی حرام ہے۔آنحضرت ﷺ کو داڑھی منڈانے کے گناہ سے اس قدر نفرت تھی کہ جب شاہ ایران کے قاصد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔فکرہ النظر الیھما ... الخ پس آں حضرت ﷺ نے انکی طرف نظر بھی پسند نہ کیا اور فرمایا تمہاری ہلاکت ہو تمہیں یہ شکل بگاڑنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ وہ بولے کہ یہ ہمارے رب یعنی شاہ ایران کا حکم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور

مونچھیں کٹوانے کا حکم فرمایا ہے۔ (البدایہ والنہایہ۔ص۔۲۷۰۔ج۔۴۔حیاۃ الصحابہ۔ص۔۱۱۵۔ج۔۱)

پس جو لوگ آنحضرت ﷺ کے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر کے مجوسیوں کے خدا کی پیروی کرتے ہیں ان کو سو بار سوچنا چاہیئے کہ وہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے؟ اور اگر آنحضرت ﷺ فرمائیں تم اپنی شکل بگاڑنے کی وجہ سے ہماری جماعت سے خارج ہو تو شفاعت کی امید کس سے رکھیں گے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ص۔۹۶۔ج۔۷)

شیعہ کا نقطہ نظر برائے اصحاب ثلاثہ

اصول کافی میں امام جعفر صادق نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ قوله۔ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ یعنی امیر المومنین علیہ السلام "وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ " الاول و الثانی والثالث" (اصول کافی۔ص۔۴۲۶۔ج۔۱۔طبع طہران)

ترجمہ: "حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ" میں ایمان کا مطلب ہے امیر المومنین علیہ السلام (کی ذات شریف) اور آگے "وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ" میں کفر کا مطلب ہے خلیفہ اول (ابوبکر) اور فسق کا مطلب ہے خلیفہ ثانی (عمر) اور عصیان کا مطلب ہے خلیفہ ثالث (عثمان) استغفر الله ولا حول ولا قوة الا بالله یہی کفریہ روایات ہیں جن پر شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔

﴿۸﴾ شفقت خداوندی۔ فرمایا ایسے لوگ تکمیل ایمان کے محب ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام و فضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو ان کو احکام دیئے وہ ان کی سب مصلحتوں کو جانتا ہے۔

﴿۹﴾ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ... الخ فرائض التزام اصلاح : اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں، دو شخصوں میں لڑائی ہو جائے تو آپس میں صلح کرا دیں۔

شان نزول : بخاری و مسلم میں اس آیت کے متعلق یہ شان نزول قرار دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار ہو کر عبداللہ بن ابی منافق کے سمجھانے کے لئے تشریف لے گئے اس نے کہا آپ مجھ سے دور رہئے کیونکہ آپ کے گدھے کی بد بو مجھے تکلیف دیتی ہے۔ کسی انصاری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے گدھے کی بو تیری بو سے عمدہ ہے اس پر لڑائی جھگڑا ہو گیا حتی کہ مار پیٹ کی نوبت آپہنچی آخر آنحضرت ﷺ نے ان کے درمیان صلح کرادی۔ اسی طرح اوس وخزرج انصار کے دو قبیلوں میں بار بار جھگڑے ہوئے آپ ﷺ نے ان کے درمیان صلح کرادی۔ یہ بھی حکم عام ہے پھر اس شر کی چنگاری کو جلد بجھانے کی تاکید کی ہے۔

فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا ... الخ ظالموں کے ساتھ کیفیت سلوک : یعنی صلح کو نہ مان کر اگر پھر ایک فریق دوسرے پر چڑھائی کرے تو چڑھائی کرنے والوں کو قتل کرو (کیونکہ یہ تمام قوم میں آتش فساد بھڑکانا چاہتا ہے) یہاں تک کہ چڑھائی کرنے والے اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔

فَإِنْ فَاءَتْ ... الخ طریق اصلاح : پس جب رجوع کریں جنگ سے باز آجائیں تو چھوڑ دو اور آپس میں صلح کرادو اور عدل و انصاف کو خاطر لحاظ رکھو، کسی کی قلت و کثرت اور زور و شوکت کو نہ دیکھو۔ إِنَّ اللَّهَ ... الخ نتیجہ عدل۔

باغیوں کے متعلق مسائل

مسلمانوں کے دو گروہوں کی باہمی لڑائی کی چند صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں جماعتیں امام المسلمین کے تحت ولایت ہیں

یا دونوں نہیں، یا ایک ہے ایک نہیں پہلی صورت میں عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ فہمائش کر کے ان کو باہمی جنگ سے روکیں، اگر فہمائش سے باز نہ آئیں تو امام المسلمین پر اصلاح کرنا واجب ہے اگر حکومتِ اسلامیہ کی مداخلت سے دونوں فریق جنگ سے باز آگئے تو قصاص و دیت کے احکام جاری ہوں گے۔ اور باز نہ آئیں تو دونوں فریق کے ساتھ باغیوں کا سا معاملہ کیا جائے اور ایک باز آ گیا دوسرا ظلم و تعدی پر جما رہا تو دوسرا فریق باغی ہے اس کے ساتھ باغیوں کا معاملہ کیا جائے اور جس نے اطاعت قبول کر لی ہو فریق عادل کہلائے گا اور باغیوں کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے اور مختصر جامع حکم یہ ہے کہ قبل قتال ان کے ہتھیار چھین لئے جاویں گے اور ان کو گرفتار کر کے توبہ کرنے کے وقت تک قید رکھیں گے اور عین قتال کی حالت میں اور قتال کے بعد ان کی ذریت کو غلام یا لونڈی نہ بنا دیں گے اور ان کا مال مالِ غنیمت نہیں ہو گا البتہ توبہ کرنے تک اموال کو محبوس رکھا جائے گا توبہ کے بعد واپس دیدیا جائے گا آیات مذکورہ میں جو یہ ارشاد ہوا ہے "فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا "یعنی اگر بغاوت کرنے والا فرقہ بغاوت اور قتال سے باز آ جائے تو صرف جنگ بند کر دینے پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اسباب جنگ اور باہمی شکایات کے ازالہ کی فکر کرو تا کہ دلوں سے بغض و عداوت نکل جائے اور ہمیشہ کے لئے بھائی چارے کی فضا قائم ہو جائے اور چونکہ یہ لوگ امام المسلمین کے خلاف بھی جنگ کر چکے ہیں اسلئے ہو سکتا تھا کہ ان کے بارے میں پورا انصاف نہ ہو اس لئے قرآن نے تاکید فرمائی کہ دونوں فریق کے حقوق میں عدل و انصاف کی پابندی کی جائے۔ (یہ سب تفصیل بیان القرآن سے لی گئی ہے اور اس میں ہدایہ کے حوالہ سے ہے)

مسئلہ: اگر مسلمانوں کی کوئی بڑی طاقتور جماعت امام المسلمین کی اطاعت سے نکل جائے تو امام المسلمین پر لازم ہے کہ اول ان کی شکایات سنے ان کو کوئی شبہ یا غلط فہمی پیش آئی ہے تو اس کو دور کرے اور اگر وہ اپنی مخالفت کی ایسی وجوہ پیش کریں جن کی بنا پر کسی امام و امیر کی مخالفت شرعاً جائز ہے یعنی جن سے خود امام المسلمین کا ظلم و جور ثابت ہو تو عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس جماعت کی مدد کریں تا کہ امام اپنے ظلم سے باز آ جائے بشرطیکہ اس کے ظلم کا ثبوت یقینی بلا کسی اشتباہ کے ثابت ہو جائے۔
(کذا قال ابن الہمام، مظہری)

اور اگر کوئی ایسی واضح وجوہ اپنی بغاوت اور عدم اطاعت کی بیان نہ کر سکیں اور امام المسلمین کے خلاف جنگ کیلئے تیار ہو جائیں تو مسلمانوں کو ان سے قتال کرنا حلال ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک وہ خود قتال شروع نہ کر دیں اس وقت تک مسلمانوں کو ان سے قتال کی ابتداء کرنا جائز نہیں (مظہری) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جماعت کا باغی اور ظالم ہونا بالکل یقینی اور واضح ہو اور اگر صورت ایسی ہے کہ دونوں فریق کوئی شرعی حجت رکھتے ہیں اور یہ متعین کرنا مشکل ہے کہ ان میں کون باغی ہے کون عادل وہاں جس شخص کو کسی ایک کے عادل ہونے کا ظن غالب ہو وہ اس کی مدد کر سکتا ہے اور جس کو کسی جانب رجحان نہ ہو وہ دونوں سے الگ رہے۔ (بحوالہ معارف القرآن۔ص۔۱۱۱۔۱۱۲۔ج۔۸، م،ش،د)

﴿۱۰﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ طریق قیام اخوۃ: یعنی ایماندار سب بھائی بھائی ہیں۔ ان سب کا روحانی باپ ایک ہے یعنی آنحضرت ﷺ۔ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ: اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو، کسی کو اشتعال نہ دلاؤ۔ نہ لڑانے کی باتیں کرو نہ کسی کی رعایت کرو، ان باتوں میں اللہ سے ڈرو۔ اس آیت سے واضح معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں ہے کیونکہ باہمی قتال کبیرہ گناہ ہے اس لئے یہاں اسکو لفظ مؤمن سے تعبیر کیا ہے اور ایمان تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا نام ہے اور اعمال صالحہ ایمان کیلئے تزئین ہیں جن کے فوت ہونے سے ایمان کی زینت ختم ہو جاتی ہے ایمان باقی رہتا ہے۔

مواعظ ونصائح

باہم اختلافِ رائے کے باوجود بھائی بھائی بنے رہ سکتے ہیں: ایک مرتبہ امام شافعیؒ اور ایک عالم کے مابین ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ پر بحث ہورہی تھی۔ دونوں میں اختلاف بڑھا، گفتگو بھی لمبی ہوگئی اور آوازیں بھی خوب بلند ہوئیں۔ دونوں میں سے کوئی دوسرے کو قائل نہ کرسکا۔ بحث ختم ہوئی تو وہ عالم بہت غصہ کی حالت میں اٹھ کر جانے لگا۔ یہ صورتحال دیکھ کر امام شافعیؒ اٹھے، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: ''کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم باہمی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے بھائی بنے رہیں۔''!

خلیفہ کی مجلس میں ایک حدیث سننے کے بارے میں اختلاف: اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک خلیفہ کی علمی مجلس میں کچھ علمائے حدیث جمع ہوئے۔ اس مجلس میں شریک ایک شخص نے کوئی حدیث بیان کی تو ایک عالم نے حیران ہو کر کہا: یہ تو حدیث نہیں ہے! یہ کس کتاب میں تم نے پڑھی ہے؟ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا ''نہیں یہ حدیث ہے اور صحیح ثابت ہے۔'' عالم نے کہا: ''نہیں یہ حدیث ہم نے کبھی نہیں سنی اور نہ کبھی اس کو یاد کیا''

اس مجلس میں ایک دانا وزیر بھی تھا۔ اس نے بڑے پُرسکون انداز میں اس عالم کو مخاطب کر کے پوچھا: ''شیخ صاحب! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تمام احادیث یاد کی ہوئی ہیں؟ عالم نے کہا: نہیں۔ وزیر نے پوچھا: پھر کیا آدھی یاد کر رکھی ہیں۔''؟

عالم نے کہا: ہاں غالباً۔ وزیر نے کہا: ''تو یوں سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث ان بقیہ آدھی احادیث میں سے ہے۔ جو آپ نے یاد نہیں کیں۔'' اس طریقہ سے یہ تنازعہ ختم ہوگیا۔ اسی طرح کا ایک اور روح پرور واقعہ سنئے:

حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی داستان: حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ دونوں ایک دوسرے کے ایسے دوست تھے کہ کبھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ اور دونوں بڑے عالم اور خدا کے زاہد بندے تھے۔

کچھ دنوں بعد ایسا ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تو جہاد اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اور حضرت فضیل بن عیاضؒ ان کے پیچھے وہیں حرم میں تنہا رہ گئے جہاں وہ نمازیں پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ ایک روز حضرت فضیلؒ حرم میں تنہا بیٹھے عبادت میں مصروف تھے کہ ان کا دل پسیجا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ان کو اپنے دوست حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی یاد آئی کہ وہ دونوں مل کر کس طرح ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے تھے۔ آخر انہوں نے حضرت ابن مبارکؒ کو خط لکھا کہ وہ حرم شریف واپس آجائیں تا کہ یہاں عبادت، اذکار اور تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوں۔

جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے وہ خط پڑھا تو حضرت فضیلؒ کو جواب میں چند اشعار لکھے جن کا مفہوم یہ ہے: ''اے حرمین کے عابد تو اگر ہمیں دیکھے تو تجھے احساس ہوگا کہ تو تو عبادت میں کھیل رہا ہے۔ اے وہ جس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگ رہے ہیں! دیکھ ہمارے تو گلے ہمارے خون سے تربتر ہورہے ہیں۔ اے وہ جس کی (خیالی) گھوڑے بیکار باتوں میں تھک رہے ہیں! ہمارے گھوڑے تو صبح کے حملوں میں تھکتے ہیں۔ تم تو عطر عبیر کی مہک میں خوش ہو، لیکن ہماری عبیر گھوڑوں کے کھروں کی خاک اور غبار کی خوشبو ہے۔ ہمارے پاس تو ہمارے نبی ﷺ کا یہ قول آیا ہے جو صحیح اور سچا ہے جس کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ اللہ (کی راہ میں دوڑنے) والے گھوڑوں کی دھول جو کسی انسان کی ناک میں جائے گی وہ جہنم کی آگ سے دھوئیں سے نہیں مل سکتی۔ اور کتاب اللہ کا یہ سچا فرمان تو ہم سب کو معلوم ہے کہ شہید مرتے نہیں ہیں، زندہ رہتے ہیں۔''

ان اشعار کے بعد انہوں نے لکھا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو روزوں کی توفیق دی تو وہ اتنے روزے رکھتے ہیں کہ

دوسرے نہیں رکھتے۔ان میں سے بعض قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائی،بعض میں طلب علم کی لگن پیدا کی۔بعض بندوں کو جہاد کی سعادت عطا فرمائی،اور بعض بندوں کو رات میں نفلی عبادتوں کی توفیق عطا فرمائی۔"

حقیقت یہ ہے کہ جس عبادت میں آپ مشغول ہیں وہ ہماری عبادت سے افضل نہیں ہے،اور جس عبادت میں ہم مصروف ہیں وہ آپ کی عبادت سے افضل نہیں ہے۔دونوں طرح کی عبادتیں اپنی اپنی جگہ افضل ہیں۔"

الغرض دونوں بزرگوں کا باہمی اختلاف اس طرح سکون سے ختم ہوگیا،اور دونوں اپنی اپنی صلاحیتوں اور مزاج کے مطابق نیک عمل پر گامزن رہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا اور جس کو چاہتا ہے (اپنے مخصوص کام کے لیے چن لیتا ہے)۔

قبیلہ بنی قریظہ کا تعاقب: عہد نبوی میں ایک مرتبہ کفار کی فوجیں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوئیں،اس مرتبہ وہ اتنی بڑی تعداد اور اتنے ساز و سامان کے ساتھ آئے تھے کہ اہل عرب نے پہلے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔ان سے بچاؤ کے لیے مسلمانوں نے شہر کے گرد ایک بڑی خندق کھود لی تھی جس کو کفار کا لشکر پار نہیں کرسکتا تھا۔

مدینہ کی حدود میں یہودیوں کا قبیلہ بنی قریظہ بھی رہتا تھا جن کا تذکرہ سورۃ احزاب وغیرہ میں گزر چکا ہے۔جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے ہمیشہ موقع کی تاک میں رہتا تھا۔یہ کفار سے جا کر ملے تاکہ ان کی مدد کرسکیں،اور وہ خود مدینہ میں لوٹ مار اور فساد پھیلانے لگے۔مسلمان مجاہدین خندق پر پہرہ دینے میں مشغول تھے،لہٰذا ان فسادیوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتے تھے۔کفار کے محاصرہ کے یہ دن مسلمانوں پر بڑے سخت گزرے،بالآخر اللہ تعالیٰ نے رات کو ان کفار پر آندھی بھیجی اور غیبی فوج سے مدد فرمائی تو ان کا لشکر تتر بتر ہو کر ناکام واپس چلا گیا۔جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس مدینہ تشریف لے آئے اور مسلمان مجاہدین نے بھی اپنے گھروں میں واپس آکر ہتھیار اتار کر رکھ دیئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر میں آکر ہتھیار اُتار کر رکھ دیئے اور غسل فرمایا۔جب ظہر کا وقت ہوا تو جبرائیل آئے اور گھر کے باہر سے رسول اللہ ﷺ کو آواز دی،آپ سہمے ہوئے باہر تشریف لائے تو جبرائیل نے کہا: "یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہتھیار اُتار کر رکھ دیئے؟"

آپ نے فرمایا: جی ہاں! جبرائیل علیہ السلام نے کہا: لیکن فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے۔اور میں جواب آیا ہوں تو دشمن قوم کا پیچھا کر کے واپس آ رہا ہوں۔ہم نے حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔" یعنی جب قریش مدینہ سے مکہ کی طرف واپس بھاگے تو فرشتے ان کو مسلسل مدینہ سے دور بھگاتے رہے۔پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔میں بھی اُدھر ہی جا رہا ہوں تاکہ ان میں خوف پیدا کروں۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ "جو سن رہا ہو وہ اس حکم کی تعمیل کرے کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنی ہے۔"

یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بنی قریظہ کی بستی کی طرف چل پڑے۔ لیکن ابھی وہ راستہ میں ہی تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا۔بعض صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ہم بنی قریظہ میں پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں گے۔

دوسرے صحابہ کرام نے کہا کہ "ہم ابھی پڑھ لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ راستہ میں نماز کا وقت آجائے تو نہ پڑھو،بلکہ یہ مطلب تھا کہ جلدی وہاں پہنچو۔" لہٰذا ان لوگوں نے تو راستہ میں ہی نماز پڑھ لی اور پھر سفر جاری رکھا،اور دوسروں نے بنی قریظہ کی بستی میں پہنچنے کے بعد پڑھی۔

اس بات کا ذکر جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے دونوں میں سے کسی کو نہیں ڈانٹا۔ پھر آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ تو دیکھئے، ان میں بھی کیسا اختلاف پیدا ہوتا تھا لیکن وہ بھائی بھائی رہتے تھے اور باہمی اختلاف سے دلوں میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے تھے اور نہ کوئی جھگڑا کرتے تھے۔

یقین کریں کہ جب آپ لوگوں سے اس طرح خوشگوار انداز میں اور سکون و وسعتِ قلب کے ساتھ پیش آئیں گے تو وہ آپ سے محبت کرنے لگیں گے اور ان کے دل میں جگہ بنا لیں گے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے محبت فرمائے گا کیونکہ باہمی نزاع خراب چیز ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ

اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم دوسری قوم سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں

عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ برے لقب۔ ڈالو برا ہے فسق کا نام ایمان کے بعد اور جو شخص توبہ نہیں کریگا

بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا

پس یہی لوگ ہیں بے انصاف ﴿۱۱﴾ اے ایمان والو بچتے رہو بہت سی بدگمانیوں سے بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ

اور نہ جستجو کرو کسی کے راز کی اور نہ غیبت کریں تم میں سے بعض بعض کی کیا تم پسند کرتے ہو کہ کھائے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت؟ پس

يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا

تم اس کو ناپسند کرتے ہو اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۱۲﴾ اے لوگو! بیشک ہمنے پیدا کیا تمکو ایک مرد اور ایک عورت

خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

سے اور بنائے ہیں ہمنے تمہارے لئے شعوب اور قبیلے تا کہ تم آپس میں متعارف ہو سکو تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے بیشک

اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا

اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۳﴾ کہا دیہاتی گنواروں نے کہ ہم ایمان لائے ہیں آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــــًٔا ۭ

ہوئے ہیں اور نہیں داخل ہوا ابھی ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر تم اطاعت کرو اللہ اور اسکے رسول کی تو وہ نہیں کمی کرے گا تمہارے اعمال میں کچھ بھی بے شک اللہ تعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا

بہت بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۱۴﴾ بیشک ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ اور اسکے رسول پر پھر انہوں نے نہیں شک کیا اور

وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ

جہاد کیا ہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کیساتھ اللہ کے راستے میں یہی لوگ ہیں سچے ﴿۱۵﴾ آپ کہدیجئے

اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۶

کیا تم جتلاتے ہو اللہ کو اپنا دین اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۶﴾

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ

یہ لوگ احسان جتلاتے ہیں آپ پر کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں آپ کہدیجئے نہ احسان جتلاؤ مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ اللہ تم پر احسان کرتا ہے

هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۷ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے ایمان کیلئے اگر تم سچے ہو ﴿۱۷﴾ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ ع

جو کچھ تم اعمال کرتے ہو ﴿۱۸﴾

﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ ربط آیات : اوپر ذکر تھا کہ دو گروہوں کی آپس میں لڑائی ہو جائے تو انکی صلح کرادو اور زیادتی کرنے والے کے خلاف لڑو، اب آگے ان اسباب کو ذکر کرتے ہیں جن سے عموماً لڑائی پیدا ہوتی ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ تمہید : آپس میں طرز معاشرت ایسا اختیار کریں کہ تعلقات میں کشیدگی نہ ہونے پائے ، اسباب لڑائی ۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔ اعرابیوں کی کذب بیانی ، مؤمنین کے اوصاف ۔۱۔۲۔۳۔ نتیجہ ، اعرابیوں کو تنبیہ ، اعرابیوں کا احسان اور جواب احسان ، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ ماخذ آیات ۔۱۱ تا ۱۸ +

اسباب لڑائی : لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ : پہلا سبب مذاق : کہ کوئی کسی سے تمسخر نہ کرے۔ تمسخر ہنسی نے کسی کو بے عزت کرنا ، دل دکھانا ، جہلاء اور خفیف لوگوں کی حرکت ہے یہ باہمی عداوت کا سبب ہے۔ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ... الخ شاید کہ وہ لوگ جنکا تم مذاق اڑاتے ہو تم سے بہتر ہوں۔

وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ ... الخ اور نہ کوئی عورت دوسری عورت سے مذاق کرے ، کیا معلوم کہ وہ اس سے اللہ کے نزدیک بہتر ہو تو کیا پھر یہ مشیت الٰہی پر ہنسی کرتی ہے۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ... الخ دوسرا سبب مؤمنین کی توہین کہ کوئی کسی کو طعنہ نہ دے ، طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے ، جس سے محبت میں فرق آجاتا ہے اور "اَنْفُسَكُمْ" کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ تم بھی اولاد آدم ہو اور وہ بھی اولاد آدم ہے پھر طعنہ زنی کا کیا مطلب ؟

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ... الخ تیسرا سبب برے القاب : کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو ، جیسے کوئی یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے پھر اس کو یہودی یا نصرانی کہا جائے یا جس طرح کسی کو لنگڑا ، بھینگا ، اندھا ، کانا ، لولا ، لمڈھیک ، ٹھگنا ، بدھو وغیرہ یہ سب صفات مذمومہ ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ ... الخ محرومین عن التوبہ کا نتیجہ :اور جوان مذکورہ حرکات سے توبہ نہیں کرے گا تو ایسے لوگ بے انصاف ہیں مسلم شریف کی روایت ہے کہ اگر عیب آدمی کے اندر موجود ہو، اور غائبانہ اس عیب کو بیان کیا جائے تو یہ بھی ممنوع ہے اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں اور تم بیان کرتے ہو تو تم نے بہتان باندھا۔ مگر چند مقامات ایسے ہیں جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔ مثلاً آپ کو کسی نے نازیب بات کہی آپ مفتی کے پاس چلے گئے فتویٰ لینے کیلئے کہ فلاں نے یہ کہا ہے اگر چہ یہ عیب ہے مگر آپ کا نراعیب بیان کرنا مقصد نہیں بلکہ اپنے لئے لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔ تو یہ جائز ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کا عیب بیان کیا اس کو علم نہیں ہوا نہ بالواسطہ اس وقت تک وہ صرف اللہ ہی کا حق ہے سچے دل سے توبہ کرے گا تو اللہ معاف کر دے گا اور اگر اس شخص کو خبر ہو چکی، بالواسطہ یا بلاواسطہ تو پھر اس میں حق العبد بھی ہے جب تک ہو معاف نہیں کرے گا تو معاف نہیں ہو گا۔

مواعظ ونصائح

لوگوں کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنا چاہیے

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت :لوگوں کے احساسات کا خیال رکھنا چاہئے ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لا رہے تھے اسی ماہ عروہ بن مسعود ثقفی بھی آپ سے ملاقات کو روانہ ہوئے۔ یہ قبیلہ ثقیف کے ایک جلیل القدر سردار تھے، اور اپنی قوم میں ان کی بڑی عزت اور قدر و منزلت تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں آپ سے ملے اور اسلام قبول کیا۔ اور آپ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ ان کی قوم کہیں ان کو ایذاء نہ دے۔ آپ نے ان سے فرمایا : ''وہ لوگ تمہیں قتل کر دیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ قبیلہ ثقیف کے لوگ مغرور اور ضدی ہیں اور وہ کسی بات کو آسانی سے نہیں مانتے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! وہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔'' اور واقعی قبیلہ والے ان سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور ان کے فرمانبردار تھے۔ بہر حال وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کو امید تھی کہ چونکہ وہ لوگ ان کی عزت واحترام کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ مخالفت نہیں کریں گے۔ اپنے علاقہ میں پہنچ کر وہ ایک بلند جگہ کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کو پکارا۔ وہ سب اپنے سردار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہو گئے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور بتایا کہ وہ خود اسلام قبول کر چکے ہیں۔ وہ بار بار کلمہ دہراتے تھے۔ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔ جب ان کی قوم نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا چیخ چیخ کر کہنے لگے : ''ہم تو اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔'' اور اس کے ساتھ ہی ان پر چاروں طرف سے تیر برسنے لگے، وہ بے چارے تیروں کا نشانہ بن کر وہیں گر پڑے (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ)

وہ حالت نزع میں تھے کہ ان کے چچا زاد بھائی ان کے پاس آ گئے اور ان سے کہنے لگے : ''اے عروہ! تم اپنے خون (کا بدلہ لینے) کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یعنی کیا ہم تمہارے قاتلوں سے تمہارے خون کا بدلہ لیں اور ان کو قتل کریں؟ انہوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت کی عزت عطا کی ہے۔ اب مجھے وہی درجہ ملے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ کرنے والے شہیدوں کو ملا ہے۔ لہٰذا میرے خون کے بدلہ کسی کو قتل نہ کرو۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ''اس کی مثال اپنی قوم میں وہی ہے جو صاحب یاسین (صاحب یاسین کا ذکر قرآن مجید میں سورہ یٰسین میں آتا ہے، وہ بھی اسی طرح

اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے خود اپنی قوم کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے ان کا نام حبیب نجار بتایا جاتا ہے (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ لوگوں سے خواہ کتنے بھی قریب اور ان کے محبوب ہوں پھر بھی لوگوں کے کچھ جذبات واحساسات ایسے ہوتے ہیں کہ آپ کو ان سے معاملہ کرنے میں یا مذاق کرنے میں زیادہ جری نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ایک خاص حد تک محدود رہنا چاہیے۔ آپ ان کے نزدیک خواہ کتنے ہی باعزت ہوں، اور وہ لوگ خواہ آپ کے بھائی اور بیٹے بھی ہوں لیکن پھر بھی ان کے جذبات واحساسات کو ٹھیس نہیں پہچانی چاہیے۔

مذاق سے منع فرمایا ہے: رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی بھی مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو (مذاق میں) ڈرانے سے منع فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ سفر فرما رہے تھے۔ ان میں سے ہر شخص کے پاس اس کا سامان تھا۔ اسلحہ تھا۔ وہ سب ایک جگہ ٹھہرنے کے لیے اترے وہاں ایک صاحب سو گئے۔ ایک دوسرے صاحب ان کے قریب آئے اور بطور مذاق ان کی رسی اٹھا کر لے گئے۔ سونے والے صاحب کی آنکھ کھلی تو انہوں نے غائب پائی۔ وہ بڑے پریشان ہوئے اور اس کو ڈھونڈنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے یا پریشان کرے"۔ (ابوداؤد)

ایک اور دن کا ذکر ہے کہ صحابہ کرامؓ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک صاحب کو اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی۔ برابر والے ایک صاحب نے جب ان کو غافل دیکھا تو ان کے ترکش سے تیر نکال لیا۔ اونگھنے والے صحابی کو احساس ہوا کہ کسی نے ان کے ہتھیاروں کو چھیڑا ہے۔ وہ خوفزدہ اور پریشان ہو کر جاگ پڑے۔

اس موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ اور پریشان کرے۔" (طبرانی)

دراصل ایسا مذاق کرنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس طرح آپ کو خوش کر رہا ہے حالانکہ وہ آپ کو تکلیف دے رہا ہوتا ہے بلکہ آپ کو خوف اور غم وفکر میں مبتلا کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا شخص دیکھتا ہے کہ آپ نے کسی دکان کے آگے کار کھڑی کی اور اس کو اسٹارٹ رکھا۔ وہ خاموشی سے آ کر اس کو چلا کر لے جاتا ہے اور دور لے جا کر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ ازراہ مذاق آپ کو وہم میں ڈال دیتا ہے کہ آپ کی کار چوری ہو گئی ہے۔ آپ کا یہ دوست اپنے خیال میں تو آپ سے دل لگی کر رہا ہوتا ہے اور بعض اوقات اس پریشان کن مذاق پر ہنستا بھی ہے، لیکن وہ درحقیقت آپ کو تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کرتا ہے۔ کسی عرب شاعر نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

بسا اوقات حلیم الطبع شخص تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ لیکن اس کا دل تکلیف کے درد سے آہیں بھرتا ہے۔

بسا اوقات حلیم الطبع شخص اپنی زبان کو قابو میں رکھتا ہے تا کہ کوئی سخت بات منہ سے نہ نکل جائے، حالانکہ وہ بڑا قادر الکلام ہوتا ہے۔

﴿۱۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا ... الخ چوتھا سبب بدگمانی : کہ بدگمانی سے بچو، معاذ اللہ یہ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے۔ بعض لوگوں میں مرض ہوتا ہے کہ ہر بات کو محض اٹکل اور گمان سے طے کر لیا جاتا ہے پھر اپنے گمان کے مطابق تہمتیں لگاتے ہیں اس بدگمانی سے گھرا جڑ جاتے ہیں۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا ... الخ چھٹا سبب غیبت : کوئی کسی کی غیبت یعنی بدگوئی نہ کرے

۔آگے ایک تمثیل سے اسکی نہایت برائی کو بیان کیا ہے۔مسئلہ: اگر کسی شخص کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے کیلئے کسی ظالم کا حال بیان کر دیا جائے تو یہ غیبت حرام میں شامل نہیں ہے۔

﴿۱۳﴾خطاب عمومی اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ ... الخ ساتواں سبب۔سبب ذات پات کا : کہ تم سب کو ایک مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت یعنی حضرت حواء علیہا السلام سے پیدا کیا ہے تم سب کی ایک ذات اور ایک نسب ہے۔وَجَعَلْنٰكُمْ ... الخ حکمت قبائل : پھر تمہارے قبیلے محض پہچان کیلئے بنائے ہیں نسب تو سب کا ایک ہے اب یہ کوئی فخر کی چیز نہیں بلکہ پرہیزگاری ہونی چاہیے۔

﴿۱۴﴾قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ... الخ اعرابیوں کی کذب بیانی :شان نزول : قبیلہ بنی اسد کے لوگ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے یہ خشک سالی کا زمانہ تھا ان لوگوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا حالانکہ یہ سچے مسلمان نہ تھے بلکہ مدینہ کے راستوں کو گندگیاں ڈال کر خراب کر دیا تھا اور مالوں کے بھاؤ بھی مہنگے کر دیئے تھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں صبح شام حاضر ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ جانوں، مالوں، بچوں سمیت بغیر کسی لڑائی کے مسلمان ہوئے جبکہ فلاں فلاں قبیلے نے آپ سے لڑائی کی یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے تھے اور صدقات کے اموال آپ سے وصول کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۱۹۶۔۱۹۷۔ج۔۴۔قرطبی۔ص۔۲۹۹۔ج۔۱۶)

وَلَمَّا يَدْخُلِ ... الخ اطلاع خداوندی۔لَا يَلِتْكُمْ ... الخ مجازات اعمال

﴿۱۵﴾اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ... الخ مؤمنین کے صفات:۔۱۔۲۔۳ : جو اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کو تہ دل سے تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کبھی شک بھی نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں کے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ... الخ نتیجہ

﴿۱۶﴾اعرابیوں کو تنبیہ :یا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے ایمان کی خبر زبانی دیتے ہو وہ تمہارے کہنے کے بغیر بھی ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ تمہارے ایمانوں کے پیمانوں کو خوب جانتا ہے۔﴿۱۷﴾اعرابیوں کا احسان :قبیلہ اسد کے لوگ اسلام لانے کا احسان آپ پر جتلاتے تھے قُلْ ... الخ جواب احسان : اللہ نے فرمایا ان سے کہدو بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان اور انعام ہے کہ اس نے ایمان کی رہنمائی فرمائی ہے۔بشرطیکہ تم اس دعویٰ ایمان میں سچے ہو۔

﴿۱۸﴾حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ : اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون دل سے ایمان لانے کے اہل ہیں پھر اس کو موافق جزاء دے گا اس لئے اس کے سامنے غلط دعویٰ مت کرو۔

الحمدللہ سورۃ حجرات کی تفسیر مکمل ہوئی بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ ق

نام اور کوائف:۔ اس سورۃ کا نام سورۃ "ق" ہے جو اس سورۃ کے ابتدائی حرف "ق" سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں پچاسویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۳۴۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں تین رکوع۔ ۴۵۔ آیات ہیں، یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی۔

ربط آیات۔ سورۃ حجرات کے مضامین کا اختتام اس بات پر ہوا تھا کہ اسلام قبول کرنے کی توفیق اور ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے لہذا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اب اس سورۃ "ق" کی ابتداء عظمت کلام خداوندی سے کی جارہی ہے یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ ہدایت کا سرچشمہ قرآن کریم ہے اس پر ایمان لایا جائے۔

موضوع سورۃ : اثبات مجازات۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ کے مضامین اکثر ابتداء تخلیق کائنات، بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب و وزن اعمال جنت و جہنم اور ثواب و عتاب نیز ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں اس لئے یہ سورۃ قرآن کریم کے اہم اور اعظم مضامین کا خلاصہ ہے۔
(ابن کثیر۔ص۔۳۵۷۔ج۔۷)

فضائل سورۃ۔ آنحضرت ﷺ اس سورۃ کو اکثر جمعہ اور عیدین میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان بیان کرتی ہیں کہ ہمارا مکان آنحضرت ﷺ کے مکان کے بالکل قریب تھا حتی کہ دو سال تک ہمارے روٹی ایک تندور پر لگتی رہی تو مجھے سورۃ "ق" آنحضرت ﷺ کے خطبہ جمعہ میں تلاوت سننے کی وجہ سے حفظ ہوگئی۔ (ابن کثیر۔ص۔۳۵۷۔روح المعانی۔ص۔۱۷۴۔ج۔۲۶)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت واقد لیثی نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ عیدین میں کونسی سورۃ تلاوت فرماتے تھے تو انہوں نے جواب دیا سورۃ ق اور اقتربت۔ (ابن کثیر۔ص۔۳۵۷۔ج۔۷۔روح المعانی۔ص۔۴۴۸۔ج۔۲۶)

منازل قرآن کریم : سورۃ "ق" سے لے کر آخر تک ساتویں منزل ہے اس کو مفصل کہا جاتا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی۔ ۶۵۔ سورتیں ہیں۔

سُوۡرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمۡسٌ وَّ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اَرۡبَعُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَھُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡھُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ھٰذَا

قٓ قسم ہے بزرگی والے قرآن کی ﴿۱﴾ بلکہ ان لوگوں نے تعجب کیا ہے کہ آیا ہے انکے پاس ایک ڈر سنانے والا انہیں میں سے پس کہا کفر کرنیوالوں نے کہ یہ

شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا وَکُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ

عجیب چیز ہے ﴿۲﴾ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے ﴿۳﴾ تحقیق ہم جانتے ہیں جو کم کرتی ہے زمین ان میں

مِنۡھُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ ﴿۴﴾ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمۡ فَھُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ مَّرِیۡجٍ ﴿۵﴾

سے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے حفاظت کرنیوالی ﴿۴﴾ بلکہ جھٹلایا ان لوگوں نے حق کو جبکہ انکے پاس آگیا پس یہی لوگ الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں ﴿۵﴾

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے آسمان کی طرف انکے اوپر کہ کس طرح ہم نے بنایا ہے اسکو اور زینت بخشی ہے اسکو اور نہیں ہے اس میں کسی قسم کی کوئی دراڑ ﴿۶﴾ اور زمین کو

وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٨

پھیلایا ہمنے اور رکھ دیئے اس میں بوجھل پہاڑ اور اگائی ہمنے اس میں ہر قسم کی بارونق چیز ﴿۷﴾ یہ بصیرت اور نصیحت ہے ہر بندے کیلئے جو رجوع رکھتا ہے ﴿۸﴾

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ

اور اتارا ہمنے آسمان کی طرف سے بابرکت پانی پس اگائے ہمنے اسکے ساتھ باغات اور کھیت جو کاٹے جاتے ہیں ﴿۹﴾ اور کھجوریں لمبی لمبی

لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ

جنکے خوشے ہیں تہ بہ تہ ﴿۱۰﴾ یہ روزی ہے بندوں کیلئے اور زندہ کیا ہمنے اس پانی کیساتھ مردہ زمین کو اسی طرح ہوگا نکلنا ﴿۱۱﴾ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے

قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝١٣ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ

اور کنویں والوں نے اور قوم ثمود نے ﴿۱۲﴾ اور قوم عاد نے اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے ﴿۱۳﴾ اور جنگل میں رہنے والوں نے اور قوم تبع کی قوم نے سب نے

وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝١٤ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ

جھٹلایا اللہ کے رسولوں کو پس ثابت ہو گیا میرا عذاب سے ڈرانا ﴿۱۴﴾ کیا ہم تھک گئے ہیں پہلی مخلوق بنا کر نہیں بلکہ یہ لوگ اشتباہ میں پڑے ہوئے ہیں

١٥ ع ١ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٥

نئی مخلوق کی پیدائش کے متعلق ﴿۱۵﴾

خلاصہ رکوع ❶ عظمت قرآن، منکرین رسالت کا تعجب، منکرین قیامت کا شکوہ، وسعت علم باری تعالیٰ سے جواب شکوہ، نمونہ وسعت علم باری تعالیٰ، منکرین کی بدبختی، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل ۔ ا۔ منکرین توحید کے لئے تنبیہ، دلیل ۔ ۲۔ مستفیدین من القرآن، قدرت خداوندی سے اثبات بعث بعد الموت، تذکیر بما بعد الموت، تذکیر بایام اللہ نے تسلی خاتم الانبیاء، خلاصہ خباثات، نتیجہ، تنبیہ منکرین قیامت۔ ماخذ آیات ۔ ا ۔ تا ۱۵ +

﴿۱﴾ عظمت قرآن : وَالْقُرْاٰنِ ... الخ قسم ہے اور جواب قسم محذوف ہے۔ "انك من المرسلين" مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید گواہ ہے کہ آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں اور اس قرآن میں درج شدہ باتوں میں سے کوئی بھی غلط اور خلاف واقعہ نہیں اس کی ہر خبر سچی ہے۔ ﴿۲﴾ منکرین رسالت کا تعجب : آنحضرت ﷺ کی رسالت کو تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے کہ ایک آدمی کیسے پیغمبر بن آیا کوئی فرشتہ وغیرہ کیوں نہیں آیا؟ ﴿۳﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : کہ بعث بعد الموت کو بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جائیں گے تو دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا امکان سے بہت بعید ہے۔

﴿۴﴾ وسعت علم باری تعالیٰ سے جواب شکوہ : ہمیں تو ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے وجود کے ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ وَعِنْدَنَا ... الخ نمونہ وسعت علم باری تعالیٰ : ہمارا علم قدیم ہے حتی کہ ہم نے قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات اپنے علم قدیم سے لوح محفوظ میں لکھ دیئے تھے۔

﴿۵﴾ منکرین کی بدبختی : یہی لوگ ایک واقعی امر کی تکذیب کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کی نبوت اور آخرت برحق ہیں۔

﴿۶﴾ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل۔ ❶ منکرین توحید کیلئے تنبیہ : کیا آسمان کی پیدائش سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۷﴾ دلیل۔ ❷ زمین کو دیکھیں اس میں پہاڑوں کو دیکھیں (کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا مشکل ہے یا انسان کا)

﴿۸﴾ مستفیدین من القرآن یہ چیزیں مستفیدین من القرآن انابت الی اللہ والوں کیلئے نصیحت کا کام دے سکتی ہیں۔

﴿۹،۱۰،۱۱﴾ قدرت خداوندی سے اثبات بعث بعد الموت : جس طرح ہم پانی نازل کر کے یہ اشیاء بطور رزق پیدا کرتے ہیں۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ : تذکیر بما بعد الموت : اسی طرح انسانوں کو بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کریں گے۔

﴿۱۲،۱۳،۱۴﴾ تذکیر بایام اللہ سے تسلی خاتم الانبیاء : ان گزشتہ امتوں نے بھی تکذیب رسل ہی کے باعث یہ سزا پائی۔ اصحاب الرس کی داستان سورۃ الفرقان (آیت۔ ۳۸) ورقوم تبع کی داستان سورۃ دخان (آیت۔ ۳۷) میں گزر چکی ہے۔ كُلٌّ كَذَّبَ ...الخ خلاصہ خباثات : یعنی سب نے اپنے اپنے پیغمبروں کو توحید، رسالت اور قیامت، کے معاملہ میں جھٹلایا۔ فَحَقَّ وَعِيْدِ : نتیجہ : پھر میری وعید ان پر ثابت ہو گئی یعنی ان پر عذاب نازل ہوا تم بھی وہی جرم کر رہے ہو اور اپنے آپ کو اسی قوم کی سزا کے مستحق ٹھہرا رہے ہو۔

﴿۱۵﴾ تنبیہ منکرین قیامت : کیا پہلی دفعہ ہم انسانوں کو پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ اس آیت میں اسکی بھی نفی فرما دی کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے عیوب سے پاک ہے وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا نہ اس کو تھکان ہونے کا امکان ہے اس لئے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا دلائل سے ثابت ہو گیا اور یہ لوگ انکار کر رہے ہیں انکے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ لوگ بلا دلیل شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں ان باتوں کو جو وسوسہ کرتا ہے اسکے ساتھ اسکا نفس اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اسکی دھڑکتی ہوئی رگ سے ﴿۱۶﴾

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ

جبکہ لیتے ہیں دو لینے والے دائیں اور بائیں طرف سے جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ ﴿۱۷﴾ نہیں بولتا وہ کوئی لفظ مگر اسکے پاس ایک نگران ہوتا ہے تیار ﴿۱۸﴾

رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ

اور آئی بیہوشی موت کی حق کے ساتھ یہ وہ چیز ہے جس سے تو بچتا تھا ﴿۱۹﴾ اور پھونکا جائے گا صور میں یہ وعدہ ہے ڈرانے

ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

کے دن کا ﴿۲۰﴾ اور آئے گا ہر نفس کہ اسکے ساتھ ہوگا ایک چلانے والا اور ایک گواہی دینے والا ﴿۲۱﴾ البتہ تحقیق تھا تو غفلت میں اس دن سے پس ہم نے کھول دیا

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ؕ ﴿۲۳﴾

ہے تجھ سے تیرے پردے کو پس تیری آنکھ آج بہت تیز ہے ﴿۲۲﴾ اور کہے گا اس کا ساتھی کہ یہ وہی چیز ہے جو میرے پاس ہے تیار ﴿۲۳﴾

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ لا مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ لا الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

ارشاد ہوگا ڈال دو جہنم میں ہر نا شکر گزار عنادی کو ﴿۲۴﴾ وہ بہت روکنے والا ہے نیکی سے تعدی کرنیوالا اور شک میں ڈالنے والا ہے ﴿۲۵﴾ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو الٰہ بنا

اُخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾

رکھا ہے پس ڈال دو اسکو سخت عذاب میں ﴿۲۶﴾ کہے گا اسکا ساتھی اے ہمارے پروردگار! میں نے تو اسکو سرکشی میں نہیں ڈالا لیکن یہ خود ہی گمراہی میں دور پڑا ہوا تھا ﴿۲۷﴾

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ

فرمائے گا پروردگار نہ جھگڑا کرو میرے پاس اور تحقیق میں نے پہلے ہی بھیج دی تھی تمہاری طرف عذاب کی وعید ﴿۲۸﴾ نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے پاس اور

ع ۲ ۱۴ ۱۶ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

نہیں ہوں میں ذرا بھر بھی زیادتی کرنے والا بندوں پر ﴿۲۹﴾

﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ ... الخ ربط آیات: اوپر مکذبین کا ذکر تھا اب آگے یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان کے دل میں کوئی اچھا یا برا خیال ہو، ایمان ہو یا کفر ہو کوئی چیز بھی ہو سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔

خلاصہ رکوع ❷ خالقیت باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان، کاتبین اعمال، انسان کے اعمال کا ریکارڈ، تنبیہ انسان، مبادی قیامت، احوال قیامت، مشرکین کی سرزنش، فرشتہ کا مکالمہ، نتیجہ مجرمین، اسباب رسوائی، نتیجہ شرک، مکالمہ شیطان، فیصلہ خداوندی، فیصلہ کے محکم ہونے کا بیان۔ ماخذ آیات ۱۶ تا ۲۹ +

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ ... الخ خالقیت باری تعالیٰ۔ وَنَعْلَمُ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ: ہم انسان کے وساوس کو بھی جانتے ہیں۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ ... الخ اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا بیان: اور ہم اسکی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

﴿۱۷﴾ کاتبین اعمال: اس کے دو محافظ ہماری طرف سے انسان کے دائیں اور بائیں بیٹھے رہتے ہیں جو اس کے نامہ اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

﴿۱۸﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ: انسان کے اعمال کا ریکارڈ: انسان جو بولتا ہے فرشتے فوراً لکھ لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو انسان کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں۔ دائیں طرف والے نیکی لکھتے ہیں اور بائیں طرف والے بدی لکھتے ہیں۔

فرشتے دل کے خیال کو بھی لکھتے ہیں یا نہیں: حضرات مفسرین فرماتے ہیں "عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" ذات صرف اللہ ہی کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دل کے بھید کو نہیں جانتا۔ البتہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو نیکی کے ارادہ کے بعد ایک اچھی سے خوشبو دل سے پیدا ہوتی ہے جس سے اجمالی طور پر فرشتے سمجھتے ہیں کہ اس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا ہے مگر اس نیکی کی تعیین وہ بھی نہیں کر سکتے کہ اس نے کونسی نیکی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر ایک بدبو سی پیدا ہوتی ہے اس سے فرشتے اجمالی طور پر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اس نے بری چیز کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ اعلم

﴿۱۹﴾ تنبیہ انسان: موت کی بے ہوشی انسان پر آئے گی اس وقت اسے یہ تنبیہ کے طور پر کہا جائے گا۔ یہ وہی موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ ﴿۲۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ... الخ مبادی قیامت۔

﴿۲۱﴾ احوال قیامت: صور کے بعد ہر انسان میدان محشر میں آئے گا۔ "سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ" اس سے کیا مراد ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ "سَآئِقٌ" سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس کو چلا کر لائے گا اور "شَهِيْدٌ" سے مراد اس کے اعضاء ہیں (یہ تفسیر ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے) دوسری تفسیر یہ ہے کہ سائق اور شہید دونوں فرشتے ہیں۔ ایک فرشتہ اس کو چلا کر لائے گا اور دوسرا فرشتہ اگر وہ آدمی نیک تھا تو اسکی

نیکی کی گواہی دے گا اور اگر وہ براتھا تو وہ اسکی گواہی دے گا۔ (یہ تفسیر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے)۔

﴿۲۲﴾ مشرکین کی سرزنش۔ ﴿۲۳﴾ فرشتہ کا مکالمہ۔ ﴿۲۴﴾ اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ : نتیجہ مجرمین : "کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ" (حکم ہوگا) تم دونوں ہر کافر سرکش کو دوزخ میں ڈال دو "اَلْقِیَا" کے صیغہ میں دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نیکی اور بدی کو لکھنے والے ہیں ان کو حکم ہوگا کہ اس کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو۔ یا وہ دونوں فرشتے جہنم کے داروغہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں "اَلْقِیَنْ" تھا نون تاکید خفیفہ کو الف سے تبدیل کیا گیا ہے تو اس میں ایک فرشتہ کو خطاب ہے جو اسی کام پر متعین ہے جس کو جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا۔

﴿۲۵﴾ اسباب رسوائی : خیر کے کاموں سے روکنے والا۔ "مُعْتَدٍ" حد عبدیت سے باہر نکلنے والا۔ مُرِیْبٍ : دین میں شبہ پیدا کرنے والا۔

﴿۲۶﴾ جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود تجویز کیا۔ فَاَلْقِیٰهُ... الخ نتیجہ شرک : ایسے شخص کے متعلق حکم ہوگا کہ جہنم میں جھونک دو۔ ﴿۲۷﴾ مکالمہ شیطان : شیطان یہ کہے گا۔ ﴿۲۸﴾ فیصلہ خداوندی : اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس مت جھگڑو، میں نے تمہیں پہلے وعید سنا دی تھی۔

﴿۲۹﴾ فیصلہ کے محکم ہونے کا بیان : میرا فیصلہ تبدیل نہیں ہوا کرتا اور میں نے بندوں پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جسدن ہم دوزخ سے کہیں گے تو بھر چکی ہے تو وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے ﴿۳۰﴾ اور قریب کر دیا جائے گا جن کو متقیوں کیلئے

غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

وہ ان سے کچھ دور نہیں ہوگی ﴿۳۱﴾ یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہر ایک رجوع کرنے اور حفاظت کرنیوالے کیلئے ﴿۳۲﴾ جو ڈر گیا رحمان سے

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اِۨدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا

بغیر دیکھے اور لایا وہ رجوع کرنے والا دل ﴿۳۳﴾ حکم ہوگا داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی کے ساتھ یہ ہے دن ہمیشہ رہنے کا ﴿۳۴﴾ انکے لئے ہوگا جو وہ چاہیں گے

مَزِيْدٌ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ هَلْ

اسمیں اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے ﴿۳۵﴾ اور بہت سی ہلاک کیں ہم نے اس سے پہلے جماعتیں جو ان سے زیادہ گرفت والی تھی پس وہ کرید کرنے لگے شہروں میں کیا ہے

مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝

کہیں بھاگنے کی جگہ ﴿۳۶﴾ بیشک اس میں البتہ یاد دہانی ہے اس شخص کیلئے جسکے اندر دل ہے یا اس نے کان لگائے ہیں اور پورا دل لگا کر سنتا ہے ﴿۳۷﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝

اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن کے وقفہ میں اور نہیں پہنچی ہمیں کوئی تھکاوٹ ﴿۳۸﴾

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ۝

پس آپ صبر کیجئے اے پیغمبر ان باتوں پر جو یہ لوگ کہتے ہیں اور آپ تسبیح بیان کریں اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ سورج کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے ﴿۳۹﴾

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾

اور کچھ رات کے وقت آپ اسکی تسبیح بیان کریں اور سجدوں کے پیچھے بھی ﴿۴۰﴾ اور کان لگا کر سنیں جس دن پکاریگا پکارنیوالا قریب سے ﴿۴۱﴾

يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾

جس دن سنیں گے یہ لوگ چیخ کو صحیح طریقے پر یہ ہوگا دن نکلنے کا ﴿۴۲﴾ بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت طاری کرتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے ﴿۴۳﴾

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ

جس دن شق ہوجائے گی زمین ان سے وہ دوڑتے ہوئے اس سے باہر آئیں گے یہ اکٹھا کرنا ہم پر آسان ہے ﴿۴۴﴾ ہم خوب جانتے ہیں ان باتوں کو جو یہ لوگ کہتے ہیں اور نہیں

ع ۳ ۱۶ ۱۷ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

آپ ان پر کوئی جبار پس آپ نصیحت کریں قرآن کیساتھ اس شخص کو جو خوف کھاتا ہے میری وعید سے ﴿۴۵﴾

﴿۳۰﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام احوال بشریہ کو محیط ہے کوئی مجرم نہ اس کے احاطہ علم سے غائب ہوسکتا ہے اور نہ اسکی قدرت و گرفت سے بچ سکتا ہے۔ اب ان آیات میں مجرمین کیلئے عذاب کی شدت بیان کی جارہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان اور فرمانبرداروں پر کچھ انعام واکرام کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ⓭ شدت نار جہنم، مطالبہ جہنم، مستحقین جنت، متقین کی مبارک بادی، متقین کے اوصاف۔۱۔۲۔۳۔ نتائج متقین۔۱۔۲۔۳۔ تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں تخویف مشرکین، مستفیدین من القرآن، تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل، تسلی خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء، تذکیر بما بعد الموت، بعث بعد الموت، تصرف باری تعالیٰ تذکیر بما بعد الموت، کیفیت حشر، قدرت باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، فرائض خاتم الانبیاء والتزام تبلیغ قرآن۔ ماخذ آیات۔ ۳۰ تا ۴۵ +

يَوْمَ نَقُوْلُ ... الخ شدت نار جہنم : کفار کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو بھر گئی۔

وَتَقُوْلُ ... الخ مطالبہ جہنم : وہ کہے گی کچھ اور بھی "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کی تفسیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم کا ایندھن جب جہنم میں ڈالا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر گئی ہے؟ تو وہ جواب دے گی کچھ اور چاہیئے پھر اللہ تعالیٰ اپنا قدم (جو اس کی شان کے لائق ہے) اس پر رکھ دیں گے تو وہ دب جائے اور سمٹ جائے گی کہے گی بس بس۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی چیز کو ہاتھ یا پاؤں سے دبا دو تو اندر کی چیز باہر آنے لگتی ہے، جہنم بھی ایسے دب کر سمٹ جائے گی۔ واللہ اعلم

﴿۳۱﴾ مستحقین جنت : جنت متقین کے قریب لائی جائے گی۔ واللہ اعلم

﴿۳۲﴾ متقین کی مبارک بادی : اور متقیوں سے کہا جائے گا یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

لِكُلِّ اَوَّابٍ ... الخ متقین کے اوصاف ❶ اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو کر اعمال وطاعات کی پابندی کرنے والا ہو۔

﴿۳۳﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ❷ بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتے۔

سیفیوں کا شرکیہ عقیدہ

پیر سیف الرحمن لکھتا ہے کہ :اللہ تعالیٰ کے اسم "الرَّحْمٰن" میں سیف الرحمن اس کے ساتھ شریک ہو کر عرش پر قائم ومسطور

ہے۔(ہدایۃ السالکین فی رد المنکرین۔ص۔۲، ۴، تاریخ اشاعت محرم الحرام ۱۴۱۶ھ) یہ عقیدہ قرآن وسنت فقہاء، علماء کرام کے نزدیک شرکیہ ہے اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اور خصوصاً صفت ''رحمن'' جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اللہ تعالیٰ کے عرش پر قائم ہونے کا مطلب کمایلیق بشانہ اس کو کوئی نہیں جانتا، سیف الرحمن اس کی اس مخصوص صفت میں شریک ہو کر عرش پر کیسے قائم اور مسطور ہے؟ یہ عقیدہ خالصتاً شرکیہ ہے، شرک کی تردید مختلف مقامات پر کردی گئی ہے، دیکھ لی جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدعقیدے سے محفوظ رکھے۔(آمین)

❸ رجوع الی اللہ والا دل لیکر آئے ہو۔

﴿۳۴﴾ نتائج ❶ حکم ہوگا جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ ﴿۳۵﴾ نتیجہ۔ ❷ ان کی چاہی چیزیں ملیں گی وَلَدَيْنَا ...الخ ❸ اور بھی زیادہ نعمتیں جہاں ان کا ذہن بھی نہیں پہنچے گا۔ کما قال تعالیٰ۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔

﴿۳۶﴾ تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں مشرکین کی تخویف : ان سے پہلے ہم منکرین کی کئی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں۔

﴿۳۷﴾ مستفیدین من القرآن : ان باتوں سے زندہ دلوں یعنی عقل والوں کو فائدہ ہو سکتا ہے۔

علم حاصل کرنے کے ذرائع

بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کے ذرائع پر بات تفسیر کے مقدمہ میں گزر چکی ہے تاہم یہاں کچھ تفصیل سے حاضر خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انسان کو اشیاء کا علم حاصل کرنے کے لیے تین ذرائع عطا فرمائے ہیں:(۱) حواسِ خمسہ (۲) عقل (۳) وحی الٰہی۔

پہلا ذریعہ : حواس خمسہ: حواس خمسہ یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان، اور ہاتھ عطا فرمائے، آنکھ کے ذریعے دیکھ کر کسی چیز کے خوبصورت ہونے یا بدصورت ہونے کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ کان کے ذریعے سن کر کسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے، زبان کے ذریعے چکھ کر علم حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان حواس خمسہ کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، جس کام کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے بس اسی چیز کا علم ان سے حاصل ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ کا علم ان سے حاصل کرنا ناممکن بھی ہے اور اس عضو پر ظلم بھی اگر کوئی شخص کسی عضو کی وضع کے خلاف علم حاصل کرنا چاہے تو ساری دنیا اس کو احمق کہے گی، آنکھ سے بجائے دیکھنے کے سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا، اس طرح کان سے بجائے سماعت کے دیکھنے، سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ ان اعضاء سے ان کا اصلی کام لینے کے بجائے دوسرا کام لینے سے وہ عضو ضائع ہو جائے اور اپنے اصلی کام سے بھی معطل ہو جائے مثلاً کوئی شخص سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کے لیے زبان کی جگہ کان یا آنکھ میں سالن ڈال کر ذائقہ معلوم کرنے کی کوشش کرے تو ہو سکتا ہے کہ آنکھ اور کان، دیکھنے اور سننے سے ہی عاجز آجائیں۔

دوسرا ذریعہ : عقل: جہاں پر ان حواس خمسہ کی کارکردگی کی انتہاء ہوتی ہے وہاں پر علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''عقل'' بطور آلہ علم کے عطا فرمائی ہے مثلاً کسی چیز کی اچھائی یا برائی، فوائد ومضرات معلوم کرنے کے لیے محض ظاہری اعضاء کارآمد نہیں، بلکہ یہاں عقل کے ذریعے مقصود حاصل ہوتا ہے۔

عقل کی فضیلت : اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں یہاں ارشاد فرمایا ہے : ''إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ''۔ ترجمہ: ''بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا دل ہو یا وہ کان لگا کر

سنے اور وہ دل سے حاضر یعنی متوجہ ہو۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلب بول کر ”عقل“ مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس میں عقل ہو اور اس عقل سے کام لے کر اس کو توجہ سے سنے اور غور کرے تو چونکہ اس جگہ عقل کا ذکر ہے، اس لیے عقل کی حقیقت اور فضیلت جان لینی چاہیے، سو عقل کی فضیلت تو مسلم ہے اور ایسی مسلم ہے کہ کسی بے عقل کو بھی اس میں کلام اور اختلاف نہیں، ظاہر ہے کہ ساری دنیا کا کارخانہ ہی عقل پر چل رہا ہے، چنانچہ تجارت، صنعت وحرفت، زراعت اور کھیتی باڑی وغیرہ دنیا کا کوئی کام بھی عقل کے بغیر نہیں چل سکتا، اسی طرح آخرت کا کارخانہ بھی عقل ہی سے چلتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جہاد سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے، کسی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے ان کا مرتبہ برابر ہے یا کچھ تفاوت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باعتبار عقل کے تفاوت ہے، یعنی جن لوگوں کی عقل زیادہ ہے ان کی فضیلت بھی زیادہ ہے اور جن کی عقل کم ہے ان کا مرتبہ بھی کم ہے، اجر باعتبار عقل کے ملے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل عقل کے تابع ہوا کرتا ہے اور اجر عمل کے تابع ہوتا ہے تو گویا اجر عقل کے تابع ہوا۔ ایک اور روایت میں اسی طرح کا مضمون ہے، روایت یہ ہے: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: قُمْ، فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ، فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ، فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أُقْعُدْ، فَقَعَدَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَلَا أَفْضَلُ مِنْكَ، وَلَا أَحْسَنُ مِنْكَ، بِكَ آخُذُ، وَبِكَ أُعْطِي، وَبِكَ أُعْرَفُ، وَبِكَ أُعَاقِبُ، وبِكَ الثَّوَابُ، وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ“۔ (شعب الایمان۔۶/۳۴۹)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے ارشاد فرمایا کہ کھڑی ہو جا تو وہ کھڑی ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا پیٹھ پھیر کر جاؤ تو وہ پیٹھ پھیر کر چلنے لگی، پھر فرمایا متوجہ ہو جاؤ تو وہ متوجہ ہو گئی، پھر فرمایا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گئی، پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر، افضل اور اچھی پیدا نہیں کی، تیری وجہ سے میں پکڑتا اور دیتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں پہچانا جاتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں مؤاخذہ کرتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے ثواب وعقاب ہے۔“ غرض نیک کام کرنے والوں کو ثواب اور اجر بھی عقل کی وجہ سے ملتا ہے اور گناہوں کی سزا بھی اسی عقل کی وجہ سے ملتی ہے، بے عقلوں سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اس جگہ ایک تکوینی اور تقدیری مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن انسان بھی دو گروہوں میں ہوں گے، ایک اصحاب الیمین کا اور ایک اصحاب الشمال کا۔ جن لوگوں کے اعمال صالحہ ہوں گے ان کے نامہ اعمال ان کو داہنی طرف سے دیئے جائیں گے، اس لیے ان کا لقب ”اصحاب الیمین“ ہوگا، اور جو لوگ نافرمان ہوں گے ان کے نامہ اعمال بائیں جانب سے دیئے جائیں گے اور وہ ”اصحاب الشمال“ کہلائیں گے۔ دراصل قضا وقدر میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ کچھ لوگ نافرمان ہوں گے اور کچھ فرمانبردار ہوں گے اور یہ فرمانبرداری اور نافرمانی عقل کی وجہ سے ہوگی، اس لیے ان دو قسموں کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ماجرا بنایا گیا کہ کچھ عقلیں خدا کی طرف بڑھیں گی، کچھ دوڑ کر، جو ”السابقون“ میں داخل ہوں گی، سابقین کو سابقین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ خدا کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور کچھ آہستہ رفتار سے خدا کی طرف بڑھیں گے، وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور کچھ خدا کی طرف سے پشت پھیر لیں گے، وہ ”اصحاب الشمال“ ہوں گے، اور حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ ”أَقْبِلْ“ اور ”أَدْبِرْ“ ہیں، اس لفظ اقبال میں اشارہ ہے کہ جو عقل ہماری طرف متوجہ ہوگی وہ صاحب اقبال ہوگی، اور جو ہماری

طرف سے منہ پھیر لے گی وہ ''صاحب ادبار'' ہوگی۔

امام غزالیؒ کا فرمان: امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عقل کی فضیلت اور برتری تمام کائنات میں مسلّم ہے، چنانچہ اس عقل ہی کی بدولت تمام چیزیں انسان کے تصرف میں ہیں، ایک ذرا سے ڈنڈے سے پورے گلے کو آگے کر لیتا ہے، ظاہر ہے کہ گائے بھینس وغیرہ نہ انسان کی جسامت اور ڈیل ڈول سے ڈر سکتے ہیں، کیونکہ وہ خود اس سے کہیں زیادہ جسیم ہیں، اور نہ ان کو اس کے گز بھر کے ڈنڈے کا خوف ہے، کیونکہ بڑے بڑے درخت وغیرہ ان کے سامنے ہوتے ہیں مگر وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتے، معلوم ہوا کہ وہ انسان کی عقل سے ڈرتے ہیں، اور اسی لیے اس کے مطیع ہیں۔ جیسے کوئی بادشاہ ہو اور وہ اپنے غلاموں سے پردے میں بیٹھا ہو کہ وہ اس کو نہ دیکھ رہے ہوں مگر بادشاہ ان کو دیکھ رہا ہو، اب اگرچہ بادشاہ ان کے سامنے نہیں ہے مگر کبھی کبھی تصور اس کا بندھ جاتا ہے اور اس کا رعب اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے اسی طرح عقل ہے کہ دکھائی نہیں دیتی مگر اس کا تصرف سب پر چل رہا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ عقل منبع ہے علوم اور ادراکات کا، منبع بمعنیٰ سرچشمہ کے ہیں یعنی جس طرح چشمہ سے اہل حاجت سیراب ہوتے ہیں اسی طرح عقل ہے کہ اسی سے انسان علوم و کمالات کا حصول کرتا ہے اور عقل مطلع ہے انوار و برکات کا، مطلع افق مشرق کو کہتے ہیں، جس طرح افق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور عالم کو منور کرتا ہے اسی طرح عقل بھی انوار و برکات کا افق ہے اور عقل اساس العلوم ہے یعنی علوم کی بنیاد ہے، اگر عقل نہیں تو نہ دنیا کی عمارت ہے نہ آخرت کی۔

ایمان افروز مکالمات: علامہ ماوردیؒ کی کتاب ''ادب الدنیا والدین'' میں ایک حکایت ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل خداوند تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی ذہانت وفطانت مسلم اور مشہور ہے ان سے کسی نے سوال کیا کہ جب قیامت کے دن اولین اور آخرین میدان حشر میں جمع ہوں گے تو اتنے بے شمار آدمیوں کا حساب حق تعالیٰ کیسے لے لیں گے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جس طرح وہ اس وقت اپنی مخلوق کو رزق پہنچا رہا ہے اسی طرح اس دن سب کا حساب بھی لے لے گا، ہر شخص کو ہر جگہ رزق اپنے وقت پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق آباد ہے، پس خدا نے بے شمار مخلوق کو بلا کسی غلطی کے رزق دیتا ہے، اسی طرح وہ سب کا بیک وقت بلا کسی غلطی کے حساب بھی لے لے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ فرمایا جب چراغ جلتا ہے تو اس میں نور اور روشنی ہوتی ہے بعدازاں فرمایا کہ جب اس کو بجھا دیتے ہیں تو بتلاؤ کہ وہ نور کہاں چلا جاتا ہے؟ یہ جوابات عقل ہی کی بدولت ان حضرات کے ذہن میں آتے تھے۔

عقلِ صحیح کا معیار: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو حواسِ خمسہ ظاہرہ پیدا فرمائے ہیں، ان میں سے سر کی آنکھ ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لیے پیدا کی ہے اور ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے دل میں پیدا کی ہے جس سے حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے اور اسی دل کی آنکھ کو عقل کہتے ہیں، جس سے حق و باطل کی رنگینیوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے، جس طرح آنکھ اگر رنگوں کے فرق کو صحیح صحیح ادراک کرتی ہے تو وہ آنکھ تندرست ہے ورنہ وہ بیمار ہے، اسی طرح عقل اگر حق و باطل کے فرق کو صحیح صحیح سمجھ رہی ہے تو وہ تندرست ہے ورنہ وہ عقل بیمار ہے، اگر آنکھ سے ایک کو دو دکھائی دینے لگیں تو اس کو ''بھینگا'' کہا جاتا ہے اسی طرح دل کی آنکھ سے اگر کسی کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک رسول کے دو رسول اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آنے لگیں تو سمجھ لو کہ اس کے دل کی آنکھ بھینگی ہو چکی ہے اگر بینائی درست ہو تو ایک نظر آئے گا۔

دورِ حاضر کی سنگین غلطی کا ازالہ: آج کل عموماً لوگ کہا کرتے ہیں کہ احکام اسلام کو ہم خود عقل سے سمجھ لیں گے ان کی

خدمت میں عرض ہے کہ یہ آپ کا فرمانا تو درست ہے مگر ذرا ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کی عقل کو دیکھ لیں کہ کیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیونکہ جس عقل کو حق و باطل کا فرق ہی نظر نہ آئے تو وہ عقل، عقل ہی نہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کی دل کی آنکھ درست ہے سو اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کسی نابینا کے سامنے لذیذ کھانوں کا دستر خوان بچھا ہوا ہو تو اس کو کچھ معلوم نہ ہوگا، پس اسی طرح اگر انسان کی ظاہری آنکھ درست ہو تو وہ لذیذ کھانوں اور انواع واقسام کی چیزوں اور نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی آنکھ ٹھیک ہے اور اگر کسی کو کچھ معلوم ہی نہ ہو تو اس کی آنکھ درست نہیں، اسی طرح اگر انسان کو اطاعت خداوندی کی طرف رغبت اور میلان ہے تو سمجھو کہ اس کے دل کی آنکھ درست ہے ورنہ وہ نابینا ہے اور اس کو علاج کرنا چاہیے، غرض جو معیار ظاہر کی آنکھ کی خرابی اور صحت کا ہے وہی باطن کی آنکھ کا ہے، اگر کسی شخص کو سیاہ اور سفید کا فرق معلوم نہ ہو تو اس کی ظاہری آنکھ خراب ہوتی ہے اسی طرح جس شخص کو زنا اور نکاح میں فرق معلوم نہ ہو اس کی باطن کی آنکھ خراب ہوگئی ہے، جیسے پانی اور پیشاب میں فرق معلوم نہ ہو اور گلاب اور سڑے ہوئے بدبودار پانی کو یکساں خیال کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی قوت شامہ اور ذائقہ بگڑ چکی ہے اسی طرح جس کو حق و باطل کا فرق محسوس نہ ہو تو اس کی عقل بیمار اور خراب ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں: غرض عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں اور امام احمد بن مسکویہ نے اس کی ایک دلیل عقلی بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ دیکھو دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، امراء اور رؤساء سخی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی دولت کے خزانے لٹا دیئے مگر پھر بھی کوئی شخص ان کا عاشق نہیں ہوا، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا مگر ایک نہیں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے عاشقان جان نثار موجود ہیں، یہ عشق عقل کے کمال ہی کی وجہ سے تو ہے کسی بے عقل پر کوئی عاشق نہیں ہوا کرتا، حضرات انبیاء کرام کی عقل کے کمال اور حسن و جمال ہی نے ان کو عاشق بنایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔ خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے کہ وہ عقل میں آجائے اور عقل اس پر حاوی ہوجائے اور پھر وہ اس بات پر یہ حکم لگائے کہ یہ درست ہے یا غلط ہے لیکن فوق العقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے کہ عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں اور جب رسائی ہی نہیں تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے؟ غرض اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

عقل کی حیثیت: عقل کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ سو اس کا اجمالی جواب سن لیجئے، وہ یہ کہ عقل عالم ہے حاکم نہیں، مطلب اس کا یہ ہے کہ عقل کا کام یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیں ان کو سمجھے اور ان کا ادراک کرے اور پھر ان پر چلے اور یہ منصب عقل کا نہیں کہ وہ یہ حکم کرے کہ فلاں کام نہ کرو۔ حکم دینا اس کا منصب نہیں بلکہ حکم کی تعمیل کرنا اس کا منصب ہے۔

عقل پرستی کے فتنہ کی اصلاح: آج کل یہ فتنہ عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ اگر کسی کے سامنے ہم شریعت کا کوئی حکم بیان کرتے ہیں تو وہ نہایت ہی بے باکی سے بے دھڑک ہو کر کہہ دیتا ہے کہ ہماری عقل میں نہیں آتا، اگر اس کے جواب میں ان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر مان لو، تو وہ اس پر کہتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے وہ اس لیے تو دی ہے کہ ہم اس سے کام لیں ورنہ عقل بے کار ہوگی۔

سو اس کے جواب کی تفصیل غور سے سمجھئے کیونکہ یہ فتنہ بہت سخت ہے، دیکھیے اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہر کی آنکھ بنائی ہے جس

سے انسان دیکھتا ہے اسی طرح ایک دل کی اور باطن کی آنکھ بنائی ہے جس سے نیک و بد کا امتیاز کرتا ہے اور یہی باطنی آنکھ عقل ہے تو یہ مشاہدہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھیں انسانوں کی مختلف اور متفاوت ہیں یعنی کسی کی نگاہ دوربین کسی کے قریب بین ہے، کوئی کانا ہے کوئی بھینگا ہے، اسی طرح عقل بھی لوگوں کی مختلف ہے اور جب عقلیں مختلف اور متفاوت ہیں، یعنی کوئی شخص زیادہ عاقل ہے اور کوئی کم عاقل ہے تو اب آپ کا یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل دی ہے مگر سوال یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ آپ کی عقل بالکل درست ہے یا بیمار ہے کیونکہ جس طرح دیکھنا اسی شخص کے لیے حجت جس کی بینائی ٹھیک اور صحیح سالم ہو اسی طرح عقل بھی اسی شخص کے لیے حجت ہے جس کی عقل بیماریوں اور آلائشوں سے پاک ہو۔

ایک خوبصورت مثال سے وضاحت: اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ جیسے انتیس کا چاند ہے کہ قوی البصر لوگوں کو تو نظر آجاتا ہے مگر جس شخص کی نگاہ کمزور ہو اور اس کو بوجہ اپنی نگاہ کی کمزوری کے چاند نظر نہ آیا اور وہ یوں کہنے لگے کہ چونکہ مجھ کو چاند نظر نہیں آیا اس لیے میں نہیں مانتا کہ چاند ہوا ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیری نظر ہی کمزور ہے اس لیے تجھ کو چاند نظر نہیں آرہا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تو وہ آپ کی عقل کا قصور ہے نور کا قصور نہیں، اور یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، دنیا کے حکام کی طرف سے اگر کوئی حکم جاری کیا جائے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میری سمجھ میں یہ حکم نہیں آیا اس لیے اس کو نہیں مانتا، اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے آپ کو ماننا پڑے گا۔ اور اگر آپ نے وہاں پر تقریر شروع کی کہ صاحب! آخر اللہ نے ہم کو عقل دی ہے تو کیا یہ بیکار ہے؟ ہم کو اس سے کام لینا چاہیے تو پھر سیدھے جیل میں بھیج دیئے جائیں گے اور دنیا کے احکام میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص رعایا میں حاکم سے زیادہ عقل مند، فہیم اور زیادہ تعلیم یافتہ ہو مگر اس کے باوجود حکم حاکم ہی کا معتبر ہوگا، تو جب حکام مجازی کے احکام میں مجالِ انکار نہیں تو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کہاں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے؟

ہر حال میں ماننا پڑے گا اور عمل کرنا پڑے گا اس لیے کہ اگر ہر شخص کی عقل کو معیار مان لیا جائے اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہو کہ جو کچھ میری سمجھ میں اور میری عقل میں آئے گا وہ قابل عمل ہے اور اس کے علاوہ سب خلاف عقل ہے تو دنیا کا نظام ہی نہیں چل سکتا، اس لیے کہ اسی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہی انکار کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے جو تین خداؤں کا قائل ہے، حتیٰ کہ ایک گروہ ۳۳ خداؤں کا قائل اور ماننے والا ہے، اب اگر یہ سب باطل پرست یہ کہیں کہ صاحب ہماری عقل میں تو یہی درست ہے تو آپ کیا کہیں گے اور کیسے تمام اضداد اور نقائص مان لیں گے۔

تیسرا ذریعہ :وحی الٰہی: یہ بات یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ''حواس خمسہ'' کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، اسی طرح عقل کا دائرہ کار بھی محدود ہے، بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیسرا ذریعہ وحی الٰہی کو بنایا، جہاں عقل کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے وحی الٰہی کی ابتداء ہوتی ہے، جو تحصیل علم کا ایک لامتناہی ذریعہ ہے مثلاً امور آخرت کے متعلق علم حاصل کرنا، برزخ، قیامت، جنت و دوزخ وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ ان امور کے ادراک سے نہ صرف حواس خمسہ عاجز ہیں بلکہ عقل سے بھی ان کا اندازہ ممکن نہیں ہے ان کا علم خاص وحی الٰہی پر موقوف ہے جیسے اس میدان میں حواس خمسہ کو استعمال کرنا بے سود و بے فائدہ ہے اسی طرح اس میدان میں عقلی گھوڑے دوڑانا بھی سخت جہالت ہے۔

احوالِ آخرت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا: بعض لوگ جب جنت و دوزخ کے احوال کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ان کے عجیب و غریب حالات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں جب ان کی حقیقت کسی طرح عقل میں نہیں آتی تو وہ طرح طرح کے وساوس و شبہات کا شکار ہو کر اپنے ایمان پر کاری ضرب لگاتے ہیں، یہاں اس بات کو خوب سمجھ لینا

چاہیے، کہ آخرت کی چیزیں چونکہ ہماری دیکھی ہوئی نہیں ہیں، اور ہم نے ان کا کبھی تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا اس لیے وہ ہمیں اچھنبے کی سی معلوم ہوتی ہے اور ان کا سمجھنا بعض لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بچے سے جو ماں کے پیٹ ہی میں ہو اگر کسی آلہ کے ذریعے یہ کہا جائے کہ اے بچے! تو عنقریب ایسی دنیا میں آنے والا ہے، جہاں لاکھوں میل کی زمین ہے اور اس سے بھی بڑے سمندر ہیں، آسمان ہیں، چاند، سورج اور لاکھوں ستارے ہیں اور وہاں ہوائی جہاز اڑتے ہیں، ریلیں دوڑتی ہیں اور لڑائیاں ہوتی ہیں، توپیں گرجتی ہیں، اور ایٹم بم چلتے ہیں تو وہ بچہ اول تو ان باتوں کو سمجھ ہی نہ پائے گا اگر سوچ سمجھ بھی لے تو اس کے لیے ان باتوں کا یقین کرنا مشکل ہوگا، کیونکہ وہ جس دنیا میں ہے اور جس دنیا کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تو وہ تو بس اسی کے ماں کے پیٹ کی بالشت بھر کی دنیا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ آخرت کے بارے میں اس دنیا کے انسانوں کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ عالم آخرت اس دنیا کے مقابلے میں اسی طرح بے حد وسیع اور بے انتہا ترقی یافتہ ہوگا جس طرح ماں کے پیٹ کے مقابلے میں ہماری یہ زمین اور آسمان والی دنیا بے حد وسیع اور ترقی یافتہ ہے اور جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آنے کے بعد وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے، جس کو ماں کے پیٹ کے زمانے میں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا، اسی طرح آخرت کے عالم میں پہنچ کر سب انسان وہ سب کچھ دیکھ لیں گے جو اللہ کے پیغمبروں نے وہاں کے متعلق بتلایا ہے۔

انسانی عقل کی بے بسی اور کمزوری: ہماری عقلِ نارسا کی پرواز کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ایک دو صدیاں پہلے اِس سے کہا جاتا کہ ایک ایسی سواری ایجاد ہونے والی (مراد ہوائی جہاز) ہے، جو منوں اور ٹنوں وزن اٹھائے، ہزاروں فٹ بلندی پر، بہت تیز پرواز کرے گی، تو یہ عقل ہرگز اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی مگر آج کھلی آنکھوں اسی چیز کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔ آج سے کچھ عرصے پہلے جب کہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی عقل سے یہ کہا جاتا کہ پانی کے قطرے میں سینکڑوں جرثومے ہوتے ہیں تو عقل کبھی اس کے صحیح ہونے کا حکم نہ لگاتی مگر آج خوردبین کے ذریعے اپنی آنکھوں سے ان جرثوموں کا مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہی اس عقل سے کہا جاتا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا اسلحہ ایجاد ہونے والا ہے، مثلاً میزائل اور ایٹم بم وغیرہ کے میزائل کے ذریعے ہزاروں میل دور ہی اپنے ہدف کو نشانہ بنا کر نیست و نابود کیا جائے گا اور ایک ایٹم بم لاکھوں افراد کے لقمہ اجل بننے کے لیے کافی ہوگا، تو عقل اس بات کو ہنسی اور مذاق پر محمول کرتی مگر آج یہ افسانہ حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔

جب ہماری عقل اس قدر لاچار ہے کہ ایک دو صدی بعد رونما ہونے والے واقعات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس عقل سے لامحدود زندگی یعنی آخرت کی زندگی، اور جنت و دوزخ کے واقعات کا اندازہ لگانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ عقل کی کسوٹی پر عالمِ آخرت کو پرکھنا سخت ناواقفی کی بات ہے!!

ایک خوبصورت مثال سے وضاحت: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جو اپنی صدی کے بلند پایہ محقق، بے مثال مفسر گزرے ہیں، جن کی مجددانہ تعلیمات، زیورِ اعتدال سے آراستہ، تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اس مقام کی توضیح اپنے وعظ میں اس طرح فرماتے ہیں: حضرات! یہ عقل جب بڑھتی ہے تو اتنا پریشان کرتی ہے کہ زندگی تباہ کر دیتی ہے اور یہی وجہ ہے بہت سے عقلاء کے تباہ ہونے کی، کہ انہوں نے عقل سے وہ کام لیا جو اس کی حد سے آگے تھا اور ہر چیز کا اپنی حد سے نکلنا مضر ہے، میں تو عقل کے متعلق ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ ایسی ہے جیسے گھوڑا پہاڑ پر چڑھنے والے کے لیے، اب تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ تک پہنچے اور پھر پہاڑ پر بھی اس پر سوار ہو کر چڑھنے لگے، یہ غلطی پر ہیں،

ضرور کسی سیدھی چڑھائی پر سوار اور گھوڑا دونوں گریں گے اور ایک وہ ہیں جو یہ سمجھ کر کہ گھوڑا پہاڑ پر تو کام دیتا ہی نہیں تو اس سے صاف سڑک پر کام لینے کی کیا ضرورت ہے، وہ گھر ہی سے پیدل چل پڑے، نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ تک پہنچ کر تھک گئے یہ بھی نہ چڑھ سکے تو ان دونوں کی رائے غلط تھی، پہلی جماعت نے گھوڑے کو ایسا باکار سمجھا کہ آخیر تک اسی سے راستہ طے کرنا چاہا اور دوسرے نے ایسا بے کار سمجھا کہ پہاڑ تک بھی اس سے کام نہ لیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ گھوڑا پہاڑ تک تو کارآمد ہے اور پہاڑ پر چڑھنے کے لیے بیکار، اس کے لیے کسی اور سواری کی ضرورت ہے یہی حال عقل کا ہے بالکل کام نہ لینا بھی حماقت ہے اور آخیر تک بھی کام لینا غلطی ہے، بس عقل سے اتنا کام تو لو کہ توحید و رسالت کو سمجھو اور کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم کرلو، اس سے آگے فروع میں (برزخ، جنت، دوزخ) عقل سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے گردن جھکا دینی چاہیے، چاہے ان کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے۔ دیکھیے قانون سلطنت کے منوانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پہلے یہ سمجھا دیا جائے کہ جارج پنجم (حکمران کا نام) بادشاہ ہیں، اس کے بعد تمام احکام کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ بادشاہ کے احکام ہیں اس لیے ماننا پڑیں گے، تو یہ صورت آسان ہے۔ اور تمام عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص جارج پنجم کو بادشاہ مان کر پھر بھی ہر قانون میں الجھنے لگے کہ میں اس دفعہ کو نہیں مانتا تو بتلائیے کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذلیل ہوگا، اور عقلاء کہیں گے کہ جب بادشاہ ہونا مسلّم اور اس قانون کا قانون سلطنت ہونا معلوم تو پھر انکار کی کیا وجہ؟ ضرور ماننا پڑے گا چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، معلوم ہوا کہ صاحب سلطنت کو پہچاننے کے لیے تو عقل سے کام لینے کی اجازت ہے، اس کے بعد عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ دین کے معاملہ میں اخیر تک عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ تو سخت غلطی ہے جس سے بجز ذلت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جب خدا کا خدا ہونا مسلّم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا مسلّم کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم پھر ہر حکم میں الجھنے کا آپ کو کیا حق ہے؟ اور ہر شخص آپ کو بے وقوف بنائے گا، اور تمام عقلاء کی نظروں میں آپ ذلیل ہوں گے، سچ یہ ہے کہ:

عزیز یکہ از درگہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

وہ (اللہ) ایسے غالب اور قادر ہیں کہ جس نے ان کی درگاہ سے سر پھیرا، جس دروازہ پر گیا کچھ عزت نہ پائی بلکہ ذلیل ہوا۔

الغرض! عقل سے اس وقت تک کام لو جب تک وہ کام دے سکے اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس کو چھوڑ دو اور حکم کا اتباع کرو، تو عقل کی بھی ایک حد ہوئی اور کیوں نہ ہو وہ بھی تو ایک قوت ہے، جیسے آنکھ کی ایک قوت۔ ہے اور اس کی ایک حد ہے، اس سے آگے دوربین لگانے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کے معاملہ میں اصول تک تو عقل کام دیتی ہے اور فروع میں تنہا بیکار ہے، دوربین وحی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی کان کی ایک قوت ہے جس کے لیے ایک حد ہے اس سے آگے ٹیلی فون سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ پیروں کی ایک قوت ہے جس سے آگے سواری سے کام لینے کی ضرورت ہے تو جب ہر قوت محدود ہے تو عقل کیسے محدود نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی اس سے آگے وحی سے کام لو ورنہ یاد رکھو کہ عمر بھر راستہ نہ ملے گا، کیونکہ سمعیات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول عقائد اور اعمال) میں عقل کا کام نہیں وہاں تو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت ہے اور

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے خلاف جس نے اور راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچے گا۔

صاحبو! دنیا میں بھی تو آپ بہت جگہ عقل کو چھوڑ کر کسی نہ کسی کا اتباع کرتے ہیں دیکھیے جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو عقل سے اتنا کام تو لیتے ہیں کہ اطباء موجودین میں سے کون زیادہ حاذق و تجربہ کار ہے اور جب ایک طبیب (اور ڈاکٹر) کا حاذق ہونا معلوم ہو گیا

تو پھر آپ اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ نبض دیکھ نسخہ تجویز کرتا ہے، پھر آپ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ اس نسخہ میں فلاں دوائی کیوں لکھی اور فلاں کیوں نہیں لکھی اور اس دوا کا وزن چار ماشہ کیوں لکھا؟ چھ ماشہ کیوں نہیں لکھا؟ ہم نے کسی کو طبیب سے ان باتوں میں الجھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اگر کوئی اس سے الجھنے لگے تو سب عقلاء اس کو بے وقوف بتاتے ہیں اور طبیب بھی صاف کہہ دیتا ہے کہ اگر تم میرے پاس مجھے طبیب سمجھ کر آئے ہو تو جو نسخہ میں تجویز کردوں اس میں تم کو چوں و چراں کا کوئی حق نہیں، اور اگر چوں و چراں کرتے ہو تو اس کے معنی ہیں کہ تم مجھے طبیب نہیں سمجھتے، پھر میرے پاس کیوں آئے تھے اور اس کے جواب کو تمام عقلاء صحیح کہتے ہیں، پھر حیرت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تسلیم کرنے اور کلام اللہ کو کلام اللہ مان لینے کے بعد عقل کو ان کے نہ تابع کیا جاوے اور بات بات میں الجھا جاوے کہ یہ تو خلاف عقل ہے، ہم اسے کیونکر مان لیں، صاحبو! جب دنیا کے کام بدوں اس کے نہیں چل سکتے کہ عقل کو ایک حد پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چوں و چراں دوسرے کا اتباع کیا جائے تو آخرت کا کام بدوں اس کے کیونکر چل سکتا ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوئی ہیں، ان میں کسی قدر عقل چل سکتی ہے، پھر بھی اس کو چھوڑ کر کاملین و ماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے ہم سب اندھے ہیں، وہاں تقلید وحی کے بغیر کیسے کام چلے گا۔ (وعظ تفصیل الدین۔ صفحہ ۴۸ تا ۵۱)

ایک ضروری تنبیہ۔ عقل پرستوں اور مادہ پرستوں کے وہ گروہ جنہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دی جاتی ہے تو اس پر اپنی عقل کے ذریعے حجت بازی کرتے ہیں کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، گویا ان کی دلیل عقل (لاجک) کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کو ماننے کے لیے اس کا وجود نظر آنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا کردے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہوا کے وجود پر یقین رکھتے ہیں جو انہیں نظر نہیں آتی، بخار کو مانتے ہیں، سردی، گرمی کا اقرار کرتے ہیں، درد اور بے چینی کو تسلیم کرتے ہیں جو انہیں نظر آتی ہے، ڈاکٹر کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے جسم میں شوگر، آئرن، نمکیات پر یقین رکھتے ہیں، جب کہ ان میں سے کسی چیز کی زندگی بھر جھلک تک انہیں دکھائی نہیں دیتی، رب کریم انہیں سمجھ دے وجود باری تعالیٰ پر ایسے دلائل کے مطالبہ کے ذریعے کیوں اپنی عاقبت برباد کررہے ہیں!!

خلاصہ تحقیق: پچھلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔ رہی یہ سوچ کہ قرآن وسنت کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہیے نہایت گمراہ کن ہے کیونکہ قرآن وسنت کا مرتبہ عقل سے اوپر ہے اور عقل قرآن کے تابع ہے۔

﴿۳۸﴾ تذکیر بالآء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل: ہم نے چھ دن میں سارا جہان بنایا۔

وَمَا مَسَّنَا ...الخ قدرت باری تعالیٰ: اور کوئی تھکان نہیں ہوئی۔ اب ان کے دوبارہ پیدا کرنے سے ہم کس طرح عاجز آسکتے ہیں۔

﴿۳۹، ۴۰﴾ تسلی خاتم الانبیاء: ان کی باتوں پر صبر کریں اور اپنا تعلق باللہ مضبوط سے اضبط کرتے رہیں۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ: فرائض خاتم الانبیاء: ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں "سَبِّحْ" کے لفظ میں کئی اقوال ہیں بعض کہتے ہیں "سَبِّحْ" کے لفظی معنی تسبیح کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا ہے۔ مگر اس سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز میں تسبیح بھی ہوتی ہے اور ایک جزء سے کل کو خصوصاً نماز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس سے کونسی نماز مراد ہے۔ اکثر حضرات کہتے ہیں کہ فرائض ہیں "قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ" سے فجر کی نماز مراد ہے۔ اور "قَبْلَ الْغُرُوبِ" سے عصر اور ظہر کی نماز مراد ہے۔ اور "مِنَ الَّيْلِ" سے تہجد کی نماز جو آنحضرت ﷺ پر فرض تھی اور مغرب اور عشاء کی نماز بھی رات کو ادا کی جاتی

ہیں "مِنَ الَّيْلِ" کا لفظ تینوں کو شامل ہے اور "اَدْبَارَ السُّجُوْدِ" سے مراد نوافل ہیں جو فرض نماز کے بعد ادا کئے جاتے ہیں۔ یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (رواہ مسدد فی مسندہ ابن المنذر و ابن مردویہ)

﴿۴۱﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ ...الخ تذکیر بما بعد الموت : یعنی یہاں سے مسئلہ حشر کا ذکر ہے۔

﴿۴۲﴾ يَوْمَ الْخُرُوْجِ ...الخ بعث بعد الموت۔ ﴿۴۳﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِي ...الخ تصرف باری تعالیٰ۔ وَاِلَيْنَا ...الخ تذکیر بما بعد الموت ﴿۴۴﴾ کیفیت حشر۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ ...الخ قدرت باری تعالیٰ

﴿۴۵﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ ...الخ وسعت علم باری تعالیٰ : حشر و نشر کا کفار انکار کرتے تھے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل آرزدہ ہوتا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ صرف منذر اور مبلغ ہیں ہم نے آپ کو ان پر جبر کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔

فَذَكِّرْ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء والتزام تبلیغ قرآن : بس آپ نصیحت کرتے رہیں قرآن کریم کے ذریعے سے۔ "وَعِيْدِ" اصل میں "وعیدی" تھا حالت وقف میں "یا" کو حذف کر دیا، کسرہ کو اس کی جگہ باقی رہنے دیا جس طرح پہلے ربط میں لکھ چکا ہوں کہ اس سورۃ کے آغاز میں بھی قرآن کا ذکر تھا۔ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ : اور اس سورۃ کے آخر میں بھی قرآن کا ذکر ہے۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ : تا کہ شروع اور آخر کے مضامین کے احاطہ کی شکل ہو جائے۔

سورۃ ق ختم شد بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الذاریات

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام سورۃ الذاریات ہے جو اس سورۃ کے پہلے لفظ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۵۱ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۶۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۔۳۔ رکوع ۔۶۰۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی دور میں سورۃ احقاف کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالی ۔وَاِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ: اب اس سورۃ میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالی اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ۔

موضوع سورۃ : جزاء اعمال یقینی ہے۔

خلاصہ سورۃ : مجازات اعمال، مشرکین کے شکایات و جوابات، مؤمنین کے اوصاف و نتائج، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں کا باہمی مکالمہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا باہمی مکالمہ، قوم عاد اور قوم ثمود اور قوم موسیٰ علیہ السلام کے خبائث و نتائج، اولاد آدم کے لئے اصول کامیابی، تسلیات خاتم الانبیاء، تخویف مشرکین، نفی شفیع قہری، وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوۡرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | ھِیَ سِتُّوۡنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالی کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ
قسم ہے ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر ﴿۱﴾ پس اٹھانیوالی بوجھ کو ﴿۲﴾ پس چلنے والی نرمی سے ﴿۳﴾ پھر تقسیم کرنیوالی حکم سے ﴿۴﴾ بیشک تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے

لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُکِ ﴿۷﴾ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ﴿۸﴾
البتہ وہ سچا ہے ﴿۵﴾ اور بیشک جزائے عمل البتہ ضرور واقع ہونے والی ہے ﴿۶﴾ قسم ہے جالی دار آسمان کی ﴿۷﴾ بیشک تم البتہ ایک مختلف بات میں پڑے ہوئے ہو ﴿۸﴾

یُّؤۡفَکُ عَنۡہُ مَنۡ اُفِکَ ﴿۹﴾ قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ غَمۡرَۃٍ سَاہُوۡنَ ﴿۱۱﴾
اس سے باز رکھا جاتا ہے وہ جو پھیر دیا گیا ﴿۹﴾ ہلاک کئے گئے اٹکل دوڑانے والے ﴿۱۰﴾ وہ جو غفلت میں بھول رہے ہیں ﴿۱۱﴾

یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۱۲﴾ یَوۡمَ ہُمۡ عَلَی النَّارِ یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَکُمۡ ؕ ہٰذَا
پوچھتے ہیں کب ہوگا انصاف کا دن ﴿۱۲﴾ جس دن کہ وہ آگ پر گرم کئے جائیں گے ﴿۱۳﴾ اور کہا جائے گا چکھو اپنی شرارت کا مزا

الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰہُمۡ
یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے ﴿۱۴﴾ بیشک متقی لوگ جنتوں میں ہوں گے اور چشموں میں ﴿۱۵﴾ لینے والے ہوں گے جو کچھ دے گا انکو انکا پروردگار

رَبُّہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۶﴾ کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾
اور بیشک تھے وہ اس سے پہلے نیکی کے کام کرنیوالے ﴿۱۶﴾ وہ رات کو تھوڑا سوتے تھے ﴿۱۷﴾

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور سحریوں کے وقت وہ اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے ﴿۱۸﴾ اور انکے مالوں میں حق ہے مانگنے والے اور محروم کیلئے ﴿۱۹﴾ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

والوں کیلئے اور تمہارے نفسوں میں بھی نشانیاں ہیں کیا تم سوچتے نہیں ﴿۲۱﴾ اور آسمان میں ہے تمہاری روزی اور وہ چیز جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ﴿۲۲﴾ پس قسم ہے

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

پروردگار کی بیشک یہ بات حق ہے جس طرح تم گفتگو کرتے ہو ﴿۲۳﴾

خلاصہ رکوع ❶ قدرت باری تعالیٰ، وقوع قیامت، قسم اور جواب قسم، محرومین سعادت، محرومین کا نتیجہ، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، سرزنش، نتائج متقین۔ا۔۲۔سبب کامیابی، اوصاف متقین۔ا۔۲۔۳۔کیفیت عبادت مالیہ، مستفیدین من القرآن کے لئے آیات آفاقی اور انفسی، رزق کا وعدہ، اثبات قیامت کی یقینی دلیل۔ماخذ آیات۔ا تا ۲۳+

﴿ا تا ۵﴾ وَالذّٰرِيٰتِ... الخ قسم ہے "اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ" جواب قسم ہے۔

قدرت باری تعالیٰ : ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہوائیں زمین سے بخارات کو لے کر اڑتی ہیں پھر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے وہاں تقسیم کرکے بارش برساتی ہیں۔اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ ... الخ وقوع قیامت : جب قیامت قائم ہوگی اس دن اسی طرح انسانوں کے اعمال آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع ہورہے ہیں وہ جزائے اعمال کی صورت میں انسان کے سامنے آئیں گے۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المومنین مجھے بتائیں کہ "وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا" کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ ہوائیں ہیں اور اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنتا کبھی نہ کہتا پھر دریافت کیا کہ "فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا" کیا ہے؟ جواب دیا یہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں بڑی سہولت اور آسانی سے تیرتی ہیں اور اس بات کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا، پھر کہا "فَالْمُقَسِّمٰتِ" : کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا یہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کا رزق تقسیم کرنے والے یا اس کے اوامر و احکام مخلوقات تک پہنچانے والے ہیں تو جمہور مفسرین کے مشہور قول کے مطابق "فَالْجٰرِيٰتِ" سمندر میں تیرنے والی کشتیاں اور جہاز ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں "فَالْجٰرِيٰتِ" سے مراد کشتیاں ہیں تو اس لحاظ سے ان آیات میں جن اشیاء کی قسم کھائی گئی وہ عالم زمین سے ہوائیں اور عالم جو سے بادل اور ملکوت السموت سے ستارے اور فرشتے ہوئے اس طرح ان مخلوقات عظیم کا ذکر نہایت ہی لطیف انداز سے ترقی من الادنی الی الاعلی کا نمونہ ہوگیا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح منقول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ص۔۲۷۵۔۲۷۶۳۔ج۔۷)

﴿٦﴾ جزائے اعمال ہونے والی ہے۔﴿۷﴾ قسم : ہے آسمانوں کی جس میں فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں کما قال تعالیٰ فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔

﴿۸﴾ جواب قسم : تمہاری رائیں قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے متعلق مختلف ہیں۔

فَائِدَہ : آسمان کی قسم سے اس طرف اشارہ ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور آسمان میں راستے بھی ہیں مگر جو حق سے اختلاف کرے گا اس کے لئے وہ راستے بند ہوجائیں گے۔

﴿۹﴾ محرومین سعادت : قیامت اور جزاء سے وہی پھرتا ہے جو تقدیر بھلائی سے محروم رکھا گیا ہے وہ قیامت پر ایمان

نہیں لاتا۔ ﴿۱۰﴾ محرومین کا نتیجہ : یہ کذاب ہلاک ہونے والے ہیں۔ ﴿۱۱﴾ جو غفلت میں سرشار ہیں۔ ﴿۱۲﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : کہ قیامت کب آئے گی؟ ﴿۱۳﴾ جواب شکوہ : اس دن آئے گی جس دن انہیں دوزخ میں عذاب دیا جائے گا۔ ﴿۱۴﴾ سرزنش : کہا جائے گا اس کا مزہ چکھو۔

﴿۱۵﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ... الخ نتائج متقین۔ ❶

﴿۱۶﴾ نتیجہ۔ ❷ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ... الخ سبب کامیابی : وہ لوگ دنیا میں نیکوکار تھے پس حسب وعدہ "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" کے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا۔ ﴿۱۷﴾ اوصاف متقین:۔ ❶ یہاں سے نیک کاروں کی قدر تفصیل ہے وہ لوگ فرائض وواجبات سے ترقی کر کے نفل وتطوعات کا ایسا التزام کرنے والے تھے کہ رات کو بہت کم سوتے تھے یعنی زیادہ حصہ رات کا عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ﴿۱۸﴾۔ ❷ سحری کو اٹھ کر یہ لوگ اپنا معاملہ اللہ کے سامنے صاف کر لیا کرتے تھے یعنی استغفار کرتے تھے یہ تو ان کی عبادت بدنیہ کی حالت ہے۔

﴿۱۹﴾۔ ❸ کیفیت عبادت مالیہ : اللہ کے راستے میں مال خرچ بھی کیا کرتے تھے اور محروم وہ شخص ہے جس کا بیت المال میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ اس کے پاس کسب معاش کا کوئی ذریعہ ہو جس سے وہ اپنا گزارہ کر سکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی تقریباً یہی مفہوم منقول ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۳۸۰۔ج۔۷)

﴿۲۰﴾ مستفیدین من القرآن کے لئے آیات آفاقی۔ ﴿۲۱﴾ آیات انفسی۔

﴿۲۲﴾ رزق کا وعدہ : تمہارا رزق اور جزاء سزا کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جو لوح محفوظ میں درج ہے زمین پر اس کو یقینی علم کی مصلحت سے نازل نہیں کیا گیا۔ ﴿۲۳﴾ اثبات قیامت کی یقینی دلیل : آسمان اور زمین کا رب شاہد ہے اس پر کہ مجازات ایسی یقینی ہے جس طرح تمہیں اپنے کلام پر یقین ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ ... الخ بعض مفسرین نے نقل کیا کہ ایک اعرابی نے یہ آیت سنی "فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" تو گھبرا کر کہنے لگا۔ سبحان اللہ یہ کون ہے جس نے خداوند رب جلیل کو غصہ دلایا یہاں تک کہ اس کو قسم تک کھانے کی نوبت آئی کیا ایسا بھی ہے کوئی کہ خدا کی بات کو سن کر فوراً ہی تصدیق نہ کر لے حتی کہ وہ قسم کھا کر اپنی بات کو مؤکد وثابت فرمائے۔ (تفسیر کشاف۔ص۔۴۰۰۔ج۔۴)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کیا پہنچی ہے آپ تک بات ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی ﴿۲۴﴾ جبکہ وہ انکے پاس آئے اور انہوں نے سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور کہا یہ لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہیں ﴿۲۵﴾

فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

پھر نظر بچا کر اپنے گھر والوں کے پاس گئے پس لائے وہ ایک بچھڑا تلا ہوا ﴿۲۶﴾ پس قریب کیا اسکو انکی طرف اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں ﴿۲۷﴾ پس محسوس کیا ابراہیم علیہ السلام

خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

نے ان سے کچھ خوف تو وہ کہنے لگے خوف نہ کھاؤ اور بشارت دی انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک علم والے لڑکے کی ﴿۲۸﴾ پھر متوجہ ہوئی آپکی بیوی شور کرتے ہوئی اس نے اپنے ماتھے کو پیٹا

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

اور کہنے لگی بڑھیا ہے بانجھ ﴿۲۹﴾ تو وہ فرشتے کہنے لگے کہ اسی طرح فرمایا ہے تیرے پروردگار نے بیشک وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ﴿۳۰﴾

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ

کہا (ابراہیم علیہ السلام) نے پس کیا کام ہے تمہارا اے بھیجے ہوئے لوگو ﴿۳۱﴾ کہا انہوں نے کہ ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف ﴿۳۲﴾ تا کہ ہم چھوڑ دیں

حِجَارَةً مِنْ طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾

ان پر پتھر مٹی کے ﴿۳۳﴾ نشان لگائے ہوئے تیرے پروردگار کی طرف سے اسراف کرنیوالوں کیلئے ﴿۳۴﴾ پس نکالا ہمنے انکو جو تھے اس بستی میں ایمان والوں میں سے ﴿۳۵﴾

فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ

پس نہ پایا ہمنے ان میں سوائے ایک گھرانے مسلمانوں کے ﴿۳۶﴾ اور چھوڑی اس میں ہمنے نشانی ان لوگوں کیلئے جو دردناک عذاب سے

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ

خوف کھاتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانی ہے جبکہ ہمنے بھیجا انکو فرعون کی طرف کھلی سند دیکر ﴿۳۸﴾ پس روگردانی کی فرعون نے

وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ

اپنی قوت کے ساتھ اور کہنے لگا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ﴿۳۹﴾ پس پکڑا ہمنے اسکو اور اسکے لشکر کو، پھر پھینک دیا ہمنے انکو دریا میں اور اسکی حالت قابل ملامت تھی ﴿۴۰﴾ اور قوم عاد

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾

میں بھی نشانی ہے جبکہ ہمنے بھیجی انکے اوپر ہوا جو خیر سے خالی تھی ﴿۴۱﴾ نہیں چھوڑتی تھی وہ کسی چیز کو جس پر وہ چلتی تھی مگر کر دیتی تھی اسکو چورا چورا ﴿۴۲﴾

وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ

اور قوم ثمود میں بھی نشانی ہے جبکہ کہا گیا ان کیلئے کہ فائدہ اٹھا لو ایک وقت تک ﴿۴۳﴾ پس سرکشی کی انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے پس پکڑا

وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ

انکو ایک کڑک نے اور وہ دیکھ رہے تھے ﴿۴۴﴾ پس نہ طاقت رکھی انہوں نے کھڑے ہونے کی اور نہیں تھے وہ بدلے لینے والے ﴿۴۵﴾ اور اسی طرح ہمنے ہلاک کیا

قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾ ع ۲

قوم نوح کو اس سے پہلے بیشک وہ ایک نافرمان قوم ﴿۴۶﴾

﴿۲۴﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ... الخ ربط آیات: اوپر دو قسم کے لوگوں کا ذکر تھا ایک متقین دوسرے منکرین اب آگے چند واقعات نقل کرتے ہیں ایک طرف متقین ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط، حضرت صالح حضرت نوح علیہم السلام اور دوسری طرف فاسقین ہیں ان کا عمل اور تھا اور ان کا عمل اور ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ حضرت ابراہیم کی داستان، فرشتوں کی آمد، فرشتوں کا سلام، جواب سلام، حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی، حضرت ابراہیم کی پریشانی، حضرت ابراہیم کو تسلی، حضرت سارہ کا تعجب، فرشتوں کا جواب، فیصلہ خداوندی، نتیجہ مخالفین، جواب احوال، حسن تدبیر باری تعالیٰ، داستان لوط میں حکمت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، فرعون کی خباثت، فرعونیوں کے نتائج، مخالفین

حضرت ہود علیہ السلام کے نتائج، قوم ثمود کے لئے مہلت، قوم کی سرکشی کا نتیجہ، مخالفین نوح کا نتیجہ۔ ماخذ آیات۔ ۲۴ تا ۴۶+

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان : حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بصورت انسانی شکل میں مہمان آئے جو لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے کیلئے جارہے تھے یہاں آنے کی حکمت یہ معلوم ہوئی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی روحانی نسل ہیں اور ان کی امت بالواسطہ نسل روحانی ہے۔ اس روحانی نسل کے منقطع ہونے سے ابراہیم علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوگا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اس لئے ان کی تسلی خاطر کیلئے پہلے بیٹے کی خوشخبری سنا کر پھر اس امت کو تباہ کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۲۵﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا ... الخ فرشتوں کی آمد فَقَالُوۡا سَلٰمًا ... الخ فرشتوں کا سلام

قَالَ سَلٰمٌ ... الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب سلام۔

﴿۲۶﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی : حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر جا کر بھنے ہوئے بچھڑے کا گوشت لائے۔

﴿۲۷﴾ ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا اور فرمایا کھاتے کیوں نہیں ہو؟

﴿۲۸﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پریشانی : حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے نہ کھانے سے پریشانی ہوئی۔ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ... الخ حضرت ابراہیم کو تسلی : انہوں نے فرمایا کہ آپ ڈریں نہیں اور ایک علم والے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

﴿۲۹﴾ حضرت سارہ کا تعجب : حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ نے تعجب کیا کہ بڑھیا اور بانجھ سے کس طرح بیٹا ہوگا۔ "وَقَالَتۡ عَجُوۡزٌ عَقِیۡمٌ" یہ "عجوز قالت" کا فاعل نہیں ہے بلکہ مقولہ ہے۔

﴿۳۰﴾ جواب ملائکہ فیصلہ خداوندی : انہوں نے کہا تیرے رب کا فیصلہ یوں ہی ہے لہٰذا ضرور ہوگا۔

اہل تشیع کا ماتم پر استدلال

چنانچہ ملک عباس لکھتا ہے کہ: بی بی سارہ نے اپنا منہ پیٹا محرومی اولاد اور حیرت کی وجہ سے تھا لیکن سید الشہداء کا واقعہ زیادہ حیرت انگیز ہے۔ (کھلی چھٹی بنام مظہر حسین مولوی چودھویں صدی) اور اسی طرح شیعہ کے مجتہد فلاح کونین۔ ص۔ ۱۲۳۔ میں لکھتے ہیں کہ: جناب سارہ نے حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ کہہ کر منہ پر ہاتھ مارا کہ میں بانجھ عورت میرا شوہر بوڑھا لیکن قرآن کریم کی رو سے یہ امر اتنا تعجب خیز نہیں جتنا کہ حیرت و استعجاب میں غرق کر دینے والا واقعہ اصحاب کہف ہے نیز اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ تعجب میں ڈالنے والا واقعہ سانحہ کربلا ہے جس کے تعجب خیز ہونے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر نے کی۔

جواب: یہ استدلال باطل ہے وہ اس طرح کہ حضرت سارہ نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا بیٹے کی بشارت پر یہ بطور تعجب کے تھا کہ میرے اندر تو اسباب اولاد موجود نہیں ہیں اور عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی اوپری اور تعجب خیز بات سنتی ہیں تو وہ چلاتی بھی ہیں اور اپنے منہ پر ہاتھ بھی مارتی ہیں چنانچہ تفاسیر اہل سنت اور اہل تشیع دونوں سے یہ بات ثابت ہے:

تفاسیر اہل سنت۔ ❶۔ حضرت امام رازیؒ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: "کما جرت عادة النساء حیث یسمعن شیئاً من احوالھن یصحن صیحة معتادة لھن عند الاستحیاء او التعجب... ذلك الوجه ایضا من عادتھن"۔ ترجمہ: جیسا کہ یہ عورتوں کی عادت جاری ہے کہ جب وہ اپنے حالات میں سے کوئی بات سنتی ہیں چلاتی ہیں اور یہ ان کی بوقت حیا اور تعجب عام عادت ہے... اور منہ پر ہاتھ مارنا بھی ان کی عام عادت ہے۔

❷ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں " قال مجاھد ضربت بیدھا علی جبھتھا وقالت یا ویلتاه. وقیل انھا وجدت حرارة الدم فلطمت وجھھا من الحیاء. وقیل انھا لطمت تعجباً وھو فعل النساء اذا

تعجبن من شیئ"۔ ترجمہ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر مارا اور کہا "یا ویلتاہ" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے خون کی حرارت کو محسوس کیا اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے تعجب کی وجہ سے ہاتھ مارا اور یہ عورتوں کا کام ہے کہ جب وہ کسی بات پر تعجب کرتی ہیں تو ایسا ہی کرتی ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی دوسری تفاسیر میں بھی موجود ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ عورتوں کی عام عادت ہے کہ وہ ایسے مواقع پر عموماً ایسا کرتی ہیں اور اس کو عرف میں پیٹنا اور ماتم کرنا نہیں کہا جاسکتا اگر اس کو معروف پیٹنا اور ماتم ہی ہر حال میں مراد لیا جائے تو پھر آپ کو ہر تعجب، حیاء اور شرم کے موقع پر ماتم کرنا چاہئے صرف حضرت حسینؓ کے سانحہ کربلا کے ساتھ اس کو مختص کیوں کیا جاتا ہے؟ نیز حضرت سارہ نے تو عام مروجہ عورتوں کی عادت کے مطابق منہ پر ہاتھ مارا تھا تم مرد ہو کر عورتوں کی عادت اور فطرت کو کیوں اختیار کرتے ہو؟ یہ اختیار کرنا تمہیں مبارک ہو اور ہر تعجب کے کام کو ماتم سے تعبیر کرنا یہ قرآن کریم سے کھلی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا واقعہ معراج قرآن وحدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے جو کہ ایک تعجب خیز تھا اسی طرح آپ کے دیگر معجزات ہیں پھر تو ہر معجزہ پر ماتم کی مجلس قائم کرنی چاہئے اسی طرح قرآن کریم آپ کا علمی معجزہ ہے کفار کو چیلنج کیا گیا مگر وہ لاجواب ہو گئے پھر اس پر بھی مجلس ماتم قائم کرنی چاہیے اسی طرح حضرت مریم کے پاس بے موسمے پھل آتے تھے، اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے کی حالت میں حضرت یحیی علیہ السلام جیسا بیٹا عطاء کیا جس کی بشارت پر آپ کو تعجب ہوا پھر اس پر بھی مجلس ماتم قائم کرنی چاہئے۔ لہذا اس سے ماتم کا اثبات درست نہیں ہے قرآن کریم کی معنوی اور تفسیری تحریف اور خود کشید مطلب ہے۔

تفاسیر شیعہ : اب ہم متقدمین شیعہ سے اس لفظ کا معنی نقل کرتے ہیں جس سے واضح ثابت ہو جائے گا حق ہمیشہ چھپانے سے نہیں چھپتا اور نہ مٹانے سے مٹتا ہے بلکہ ان مفسرین نے اس ماتم کی ساری بنیاد کو کھوکھلا کر کے ختم کر دیا ہے :

❶ چنانچہ ابو الحسن علی بن ابراہیم القمی تفسیر قمی میں "فصکت وجھھا" کا معنی لکھتے ہیں "ای غطته بما بشرھا جبرئیل ﷺ باسحاق علیه السلام" ترجمہ حضرت سارہ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا بوجہ اس کے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو حضرت اسحاق (علیہ السلام) کی بشارت دی تھی۔ (تفسیر قمی۔ص۔۶۶۲۔سورۃ الذریات۔۲۹)

❷ اسی طرح علامہ طبرسی احتجاج طبرسی میں یہی معنی لکھتے ہیں "ای غطته بما بشرھا جبرئیل ﷺ باسحاق ﷺ"۔

مفسر قمی اور طبرسی نے واضح لفظوں میں یہ معنی بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا تھا انہوں نے منہ پر ہاتھ مارنے کا ترجمہ ہی تسلیم نہیں کیا البتہ جن مفسرین اہل سنت نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ حضرت سارہ نے منہ پر ہاتھ مارا تھا تو وہ اس سے تمہارا مروجہ ماتم مراد نہیں لیتے بلکہ عورتوں کی عام عادت کے ماتحت تعجب سے منہ پر ہاتھ رکھنا ہی مراد لیتے ہیں اور اس پر مصر رہنا کہ اس سے مراد مروجہ ماتم ہے اس کا ثبوت انشاء اللہ تمہیں کبھی نہیں مل سکے گا۔

﴿۳۱ تا ۳۷﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے احوال پوچھا کہ کس طرح آئے ہو۔ قَالُوْٓا ... الخ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ لِنُرْسِلَ ... الخ نتیجہ مخالفین : تاکہ ان پر پتھر برسائیں جو حد سے بڑھنے والوں کے لئے متعین ہیں۔ فَاَخْرَجْنَا ... الخ حسن تدبیر باری تعالیٰ : ہم نے مؤمنوں کو نکال لیا ہے۔ سوائے مسلمان کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا یہ کنایہ ہے کہ وہاں کوئی اور گھر مسلمانوں کا تھا ہی نہیں، کیونکہ جس چیز کا وجود اللہ کے علم میں نہ ہو وہ موجود ہو ہی نہیں سکتی۔

وَتَرَكْنَا ... الخ داستان لوط میں حکمت : اور ہم نے اس واقعہ میں ہمیشہ کیلئے لوط علیہ السلام کی بستی میں عذاب الٰہی سے

ڈرنے والوں کیلئے عبرت رکھی ہے۔ ﴿۳۸﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت

﴿۳۹﴾ فرعون کی خباثت : اپنے لشکروں کے گھمنڈ میں وہ بھی ایمان نہ لایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ساحر یا مجنون کا الزام لگایا۔

﴿۴۰﴾ فرعونیوں کے نتائج : ہم نے اسے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا۔

﴿۴۱﴾ مخالفین حضرت ہود علیہ السلام کے نتائج : قوم عاد میں بھی عبرت ہے کہ جزاء اعمال یقینی ہے ہم نے ان پر تیز ہوا بھیجی وہ ہر چیز کو تباہ کر گئی۔

﴿۴۳،۴۴،۴۵﴾ قوم ثمود کے لئے مہلت : قوم کی سرکشی اور اس کا نتیجہ : ان پر نافرمانی کے باعث مہلک عذاب آیا، اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ بھی نہ سکے اور عذاب الٰہی نے تباہ کر دیا۔

﴿۴۶﴾ مخالفین نوح کا نتیجہ : یعنی ان کو بھی ہلاک کیا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آسمان کو بنایا ہم نے قوت کیساتھ اور بیشک ہم سب قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۴۷﴾ اور زمین کو بچھایا ہے ہم نے پس کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں ہم ﴿۴۸﴾

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ

اور ہر چیز سے پیدا کیا ہم نے جوڑا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿۴۹﴾ پس بھاگو اللہ کی طرف بیشک میں تمہارے لئے اسکی طرف سے کھول کر ڈر سنانے

مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ

والا ہوں ﴿۵۰﴾ اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور معبود، بیشک میں تمہارے لئے اسکی جانب سے کھول کر ڈر سنانے والا ہوں ﴿۵۱﴾ اسی طرح نہیں آیا ان لوگوں کے پاس جو

قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

ان سے پہلے گزرے ہیں کوئی رسول مگر کہا انہوں نے کہ یہ جادوگر یا یہ دیوانہ ہے ﴿۵۲﴾ کیا وہ وصیت کر گئے ہیں اس بات کی؟ بلکہ یہ لوگ ہیں سرکشی کرنیوالے ﴿۵۳﴾

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

پس آپ منہ پھیر لیں انکی طرف سے پس نہیں آپ پر کوئی ملامت ﴿۵۴﴾ اور آپ نصیحت کریں پس بیشک نصیحت فائدہ کرتی ہے ایمانوں والوں کیلئے ﴿۵۵﴾ اور نہیں پیدا کیا میں نے

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ

جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے تا کہ وہ میری عبادت کریں ﴿۵۶﴾ میں نہیں چاہتا ان سے روزی اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں ﴿۵۷﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہی

هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

روزی دینے والا ہے مضبوط طاقت کا مالک ﴿۵۸﴾ بیشک ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا ہے ڈول بھر چکا ہے جیسا کہ

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳

انکے ساتھیوں کا پس یہ جلدی نہ کریں ﴿۵۹﴾ پس تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا اس دن جسکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ﴿۶۰﴾

﴿۴۷﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ : ربط آیات : سابقہ آیات میں قیامت وآخرت کا بیان اور اس کو نہ ماننے والوں پر عذاب کا ذکر تھا اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے جس سے قیامت اور اس میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر جو تعجب منکرین کی طرف سے کیا جاتا ہے اس کا ازالہ ہے نیز توحید کا اثبات اور رسالت پر ایمان کی تاکید ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ اجرام علویہ کی خلقت، اجرام سفلیہ کی خلقت، آیات انفسی سے توحید پر عقلی دلیل، حکمت ذکر آیات، اصول کامیابی، فرائض بنی آدم، تسلی خاتم الانبیاء، سلوک الرسول بالمعاندین، فرائض خاتم الانبیاء، والتزام تبلیغ، جن وانس کے مکلف ہونے کا بیان عبادت کا فائدہ، حصر الرزاقیت فی ذات باری تعالیٰ، تنبیہ مشرکین، تخویف مشرکین۔ ماخذ آیات ۴۷ تا ۶۰ +

اجرام علویہ کی خلقت : ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا ہم وسیع القدرت ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لفظ "اید" قوت وقدرت کے معنی میں آتا ہے اس جگہ یہی مراد ہے۔ (قرطبی۔ص۔۴۸۔ج۔۱۷)

﴿۴۸﴾ اجرام سفلیہ کی خلقت۔ ﴿۴۹﴾ آیات انفسی سے توحید خداوندی پر عقلی دلیل۔

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ : حکمت ذکر آیات : تاکہ تم مصنوعات الٰہی سے توحید خداوندی کو سمجھو۔

﴿۵۰﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ... الخ اصول کامیابی : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ معصیت سے اطاعت کی طرف جاؤ اور اپنے گناہوں سے بھاگو اللہ کی طرف توبہ کے ذریعہ اس کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کرو۔ ابوبکر وراق رحمہ اللہ اور جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس وشیطان معاصی کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور بہکانے والے ہیں تم ان سے بھاگ کر اللہ کی طرف پناہ لو تو وہ تمہیں ان کے شر سے بچالیں گے۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا جہالت سے علم کی طرف جاؤ، اور ناشکری سے شکر کی طرف جاؤ۔ سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا غیر اللہ سے اللہ کی طرف جاؤ، جو مطلوب ہے۔ (قرطبی۔ص۔۴۹۔ج۔۱۷)

﴿۵۱﴾ فرائض بنی آدم۔ ﴿۵۲﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۵۳﴾ تنبیہ کفار : کفار کے اس قول "سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ" پر متفق ہونے سے تعجب دلاتے ہیں یہ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے کہ جو نبی بھی آئے اس کو ساحر اور دیوانہ کہہ دینا ہے یہ وصیت تو حقیقت پر مبنی بھی نہیں کیونکہ بعض قومیں تو بعض سے ملی بھی نہیں بلکہ وجہ اس اتفاق واجماع کی یہ ہوئی کہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں یعنی سبب اس قول کا سرکشی ہے جس میں سب مشترک ہے۔

﴿۵۴﴾ سلوک الرسول بالمعاندین : جب سبب معلوم ہوگیا بس اب آپ ان کی طرف التفات نہ کریں کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ ﴿۵۵﴾ فریضہ پیغمبر والتزام تبلیغ : اس پر آپ کاربند رہیں باقی ان کا ایمان لانا یا نہ لانے آپ کے اختیار میں نہیں۔

(۵۶) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ ... الخ جن وانس کے مکلف ہونے کا بیان : امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا : "ما خلقت اھل السعادۃ من اھل الفریقین الا لیوحدون" یہاں دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کی پیدائش کی غرض عبادت بیان کی گئی ہے۔ انسانوں اور جنات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ عبادت کریں لیکن ان میں بہت سارے ایسے ہیں کہ وہ عبادت نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس ارادے اور جس مقصد کیلئے انہیں پیدا کیا ہے، وہ پورا نہیں ہوا اور یہ عقلی طور پر محال ہے کہ جس کام کیلئے اللہ نے کسی کو پیدا کیا پھر وہ اس کام سے انحراف کرے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں جو امام فراء سے منقول ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ تو بے شک عام

استعمال کیا گیا ہے مگر اس سے مراد اہل سعادت ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے "مشکل القرآن" میں اسی جواب کو قوی قرار دیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو جب سے پیدا فرمایا ہے تو ان میں عبادت کی استعداد و صلاحیت رکھی اب کوئی اس استعداد کو استعمال کرتا ہے اور کوئی استعمال نہیں کرتا۔

جس نے استعداد کو استعمال کیا وہ عبادت میں مشغول ہے اور جس نے اس صلاحیت کو ناکارہ اور ضائع کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منحرف ہے۔ بندہ کے نزدیک یہی دوسرا جواب راجح ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبادت سے مراد عبادت بالاختیار و ابتلاء مراد ہے اور ملائکہ میں ابتلاء نہیں اور دوسری مخلوق میں اختیار حاصل نہیں حاصل ارشاد کا یہ ہے کہ مجھ کو مطلوب شرعی ان سے عبادت ہے۔ (بیان القرآن۔ص۔۱۰۰۷۔ج۔۲)

﴿۵۷﴾ **عبادت کا فائدہ** : میں اپنی عبادت کروا کے اپنے بندوں سے کوئی روزی تو طلب نہیں کرتا، دنیا کا یہ دستور تو ہے کہ آقا اپنے غلام یا نوکروں کی کمائی کھاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے اس لئے تاکیداً فرمایا میں نہیں چاہتا کہ یہ مجھے کھلائیں میں تو خود مخلوق کو روزی پہنچاتا ہوں۔

﴿۵۸﴾ **حصر الرزاقیت فی ذات باری تعالیٰ** : روزی رساں تو وہی ہے اور مضبوط طاقت کا مالک ہے، نہ اس کو کسی کی عبادت کی ضرورت ہے نہ خدمت کی بلکہ بندے کا خود اپنا فائدہ ہے۔

﴿۵۹﴾ **تنبیہ مشرکین** : کفر و شرک پر مصر لوگوں کے لئے تنبیہ ہے فرمایا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ ... الخ قرآن کریم میں تین لفظ آئے ہیں "سجل" "دلو" "ذنوب" ان تینوں کے معانی میں کچھ فرق ہے۔ "دلو" کا معنی وہ ڈول جس میں پانی ہو یا نہ ہو۔ "سجل" کا معنی وہ ڈول جس میں کچھ پانی ہو بالکل بھرا ہوا نہ ہو اور "ذنوب" وہ ڈول ہے جو بھرا ہوا ہو۔ (قرطبی۔ص۔۵۲۔ج۔۱۷)

تو اب بات سمجھیں کہ آپ نے کنویں میں ڈول ڈالا وہ جس وقت بھرا ہوا نہیں ہوتا تو وہ اوپر تیرتا ہے پانی سے بھرا ہو تو وہ ڈوب جاتا ہے تو ان لوگوں کا ڈول پہلے لوگوں کے ڈول کی طرح گناہوں سے بھر چکا ہے جیسے ان کے ڈول ڈوبیں گے ایسے ان کے ہی ڈوبیں گے تو جلدی کا مطالبہ نہ کریں دوسرا معنی ذنوب کا حصہ ہے معنی یہ ہے کہ ظالموں کیلئے بھی حصہ ہے جیسے پہلے لوگوں کے لیے تھا، جیسا عذاب کا حصہ ان لوگوں کیلئے تھا ایسا ان کیلئے ہے۔ (قرطبی۔ص۔۵۲۔ج۔۱۷)

﴿۶۰﴾ **تخویف مشرکین** : منکرین قیامت کے لئے اس دن بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا مگر وہ جزاء عمل کی بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور کہتے تھے ہم نے آج تک کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا تو اس دن سوائے تباہی کے کچھ نہیں ہوگا۔

ختم شد سورۃ الذاریات بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الطور

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الطور ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت "وَالطُّوۡرِ" سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۵۲۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۷۶۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۴۹۔ آیات ہیں۔ یہ سورہ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ :طور پہاڑ کا نام ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہوا اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام طور رکھا گیا۔

حدیث :میں ہے طور جنت کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (قرطبی۔ص۔۵۲۔ج۔۱۷)

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ : مِنۡ یَّوۡمِهِمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ" (آیت۔۶۰) اس سورۃ میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ :بداعمالی کی سزا یقینی ہے۔

خلاصہ سورۃ : وقوع عذاب، اثبات قیامت، مجازات اعمال، مؤمنین کے لئے اسباب کامیابی، منکرین کے شبہات وجوابات، تسلی خاتم الانبیاء، امہال مجرمین، عجز ماسوا اللہ وغیرہ۔ واللہ اعلم

قسم سورۃ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں اس۔ سورۃ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۵۲۔ج۔۱۷)

سُوۡرَةُ الطُّوۡرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسۡعٌ وَّ اَرۡبَعُوۡنَ اٰيَةً فِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالۡبَيۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾

قسم ہے طور کی ﴿۱﴾ اور قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی ﴿۲﴾ کشادہ ورق میں ﴿۳﴾ اور قسم ہے آباد گھر کی ﴿۴﴾ اور قسم ہے بلند چھت کی ﴿۵﴾

وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ يَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾

اور قسم ہے گرم کئے ہوئے دریا کی ﴿۶﴾ بیشک تیرے پروردگار کا عذاب البتہ ضرور واقع ہونے والا ہے ﴿۷﴾ نہیں اسکو کوئی ہٹانے والا ﴿۸﴾ جس دن کپکپائے گا آسمان زور سے کپکپانا ﴿۹﴾

وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ خَوۡضٍ يَّلۡعَبُوۡنَ ۘ﴿۱۲﴾

اور چلیں گے پہاڑ چلنا ﴿۱۰﴾ پس ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۱۱﴾ وہ جو غلط باتوں میں کھیل رہے ہیں ﴿۱۲﴾

يَوۡمَ يُدَعُّوۡنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحۡرٌ هٰذَآ

جس دن انکو دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جانا ﴿۱۳﴾ اور کہا جائے گا، یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿۱۴﴾ پس کیا یہ جادو ہے

اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ

یا تم دیکھتے نہیں ﴿۱۵﴾ داخل ہو جاؤ اسمیں صبر کرو یا نہ صبر کرو، برابر ہے تم پر بیشک تمکو بدلہ دیا جائے گا اس کام کا

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ

جو کچھ تم کیا کرتے تھے ﴿۱۶﴾ بیشک متقی لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہونگے ﴿۱۷﴾ خوش ہونے والے ہونگے اس چیز کیساتھ جو دی انکو انکے پروردگار نے اور بچایا انکو انکے پروردگار

وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ

نے دوزخ کے عذاب سے ﴿۱۸﴾ ان سے کہا جائیگا کھاؤ اور پیو خوشگوار اسکے بدلے میں جو کام تم کیا کرتے تھے ﴿۱۹﴾ وہ تکیہ لگانے والے ہونگے صف بہ صف

مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ

بچھائے ہوئے تختوں پر اور ہم بیاہ دیں گے ان کے ساتھ بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتیں ﴿۲۰﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انکی پیروی کی انکی اولادوں نے ایمان کے

ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وقف لازم

ساتھ ملادیں گے ہم انکے ساتھ انکی اولادوں کو اور نہیں کریں گے ہم انکے لئے انکے اعمال میں سے کچھ کم، ہر آدمی پھنسا ہوا ہے اپنی کمائی میں ﴿۲۱﴾ اور ہم مدد پہنچائیں گے انکو پھلوں

وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ

اور گوشت سے جو وہ چاہیں گے ﴿۲۲﴾ وہ ایک دوسرے کو دیں گے اس میں سے پیالہ جس میں نہ لغو ہوگا اور نہ کوئی گناہ ﴿۲۳﴾ اور پھریں گے انکے سامنے بچے گویا کہ وہ غلاف میں

لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ

محفوظ موتی ہیں ﴿۲۴﴾ اور متوجہ ہونگے ان میں سے بعض بعض کی طرف، ایک دوسرے سے پوچھیں گے ﴿۲۵﴾ کہیں گے، بیشک تھے

اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ

ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرنیوالے ﴿۲۶﴾ پس احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچایا ہمیں لو کے عذاب سے ﴿۲۷﴾ بیشک ہم تھے اس سے پہلے اسی کو پکارتے،

هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع ۲۸ / ۳

بیشک وہ نیک سلوک کرنیوالا اور بیحد مہربان ہے ﴿۲۸﴾

خلاصہ رکوع ❶ قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونے، وقوع عذاب، شدت یوم قیامت، کیفیت آسمان، کیفیت جبال، نتیجہ مکذبین، مشرکین کی رسوائی، مشرکین کی سرزنش، تنبیہ مشرکین، مشرکین کیلئے خلود فی النار، مجازات اعمال، نتائج متقین۔۱۔۲۔۳۔۴۔متقین کی سرفرازی، ادنیٰ درجہ کے متقین کا نتیجہ، عدل وانصاف باری تعالیٰ، متقین کے کھانوں کی تشریح، متقین کی بے تکلفی کا بیان، متقین کے خدام کا بیان، خدام کا حسن وجمال، متقین کا باہمی مکالمہ، سبب کامیابی۔۱۔احسان خداوندی، سبب کامیابی۔۲۔ماخذ آیات۔۱تا۲۸+

﴿۱﴾ آیت ۱۔تا۔۶۔تک قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونوں کا ذکر ہے، قسم ہے طور کی۔

﴿۲﴾وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ :اس کی چار تفسیریں ہیں۔ ❶ اس کتاب سے مراد توراۃ ہے کیونکہ طور کی مناسبت سے اس کا ذکر ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۱۵۔ج۔۴۔)

❷ اس سے مراد تمام کتب سماویہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ ❸ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ ❹ اس سے مراد ہر انسان کا نامہ اعمال ہے جیسے قرآن کریم میں ہے ''وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰٮهُ مَنۡشُوۡرًا''۔

(قرطبی۔ص۔۵۳۔ج۔۱۷) یہ سب تفسیریں اپنے مقام پر درست ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۳﴾فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۔ کشادہ ورقوں میں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں شاید اس سے لوح محفوظ مراد ہے۔(موضح القرآن)

﴿۴﴾وَالۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۔ ساتویں آسمان پر عین محاذات کعبہ کے فرشتوں کا مطاف ہے جہاں فرشتے طواف کرتے ہیں۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں آسمان میں بیت المعمور کی وہی حرمت ہے جو زمین میں کعبۃ اللہ کی ہے۔ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں پھر انہیں کبھی موقع نہیں ملے گا۔(معالم۔ص۔۲۱۵۔ج۔۴)

﴿۵﴾وَالسَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد عرش الٰہی ہے جو جنت کی چھت ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۴۱۔ج۔۲۷)

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آسمان ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا'' کیونکہ آسمان دنیا کی زمین کیلئے چھت ہے۔ (قرطبی۔ص۔۵۵۔ج۔۱۷)

﴿۶﴾وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ :اس کے دو معنی آتے ہیں ایک معنی: وہ سمندر جو دہکایا گیا یعنی تنور کی طرح خوب جلایا گیا ہو۔ دوسرا معنی: یہ ہے بھرا ہوا سمندر۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام سمندروں کو آگ لگا دیں گے جس سے جہنم کی آگ مزید بڑھے گی۔

(معالم التنزیل۔ص۔۲۱۵۔ج۔۴)

﴿۷﴾اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ :وقوع عذاب :یہ جواب قسم ہے۔ قسم ''وَالطُّوۡرِ'' تھی کہ آئندہ آنے والا عذاب یقینی ہے۔﴿۸﴾شدت یوم قیامت :اور اس عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔

﴿۹﴾ کیفیت آسمان :وہ عذاب اس دن آئے گا جس دن آسمان لرز کر اور کپکپا کر پھٹ پڑے گا۔

﴿۱۰﴾ کیفیت جبال :پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔

﴿۱۱،۱۲﴾ نتیجہ مکذبین :جو آج کھیل میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اور باطل میں محو رہتے ہیں اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں وہ اس دن سخت رسوائی اور تباہی میں ہوں گے۔

﴿۱۳﴾ مشرکین کی رسوائی :اس دن فرشتے انکو ذلت کے ساتھ جہنم میں دھکیل دیں گے۔

﴿۱۴﴾ مشرکین کی سرزنش :کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

﴿۱۵﴾ تنبیہ مشرکین :کیا یہ جادو ہے یا تمہیں نظر نہیں آرہا بتاؤ وقوع قیامت اور جزائے اعمال برحق ہے یا نہیں؟

﴿۱۶﴾ مشرکین کے لئے خلود فی النار :اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ تمہارے اعمال کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور تمہاری فریاد کو پہنچنے والا کوئی نہیں، اگر بالفرض والمحال صبر کر کے چپ رہو تب بھی تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں اور اگر چیخو چلاؤ گے پھر بھی کوئی رحم کھانے والا نہیں ہوگا۔ بس یہ تمہارے کرتوتوں کی سزا ہے جس میں ہمیشہ کیلئے رہنا ہے اور ابدی عذاب ہے۔ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ ...الخ مجازات اعمال۔

﴿۱۷،۱۸،۱۹﴾ نتائج متقین:۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ یہ حضرات بہشت میں ہوں گے بالکل مامون اور بےفکر ہوں گے ہر قسم کے عیش وآرام کے سامان ان کیلئے حاضر ہوں گے اور کیا یہ انعام کم ہے کہ جہنم کے عذاب سے ہمیشہ کیلئے مامون ومحفوظ ہوں گے۔

﴿۲۰﴾ متقین کی سرفرازی۔ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...الخ ادنیٰ درجہ کے متقین کا نتیجہ۔

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ: عدل وانصاف باری تعالیٰ: یعنی کاملوں کی اولاد اور ان کے متعلقین اگر ایمان پر قائم رہیں گے اور ان کاملوں کی راہ پر چلیں گے جو خدمات ان کے بزرگوں نے انجام دی تھیں یہ بھی ان کی تکمیل میں مساعی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کردے گا گو ان کے اعمال واحوال ان کے اعمال واحوال سے کماً وکیفاً فروتر ہوں گے۔ تاہم ان بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کیلئے ان تابعین کو متبوعین کے جوار میں رکھا جائے گا اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان ہی کے مقام میں درجہ پر پہنچایا جائے۔ جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دیا جائے گا نہیں بلکہ یہ تو محض اللہ کا فضل واحسان ہوگا کہ قاصرین کو اٹھا کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا گیا۔

﴿۲۲﴾ متقین کے کھانوں کی تشریح۔ ﴿۲۳﴾ متقین کی بے تکلفی کا بیان: ان خوبیوں والا شراب ایک دوسرے کو دیں گے۔ بھرے ہوئے پیالے کو "کاس" کہتے ہیں اور خالی کو "زجاجہ" اس لئے بعض نے یہاں "کاسا" کا معنی شراب کے کئے ہیں کہ جنت میں وہ ایک دوسرے سے پیالے لیں گے وہ اس سے "لغو فیھا" میں "ھا" کی ضمیر شراب کی طرف لوٹتی ہے اور "فی" تعلیلیہ ہے کہ اس شراب کی وجہ سے نہ کوئی لغو ہوگا نہ گناہ میں ڈالیں گے اور بعض نے کہا کہ "ھا" کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے کہ اس جنت میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالیں گے۔

﴿۲۴﴾ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ متقین کے خدام کا بیان: اور ان کے پاس لڑکے ان کی خدمت کے لئے پھر رہے ہوں گے۔ اس غلمان سے کیا مراد ہے۔ تو سب سے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ غلمان حورعین کی طرح جنت میں پیدا کئے جائیں گے اور ان کو جنت والوں کا خادم اور اولاد بنا دیا جائے گا۔ اور یہ غلمان ان کی اپنی اولاد کے علاوہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل جنت کا اعزاز اس صورت میں مکمل ہوتا ہے جبکہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح مخدوم ہو اور ان کو خادم نہ بنایا جائے۔

(جنت کے نظارے ترجمہ حادی الارواح۔ ص۔ ۲۴۰۔ قارن صاحب)

کَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ ...الخ خدام کا حسن وجمال۔

﴿۲۵﴾ متقین کا باہمی مکالمہ۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کے حالات وواقعات دریافت کریں گے۔ ﴿۲۶﴾ سبب کامیابی ❶ یعنی ہم دنیا میں ہر وقت انجام سے ڈرا کرتے تھے۔

﴿۲۷﴾ احسان خداوندی: یعنی دنیا میں ڈرنا آج کام آیا کہ جہنم کی آگ اور اس کے عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

﴿۲۸﴾ سبب کامیابی ❷: ہم اس سے پہلے دنیا میں اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ ہمیں دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جا، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرلی، واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾

پس آپ نصیحت کریں اے پیغمبر پس نہیں آپ اپنے رب کے فضل سے کاہن اور نہ دیوانے ﴿۲۹﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ یہ شاعر ہے؟ ہم انتظار کرتے ہیں اس کیساتھ زمانے کی گردش کا ﴿۳۰﴾

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾

آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں ہوں ﴿۳۱﴾ کیا انکو انکی عقلیں یہ حکم دیتی ہیں یا یہ لوگ سرکشی کرنیوالے ہیں؟ ﴿۳۲﴾

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾

کیا کہتے ہیں یہ کہ یہ شخص قرآن کو گھڑ لایا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿۳۳﴾ پس لائیں کوئی بات اس جیسی اگر یہ سچے ہیں ﴿۳۴﴾

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۳۵﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل

کیا یہ پیداہ کئے گئے ہیں بغیر کسی چیز کے؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں ﴿۳۵﴾ کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو؟

لَّا يُوقِنُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿۳۷﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ

بلکہ یہ یقین نہیں رکھتے ﴿۳۶﴾ کیا انکے پاس تیرے پروردگار کے خزانے ہیں؟ یا یہ لوگ مسلط ہیں ﴿۳۷﴾ کیا ان کیلئے کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر سنتے ہیں؟

فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿۳۹﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

پس لائے انمیں سے سننے والا کوئی کھلی سند ﴿۳۸﴾ کیا اس پروردگار کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ﴿۳۹﴾ یا آپ ان سے مانگتے ہیں

فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿۴۰﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۴۱﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ

کوئی بدلہ پس وہ تاوان کی وجہ سے بوجھل ہو رہے ہیں ﴿۴۰﴾ کیا انکے پاس کوئی غیب ہے پس وہ اسکو لکھتے ہیں ﴿۴۱﴾ کیا ارادہ کرتے ہیں یہ داؤ پیچ کا؟ پس وہ لوگ

كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۳﴾

جنہوں نے کفر کیا وہی داؤ پیچ کا شکار ہونگے ﴿۴۲﴾ کیا ان کیلئے اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جنکو یہ لوگ اسکا شریک بناتے ہیں ﴿۴۳﴾

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

اور اگر یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف سے گرتا ہوا تو کہیں گے کہ یہ بادل ہے تہ بہ تہ جما ہوا ﴿۴۴﴾ پس انکو چھوڑ دیں یہاں تک کہ یہ ملیں اپنے اس دن

الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ

سے جس دن ان پر کڑک پڑے گی ﴿۴۵﴾ جس دن نہیں بچائے گی انکو انکی تدبیر کچھ بھی اور نہ انکی مدد کی جائے گی ﴿۴۶﴾ اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ان کیلئے عذاب

ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

ہے اس سے ورے لیکن اکثر انمیں سے نہیں جانتے ﴿۴۷﴾ اور آپ صبر کریں اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور آپ تسبیح بیان کریں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۴۹﴾ ع

اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ جس وقت آپ اٹھتے ہیں ﴿۴۸﴾ اور رات کے وقت اسکی تسبیح بیان کریں اور ستاروں کے پیچھے ﴿۴۹﴾

﴿۲۹﴾ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ ربط آیات : اوپر قیامت کا ذکر تھا اب آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ قیامت، توحید، رسالت کے مسائل ان کو سنائیں کیونکہ آپ مذکر ہیں۔

خلاصہ رکوع ❷: فرائض خاتم الانبیاء، منکرین رسالت کی تردید، منکرین رسالت کا شکوہ، جواب شکوہ بطور تنبیہ، تنبیہ منکرین، منکرین قرآن کا شکوہ، جواب شکوہ، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، تنبیہات مشرکین۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ مطالبہ دلیل، تردید مشرکین، تنبیہ مشرکین۔ ۱۔ ۲۔ مشرکین کی تجاویز فاسدہ، تردید مشرکین، تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء، مشرکین کا عناد، امہال مجرمین، تذکیر بما بعد الموت، شدت یوم قیامت، نفی شفیع قہری، تسلی خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء، اوقات تسبیح۔ ماخذ آیات۔ ۲۹ تا ۴۹+

فرائض خاتم الانبیاء : آپ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ فَمَآ اَنْتَ ... الخ منکرین رسالت کی تردید : آپ اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہیں۔ کاھن: فال نکالنے والا، اٹکل سے آئندہ کی باتوں کی خبر دینے والا ''کاھن'' اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ (قاموس القرآن۔ ص۔ ۴۳۷)

مجنون، دیوانہ، جنون سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے جمع مجانین آتی ہے۔ (قاموس القرآن۔ ص۔ ۴۸۳)

﴿۳۰﴾ منکرین رسالت کا شکوہ : آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں ہم ان کی ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں جس طرح دوسرے شعراء مر مرا گئے آپ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔

﴿۳۱﴾ جواب شکوہ بطور تنبیہ : تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میرا انجام فلاح و کامیابی کا ہوگا، اور تمہارا انجام نقصان اور ناکامی کا ہوگا یہ مطلب نہیں کہ صرف تم مروگے میں زندہ رہوں گا بلکہ ایسا نہیں۔ ﴿۳۲﴾ تنبیہ منکرین : کیا ایمان نہ لانے کا یہ سبب ہے، انہیں کہدو اچھا انتظار کرو۔ دیکھو گردش ایام کس پر پڑتی ہے۔ کیا ان کی عقلوں کا یہی فیصلہ ہے۔ ﴿۳۳﴾ شکوہ منکرین قرآن : کیا اسی قرآن کو خود ساختہ خیال کرتے ہو؟

﴿۳۴﴾ جواب شکوہ : تم بھی ایسا بنا کر دکھادو۔

﴿۳۵﴾ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ : کیا یہ لوگ بن خالق بنے ہیں کہ انہیں خالق کے احکام کی ضرورت نہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ ﴿۳۶﴾ تنبیہ مشرکین۔ ❶ کیا آسمان وزمین کو انہوں نے بنایا ہے۔

﴿۳۷﴾ تنبیہ مشرکین۔ ❷ آیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں لہٰذا اس خزانہ علم کی انہیں ضرورت نہیں رہی۔

﴿۳۸﴾ تنبیہ مشرکین۔ ❸ کیا ان کے پاس سیڑھی ہے کہ خود جا کر اپنے متعلق احکام لے آتے ہیں۔

فَلْيَاْتِ ... الخ مطالبہ دلیل : تو اس پر دلیل پیش کرو، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پیش کرتے ہیں اس کا کتاب اللہ ہونا تو اسی سے ثابت ہو گیا کہ تم اس جیسی کتاب بنا کر لانے سے عاجز ہو اب تم اپنے دین کو حق ثابت کرو اس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہونی لازمی ہے وہ کون سا زینہ ہے جس پر چڑھ کر تمہارا کوئی شخص اپنے دین کے حق ہونے کی حقانیت معلوم کر چکا ہے جس طرح محمد ﷺ بطریق وحی کلام حاصل کرتے ہیں پھر تمہیں سناتے ہیں اور حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں تم بھی دلیل پیش کرو۔

﴿۳۹﴾ تردید مشرکین۔ ❶ ﴿۴۰﴾ تنبیہ مشرکین۔ ❶ ﴿۴۱﴾ تنبیہ مشرکین۔ ❷

﴿۴۲﴾ مشرکین کی تجاویز فاسدہ : علامہ آلوسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں آیت بالا نازل ہونے کے کئی سال بعد اس پیشگوئی کا ظہور

ہوا جس کا اس آیت میں اظہار فرمایا ہے مشرکین مکہ مشورہ اور تجویز فاسدہ لیکر بیٹھے تھے کہ محمد ﷺ کے ساتھ کیا کریں؟ اس پر تین باتیں سامنے آئی جن کا ذکر سورۃ انفال کی آیت: ٠ وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ... الخ میں بیان فرمایا ہے ان لوگوں کی سب تدبیریں ملیامیٹ ہوگئیں اور آنحضرت ﷺ صحیح سالم مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ (روح المعانی۔ص۔۳۹۔ج۔۲۷)

﴿۴۳﴾ تردید مشرکین۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ ...الخ تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء۔

﴿۴۴﴾ مشرکین کا عناد: ان لوگوں کی سرکشی اور عناد کا یہ حال ہے اگر آسمان کا ٹکڑا اوپر سے گرتا ہوا دیکھیں جو ان کے عذاب دینے کے لئے گرتا چلا آرہا ہو تب بھی متاثر نہ ہونگے اور ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿۴۵﴾ امہال مجرمین: آپ ان کو چھوڑیں ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں۔ حَتّٰی یُلٰقُوْا...الخ تذکیر بما بعد الموت: یہاں تک وہ دن آجائے جس میں یہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ ﴿۴۶﴾ شدت یوم قیامت۔ وَلَا هُمْ...الخ نفی شفیع قہری۔ ﴿۴۷﴾ عَذَابًا...الخ مشرکین کا دنیوی نتیجہ: اس عذاب سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یوم بدر ہے، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد مکہ کے سات سال قحط والے ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ ... الخ مشرکین کی جہالت۔ ﴿۴۸﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ... الخ فرائض خاتم الانبیاء۔ حِیْنَ تَقُوْمُ... الخ اوقات تسبیح۔ وَمِنَ الَّیْلِ... الخ رات کے نفل مراد ہیں، اور بعض نے مغرب اور عشاء کی نماز مراد لی ہے۔ "اِدْبَارَ النُّجُوْمِ" سے فجر کی دو رکعتیں مراد لی ہیں۔

ختم شد سورۃ الطور بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ نجم

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ النجم ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۵۳۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۳۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں۔ ۳۔ رکوع اور ۶۲۔ آیات ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر یہ قول درست نہیں۔(قرطبی۔ص۔ ۷۲۔ج۔۱۷)

وجہ تسمیہ: نجم کے معنی ستارہ کے آتے ہیں یہ بطور نام رکھا گیا۔

خصوصیات: بخاری و مسلم وغیرہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی سورۃ جس میں سجدہ کا ذکر ہے، وہ سورۃ النجم ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور سب لوگوں نے سجدہ کیا مگر ایک شخص نے مٹھی میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کیا میں نے اس کے بعد اسکو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا اور وہ امیہ بن خلف تھا۔ اور احادیث سے یہی ثابت ہے کہ اس سورۃ۔ میں سجدہ ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۰۱۔ج۔۷۔ روح المعانی۔ص۔ ۱۳۔ج۔۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ نجم میں مکہ میں تو سجدہ کیا کرتے تھے اور جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ترک کر دیا۔ (تفسیر حقانی)

اس لئے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے آخر میں جو "فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا" آیا ہے وہاں سجدہ کرنا واجب نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص کرتا ہے تو بہتر ہے مگر پہلی روایات کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وسفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہما فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے آخر میں سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی بات قوی ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں فرمایا تھا کہ ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔ اب اس سورۃ کے شروع میں ہی ان ڈوبتے ستاروں کی قسم کھا کر جو اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت پر گواہی دیتے ہیں یہ بات بتائی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ اور بہکے ہوئے نہیں جیسا کہ اے کفار تم کہتے ہو۔

فَائِدَہ : چار سورتیں ایسی ہیں جن کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حرفوں کے علاوہ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلی سورۃ والصافات ہے۔ اور دوسری سورۃ والذاریات ہے۔ اور تیسری سورۃ والطور ہے۔ چوتھی سورۃ والنجم ہے۔ پہلی سورۃ میں قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کیا ہے جیسا کہ فرمایا "اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ"۔ دوسری سورۃ میں حشر و نشر کی جزاء کا واقع ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا "اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ" تیسری سورۃ میں عذاب کا واقع ہونا کسی کے ٹالنے سے اسکے نہ ٹلنے کا ذکر فرمایا چنانچہ فرمایا ہے "اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ"۔ اس چوتھی سورۃ میں قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا جیسا کہ فرمایا "مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى" تاکہ تینوں اصل الاصول مسائل توحید و حشر و نبوت کا کامل ثبوت ہو جائے اور حشر کے اثبات میں اس لئے قسمیں کھائیں کہ یہ شبہ صرف دلیل نقلی سے ثابت ہوتا ہے، برخلاف توحید و نبوت کے کیونکہ توحید پر بے شمار دلائل عقلیہ موجود ہیں اور نبوت کیلئے معجزات اور نبی کا باطنی اثر بھی ثابت کرتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

موضوع سورۃ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی الٰہی ہیں اور تمہارے معتقدات ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔

خلاصہ سورۃ : قدرت باری تعالیٰ، صداقت قرآن، فضائل جبرائیل، داستان معراج، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، اسباب گمراہی، نفی شفیع قہری، تسلی خاتم الانبیاء، نتائج متقین ومجرمین، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل، مجازات اعمال، تذکیرات ثلاثہ، قرب قیامت کا بیان، اصول کامیابی وغیرہ۔

سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا ثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ﴿۲﴾ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ﴿۳﴾ اِنْ ھُوَ اِلَّا

قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ گر گیا ﴿۱﴾ نہیں بہکا تمہارا صاحب ساتھی اور نہ وہ بے راہ ہوا ﴿۲﴾ اور نہیں بولتا وہ نفس کی خواہش سے ﴿۳﴾ نہیں ہے وہ مگر وحی ہے اسکی طرف

وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿۴﴾ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ﴿۶﴾ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾

بھیجی جاتی ہے ﴿۴﴾ اسکو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے ﴿۵﴾ جو طاقت والا ہے پھر وہ سیدھا ہوا ﴿۶﴾ اور وہ بلند کنارے پر تھا ﴿۷﴾ پھر وہ قریب ہوا اور نیچے لٹک گیا ﴿۸﴾

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾

پس تھا وہ مقدار دو کمان کے یا اس سے بھی زیادہ قریب ﴿۹﴾ پس وحی کی پروردگار نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی ﴿۱۰﴾ نہیں جھٹلایا دل نے اس چیز کو جسکو دیکھا ﴿۱۱﴾

اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ﴿۱۴﴾ عِنْدَھَا

کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس کیساتھ اس چیز پر جو اس نے دیکھی ہے ﴿۱۲﴾ اور البتہ تحقیق پیغمبر نے دیکھا ہے اس فرشتے کو دوسری مرتبہ نیچے اترتے ہوئے ﴿۱۳﴾ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ﴿۱۴﴾ اسی کے

جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰی مِنْ

پاس جنت الماویٰ ہے ﴿۱۵﴾ جبکہ ڈھانپ لیا ہے بیری کے درخت کو اس چیز نے جسنے ڈھانپ لیا ﴿۱۶﴾ نہیں بہکی نگاہ اور نہ حد سے آگے بڑھی ﴿۱۷﴾ البتہ تحقیق دیکھیں

اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی ﴿۲۱﴾

اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ﴿۱۸﴾ کیا دیکھا ہے تم نے لات اور عزیٰ کو ﴿۱۹﴾ اور منات تیسرا جو پیچھے ہے ﴿۲۰﴾ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اسکے لئے بیٹیاں ﴿۲۱﴾

تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی ﴿۲۲﴾ اِنْ ھِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ

یہ تقسیم ہے کھوٹی ﴿۲۲﴾ نہیں ہیں یہ مگر نام جو رکھ لئے ہیں تمنے اور تمہارے آباؤ اجداد نے نہیں اتاری اللہ نے انکے بارے میں کوئی سند نہیں

بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ

پیروی کرتے یہ لوگ مگر گمان کی اور اسکی جو نفس خواہش کرتے ہیں اور البتہ تحقیق انکے پاس آچکی ہے انکے رب کی طرف

ع ۵ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾

سے ہدایت ﴿۲۳﴾ کیا انسان کیلئے وہ ہے جو اس نے خواہش کی ﴿۲۴﴾ پس اللہ ہی کیلئے ہے آخرت اور پہلی (دنیا کی زندگی) ﴿۲۵﴾

خلاصہ رکوع ❶ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، منکرین رسالت کی تردید، خصوصیات خاتم الانبیاء، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے وحی کے نازل ہونے کا بیان۔ا۔۲۔حضرت جبرائیل کی اصلی شکل کے مشاہدہ کا بیان، قرب خاتم الانبیاء، مقدار قرب، خصوصیت خاتم الانبیاء، تصدیق خاتم الانبیاء، شکوہ مشرکین، حضرت جبرائیل سے دوسری ملاقات، مقام رؤیت، تشریح سدرہ، رؤیت ملائکہ، خاتم الانبیاء، کی نظر استقلال، دیگر کمال قدرت الٰہی کے نمونے، تنبیہات مشرکین، مشرکین کی بے انصافی، تردید مشرکین، صداقت قرآن، تنبیہ مشرکین، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ۔ماخذ آیات۔ا تا ۲۵+

﴿۱﴾وَالنَّجْمِ :قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ :حضرات مفسرین فرماتے ہیں "نجم" کے معنی میں کئی اقوال ہیں جمہور حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ستارہ ہے کوئی خاص ستارہ مراد نہیں بلکہ یہ جنس ہے ہر ایک ستارہ مراد ہے۔
(روح المعانی۔ص۔۶۴۔ج۔۲۷۔قرطبی۔ص۔۷۳۔ج۔۱۷)

اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ثریا ہے (یہ وہ ستارہ ہے جسے آپ نے صبح کو مشرق کی طرف دیکھا ہوگا کہ ستاروں کا ایک گچھا سا معلوم ہوا کرتا ہے اسی کا نام ثریا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ انگور کا خوشہ۔اخفش کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زمین پر پھیلنے والی بیلیں ہیں کیونکہ ایک جگہ آتا ہے۔"وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ"۔ (مظہری۔ص۔۱۰۳۔ج۔۹)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ وہ "نجماً نجماً" یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوا ہے۔
(قرطبی۔ص۔۷۳۔ج۔۱۷)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں جن کو ظلمات عالم میں روشنی دینے کے سبب بطور استعارہ کے ستارہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے۔ (مظہری۔ص۔۱۰۳۔ج۔۹)

﴿۲﴾مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى :منکرین رسالت کی تردید۔ضلالت اور غویت میں فرق :جو شخص غلط فہمی کا شکار ہو کر راستے سے بھٹک جائے تو یہ ضلالت ہے۔دیدہ دانستہ غلط راستے پر چلے تو یہ غویت ہے۔"صَاحِبُكُمْ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔تو یہاں "نجم" کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قسم ہے ستارے کی جب وہ ڈوبنے لگے نہ تو غلط فہمی کا شکار ہو کر تمہارا ساتھی بہکا اور نہ دیدہ دانستہ غلط راستے پر چلا، تو اس کے ساتھ تعلق کے بارے میں حضرات مفسرین فرماتے ہیں جیسے ستارہ اپنی ایک لائن پر ہے اپنے راستے پر ہے طلوع سے لیکر غروب تک اپنا راستہ نہیں چھوڑتا، اسی طرح یہ پیغمبر صراط مستقیم پر وہ راستہ صراط مستقیم کا نہیں چھوڑتا اور "غوىٰ" کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب ستارہ غروب ہونے کو ہوتا ہے تو اس وقت روشنی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو آنحضرت ﷺ جب تشریف لائے تو سارا عرب تاریکی اور اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا تو اس وقت روشنی حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت تھی تو وہ آپ کے ذریعہ سے پوری کردی گئی۔

﴿۳﴾وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى :خصوصیات خاتم الانبیاء :اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جب بولتے ہیں تو وحی کے مطابق بولتے ہیں حالانکہ بکثرت ادلہ سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض دفعہ اپنے اجتہاد سے بھی باتیں کی ہیں اور بعض دفعہ آپ کی رائے میں بھی غلطی ہوئی ہے مثلاً بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔تحریم شہد کے بارے میں وغیرہ تو وہ وحی نہیں تھی تو اس آیت میں حصر ہے کہ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" کہ آپ ﷺ جو نطق کرتے ہیں وہ وحی ہی ہوتی ہے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ سے رائے کی جو غلطی ہوئی وہ اجتہادی غلطی ہے اس میں اپنی خواہش نفسانی کا دخل نہیں ہوتا تھا وہ آپ کی اپنی صوابدید پر درست تھی تو اللہ تعالیٰ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی، اور اگر درست نہ تھی تو رب نے نکیر فرمائی لیکن کوئی بھی بات اپنی خواہش نفسانی سے نہیں کی۔ (روح المعانی۔ص۔۶۷۔ج۔۲۷)

﴿۵ تا ۶﴾ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے وحی کے نازل ہونے کا بیان ❶ اللہ کی طرف سے وحی لا یا ہے۔ ❷ پیدائشی طور پر طاقت ور ہے یعنی یہ وحی زبردست طاقت والا فرشتہ لایا ہے اس کے پیغام پہنچانے میں کوئی مانع نہیں ہوسکتا۔ ﴿۷﴾ حضرت جبرائیل کی اصلی شکل کے مشاہدہ کا بیان : جسے آپ نے افق اعلیٰ آسمان میں اصلی صورت میں بھی مشاہدہ فرمایا۔ اس کے دیکھنے کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار آنحضرت ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے خواہش کی کہ مجھ کو اصلی صورت دکھا دو، انہوں نے حراء کے پاس اور حسب روایت ترمذی اجیاد میں وعدہ ٹھہرایا آپ وہاں تشریف لے گئے تو ان کو افق مشرق میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازوں ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ افق غربی تک گھیر رکھا ہے آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بصورت بشریہ ہو کر آپ کے پاس تسکین کیلئے اتر آئے جس کا آگے ذکر ہے۔ (کذافی الجلالین)

حاصل یہ ہے کہ وہ فرشتہ اول صورت اصلیہ میں افق اعلیٰ پر نمودار ہوا پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔

﴿۸﴾ قرب خاتم الانبیاء : تو وہ فرشتہ آپ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا۔

﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى : مقدار قرب : جمہور مفسرین اس کا معنی کرتے ہیں جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے قریب ہوئے آپ ﷺ میں اور جبرائیل علیہ السلام میں دو کمانوں کا یا اس سے بھی قریب کا فرق رہ گیا۔ بعض تفسیروں میں یہ بھی ہے کہ "صاحبکم دنا" تمہارے ساتھی یعنی آنحضرت ﷺ قریب ہوئے پھر اور قریب ہوئے اللہ تعالیٰ کا اتنا تقرب ہوا کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم کا فرق رہ گیا۔

دو کمانوں سے کیا مراد ہے؟ اہل عرب کے لوگ لڑائی کرتے تھے وہ ایک دوسرے کو اپنا حلیف بناتے، دوست بناتے تو کمان ہی سے انکی زیادہ تر لڑائی ہوتی تھی تو جب دو آدمی اس میں دوست بنتے تو اپنی کمانیں ایک دوسرے کے ساتھ چھوڑ دیتے یہ علامت ہوتی کہ سختی میں میں تجھے کام آؤں گا مجھے تو کام آئے گا تو مطلب یہ نکلا کہ جتنی دو کمانیں قریب ہوتی ہیں جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے اتنے قریب ہوئے۔

﴿۱۰﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى : خصوصیات خاتم الانبیاء : علامہ محلی رحمہ اللہ اس کا معنی کرتے ہیں۔ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ ای فاوحی اللہ الیٰ عبدہ جبرائیل مَا أَوْحٰى جبرائیل الی رسول اللہ یعنی اللہ نے اپنے بندے جبرائیل کی طرف وحی کی وہ جو اس نے آپ کو وحی کی تو عبد سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کو جو وحی کی۔

﴿۱۱﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى : تصدیق خاتم الانبیاء : "اَلْفُؤَادُ" پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے "ای فؤاد النبی ﷺ" اور "کذب" اخطاء کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (فتح الباری)

یعنی نہ خطا کیا آپ کے دل نے جو آپ نے دیکھا جو کچھ وہاں معراج کی رات دیکھا بالکل اس میں غلطی نہیں ہوئی۔

﴿۱۲﴾ شکوہ مشرکین : کیا اس کے دیکھنے پر تم جھگڑا کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے جو دیکھا ہے وہ صحیح دیکھا ہے اس میں کسی کے انکار اور مجادلہ کی ضرورت نہیں۔

﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى : جبرائیل علیہ السلام سے دوسری ملاقات : اس میں "ہ" ضمیر "شَدِيْدُ الْقُوٰى" کی طرف راجع ہے۔ معنی یہ ہے البتہ تحقیق تمہارے ساتھی نے دیکھا اس "شَدِيْدُ الْقُوٰى" یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نَزْلَةً أُخْرٰى"۔

﴿۱۴﴾ مقام رؤیت : یعنی دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس آپ نے ان کو اصلی شکل میں دیکھ لیا۔

فائدہ: سدرہ بیری کو کہتے ہیں منتہی کے معنی انتہاء کی جگہ احادیث میں ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان سے جو احکام وارزاق وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہی تک پہنچتے ہیں پھر ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح یہاں سے جو اعمال چڑھا کرتے ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہی تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں۔

﴿۱۵﴾ تشریح سدرہ : کہ اس سدرۃ المنتہی کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ ﴿۱۶﴾ رؤیت ملائکہ : سدرہ پر جو چیز چھائی ہوئی تھی اس میں مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ وہ فرشتے تھے جو آنحضرت ﷺ کی زیارت کیلئے سدرہ پر جمع تھے انہوں نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی انہیں مل گئی۔

﴿۱۷﴾ خاتم الانبیاء کی نظر استقلال : بہر حال جن چیزوں کو آپ نے دیکھنا تھا تو آپ ﷺ کی نظر مبارک نے ان کے دیکھنے میں غلطی نہیں کھائی۔

﴿۱۸﴾ دیگر کمال قدرت الٰہی کے نمونے : وہاں اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ عرش کرسی رفرف اور ملاء اعلیٰ کے تمام فرشتے۔ اور جو باتیں معراج کی ہیں ذخیرہ احادیث میں دیکھیں۔

﴿۲۰،۱۹﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى : تنبیہات مشرکین ❶ اثبات نبوت کے بعد مسئلہ توحید کو بیان کیا جا رہا ہے اور مشرکین عرب کی بت پرستی کی تحقیر جو فرائض نبوت کا سب سے پہلا کام ہے۔ لات، عزی، مناۃ ان تین بتوں کی عرب میں زیادہ پوجا ہوتی تھی۔ لات: ایک شخص عرب میں حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا اس کی وفات کے بعد لوگوں نے اسکی تصویر کا بت بنا کر طائف میں رکھ دیا تھا لوگ اسکی پوجا پاٹ کرنے لگے۔

بعض کہتے عکاظ میں، بعض کہتے ہیں نخلہ میں۔ عزی۔ ایک درخت تھا جس کو غطفان کا قبیلہ پوجتا تھا آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کاٹنے کا حکم دیا اور وہ انہوں نے کاٹ دیا اور لوگوں میں اسکی بڑی ہیبت تھی۔ اور منات۔ ایک پتھر تھا مکہ ومدینہ کے درمیان ارزقی کی اخبار مکہ میں ہے کہ یہ دیوی بنی ازد اور بنی غسان کی تھی وہ اس کا حج کرتے اور اس کی تعظیم بجالاتے تھے اور جب خانہ کعبہ کا طواف کر کے اور عرفات ہو کر منیٰ سے فراغت پا کر واپس آتے تھے تو اپنے سر ہی کے بال منات ہی کے پاس آ کر اتروا تے تھے اس کے ڈھانے کو سعد بن زید اشہلی روانہ ہوئے تھے اور انہیں یہ مہم سر کی ابن ہشام میں اس خدمت کو ابوسفیان کی جانب منسوب کیا ہے اور شک کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب۔ (اعلام القرآن۔ص۔۱۴۷ تا ۱۴۸)

﴿۲۱﴾ تنبیہ مشرکین ❷ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کیلئے بیٹیاں ہیں۔

﴿۲۲﴾ مشرکین کی بے انصافی : یہ تو کھوٹی تقسیم ہے۔ ﴿۲۳﴾ تردید مشرکین : یہ تمہارے خود ساختہ معبودوں کے نام ہیں محض توہمات ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ ... الخ صداقت قرآن : اصلی ہدایت رب کی طرف سے تمہارے پاس آ چکی ہے۔ مگر تم نے اٹکل اور گمان فاسد کی بناء پر اور اپنے نفوس کی خواہش پر ان کی پوجا کرتے ہو جس پر تمہارے پاس قرآن کریم کی شکل میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ﴿۲۴﴾ تنبیہ مشرکین ❸ کفار کا کیا خیال ہے کہ انسان جو چاہے اپنی نجات کا فیصلہ کر سکتا ہے جسے چاہے معبود بنائے اور جسے چاہے شفیع بنائے۔ (ایسا ہرگز نہیں ہوگا)

﴿۲۵﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ : بلکہ دنیا اور آخرت کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ نہیں کام دیتی انکی سفارش کچھ بھی مگر بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے اجازت دے

يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾

اور پسند کرے ﴿۲۶﴾ بیشک وہ لوگ جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر البتہ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے عورتوں جیسے نام ﴿۲۷﴾

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾

اور نہیں ہے انکو اس بات کا کچھ علم نہیں پیروی کرتے یہ لوگ مگر گمان کی اور بیشک گمان نہیں کام دیتا حق کے سامنے کچھ بھی ﴿۲۸﴾

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ

پس آپ اعراض کریں اس سے جسنے منہ موڑ لیا ہے ہماری یاد سے اور نہیں ارادہ کیا اس نے مگر دنیا کی زندگی کا ﴿۲۹﴾ یہی پہنچ ہے انکے علم کی بیشک تیرا پروردگار

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

بہتر جانتا ہے اسکو جو گمراہ ہوا اس کے راستے سے اور وہ بہتر جانتا ہے اسکو جس نے ہدایت پائی ﴿۳۰﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ ۚ

اور جو کچھ ہے زمین میں تاکہ وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے برائی کی ہے اسکا جو انہوں نے عمل کیا ہے اور تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اچھائی کی ہے بھلائی کے ساتھ ﴿۳۱﴾

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ

وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے مگر کچھ آلودگی، بیشک تیرا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے وہ جانتا ہے تمہارے حالات

اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ

جبکہ اس نے تمکو پیدا کیا ہے زمین سے اور جب تم بچے تھے ماؤں کے پیٹوں میں، پس نہ اپنا تزکیہ کرو، وہ بہتر جانتا ہے

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع

اسکو جو تقوی والا ہے ﴿۳۲﴾

﴿۲۶﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ...الخ ربط آیات : اوپر شرک کا رد تھا کہ نہ لات کے پاس کچھ ہے اور نہ عزیٰ اور مناۃ کے پاس یہ تمہارے اپنے خانہ ساز رب ہیں اب آگے ان کے شرک کی ایک شق تھی "هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مان کر کہتے تھے کہ وہ بڑی پیاری بیٹیاں ہیں رب کی اور ان کی بات کو رب ٹالتا نہیں اس لئے ہم ان کی پوجا کرتے ہیں اللہ نے فرمایا "وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ"۔

خلاصہ رکوع ۲ نفی شفیع قہری، حماقت مشرکین، تردید مشرکین، ظن کے غیر مفید ہونے کا بیان، سلوک الرسول بالمعاندین

مشرکین کی جہالت، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ، مجازات اعمال، محسنین کی پہچان، کیفیت تخلیق بنی آدم، تردید تزکیہ۔ماخذ آیات۔۲۶ تا ۳۲+

نفی شفیع قہری :اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے خود ساختہ معبود تو اپنی جگہ پر رہے مقربین فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبردستی شفاعت نہیں کرسکتے۔﴿۲۷﴾حماقت مشرکین :اوران بے ایمانوں نے فرشتوں کو عورتوں کے ناموں سے موسوم کررکھا ہے۔

﴿۲۸﴾ تردید مشرکین :اوران کے پاس ان لغوخیالوں میں سوائے ظن کے اور کوئی ان کے پاس ثبوت نہیں۔وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ...الخ ظن کے غیر مفید ہونے کا بیان :یہ لوگ محض اٹکل کی باتوں پر چلتے ہیں اور حق کے مقابلہ میں بے اصل اوہام اور خیالات کچھ کام نہیں آسکتے۔منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیثیں ظنی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظن نہیں کفایت کرتا حق سے کچھ بھی تو لہذا احادیث کا کوئی اعتبار نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خبر واحد سے عقیدہ تو ثابت نہیں ہوتا مگر عمل اس حدیث سے ہوسکتا ہے۔تفصیل سورۃ یونس کی (آیت ۳۶) میں دیکھیں۔

﴿۲۹﴾ سلوک الرسول بالمعاندین :آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔﴿۳۰﴾مشرکین کی جہالت :یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔﴿۳۱﴾حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ :زمین وآسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مالک نہیں۔لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ...الخ مجازات اعمال :وہی ہر انسان کو مناسب اعمال کی جزاوسزادے گا۔

﴿۳۲﴾ محسنین کی پہچان :ان صفات والے نیکوکاروں کو اپنی وسیع مغفرت سے ڈھانپ لے گا۔

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ ...الخ کیفیت تخلیق بنی آدم۔فَلَا تُزَكُّوْٓا ...الخ تردید تزکیہ :لہذا تم اپنے نفسوں کو پاک باز نہ بناؤ اپنا تزکیہ کرنا اور اپنی تعریف کرنا یعنی اپنے اعمال کو اچھا سمجھنا اور اپنے اعمال کو بیان کرکے دوسروں کو معتقد بنانا اپنے اعمال پر اترانا اور فخر کرنا آیت تزکیہ سے ان سب کی ممانعت معلوم ہوگئی۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

کیا آپ نے دیکھا ہے اس شخص کو جسنے منہ پھیرلیا﴿۳۳﴾اس نے تھوڑا سا دیا اور بہت سخت نکلا﴿۳۴﴾ کیا اس کے پاس غیب کی خبر ہے پس وہ دیکھتا ہے﴿۳۵﴾

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىٓ ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے﴿۳۶﴾اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے جنہوں نے اپنا قول پورا کیا﴿۳۷﴾یہ خبر کہ نہیں اٹھائے گا

اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ﴿۳۸﴾اور یہ کہ نہیں انسان کیلئے مگر وہ جو اس نے کمایا﴿۳۹﴾اور بیشک اسکی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی﴿۴۰﴾پھر اسکو بدلہ دیا جائے گا

الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾

پورا پورا بدلہ﴿۴۱﴾اور بیشک تیرے پروردگار کی طرف ہی سب کی انتہاء ہے﴿۴۲﴾اور بیشک وہی ہے جو ہنساتا اور رلاتا ہے﴿۴۳﴾اور بیشک وہی ہے جو موت طاری کرتا ہے اور جو زندگی بخشتا ہے﴿۴۴﴾

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾

اور بیشک وہی ہے جسنے پیدا کیا جوڑا جوڑا نر اور مادہ ﴿۴۵﴾ ایک قطرہ آب سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے ﴿۴۶﴾ اور بیشک اسی کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا ﴿۴۷﴾

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾

اور بیشک وہی ہے جسنے غنی بنایا اور محتاج بنایا ﴿۴۸﴾ اور بیشک وہی ہے شعریٰ کا پروردگار ﴿۴۹﴾ اور بیشک وہی ہے جسنے ہلاک کیا عاد اولیٰ کو ﴿۵۰﴾

وَثَمُوْدَا۟ فَمَآ اَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ

اور ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا ﴿۵۱﴾ اور قوم نوح کو اس سے پہلے بیشک تھے وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش ﴿۵۲﴾ اور الٹی بستی والوں

اَهْوٰى ﴿٥٣﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾

کو پٹخ دیا ﴿۵۳﴾ پس ڈھانپ لیا اسکو اس چیز نے جسنے ڈھانپ لیا ﴿۵۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس نعمت میں شک کروگے ﴿۵۵﴾ یہ ڈرسنانے والا ہے پہلے ڈرسنانیوالوں میں سے ﴿۵۶﴾

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾

قریب آگئی ہے قریب آنیوالی ﴿۵۷﴾ نہیں ہے اسکو اللہ کے سوا کوئی کھول کر دکھانے والا ﴿۵۸﴾ کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو ﴿۵۹﴾

وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ﴿۶۰﴾ اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو ﴿۶۱﴾ پس سجدہ کرو اللہ کے سامنے اور عبادت کرو اسکی ﴿۶۲﴾

﴿۳۳﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى : ربط آیات : اوپر دو گروہوں کا ذکر تھا اچھے کام کرنے والے اور برے کام کرنے والے اب یہاں سے انہی برے کام کرنے والوں کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

خلاصہ رکوع ❸ : کیفیت مشرک، تنبیہ مشرک، تردید مشرکین، فضائل حضرت ابراہیم علیہ السلام، دلیل نقلی سے نفی شفیع قہری، مجازات اعمال، نتیجہ سعی، عدل و انصاف باری تعالیٰ، تذکیر بما بعد الموت، تصرف باری تعالیٰ۔ ا۔ نمونہ تصرف۔ ۲۔ ۳۔ کیفیت خلقت، بعث بعد الموت، تصرف باری تعالیٰ، تردید مشرکین، تذکیر بایام اللہ، گرفت خداوندی، تفریع مضامین فریضہ خاتم الانبیاء، قرب قیامت، شکوہ مشرکین، طریق کامیابی۔ ماخذ آیات۔ ۳۳ تا ۶۲ +

اَفَرَءَيْتَ۔۔۔ الخ کیفیت مشرک۔ ❶ شان نزول :۔۔۔ ولید بن مغیرہ اسلام سے متاثر ہوا اور اس نے کلمہ پڑھا جب اس کے دوستوں کو پتہ چلا تو بڑے پریشان ہوئے کہنے لگے کہ اثر و رسوخ والا آدمی ہے تیرہ بیٹے ہیں اپنے گھر کی فوج ہے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو ہمارے لئے مشکلات پیش آئے گی چنانچہ ابولہب وغیرہ آگئی اور گھیرے میں لے لیا کہنے لگے کہ تو نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا اور تو اس کا گرویدہ ہو گیا ہے اس نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ اگر قیامت آگئے تو کہیں مجھے تکلیف نہ ہو، ابوجہل نے کہا کہ تو کچھ اجرت مجھے دیدے تو تیرے گناہ میں اٹھالوں گا تو اپنا عقیدہ بدل دے چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔

(روح المعانی۔ ص۔ ۹۱۔ ج۔ ۲۷)

﴿۳۴﴾ ❷ اس نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا۔ اس صورت میں "وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى" کے معنی یہ ہونگے کچھ مال دیا پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ ﴿۳۵﴾ تنبیہ مشرک : کیا یہ غیب کی بات دیکھ آیا ہے کہ آئندہ اس کو کفر

کی سزا نہیں ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا۔ (عثمانی)

﴿۳۶﴾ **تردید مشرکین** : مشرکین مکہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اولاد تھے اور مدینہ طیبہ میں یہودی تھے وہ اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر بتاتے تھے دونوں قوموں نے آنحضرت ﷺ سے جھگڑا کیا لہٰذا ان دونوں حضرات کے صحیفوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے صحیفوں میں تو یہ لکھا ہے کہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا دوسرا کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہر شخص کو اپنے ایمان اور کفر کی جزا سزا ملے گی، کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے عذاب بھگتنے کو تیار نہ ہوگا۔

﴿۳۷﴾ **فضیلت حضرت ابراہیم** : علیہ السلام جنہوں نے احکام الٰہی کی پوری بجا آوری کی۔

﴿۳۸﴾ **دلیل نقلی سے نفی شفیع قہری** : جس کا مضمون یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا بوجھ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔

﴿۳۹﴾ **وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى : مجازات اعمال** : کہ انسان کو (ایمان کے بارے) صرف وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ منکرین ایصال ثواب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اس سے پہلے نفس مسئلہ یاد رکھیں۔

بدنی اور مالی طریقہ پر ایصال ثواب کا حکم : جمہور اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ میت کیلئے ایصال ثواب درست اور جائز ہے خواہ بدنی عبادت ہو خواہ مالی ہو۔ البتہ بدنی عبادت میں (مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ) حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اختلاف کرتے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر۔ص۔۱۵۷۔ کتاب الروح۔ص۔۱۴۸۔ وغیرہ)

مگر اکثر حضرات شوافع اور حضرات موالک اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کا ساتھ دیتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح از ص۔۱۴۵۔ تا۔ ص۔۱۷۷۔ میں اسکی نقلی اور عقلی طور پر مبسوط بحث کی ہے۔ حق اور اقرب الی الصواب یہی بات ہے کہ بدنی اور مالی ہر قسم کی عبادت کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ (بحوالہ راہ سنت۔ص۔۲۴۵)

تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا : قرآن کریم کا پڑھنا ایک عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشا جا سکتا ہے بشرطیکہ ایصال ثواب کیلئے جو قرآن پڑھا گیا ہو اس پر اجرت نہ لی گئی ہو، خواہ اجرت پہلے طے کی گئی ہو یا طے نہ کی گئی ہو مگر عرف اور رواج سے یہ معلوم ہو کہ کچھ نہ کچھ اجرت ضرور ملے گی۔ "لان المعهود كالمشروط" اور فقہاء احناف نے اسکی وضاحت کی ہے چنانچہ تاج الشریعت محمود بن احمد الحنفی رحمہ اللہ۔ (المتوفی ۶۷۳ھ) شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں "ان القرآن لا يستحق بالا جرة الثواب لا للميت ولا للقارى"۔ (بحوالہ انوار ساطعہ۔ص۔۱۰۷)

کہ جو قرآن کریم اجرت پر پڑھا جاتا ہے اس کا ثواب نہ تو میت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ اور علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "الاخذ والمعطى آثمان، فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز"۔

(بنایہ شرح ہدایہ۔ص۔۶۵۵۔ ج۔۳)

قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جو قرآن کریم کے پاروں کا اجرت کے ساتھ پڑھنا رائج ہو چکا ہے وہ جائز نہیں۔ (راہ سنت۔ص۔۲۵۲، ۲۵۳)

اس مسئلہ کی پوری تشریح علامہ شامی رحمہ اللہ نے کی۔ فلیراجع اور مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے حضرات فقہاء کرام کے متعدد حوالوں سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اجرت لے کر قرآن کریم پڑھنا اور تسبیح وتہلیل کرنا باطل ہے نہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ (دیکھئے مجموعۃ الفتاویٰ۔ص۔۸۷۔ ج۔۲)

منکرین ایصال ثواب کا استدلال : چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہے "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (کہ

انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو اس نے خود کوشش کی) تو قرآن کہتا ہے کہ خود کوشش کی تو ثواب پہنچتا ہے اور دوسروں کا ثواب کیسے پہنچے گا؟ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں یہ استدلال باطل ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں آتا ہے "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ "اے پروردگار ہمیں بھی بخش دے اور ان کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں، اب اگر ثواب نہیں پہنچتا تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ مہمل طریقہ کیوں بتلایا؟ پھر تم نماز جنازہ میں بھی تو دعا پڑھتے ہو جب ثواب نہیں پہنچتا تو کیوں یہ مہمل کام کرتے ہیں؟ باقی اس آیت کا ایک جواب: یہ ہے کہ اس آیت میں دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ ❶ عدل۔ ❷ فضل۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اسکی اپنی کمائی کا بدلہ ملے نہ کہ دوسروں کی کمائی کا۔ البتہ فضل کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو کسی دوسرے کی نیکی کا فائدہ بھی پہنچے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اولاد کو اس کے والدین کی نیکی کی وجہ سے اعلیٰ درجہ میں جگہ دی جائے گی۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اس آیت میں چونکہ کافروں کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے اس سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو کسی دوسرے کی نیکی کا فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ سورۃ الشعراء میں موجود ہے "یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" اس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے، ہاں جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر پہنچ گیا وہ بچ جائے گا۔

(معالم العرفان۔ص۔۴۲۵۔ج۔۱۷)

اس کا ایک جواب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ جس کا اشارہ اوپر ترجمہ میں گزر چکا ہے البتہ اس کے سمجھنے سے پہلے اسکی دلچسپ تفصیل سماعت کریں۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جلالین شریف کے درس میں ایک دن خود ہی یہ واقعہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک شب سونے کیلئے لیٹا تو اچانک قلب میں یہ اشکال وارد ہوا کہ قرآن کریم نے تو یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ: "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" انسان کے کام اسکی سعی آئے گی جسکا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آخرت میں کسی کیلئے غیر کی سعی کارآمد نہ ہوگی اور حدیث نبوی میں ایصال ثواب کی ترغیب آئی ہے جس سے تخفیف عذاب رفع عقاب اور ترقی درجات کی صورتیں ممکن بتلائی گئی ہیں۔ نیز شفاعت انبیاء وصلحا شفاعت حفاظ وشہداء سے رفع عذاب اور نجات اور ترقی درجات کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس سے صاف نمایاں ہے کہ آخرت میں غیر کی سعی بھی کارآمد ہوگی پس یہ آیت اور روایت میں تعارض ہے۔ فرمایا کہ اس کا میں سوچتا رہا مگر ذہن میں نہ آیا۔ بالآخر سوچتے سوچتے یہ خوف قلب مین جا گزیں اور حل ذہن میں نہیں ہے تو گویا اس آیت پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہے اور اگر اس حالت میں موت آ گئی تو میں قرآن کی ایک آیت میں خلجان اور ریب کی سی کیفیت لے کر جاؤں گا اور ایسی حالت کے ساتھ حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہوں گا کہ قرآن کے ایک حصہ پر میرا ایمان سست اور مضمحل ہوگا تو میرا انجام کیا ہوگا اور کیا اس خاتمہ کو حسن خاتمہ کہا جا سکے گا؟

پیادہ پاؤں راتوں رات گنگوہ اس دھیان کے آتے ہی فکر آخرت اس شدت سے دامن گیر ہوا کہ میں اسی وقت چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھے گنگوہ کی راہ لی مقصد یہ تھا کہ راتوں رات گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے یہ اشکال حل کروں اور میرا ایمان صحیح ہو اور حسن خاتمہ کی توقع بندھے۔ حالانکہ آپ پیدل چلنے کے عادی نہ تھے اور وہ بھی گنگوہ جیسے لمبے سفر کے جو دیوبند سے ۲۲ ۔کوس کے فاصلے پر ہے یعنی تقریباً تیس میل اور وہ بھی رات کے وقت لیکن جبکہ خوف آخرت نفس کا حال بن چکا تھا تو اس میں وساوس کی کہاں گنجائش تھی اس جذبے سے عزم پیدا ہوا اور اسی عزم صادق سے اتنا لمبا سفر کرنے کیلئے اندھیری رات میں پیدل ہی چل کھڑے ہوئے صبح صادق سے پہلے گنگوہ پہنچے۔ حضرت گنگوہی تہجد کیلئے وضو فرما رہے تھے کہ حضرت مفتی اعظم نے سلام کیا۔ فرمایا

کون؟ عرض کیا عزیز الرحمٰن، فرمایا تو اس وقت کہاں؟ عرض کیا حضرت ایک علمی اشکال لیکر حاضر ہوا ہوں جس میں مبتلا ہوا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن تو نفع آخرت کو صرف اپنی ذاتی سعی میں منحصر بتلا رہا ہے جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی ہے اور حدیث غیر کی سعی کو نافع اور مؤثر بتلا رہی ہے۔ جس میں نفع آخرت ذات سعی میں منحصر نہیں رہتا جو صراحتاً قرآن کا معارضہ ہے تو ذہن میں اس تعارض کا حل نہیں آتا جواب حضور نے وضو کرتے ہوئے برجستہ کہا کہ آیت میں سعی ایمانی مراد ہے۔ جو آخرت میں غیر کی کارآمد نہیں ہوسکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی اور کی ہو جائے اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے جو ایک دوسرے کے کام آسکتی ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں فرمایا کہ ایک دم میری آنکھ سی کھل گئی جیسے کوئی پردہ آنکھ کے سامنے سے اٹھ گیا ہو اور علم کا ایک عظیم دروازہ کھل گیا۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔ ص۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ج۔ ۱)

اسکی مثال یوں سمجھیں جس طرح آنحضرت ﷺ کے ایمان کا ابو طالب کو نفع نہیں ہوگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان ان کے والد کیلئے نفع نہیں دے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ایمان ان کے بیٹے کنعان کے لئے نفع نہیں دے گا۔ الغرض کسی کا ایمان دوسرے کیلئے مفید نہیں ہوگا جب تک کہ وہ خود ایمان نہ لائے۔

﴿۴۰﴾ **نتیجہ سعی** : انسان کی کوشش ضائع نہ کی جائے گی اگر یہ خود ضائع نہ کرے ورنہ اعمال برباد ہو جائیں گے۔ ﴿۴۱﴾ **عدل وانصاف باری تعالیٰ** : اس کو اپنے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿۴۲﴾ **تذکیر بما بعد الموت** : ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

﴿۴۳﴾ **تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ۔** ❶ یہ کہ خوشی وغمی سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

﴿۴۴﴾ ❷ مارنا زندہ کرنا اس کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿۴۵﴾۔ ❸ نر و مادہ بھی اس نے بنائے قطرہ منی سے۔

﴿۴۶﴾ **کیفیت خلقت۔** ﴿۴۷﴾ **بعث بعد الموت** : وہی ذات مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کے دن زندہ کریگا۔

﴿۴۸﴾ **تصرف باری تعالیٰ** : وہی ذات فراخی اور تنگدستی دیتا ہے۔

﴿۴۹﴾ **تردید مشرکین** : یہ نہ ستاروں کی تاثیر ہے نہ اور کوئی تدبیر اس لئے کہ وہ شعری ستارے کا بھی مالک ہے۔ اہل عرب شعری ستارہ کی عبادت کرتے تھے اور اس عالم میں اس کی تاثیر کے معتقد تھے اسلئے ان کی تردید فرمائی ہے۔

﴿۵۰﴾ **تذکیر بایام اللہ** : اور یہ نہ سمجھنا کہ دنیا میں اعمال بد کا ثمرہ نہیں ملتا اس لئے کہ اس نے قوم عاد و ثمود اور نوح کو تباہ کر دیا ہے اس لئے کہ وہ ظالم سرکش تھے۔ انه: کو جمہور نے بالفتح پڑھا ہے سب کا عطف لفظ "ما" (آیت۔ ۳۶) پر ہے جس سے لازم ہوگا کہ یہ سب حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں کی باتیں ہیں۔

﴿۵۳﴾ **تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین مکہ** : قوم لوط کی بستیاں سدوم وغیرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں اس قوم کی بدکرداری پر الٹ دیا۔ قریش شام کو آتے جاتے ہوان کے آثار دکھائی دیتے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو۔

﴿۵۴﴾ **گرفت خداوندی** : ان کو اللہ کے عذاب نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔

ان دلائل کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿۵۵﴾ **تفریع مضامین** : اے انسان اللہ کی کس کس نعمت میں جھگڑا کرے گا اور اس میں غیر کی طرف نسبت کرے گا اور ہر ایک نعمت مستقل اسی کی توحید پر دلیل قاطع ہے۔ توحید کے بعد سورۃ کے آخر میں مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا۔ ﴿۵۶﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ

مِنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی: فریضہ خاتم الانبیاء : جس طرح پہلے ڈرسنانے والے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے آئے، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام انہیں میں سے آپ ﷺ بھی ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں جس کا تم انکار کرتے ہو۔ اس کے بعد مسئلہ قیامت کو بیان فرمایا۔

﴿۵۷﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ: قرب قیامت : یعنی قیامت آنے والی ہے۔ کتنی دور ہے مگر آنا فانا قریب قریب ہوتی جارہی ہے۔ منکر کہتے تھے کہ وہ کب آئے گی اس کے جواب میں فرمایا۔ ﴿۵۸﴾ ازالہ شبہ : اسکو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرسکتا، وہ کب ہوگی؟ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت میں مخفی رکھا ہے۔ اگر اس کا وقت بتایا جاتا تو لوگ غفلت میں پڑ جاتے اس لئے ابہام میں رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اسکی قیامت ہے۔

﴿۵۹ تا ۶۱﴾ تنبیہ مشرکین : کیا تم قیامت کے بارے میں تعجب کرتے ہو، اور ہنستے ہو۔ اور اس کی مصیبت کو سن کر رونا چاہیئے "اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ" تم بھول اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ "سٰمِدُوْنَ" ابن درید نے تصریح کی ہے کہ یہ یمانی لغت ہے اور عبدالرزاق بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی گانے کے نقل کرتے ہیں۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ یہ اہل یمن کی زبان ہے جب یمنی تغن (توگا) کہنا چاہے گا تو اس کیلئے "اسمد" بولے گا اور امام بخاری اپنی صحیح میں عکرمہ سے ناقل ہیں کہ "سٰمِدُوْنَ" کے معنی حمیری زبان میں گانیوالوں کے ہیں نیز عبدالرزاق نے ایک طریق سے بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی کھیل کرنے والوں کے اور بروایت معمر قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے غافل ہونے والوں کے روایت کئے ہیں اور ابن مردویہ بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روگردانی کرنے والوں کے معنی نقل کرتے ہیں۔ (لغات القرآن۔ص۔۱۵۹۔ج۔۳)

﴿۶۲﴾ طریق کامیابی : اس عالم فانی کا توشہ جمع کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم کرتا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرو کہ اس سے نیازمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ "وَاعْبُدُوْا" اسکی عبادت کرو، تسبیح وتہلیل واستغفار ذکر وخیرات وصدقات وغیرہ سب اس میں شامل ہے۔

ختم شد سورۃ النجم بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القمر

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ القمر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۵۴۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۳۷۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۔۳۔ رکوع اور ۔۵۵۔ آیات ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۱۰۔ج۔۱۷)

وجہ تسمیہ :اس سورۃ کے شروع میں معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے اس لئے بطور علامت یہی نام مقرر ہوا ہے۔

ربط آیات : سورۃ النجم کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ:اس سورۃ کی ابتداء میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ: کہ وہ گھڑی قیامت کی قریب آنے والی ہے۔

موضوع سورۃ :رفع استبعاد قیامت (قیامت نظام عالم کی برہمی کا نام ہے)۔ نظام عالم میں سے ایک بڑے رکن کی شکست اس امر پر دال ہے کہ بقیہ ارکان میں بھی یونہی اختلال واقع ہوسکتا ہے۔

خلاصہ سورۃ : مشرکین کے شکایات وجوابات، سلوک الرسول بالمعاندین، تسلیات خاتم الانبیاء، تخویفات مشرکین، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا، مخالفین نوح کے خبائث ونتائج، تذکیرات ثلاثہ، وغیرہ۔ واللہ اعلم

فضیلت سورۃ : آنحضرت ﷺ سورۃ ق اور سورۃ قمر عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نمازوں میں اور بڑی مجالس میں پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان میں وعدہ وعید وبداء خلق وحشر وتوحید واثبات النبوت وغیرہا اعظم المقاصد مذکور ہیں۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۲۵۔ج۔۷)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا

قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند ﴿۱﴾ اور اگر دیکھیں یہ لوگ کوئی نشانی تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے ﴿۲﴾ اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی

اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

اپنی خواہشات کی اور ہر کام ٹھہرا ہوا ہے اپنے وقت پر ﴿۳﴾ اور البتہ تحقیق آئی انکے پاس خبروں میں سے وہ جسمیں ڈانٹ ہے ﴿۴﴾ یہ حکمت ہے کامل پس نہیں فائدہ دیتے

تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ

ڈرسنانے والے ﴿۵﴾ پس آپ روگردانی کریں ان سے جس دن بلائے گا بلانیوالا ایک ناگوار چیز کی طرف ﴿۶﴾ پست ہونگی ان کی آنکھیں نکلیں گے

مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

یہ قبروں سے گویا کہ یہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی ﴿۷﴾ دوڑنے والے ہوں گے پکارنے والے کی طرف کہیں گے کافر کہ یہ دن بہت سخت ہے ﴿۸﴾

وقف لازم

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے پس جھٹلایا انہوں نے ہمارے بندے کو اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور اسکو جھڑک دیا گیا ﴿۹﴾ پس اس نے دعا کی اپنے پروردگار کے سامنے کہ میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے ﴿۱۰﴾

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ

پھر کھولدیا ہمنے آسمان کے دروازوں کو زور سے بہنے والے پانی کیساتھ ﴿۱۱﴾ اور بہا دیئے ہمنے زمین میں چشمے پھر مل گیا پانی ایک کام پر

قُدِرَ ۝۱۲ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳ تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝۱۴

جو مقدر کیا جا چکا تھا ﴿۱۲﴾ اور ہمنے سوار کیا اس بندے کو تختوں اور کیل والی کشتی پر ﴿۱۳﴾ جو چلتی تھی ہمارے سامنے یہ بدلہ تھا اسکا جسکی ناقدری کی گئی تھی ﴿۱۴﴾

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۵ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ۝۱۶ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

اور البتہ تحقیق ہمنے اس کشتی کو نشانی بنادیا پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ﴿۱۵﴾ پس کیسے ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۱۶﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے آسان کردیا ہے قرآن کو نصیحت

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ۝۱۸ اِنَّآ اَرْسَلْنَا

حاصل کرنے کیلئے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ﴿۱۷﴾ جھٹلایا قوم عاد نے پس کیسے ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۱۸﴾ بیشک ہمنے بھیجی ان پر

عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰

ایک تند ہوا ایسے وقت میں جو مسلسل نحوست والا تھا ﴿۱۹﴾ اکھاڑتی تھی ہوا لوگوں کو جیسا کہ وہ تنے ہیں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ﴿۲۰﴾

ع ۱ ۲۲ ۸ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ۝۲۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

پس کیسے ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۲۱﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے آسان کردیا ہے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ﴿۲۲﴾

خلاصہ رکوع ❶ قرب قیامت، معجزہ خاتم الانبیاء ودلیل قرب قیامت، اعراض مشرکین، تکذیب مشرکین، سبب گمراہی، فیصلہ خداوندی، تنبیہ مشرکین، فضیلت قرآن، سلوک الرسول بالمعاندین، کیفیت حشر، مشرکین کی پریشانی، تذکیر بایام اللہ سے مخالفین نوح سے تسلی خاتم الانبیاء، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا، اجابت دعا، فیصلہ خداوندی، حکم خداوندی، محافظت باری تعالیٰ، حضرت نوح کی کامیابی، داستان نوح کی حکمت، تنبیہ مشرکین، گرفت خداوندی، دعوت الی القرآن، تکذیب قوم عاد، گرفت خداوندی، تشریح عذاب، کیفیت عذاب، تخویف مشرکین، دعوت الی القرآن، تنبیہ۔ ماخذ آیات۔ ا تا ۲۲+

﴿۱﴾ **اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ : قرب قیامت۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ : معجزہ خاتم الانبیاء ودلیل قرب قیامت۔**

شان نزول : جمہور مفسرین اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ اس آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں اس لئے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تھا تو آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اس کے دو ٹکڑے ہوگئے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس اور دوسرا ٹکڑا اس کے قریب جبل قعیقعان پر نظر آیا، اور لوگوں نے دیر تک دیکھا۔

اس معجزہ کو دیکھ کر کفار مکہ نے کہا لوگوں دیکھو محمد ﷺ کا جادو چاند پر بھی چل گیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، بخاری ومسلم اور مسند احمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

قیامت اور علاماتِ قیامت

قیامت کا منظر : قیامت صورِ اسرافیل کی اس خوفناک چیخ کا نام ہے جس سے پوری کائنات زلزلہ میں آجائے گی، اس ہمہ گیر زلزلہ کے ابتدائی جھٹکوں ہی سے دہشت زدہ ہو کر دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پلاتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، اس چیخ اور زلزلہ کی شدت دم بدم بڑھتی جائے گی جس سے تمام انسان اور جانور مرنے شروع ہو جائیں گے یہاں تک کہ زمین و آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا، زمین پھٹ پڑے گی پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، ستارے اور سیارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے، آفتاب کی روشنی فنا اور پورا عالم تیرہ و تار ہو جائے گا، آسمانوں کے پرخچے اڑ جائیں گے اور پوری کائنات موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

اس عظیم دن کی خبر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے تھے مگر رسولِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ نے آکر یہ بتایا کہ قیامت قریب آپہنچی اور میں اس دنیا میں اللہ کا آخری رسول ہوں، قرآن حکیم نے بھی یہاں یہ اعلان کیا کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر :۱) ترجمہ: ”قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔“

اور یہ کہہ کر لوگوں کو چوکایا: ”فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ“۔ (محمد :۱۸) ترجمہ: ”سو کیا یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آپڑے؟ سو یاد رکھو کہ اس کی (متعدد) علامتیں آچکی ہیں، سو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہو گی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہو گا۔“

قیامت کا وقت : لیکن قیامت کب آئے گی اس کی ٹھیک ٹھیک تاریخ تو کجا، سال اور صدی تک اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، یہ ایسا راز ہے جو خالق کائنات نے کسی فرشتے یا نبی کو بھی نہیں بتایا، جبرائیل امین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو ان کو بھی یہی جواب ملا کہ: ”مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ“۔ ترجمہ: ”جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔“

قرآن حکیم نے بھی بتایا کہ قیامت کے مقررہ وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ : حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت برپا ہونے کے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکیں گے۔ اس سے سب زندہ ہو جائیں گے، قبروں میں پڑے ہوئے قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے، پہلے صور پھونکنے کا نام نفخہ اولیٰ اماتت ہے اور دوسرے صور پھونکنے کا نام نفخہ ثانیہ یا نفخہ احیاء ہے، اس سے دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔

قیامت کا مقصد : قیامت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے رہے ہوں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو انہوں نے اپنایا ہو گا، ان کو انعام سے نوازا جائے اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے انحراف کرنے والوں کو سزا دی جائے، ظالم سے انتقام لیا جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے، دنیا میں جن لوگوں پر ظلم ہوا اور انہیں انصاف نہیں مل سکا، انہیں انصاف فراہم کیا جائے، ہر حق والے کو اس کا حق دیا جائے اور ہر ظالم کو ظلم کا بدلہ دیا جائے۔

نفخہ اولیٰ سے لے کر جنت اور جہنم میں داخل ہونے تک کے سارے زمانے کو ”قیامت“ کہا جاتا ہے۔

علامات قیامت کی اہمیت : البتہ قیامت کی علامات انبیاء سابقین علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو بتلائی تھیں اور رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہ تھا اس لیے آپ ﷺ نے اس کی علامات سب سے زیادہ تفصیل سے ارشاد فرمائیں، تاکہ لوگ یوم آخرت کی تیاری کریں، اعمال کی اصلاح کر لیں اور نفسانی خواہشات و لذات میں انہماک سے باز آجائیں، آپ ﷺ صحابہ کرام کو انفراداً اور اجتماعاً کبھی اختصار اور کبھی تفصیل سے ان علامات کی تعلیم فرماتے رہے، آپ ﷺ نے ان کی

تبلیغ کا کتنا اہتمام فرمایا اس کا کچھ اندازہ صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوگا:

وعن أبي زيد عمرو بن أخطب الأنصاري. رضي الله عنه. قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ. صلى الله عليه وسلم . الفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صعدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ. فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''ابوزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر ہمارے سامنے خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، پس آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، پس آپ ﷺ نے ہمیں (اس خطبہ میں) ان (اہم) واقعات کی خبر دی جو ہو چکے اور آئندہ ہونے والے ہیں، پس ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ قوی تھی وہی (ان واقعات کو) زیادہ جاننے والا ہے۔

علاماتِ قیامت کی تین قسمیں: قرآن حکیم میں جو علاماتِ قیامت ارشاد فرمائی گئیں وہ زیادہ تر ایسی علامات ہیں جو بالکل قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی، اور آنحضرت ﷺ نے احادیث میں قریب اور دور کی چھوٹی بڑی ہر قسم کی علامات بیان فرمائیں۔ علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ نے اپنی کتاب ''الاشاعۃ لاشراط الساعۃ'' میں علاماتِ قیامت کی تین قسمیں بیان کی ہیں (۱) علامات بعیدہ (۲) علاماتِ متوسط جن کو علاماتِ صغریٰ بھی کہا جاتا ہے (۳) علامات قریبہ، جن کو علاماتِ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

قسم اول (علاماتِ بعیدہ): علاماتِ بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے ہو چکا ہے، ان کو بعیدہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی بعثت، شق القمر کا واقعہ، رسول اللہ ﷺ کی وفات، خلافت کا ہونا، حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا، جنگ صفین، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح ہونا، یہ سب واقعات ازروئے قرآن وحدیث علاماتِ قیامت میں سے ہیں اور ظاہر ہو چکے ہیں۔

فتنہ تاتار: انہی علامات میں سے فتنۂ تاتار ہے، جس کی پیشگی خبر احادیثِ صحیحہ میں دی گئی تھی، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ نے یہ روایات ذکر کی ہیں، بخاری میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوهِ ذُلْفَ الْأُنُوفِ كَأَنَّ وُجُوهَهُم الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ''۔

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ تم ترکوں سے جنگ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناکیں چھوٹی اور چپٹی ہوں گی، ان کے چہرے (گولائی اور موٹائی میں) ایسی ڈھال کی مانند ہوں گے جس پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، اور قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔ شارح مسلم علامہ نوویؒ نے وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کیونکہ ان کی ولادت ۶۳۱ھ میں اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی، وہ انہی احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یہ سب پیشین گوئیاں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہیں، کیونکہ ان ترکوں سے جنگ ہو کر رہی، وہ سب صفات ان میں موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں، آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، ناکیں چھوٹی اور چپٹی، چہرے عریض، ان کے چہرے ایسی ڈھال کی طرح ہیں جن پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، بالوں کے جوتے پہنتے ہیں، غرض یہ

ان تمام صفات کے ساتھ ہمارے زمانے میں موجود ہیں، مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی ہے اور اب بھی ان سے جنگ جاری ہے ہم خدائے کریم سے دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق میں بہر حال انجام بہتر کرے ان کے معاملہ میں بھی اور دوسروں کے معاملہ میں بھی، اور مسلمانوں پر اپنا لطف وحمایت ہمیشہ برقرار رکھے، اور رحمت نازل فرمائے اپنے رسول ﷺ پر جو اپنے خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ جو کچھ بولتے ہے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

نارالحجاز (حجاز کی آگ): قیامت کی انہی علامات میں سے ایک حجاز کی وہ عظیم آگ ہے جس کی پیشگی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی، بخاری اور مسلم نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ. تُضِیْءُ أَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى. ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔

اور فتح الباری میں یہ روایت بھی ہے جس میں مزید تفصیل ہے عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَرْفَعُهُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَسِيْلَ وَادٍ مِنْ اَوْدِيَةِ الْحِجَازِ بِالنَّارِ تُضِیْءُ لَهٗ أَعْنَاقُ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى۔ (فتح الباری۔ ۱۳ ۶۸)

ترجمہ: ”حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ حجاز کی وادیوں میں سے ایک وادی ایسی آگ سے بہہ پڑے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

بصریٰ مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان شام کا مشہور شہر ہے جو دمشق سے تین مرحلہ (تقریباً ۴۸ میل) پر واقع ہے۔

یہ عظیم آگ بھی فتنۂ تاتار سے تقریباً ایک سال پہلے مدینہ طیبہ کے نواح میں انہی صفات کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جو ان احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ آگ جمعہ ۶ جمادی الثانیہ ۶۵۴ھ کو نکلی اور بحر ذخار کی طرح میلوں میں پھیل گئی جو پہاڑ اس کی زد میں آگئے انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا، اتوار ۲۷ رجب (۵۲ دن) تک مسلسل بھڑکتی رہی اور پوری طرح ٹھنڈی ہونے میں تقریباً تین ماہ لگے، اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ، ینبوع، تیماء حتی کہ حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بصریٰ جیسے دور دراز مقام پر بھی دیکھی گئی، اس کی خبر تواتر کے ساتھ پورے عالم اسلام میں پھیل گئی تھی چنانچہ اس زمانہ کے محدثین و مؤرخین نے اپنی تصانیف میں اور شعراء نے اپنے کلام میں اس کا بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، صحیح مسلم کے مشہور شارح علامہ نوویؒ جو اسی زمانہ کے بزرگ ہیں وہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

حدیث میں جس آگ کی خبر دی گئی ہے یہ علامات قیامت میں سے ایک مستقل علامت ہے اور ہمارے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ ۶۵۴ھ میں نکلی ہے جو بہت عظیم آگ تھی، مدینہ طیبہ میں مشرقی سمت میں حرہ کے پیچھے نکلی ہے، تمام اہل شام اور سب شہروں میں اس کا علم بدرجۂ تواتر پہنچ چکا ہے اور خود مجھے مدینہ کے ان لوگوں نے خبر دی ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے۔

مشہور مفسر علامہ محمد بن احمد قرطبیؒ اسی زمانہ کے بلند پایۂ عالم ہیں انہوں نے اپنی کتاب ”التذکرہ بامور الآخرۃ“ میں اس آگ کی مزید تفصیلات بیان کی ہیں، بخاری اور مسلم کی اسی حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں: حجاز میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ نکلی ہے، اس کی ابتداء زبردست زلزلہ سے ہوئی جو بدھ ۳ جمادی الثانیۃ ۶۵۴ھ کی رات میں عشاء کے بعد آیا اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک جاری رہ کر ختم ہو گیا، اور آگ قریظہ کے مقام پر حرہ کے پاس نمودار ہوئی جو ایسے عظیم شہر کی صورت میں نظر آرہی تھی جس کے گرد فصیل بنی ہوئی ہو اور اس پر کنگرے، برج اور مینارے بنے ہوئے ہوں، کچھ ایسے لوگ بھی دکھائی دیتے تھے جو اسے ہانک رہے تھے، جس پہاڑ پر گزرتی تھی اسے ڈھا دیتی اور پگھلا دیتی تھی، اس مجموعہ میں سے ایک حصہ سرخ اور نیلا نہر کی سی شکل میں نکلتا تھا جس میں بادل کی سی گرج تھی، وہ سامنے کی چٹانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور عراقی مسافرین کے اڈے تک پہنچ جاتا تھا،

اس کی وجہ سے راکھ ایک بڑے پہاڑ کی مانند جمع ہوگئی، پھر آگ مدینہ کے قریب تک پہنچ گئی، مگر اس کے باوجود مدینہ میں ٹھنڈی ہوا آتی رہی، اس آگ میں سمندر کے سے جوش وخروش کا مشاہدہ کیا گیا، میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ میں نے اس آگ کو پانچ یوم کی مسافت سے فضاء میں بلند ہوتا ہوا دیکھا، اور میں نے سنا ہے کہ وہ مکہ اور بصریٰ کے پہاڑوں سے بھی دیکھی گئی ہے۔ علامہ قرطبیؒ آگے فرماتے ہیں کہ: یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔

اسی زمانہ کے ایک اور بزرگ علامہ قطب الدین القسطلانیؒ ہیں جو عین اس وقت کہ جب آگ لگی ہوئی تھی مکہ مکرمہ میں موجود تھے، انہوں نے اس آگ کی تحقیق میں بڑی کاوش سے کام لیا حتیٰ کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں عینی گواہان کے بیانات قلم بند کیے ہیں، انہوں نے یہ عجیب واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ:

مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا ہے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں کہ اس نے حرہ کے پتھروں میں سے ایک بہت بڑا پتھر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کا بعض حصہ حرم مدینہ کی حد سے باہر تھا آگ اس کے صرف اس حصہ میں لگی جو حدِ حرم سے خارج تھا اور جب پتھر کے اس حصہ پر پہنچی جو حدِ حرم میں داخل تھی تو بجھ گئی اور ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک اور معجزہ ہے کہ اتنی بڑی آگ حرم مدینہ میں داخل نہ ہو سکی حتیٰ کہ ایک ہی پتھر کا جو حصہ حرم سے باہر تھا اسے آگ نے جلا دیا اور جو حصہ اندر تھا وہاں پہنچ کر آگ خود ٹھنڈی ہوگئی۔ اسی زمانہ کے ایک بزرگ قاضی القضاۃ صدر الدین حنفی ہیں، جو دمشق میں حاکم رہے ہیں ان کی ولادت ۶۴۲ھ میں ہوئی قاضی القضاۃ ہونے سے پہلے یہ بصریٰ میں ایک مدرسہ کے مدرس تھے اور آگ کے واقعہ کے وقت بھی بصریٰ میں تھے انہوں نے مشہور مفسر ومؤرخ حافظ ابن کثیرؒ کو خود بتایا کہ: جن دنوں یہ آگ لگی ہوئی تھی میں نے بصریٰ میں ایک دیہاتی کو خود سنا جو میرے والد کو بتا رہا تھا کہ ہم لوگوں نے اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی ہیں (بحوالہ علاماتِ قیامت ونزولِ مسیح)

قسم دوم (علامت متوسط)، قیامت کی علاماتِ متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر تو ہوگئی ہیں مگر ابھی انتہا کو نہیں پہنچیں، ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں گی، علاماتِ متوسطہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو، دنیاوی اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہ شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو، لیڈر بہت اور امانت دار کم ہوں گے، قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق، رذیل ترین اور فاسق ہوں گے، بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے، پولیس کی کثرت ہوگی جو ظالموں کی پشت پناہی کرے گی، بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے، لڑکے حکومت کرنے لگیں گے، تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ تجارت میں عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی، مگر کساد بازاری ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا، ناپ تول میں کمی کی جائے گی، لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا، مگر تعلیم محض دنیا کے لیے حاصل کی جائے گی، قرآن کریم کو گانے باجے کا آلہ بنالیا جائے گا، ریاء شہرت اور مالی منفعت کے لیے گا گا کر قرآن کریم پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور فقہاء کی قلت ہوگی، علماء کو قتل کیا جائے گا، اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے، اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔

امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، اچھائی کو برا اور برائی کو اچھا سمجھا جائے گا۔ اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کیے جائیں گے، بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی، مسجدوں میں شور وشغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی، سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا (حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہیے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو) طلاقوں کی کثرت ہوگی، نیک لوگ چھپتے

پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا، لوگ فخر اور ریاء کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔ شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی، بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی، لوگ موٹی موٹی گدیوں پر سواری کر کے مسجد کے دروازوں تک آئیں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر (لباس باریک اور چست ہونے کے باعث) وہ ننگی ہوں گی، ان کی سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گی، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے، مومن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا، مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا، جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

علامات متوسط میں اور بھی بہت سی علامات ہیں ان سب کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ایسے دور میں دی تھی جب کہ ان کا تصور بھی مشکل تھا، مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں، کوئی علامت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے، جب یہ سب علامات اپنی انتہا کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اللہ عزّ وجلّ ہمیں ہر فتنہ کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچا دے۔ (آمین)

ظہور مہدی علیہ السلام: اس کا تذکرہ ہم بقدر ضرورت سورۃ کہف میں کر چکے ہیں تاہم کچھ وضاحت یہاں بھی معلوم کریں قیامت کی علامات کبریٰ میں سب سے پہلی علامت حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے، احادیث مبارکہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر بڑی تفصیل سے آیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ نام محمد، والد کا نام عبد اللہ ہوگا، آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہت ہوگی، پیشانی کھلی اور ناک بلند ہوگی، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، پہلے ان کی حکومت عرب میں ہوگی پھر ساری دنیا میں پھیل جائے گی، سات سال تک حکومت کریں گے۔

مہدی عرب زبان میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں، ہر صحیح الاعتقاد اور باعمل عالم دین کو مہدی کہا جا سکتا ہے بلکہ ہر راسخ العقیدہ نیک مسلمان کو بھی مہدی کہا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ہادی اور مہدی ہونے کی دعا دی ہے، اس سے بھی یہی لغوی معنی مراد ہیں۔

یہاں مہدی سے مراد وہ خاص شخص ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے، آخری زمانہ میں جب مسلمان ہر طرف سے مغلوب ہو جائیں گے، مسلسل جنگیں ہوں گی، شام میں بھی عیسائیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی، ہر جگہ کفار کے مظالم بڑھ جائیں گے، عرب میں بھی مسلمانوں کی باقاعدہ پر شوکت حکومت نہیں رہے گی، خیبر کے قریب تک عیسائی پہنچ جائیں گے اور اس جگہ تک ان کی حکومت ہو جائے گی، بچے کچے مسلمان مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے، اس وقت حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ میں ہوں گے، لوگوں کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا ہوگا کہ اب امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کرنا چاہیے، ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو امام بنا لینا چاہیے۔ اس زمانے کے نیک لوگ، اولیاء اللہ اور ابدال سب ہی امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں ہوں گے۔ بعض جھوٹے مہدی بھی پیدا ہوں گے، امام اس ڈر سے کہ لوگ انہیں حاکم اور امام نہ بنا لیں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آ جائیں گے، اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوں گے کہ پہچان لیے جائیں گے، اور لوگ ان کو گھیر کر ان سے حاکم اور امام ہونے کی بیعت کر لیں گے، اسی بیعت کے دوران ایک آواز آسمان سے آئے گی جس کو تمام وہ لوگ جو وہاں موجود ہوں گے سنیں گے، وہ آواز یہ ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور حاکم بنائے ہوئے امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب آپ کی بیعت کی شہرت ہوگی تو مدینہ منورہ کی فوجیں مکہ مکرمہ میں جمع ہو جائیں گی، شام، عراق، اور یمن کے اہل اللہ اور ابدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور بیعت کریں گے۔ ایک فوج حضرت امام مہدیؓ سے لڑنے کے لیے آئے گی، جب وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے درمیان ایک جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے نیچے ٹھہرے گی تو سوائے دو آدمیوں کے سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ امام مہدی علیہ السلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کریں گے، پھر ملکِ شام روانہ ہوں گے، دمشق پہنچ کر عیسائیوں سے ایک خونریز جنگ ہوگی جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے، بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوگی، امام مہدیؓ ملک کا انتظام سنبھال کر قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے عازم سفر ہوں گے۔

قسطنطنیہ فتح کر کے امام مہدیؓ کے ملک شام پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد دجال نکل پڑے گا۔ دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور گھومتا گھماتا دمشق کے قریب پہنچ جائے گا۔ عصر کی نماز کے وقت لوگ نماز کی تیاری میں مصروف ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا، بالآخر بابِ لد (موجود نام نہاد اسرائیل کا ایئرپورٹ) پر پہنچ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا کام تمام کردیں گے اس وقت روئے زمین پر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہوں گے، حضرت مہدی علیہ السلام کی عمر پینتالیس، اڑتالیس یا انچاس برس ہوگی کہ آپ کا انتقال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے، بیت المقدس میں انتقال ہوگا اور وہیں دفن ہوں گے۔

﴿۲﴾ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً ... الخ اعراض مشرکین : کہ اگر وہ نشانی دیکھتے تو ٹال دیتے۔

وَیَقُوۡلُوۡا ... الخ شکوہ مشرکین : اور کہتے یہ تو قوی یا قدیم جادو ہے۔

دوسرا معنی یہ کرتے ہیں کہ "مستمر" "استمرار" سے مشتق ہے اس کے معنی لگاتار جادو کے ہیں، پہلی کبھی عصا سے سانپ بنتا تھا۔ کوئی آگ کو گلزار کر دیتا تھا۔

تیسرا معنی یہ کرتے ہیں کہ "مریمر مراداً" سے ہے کہ یہ جادو جانے والا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۱۱۔ج۔۱۷)

﴿۳﴾ وَکَذَّبُوۡا ... الخ تکذیب مشرکین : ان لوگوں نے حق کو جھٹلایا اور باطل پر مصر رہے۔

وَاتَّبَعُوۡۤا الخ سبب گمراہی : اور اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی کی یہی سبب اعراض اور اتباع اہوا اور عناداً تکذیب حق ہے۔ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ : فیصلہ خداوندی : "مُسۡتَقِرٌّ" کو اسم فاعل کا صیغہ بھی قرار دیتے ہیں معنی یہ کرتے ہیں کہ ہر کام ٹھہرنے والا یعنی اچھے کام کرنے والوں کو جنت میں اور برے کام کرنے والوں کو دوزخ میں ٹھہرنا ہے۔

بعض حضرات اس کو مصدر میمی قرار دیتے ہیں کہ ہر معاملہ اپنے وقت پر لٹکا ہوا ہے یعنی ہر چیز کا ایک وقت ہے۔

﴿۴﴾ تنبیہ مشرکین : حالانکہ ان کے پاس پہلی تباہ شدہ امتوں کے حالات آچکے ہیں۔

﴿۵﴾ فضلیت قرآن : یہ قرآن کامل حکمت والی کتاب ہے جس گذشتہ قوموں کے واقعات بڑی وضاحت سے بیان ہوئے ہیں نافرمانوں کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس پر اگر غور کریں تو اسے معقول ڈانٹ سمجھا جاسکتا ہے اور حقیقت کو پالینا آسان ہو گا لیکن جب ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہو جس کی وجہ سے نہ مانیں تو ڈرانے والے کیا کریں۔

﴿۶﴾ (جواب) سلوک الرسول بالمعاندین : انہیں قیامت آنے تک چھوڑ دیجئے۔

﴿۷﴾ کیفیت حشر : نگاہیں نیچی کر کے اس دن آئیں گے۔ ﴿۸﴾ گردنیں اٹھاتے ہوئے جلدی بلانے والے کے ہاں آجائیں گے۔ يَقُولُ الْكٰفِرُوْنَ... الخ مشرکین کی پریشانی : وہاں کی شدت دیکھ کر مشرکین کہیں گے آج کا دن بڑا سخت ہے۔ ﴿۹﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ... الخ تذکیر بایام اللہ سے مخالفین نوح کی تکذیب سے تسلی خاتم الانبیاء : جب انہوں نے معجزہ دیکھا اور پھر بھی نہ مانا تو طبعی طور پر آنحضرت ﷺ کو بڑا صدمہ ہوا کہ انہوں نے آپ سے منہ مانگا معجزہ طلب کیا اور دیکھ بھی لیا پھر بھی تکذیب کر دی اللہ تعالیٰ یہاں سے آنحضرت ﷺ کی تسلی کیلئے چند واقعات مکذبین کے پیش کرتے ہیں۔

﴿۱۰﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا : حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا اور فریاد کی، قوم کو بڑا لمبا عرصہ سمجھایا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیں اور کسی کافر کو زمین پر زندہ نہ چھوڑیں۔

﴿۱۱﴾ اجابت دعا : پانی اس قدر برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے۔

﴿۱۲﴾ فیصلہ خداوندی : اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے، اتنا پانی ابلا گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی۔ قوم نوح تباہ ہوگئی۔ ﴿۱۳﴾ حکم خداوندی۔

﴿۱۴﴾ محافظت خداوندی : حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہماری حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن وچین سے چل رہی تھی۔ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ : حضرت نوح علیہ السلام کی کامیابی : یہ سب کچھ حضرت نوح علیہ السلام کا بدلہ لینے کے لئے کیا تھا۔

﴿۱۵﴾ داستان نوح کی حکمت : ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا۔ تنبیہ: پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

﴿۱۶﴾ گرفت خداوندی : دیکھا کہ میرا عذاب کس طرح آیا۔ ﴿۱۷﴾ دعوت الی القرآن : اس قسم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو قرآن جو آسان ہے اس سے نصیحت حاصل کرو کیونکہ جو مضامین ترغیب وترہیب اور انذار وتبشیر سے متعلق ہیں وہ بالکل صاف، سہل اور مؤثر ہیں آسان ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قرآن کریم ایک سطحی کتاب ہے جس کے اندر کوئی دقائق وغوامض نہیں ہیں۔ بلکہ علماء امت اور حکماء ملت نے اس کتاب کے دقائق واسرار کا پتہ لگانے کے لئے عمریں صرف کر دی ہیں مگر پھر بھی یہ کوئی نہیں کہتا کہ میں نے اس کتاب کے مکمل اسرار ورموز ونکات کو حل کر دیا ہے بلکہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے اس دور میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب قرآن کریم ہے کیونکہ ہر جاہل اس کی تفسیر اور اس کا درس دینے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

﴿۱۸﴾ تکذیب قوم عاد :۔ قوم عاد نے بھی جھٹلایا۔ فَكَيْفَ : گرفت خداوندی : دیکھو ان پر میرا عذاب کس طرح آیا۔ ﴿۱۹﴾ تشریح عذاب : ان پر سخت آندھی کا عذاب آیا۔ ﴿۲۰﴾ کیفیت عذاب : کھجور کے تنوں کی طرح اکھاڑ کر انہیں رکھ دیا۔ کھجوروں کے تنوں سے تشبیہ دینے میں شاید ان کے مضبوط جسم ہونے کی طرف اشارہ ہو کیونکہ وہ بڑے لمبے تڑنگے تھے اور ڈیل ڈول کے لوگ تھے اور بڑے طویل الجثہ تھے اور نحوست اس سے کیا زیادہ سخت ہوگی کہ بستیوں کا نام ونشان مٹ گیا آبادیاں تباہ وبرباد ہوگئیں اور مرنے کے بعد عذاب نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ ''مُّنْقَعِرٍ'' یہاں اشکال ہوتا ہے کہ سورۃ الحاقہ میں آتا ہے ''نَخْلٍ خَاوِيَةٍ'' اور وہاں مؤنث اس کی صفت لائی ہے اور یہاں مذکر اسکی صفت لائی ہے تو تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ہے تو جمع مؤنث کا صیغہ لیکن یہاں جو فواصل ہیں ''دُسُرٍ، نُذُرِ، مُسْتَمِرٍّ'' اسکی مناسبت سے ''مُّنْقَعِرٍ'' کی تا اڑ گئی ہے اصل میں ''منقعرۃ'' ہے۔ دیکھا میرا عذاب کس طرح آیا۔

﴿۲۱﴾ تخویف مشرکین۔ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ : دعوت الی القرآن: امام رازی رحمۃ اللہ اس آیت کے تکرار کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ''فيه اشارة الى غلبة الرحمة الغضب وذالك لان الانذار اشفاق ورحمة''۔ (کبیر۔ص۔۳۰۵۔ج۔۲۹)

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ : تنبیہ: اس قسم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو قرآن سے نصیحت حاصل کرو جو آسان ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ

جھٹلایا قوم ثمود نے ڈرسنانیوالوں کو ﴿۲۳﴾ پس کہا انہوں نے کیا ہم اپنے میں سے ایک اکیلے انسان کا اتباع کریں تحقیق اس وقت ہم البتہ گمراہی اور پاگل پن میں ہونگے ﴿۲۴﴾ کیا ڈالی گئی ہے

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾

نصیحت اسکے اوپر ہمارے درمیان سے نہیں بلکہ یہ جھوٹا ہے اور اترانے والا ہے ﴿۲۵﴾ فرمایا عنقریب جان لیں گے یہ لوگ کل کہ کون ہے جھوٹا اور اترانے والا ﴿۲۶﴾

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ

بیشک ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی کو آزمائش ان کیلئے پس آپ انتظار کریں انکا اور صبر کریں ﴿۲۷﴾ اور بتلادیں انکو کہ بیشک پانی تقسیم کیا ہوا ہے انکے درمیان

كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾

ہر ایک کو اسکی باری پر پہنچنا ہے ﴿۲۸﴾ پس پکارا انہوں نے اپنے ساتھی کو پس اس نے ہاتھ اٹھایا اور اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیئے ﴿۲۹﴾ پس کیسے ہوا میرا ڈرانا ﴿۳۰﴾

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

بیشک بھیجی ہمنے ان پر ایک آواز اور تھے وہ مثل روندی ہوئی باڑ کے ﴿۳۱﴾ اور البتہ تحقیق ہمنے آسان کیا ہے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ﴿۳۲﴾

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ

جھٹلایا قوم لوط نے ڈرسنانیوالوں کو ﴿۳۳﴾ بیشک ہمنے بھیجی ان پر پتھر برسانے والی آندھی مگر لوط کے گھرانے والے ہمنے انکو بچا لیا

نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا

سحری کے وقت ﴿۳۴﴾ یہ ہماری نعمت تھی اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسکو جو شکر ادا کرتا ہے ﴿۳۵﴾ اور البتہ تحقیق ڈرایا انکو اس نے ہماری گرفت سے

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

پس وہ جھگڑنے لگے ڈرسنانیوالوں کیساتھ ﴿۳۶﴾ اور البتہ تحقیق انہوں نے پھسلایا اس لوط کو اسکے مہمانوں سے پس ہمنے مٹادیں انکی آنکھیں پس چکھو میری سزا اور میرا ڈرانا ﴿۳۷﴾

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ ۚ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

اور البتہ تحقیق صبح سویرے آیا انکے پاس مستقل ٹھہرنے والا عذاب ﴿۳۸﴾ پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا ﴿۳۹﴾ اور البتہ تحقیق آسان کیا ہے ہمنے قرآن کو نصیحت کیلئے

۲
ع ۱۸
۹

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ﴿۴۰﴾

﴿۲۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ ... الخ ربط آیات : کفار کی تکذیب کی وجہ سے آپ کو طبعی تکلیف ہوئی تھی تسلی کیلئے اللہ نے چند واقعات بیان کئے۔

خلاصہ رکوع ❷ : قوم ثمود کی تکذیب، تشریح تکذیب، قوم ثمود کا استکبار، اور جواب استکبار، حضرت صالح کی تسلی، فیصلہ خداوندی برائے تقسیم پانی، مخالفین صالح کی شرارت، گرفت خداوندی، تشریح گرفت، دعوت الی القرآن، قوم لوط کی تکذیب، نتیجہ تکذیب، متبعین لوط کی نجات، شفقت خداوندی، تسلی مؤمنین، حضرت لوط کی تبلیغ، قوم کی خباثت، وقت عذاب، تخویف، دعوت الی القرآن۔ ماخذ آیات۔ ۲۳ تا ۴۰ +

قوم ثمود کی تکذیب : انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

﴿۲۴﴾ تشریح تکذیب : انہوں نے کہا کیا ہم ایسے شخص کی اتباع کریں جو ہماری جنس کا ہو نہ مال و دولت نہ خدام وحکومت، یہ تو اکیلا ہے یا تو فرشتہ ہوتا ہم دین میں اتباع کرتے یا صاحب مال و دولت اور صاحب حکومت ہوتا ہم دنیوی امور میں اتباع کرتے ایسی حالت میں اگر ہم اتباع کریں تو بڑی غلطی پر ہوں گے۔ "لَفِي ضَلَٰلٍ وَسُعُرٍ" "سعر" کے معنی جنون کے بھی کرتے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی بات مانی تو ہم گمراہی میں جنون میں ہوئے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "سعر" "سعیر" کی جمع ہے "سعیر" کے معنی شعلہ مارنے والی آگ۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو آگ کے شعلوں میں چلے جاؤ گے۔ تو یہ مذاق کرتے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۱۲۱۔ج۔۱۷)

﴿۲۵﴾ قوم کا استکبار : کیا ذکر الٰہی یعنی وحی اس پر نازل کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے نبی بنانا تھا تو اسی کو بنانا تھا بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ بالکل جھوٹا ہے۔ ایسی باتیں بڑائی کی کرتا ہے تاکہ لوگ مجھے سردار مانیں۔

فائدہ: کفار ہمیشہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے تو وہ ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے کہتے تھے جس کے نبوت پر قطعی دلائل میں موجود ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا اللہ تعالیٰ نے بیان نقل کیا ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کو کفار نے بشر کہا جس کا ذکر سورۃ ص آیت۔۸۔ میں گذر چکا ہے کہ کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم میں سے چونکہ وحی نبی پر اترتی رہی ہے اس لئے اس مضمون میں کفار نے ان پر نزول وحی کا انکار کیا ہے اور وحی ورسالت کا انکار کر کے ان کو اپنے جیسا بشر کہا یہ بات یاد رکھیں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نفس بشریت اور نوع انسانیت میں سے ہونے کا اقرار یہ کفار کا دستور نہیں۔ فافہم!

﴿۲۶﴾ جواب استکبار : عنقریب اس اتہام اور جھوٹ کا فیصلہ ہو جائے گا، کہ کون جھوٹ بولتا ہے۔

﴿۲۷﴾ امتحان خداوندی : ہم اونٹنی سے ان کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر سے بطور معجزہ کے اونٹنی کو ظاہر فرما دیا۔ فَارْتَقِبْهُمْ ... الخ حضرت صالح علیہ السلام کی تسلی : ان کی حرکتوں کو دیکھتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا۔

﴿۲۸﴾ فیصلہ خداوندی برائے تقسیم پانی : یہ انہیں کہہ دو کہ چشمے کا پانی تقسیم شدہ ہے۔

﴿۲۹﴾ مخالفین صالح علیہ السلام کی شرارت : انہوں نے اپنا ساتھی (قدار) کو بلایا اس نے پکڑ کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ﴿۳۰﴾ گرفت خداوندی : دیکھو میرا عذاب کس طرح ان پر آیا۔

﴿۳۱﴾ تشریح گرفت : ایک آواز سے سب ہلاک کر دیئے گئے جیسا کانٹوں کی باڑ کا چورا ہو جاتا ہے۔
﴿۳۲﴾ دعوت الی القرآن : اس قسم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو قرآن سے نصیحت حاصل کرو جو کہ آسان ہے۔
﴿۳۳﴾ قوم لوط کی تکذیب : قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔
﴿۳۴﴾ نتیجہ تکذیب اور متبعین کی نجات : لوط علیہ السلام کے اہل وعیال و متبعین کے سوا ان پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی۔
﴿۳۵﴾ شفقت خداوندی : ان کا بچنا ہمارے فضل سے تھا۔ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ... الخ تسلی مؤمنین : شکر گزاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گویا اس آیت میں مستقل قانون بنا دیا کہ مؤمن شکر گزاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوتی ہے مؤمن بندوں کو چاہیئے کہ وہ عبادت گزار بھی رہیں اور شکر گزار بھی، پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مظاہر دیکھیں۔
﴿۳۶﴾ حضرت لوط کی تبلیغ : حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہماری گرفت سے ڈرایا۔
﴿۳۷﴾ قوم کی خباثت : انہوں نے مہمانوں کے متعلق مطالبہ کیا ہم نے انہیں اندھا کر دیا۔ صرف حضرت جبرائیل کے پر مارنے سے۔ ﴿۳۸﴾ وقت عذاب : صبح کے وقت ان پر دائمی عذاب آ گیا تھا۔
﴿۳۹﴾ تخویف۔ ﴿۴۰﴾ دعوت الی القرآن۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ

اور البتہ تحقیق آئے آل فرعون کے پاس ڈر سنانے والے ﴿۴۱﴾ جھٹلایا انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو پس پکڑا ہم نے انکو پکڑنا ایک زبردست اور قدرت رکھنے والی ہستی کا ﴿۴۲﴾ کیا

خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ

تمہارے کافر بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لئے برات لکھی ہوئی ہے صحیفوں میں ﴿۴۳﴾ کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ ہم سب بدلہ لینے والے ہیں ﴿۴۴﴾ عنقریب شکست دی جائے گی

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ

اس مجمع کو اور یہ پشت پھیر جائیں گے ﴿۴۵﴾ بلکہ قیامت انکے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بہت بڑی آفت اور کڑوی چیز ہے ﴿۴۶﴾ بیشک مجرم لوگ

فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

گمراہی اور جنون میں ہیں ﴿۴۷﴾ جسدن گھسیٹا جائے گا انکو دوزخ کی آگ میں چہروں کے بل اور کہا جائیگا چکھو آگ کا جلانا ﴿۴۸﴾

اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ

بیشک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک اندازے کے ساتھ ﴿۴۹﴾ اور نہیں ہے ہمارا معاملہ مگر یکبارگی آنکھ جھپکنے کی مانند ﴿۵۰﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کئے ہیں تمہارے ساتھ

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾

والے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ﴿۵۱﴾ اور ہر وہ چیز جو انہوں نے انجام دی ہے صحیفوں میں درج ہے ﴿۵۲﴾ اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی ہوئی ہے ﴿۵۳﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

بیشک متقی لوگ جنتوں اور نہروں میں ہونگے ﴿۵۴﴾ سچی بیٹھک میں ایک بڑی قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ﴿۵۵﴾

﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ۔۔۔ الخ ربط آیات : اوپر تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے نتائج کا ذکر تھا، اب تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی رسالت اور فرعونیوں کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳: تذکیر بایام اللہ سے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی رسالت، فرعونیوں کی تکذیب، نتیجہ تکذیب، تہدید کفار، کفار کی عناد پرستی، کفار کی مغلوبیت کا بیان، وعدہ کے پورا ہونے کا وقت، نتیجہ مجرمین، مجرمین کی رسوائی، خالقیت باری تعالیٰ، قدرت باری تعالیٰ، تذکیر بایام اللہ سے تنبیہ مشرکین، کتابت اعمال، تشریح کتابت اعمال، نتیجہ متقین، دارا الاقامہ کی تشریح۔ ماخذ آیات۔ ۴۱ تا ۵۵+

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی رسالت : آل فرعون سے صرف اس کا خاندان ہی مراد نہیں بلکہ اسکی ساری قوم مراد ہے۔ ان کو ڈرانے کے لئے حضرت موسیٰ وحضرت ھارون علیہما السلام تشریف لائے۔

﴿۴۲﴾ فرعونیوں کی تکذیب۔ فَاَخَذْنٰهُمْ۔۔۔ الخ نتیجہ تکذیب : پھر ہم نے ان کی ایسی گرفت کی جیسے ایک زبردست زور آور صاحب اقتدار کی گرفت ہے۔ ﴿۴۳﴾ تہدید کفار : اے عرب یا اہل مکہ کیا تمہارے کافران پہلے کافروں سے جو ہلاک ہوئے زیادہ بہتر ہیں؟ اگر بہتر نہیں تو دوسری صورت بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے لئے پہلی کتابوں میں کوئی برأت لکھ دی گئی ہے؟ کیا تمہیں کوئی پروانہ مل گیا ہے کہ تم پر عذاب نہ آئے؟

﴿۴۴﴾ کفار کی عناد پرستی : کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت غلبہ پانے والی ہے یعنی ہمارے اندر اتفاق واتحاد ہے ہمیں کون نقصان دے سکتا ہے۔ ﴿۴۵﴾ کفار کی مغلوبیت کا بیان : کفار کو اپنے غلبہ پر گھمنڈ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مغلوبیت کا اعلان فرمایا۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ یہ شکست کھا جائیں گے اور مسلمانوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

بخاری اور نسائی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن زرہ پہن کر مقابلے میں نکلے اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ (ابن کثیر۔ ۴۳۵۔ ج۔ ۷)

ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کون سی جماعت غالب ہوگی کون سی مغلوب؟ پھر جب بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو اس آیت کا مطلب معلوم ہوا۔
(ابن کثیر۔ ص۔ ۴۳۵۔ ج۔ ۷)

﴿۴۶﴾ وعدہ کے پورا ہونے کا وقت: بلکہ ان کے عذاب کا یقینی وعدہ تو قیامت کے دن میں پورا ہوگا۔ یعنی عذاب اکبر کا وقت تو وہ ہے اور وہ قیامت بڑی سخت آفت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ ﴿۴۷﴾ نتیجہ مجرمین : مجرم دنیا میں گمراہ اور آخرت میں دوزخ میں ہوں گے۔ ﴿۴۸﴾ مجرمین کی رسوائی: قیامت کے دن آگ میں مونہوں کے بل گھسیٹے جائیں گے۔

﴿۴۹﴾ خالقیت باری تعالیٰ: ہم نے ہر کام کا ایک اندازہ کیا ہوا ہے۔ یعنی زمان اور مکان وغیرہ کے اعتبار سے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے اسی طرح قیامت اور اس کے عذاب کا بھی ایک وقت اور اندازہ مقررہ اور طے شدہ ہے۔ لہٰذا اپنے مقررہ وقت پر وہ سب چیزیں ہوں گی۔

﴿۵۰﴾ قدرت باری تعالیٰ : ہمارا ہر کام کلمہ کن سے آنکھ جھپکنے کی دیر میں ہو جاتا ہے۔

﴿۵۱﴾ تذکیر بایام اللہ سے تنبیہ مشرکین : اے کفار قریش ہم نے تم جیسے کفار کو پہلے تباہ کیا ہے آیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ﴿۵۲﴾ کتابت اعمال : اور ان کا ہر عمل نامہ اعمال میں محفوظ ہے۔

﴿۵۳﴾ تشریح کتابت اعمال : چھوٹا بڑا کام لکھا ہوا ہے۔ ﴿۵۴﴾ نتیجہ متقین : آگے فرمانبرداروں کا نیک انجام بیان کیا۔ متقی بہشتوں میں ہوں گے۔

﴿۵۵﴾ دار الاقامہ کی تشریح : اچھی جگہ پر قدرت والے بادشاہ کے ہاں۔

ختم شد سورۃ القمر بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الرحمٰن

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الرحمٰن ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۵۵ ۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۹۷ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں تین رکوع ۔ ۷۸ ۔ آیات ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ سورہ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے مگر پہلا قول اصح ہے۔ (قرطبی ۔ ص ۔ ۱۳۲ ۔ ج ۔ ۱۷)

اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں حالت نماز میں پڑھتے ہوئے سنا۔

اور مشرکین بھی "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" سن رہے تھے یہ اس سے پہلے کا ماجرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف سنا دینے کا حکم ہوا تھا۔ (تفسیر حقانی)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ نے صفت رحمٰن سے شروع کیا ہے چونکہ اس سورۃ کے مضمون کو نام سے خاص نسبت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔

ربط آیات : ربط کے متعلق دو باتیں لکھی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو بہت زیادہ ہیں مگر دو معجزے بہت بڑے ہیں ایک حسی اور وہ معجزہ شق قمر ہے اور دوسرا معجزہ جو قرآن کریم ہے۔ پہلی سورۃ میں حسی معجزے کا ذکر تھا، اب اس سورۃ میں معنوی معجزہ کا ذکر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں نافرمانوں کی تباہی اور بربادی کا ذکر تھا، اس سورۃ میں نعمتوں کا ذکر ہے تو پہلی سورۃ میں ترہیب تھی اس سورۃ میں ترغیب ہے۔ (تفسیر کبیر ۔ ص ۔ ۳۳۵ ۔ ج ۔ ۲۹)

موضوع سورۃ : کفار نے کہا تھا ما الرحمٰن؟ اس اعتراض کا جواب ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ سورۃ : خالقیت باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ، عظمت خداوندی عجز ماسوا اللہ، فرائض بنی آدم، مبادی احوال قیامت، عدل و انصاف باری تعالیٰ، نفی شفیع قہری، مجازات اعمال ۔ وغیرہ

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾

رحمان نے ﴿۱﴾ سکھلایا ہے قرآن ﴿۲﴾ پیدا کیا ہے اس نے انسان کو ﴿۳﴾ سکھلایا ہے اسکو بولنا ﴿۴﴾ سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں ﴿۵﴾

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾

اور پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں ﴿۶﴾ اور آسمان کو اونچا کیا ہے اور رکھی ہے اس نے ترازو ﴿۷﴾ کہ نہ زیادتی کرو تم ترازو میں ﴿۸﴾

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ

اور قائم کرو ترازو کو انصاف کے ساتھ اور نہ گھٹاؤ تول میں ﴿۹﴾ اور زمین کو رکھا ہے اس نے مخلوق کے لئے ﴿۱۰﴾ اسمیں پھل ہیں اور کھجوریں ہیں

وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

جن پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں ﴿۱۱﴾ اور دانے بھوسے والے ہیں اور خوشبو دار پودے ہیں ﴿۱۲﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۳﴾

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پیدا کیا اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے جیسا کہ ٹھیکرہ ہوتا ہے ﴿۱۴﴾ اور پیدا کیا اس نے جنوں کو شعلہ مارنے والی آگ سے ﴿۱۵﴾ پس تم اپنے پروردگار کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۶﴾ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا مالک ہے ﴿۱۷﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۱۸﴾

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾

چلادیے اس نے دو دریا جو آپس میں مل کر چلتے ہیں ﴿۱۹﴾ اور انکے درمیان میں پردہ ہے کہ وہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ﴿۲۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۱﴾

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

نکلتے ہیں دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے ﴿۲۲﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۳﴾ اور اسی کیلئے ہیں کشتیاں جو چلتی ہیں دریا

فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ ع

النصف ع ۱۵/۲

میں جس میں پہاڑوں جیسی موجیں اٹھتی ہیں ﴿۲۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۵﴾

خلاصہ رکوع ❶ شفقت خداوندی، معلم قرآن کی تشریح، متعلمین قرآن کی تشریح، خصوصیت انسان، قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونے، فرائض بنی آدم۔۱۔۲۔۳۔ اجرام سفلیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، تذکیر بآلاء اللہ سے بنی آدم کیلئے انعامات، جن وانس کے مکلف ہونے کا بیان، انسان کی کیفیت تخلیق، جنات کی کیفیت تخلیق، حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، دریاؤں کے فوائد، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔۱ تا ۲۵+

﴿۱﴾ اَلرَّحْمٰنُ : شفقت خداوندی۔ یعنی جس ذات کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس ذات کو رحمٰن کہتے ہیں۔

﴿۲﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ : معلم قرآن کی تشریح : کہ رحمٰن نے قرآن آنحضرت ﷺ کو سکھایا ہے نہ کہ اپنے جی سے بنالیا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ : سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور اس کا نزول محض اس کی رحمت کا خاصہ ہے کہ اس نے مشرق سے مغرب تک تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی کشتی جو دریائے بے کنار میں غوطے کھا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی رحمت سے قرآن کریم کو نازل کر کے آفتاب ہدایت کے ذریعے تعلیم دی۔ ''اَلرَّحْمٰنُ'' کو مقدم ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ آنحضرت ﷺ بظاہر امی ہونے کے کسی کے شاگرد نہ تھے بلکہ وہ صرف خاص رحمٰن کے شاگرد ہیں اور ان لوگوں کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے تھے رحمٰن نے قرآن نہیں سکھایا بلکہ کسی اور نے سکھایا ہے۔

﴿۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ : متعلمین قرآن کی تشریح : اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تا کہ وہ قرآن کریم کو سیکھ کر اس پر عمل کرے۔ ﴿۴﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ : خصوصیت انسان : انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اپنی مہربانی سے اسکو بولنا بھی

سکھایا ہے۔ دوسرے حیوانوں کی طرح گونگا ہی نہیں چھوڑا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت تعلیم کو مقدم ذکر کیا ہے اور اس کی پیدائش کا ذکر بعد میں کیا ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ تو حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہی تعلیم قرآن ہے، اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔

﴿۵﴾ **قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونے :** ❶ سورج۔ ❷ چاند۔ سورج اور چاند کو اس نے مناسب حساب سے جاری کیا ہے۔ ﴿۶﴾۔ ❸ علویات کی طرح سفلیات بھی حق تعالیٰ شانہ کی فرمانبردار ہیں چھوٹے چھوٹے جھاڑ اور زمین اور دیگر پھیلی ہوئی اشیاء بیلیں۔ ❹ اور اونچے اونچے درخت اس کے سامنے سربسجود ہیں۔ جب انسان ان کو اپنے کام میں لاتا ہے تو کبھی انکار نہیں کرتے۔ **نجم** :اس پیڑ کو کہتے ہیں جو اپنی ساق پر کھڑا نہ ہو سکے بلکہ زمین پر یا کسی چیز پر پھیلا ہوا ہو اور شجر اس کے برخلاف جو اپنی ساق پر کھڑا ہو۔ (قرطبی۔ص۔۱۳۴۔ج۔۱۷)

﴿۷﴾۔ ❺ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند فرمایا۔ ❻ انصاف کیساتھ وزن کرنے کا حکم دیا۔ اکثر سلف نے وضع میزان سے اس جگہ عدل کو قائم کرنا مراد لیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق وعدل پر اعلیٰ درجہ کے توازن وتناسب کے ساتھ قائم کیا ہے اگر عدل وحق قائم نہ ہو تو پورا نظام عالم تباہ و برباد ہو جائے۔

﴿۸﴾ **فرائض بنی آدم۔** ❶ تولنے میں سرکشی نہ کرو۔ ﴿۹﴾۔ ❷ عدل وانصاف پر قائم رہو، اور تول گھٹاؤ مت۔

﴿۱۰﴾ **اجرام سفلیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ :** زمین کو لوگوں کے نفع کے لئے رکھ دیا ہے تا کہ اسے کھود سکیں حوض تالاب وغیرہ بنائیں اور اس پر آرام وراحت سے چلیں اور کاروبار کر سکیں اور ماتحت الاسباب معیشت کا معاملہ بحال رہے۔

﴿۱۱﴾ **تذکیر بالآء اللہ سے بنی آدمی کے لئے انعامات :** "فِيهَا فَاكِهَةٌ" "فَاكِهَةٌ" ہر ایسے میوے اور پھل کو کہا جاتا ہے جو عادۃ غذا کے بعد تقریباً کھایا جاتا ہے۔ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ... الخ "اکمام" کم بالکسر کی جمع ہے جس کے معنی اس غلاف کے ہیں جو کھجور وغیرہ کے پھلوں پر ابتداء میں چڑھا ہوتا ہے۔

﴿۱۲﴾ وَالرَّيْحَانُ... الخ اس کا ایک ترجمہ خوشبودار نباتات کیا گیا ہے اور بعض نے پھول سے کیا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد رزق لیا ہے، بطور قاعدہ کلیہ انہوں نے ارشاد فرمایا "کل ریحان فی القرآن فھو رزق"۔
(روح المعانی۔ص۔۱۴۶۔ج۔۲۷)

﴿۱۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : **جن وانس کے مکلف ہونے کا بیان :** علماء نے ایک صحیح حدیث کی بناء پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت سنے تو جواب دے "لا بشیٔ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد" اے ہمارے رب ہم تیری کس نعمت کو نہیں جھٹلاتے سب حمد وثنا تیرے لئے ہے۔ (عثمانی)

یہ آیت اس سورۃ میں (۳۱) جگہ پر آئی ہے۔ آٹھ مرتبہ اس کی نعمتیں اور عالم علوی وسفلی کے عجائبات قدرت ذکر کرنے کے بعد اور سات دفعہ بعد ازجہنم دوزخ کے شدائد ذکر کرنے کے بعد کیونکہ مؤمنوں سے ان بلاؤں کا دفع کرنا بھی بڑی نعمت ہے اور آٹھ دفعہ دو جنت اور ان کے نعماء اور ان کے رہنے والوں کے حسن وجمال کا ذکر کرنے کے بعد بعدد ابواب جنت کہ وہ بھی آٹھ ہیں اور آٹھ باران کے سوا اور دو جنتوں کی کیفیت بیان کرنے کے بعد جس میں اشارہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے گا نیک کام کرے گا وہ دوزخ کے ساتوں دروازوں سے امن میں رہے گا۔ اور دونوں جنتوں کے نعماء حاصل کرے گا۔ (تفسیر حقانی)

﴿۱۴﴾ **انسان کی کیفیت تخلیق۔** ﴿۱۵﴾ **جنات کی کیفیت تخلیق۔**

﴿۱۷﴾ حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ : اس آیت کی تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت۔ ۵۔ میں دیکھیں۔

﴿۱۹﴾ تصرف باری تعالیٰ ۔ دو سمندر جو آپس میں ملتے ہیں یعنی جو نظروں کے سامنے ملے ہوئے ہیں۔

﴿۲۰﴾ اور حقیقت میں ان کے درمیان ایک حجاب ہے جس کی وجہ سے دونوں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسرے کی جگہ نہیں لیتے ان میں ایک میٹھا ہے دوسرا نمکین۔ ان آیات کی تفسیر سورۃ الفرقان کی (آیت۔ ۵۳) میں دیکھیں۔

﴿۲۲﴾ دریاؤں کے فوائد : دونوں سے لوگ فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ''اللُّؤْلُؤُ'' اور ''الْمَرْجَانُ'' میں کیا فرق ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللُّؤْلُؤُ'' سے بڑے موتی اور ''الْمَرْجَانُ'' سے چھوٹے موتی مراد ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''الْمَرْجَانُ'' سے سرخ رنگ کے مونگے اور ''اللُّؤْلُؤُ'' چھوٹے بڑے دونوں قسم کے موتی مراد ہیں۔

(روح المعانی۔ ص۔ ۱۵۰۔ ج۔ ۲۷)

﴿۲۴﴾ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

جو کوئی بھی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے ﴿۲۶﴾ اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے ﴿۲۷﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۲۸﴾

يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

اسی سے مانگتا ہے جو بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ہر دن میں وہ ایک شان میں ہوتا ہے ﴿۲۹﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۰﴾

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ

عنقریب ہم فارغ ہونگے تمہارے لئے اے دو بھاری قافلو ﴿۳۱﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۲﴾ اے جنوں اور انسانوں کے

اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل جاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبے کے ساتھ ﴿۳۳﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۴﴾ وہ چھوڑے گا تم پر شعلے آگ کے اور دھواں، پس تم بدلہ نہیں لے سکو گے ﴿۳۵﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۶﴾ پھر جب پھٹ جائے گا آسمان پس ہو جائے گا سرخ کھال کی طرح ﴿۳۷﴾ پس تم اپنے پروردگار کی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَاۗنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾

کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۳۸﴾ پس اس دن نہیں پوچھا جائے گا اسکے گناہ کے بارے میں کسی انسان اور نہ کسی جن سے ﴿۳۹﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۰﴾

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

پہچانے جائیں گے مجرم اپنی پیشانیوں سے پس پکڑا جائے گا ان کو پیشانیوں اور پاؤں سے ﴿۴۱﴾ پس تم اپنے پروردگار کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۲﴾ یہ ہے جہنم جسکو جھٹلاتے تھے مجرم ﴿۴۳﴾ پھر چکر لگائیں گے اسکے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان ﴿۴۴﴾

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ ع ۲ ۲۰ ۱۲

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۵﴾

﴿۲۶﴾ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ : ربط آیات : گزشتہ آیات میں دلائل عقلی سے توحید خداوندی کا ذکر تھا، اب بھی اسی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❸ : ماسوا اللہ کے فانی ہونے کا بیان، بقاء خداوندی، ماسوا اللہ کی محتاجی، تخویف ثقلین، تنبیہ ثقلین، تنبیہ، کیفیت عذاب، نفی شفیع قہری، مبادی قیامت سے آسمان کی کیفیت، کیفیت حساب، وسعت علم باری تعالیٰ، مجرمین کی پہچان، مجرمین کی رسوائی، مجرمین کی سرزنش، مجرمین کی رسوائی۔ ماخذ آیات ۴۶: تا ۴۵+

ماسوا اللہ کے فانی ہونے کا بیان : ہر چیز فنا ہونے والی ہے جس منعم نے تم پر یہ احسان کئے ہیں۔ وہ حساب لے گا۔

﴿۲۷﴾ بقاء خداوندی : علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''الجلال عظمة الله و كبريائه'' یعنی جلال سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی مراد ہے۔ اور ''الاکرام'' کے بارے میں لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے اور اس کی ذات گرامی کے جو چیزیں لائق نہیں ہیں مثلاً شرک اس سے پاکی بیان کی جائے۔ (قرطبی)

﴿۲۹﴾ ماسوا اللہ کی محتاجی : ہر چیز اس کے دروازے پر سائل ہے۔ هُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر وقت ہر لحظہ حق تعالیٰ کی ایک خاص شان ہوتی ہے وہ کسی کو زندہ کرتا ہے اور کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دیتا ہے اور کسی غم زدہ کے غم کو دور کر دیتا ہے اور ہر سائل کو اپنی شان کے مطابق اس کی مانگی ہوئی چیز عطاء کر دیتا ہے اور گنہگاروں کے گناہ معاف کر کے جنت میں داخل ہونے کا مستحق بنا دیتا ہے، غرض ہر آن ہر لحمہ حق تعالیٰ جل شانہ کی ایک خاص شان ہوتی ہے۔

﴿۳۱﴾ تخویف ثقلین : اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے حساب و کتاب کے لئے خالی ہو جائیں گے یہ کنایہ ہے قصد و توجہ تام سے مبالغۃً حقیقی معنی مراد نہیں۔ (بیان القرآن)

﴿۳۳﴾ تنبیہ ثقلین : اس آیت میں "الثَّقَلٰنِ" کے بجائے "یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ" کے صریح نام ذکر فرمائے اور ''جن'' کو ''انس'' پر مقدم کیا شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ آسمان و زمین کے کناروں سے پار نکل جانا بڑی قوت وقدرت چاہتا ہے جنات کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسے امور کی قوت انسان سے زیادہ بخشی ہے اس لئے جنات کے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے جنو اور انسانو ! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ ہم اللہ کی حکومت سے کہیں بھاگ جائیں گے اور اس طرح ملک الموت کے تصرف سے بچ جائیں گے یا میدان حشر سے نکل کر بھاگ جائیں گے اور حساب و کتاب کی منزل سے بچ جائیں گے تو اپنی قوت کو آزما کر دیکھ لو اس کیلئے تو بہت بڑی قوت وقدرت اور غلبہ درکار ہے جو ان دونوں قوموں کو حاصل نہیں جس سے جن وانس کا عاجز ہونا ظاہر ہے۔

﴿۳۵﴾ تنبیہ : انسان کی رہنمائی کے لئے کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نفع نقصان پر متنبہ کرنا یہ کتنا بڑا انعام الٰہی ہے کیا تم اس انعام الٰہی کی قدر نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم الشان قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿۳۶﴾ یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ... الخ کیفیت عذاب : آریہ سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر تھا دیانند سرسوتی

اس نے ایک کتاب لکھی اس کا چودھواں باب قرآن کریم پر اعتراضات کیلئے وقف کیا ہے۔ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کے تحت لکھدیتا ہوں وہ کہتا ہے کہ قرآن کا مصنف جاہل ہے عقل سے محروم ہے اس لئے کہ اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ نعمت کیا ہے اور غیر نعمت کیا ہے وہ کہتا ہے تم پر آگ کے شعلے پھینکے جائیں گے۔ دھوئیں پھینکے جائیں گے ''فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' تو یہ آگ کے شعلے اور دھوئیں کونسی نعمت ہے آگے پھر دوزخ کا ذکر آتا ہے ''هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ'' کہ اس دوزخ میں تمہیں ڈالدیا جائے گا اور یہ دوزخ کوئی نعمت ہے یہ اس نے اعتراض کیا۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ ہر آیت میں نعمت جتلائی ہے کوئی اب نعمت ہے اور کسی کو کسی چیز کے مستقبل سے متنبہ کرنے کیلئے خبر دینا بھی نعمت ہے کہ اس سے بچیں۔ خبر دی کہ اگر تم نے نافرمانی کی تو آگ کے شعلے پڑیں گے۔ جہنم میں جائیں گے تو بروقت کسی چیز کی خبر دینا بھی تو نعمت ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حساب کتاب کی خبر دینا بھی نعمت عظمیٰ ہے۔ (بیان القرآن۔ص۔۹۰۔ج۔۱۱) لہٰذا اس کا اعتراض لایعنی ہے۔

فَلَا تَنْتَصِرٰنِ : نفی شفیع قہری : پھر تم اس کو ہٹا نہیں سکو گے۔ یعنی قیامت کے دن نہ تو کوئی ان شعلوں اور دھواں کو دفع کر سکے گا اور نہ اس سزا کا کچھ بدلہ لے سکے گا۔ ﴿۳۷﴾ مبادی قیامت سے آسمان کی کیفیت : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سرخ چمڑے کی طرح ہوجائیگا، ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ زیتون کے پھل کی تل چھٹ جیسا ہوجائیگا جہنم کی آگ کی تپش اسے پگھلا کر تیل۔ جیسا کردے گی۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۴۹۔ج۔۷)

﴿۳۹﴾ کیفیت حساب وسعت علم باری تعالیٰ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی سے نہ پوچھا جائیگا کہ فلاں عمل تو نے کیا ہے کہ نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ بلکہ بطور توبیخ کے کہا جائے گا ایسا کیوں کیا؟

﴿۴۱﴾ مجرمین کی پہچان : گناہ گار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے ہی پہچان لئے جائیں گے، چہرے سیاہ ہوں گے، آنکھیں کیری ہوں گی، مؤمنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے ان کے اعضاء وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

فَيُؤْخَذُ ... الخ مجرمین کی رسوائی : گناہ گاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائیگا، وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۵۰۔ج۔۷)

﴿۴۳﴾ مجرمین کی سرزنش : اس وقت کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

﴿۴۴﴾ مجرمین کی رسوائی : مجرموں کی حالت یہ ہوگی کبھی تو آگ کا عذاب دیا جائے گا کبھی گرم پانی کا عذاب دیا جائیگا۔ وغیرہ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ

اور اس شخص کیلئے جو ڈرا کھڑا ہونے سے اپنے پروردگار کے سامنے دو باغ ہونگے ﴿۴۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۷﴾ (وہ باغ) گھنی شاخوں والے ہونگے ﴿۴۸﴾ پس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ

پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۴۹﴾ ان دونوں باغوں میں دو چشمے بہتے ہونگے ﴿۵۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۱﴾ ان دونوں باغوں میں

فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ

قسم قسم کے پھل ہونگے ﴿۵۲﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۳﴾ ان باغوں میں تکیے لگا کر بیٹھنے والے ہونگے ایسے بچھونوں پر جنکے استر موٹے ریشم کے

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ

ہونگے اور ان باغوں کے پھل قریب ہونگے ﴿۵۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۵﴾ ان باغوں میں عورتیں ہونگی نیچی نگاہ والی کہ

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾

نہیں چھوا انکو کسی انسان نے اس سے پہلے اور نہ کسی جن نے ﴿۵۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۷﴾ وہ عورتیں گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں ﴿۵۸﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۵۹﴾ نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان ﴿۶۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۱﴾

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾

اور ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں ﴿۶۲﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۳﴾ وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہیں ﴿۶۴﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۵﴾

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾

ان میں دو چشمے ہیں ابلتے ہوئے ﴿۶۶﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۷﴾ ان دونوں میں پھل ہیں اور کھجوریں اور انار ﴿۶۸﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۶۹﴾ ان میں عورتیں ہیں اچھی اور خوبصورت ﴿۷۰﴾ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۱﴾

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾

وہ گورے رنگ کی ہیں رکی ہوئی خیموں کے اندر ﴿۷۲﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۳﴾ نہیں چھوا انکو کسی انسان نے اس سے پہلے اور نہ کسی جن نے ﴿۷۴﴾ پس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۵﴾ وہ لوگ تکیے لگا کر بیٹھنے والے ہوں گے سبز رنگ کے مسندوں پر اور نہایت نفیس قالینوں پر ﴿۷۶﴾ پس تم اپنے پروردگار

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ﴿۷۷﴾ بڑی برکت والا ہے نام تیرے پروردگار کا جو بزرگی اور عظمت والا ہے ﴿۷۸﴾

﴿۴۶﴾ ربط آیات : گزشتہ آیات میں مجرمین کیلئے سزا کا ذکر تھا، اب آگے متقین کیلئے انعامات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ③ : اعلیٰ درجہ کے متقین کا دارالاقامہ، باغوں کی تشریح، پانی کی تشریح، میوہ جات کی تشریح، متقین کی سرفرازی، متقین کی حوروں کی تشریح، حوروں کے پاکیزہ ہونے کا بیان، حوروں کا حسن وجمال، عدل وانصاف باری تعالیٰ، ادنیٰ درجہ

کے متقین کا دار الاقامہ، باغوں کی تشریح، پانی کی تشریح، میوہ جات کی تشریح، متقین کی حوروں کی تشریح، حوروں کا حسن و جمال، حوروں کے پاکیزہ ہونے کا بیان، متقین کی سرفرازی۔ ماخذ آیات۔ ۴۶ تا ۷۸+

اعلیٰ درجہ کے متقین کا دار الاقامہ : ابن شوذب اور عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔
(ابن کثیر۔ص۔۴۵۱۔ج۔۷)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص فرائض بجالاتا ہے اور محرمات سے رکتا ہے قیامت کے دن اسے دو جنتیں ملیں گی، بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہونگی اور ان کا کل سامان بھی چاندی کا ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہونگی ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب سونے کا ہوگا۔ ان جنتوں میں دیدار باری تعالیٰ میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزوجل کے ہے۔

﴿۴۸﴾ **کیفیت باغ :** ''افنان'' شاخوں کو کہتے ہیں یہ اپنی کثرت سے ایک دوسری سے ملی جلی ہوں گی، یہ سایہ دار ہوں گی جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۵۲۔ج۔۷)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہوگا کہ سوار اس میں سو سال تک چلا جائے۔ یا فرمایا کہ سو سوار اس کے نیچے سایہ حاصل کریں سونے کی ٹڈیاں اس پر چھائی ہوئی ہوں گی اس کے پھول بڑے بڑے مٹکوں کے جتنے ہوں گے۔ (رواہ الترمذی بحوالہ۔ ابن کثیر۔ص۔۴۵۳۔ج۔۷)

﴿۵۰﴾ **پانی کی تشریح :** اور ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے (دور تک) بہتے چلے جائیں گے۔ جو نہ کبھی تھمیں گے اور نہ خشک ہوں گے۔ ﴿۵۲﴾ **میوہ جات کی تشریح :** ان دونوں باغوں میں ہر میوہ کی دو قسمیں ہوں گی، کہ اس میں زیادہ تلذذ ہے کبھی ایک قسم کا مزہ لے لیا کبھی دوسری قسم کا۔ ﴿۵۴﴾ **متقین کی سرفرازی :** اور ان باغوں کے میوہ جات جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے چننے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں نفع حاصل کریں گے۔

﴿۵۶﴾ **متقین کی حوروں کی تشریح۔** ان خوبیوں والی بیویاں انہیں ملیں گی۔ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ... الخ **حوروں کے پاکیزہ ہونے کا بیان۔** مطلب یہ ہے کہ جو حوریں انسانوں کے لئے مقرر ہیں ان کو کسی انسان نے اور جو مؤمنین جنات کے لئے مقرر ہیں ان کو کسی جن نے ان سے پہلے مس نہیں کیا ہوگا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جیسا دنیا میں انسانی عورتوں پر کبھی جنات بھی مسلط ہو جاتے ہیں وہاں اس کا بھی کوئی امکان نہیں ہوگا۔ (معارف القرآن۔ص۔۲۶۱۔ج۔۸)

مواعظ ونصائح

اپنے آپ کو الجھنوں میں نہ ڈالئے : ایک مرتبہ ایک خوبرو نوجوان اپنے شیخ (پیر) کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ میں ایسی رفیقۂ حیات کی تلاش میں ہوں جو زندگی بھر میرے ساتھ رہے۔ اس سلسلہ میں آپ میری مدد کیجئے۔ شیخ نے پوچھا : ''وہ صفات تو بیان کرو جو تم اپنی بیوی میں دیکھنا چاہتے ہو۔''

وہ کہنے لگا : ''دیکھنے میں وہ خوبصورت ہو، قد آور ہو۔ اس کے بال ریشم کی طرح ملائم ہوں، بدن سے خوشبو پھوٹتی ہو۔ لذیذ کھانے تیار کرنا جانتی ہو، میٹھی میٹھی باتیں کرتی ہو، جب اس کی طرف دیکھوں تو خوش ہو جاؤں، میرے پیچھے میرے مال کی حفاظت کرے، فرمانبردار ہو۔ اس سے کسی شر و فساد کا ڈر نہ ہو، دین و مذہب کی پابند اور عقلمند و دانا ہو۔

وہ اسی طرح عورتوں کی تمام صفات بیان کرتا رہا اور وہ سب اس ایک عورت میں دیکھنے کا آرزومند ہوا جو اس کی بیوی بنے۔

جب اس شیخ نے یہ سب سن لیا تو کہنے لگا کہ بیٹا! تمہاری پسند کی بیوی میرے علم میں ہے۔'' نوجوان نے خوش ہو کر پوچھتا ہے: ''وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ شیخ نے کہا: خدا کے حکم سے وہ جنت میں ہے لیکن اگر دنیا میں کوئی بیوی چاہتے ہو تو اپنے آپ کو درگزر کا عادی بناؤ۔'' ہاں بے شک! اگر دنیا میں رہنا ہے تو درگزر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اپنے لیے الجھنیں اور مشکلات تلاش کر کے خود کو عذاب میں نہیں ڈالنا چاہیے، ورنہ ایسا ہوگا کہ تم اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے چیخ کر کہو گے: ''تم جو بات کر رہے ہو اس نے میری طرف اشارہ ہے۔'' کسی دن اپنے بیٹے پر چیخو گے کہ: ''تو سستی دکھا کر مجھے پریشان کرنا چاہتا ہے!'' کسی دن اپنی بیوی پر چیخو گے کہ: ''تم جان بوجھ کر گھر کے کاموں میں لاپرواہی برت رہی ہو۔''

ہماری نبی ﷺ ان دنیوی معاملات میں درگزر سے کام لیا کرتے تھے، اور اپنی زندگی کو خوشگوار رکھتے تھے۔ مثلاً کبھی کبھی چاشت کے وقت آپ کو بھوک لگتی تو گھر تشریف لاتے تو گھر والوں سے پوچھتے کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے۔؟ جواب ملتا کہ کچھ نہیں ہے۔ تو آپ فرماتے تو پھر ہم آج روزہ رکھ لیں گے۔ آپ ایسے موقع پر کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرتے تھے۔ یہ نہیں فرماتے تھے کہ ''آج تم نے کھانا کیوں تیار نہیں کیا؟ مجھے بتا دیتیں میں بازار سے سامان خرید لاتا۔'' آپ ایسی کوئی بات نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ فرما دیا کرتے کہ ''آج ہمارا روزہ ہے۔'' بس معاملہ ختم۔ اور لوگوں کے ساتھ بھی آپ کا برتاؤ اسی طرح نرمی اور درگزر پر مبنی تھا۔

حضرت کلثوم بن الحصین کی داستان: حضرت کلثوم بن الحصینؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ اس موقع پر میں ایک رات آپ کے ساتھ ساتھ سیر کر رہا تھا۔ ہم اس وقت وادی اخضر میں تھے۔ حضرت کلثومؓ نے ایک طویل واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بات بیان کی کہ وہ بہت لمبا سفر طے کر رہے تھے جس کی وجہ سے ان پر نیند کا غلبہ ہونے لگا اور ان کی اونٹنی رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے قریب آجاتی تو وہ ایک دم جاگ جاتے اور اپنی اونٹنی کو دور لے جاتے کہ کہیں ان کی اونٹنی کا کجاوہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں سے نہ ٹکرا جائے۔

آخر یہی ہوا۔ کچھ دور چلنے کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اور ان کی اونٹنی رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور اس کے کجاوہ سے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کو چوٹ لگی تو درد کی وجہ سے آپ کے منہ سے ''اف'' کی آواز نکلی۔ حضرت کلثومؓ جاگ گئے۔ انہوں نے پریشان ہو کر کہا: ''یارسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔'' آپ نے بڑی فراخ دلی سے فرمایا: ''کوئی بات نہیں۔ چلو، چلتے رہو۔''

جی ہاں! آپ نے فرمایا: چلتے رہو، کوئی جھگڑا نہیں کیا کہ مجھے کیوں تنگ کرتے ہو، راستہ تو بہت چوڑا ہے! تم کیوں میری طرف آئے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نہیں، ایسی کوئی جھگڑے والی بات نہیں کی۔ بس پاؤں کو چوٹ لگی۔ معاملہ ختم۔ آپ کا طریق کار ہمیشہ یہی رہا۔

سوتی چادر: ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک عورت سوتی چادر لے کر آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''یارسول اللہ ﷺ اس کو قبول فرمالیں۔ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ یہ لے کر اندر گھر میں گئے اور اس کو بطور تہبند کے پہن کر باہر تشریف لائے۔ وہیں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ مجھے پہننے کو دے دیجئے!''

آپ نے فرمایا: ہاں لے لو آپ فوراً گھر واپس گئے۔ اس کو اُتار کر تہہ کیا اور اپنا پرانا تہبند باندھ لیا اور نئی چادر اس شخص کو دے دی۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: ''تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ تم نے یہ چادر آپ سے مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم تھا کہ آپ کسی مانگنے والے کو دینے سے انکار نہیں کرتے۔'' اس شخص نے کہا: ''واللہ! میں نے آپ سے یہ صرف اس لیے مانگی تا کہ میرے مرنے کے بعد یہ میرا کفن بنے۔'' جب اس شخص کا انتقال ہوا تو اس کے گھر والوں نے اسی چادر سے اس کا کفن بنا دیا۔ (صحیح بخاری)

لوگوں کے دل جیتنے کا یہ کتنا اچھا طریقہ ہے۔ایک اور واقعہ سنئے :
حسن وحسین کود کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے: آپ ایک دن عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے کہ مسجد میں دو بچے داخل ہوئے۔ یہ حضرت فاطمہؓ کے بیٹے حسن اور حسینؓ تھے۔یہ سیدھے اپنے نانا جان یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ اس وقت نماز پڑھا رہے تھے۔جب آپ سجدہ میں گئے تو یہ دونوں کود کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے۔جب آپ سجدہ سے اٹھنے لگے تو ان دونوں کو آرام سے پکڑا اور نرمی کے ساتھ پیٹھ سے اتار دیا۔وہ دونوں ایک طرف بیٹھ گئے۔جب آپ دوبارہ سجدہ میں گئے تو یہ دونوں پھر کود کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے۔آخر جب آپ نے نماز پوری پڑھ لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔
حضرت ابوہریرہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا : ''یا رسول اللہ! کیا میں ان دونوں کو واپس پہنچا دوں؟'' یعنی ان کی والدہ کو دے آؤں؟ لیکن آپ نے واپس بھیجنے میں جلدی نہیں کی۔پھر کچھ دیر اسی طرح بیٹھے تھے کہ آسمان پر بجلی چمکی تو آپ نے دونوں سے کہا کہ ''جاؤ اب اپنی امی کے پاس چلے جاؤ'' تو وہ دونوں اٹھے اور اپنی والدہ کے پاس چلے گئے۔(مسند احمد)
ایک اور دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ ظہر یا عصر کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو آپ گود میں حسن یا حسینؓ کو اٹھائے ہوئے تھے۔آپ نماز کی جگہ تشریف لائے تو اس بچہ کو ایک طرف بٹھا دیا۔پھر تکبیر فرما کر نماز پڑھانی شروع کی۔جب سجدہ میں گئے تو بہت دیر تک سجدہ میں رہے۔یہاں تک کہ صحابہؓ کو اندیشہ ہوا کہ آپ کو کچھ ہو تو نہیں گیا۔لیکن پھر آپ سجدہ سے اُٹھ گئے۔ جب نماز ختم ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے آپ سے اس بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس نماز میں اتنا لمبا سجدہ کیا جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔کیا آپ کو اس کا حکم دیا تھا؟ یا وحی اتر رہی تھی؟'' آپ نے فرمایا : ''دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ہوا یہ کہ میرا بیٹا میری پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔میں نے جلدی کرنا پسند نہیں کیا، اور اس کے دل بھرنے کا انتظار کیا۔(مستدرک حاکم)
روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ: ایک مرتبہ حضرت اُم ہانی بنت ابی طالبؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔اس وقت آپ کو بھوک لگ رہی تھی۔آپ نے پوچھا : ''کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے جو ہم کھا سکیں۔'' انہوں نے کہا : ''صرف روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہیں۔ان کو پیش کرنے میں شرم آتی ہے۔'' وہ لے آئیں تو آپ نے ان کو توڑ کر پانی میں ڈالا۔پھر وہ نمک لے آئیں جو اس پر چھڑک دیا۔آپ یہی پانی میں بھیگے ہوئے ٹکڑے کھانے لگے۔پھر آپ نے اُم ہانیؓ سے پوچھا کہ کوئی سالن بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا : ''نہیں یا رسول اللہ! میرے پاس سالن بھی نہیں ہے۔البتہ سرکہ ہے۔'' آپ نے فرمایا : لاؤ وہی لے آؤ'' وہ لے کر آگئیں۔آپ نے وہ سرکہ ان بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں پر ڈال دیا اور اس کو نوش فرمایا۔اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔پھر فرمایا : ''سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔'' (طبرانی وصحیحین)
جی ہاں! آپ زندگی جیسی بھی میسر تھی اس کو بسر فرما رہے تھے، اور جیسے بھی حالات ہوتے آپ ان کو برداشت فرماتے۔
حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت جبار بن صخرؓ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز: ایک مرتبہ آپ حج کے سفر پر روانہ ہوئے۔صحابہ کرامؓ آپ کے ساتھ تھے۔راستہ میں ایک جگہ آپ سب ٹھہرے۔رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لیے کچھ دور چلے گئے۔وہاں سے فارغ ہوئے تو پانی کے حوض پر وضو فرمایا اور اس کے قریب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔اس کے بعد حضرت جابر بن عبداللہؓ آئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہہ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی۔نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑا نرمی کے ساتھ اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔
پھر حضرت جبار بن صخرؓ بھی آ گئے، انہوں نے بھی وضو کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔آپ نے ان

دونوں کو ہاتھ سے پکڑا اور بڑی نرمی کے ساتھ وہاں سے ہٹا کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا (صحیح مسلم)

نومولود بچے نے پیشاب کر دیا: ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنے نومولود بچہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئیں تا کہ آپ کو چیز چبا کر بچہ کو چٹادیں۔ آپ نے بچہ کو لے کر گود میں بٹھالیا۔ گود میں بیٹھتے ہی بچہ نے پیشاب کر دیا جس سے آپ کے کپڑے بھی پیشاب سے بھیگ گئے۔ آپ نے صرف اتنا کیا کہ پانی منگایا اور جہاں جہاں پیشاب سے کپڑے بھیگے تھے وہاں پر پانی چھڑک دیا (صحیح بخاری) بس کام پورا ہو گیا۔ نہ آپ ناراض ہوئے، نہ تیوری پر کوئی بل آیا۔

معلوم نہیں ہم کیوں اتنی اتنی سی باتوں پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ آپ کے ارد گرد جو کچھ ہو رہا ہو وہ سو فیصد آپ کی مرضی کے مطابق ہوتا رہے۔ بے عیب تو بس خدا کی ذات ہے۔ بعض لوگ تو ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتے ہیں۔ بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں۔ بلکہ بعض ماں باپ بھی اور بعض استاد اور استانیاں بھی۔ جو غلطیاں ڈھکی چھپی ہیں انہیں کریدنا نہیں چاہیے نیز جو لوگ عذر پیش کریں ان کی معذرت کھلے دل سے قبول کر لینی چاہیے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ آپ سے محبت کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے عذر کر رہے ہوں، نہ کہ ذاتی مصلحتوں کی خاطر۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے فرمان پر غور کیجئے۔ ایک روز آپ نے منبر پر چڑھ کر بآواز بلند تقریر فرمائی تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ پردہ نشین عورتیں جو گھروں میں بیٹھی ہیں وہ بھی سن سکیں۔

معلوم ہے آپ نے کیا فرمایا، آپ نے فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو لیکن ابھی وہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور نہ ان کے عیب تلاش کرو، کیونکہ جو کوئی اپنے بھائی کی عیب جوئی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیب کھول کر اس کو رسوا کرے گا خواہ وہ اپنے گھر کے اندر بیٹھا ہو۔ (ترمذی)

جی ہاں! غلطیاں نہیں ٹٹولنی چاہئیں اور نہ عیب تلاش کرنے چاہئیں۔ بلکہ عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس طرح کی الجھنوں اور فتنوں کو سر اٹھانے نہیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہ بڑی پرسکون مجلس تھی۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا دیکھو تم میں سے کوئی بھی میرے کسی صحابہ کی غیبت میرے پاس آ کر نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے سامنے آ کر بیٹھوں تو میرا دل (سب سے کی طرف سے) صاف ہو۔" (ابوداؤد، ترمذی)

﴿۵۸﴾ حوروں کا حسن و جمال: گویا کہ وہ "اَلْیَاقُوْتُ" اور "اَلْمَرْجَانُ" ہیں، مرجان کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اَلْیَاقُوْتُ" کی صفائی اور "لُؤْلُؤ" کی سفیدی سے تشبیہ دی ہے۔

﴿۶۰﴾ عدل و انصاف باری تعالیٰ: احسان کا بدلہ احسان ہے یعنی جو شخص شرک سے محفوظ رہا اور اعمال صالح کرتا رہا اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا ہے اور اسے جنت ملے گی اور اس کو نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

﴿۶۲﴾ ادنیٰ درجہ کے متقین کا دار الاقامہ: یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے اُن جنتوں سے کم مرتبہ میں ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان جنتوں کا ذکر اور صفت پہلے بیان ہوئی ہے اور تقدیم فضیلت کی دلیل ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں پر "وَمِنْ دُوْنِهِمَا" فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان سے مرتبہ اور درجہ میں کم ہیں، وہاں فرمایا تھا "ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ" یعنی جن میں بہت سی شاخیں ہوں گی مختلف مزے کے میووں والی، یہاں فرمایا "مُدْهَآمَّتٰنِ" وہ دونوں بہت سبز ہوں گی، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہوں گے کہ ساری جنت سر سبز معلوم ہو رہی ہو گی۔

(قرطبی۔ص۔۱۵۹۔ج۔۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ وہاں شاخوں کی پھیلاوٹ کا ذکر ہے اور یہاں درختوں کی کثرت کا ذکر ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوا اس

جنت میں اور اس جنت میں بہت بڑا فرق ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۵۶۔ج۔۷)

﴿۶۶﴾ **پانی کی تشریح** : ان دونوں باغوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چشمے اہل جنت پر خیر و برکت نچھاور کرتے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دو چشمے مسک اور کافور کے ہیں۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۵۲۔ج۔۴)

﴿۶۸﴾ **میوہ جات کی تشریح** : عبد بن حمید نے کہا یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی پھر انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر انہوں نے کہا کیا فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ پسینہ آئے گا سب کچھ ہضم ہو جائے گا۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۵۷۔ج۔۷)

﴿۷۰﴾ **متقین کی حوروں کی تشریح** : ان باغوں میں عورتیں عمدہ اور اچھے اخلاق والی ہونگی "خَیْرٰتٌ" کے معنی خوب سیرت اور "حِسَانٌ" کے معنی خوبصورت۔ (قرطبی۔ص۔۱۶۱۔ج۔۱۷)

﴿۷۲﴾ **حوروں کا حسن و جمال** : یہ خوبصورت عورتیں پردوں میں چھپی ہوئی ہوں گی۔ اس سے واضح معلوم ہوا کہ عورت ذات کی خوبی یہ ہے کہ گھر میں ٹھہری رہیں۔

﴿۷۴﴾ **حوروں کے پاکیزہ ہونے کا بیان**۔ ﴿۷۶﴾ **متقین کی سرفرازی**۔ قاموس میں لکھا ہے کہ "رَفْرَفٍ" سبز رنگ کا ریشمی کپڑا ہے جس کے فرش اور تکیے اور دوسرا زینت کا سامان بنایا جاتا ہے۔ "عَبْقَرِیٍّ" نادر گراں بہا "عبقر" عرب میں جنوں کے مسکن کا نام مشہور تھا اسی کی طرف منسوب ہو کر نادر و عجیب چیز "عَبْقَرِی" کہلاتی تھی۔ قرآن کریم میں اسی محاورے کے مطابق اس لفظ سے جنت کے قیمتی فرش مراد ہیں۔ (مفردات القرآن بحوالہ قاموس القرآن۔ص۔۳۴۷)

﴿۷۸﴾ **عظمت خداوندی** : یعنی جس خدا نے اپنے وفاداروں کو ایسے ایسے انعامات سے نوازا ہے اگر غور کیا جائے تو سب کچھ اس کے نام کی برکت ہے جس نام میں اتنی برکتیں ہیں تو نام والے میں کیا کچھ برکتیں ہوں گی۔

الحمدللہ سورۃ الرحمٰن کی تفسیر مکمل ہوئی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ واقعہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الواقعہ ہے اس سورۃ کی پہلی آیت میں یہ لفظ مذکور ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے اور اس سورۃ کا نام سورۃ ''التامۃ الکبریٰ'' بھی ہے، اس سورۃ کو ''قارعہ'' بھی کہتے ہیں۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۵۶۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۴۶۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں تین رکوع ۔۹۶۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : ''واقعہ'' بمعنی واقع ہونے والی اس سے مراد یہاں پر قیامت ہے یہ پوری سورۃ قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے حالات وکیفیات پر مشتمل ہے، اس لئے بطور علامت واقعہ نام مقرر ہوا۔

ربط آیات۔ ❶ سورۃ الرحمٰن کے آخر میں فرمایا تھا ''تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ'' اب اس سورۃ میں اس کے کامل جلال کے اکرام کے ظاہر ہونے کا وقت بیان ہو رہا ہے، وہ کس دن ظاہر ہوگا فرمایا ''اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ'' یعنی قیامت کے دن بالفاظ دیگر جب جنت کی نعمتوں اور وہاں کے اسباب عیش وآرام کا ذکر سنا تو نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھتے تھے کہ وہ دن کب آئیگا تو فرمایا کہ وہ قیامت آئے گی یعنی دوسرے جہان میں۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا، اس سورۃ میں بھی فریقین کے نتائج کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی، دو ناجی اور ایک ہالک۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ میں بھی سورۃ یٰسین کی طرح دین کے بنیادی اصول یعنی توحید، رسالت، وقوع قیامت قرآن کی صداقت وعظمت اور جزائے عمل کا ذکر ہے۔ یہ چاروں اصول سورۃ یٰسین میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور اس سورۃ میں ان مضامین کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قسم السورۃ : روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے سورۃ ھود، سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ نباء اور سورۃ کورت نے بوڑھا کر دیا چونکہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال مذکور ہیں۔

فضائل سورۃ : حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اور ابویعلی رحمہ اللہ اور بعض دیگر مفسرین، محدثین اور مؤرخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا تھے تو خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے ان سے پوچھا ''ماتشتکی'' آپ کو کس چیز کی تکلیف ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''ذنوبی'' مجھے میرے گناہوں اور غلطیوں کی زیادہ تکلیف ہے پھر خلیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا ''رحمۃ ربی'' مجھے میرے پروردگار کی رحمت کی زیادہ ضرورت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کیا آپ کے لئے کسی طبیب کا انتظام کروں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حقیقی طبیب اللہ نے ہی بیمار کیا ہے۔ بیماری اسی کے حکم سے لاحق ہوئی ہے اور آپ کس طبیب کو بلائیں گے، خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کیلئے کسی عطیہ کا حکم نہ کروں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لا حاجۃ لی'' مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وظیفہ آپ کے بچوں

کے کام آئے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو میرے بچوں کے فاقہ کا خطرہ ہے، حالانکہ میں نے اپنے بچوں کو سورۃ واقعہ پڑھنے کی تلقین کررکھی ہے، کیونکہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات تلاوت کرے گا حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (بیہقی فی شعب الایمان۔ص۔۴۹۱۔ج۔۳۔مدارک۔ص۔۲۲۵۔ج۔۴۔ابن کثیر۔ص۔۲۶۰۔ج۔۷)

بہر حال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان ہونے کی علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا، کہ اپنے بچوں کو یہی تربیت دی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے تابعین سے منقول ہے کہ اپنی اولادوں کو سورۃ واقعہ سکھاؤ، کیونکہ یہ سورۃ الغناء ہے۔ (کنز العمال۔ص۔۵۹۲۔ج۔۱)

اگر کسی کی ظاہری حالت کمزور ہو تو اس کو سورۃ واقعہ کی تلاوت کرنی چاہئے، اس کی برکت سے سکون قلب ضرور حاصل ہوگا، اور وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوگا۔ (دروس القرآن۔ص۔۳۰۱۔ج۔۱۸)

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾

جب واقع ہوجائے گی واقع ہونیوالی ﴿۱﴾ نہیں ہے اسکے وقوع کی بات جھوٹی ﴿۲﴾ وہ پست کرنیوالی اور بلند کرنیوالی ہے ﴿۳﴾ جبکہ ہلادی جائے گی زمین ہلایا جانا ﴿۴﴾

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ

اور ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے پہاڑ ﴿۵﴾ پس ہوجائیں گے وہ غبار اڑایا ہوا ﴿۶﴾ اور تم ہوجاؤ گے تین قسم پر ﴿۷﴾ پس دائیں طرف والے کیا ہی اچھے ہیں دائیں طرف والے ﴿۸﴾

مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور بائیں طرف والے کیا ہی برے ہیں بائیں طرف والے ﴿۹﴾ اور سبقت کرنیوالے تو سبقت کرنیوالے ہی ہیں ﴿۱۰﴾

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

یہی لوگ مقرب ہیں ﴿۱۱﴾ وہ نعمتوں کے باغوں میں ہونگے ﴿۱۲﴾ گروہ کثیر ہے پہلوں میں سے ﴿۱۳﴾ اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں سے ﴿۱۴﴾

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾

سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہونگے ﴿۱۵﴾ تکیہ لگانیوالے ہونگے ان پر آمنے سامنے ﴿۱۶﴾ پھریں گے ان پر لڑکے ہمیشہ رہنے والے ﴿۱۷﴾

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا

گلاسوں اور صراحیوں کیساتھ اور پیالے نتھری ہوئی صاف شراب سے ﴿۱۸﴾ وہ اس سے سرگرداں نہیں ہونگے اور نہ کوئی بیہودہ بات کریں گے ﴿۱۹﴾ اور پھل ہونگے

يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾

جو وہ پسند کریں گے ﴿۲۰﴾ اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے ﴿۲۱﴾ اور گورے رنگ کی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہونگی ﴿۲۲﴾ گویا کہ وہ غلاف میں بند کئے ہوئے موتی ہیں ﴿۲۳﴾

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

یہ بدلہ ہے اسکا جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۲۴﴾ نہیں سنیں گے اس میں کوئی بے ہودہ بات اور نہ کوئی گناہ کی بات ﴿۲۵﴾ مگر بولنا سلام ہی سلام کا ﴿۲۶﴾

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾

اور دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوبی ہے دائیں ہاتھ والوں کی ﴿۲۷﴾ وہ کانٹے اترے ہوئے بیری کے درختوں میں ہونگے ﴿۲۸﴾ اور تہ برتہ کیلوں میں ﴿۲۹﴾

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

اور لمبے سایوں میں ﴿۳۰﴾ اور بہائے ہوئے پانی میں ﴿۳۱﴾ اور بہت سے پھلوں میں ﴿۳۲﴾ نہ وہ قطع کئے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے ﴿۳۳﴾ اور بچھونے ہونگے اونچے درجے کے ﴿۳۴﴾

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ع ۱ ۴۸ ۱۴

بیشک ہمنے انکی رفاقت کیلئے اٹھایا انکو اٹھانا ﴿۳۵﴾ پس بنایا ہے ہمنے انکو دوشیزہ ﴿۳۶﴾ محبت کرنے والی ہم عمر ﴿۳۷﴾ دائیں ہاتھ والے کیلئے ﴿۳۸﴾

خلاصہ رکوع ❶ : وقوع قیامت، تردید منکرین قیامت، نتیجہ وقوع قیامت، کیفیت زمین، کیفیت جبال، بنی آدم کے اقسام کا اجمالی خاکہ، قسم اول اصحاب میمنہ کی کامیابی، قسم دوم اصحاب مشئمہ کی ناکامی، قسم سوم خواص مؤمنین، کفار کی رسوائی، خواص مؤمنین کے نتائج، سابقین کی تشریح، سابقین کی سرفرازی، سابقین کے خدام، خدام کے مشاغل، جنت کی شراب کی خصوصیت، سابقین کیلئے میوہ جات کا انتظام، تازہ گوشت کا انتظام، سابقین کے لئے حوروں کی تشریح، حوروں کا حسن وجمال، عدل وانصاف باری تعالیٰ، فضیلت جنت، سابقین کا طرز تکلم، اصحاب یمین کے نتائج، اصحاب یمین کے انعامات کی تشریح، جنت کے پھلوں کی خصوصیات، جنت کے فراش، جنتی عورتوں کی پیدائش، جنت کی حوروں کی کیفیت، ۱، ۲، اصحاب یمین کے نتائج۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۳۸+

﴿۱﴾ وقوع قیامت۔ ﴿۲﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ : تردید منکرین قیامت : "كَاذِبَةٌ" مصدر ہے جیسے "عارضۃ" اور معنی یہ ہے کہ اسکے واقع ہونے میں جھوٹ نہیں ہوسکتا اور بعض حضرات نے "كَاذِبَةٌ" بھی "تکذیب" قرار دیا ہے، معنی یہ ہے کہ اس کی تکذ۔یب نہیں ہوسکتی۔ (قرطبی۔ص۔۱۶۸۔ج۔۴)

﴿۳﴾ نتیجہ وقوع قیامت۔ ﴿۴﴾ کیفیت زمین۔ ﴿۶،۵﴾ کیفیت جبال۔

﴿۷﴾ وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً : بنی آدم کے اقسام کا اجمالی خاکہ : حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ایک قوم اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں طرف ہوگی، یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف سے پیدا ہوئے تھے، ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، یہ سب لوگ جنتی ہوں گے۔ اور دوسری قوم اللہ تعالیٰ کے عرش کے بائیں طرف ہوگی جو حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف سے پیدا ہوئے تھے اور انکے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائینگے اور یہ سب لوگ جہنمی ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ ﴿آمین﴾

اور تیسرا گروہ سابقین کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عرش کے سامنے خصوصی امتیاز اور قرب الٰہی کے مقام پر ہوگا، جن میں انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ شامل ہوں گے، یہ تعداد میں بنسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں، پس یہ تین قسمیں اہل محشر کی ہوجائیں گی۔

﴿۸﴾ قسم اول اصحاب میمنہ کی کامیابی۔ ﴿۹﴾ قسم دوم اصحاب مشئمہ کی ناکامی : جیسا کہ اس سورۃ کے آخر میں

پھر ان تین گروہوں کا ذکر آئے گا ہر شخص اپنی موت کے وقت آثار محسوس کرے گا کہ ان تین گروہوں میں سے کس گروہ میں شامل ہوگا۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۶۲۔ج:۷)

﴿۱۰﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ : قسم سوم خواص مؤمنین : سابقین اولین سے کون حضرات مراد ہیں؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے ہجرت میں سبقت کی۔
(روح المعانی۔ص۔۱۸۷۔ج۔۲۷)

❷ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔
(قرطبی۔ص۱۷۱۔ج۔۱۷)

❸ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۲۔ج۔۱۷۔روح المعانی۔ص۔۱۸۷۔ج۔۲۷۔معالم التنزیل۔ص۔۲۵۵۔ج۔۴)

❹ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر عمل کرنے میں سبقت کی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۵۵۔ج۔۴۔مظہری۔ص۔۱۶۶۔ج۔۹)

❺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے پانچ نمازوں کے اہتمام میں سبقت کی۔
(قرطبی۔ص۔۱۷۲۔ج۔۱۷۔روح المعانی۔ص۔۱۸۷۔ج۔۲۷۔معالم التنزیل۔ص۔۲۵۵۔ج۔۴)

❻ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو توبہ اور اعمال صالح کی طرف سبقت کرتے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۲۔ج۔۱۷۔روح المعانی۔ص۔۱۸۷۔ج۔۲۷۔معالم التنزیل۔ص۔۲۵۵۔ج۔۴)

مذکورہ تمام اقوال اپنے مقام پر درست ہیں ان سب میں جامع قول حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو تمام اقوال کو شامل ہے۔

﴿۱۲،۱۱﴾ خواص مؤمنین کے نتائج۔۱۔۲۔﴿۱۴،۱۳﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ : سابقین کی تشریح : ان کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا، اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں ہوں گے۔ ایک تفسیر یہ ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں بیان فرمائی ہے اگلوں سے مراد متقدمین ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل زمانہ تک ہیں۔ اور پچھلوں سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لیکر قیامت تک کے لوگ ہیں۔ (کذافی الدرعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعا بیان القرآن۔ص۔۱۰۲۹۔ج۔۲)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اولین سے مراد اسی امت کے پہلے اور آخرین سے مراد اسی امت کے پچھلے لوگ ہیں، یعنی پہلے لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ ان میں سابقین زیادہ ہوں گے اور پچھلوں میں کم۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۳۔ج۔۱۷۔مظہری۔ص۔۱۶۷۔ج۔۹)

﴿۱۶،۱۵﴾ سابقین کی سرفرازی۔﴿۱۷﴾ سابقین کے خدام۔﴿۱۸﴾ خدام کے مشاغل۔

﴿۱۹﴾ جنت کے شراب کی خصوصیت۔﴿۲۰﴾ سابقین کے لئے میوہ جات کا انتظام۔

﴿۲۱﴾ تازہ گوشت کا انتظام۔﴿۲۲﴾ سابقین کی حوروں کی تشریح۔

﴿۲۳﴾ حوروں کا حسن و جمال۔﴿۲۴﴾ عدل و انصاف باری تعالیٰ۔

﴿۲۵﴾ فضیلت جنت۔﴿۲۶﴾ سابقین کا طرز تکلم۔﴿۲۷﴾ اصحاب یمین کے نتائج۔

﴿۲۸ تا ۳۲﴾ اصحاب یمین کے انعامات کی تشریح۔

﴿۳۳﴾ جنت کے پھلوں کی خصوصیت ۔ "مَقْطُوْعَةٍ" سے مراد جو فصل ختم ہونے پر ختم ہوجائے جیسے دنیا کے عام

پھلوں کا حال ہے کہ کوئی گرمی میں ہوتا ہے جو موسم کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے کوئی سردی یا برسات میں ہوتا ہے اور موسم کے ختم پر اس کا نام ونشان نہیں رہتا جنت کا ہر پھل دائمی ہر وقت ہر موسم میں موجود رہے گا۔ ''مَمْنُوْعَةٍ'' سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کے نگران ان کو توڑنے سے منع کرتے ہیں جنت کے پھل اس سے بھی آزاد ہوں گے ان کو توڑنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

﴿۳۴﴾ جنت کے فراش : یا تو یہ فراش اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے یا مکان اور محل بلند ہوں گے اس لئے بچھونے بھی بلند ہوں گے۔ اور بعض مفسرین نے اس جگہ فراش سے مراد عورت کو لیا ہے کیونکہ عورت کو بھی لفظ فراش سے تعبیر کیا جاتا ہے حدیث میں ہے ''الولد للفراش'' اس میں فراش سے بیوی مراد ہے اور اگلی آیتوں میں جو جنتی عورتوں کے صفات موجود ہیں وہ بھی اسی معنی کا قرینہ ہیں۔ (مظہری۔ص۔۱۷۲۔ج۔۹)

﴿۳۵﴾ جنتی عورتوں کی پیدائش : ہم نے جنت کی عورتوں کی پیدائش وتخلیق ایک خاص انداز سے کی ہے یہ خاص انداز حور ان جنت کے لئے تو اس طرح ہے کہ وہ جنت ہی میں بغیر ولادت کے پیدا کی گئی ہیں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں جائیں گی ان کی خاص تخلیق سے مطلب یہ ہوگا کہ جو دنیا میں بدشکل یا سیاہ رنگ یا بوڑھی تھی اس کو حسین شکل وصورت میں جوان رعنا کر دیا جائے گا۔

﴿۳۶،۳۷﴾ جنت کی حوروں کی کیفیت :۱۔۲۔ ﴿۳۸﴾ اصحاب یمین کے نتائج : یہ سب چیزیں داہنے ہاتھ والوں کی ہوں گی۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾

ایک گروہ کثیر ہوگا پہلوں میں سے ﴿۳۹﴾ اور ایک گروہ کثیر ہوگا پچھلوں میں سے ﴿۴۰﴾ اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے ﴿۴۱﴾

فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

تند تیز ہوا اور گرم پانی میں ہونگے ﴿۴۲﴾ اور دھوئیں کے سائے میں ﴿۴۳﴾ جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ ﴿۴۴﴾ بیشک تھے یہ لوگ اس سے پہلے

ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا

دنیا میں آسودہ حال ﴿۴۵﴾ اور تھے وہ اصرار کرتے بڑے گناہ پر ﴿۴۶﴾ اور وہ کہتے تھے کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہوجائیں گے مٹی

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ

اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی تو کیا ہم البتہ پھر اٹھائے جائیں گے؟ ﴿۴۷﴾ یا ہمارے اگلے آباؤ اجداد ﴿۴۸﴾ آپ کہہ دیجئے اے پیغمبر

وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾

بیشک پہلے بھی اور پچھلے بھی ﴿۴۹﴾ البتہ سب اکٹھے کئے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وعدے کے وقت پر ﴿۵۰﴾ پھر تم اے بہکنے والو اور جھٹلانے والو ﴿۵۱﴾

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾

البتہ تم کھانے والے ہوگے تھوہر کے درخت سے ﴿۵۲﴾ پس بھرنے والے ہوگے اس سے پیٹوں کو ﴿۵۳﴾ پس پینے والے ہوگے اس پر کھولتے ہوئے پانی سے ﴿۵۴﴾

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

پس پینے والے ہو گے تونسے ہوئے اونٹوں کی طرح پینا ﴿۵۵﴾ یہ ہوگی انکی مہمانی انصاف کے دن ﴿۵۶﴾ ہمنے تمہیں پیدا کیا ہے پس تم کیوں نہیں تصدیق کرتے ﴿۵۷﴾

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ

بھلا دیکھو جو تم قطرہ آب ٹپکاتے ہو ﴿۵۸﴾ کیا تم اسکو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ﴿۵۹﴾ ہمنے مقدر کی ہے تمہارے درمیان موت اور

الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا

نہیں ہیں ہم عاجز آنے والے ﴿۶۰﴾ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ ہم تبدیل کردیں تمہاری طرح کے اور لوگ، اور تمہیں وہاں اٹھائیں

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

جہاں تم نہیں جانتے ﴿۶۱﴾ اور البتہ تحقیق تمنے جان لیا ہے پہلی دفعہ کا اٹھانا پس تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۶۲﴾ بھلا دیکھو جس کو تم بوتے ہو ﴿۶۳﴾

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾

کیا تم اسکو اگاتے ہو یا ہم ہیں اس کی کھیتی کرنے والے ﴿۶۴﴾ اگر ہم چاہیں تو کردیں اس کو روندا ہوا پس ہو جاؤ تم باتیں بناتے ہوئے ﴿۶۵﴾

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

کہ بیشک ہم پر تاوان ڈالدیا گیا ہے ﴿۶۶﴾ بلکہ ہم محروم کردیئے گئے ہیں ﴿۶۷﴾ بھلا دیکھو وہ پانی جو تم پیتے ہو ﴿۶۸﴾ کیا تمنے اتارا ہے اسکو سفید بادلوں سے

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

یا ہم ہیں اتارنے والے ﴿۶۹﴾ اگر ہم چاہیں تو کردیں اسکو کھاری پس کیوں نہیں تم شکر ادا کرتے ﴿۷۰﴾

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾

بھلا دیکھو وہ آگ جسکو تم سلگاتے ہو ﴿۷۱﴾ کیا تمنے پیدا کیا اسکا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنیوالے ﴿۷۲﴾

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ہم نے بنایا ہے اسکو یاد دہانی کیلئے اور سامان فائدہ اٹھانے کیلئے صحراؤں میں چلنے والے لوگوں کیلئے ﴿۷۳﴾ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے پروردگار کے نام کی جو عظمتوں کا مالک ہے ﴿۷۴﴾

﴿۳۹﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ : ربط آیات : گزشتہ آیات میں نتائج کا ذکر تھا، اب بھی آگے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ : اصحاب الیمین کی تشریح، اصحاب شمال یعنی کفار اور ان کے نتائج، ۱، ۲، ۳، سبب گمراہی، سبب رسوائی، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، مجرمین کی خوراک، مجرمین کے پانی کی تشریح، پانی پینے کی کیفیت، مجرمین کی مہمانی سے رسوائی، تنبیہ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، تنبیہ منکرین قیامت، قدرت باری تعالیٰ کے نمونے، تنبیہ مشرکین، تنبیہ مشرکین، قدرت عجیبہ، فریضہ خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۳۹ تا ۷۴+

﴿۳۹، ۴۰﴾ اصحاب یمین کی تشریح : فرمایا ان اصحاب یمین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے

لوگوں میں سے ہوگا بلکہ متأخرین میں اصحاب الیمین متقدمین سے عدد میں اکثر ہونگے چنانچہ احادیث میں مصرح ہے کہ مجموعہ مؤمنین اس امت کا امم سابقہ کے مجموع مؤمنین سے اکثر ہوں گے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اصحاب الیمین زیادہ ہوں کیونکہ خواص مقربین کی اکثریت متقدمین میں خود آیت بالا سے ثابت ہے اور جب اصحاب الیمین مرتبہ میں مقربین سے کم ہیں تو ان کی جزا بھی کم ہوگی۔ سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ مقربین کی جزاء میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل شہر کو زیادہ مرغوب ہے اور اصحاب الیمین کی جزاء میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل قریہ کو زیادہ مرغوب ہے پس اشارہ اس طرف ہو گیا کہ ان میں ایسا تفاوت ہوگا جیسا اہل شہر و اہل قریہ میں۔ (کذا فی روح المعانی بحوالہ بیان القرآن ۔ص۔۱۰۳۱۔ج۔۲)

﴿۴۱﴾ اصحاب الشمال یعنی کفار۔ ﴿۴۲﴾ نتائج ۔۱۔۲۔ ﴿۴۳﴾ ۔۳۔ ''وَظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ'' اور سیاہ دھویں کے سائے میں یعنی سائے سے ایک جسمانی نفع ہوتا ہے راحت اور برودت، اور ایک روحانی نفع ہوتا ہے، لذت و فرحت اہل دوزخ دونوں نفع حاصل نہ کرسکیں گے۔

﴿۴۵﴾ سبب گمراہی : یہ لوگ دنیا میں بڑے آسودہ حال تھے۔ ﴿۴۶﴾ سبب رسوائی : یہ لوگ شرک میں مبتلا تھے اور قیامت کے منکر تھے۔ ﴿۴۸،۴۷﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : یعنی قیامت کے متعلق ان کا یہ خیال تھا۔ ﴿۵۰،۴۹﴾ جواب شکوہ : آپ فرما دیجئے اولین اور آخرین مقررہ معلوم دن کی طرف جمع کئے جائیں گے، یعنی بعث بعد الموت ہوگا اہل ایمان کو جنت اور اہل کفر و شرک کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿آیت ۵۳،۵۲﴾ مجرمین کی خوراک : قیامت کے دن جمع ہونے کے بعد مکذبین کے لئے یہ چیزیں خورد و نوش کے لئے ہوں گیں۔ ﴿۵۴﴾ مجرمین کے پانی کی تشریح۔

﴿۵۵﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ : پانی پینے کی کیفیت : ''ھیم'' کے معنی پیاسے اونٹ''اھیم'' مذکر کی جمع ہے اور اس کی مؤنث ''ھیماء'' آتی ہے۔ ﴿۵۶﴾ مجرمین کی مہمانی سے رسوائی : اس پیاسے اونٹ کی طرح پانی پئیں گے جسے ''ھیام'' بیماری ہوتی ہے کہ پانی پیتے پیتے سیر نہیں ہوتا اور مرجاتا ہے، قیامت کے دن یہ ان کی مہمانی ہوگی۔ ﴿۵۷﴾ تنبیہ مشرکین ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تو دوبارہ پیدا ہونیکی کیوں تصدیق نہیں کرتے۔

﴿۵۹،۵۸﴾ مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ : اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں ظاہر ہے کہ ہم بناتے ہیں۔

﴿۶۱،۶۰﴾ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ : ہم نے تمہارے موت کا اندازہ کیا ہوا ہے اور تم ہمیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں کرسکتے مطلب یہ ہے کہ تمہارا بنانا اور اس بنائے ہوئے کو ایک مقرر میعاد تک دنیا میں باقی رکھنا ہمارا ہی کام ہے کہ تمہاری جگہ تم جیسے لوگ پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت بنادیں جن کو تم جانتے بھی نہیں مثلاً انسان سے جانور کی شکل و صورت میں مسخ کردیں جن کا تم کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔

﴿۶۲﴾ تنبیہ منکرین قیامت : پہلی پیدائش کا تمہیں علم ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اس سے یہ سبق کیوں نہیں حاصل کرتے کہ دوبارہ بھی آدمی پیدا ہوسکتا ہے۔

﴿۶۳تا۶۷﴾ قدرت باری تعالیٰ کے نمونے : سن لو کھیتی کو دیکھ لو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں یعنی اس زمین میں تمہارا کوئی عمل ہے کہ جس کی وجہ سے تم اس سے چیز نکالو اگر ہم چاہیں تو ٹکڑے کر دیں پھر تم اپنی محنت پر ندامت کرو اور تم کہو کہ محنت رائیگا ہوگئی اب تو ہم پر تاوان ہی پڑ گیا یعنی سرمایہ میں نقصان آگیا اور نقصان کیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے اور ہاتھ کچھ نہ آیا۔

﴿۶۸،۶۹﴾ تنبیہ مشرکین ۔﴿۷۰﴾ قدرت باری تعالیٰ ۔﴿۷۱،۷۲﴾ تنبیہ مشرکین ۔

﴿۷۳﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً : قدرت عجیبہ : "لِلْمُقْوِيْنَ" اسم فاعل کا صیغہ ہے از باب افعال اس لفظ کے ترجمے میں مفسرین کا اختلاف ہے، علامہ بغوی رحمہ اللہ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں "قئی" اور "قواء" ویران زمین کو کہتے ہیں جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو "اقوت الدار" گھر ویران ہوگیا رہنے والوں سے خالی ہوگیا اسلئے "مقوین" سے مراد مسافر ہیں، مسافر اور صحراء نشین لوگوں کو آگ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، رات کو آگ جلاتے ہیں تو درندے بھاگ جاتے ہیں بھولے بھٹکے لوگوں کو راستہ مل جاتا ہے۔ "هذا قول اكثر المفسرين"۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۸۸۔ج۔۴)

﴿۷۴﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ

پس میں قسم اٹھاتا ہوں ستاروں کے ڈوبنے کی ﴿۷۵﴾ اور بیشک یہ قسم ہے بڑی اگر تم جان لو ﴿۷۶﴾ بیشک یہ البتہ قرآن ہے عزت والا ﴿۷۷﴾ رکھا ہوا ہے ایک

مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ

پوشیدہ کتاب میں ﴿۷۸﴾ نہیں چھوتے اسکو مگر وہ لوگ جو پاک بنائے گئے ہیں ﴿۷۹﴾ یہ اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے ﴿۸۰﴾ کیا اس بات میں

اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

تم سستی کرتے ہو ﴿۸۱﴾ اور ٹھہراتے ہو اپنا حصہ یہ کہ تم اسکو جھٹلاتے ہو ﴿۸۲﴾ پس کیوں نہیں جبکہ پہنچتی ہے جان گلے تک ﴿۸۳﴾

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ

اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو ﴿۸۴﴾ اور ہم تم سے اسکی طرف زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے ﴿۸۵﴾ پس کیوں نہیں اگر تم

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے ﴿۸۶﴾ کیوں نہیں لوٹاتے تم اسکو اگر تم سچے ہو ﴿۸۷﴾ پھر اگر ہوا وہ مقربین میں سے ﴿۸۸﴾

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ

تو راحت، روزی اور نعمت کے باغ ہیں ﴿۸۹﴾ اور اگر ہوا وہ اصحاب یمین میں سے ﴿۹۰﴾ تو سلامتی ہے تیرے لئے

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾

دائیں طرف والوں میں سے ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ جھٹلانے والوں میں سے ہے جو بہکے ہوئے ہیں ﴿۹۲﴾ تو مہمانی ہے کھولتے ہوئے پانی کی ﴿۹۳﴾

وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

اور ڈالنا ہے جہنم کی آگ میں ﴿۹۴﴾ بیشک یہ بات البتہ حق اور یقین ہے ﴿۹۵﴾ پس تسبیح بیان کریں آپ اپنے پروردگار کے نام کی جو عظمتوں کا مالک ہے ﴿۹۶﴾

﴿۷۵﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ :ربط آیات :اوپر قیامت اور ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے جنت اور دوزخ میں جانا تھا پھر قیامت اور توحید کے دلائل بیان ہوئے، اب یہاں سے قرآن کریم کی عظمت بیان کی گئی ہے اس لئے کہ اس قرآن کریم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے توحید، رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کیا ہے۔

خلاصہ رکوع ۳: قسم کا بیان، عظمت قسم، جواب قسم، صداقت قرآن، آداب قرآن، تنبیہ منکرین قرآن، کیفیت قرب موت، اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونے کا بیان، تنبیہ مشرکین، خلاصہ نتائج مقربین، خلاصہ نتائج اصحاب الیمین خلاصہ نتائج اصحاب شمال، جزاؤسزا کے یقینی ہونے کا بیان، فریضہ خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۷۵ تا ۹۶+

فَلَآ اُقْسِمُ : قسم کا بیان یعنی اگر لفظ ''قسم'' ہو یا حرف ''قسم'' ہو تو اس سے پہلے ''لا'' اور ''ما'' زائدہ آتے ہیں یہ قسم کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ اس آیت میں ستاروں کی قسم کو غروب کے وقت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جیسے سورۃ نجم میں بھی ''وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى'' میں بھی وقت غروب کی قید ہے اس قید کی حکمت یہ ہے کہ غروب کے وقت ہر ستارے کے عمل کا افق سے انقطاع نظر آتا ہے اور اس کے آثار کی فنا کا مشاہدہ ہوتا ہے جس سے ان کا حادث ہونا اور قدرت الٰہیہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔

﴿۷۶﴾ قسم کی عظمت کا بیان۔ ﴿۷۷﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ :یہ جواب قسم ہے، اب اس قسم اور جواب قسم میں کیا مناسبت ہے تو ستارے جیسے اپنے راستے پر چلتے ہیں اور پھر غروب ہو جاتے ہیں، کوئی بھی ان میں سے دائیں بائیں نہیں ہوتا، ایسے ہی قرآن کریم صراط مستقیم کا راستہ بتاتا ہے کوئی کمی پیشی اس میں نہیں۔

﴿۷۸﴾ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ :اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ﴿۷۹﴾ آداب قرآن :ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہی ہے۔ (اتقان۔ص۔۱۷۳۔ج۔۲)

جمہور کی دلیل۔ ❶ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور انہیں بہت سی باتوں کی نصیحت کی اور لکھ کر دیں، ان میں یہ تھا کہ قرآن کریم کوئی شخص نہ چھوئے مگر اس حالت میں کہ وہ پاک ہو۔

(موطا امام مالک۔ص۔۱۸۰۔طبع نور محمد کراچی)

دلیل۔ ❷ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لا یمس القرآن الا طاھر''۔

(دار قطنی۔ص۔۴۵۔ج۔۱۔مجمع الزوائد۔ص۔۲۷۶۔ج۔۱)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کے رواۃ کی توثیق کی ہے۔

(دلیل الطالب۔ص۔۲۵۳۔اور بدور الاهلہ۔ص۔۳۰)

اس حدیث میں پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہو قرآن پاک کو ناپاکی کی حالت میں کسی پاک کپڑے یا جزدان یا غلاف سے چھو سکتے ہیں، جو قرآن کریم سے الگ اور جدا ہوتا ہے جلد کے ساتھ اور مستقل سلے ہوئے کپڑے کے ساتھ بھی چھونا نہیں چاہیئے جو قرآن کریم پر پہنا رکھا ہو، حالت حیض ونفاس میں قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں، البتہ بے وضو قرآن کریم کو پڑھ سکتے ہیں اور حالت حیض ونفاس اور حدث اکبر کی حالت میں قرآن کریم کو پڑھنا جائز ہی نہیں۔

دلیل۔ ❸ اس آیت میں "ہٗ" ضمیر بسوئے قرآن مجید ہے اس قرآن کریم کو ہاتھ نہ لگائے مگر پاکیزہ حالت میں تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو بے وضو ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کریم کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ دو تاویلیں پیش کرتے ہیں، لیکن ان کی یہ دونوں تاویلیں درست نہیں پہلی تاویل یہ پیش کرتے ہیں کہ "ہٗ" ضمیر راجع ہے "کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ" کی طرف تو معنی یہ ہوگا کہ اس لوح محفوظ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے مگر پاکیزہ فرشتے قرآن کریم سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کے بعد آیت کریمہ ہے "تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ظاہر بات یہ ہے کہ "تَنْزِیْلٌ" تو قرآن کریم ہے اس کو زمین پر اتارا گیا ہے لوح محفوظ کو تو زمین پر نہیں اتارا گیا تو "لَّا یَمَسُّهٗۤ" کی ضمیر کا قرآن کریم کی طرف راجع ہونا ہی متعین ہے۔

دوسری بات امام بخاری رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں "اَلْمُطَهَّرُوْنَ" سے مراد مسلمان ہے اور مسلمان پاک ہوتا ہے نہ کہ کافر اس تاویل کا جواب یہ ہے کہ بے شک مسلمان تو پاک ہی ہوتا ہے ہم مانتے ہیں مگر آپ ﷺ نے اپنے گورنر حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو بہت سے ہدایت نامے بھیجے ان میں یہ بھی تھا "لا تمس القرآن الا وانت طاھر" یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو درجہ تواتر کا حاصل ہے اب اس کا معنی یہ نہیں کریں گے کہ تو قرآن کو ہاتھ نہ لگا مگر پہلے مسلمان ہو جا، کیونکہ وہ تو پہلے سے مسلمان ہے کافر تو نہیں تو حق بات یہی ہے کہ قرآن کو بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے، ہاں زبانی پڑھنا تو عند الکل جائز ہے سوائے جنابت کی حالت کے۔

﴿۸۰﴾ صداقت قرآن۔ ﴿۸۱، ۸۲﴾ تنبیہ منکرین قرآن: تو کیا تم اس کلام کے بارے میں مداہنت اور کاہلی برتتے ہو۔ مداہنت کے معنی ہیں کسی کام میں نرمی برتنا اور سستی اور کاہلی سے بے پروائی برتنا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو قبول کرنے میں سستی ظاہر کرتے ہو اور اس کو معمولی بات سمجھتے ہو اور کیا تم نے اپنا یہ وظیفہ مقرر کر لیا ہے کہ اس قرآن کی تکذیب کرنی ہے یعنی تم نے تکذیب کو اپنی غذا بنا لیا ہے کہ جس طرح کھانا ضروری ہے اسی طرح قرآن کریم کی تکذیب ضروری ہے۔

﴿۸۳﴾ کیفیت قرب موت: جس وقت جب کسی کی روح گلے تک پہنچ جاتی ہے۔ ﴿۸۴﴾ اور تم اس وقت مرنے والے کو حسرت آلودہ نگاہ سے دیکھا کرتے ہو۔

﴿۸۵﴾ اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا بیان: اور ہم اس وقت اس مرنے والے شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں یعنی تم سے بھی زیادہ اس شخص کے حال سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ تم صرف ظاہری حالت دیکھتے ہو اور ہم ان کی باطنی حالت پر بھی مطلع ہوتے ہیں۔

﴿۸۶، ۸۷﴾ تنبیہ مشرکین: پھر اگر اعمال کے محاسبہ میں نہ تھے تو روح مذکور کو لوٹا دو اگر تم سچے ہو "مَدِیْنِیْنَ" کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے محاسبین سے ہے۔ ﴿۸۸﴾ خلاصہ نتائج سابقین۔ ﴿۹۰، ۹۱﴾ خلاصہ اصحاب الیمین۔

﴿۹۲ تا ۹۴﴾ خلاصہ نتائج اصحاب شمال۔

﴿۹۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ: جزا وسزا کے یقینی ہونے کا بیان: جو کچھ مؤمنوں اور مشرکوں کو خبر دی گئی ہے وہ بالکل یقینی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ "معارف لدنیہ" ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اس رسالے کے مصنف حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یقین کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ علم الیقین۔ دوسرا درجہ عین الیقین۔ تیسرا درجہ حق الیقین۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ آگ جلاتی ہے اور اس کو یقین ہو جائے تو اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ ہماری آنکھ کے سامنے آگ نے کپڑا جلایا تو وہ عین الیقین ہوگا۔ اور حق

الیقین وہ ہے کہ خود ہمارا ہاتھ آگ میں آیا اور جل گیا۔ تو اسے حق الیقین کا درجہ دیا جائے گا۔

﴿۹۶﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : کہ آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھتے رہیں۔ صاحب تفسیر مدارک فرماتے ہیں کہ سورۃ القمر، سورۃ الرحمٰن، سورۃ الواقعہ ان میں دین کے بنیادی اصولوں، انعامات خداوندی اور اس کی تہدیدات کا ذکر ہے مگر عجیب بات یہ ہے ان تینون سورتوں میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' کہیں نہیں آیا یعنی مذکورہ تینوں سورتیں حق تعالیٰ شانہ کے ذاتی نام لفظ اللہ سے خالی ہیں۔ البتہ اس کے بعد والی سورۃ الحدید کی تقریباً ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لفظ ''اللہ'' موجود ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے چونکہ ہمارا علم ناقص اور محدود ہے ہم اس کی حکمت بالغہ کو نہیں پاسکتے۔ (مدارک۔ص۔۲۲۵۔ج۔۴)

الحمد للہ سورۃ الواقعہ کی تفسیر مکمل ہوئی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحدید

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الحدید ہے جو اس سورۃ کی ۔۲۵۔ ویں آیت میں موجود "الْحَدِیْدَ" سے یہ نام ماخوذ ہے ۔یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۵۷۔ نمبر پر ہے، اور ترتیب نزول میں ۔۹۴۔ ویں نمبر پر ہے، اس سورۃ میں چار رکوع ۔۲۹۔ آیات ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ :اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں "وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ" کے الفاظ ہیں کہ ہم نے لوہے کو اتارا "حدید" کے معنی لوہے کے ہیں اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام حدید رکھا ہے۔

ربط آیات۔ ❶ گزشتہ سورۃ میں شرک کی تردید باللسان کا ذکر تھا، اب آگے اس سورۃ میں بالسیف، والسنان کا ذکر ہے۔ ❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں تسبیح کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں بھی تسبیح کا ذکر ہے۔ ❸ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں توحید خداوندی کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ :طریق حصول سلطنت۔ (ماخذ آیت۔۲۵)

خلاصہ سورۃ : عظمت خداوندی، عجز ماسوا اللہ، تذکیرات ثلاثہ، صداقت قرآن، اثبات رسالت رسول ﷺ نتائج فریقین، ترغیب انفاق فی سبیل اللہ، ترغیب جہاد، ترغیب ایمان، اسباب گمراہی، دنیا کی بے ثباتی کی مثال، تسلیات تخویفات، اہل کتاب کے لئے اصول کامیابی، حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السلام کے خاندان کے فضائل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل، متبعین موسیٰ علیہ السلام اور مخالفین کے نتائج۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ :ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کے شروع میں "سَبَّحَ" یا "یسبح" ہے اور فرماتے تھے ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے غالباً وہ آیت ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ... الخ ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۹۴۔ج۔۷۔روح المعانی۔ص۔۲۳۴۔ج۔۲۷۔قرطبی۔ص۔۲۰۲۔ج۔۱۷)

سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۱﴾ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ

تسبیح بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جو بھی چیز ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۱﴾ اسی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، وہ زندہ کرتا ہے

وَیُمِیْتُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ

اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۲﴾ وہی ہے سب سے پہلے اور وہی ہے سب سے آخر میں، وہی ہے ظاہر اور وہی ہے باطن، اور

عَلِیْمٌ ﴿۳﴾ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ

وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۳﴾ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پھر قائم ہوا وہ عرش پر جانتا ہے جو چیز داخل ہوتی ہے زمین

مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ

میں اور جو نکلتی ہے اس سے اور جو اترتی ہے آسمان سے اور جو چڑھتی ہے اس میں اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ تعالیٰ

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٥﴾

جو کچھ تم کام کرتے ہو اس کو دیکھنے والا ہے ﴿۴﴾ اسی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب کام ﴿۵﴾

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٦﴾ آمِنُوا بِاللَّهِ

وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو ﴿۶﴾ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر

وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾

اور خرچ کرو اس میں سے جس میں اس نے تمہیں نائب بنایا ہے پہلے لوگوں کا پس وہ لوگ جو ایمان لائے تم میں سے اور خرچ کیا انہوں نے ان کیلئے بڑا اجر ہے ﴿۷﴾

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ

اور کیا ہے تمہارے لئے کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر درآنحالیکہ رسول تمکو بلاتا ہے تاکہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر اور تحقیق اس نے لیا ہے تم سے

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

پختہ عہد اگر تم ایمان والے ہو ﴿۸﴾ وہ وہی ذات ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں واضح تاکہ وہ نکالے تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف اور بیشک اللہ تعالیٰ

إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٩﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ

تمہارے ساتھ البتہ بہت شفقت کرنیوالا اور نہایت مہربان ہے ﴿۹﴾ اور کیا ہے تمکو کہ تم خرچ نہیں کرتے اللہ کے راستے میں اور اللہ ہی کیلئے ہے

مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ

میراث آسمانوں اور زمین کی نہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی یہ لوگ بڑے درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے خرچ کیا

دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾ ع ۱ ۱۰ ۱۷

بعد فتح کے اور لڑائی کی اور ہر ایک سے اللہ نے خوبی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو، اسکی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع۔ ❶ عظمت خداوندی، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، حصر القدرت فی ذات باری تعالیٰ، باری تعالیٰ کے ابدی اور ازلی ہونے کا بیان، خالقیت باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا بیان، حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ، تذکیر بما بعد الموت، تصرف باری تعالیٰ، احاطہ علم باری تعالیٰ اصول کامیابی، مؤمنین منفقین کا نتیجہ، تنبیہ مشرکین، شفقت رسول ﷺ، بنی آدم سے میثاق عمومی، صداقت قرآن، فریضہ خاتم الانبیاء، شفقت خداوندی، ترغیب انفاق، قبل الفتح جہاد اور انفاق کی فضیلت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے اعلان عمومی۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۰+

﴿۱﴾ عظمت خداوندی۔ ﴿۲﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ... الخ حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ۔
يُحْيٖ وَيُمِيْتُ: تصرف باری تعالیٰ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ... الخ حصر القدرت فی ذات باری تعالیٰ۔
﴿۳﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ... الخ باری تعالیٰ کے ابدی اور ازلی ہونے کا بیان: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو وہ موجود ہوگا ہر چیز کا وجود وظہور اسی کے وجود سے ہے لہذا اگر اسی کا وجود ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا عرش سے فرش تک ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اسی کی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل وادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا بھی کوئی احاطہ نہیں کرسکتا نہ اپنے قیاس اور رائے سے اس کی کچھ کیفیت بیان کرسکتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)
صاحب تفسیر روح البیان اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صوفی قسم کے بزرگ تھے، انہوں نے اپنی تفسیر میں سب کچھ جمع کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہاں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے کہ آپ اول ہیں اور آخر ہیں ظاہر ہیں باطن ہیں لیکن وہ عقیدے کے صاف تھے اس لئے وہ مناسب تاویل کے ساتھ ان الفاظ کو استعمال کرتے تھے، وہ "اول" کا معنیٰ کرتے ہیں آپ مخلوقات میں اول ہیں "اول ماخلق الله روحی" اور "آخر" سے مراد لیتے ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں "انا آخر الانبياء وانتم خير الا مم" "ظاهر" سے مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کردیا ہے"" اور باطن اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے جو کمال اور خوبیاں آپ کو دی ہیں وہ آپ پر ختم ہیں۔ (روح البیان۔ص۔۴۱۱۔ج۔۹۔طبع بیروت)
﴿۴﴾ خالقیت باری تعالیٰ۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ... الخ عظمت خداوندی۔
يَعْلَمُ مَا يَلِجُ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ وَهُوَ مَعَكُمْ۔ اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر ہونے کا بیان: یعنی وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے علم میں ہو کوئی چیز اس کے علمی احاطہ سے باہر نہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ... الخ احاطہ علم باری تعالیٰ۔
﴿۵﴾ حصر المالکیت فی ذات باری تعالیٰ: اوپر "لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ... الخ کا فرمان زندہ اور موت دینے کے اعتبار سے تھا اب یہاں سے تکرار کیلئے نہیں بلکہ تحقیق بعث بعد الموت اور اعادہ کے لئے ہے۔
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ... الخ تذکیر بما بعد الموت۔
﴿۶﴾ تصرف باری تعالیٰ۔ وَهُوَ عَلِيْمٌ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔
﴿۷﴾ ربط آیات: اصول کامیابی: اوپر توحید خداوندی کا اثبات تھا اب اس توحید کے قبول کرنے اور خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کا ذکر ہے جو اشاعت اسلام میں اعظم مقصود ہے۔
"مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ" یہ وہ مال ہے جو تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں نائب بنا دیا اب یہ مال تمہارے تصرف میں ہے اسے اللہ کے راہ میں خرچ کرو۔
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ... الخ مؤمنین منفقین کا نتیجہ: ان کے لئے اجر کبیر ہوگا۔
﴿۸﴾ تنبیہ مشرکین۔ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ... الخ شفقت رسول: وہ تمہیں دعوت دیتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ... الخ بنی آدم سے میثاق عمومی: اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا جس کے جواب میں تم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا (اس سے عہد "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" مراد ہے جو سورۃ اعراف میں مذکور ہے)

﴿۹﴾ صداقت قرآن ۔لِيُخْرِجَكُمْ ...الخ فریضہ خاتم الانبیاء۔وَاِنَّ اللّٰهَ :شفقت خداوندی۔

﴿۱۰﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا...الخ ترغیب انفاق۔

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ...الخ قبل الفتح جہاد اور انفاق کی فضیلت : بعض حضرات نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ مرادلی ہے اور بعض روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے یوں تو اللہ کے راستے میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ دیتا ہے یا آخرت میں ملے گا مگر جن مقدر والوں نے فتح مکہ یا حدیبیہ سے پہلے مال خرچ کیا یا جہاد کیا وہ بڑے درجے والے ہیں بعد والے مسلمان ان کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس وقت حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے بہت قلیل تعداد میں تھے اور دنیا کفر باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی اس وقت اسلام کیلئے جانی و مالی قربانی کی اشد ضرورت تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب واموال وغنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم تھی ایسے حالات میں مال وجان کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگانا الوالعزم اور پہاڑوں سے زیادہ سخت ثابت قدم انسانوں کا کام تھا۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اعلان عمومی : اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اعلان عام فرمایا سب کیلئے حسنیٰ یعنی مغفرت اور جنت کا وعدہ ہے۔اور یہ حضرات "اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ"۔(الانبیاء۔۱۰۱) کہ آگ سے دور رکھے گئے قرآن کریم نے صحابہ کے ایمان اور عمل کا تذکرہ جگہ جگہ فرمایا ہے مگر ایک تیسری چیز جوان دونوں سے بڑھ کر ہے وہ ہے صحابیت یہ درجہ سب سے اونچا ہے اگر اس مقام کو عمل کے ذریعہ پانا ممکن ہوتا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پالیتے۔صحابیت ایک ایسا مقام ہے "لَا يَعْدِلُهٗ شَيْءٌ" کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہوسکتی نہ علم اور نہ عمل یہ مقام اور کمال ملا جس پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم پڑ گئی۔یادرکھیں صحابی ہونا مسلمانوں کے نزدیک ایک خاص اصطلاح ہے تاریخ کا کوئی طالب اس عنوان سے ناواقف نہیں جس شخص نے اس دنیا میں بحالت ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں یا اس حال میں آپ کی مجلس پائی اور اسی اقرار پر اس کی وفات ہوئی وہ صحابی مانا گیا،صحابی کی صحابیت کے ثبوت کے مختلف طریقے ہیں (۱) یا تو کسی صحابی کے صحابی ہونے کا ثبوت خبر متواتر سے ہو جیسے خلفاء راشدین،عشرہ مبشرہ ایسے حضرات کی صحابیت کے ہزاروں لوگ ہیں۔(۲) یا تو خبر مشہور سے ثابت ہو یا اس کی شہرت ایسی ہو کہ ان کی خبر تواتر کو نہ پہنچی ہو۔(۳) یا کوئی صحابی تابعی اس کے بارے میں کہہ دے کے فلاں شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔(۴) یا کوئی مشہور العدالت شخصیت کہہ دے میں صحابی رسول ہوں۔مقدمہ ابن الصلاح۔۱۴۶ الکفایہ خطیب بغدادی۔۲۰ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثبوت صحابیت کے لیے ایک اصول یادرکھیں (۱) صحابہ کرام کو صرف غزوات میں امیر بنایا جاتا تھا (۲) حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے بقول جس صحابی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تھا وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا کے لیے لاتا تھا۔(۳) ۱۰ ہجری تک مکہ مکرمہ اور طائف کا کوئی باشندہ ایسا نہ تھا جو مسلمان نہ ہوا ہو اور اس نے حجۃ الوداع میں شرکت نہ کی ہو اگرچہ آپ نے اس کو نہیں دیکھا مگر انہوں نے آپ کی زیارت کی ہے (الاصابہ ۱/۱۰) مگر روافض کو دیکھو وہ صرف دو چار کے علاوہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گمراہ اور کافر کہتے ہیں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صحابیت اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں وہ اسے لغوی معنیٰ میں لیتے ہیں۔اس اختلاف کی وجہ سے وہ ان منافقوں کو بھی جو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دور دور آ بیٹھتے تھے صحابی کہتے ہیں ان کے ہاں صحابی ہونے کے لیے ایمان شرط نہیں۔تفصیل آگے آئے گی۔اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔﴿آمین﴾

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى

کون شخص ہے جو اللہ کو قرض دیتا ہے اچھا قرض پس وہ اسکو دگنا دیگا اور اس کیلئے عزت والا اجر ہوگا ﴿۱۱﴾ جس دن آپ دیکھیں گے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ

ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو دوڑ رہا ہوگا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف ان سے کہا جائے گا خوشخبری ہے تمہارے لئے آجکے دن، باغات ہیں جنکے سامنے نہریں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

بہتی ہیں، ہمیشہ رہنے والے ہونگے انمیں یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۲﴾ جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ

ان لوگوں سے جو ایمان لائے دیکھو انتظار کرو ہمارا تاکہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ ط

پس کھڑی کر دی جائے گی انکے درمیان ایک دیوار جسکا دروازہ ہوگا اسکے باطن کی طرف رحمت ہوگی اور ظاہر کی طرف عذاب ﴿۱۳﴾

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَ

پکاریں گے یہ انکو اور کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ کہیں گے، کیوں نہیں لیکن تمنے فتنے میں ڈالا اپنی جانوں کو اور تم راہ دیکھتے رہے اور شک کیا اور دھوکے میں ڈالا

غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ

تمکو جھوٹی آرزوؤں نے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور بہکایا تمہیں اللہ کے نام سے بڑے دھوکے باز نے ﴿۱۴﴾ پس آج کے دن نہیں لیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ

فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾ اَلَمْ يَاْنِ

اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارے ساتھ زیادہ لائق ہے اور وہ بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی ﴿۱۵﴾ کیا نہیں آیا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

وقت ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں کہ عاجزی کریں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے اور اس چیز کیلئے جو اتری ہے حق سے اور نہ ہوں ان لوگوں کی طرح

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿١٦﴾

جنکو دی گئی کتاب اس سے پہلے پس دراز ہوگئی ان پر مدت پھر سخت ہوگئے ان کے دل اور بہت سے انمیں سے نافرمان ہیں ﴿۱۶﴾

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾

جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد تحقیق بیان کردی ہیں ہمنے تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم سمجھ لو ﴿۱۷﴾

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَٰتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾

بیشک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو اچھا قرض دگنا ہوگا ان کیلئے ثواب اور ان کیلئے عزت والا اجر ہے ﴿۱۸﴾

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اسکے رسولوں پر یہی لوگ سچے ہیں اور یہ شہداء ہیں اپنے پروردگار کے پاس ان کیلئے ان کا اجر ہے

۲ ع ۹ ۱۸ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

اور انکی روشنی اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو یہی ہیں دوزخ والے ﴿۱۹﴾

﴿۱۱﴾ **ربط آیات :** گزشتہ آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کا ذکر تھا، اب بھی اسی کا مضمون ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ انفاق فی سبیل اللہ کے نتائج ۱، ۲، ۳ منافقین کا مطالبہ، جواب مطالبہ، حکم خداوندی مجرمین کی نداء، مؤمنین کا جواب نداء، سبب گمراہی، عدم قبولیت فدیہ، اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی ممانعت، قلوب قاسیہ کی مثال، فضیلت انفاق، نتائج مؤمنین، نتیجہ مجرمین۔ ماخذ آیات ۔۱۱ تا ۱۹+

﴿۱۱﴾ **ترغیب انفاق فی سبیل اللہ و نتائج ❶ ۔ ❷ ۔**

﴿۱۲﴾ ۔ ❸ ۔ میدان حشر میں جس وقت لوگ پل صراط پر گزریں گے سخت اندھیرا ہوگا لوگوں کے ساتھ ان کے اعمال صالح دائیں طرف ہوں گے جس درجہ کا کسی کا ایمان اور اعمال صالح ہونگے اسی درجہ کی روشنی بھی ملے گی اور اس امت کی روشنی آنحضرت ﷺ کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ ہوگی صاف اور تیز بھی ہوگی چنانچہ جنت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا مقام ہے جو وہاں پہنچ گیا اس کو سب مرادیں حاصل ہوں گی۔

﴿۱۳﴾ **منافقین کا مطالبہ :** مؤمنین سے کہیں گے ذرا ٹھہرو ہمیں بھی مہلت دو ہم بھی تمہارے ساتھ روشنی میں چلتے ہیں۔ قِيلَ ارْجِعُوا ... الخ **جواب مطالبہ :** اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہیں روشنی تلاش کرو مگر وہ روشنی نہ پائیں گے۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُم ... الخ **حکم خداوندی :** مؤمنوں اور منافقوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا اس دروازے سے مؤمن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل اور غائب ہو جائیں گے دروازے کے اندر جا کر جنت کا سماں ہوگا اور دروازے سے باہر (عذاب الٰہی) کا منظر دکھائی دے گا۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۱۴﴾ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ... الخ **مجرمین کی نداء :** اس وقت منافق پکاریں گے ہمیں اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ تھوڑا ٹھہر جاؤ ہم بھی تمہارے ساتھ مل جائیں اور تمہاری روشنی سے ہم بھی فائدہ حاصل کرلیں دنیا میں ہم تمہارے ساتھ رہتے تھے اور ہمارا اشمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت تم ہمیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو رفاقت کا حق بھی ہوتا ہے۔ قَالُوا ... الخ **مؤمنین کا جواب نداء :** بَلٰی (ہاں دنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے) یہ بات ٹھیک ہے۔ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ ... الخ لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈال یعنی گمراہی میں پھنسے رہے اور تم نے انتظار کیا (کہ دیکھو مسلمانوں پر کب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے) اور تم اسلام کے سچے ہونے میں شک کرتے تھے۔

وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ ... الخ **سبب گمراہی :** اور تمہیں تمہاری آرزوں نے دھوکے میں ڈال کر تم سمجھتے تھے کہ یہ اسلام اور اس

کے ماننے والوں کا چند دن کا مسئلہ ہے نہ یہ دین چلنے والا ہے اور نہ اس کے ماننے والے آگے بڑھنے والے ہیں۔

﴿۱۵﴾ عدم قبولیت فدیہ : اگر بالفرض آج منافق اور کھلے کافر معاوضہ دے کر سزا سے بچنا چاہیں تو اس کے منظور کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ... الخ نتیجہ: پس تمہارا اٹھکانہ جہنم ہے۔

﴿۱۶﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ ... الخ تنبیہ مؤمنین : امام اخفش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مدینہ پہنچنے کے بعد کچھ معاشی سہولتیں ملیں اور آرام ملا تو بعض حضرات سے عمل کی جدوجہد جوان کی عادت تھی اس میں کچھ کمی اور کچھ سستی پائی گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۲۵۳۔ج۔۲۷)

مگر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں اہل ایمان کو مکمل خشوع اور عمل صالح کیلئے مستعد رہنے کی تعلیم ہے اور خشوع قلب پر تمام اعمال کا دارومدار ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہوگا۔ (ابن کثیر۔ص۔۵۰۸۔ج۔۷۔طبع بیروت)

وَلَا يَكُوْنُوْا ... الخ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت کی ممانعت۔

﴿۱۷﴾ قلوب قاسیہ کی مثال : اس میں زمین کی مثال دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قلوب قاسیہ یعنی سخت دل والوں کو زندہ فرما دیتا ہے جبکہ وہ ذکر و تلاوت میں لگ جائیں جیسا کہ مردہ زمین کو بارش بھیج کر ہرا بھرا کر دیتا ہے۔

﴿۱۸﴾ فضیلت انفاق : "اَلْمُصَّدِّقِيْنَ" "اِنَّ" کا اسم ہے اور اَلْمُصَّدِّقٰتِ اس پر عطف ہے یہ جملہ اسمیہ ہے "وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" یہ جملہ فعلیہ ہے جملہ فعلیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہے حالانکہ جملوں میں تناسب ہوتا ہے، تو پہلا جملہ "اَلْمُصَّدِّقِيْنَ" اور "اَلْمُصَّدِّقٰتِ" اسمیہ جملے ہیں اور جملہ "وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" یہ جملہ فعلیہ ہے تو جملہ فعلیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر کیسے درست ہوا؟ تمام تفاسیر میں آپ کو ملے گا "اَلْمُصَّدِّقٰتِ" پر جو الف لام داخل ہے وہ "الذین" کے معنی میں ہے اور آگے جملہ اس کا صلہ ہے اور معنی یہ ہے "ان الذین تصدقو اوالتی تصدقن" یہ بھی جملہ فعلیہ ہے "واقرضو الله" یہ بھی جملہ فعلیہ ہے "قال صاحب الروح قرأ ابن کثیر وابوبکر والمفضل وابان وابو عمر وفی روایة هارون بتخفیف الصاد من التصدیق۔ لامن الصدقة کما فی قرأة الجمهور۔ ای الذین صدقوا واللاتی صدقن الله عزوجل ورسوله وصلی الله علیه وسلم وعطف (اقرضوا) علی معنی الفعل من (المصدقین) علی ما اختاره ابو علی والزمخشری لان ال بمعنی الذین، واسم الفاعل بمعنی الفعل فکانه قیل: ان الذین اصدقوا علی القرأتین واقرضوا ... الخ (روح المعانی ۔ص ۔۲۵۶ ۔ج ۔۲۷)"۔

﴿۱۹﴾ نتائج مؤمنین ۔ صدیق بروزن فعیل تصدیق کرنے والا دل سے سچا جاننے والا عام طور پر صرف زبان سے اقرار کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن عربی محاورات میں لفظ صدیق اقوال اور افعال دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے عرف شرع میں یہ ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور مراتب سے بڑھ کر صدیق نبی کی قوت نظریہ کا پرتو اور ظل کامل اور سچا نمونہ یا روحانی فرزند اکبر اور جانشین ہوتا ہے ہر امت میں صدیق گزرتے ہیں جن کے برکات وفیوض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے اس امت میں ابوبکر و عمر عثمان و علی و زید و طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ تم سب صدیق ہو اور شہید ہو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ

کیا فرمار ہے ہیں؟

فرمایا کہ آیت: ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ'' پڑھ لو اس کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ لئے جائیں جو کمال ایمان سے متصف ہوں اور یہ اس وقت متحقق ہوگا جب کوئی شخص ایسی طاعت میں لگے جو کمال ایمان والی طاعت ہوں کیونکہ جو شخص مؤمن ہوتے ہوئے شہوات میں منہمک ہو اور طاعات سے غافل ہوا ہے تو اسے صدیق اور شہید قرار دینا بعید معلوم ہوتا ہے۔ (روح المعانی ص۔۲۵۵، ۲۵۹، ج۔۲۷)

شہید۔ یہ نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا ظل کامل ہے صدیق کے بعد اس کا مرتبہ ہے مگر بلند مرتبہ ہے اس امت میں حضرت عمر فاروق حضرت حمزہ حضرت علی حضرت حسنین رضی اللہ عنہم وغیرہم گزرے ہیں اللہ کی راہ میں کفر سے لڑ کر جہاد میں وفات پانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ تفصیل مطلولات میں دیکھیں۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا ... الخ نتیجہ مجرمین۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ

اے لوگو! اچھی طرح جان لو کہ بیشک دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ ہے زینت ہے اور تمہارا آپس میں تفاخر ہے اور مال و اولاد کی کثرت طلب ہے

وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ

جیسا کہ بارش ہو جو خوش لگتا ہے کسانوں کو اسکا سبزہ پھر وہ خشک ہوجاتا ہے پھر آپ دیکھتے ہو اسکو زرد پھر ہوجاتا ہے وہ روندا ہوا

وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا

اور آخرت میں عذاب ہے سخت اور بخشش ہے اللہ کی طرف سے اور خوشنودی اور نہیں ہے دنیا کی زندگی

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

مگر سامان دھوکے کا ﴿۲۰﴾ سبقت کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جسکا چوڑان آسمان اور زمین کے چوڑان

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

کی طرح ہے تیار کی گئی ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے وہ جسکو چاہے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۱﴾ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہارے نفسوں میں مگر وہ ایک کتاب میں درج ہے قبل اسکے کہ

اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۲۲﴾ ۙ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

ہم اسکو ظاہر کریں بیشک یہ کام اللہ پر آسان ہے ﴿۲۲﴾ تاکہ تم نہ غم کھاؤ اس چیز میں جو تم سے فوت ہوچکی ہے اور نہ اتراؤ اس چیز پر

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾ ۙ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ

جو اس نے تمہیں دی ہے اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو ﴿۲۳﴾ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ

اور جو شخص پھرا پس بیشک اللہ تعالیٰ غنی اور تعریفوں والا ہے ﴿۲۴﴾ البتہ تحقیق بھیجے ہم نے اپنے رسول کھلی نشانیوں کیساتھ

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ

اور اتاری ہمنے انکے ساتھ کتاب اور میزان تا کہ لوگ قائم رکھیں انصاف کو، اور اتارا ہمنے لوہا، اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کیلئے بہت سے فائدے ہیں

ع ۳ / ۱۹ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

اور تا کہ معلوم کرے اللہ تعالیٰ کہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور اسکے رسولوں کی بغیر دیکھے بیشک اللہ تعالیٰ بہت زور والا اور کمال قوت کا مالک ہے ﴿۲۵﴾

﴿۲۰﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ... الخ ربط آیات : اوپر ذکر تھا کہ مؤمنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دلوں پر خشیت الٰہی پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں، اب آگے جو چیز غفلت میں ڈالنے والی ہے اس کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳: اسباب غفلت، دنیا کی بے ثباتی کی مثال، نتیجہ طالبین دنیا، نتیجہ طالبین آخرت، سبب گمراہی مبادرت الی الخیر کی ترغیب، تشریح جنت، مستحقین جنت، شفقت خداوندی، مصائب کے ضروری ہونے کا بیان، حکمت ذکر ما سبق، نتیجہ منکرین، بخل کی مذمت، استغنائیت باری تعالیٰ، توحید خداوندی پر نقلی دلیل، فریضہ بنی آدم، ترغیب جہاد، حکمت مشروعیت جہاد۔

ماخذ آیات ۔۲۰ تا ۲۵ +

اِعْلَمُوْٓا... الخ اسباب غفلت : دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں محض لہو ولعب ہے قابل اشتغال نہیں ظاہری زینت ہے جو نفوس کو بھلی لگتی ہے باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا قوت وجمال اور دنیاوی ہنر اور کمال میں اور احوال اور اولاد کی کثرت پر یہ چیزیں خالق ومالک حقیقی سے غفلت میں ڈالنے والی ہیں۔

كَمَثَلِ غَيْثٍ... الخ دنیا کی بے ثباتی کی مثال : جیسا کہ بارش۔ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ... الخ یہاں کفار بمعنی کاشت کار کے ہے جیسا کہ میں پہلے پارہ میں لکھ چکا ہوں کہ کفار بمعنی کسان بھی ہوتا ہے چونکہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے۔ تو یہاں سے اس معنی کی تائید بھی ہوتی ہے، اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال پیش کی ہے اس مثال کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس ناپائیدار زندگی میں زیادہ منہمک نہیں ہونا چاہئے کھیتی کی طرح جب انسان پیدا ہوتا ہے تو پھول کی طرح نرم ونازک ہوتا ہے جب جوان ہوتا ہے تو پورے جوبن پر آجاتا ہے جب اس کی موت واقع ہوجاتی ہے تو وہ اس دنیا سے نابود ہوجاتا ہے۔

وَفِي الْاٰخِرَةِ... الخ نتیجہ طالبین دنیا۔ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ... الخ نتیجہ طالبین آخرت۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ... الخ سبب گمراہی : دنیاوی زندگی محض دھوکے کا سبب ہے جو اس پر دل لگائے گا وہ مارا گیا سمجھ دار وہی ہے جو اس سے دل نہ لگائے۔

﴿۲۱﴾ مبادرت الی الخیر کی ترغیب۔ عَرْضُهَا... الخ تشریح جنت : اس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے اسکی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔ سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑائی کو تشبیہ دی آسمان وزمین کی چوڑائی سے اور بتایا گیا ہے کہ طول تو کہیں زیادہ ہے پھر اس قدر وسیع جنت کا آسمان پر قائم ہونا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے الغرض جنت دوسرے عالم کا نام ہے اس کے آگے یہ عالم ناسوت جس میں آسمان وزمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے پھر آسمانوں پر جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس

سے مقصود صرف بجہت علو عالم قدس بیان کرنا ہے مقدس چیزوں کو سمٰوٰت کی طرف اور اوناس کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اس لئے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ عالم ناسوت اس کا کسی طرح ظرف مکان ہو نہیں سکتا بعض نے کہا ہے عرض سے مراد چوڑائی نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ''خذو دعاء عریض الی کثیر'' بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قدر و قیمت ہے۔ (تفسیر حقانی۔ص۔۲۔۷۔سورۃ حدید)

اُعِدَّتْ...الخ مستحقین جنت۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ...الخ شفقت خداوندی۔

﴿۲۲﴾ مصائب کے ضروری ہونے کا بیان۔ ''فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا'' یعنی وہ مصائب ایک کتاب میں درج ہیں قبل اس کے کہ ہم اس کو ظاہر کر دیں، اور اس کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ''ھا'' ضمیر راجع بسوئے ''مصیبت'' یعنی مصیبت پیدا کرنے سے پہلے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''ارض'' کی طرف راجع ہے یعنی زمین کے پیدا کرنے سے پہلے، تیسری تفسیر یہ ہے کہ ''اَنْفُسِكُمْ'' کی طرف راجع ہے کہ تمہارے نفوس کو پیدا کرنے سے پہلے۔

(قرطبی۔ص۔۲۲۰۔ج۔۱۷)

الغرض زمین سے مراد ملک یا علاقہ یا خطہ ہے اور نفس سے مراد انسان کا اپنا جسم ہے مطلب یہ ہے کہ ہر اندرونی اور بیرونی طور پر پیش آنے والی تکلیف اچانک نہیں آتی بلکہ یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے اور وہ ہر صورت میں لاحق ہو کر رہے گی اس آیت میں معتزلہ کا رد بھی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک کسی چیز کا وقوع پذیر ہونا ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہوتا۔

﴿۲۳﴾ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ...الخ حکمت ذکر ماسبق: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو خوشی یا غمی پیش آئے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوح محفوظ میں انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھی ہوتی ہے اس کی اطلاع تمہیں اس لئے دی گئی تا کہ تم دنیا کی اچھی اور بری حالت پر زیادہ دھیان نہ دو اور نہ یہاں کی تکلیف اور نقصان پر زیادہ حسرت و افسوس کرو یہاں کا مال و متاع یہاں کی راحت زیادہ خوشی والی نہیں ہے جس میں آدمی مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت سے غافل ہو جائے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ...الخ نتیجہ منکرین: اور اللہ تعالیٰ پسند ہی نہیں فرماتا ایسے شخص کو جو تکبر کرنے والا ہو اور فخر کرنے والا ہو یہاں ''مختال'' بھی نکرہ اور ''فخور'' بھی نکرہ ہے اور دونوں ''لا'' کے تحت داخل ہیں نکرہ اگر تحت النفی ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ ﴿۲۴﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ: بخل کی مذمت: اس لئے یہ ''الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ'' اس کی صفت واقع ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ''الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ'' یہ مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے لھم وعید شدید: ایسے لوگوں کے لئے اس میں سخت وعید ہے۔ (جلالین۔ص۔۴۵۱۔ج۔۲)

وَمَنْ يَّتَوَلَّ...الخ استغنائیت باری تعالیٰ۔

﴿۲۵﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ...الخ توحید خداوندی پر نقلی دلیل: ''بِالْبَيِّنٰتِ'' سے واضح احکام بھی مراد لئے جاسکتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے معجزات اور رسالت اور نبوت پر واضح دلائل ہوں۔ ''بِالْبَيِّنٰتِ'' کے بعد ''وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ'' میں کتاب کے نزول کا الگ ذکر ہے جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ''بینٰت'' سے مراد معجزات اور دلائل ہوں اور احکام کی تفصیل کے لئے کتاب نازل کرنے کا ذکر فرمایا گیا کتاب کے ساتھ ایک دوسری چیز میزان کا ذکر

کیا گیا میزان کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مراد ان احکام کا نزول ہے جو ترازو استعمال کرنے اور انصاف کرنے کے متعلق نازل ہوئے۔ (روح المعانی۔ص۔۲۶۵۔ج۔۲۷۔مظہری۔ص۔۲۰۲۔ج۔۹۔بحوالہ معارف القرآن۔ص۔۳۲۰۔ج۔۸۔م،ش،د)

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ ۔۔۔الخ **ترغیب جہاد** ۔ اور اتارا ہم نے لوہے کو اس میں بہت سارے فوائد ہیں جہاد کے لئے ہتھیار بنائے جاتے ہیں دنیوی امور میں لوہا بہت سے کام آتا ہے جس کے شمار کرنے کا ایک تانتا بن جاتا ہے۔ یہ اس تفصیل کا مقام نہیں۔

اس آیت سے واضح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عدل وانصاف قائم کرنے کیلئے قرآن کریم میں دو چیزوں کو معیار قرار دیا ہے پہلے کتاب اللہ اور دوسری چیز میزان ہے جس سے حقوق کی ادائیگی کے احکام معلوم ہوتے ہیں ان دونوں چیزوں کے نازل ہونے کا مقصد "لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ" ہے۔

لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ :**فریضہ بنی آدم** : کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی اصل اصلاح عدل وانصاف قائم کرنے کیلئے ذہنی تربیت وتعلیم ہے ہاں اگر کوئی شخص اس طریقہ کار سے راہ راست پر نہیں آتا پھر لوہے کو بوجہ مجبوری استعمال کرنا ہوتا ہے اصل چیز ذہنوں کی تعلیم وتربیت اور تلقین ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ : کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنۡزَلَ اَرۡبَعَ بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ وَالنَّارَ وَالۡمَآءَ وَالۡمِلۡحَ"۔ (تفسیر کبیر۔ص۔۱۷۴۔ج۔۲۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ثلثة اشياء مع آدم السدان والكلبتان والمطرقة" یعنی ایک وہ چیز جس پر لوہے کو کوٹا جاتا ہے، اور دوسرا چمٹا جس کے ساتھ لوہا پکڑا جاتا ہے، اور تیسرا ہتھوڑا یہ تینوں چیزیں حقیقتاً اوپر سے اتری ہیں۔
(قرطبی۔ص۔۲۲۲۔ج۔۱۷)

وَلِیَعۡلَمَ ۔۔۔الخ **حکمت مشروعیت جہاد** : تا کہ جہاد میں مخلص اور غیر مخلص کا امتیاز ہو۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّ اِبۡرٰہِیۡمَ وَجَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِمَا النُّبُوَّۃَ وَالۡکِتٰبَ فَمِنۡہُمۡ مُّہۡتَدٍ ۚ

اور البتہ تحقیق ہمنے بھیجا نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر اور ہمنے مقرر کی ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب پھر ان میں بعض ہدایت پانے والے ہیں

وَکَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیۡنَا بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَاٰتَیۡنٰہُ

اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں ﴿۲۶﴾ پھر ہمنے پیچھے بھیجے انکے نقش قدم پر اپنے دوسرے رسول، اور پھر انکے پیچھے بھیجا ہمنے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو

الۡاِنۡجِیۡلَ ۬ۙ وَجَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ رَاۡفَۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ وَرَہۡبَانِیَّۃَۨ ابۡتَدَعُوۡہَا

اور دی ہمنے انکو انجیل اور رکھ دی ہمنے ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اتباع کیا (ان عیسیٰ کا) نرمی اور مہربانی اور رہبانیت جس کو انہوں نے خود ہی نکالا تھا

مَا کَتَبۡنٰہَا عَلَیۡہِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوۡہَا حَقَّ رِعَایَتِہَا ۚ فَاٰتَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

ہمنے تو ان پر اس کو فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی کو تلاش کرنے کیلئے پس، رعایت کی انہوں نے اس رہبانیت کی جیسا کہ اسکی رعایت کا حق تھا پس دیا ہمنے انکو جو ایمان لائے ان

مِنۡہُمۡ اَجۡرَہُمۡ ۚ وَکَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِہٖ

میں سے ان کا بدلہ اور بہت سے لوگ ان میں سے نافرمان ہیں ﴿۲۷﴾ اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ اسکے رسول پر دے گا وہ تمکو دو حصے

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۸﴾

اپنی رحمت سے اور بنائے گا تمہارے لئے روشنی چلو گے تم اس کے ساتھ اور معاف کرے تمکو، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ﴿۲۸﴾

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ

تا کہ جان لیں اہل کتاب کہ وہ نہیں قدرت رکھتے کسی چیز پر اللہ کے فضل سے اور بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے وہ جسکو چاہے اور

اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ ع ۴ / ۱۹

اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾

﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا ... الخ ربط آیات : اوپر ذکر تھا کہ "لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا" ہم نے اپنے رسول بھیجے، اب ان رسولوں میں سے بعض کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۴ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت، دیگر انبیاء کی آمد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت، متبعین عیسیٰ کی فضیلت، تردید رہبانیت، نتیجہ مؤمنین، اصول کامیابی، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، شفقت خداوندی۔ ماخذ آیات۔ ۲۶ تا ۲۹ +

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا ... الخ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت۔

وَجَعَلْنَا ... الخ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت۔

﴿۲۷﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا ... الخ دیگر انبیاء کی آمد۔

وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ... الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد۔

وَآتَيْنَاهُ الخ عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت۔ وَجَعَلْنَا الخ محبین عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت : ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور شفقت رکھ دی تھی آپس میں محبت تھی اور دوسروں پر رحم کھاتے تھے مشہور ہے کہ ان کی شریعت میں جہاد مشروع نہ تھا اس لئے "أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ" والی صفت ان میں نہ تھی۔

وَرَهْبَانِيَّةً ... الخ تردید رہبانیت : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جو احکام تھے ان سے بڑھ کر نصاریٰ نے ایسی چیزیں نکالی تھیں جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا تھا مثلاً نکاح نہ کرنا، کھانے پینے کی اشیاء اس حد تک استعمال کرنا کہ زندگی باقی رہ جائے، پہاڑوں میں گرجے بنالئے وہیں زندگی گزارتے اس عمل کو رہبانیت کہتے ہیں اسلام نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ اسلام اور منشاالٰہی کے یہ خلاف ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کئے اور نکاح کی ترغیب دلائی عمدہ لباس بھی پہنا عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تو تناول فرمایا۔ الغرض دنیا کے سب کاروبار کرو مگر ہر کام میں اللہ کو نہ بھولو اس کے احکام کو ملحوظ رکھو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد وتقویٰ اختیار کیا ہے زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ کہ بالالتزام مباحات ولذائذ وطیبات کو حرام کرلینا ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف التفات نہیں ہونا چاہئے اور نہ وہ ان کا طالب ہو اگر اتفاقاً میسر آجائیں تو کچھ انکار بھی نہیں برخلاف راہب کے، زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور یہ بڑا فرق ہے۔ فَآتَيْنَا الَّذِينَ ... الخ نتیجہ مؤمنین۔

﴿۲۸﴾ اصول کامیابی:۔ ❶، ❷ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں سے متعلق ہے ان سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کفر پر جمے نہ رہو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔

يُؤْتِكُمْ ... الخ پہلا نتیجہ: ایمان لانے پر دو حصے ثواب ملنے کا وعدہ ہے۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ ... الخ دوسرا نتیجہ: اللہ تعالیٰ نور ایمان عطا فرمائے گا جو ہر وقت ساتھ رہے گا جس کا اثر یہ ہوگا ایمان پر قائم رہنے اور اعمال صالح کی توفیق ہوگی۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ... الخ تیسرا نتیجہ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: وسعت رحمت باری تعالیٰ: پچھلے گناہ اسلام لانے سے معاف ہو جائیں گے۔

﴿۲۹﴾ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ... الخ اہل کتاب کیلئے اصول کامیابی: تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے مفسرین کرام اس آیت کی دو تفسیریں بیان کرتے ہیں، پہلی تفسیر یہ ہے کہ 'لئلا' کا لا زائدہ ہے اور صرف تاکید کیلئے آیا ہے اس کی مثالیں قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ملتی ہیں مثلاً سورہ المعارج کی آیت ۴۰ ۔ میں 'فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ' لا نافیہ نہیں بلکہ تاکید کیلئے ہے اسی طرح سورۃ القیامہ کی آیت ۱ میں 'لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ' یہ لا زائدہ ہے اسی طرح سورۃ النساء میں ہے 'فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ' وغیرہ تو لا زائدہ ہونے کی صورت میں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب یہ سمجھ لیں وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان تو لائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تو اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق نہیں جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لے آئیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں 'لئلا' میں لا نافیہ ہے اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ان کیلئے کوئی موقع نہیں ہے اور یہ صرف دوسروں کیلئے ہے نہیں بلکہ ان کیلئے گنجائش رکھی ہے اگر وہ پہلے نبی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئیں گے تو وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق ہو جائیں گے بلکہ ان کو دوہرا اجر ملے گا۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن۔ص۔۱۶۳۔ج۔۱۸۔موضح القرآن۔ص۔۷۸۶)

● وَاَنَّ الْفَضْلَ ... الخ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ ... الخ شفقت خداوندی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ الحدید کی مختصر تفسیر آج بروز جمعرات بعد نماز عشاء بتاریخ ۲۰۰۲۔۷۔۲۵ کو ختم ہوئی اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ عالی مین قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین﴾

الحمد للہ سورۃ الحدید کی تفسیر مکمل ہوئی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المجادلہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المجادلہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت کے لفظ "تُجَادِلُكَ" سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۵۸۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۰۵۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں۔ ۳۔ رکوع۔ ۲۲۔ آیات ہیں اور یہ سورۃ سورۃ المنافقون کے بعد نازل ہوئی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بالاتفاق یہ سورۃ مدنی ہے جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔

وجہ تسمیہ ۔ اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ "تُجَادِلُكَ" آیا ہے تو مجادلہ تجادل سے ماخوذ ہے مجادلہ کے معنی بحث و تکرار چونکہ اس سورۃ میں اس صحابیہ کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے شوہر کے ظہار کا قصہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر کے بار بار اصرار کیا تو اسی اصرار کو لفظ مجادلہ سے تعبیر فرمایا اور یہی سورۃ کا نام قرار پایا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں رہبانیت کی تردید تھی جو از خود تراش لی تھی۔ کما قال تعالیٰ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا ... الخ اب ایک شرعی مسئلہ ظہار کا ذکر ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں از خود طلاق گھڑ لیا تھا کما لا یخفیٰ۔

موضوع سورۃ : مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے فرائض، اور ان کا دائرہ اختیارات، اور جماعت سیاسی کا انتخاب صدر، تعمیل احکام صدارت، اور نا اہل لوگوں کا ذکر جو سیاسی جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔

(ترجمہ قرآن حضرت لاہوری رحمہ اللہ)

خلاصہ سورۃ : ظہار کے شرعی احکام، کفارہ کی صورتیں، آداب مجلس میں سرگوشی کا قانون، منافقوں کی جھوٹی قسموں پر تنبیہ، اقسام الناس، فریقین کے صفات و نتائج، خاتم الانبیاء کے لئے تسلی، مؤمنین کی کامیابی، کفار کی مغلوبیت۔ وغیرہ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

تحقیق سن لی اللہ تعالیٰ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی آپ کے ساتھ اپنے خاوند کے بارے میں اور شکایت کرتی تھی اللہ کے سامنے

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ

اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے تمہاری گفتگو، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں ماں کہتے ہیں تم میں سے اپنی عورتوں کو نہیں ہیں وہ انکی مائیں،

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ

انکی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انکو جنا ہے اور بیشک یہ لوگ البتہ کہتے ہیں ایک ناپسندیدہ بات اور جھوٹ۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ البتہ معاف کرنیوالا

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا

اور بخشش کرنے والا ہے ﴿۲﴾ اور وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں کیساتھ پھر پلٹتے ہیں اس کام کے کرنے کیلئے جو انہوں نے کیا تھا پس آزاد کرنا ہے

الجزء الثامن والعشرون ۲۸

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

ایک گردن کا قبل اسکے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اس بات کی اور اللہ تعالیٰ جو کچھ کام تم کرتے ہو

خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۖ فَمَن

اسکی خبر رکھتا ہے ﴿۳﴾ پس جسنے طاقت نہ رکھی اس امر کی پس روزے ہیں دو ماہ کے مسلسل قبل اسکے کہ وہ آپس میں

لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۗ وَ

ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پس جس نے طاقت نے رکھی اسکی پس کھانا کھلانا ہے ساٹھ مساکین کو یہ اس لئے تا کہ تم ایمان رکھو اللہ پر

لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ

اور اسکے رسول پر اور یہ اللہ کی حدیں ہیں باندھی ہوئی اور کفر کرنے والوں کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۴﴾ بیشک وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی وہ ذلیل کئے

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥﴾

جائیں گے جیسا کہ ذلیل کئے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے گزرے ہیں اور تحقیق اتاری ہیں ہم نے واضح آیتیں اور کفر کرنے والوں کیلئے ذلت ناک عذاب ہے ﴿۵﴾

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ

جس دن کہ اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان سب کو پھر انکو بتلادیگا جو کام انہوں نے کئے اللہ نے انکو شمار کیا ہوا ہے اور یہ بھول گئے ہیں

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٦﴾ ع

ع ۱

انکو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع ❶: وسعت علم باری تعالیٰ، حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی داستان، حضرت خولہ کی فریاد، اطلاع خداوندی، ظہار کی تشریح، حقیقی ماؤں کی تشریح، تردید رسم جاہلیت، شفقت خداوندی، کفارہ ظہار، شفقت خداوندی، وسعت علم باری تعالیٰ، کفارہ ظہار کی پہلی قسم، دوسری قسم، کفارہ کی تیسری قسم، اصول کامیابی، قوانین الٰہیہ کا بیان، نتیجہ کفار، تذکیر بایام اللہ سے کفار کی مغلوبیت، صداقت قرآن، نتیجہ منکرین قرآن، بعث بعد الموت، بنی آدم کا نسیان۔ ماخذ آیات۔ ۱۔ تا ۶۔ +

﴿۱﴾ قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ...الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔

الَّتِي تُجَادِلُكَ ...الخ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی داستان۔

تَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ : حضرت خولہ کی فریاد۔ وَاللَّهُ يَسْمَعُ ...الخ اطلاع خداوندی۔

شان نزول : حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہدیا "أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي" تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی حرام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی اور دائمی حرمت کیلئے بولے جاتے تھے جو طلاق مغلظہ سے بھی زیادہ سخت تھے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ واقعہ پیش آیا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا شرعی حکم معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوئیں اس وقت اس خاص مسئلے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ نے قول مشہور کے مطابق ان سے فرمایا کہ تم میری رائے میں تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر واویلا کرنے لگی کہ میری جوانی سب اس شوہر کی خدمت کرنے میں گزر گئی اب بڑھاپے میں انہوں نے مجھ سے یہ معاملہ کیا میں کہاں جاؤں میرا اور میرے بچوں کا گزارہ کیسے ہوگا؟

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "ماذکر طلاقاً" میرے شوہر نے لفظ طلاق کا تو نام نہیں لیا تو پھر طلاق کیسے ہوئی؟ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی "اللھم انی اشکو الیك" اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "ما انزلت فی شانك حتی الأن" کہ ابھی تک تمہارے مسئلے کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ (بیان القرآن۔ص۔۱۱۲۔ج۔۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں کہ ان سب روایات میں کوئی تضاد اور تعارض نہیں سب اقوال درست ہیں، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئیں۔ (درمنثور وابن کثیر۔ص۔۵۲۰۔ج۔۷۔طبع بیروت بحوالہ معارف القرآن)

ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مجمع کے ساتھ جا رہے تھے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آ کر سامنے کھڑی ہو گئیں کچھ کہنا چاہتی ہوں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سنی بعض لوگوں نے کہا آپ نے اس بڑھیا کی خاطر اتنے بڑے مجمع کو روکے رکھا تو آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں پر بات سنی میں کون تھا کہ ان کی بات کو ٹال دیتا اللہ کی قسم اگر یہ خود رخصت نہ ہو جاتی تو میں رات تک ان کے ساتھ کھڑا رہتا۔ (ابن کثیر۔ص۔۵۲۱۔ج۔۷۔طبع بیروت)

﴿۲﴾ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ ... الخ ظہار کی تشریح : کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں (یعنی یوں کہہ دیتے ہیں کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت مجھ پر حرام) تو وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ ... الخ حقیقی ماؤں کی تشریح : ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا۔

وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ ... الخ تردید رسم جاہلیت۔ وَاِنَّ اللّٰهَ ... الخ شفقت خداوندی۔

﴿۳﴾ کفارہ ظہار : ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ... الخ پھر لوٹتے ہیں اپنی بات کی تلافی کرنے کیلئے جو انہوں نے کہی تھی اس آیت کا مطلب یہ ہے "ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا" میں حرف "لام" کو "عن" کے معنی میں لایا گیا یعنی پلٹتے ہیں وہ اپنی بات سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ "یَعُوْدُوْنَ" کی تفسیر "یندمون" سے کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات کہنے کے بعد وہ اپنی بات پر نادم ہو جائیں اور بیوی سے دوبارہ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے۔ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ... الخ کفارہ ظہار کی پہلی قسم : ایک غلام یا لونڈی آزاد کریں پہلے اس کے کہ باہم ایک دوسرے کو چھوئیں۔
(تفسیر مظہری۔ص۔۲۱۳۔ج۔۹۔طبع کوئٹہ)

ذٰلِكُمْ ... الخ شفقت خداوندی۔ وَاللّٰهُ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔

﴿۴﴾ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ ... الخ کفارہ کی دوسری قسم۔ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ ... الخ کفارہ کی تیسری قسم۔

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا ... الخ اصول کامیابی۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ... الخ قوانین الٰہیہ کا بیان۔

لِلْكٰفِرِیْنَ ... الخ نتیجہ کفار : اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے جو احکام الٰہی کی تصدیق نہیں کرتے۔

﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ... الخ تذکیر بایام اللہ سے کفار کی مغلوبیت : فرمایا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں (جیسے کفار مکہ تھے) وہ دنیا میں ذلیل اور مغلوب ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ مغلوب ہو چکے ہیں

چنانچہ غزوات میں کفار مکہ اور ان کے ساتھی ذلیل اور مغلوب ہوئے ان کے مغلوب ہونے کا سبب بھی بتا دیا۔ وَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ ...الخ

صداقت قرآن: اور ہم نے کھلی کھلی اور واضح آیتیں نازل فرمائی مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔

وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ ...الخ نتیجہ منکرین قرآن: دنیا میں تو انہوں نے ذلت ناک عذاب دیکھ ہی لیا آخرت میں بھی ذلت ناک عذاب ہوگا۔ ﴿۶﴾ بعث بعد الموت: اس آیت میں سب کو تنبیہ ہے جو کچھ عمل کرتے ہیں وہ سب قیامت کے دن سامنے آجائیں گے۔ وَنَسُوۡہُ ...الخ بنی آدم کا نسیان: یہ لوگ بھول گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے وہ بھولنے والا نہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتا کوئی مشورہ تین آدمیوں کا

اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ وَ لَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ وَ لَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَ لَاۤ اَکۡثَرَ

مگر چوتھا وہ اللہ ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ انکے ساتھ

اِلَّا ہُوَ مَعَہُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ

ہوتا ہے۔ جہاں بھی وہ ہوں پھر وہ بتلا دے گا انکو جو کچھ انہوں نے عمل کیا قیامت والے دن بیشک اللہ ہر چیز کو

اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُہُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُہُوۡا

جاننے والا ہے ﴿۷﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جنکو روکا گیا تھا سرگوشی کرنے سے پھر وہ پلٹ کر وہی بات کرتے ہیں جس سے انکو روکا گیا تھا

عَنۡہُ وَ یَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوۡکَ حَیَّوۡکَ

اور سرگوشی کرتے ہیں گناہ، زیادتی اور رسول کی مخالفت کے ساتھ اور جب آتے ہیں وہ آپ کے پاس تو سلام کرتے ہیں آپکو اس کے ساتھ کہ

بِمَا لَمۡ یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ ۙ وَ یَقُوۡلُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ لَوۡ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰہُ بِمَا نَقُوۡلُ ؕ حَسۡبُہُمۡ

اللہ نے اسکے ساتھ سلام نہیں کیا آپکو اور کہتے کہیں اپنے نفسوں میں کہ کیوں نہیں سزا دیتا ہم کو اللہ تعالیٰ اس بات پر جو ہم کہتے ہیں کافی ہے ان کیلئے جہنم۔ داخل ہوں گے

جَہَنَّمُ ۚ یَصۡلَوۡنَہَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا

اس میں پس بہت ہی بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی ﴿۸﴾ اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو آپس میں تو مت سرگوشی کرو گناہ تعدی اور رسول کی مخالفت کے ساتھ

بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ وَ تَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡہِ

اور سرگوشی کرو آپس میں نیک اور تقویٰ کے ساتھ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وہ جس کی طرف تم اکٹھے

تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا النَّجۡوٰی مِنَ الشَّیۡطٰنِ لِیَحۡزُنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَیۡسَ بِضَآرِّہِمۡ

کئے جاؤ گے ﴿۹﴾ پس اس قسم کی سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے تا کہ وہ غم میں ڈالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ انکو نقصان پہنچا سکتا

شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

کچھ بھی مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ کے اوپر ہی چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ﴿۱۰﴾ اے ایمان والو! جب کہا جائے تم سے کشادگی کرو

قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا

مجلسوں میں تو کشادگی کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی پیدا کردیگا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تعالیٰ بلند کریگا ان لوگوں کو

فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ

جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور وہ لوگ جنکو علم دیا گیا ہے، درجے، اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس کی

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ

خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۱﴾ اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو اللہ کے رسول کے ساتھ تو آگے بھیجو اپنی سرگوشی

نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

سے صدقہ، یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور پاکیزہ پس اگر تم نہ پاؤ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲﴾

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

کیا ڈر گئے ہو تم اس بات سے کہ تم آگے بھیجو اپنی سرگوشی سے صدقات پس اگر تم نے نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر مہربانی سے

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۷/۲

رجوع فرمایا ہے پس قائم کرو نماز کو اور دیتے رہو زکوٰۃ اور اطاعت کرو اللہ اور اسکے رسول کی اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اسکی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۳﴾

﴿۷﴾ اَلَمْ تَرَ ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں وسعت علمی کا ذکر تھا، اب بھی وہی مضمون ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ : وسعت علم باری تعالیٰ سے تمہید ممانعت سرگوشی، مجازات اعمال، حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ سرگوشی کی ممانعت، سرگوشی کی تشریح، پہلی خباثت، دوسری خباثت یہود و منافقین کا عناد، نتیجہ، مؤمنوں کو بری سرگوشی کی ممانعت، اچھی سرگوشی کی ترغیب، اصول کامیابی، تذکیر بما بعد الموت، بری سرگوشی کا نتیجہ، تسلی مؤمنین، فرائض مؤمنین، آداب مجلس، خاتم الانبیاء کے احترام واکرام کا بیان، اکرام رسول ﷺ کا نتیجہ، ناداروں کے لئے گزشتہ حکم کی معافی۔ ماخذ آیات ۷، تا ۱۳+

اَلَمْ تَرَ ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ سے تمہید ممانعت سرگوشی۔ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ ... الخ مجازات اعمال۔

اِنَّ اللّٰهَ ... الخ حصر علم الکلی فی ذات باری تعالیٰ۔

﴿۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ ... الخ سرگوشی کی ممانعت: شان نزول : مسلمانوں اور یہود میں صلح تھی مگر ان کا دل حسد سے بھرا ہوا تھا۔ یہود جب کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کو پریشان کرنے کیلئے سرگوشی کرتے تو مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کررہے ہیں آنحضرت ﷺ نے یہود کو اس سے منع فرمایا مگر وہ باز نہ آئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَتَنٰجَوْنَ... الخ تشریح سرگوشی پہلی خباثت ۔وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ... الخ دوسری خباثت :یہودی آپکی خدمت میں آتے ہیں برائے شرارت (بجائے السلام علیکم) کہنے کے ''السام علیك'' کہتے ''سام'' بمعنی موت کے ہے اور یہ بھی آتا ہے کہ منافقین بھی اسی طرح کہتے تھے چونکہ یہ بھی یہود میں سے تھے، ان دونوں واقعات پر ''وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ'' والی آیت کریمہ نازل ہوئی، اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہودی اس طرح سلام کرتے ہیں پھر خفیہ کہتے ۔لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ... الخ یہود و منافقین کا عناد:... اگر ہم نے یہ گناہ کیا ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ (ابن کثیر۔ص۔۵۲۹۔ج۔۷)

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ... الخ نتیجہ۔

﴿۹﴾يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ... الخ مؤمنوں کو بری سرگوشی کی ممانعت:شان نزول :یعنی سچے مسلمانو! تم منافقین کی طرح باہم بری سرگوشی نہ کیا کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَتَنَاجَوْا... الخ اچھی سرگوشی کی ترغیب : بلکہ نیکی اور تقویٰ اور اشاعت اسلام کے لئے سرگوشی کیا کرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ... الخ اصول کامیابی ۔اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ... الخ تذکیر بما بعد الموت ۔

﴿۱۰﴾ بری سرگوشی کا نتیجہ ۔وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ... الخ تسلی مؤمنین ۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ... الخ فرائض مؤمنین ۔

﴿۱۱﴾يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ... الخ آداب مجلس:شان نزول :ایک بار آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں مجمع زیادہ تھا چند صحابہ رضی اللہ عنہم جو بدر کے شرکاء میں سے تھے تو انہیں کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہل مجلس نے ایسا کیا کہ مل مل کر بیٹھ جاتے جس سے جگہ کھل جاتی آپ ﷺ نے جب دیکھا تو بعضے آدمیوں کو مجلس سے اٹھنے کیلئے فرمادیا منافقین نے طعن کیا کہ کون سی انصاف کی بات ہے آپ ﷺ نے بھی فرمایا یا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائیوں کیلئے جگہ کھول دے تو لوگوں نے جگہ کھول دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت کا نزول جمعہ کے دن ہوا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ... الخ فضیلت اہل علم ایمان کا مطلب اخلاق کا سدھارنا اور تواضع پیدا کرنا ہے درجات کی بلندی ایمان، اخلاق اور علم کی بناء پر ہوگی جتنا علم اور عمل اچھا ہوگا اتنے ہی درجات بلند ہوں گے۔

تخریج مسئلہ : حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمہارا صدر اہل علم ہونا چاہئے اور اسی کی اطاعت ضروری ہے۔

علوم دنیا اور علوم آخرت میں کوئی نزاع وتصادم نہیں

اسلام تلوار بنانے پر کوئی پابندی نہیں لگاتا، ہاں اس کے استعمال پر ضرور پابندی عائد ہے کہ صحیح طریق پر اس کو استعمال کیا جائے کیوں؟ صرف اس لیے کہ تلوار ایک ظالم و بے رحم قاتل سے قصاص لینے کے لیے ہی استعمال کی جاسکتی ہے اور انسان کو شیطانی اغراض وخواہشات کی راہ سے ہٹانے کے لیے بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح اسلام عہد حاضر کے حربی اسلحہ، ٹینک، طیارہ شکن توپین، بمبار طیارے، میزائل، راڈار اور طرح طرح کے ہلاکت خیز بم بنانے سے منع نہیں کرتا، ہاں ان کے استعمال پر پابندی ضرور لگاتا ہے کہ یہ تمام سامان حرب اور آلات جنگ صرف ملک وملت کے دفاع اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ظلم وعدوان کا مقابلہ کرنے اور دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لیے استعمال کیے

جائیں، استعماری اغراض، کمزور قوموں اور ترقی پذیر ملکوں کو اس حربی طاقت کے دباؤ اور زور سے مغلوب و مرغوب کر کے ان ملکوں کے پیداوار، دولت وثروت پر ڈاکے ڈالنے کے لیے ہر گز استعمال نہ کیا جائے کہ یہ عمرانی عدل وانصاف اور مساوات کے منافی اور روئے زمین پر عالمگیر فتنہ وفساد کے برپا کرنے کا موجب ہے۔

غرض اسلام مقصد کی تعیین، نیت کی تصحیح، نفوس کے تزکیہ کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرتا ہے اور مقدس ترین فرض کو انجام دیتا ہے تاکہ عمل خود بخود صحیح ہو جائے۔

علوم دینیہ کے محافظ : علوم دینیہ الٰہیہ کو دنیا میں لانے اور محفوظ رکھنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد ان انبیاء کے ورثاء یعنی حاملین علوم انبیاء علماء حق ہیں، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام دینار و درہم، مال ومتاع، جائیداد وجاگیر ترکہ میں نہیں چھوڑتے بلکہ علوم نبوت کی وراثت چھوڑتے ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے حاملین علوم نبوت یعنی علماء دین کے طبقہ میں قرناً بعد قرن منتقل ہوتی چلی آتی ہے اور نظامِ عالم کے توازن کو برقرار رکھتی ہے خاص کر خاتم النبیین سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء اور حاملین علوم کتاب وسنت کے ان کے متعلق تو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس حدیث کے پیش نظر علماء امت کا کام وہی ہے جو انبیاء کا کام ہے۔ "العلماء ورثة الانبياء" (مشكوٰة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانی ص۔۳۴۔ط۔ قدیمی)

اس بحث و تنقیح سے یہ بات تو بالکل ہی صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ علوم دنیا اور علوم آخرت میں کوئی نزاع یا تصادم قطعاً نہیں ہے، ہاں! دونوں کے مقاصد اور دائرہ کار جدا جدا ہیں، اسی لیے یہ بالکل حقیقت ہے کہ اگر ان انسانی علوم وصنائع کا خالق کائنات کی مرضی اور منشاء کی روشنی میں انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا جائے تو یہ دنیا ساری دین بن جائے اور پھر دین اور دنیا کی تفریق جو محض ایک شیطانی مفروضہ اور منصوبہ ہے بالکل ہی مٹ جائے، بالکل اسی طرح جیسا کہ اگر انہی علوم انبیاء کو حصول دنیا اور جلب خواہشات واغراضِ نفسانی کا وسیلہ بنالیا جائے تو نہ صرف یہ کہ پورا دین دنیا بن جاتا ہے بلکہ خالق کائنات کی امانت میں خیانت اور بہت بڑا جرم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اگر دنیا کا حصول دنیا کے وسائل کے ذریعہ ہو تو عین مصلحت اور عقل کا تقاضہ ہے اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر دین کو صرف حصول دنیا کا وسیلہ بنالیا جائے تو یہ "وضع الشیء فی غیر محلہ" چیز کا بے محل استعمال ہے اور بہت بڑا ظلم اور انتہائی قبیح جرم ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ علوم نبوت کا اصلی مقصد آخرت کے ثمرات وبرکات تو ہیں ہی لیکن آخرت سے پہلے اسی دنیاوی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی حیات طیبہ اور پاکیزہ ماحول کی تشکیل اور صالح وخداشناس وخدا پرست معاشرے کی تخلیق بھی علوم انبیاء کا اہم فریضہ ہے جس کے بارے میں وہ دنیا وآخرت دونوں میں مسئول ہیں، خداشناسی، خدا پرستی، خدمت خلق، امن وامان کی ضمانت، انسانیت کی فلاح وبہبود اور انسانی کمالات وفضائل اور وسائل سعادت ایک قابل رشک معاشرے کے وہ خدوخال ہیں جو انسان کو صحیح معنی میں مسجودِ ملائکہ اور اشرف المخلوقات بنادیتے ہیں اور علوم آخرت کے وہ ثمر بیش رس ہیں جو اس دنیا کو بھی جنت بنادیتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ... الخ خاتم الانبیاء کے احترام واکرام کا بیان۔

شانِ نزول : بعض اغنیاء آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے بڑی دیر تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرتے رہتے اور فقراء کو استفادہ کا موقع کم ملتا آپ کو ان لوگوں کا دیر تک بیٹھنا اور دیر تک سرگوشی کرنا ناگوار گزرتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فتح البیان میں زید بن اسلم رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ یہود و منافقین بلاضرورت آپ سے سرگوشیاں کرتے مسلمانوں کو اس

خیال ہے کہ شاید کسی نقصان دہ بات کی سرگوشی ہو، نا گوار گزرتا، اس پر ان کو منع فرمایا جس کا ذکر "نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى" میں ہے مگر جب وہ باز نہ آئے تو یہ حکم نازل ہوا۔ "اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل باطل اس سرگوشی سے رک گئے کیونکہ حب مال کی وجہ سے ان کو صدقہ کرنا نا گوار تھا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صدقہ مقصود بالذات نہیں تھا محض اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ منافقین حضور انور ﷺ کی خواہ مخواہ سمع خراشی نہ کرتے رہیں نہ وہ صدقہ دیں گے اور نہ ہی آپ کا وقت ضائع کریں گے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔۔۔ الخ نتیجہ اکرام ۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا ۔۔۔ الخ ناداروں کے لئے گزشتہ حکم کی معافی ۔

﴿۱۳﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا ۔۔۔ الخ تنبیہ مؤمنین :شان نزول :جب آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا تو بہت سارے لوگ ضروری بات کہنے سے بھی رک گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صدقہ دینے کے حکم میں پہلے سے بھی "فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا" میں ناداروں کی رخصت دے دی گئی تھی لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نہ تو بالکل نادار ہوتے ہیں اور نہ پورے صاحب ثروت ہوتے ہیں گو صاحب نصاب غالباً ایسے لوگوں کی تنگی پیش آئی ہوگی کہ کم وسعتی کی وجہ سے تو خرچ کرنا شاق ہوا اور اپنی ناداری میں شبہ ہوا اس لئے نہ صدقہ دیا اور نہ اپنے کو محل رخصت سمجھا اور سرگوشی کرنا کوئی عبادت نہ تھی اس کا چھوڑنا ملامت کا سبب ہو سکے اس لئے اس سے رک گئے۔ (الروایات کلھا فی الدر منثور ۔بحوالہ بیان القرآن)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فوائد عثمانیہ میں لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے صدقہ دے کے آیا کرے اس میں کئی فائدے ہیں غریبوں کی اعانت اور خدمت ہے، اور نفس کا تزکیہ، مخلص اور منافق کی تمیز، سرگوشی کرنے والوں کی قلت وغیرہ جس کے پاس صدقہ اور خیرات کرنے کیلئے کچھ نہیں اس کیلئے معافی ہے جب یہ حکم نازل ہوا تو منافقین بخل کی وجہ سے عادت قبیحہ چھوڑ گئے اور مسلمانوں نے بھی سمجھ لیا زیادہ سرگوشیاں کرنا حق تعالیٰ شانہ کو پسند نہیں اور صدقہ کرنے والوں کا حکم (آیت ۔ ۱۳) سے حق تعالیٰ شانہ نے منسوخ کر دیا باقی احکام نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے اہتمام کرنے کا ذکر فرمایا۔

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا ۔۔۔ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور اس حکم پر عمل درآمد نہیں بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حکم پر امت میں سے صرف میں نے عمل کیا ہے۔ (تفسیر عثمانی ۔ص۔ ۷۰ تا ۷۰۶ ۔طبع دار التصنیف کراچی)

مواعظ ونصائح

کسی سے کوئی کام کرانا ہو تو پہلے تعریفی کلمات کی تمہید باندھنی چاہیے۔ سیرت النبی ﷺ میں کچھ ایسے واقعات پڑھے ہیں جہاں اپنی گزارشات کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔

قبیلہ ہوازن کے تعریفی کلمات: ایسا ہی ایک واقعہ جنگ ہوازن کے موقع پر پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بچپن میں آپ کی رضاعت کے ایام دیار قریب بنی سعد میں گزرے تھے۔ لہٰذا آپ کی آرزو تھی کہ یہ قبیلہ اسلام قبول کرلے۔

فتح مکہ کے بعد آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن نے آپ سے جنگ کرنے کے لیے فوجیں جمع کی ہیں۔ لہٰذا ان سے مقابلہ کرنے کے لیے آپ تیاری کر کے روانہ ہوئے اور حنین کے مقام پر معرکہ ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور بہت مال غنیمت ہاتھ لگا۔ آپ جعرانہ میں فروکش ہوئے تو وہاں غنیمت کے سب مال مویشی اور گرفتار مرد و عورتیں آپ کے سامنے جمع کیے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گرفتار عورتوں اور بچوں کو الگ خیموں میں نظر بند کر دیا۔

اب قبیلہ ہوازن کے جن دانشمند لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا انھوں نے سوچا کہ ان گرفتار عورتوں اور بچوں کی رہائی کے لیے رسول اللہ ﷺ سے بات کی جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے ایک خوش بیان شخص کو منتخب کیا تا کہ وہ اپنی شیریں گفتار اور فصیح وبلیغ تقریر کے ذریعہ آپ کو راضی کر سکے۔ یہ زہیر بن صُرَد تھا جو خطابت اور شاعری میں ماہر تھا۔ وہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ان خیموں میں آپ کی خالائیں اور دودھ پلانے والی اور کفالت کرنے والی خواتین قید ہیں۔ اگر حارث بن ابی شمر غسانی (شاہ غسان) یا نعمان بن منذر (شاہ یمن) نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا، پھر ان کے ہاتھوں ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے جیسے آپ کی جانب سے ہم آلام و مصائب میں گرفتار ہوئے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ وہ ہم پر لطف و کرم کرتے، جب کہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور ان سب سے بہتر خیال رکھنے والے ہیں''۔

پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے::

''یا رسول اللہ! آپ ہم پر احسان و کرم فرمائیے۔ ہمیں آپ سے بڑی توقعات ہیں۔ آپ ایسی عورتوں پر احسان کیجئے جن کا آپ نے دودھ پیا ہے۔ جب آپ کا منہ ان کے خالص دودھ سے بھر جاتا تھا۔

ہمیں اس قوم کی طرح نہ بنائیے جس کا شیرازہ بکھر گیا ہو، آپ ہم پر رحم فرمائیں، ہم اچھے لوگ ہیں، ہم آپ کے احسانات کے مشکور رہیں گے خواہ وہ کیسے بھی ہوں اور آج کے بعد وہ (ہمارے) دل و دماغ میں محفوظ رہیں گے۔''

اس کی یہ تقریر سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کی سب عورتیں اور بچوں کو آزاد کر دیا جن کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی۔

یہاں ہمارے لیے قابل غور بات یہ ہے کہ ان کے خطیب نے اپنی درخواست پیش کرنے سے پہلے کیسی عمدہ تمہید باندھی۔ اس میں خاص طور سے رسول اللہ ﷺ کے بچپن کے ان ایام کا ذکر کیا جو آپ نے دیار ہوازن میں قبیلہ بنی سعد کے ساتھ گزارے تھے۔

پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے جذبہ مروت کو یہ کہہ کر ابھارا کہ اگر ہم نے یہ خدمت دوسرے بادشاہوں کی ہوتی تو وہ اس کی قدردانی کر کے ہم پر احسانات کرتے، حالانکہ آپ تو ان سے کہیں زیادہ قدردان اور احسان کرنے والے ہیں۔

اس کی یہ تمہید واقعی بڑی پُراثر اور برمحل تھی۔

عرضداشت کے آداب: اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں مؤمنین کو اپنی عرضداشت پیش کرنے کے آداب سکھائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً "اے مؤمنو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہو تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو۔

عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ جب کسی سے مدد طلب کرتے تو اپنی اس فریاد یا درخواست کا آغاز بڑے خوشنما الفاظ اور اشعار سے کرتے۔ اسی طرح اگر وہ کسی کی ہجو کرنا چاہتے یا اس سے جنگ شروع کرنا چاہتے تب بھی بلیغ تقریر اور اشعار سے اس کا آغاز کرتے یہ تقاریر اور اشعار وہ کام کرتے جو تلواریں نہیں کر سکتی تھیں۔ کسی سے مدد طلب کرنے یا کسی اور مقصد کے حصول کے لیے کسی کو گزارش پیش کرنے سے قبل کوئی اچھی تمہید باندھنے کے سلسلے میں عہد رسالت کا ایک اور واقعہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

بنو بکر کا بنو خزاعہ پر حملہ: جب ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ کے قریب پہنچے تو قریش نے آپ کو مکہ میں آنے سے روک دیا۔ اور کافی گفت و شنید کے بعد قریش کے اور آپ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر صلح کا ایک معاہدہ طے پایا جو دس سال کے لیے تھا۔ اس معاہدہ میں ایک بات یہ طے پائی تھی کہ ''اگر کوئی قبیلہ محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے تو داخل ہو سکتا ہے۔''

اس واقعہ کے تحت مکہ کے قریب رہنے والے دو قبیلوں میں سے بنو خزاعہ تو رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے اور بنو بکر قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہو گئے۔ ان دونوں قبیلوں میں دور جاہلیت سے عداوت اور جنگ چلی آ رہی تھی۔

اب قریش بھی ان کے اس اقدام سے ناراض ہوئے اور دل میں ان کے خلاف بغض و کینہ پالنے لگے۔ لیکن ابھی کچھ کر نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کو خوف تھا کہ اگر ان کے خلاف کوئی کاروائی کی تو رسول اللہ ﷺ ان کی مدد کو آجائیں گے۔

ابھی اس معاہدۂ صلح کو سترہ یا اٹھارہ ماہ گزرے ہوں گے کہ ایک رات مکہ کے قریب واقع وتیر نامی چشمہ کے پاس بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا، جیسا کہ سورۃ توبہ کے شانِ نزول میں گزر چکا ہے، اور انہوں نے اپنے حلیف قریش سے بھی مدد طلب کر لی۔

قریشیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ "رات کا وقت ہے کوئی ہمیں دیکھ نہیں پائے گا اور محمد (ﷺ) کو ہمارے اس اقدام کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔" یہ سوچ کر انہوں نے ہتھیاروں سے بھی بنو بکر کی مدد کی اور ان کے کچھ آدمی بھی لڑائی میں شریک ہوئے۔

بنو خزاعہ اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے۔ ان کے بہت سے مرد و عورتیں اور بچے مارے گئے۔ حملہ آوروں نے ان کو مار مار کر حرم تک پہنچا دیا۔ لیکن حرم کا احترام بالائے طاق رکھ کر وہاں بھی ان کا قتل جاری رکھا۔

جب عمرو بن سالم خزاعی نے اپنی قوم کا یہ حشر دیکھا تو وہ کسی طرح وہاں سے نکل کر فوراً مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جب مسجد نبوی میں داخل ہوا تو اس پر خوف و دہشت اور لمبے سفر کی تکان کے اثرات تھے۔ وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے فریادی کی اور اشعار کی صورت میں اپنے قبیلہ کی داستان سنائی۔

اشعار کا مفہوم یہ ہے: "اے پروردگار! میں محمد (ﷺ) سے ان کے عہد اور ان کے والد کے قدیم عہد (یہ اس عہد کی اشارہ ہے جو بنو خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان عبد المطلب کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا) کی دہائی دے رہا ہوں۔ آپ لوگ اولاد تھے اور ہم جننے والے (عبد مناف کی ماں یعنی قُصی کی بیوی حبی بنو خزاعہ سے تھیں لہٰذا پورا خاندان نبوت بنو خزاعہ کی اولاد ٹھہرا) پھر ہم نے تابعداری اختیار کی اور کبھی اس سے دست کش نہیں ہوئے۔ تو یا رسول اللہ! آپ پُرزور مدد کیجئے اور اللہ کے بندوں کو پکاریئے، وہ مدد کو آئیں گے۔ ان میں اللہ کے رسول ہوں گے ہتھیار پوش اور چودھویں رات کے چاند کی طرح گورے اور خوبصورت۔ اگر ان پر ظلم یا ان کی توہین کی جائے تو ان کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ آپ ایک لشکر جرار کے ساتھ آئیں گے جو جھاگ بھرے سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوگا۔"

پھر اس نے زیادہ بلند آواز سے کہا: "یقیناً قریش نے آپ کے عہد کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ سے کیا ہوا پختہ عہد و پیمان توڑ دیا ہے۔ انہوں نے مقام کداء میں میرے لیے گھات لگائی اور یہ سمجھے کہ میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکاروں گا۔ وہ بڑے ذلیل اور تعداد میں قلیل ہیں۔ انہوں نے رات کو مقام وتیر پر حملہ کیا اور ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں قتل کیا۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ تقریر اور اشعار سنے تو آپ کو قریش پر سخت غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا: "اے عمرو بن سالم! اطمینان رکھو، تمہاری مدد کی جائے گی۔" پھر آپ فوراً اٹھے اور سب لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔

حکم ملتے ہی سب بڑے جوش و خروش سے سامان جنگ کی تیاری میں لگ گئے، لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جنگ کس مقام پر ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو سب سے مخفی رکھا تھا تاکہ قریش کو آپ کے آنے کی خبر نہ لگے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کی تھی کہ "جب تک آپ اچانک قریش کے علاقہ میں نہ پہنچ جائیں وہ آپ کی آمد سے ان کو بے خبر رکھے۔"

رسول اللہ ﷺ قریش کی عہد شکنی پر بہت ناراض تھے، آپ جنگ کی تیاری کے دوران اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرماتے تھے: "گویا میں ابوسفیان کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ معاہدہ کو پھر سے پختہ کرنے اور صلح کی مدت بڑھانے کے لیے آیا ہے۔"

اس کے بعد قبیلہ خزاعہ کے کچھ اور لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان میں بدیل بن ورقاء بھی تھا۔ انہوں نے بھی آپ کو اپنی داستان سنائی اور بتایا کہ قریش نے بھی بنی بکر کے ساتھ مل کر ہم پر حملہ کیا۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے بھی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا۔اور فرمایا کہ تم واپس جاؤ اور ادھر ادھر مختلف علاقوں میں پھیل جاؤ۔'' آپ کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو ان کے مدینہ آنے کی خبر نہ ملے۔تا کہ وہ پہلے سے جنگ کی تیاری نہ کر لیں۔

یہ حکم سن کر وہ فوراً اپنے علاقہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔لیکن مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام عسفان پر ان کی ملاقات ابوسفیان سے ہو گئی۔اس کو قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید اور اس کی مدد میں اضافہ کرانے کے لیے بھیجا تھا۔ کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ آپ کو ان کی اس حرکت کا علم ہو گیا ہو گا۔

ابوسفیان نے بدیل کو وہاں دیکھا تو اسے شبہ ہوا کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے مل کر آ رہا ہے اور اس نے قریش کی بدعہدی کی خبر ان کو دی ہو گی۔لہٰذا اس نے بدیل سے پوچھا: ''اے بدیل! کہاں سے آ رہے ہو؟''۔

بدیل نے کہا: ''میں قبیلہ خزاعہ کے ہمراہ اس وادی کے ساحلی علاقہ میں گیا تھا۔''

اس وقت تو ابوسفیان خاموش ہو گیا لیکن جب بدیل چلا گیا تو ابوسفیان اس جگہ آیا جہاں بدیل نے اپنا اونٹ بٹھایا تھا۔وہاں سے اس کی مینگنی اٹھا کر توڑی تو اس میں کھجور کی گٹھلی نظر آئی جس سے اس کو معلوم ہو گیا کہ بدیل کا اونٹ مدینہ سے ہو کر آیا ہے۔کیونکہ اہل مدینہ اپنے جانوروں کو کھجور کی گٹھلیاں چارے میں دیتے ہیں۔ابوسفیان نے کہا: ''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بدیل محمد (ﷺ) سے مل کر آیا تھا۔''

پھر ابوسفیان مدینہ پہنچا تو اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر گیا۔جب وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے بستر لپیٹ دیا۔ابوسفیان نے کہا: ''بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟''۔انہوں نے کہا: ''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک آدمی ہیں لہٰذا میں نے پسند نہیں کیا کہ آپ ان کے بستر پر بیٹھیں۔'' ابوسفیان بڑا متعجب ہوا اور کہنے لگا: ''خدا کی قسم میرے پاس سے چلے آنے کے بعد تم میں خرابی آ گئی ہے۔''

پھر ابوسفیان وہاں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ سے کہا: ''اے محمد! معاہدہ کو پختہ کر لیں اور اس کی مدت بڑھا لیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تم اسی کام سے یہاں آئے ہو؟ تو کیا تمہاری طرف سے کوئی (کوتاہی کی) بات ہوئی ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ کو ان کی عہد شکنی کا علم ہے یا قبیلہ خزاعہ پر ان کے حملہ کی خبر ہے۔گویا اس سے پوچھا کہ آخر معاہدہ کی تجدید کیوں کرا رہے ہو اور اس کی مدت کیوں بڑھوا رہے ہو جب معاہدہ اپنی جگہ باقی ہے تو نہ اس کی تجدید کی ضرورت ہے اور نہ اس کو پختہ کرنے کی۔

ابوسفیان نے کہا: ''معاذ اللہ! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ہم اپنے عہد پر قائم ہیں۔ہم نے حدیبیہ میں جو صلح نامہ کیا ہے اس سے ہٹے نہیں ہیں۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ابوسفیان نے پھر وہ درخواست دہرائی لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

یہاں سے نکل کر ابوسفیان حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور ان سے کہنے لگا: ''آپ محمد سے میری سفارش کریں کہ وہ معاہدہ کی تجدید کر دیں اور اس کی مدت بڑھا دیں'' انہوں نے کہا: ''میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا اور ان سے بات کی تو انہوں نے کہا: ''بھلا میں تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کروں گا؟! میری دلی خواہش تو یہ ہے کہ اگر کوئی نیا معاہدہ تم سے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بوسیدہ کر کے ختم کر دے، اور کوئی معاہدہ موجود

ہے تو اس کو بھی پھاڑ دے اور اگر کوئی معاہدہ پھٹا ہوا موجود ہے تو اس کو نہ جوڑے۔''!

یہ سن کر تو ابوسفیان کی طبیعت صاف ہوگئی۔ اس کو ایسا لگا جیسے کسی نے طمانچہ مار دیا ہو۔ یہاں سے مایوس ہو کر وہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: ''اے علی! میرے ساتھ تمہارا سب سے گہرا نسبی تعلق ہے۔ از راہ کرم تم میرے لیے محمد سے اس معاہدہ کے سلسلہ میں سفارش کر دو۔'' حضرت علیؓ نے کہا: ''ابوسفیان! کسی کو امان دینے یا نہ دینے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے آپ کا کوئی صحابی بات نہیں کر سکتا جب کہ آپ نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو۔ تم قریش کے سردار اور ایک عظیم قائد ہو۔ لہٰذا کھڑے ہو کر لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر دو اور پھر اپنی سرزمین میں واپس چلے جاؤ۔''

ابوسفیان نے کہا: ''کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ میرے لیے کارآمد ہوگا؟'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''نہیں، میں اسے کارآمد تو نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ میری ایک رائے ہے۔ اور کوئی صورت نظر بھی نہیں آتی''۔ اس کے بعد ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر آواز بلند اعلان کیا: ''لوگو! میں سب لوگوں کے سامنے امان کا اعلان کر رہا ہوں واللہ! میرے خیال میں کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔'' پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا۔

جب وہ قریش کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: ''کیا بات ہوئی؟ کیا تم محمد سے کوئی تحریر یا معاہدہ لکھوا کر لائے؟'' اس نے کہا ''نہیں واللہ ایسا نہیں ہو سکا۔ محمد نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میں ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کے پاس گیا تو ان سے بھی کچھ نہ ملا۔ پھر میں عمر کے پاس گیا تو ان کو اپنا کٹر دشمن پایا۔ پھر علی کے پاس گیا تو وہ سب سے نرم نظر آئے۔ انہوں نے مجھے ایک مشورہ دیا جس پر میں نے عمل کر لیا۔ معلوم نہیں وہ عمل کچھ کارآمد ہوگا یا نہیں؟''

لوگوں نے پوچھا ''وہ کیا مشورہ تھا؟'' اس نے کہا: ''وہ مشورہ یہ تھا کہ میں خود لوگوں میں جا کر امان اور پناہ کا اعلان کر دوں۔ تو میں نے وہاں جا کر یہ اعلان کر دیا۔'' قریشیوں نے پوچھا: ''کیا محمد نے اس کو نافذ قرار دیا؟'' یعنی کیا انہوں نے تمہاری بات قبول کر کے اپنے اصحاب کو اس کا پابند رہنے کی تاکید کی؟ ابوسفیان نے کہا: ''نہیں''۔ لوگوں نے کہا: ''تیرا برا ہو۔ اس شخص (علی) نے تیرے ساتھ محض مذاق کیا۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔'' ابوسفیان نے کہا: ''خدا کی قسم اس کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی۔'' یہ باتیں سن کر ابوسفیان بہت غمگین ہوا اور اپنے گھر چلا گیا۔ وہاں اپنی بیوی کو ساری باتیں سنائیں تو اس نے کہا: ''تم تو اپنی قوم کے بہت برے سفیر ثابت ہوئے۔ جو کام کرنا تھا نہ کر سکے۔'' اس کے کچھ دنوں بعد ہی رسول اللہ ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے دوستی کی ہے اس قوم سے جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے یہ لوگ نہیں ہیں تم میں سے اور نہ ان میں سے اور یہ جھوٹی قسمیں

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

اٹھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں ﴿۱۴﴾ تیار کیا ہے اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب بیشک بری ہے وہ بات جو یہ کرتے ہیں ﴿۱۵﴾

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٦﴾

بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال۔ پس روکا ہے انہوں نے اللہ کے راستے سے پس ان لوگوں کیلئے ذلت ناک عذاب ہے ﴿۱۶﴾

لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ؕ هُمۡ

ہرگز نہیں کام آئیں گے ان سے انکے مال اور نہ انکی اولادیں اللہ کے سامنے کچھ بھی۔ یہی لوگ ہیں دوزخ والے وہ اس میں

فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۷﴾ یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا فَیَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ کَمَا یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ وَیَحۡسَبُوۡنَ

ہمیشہ رہنے والے ہونگے ﴿۱۷﴾ جس دن اللہ اٹھائے گا ان سب کو پس یہ قسمیں اٹھائیں گے اس کے سامنے جیسا کہ یہ قسمیں اٹھاتے ہیں ہمارے سامنے اور یہ گمان کرتے ہیں

اَنَّهُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ

کہ وہ کسی راہ پر ہیں آگاہ رہو بیشک یہی لوگ جھوٹے ہیں ﴿۱۸﴾ غالب آگیا ہے ان پر شیطان پس انکو فراموش کرادیا ہے

ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ

اللہ کا ذکر اور یہ ہے شیطان کا گروہ آگاہ رہو کہ بیشک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے ﴿۱۹﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے

یُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ﴿۲۰﴾ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ

مخالفت کی اللہ اور اسکے رسول کی، یہ لوگ ذلیلوں میں ہونگے ﴿۲۰﴾ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول بھی

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ

بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور زبردست ہے ﴿۲۱﴾ نہیں پائیں گے آپ کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کریں اس سے

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ

جس نے مخالفت کی ہے اللہ اور اسکے رسول کی اگرچہ وہ انکے باپ ہوں یا انکے بیٹے ہوں یا انکے بھائی ہوں یا انکے خاندان کے لوگ ہوں یہی لوگ ہیں کہ

کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ وَیُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ

اللہ نے لکھ دیا ہے انکے دلوں میں ایمان اور تائید کی ہے انکی اپنی طرف سے خاص روح کے ساتھ اور وہ داخل کریگا انکو باغوں میں

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ

جنکے سامنے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے انہیں اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی لوگ ہیں اللہ کا گروہ

اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ع

آگاہ رہو کہ بیشک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے ﴿۲۲﴾

ع ۳ / ۲

﴿۱۴﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا... الخ ربط آیات : یہاں سے اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک شیطان کا گروہ اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا گروہ پہلے شیطان کے گروہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳ : کیفیت منافقین، منافقین کا نتیجہ، منافقین کی دورنگی، منافقین کی دروغ گوئی، خلاصہ خباثات

منافقین کا فریب، منافقین کا اضلال، نتیجہ منافقین، بعث بعد الموت، تردید منافقین، سبب گمراہی، حزب الشیطان کی پہچان، نتیجہ مخالفین انبیا۔۔۔الخ، وکفار کی مغلوبیت، خاتم الانبیاء کی مؤمنین کو تسلی، کیفیت مؤمنین ومخلصین، حزب اللہ کی پہچان اوران کے نتائج۔

ماخذ آیات ۔ ۱۴ تا ۲۲+

اَلَمْ تَرَ ... الخ کیفیت منافقین۔ مَاهُمْ مِّنْكُمْ ... الخ منافقین کی دورنگی۔ وَيَحْلِفُوْنَ ... الخ منافقین کی دروغ گوئی۔

شان نزول : علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بظاہر اسلام کا دعویٰ کیا لیکن اندر سے یہودیوں سے دوستی جاری رکھی مؤمنین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے ان کے راز معلوم ہوجایا کرتے تھے، یہودیوں تک پہنچادیا کرتے تھے۔ (معالم التنزیل ۔ص۔ ۲۸۴۔ج۔ ۴)

﴿۱۵﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ ... الخ منافقین کا نتیجہ۔ اِنَّهُمْ سَآءَ ... الخ خلاصہ خباثات۔

﴿۱۶﴾ منافقین کا فریب۔ فَصَدُّوْا ... الخ منافقین کا اضلال۔ فَلَهُمْ ... الخ نتیجہ۔ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ ... الخ نتیجہ منافقین۔

﴿۱۸﴾ بعث بعد الموت۔ فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ ... الخ منافقین کے نفاق کی شدت۔ اَلَآ اِنَّهُمْ ... الخ تردید منافقین۔

﴿۱۹﴾ سبب گمراہی : شیطان نے ان پر غلبہ پالیا سوانہیں اللہ کی (یاد بھلادی) یعنی اللہ کی یاد سے غافل ہیں نہ تو دل سے اور نہ زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ (روح المعانی ۔ص۔ ۳۱۹۔ج۔ ۲۸)

تو ایسے لوگ آخرت کے مواخذہ اور محاسبہ سے بھی غافل ہیں شیطان کا ان پر غلبہ ہے وہ ان پر برے اعمال کو اچھا کر کے پیش کرتا ہے بس یہ لوگ شیطان ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ ... الخ حزب الشیطان کی پہچان۔ اَلَآ اِنَّ ... الخ نتیجہ۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم کو نسیان محسوس ہو شیطان کے غلبہ کا اثر سمجھ کر ذکر سے تدارک کرو۔ (مسائل السلوک حاشیہ بیان القرآن)

﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ... الخ نتیجہ مخالفین انبیاء : اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرنے والے جو حق وصداقت کے خلاف جنگ کرتے ہیں سخت ناکام اور ذلیل ہیں۔

﴿۲۱﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں منافقوں کی حرکتوں اور شرارتوں اور ان کی بدحالی اور بربادی کا ذکر تھا، اب ان آیات میں اہل ایمان کی بعض صفات خاص اور ان کی کامیابی کا ذکر ہے۔

تسلی مؤمنین : اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے حکم ازلی میں لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے یہاں انبیاء کا غلبہ بیان کرنا ہے اور انبیاء کا ذکر یہاں تشریفاً فرمایا ہے جب انبیاء ذی عزت ہیں تو ان کے متبعین خود بخود باعزت ہو گئے۔

﴿۲۲﴾ کیفیت مؤمنین ومخلصین : کہ وہ کسی ایسے شخص سے دوستی اور دلی تعلق نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ کا مخالف ہو یعنی کافر ہے اگر چہ وہ ان کا باپ یا اولاد یا بھائی یا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو یہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال تھا عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے عبداللہ کے سامنے اس کے منافق باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکے قتل کی اجازت چاہی

آپ ﷺ نے منع فرما دیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے والد نے آپکی شان میں گستاخانہ کلمہ کہا تو انہوں نے غصہ سے منہ پر طمانچہ رسید کیا جس سے وہ گر پڑے آپ ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے آئندہ ایسا کرنے سے روک دیا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کے والد جراح غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کے مقابلہ میں تھے اور بار بار ابوعبیدہ کے سامنے آتے وہ ان کے درپے تھے یہ سامنے سے ٹل جاتے جب انہوں نے مسلسل یہ صورت اختیار کی تو ابوعبیدہ نے ان کو قتل کر دیا ان واقعات پر یہ آیت نازل ہوئی۔
(قرطبی۔ص۔۲۶۰۔ج۔۱۷)

اُولٰٓئِكَ الخ نتائج۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ : حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فیض سے مراد نور یعنی مقتضائے ہدایت پر ظاہراً و باطناً سکون ہے۔ (بیان القرآن)
اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ ''روح'' سے مراد نور قلب ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے نور ڈال دیتا ہے۔ اور اس کے ذریعے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۳۲۲۔ج۔۲۸)
یا اس سے مراد روح القدس یعنی حضر۔۔الخ ت جبرائیل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی ہے یا قرآن کریم سے۔ (قرطبی۔ص۔۲۶۱۔ج۔۱۷)

تخریج مسئلہ : حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا پرست جماعت جب اس ذو وجہیں منافقین سے سلام و کلام روا نہیں رکھتی تو انہیں اہل حل وعقد میں کب لیا جاسکتا ہے۔ (قرآن عزیز)

''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' ... الخ اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ سب انعامات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئے، اس لئے کہ انہوں نے خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر، احد وغیرہ کے مواقع پر اپنے اقارب سے دل کھول کر جنگ کی ہر موقع میں آنحضرت ﷺ کے روبرو اور بعد میں دین پر ثابت قدم رہے اس لئے یہ خوبیاں ان کو نصیب ہوئیں، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت کا قدیمی دستور چلا آرہا ہے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ..... الخ حزب اللہ کی پہچان۔ یہی اللہ تعالیٰ کا کامیاب گروہ ہے۔

نکتہ : جب نبی سے کوئی ایسی بات سرزدہ ہو جائے جو اس کے عالی منصب کے لائق نہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر فوراً نوٹس لیا ہے اگرچہ وہ گناہ نہیں مگر پیغمبر کے مقام عالی کے مناسب نہ ہونے کی وجہ سے لیکن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جب کوئی ایسی بات سرزد ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ نے نوٹس لینے کی بجائے ان کی وکالت کی ہے اس کی مثالیں قرآن کریم میں کثیر تعداد میں ہیں مگر ایک مثال یاد رکھیں ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک نابینا صحابی آیا جس کی وجہ سے مجلس درہم برہم ہوگئی تو غیر اختیاری طور پر آپ کی پیشانی پر شکن آگئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى الخ'' جو خدا نبیوں کے اشارہ پر نوٹس لے۔ وہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب کبھی کوئی بات سرزد ہو جائے تو نوٹس لینے کے بجائے خود خدا وکیل بن جائے یہی وجہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کامیاب گروہ ہے۔

فَائِدَہ : اہل بدر کے اسماء گرامی سحر و جادو دفع غلبہ و اعداء دین کے لئے عجب خاصیت رکھتے ہیں بارہا تجربہ ہوا ہے ان کی روحانیت و اسماء شریف میں یہ تاثیر اللہ تعالیٰ نے (رکھ) دی ہے۔ (تفسیر حقانی۔ص۔۱۶۔طبع دیوبند)

الحمد للہ سورۃ المجادلہ کی تفسیر سے فراغت ہوئی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحشر

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الحشر ہے جو اس سورۃ کی دوسری آیت میں موجودہ لفظ "الحشر" سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۵۹۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۰۱۔نمبر پر ہے اس سورۃ میں تین رکوع اور۔ ۲۴۔آیات ہیں۔ یہ سورۃ مدنی دور میں نازل ہوئی۔ (قرطبی۔ص۔۵۔ج۔۱۸)

وجہ تسمیہ : حشر کے معنی ہیں لوگوں کو اکٹھا کرنا، جمع کرنا اور ان کو گھیرنا، اس سورۃ میں یہود کے اکٹھے کرنے اور ان کو گھیرنے اور گھروں سے نکالنے کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت یہی نام رکھ دیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں منافقین کی نالائقیوں کا ذکر تھا۔ کما لا یخفی:اس سورۃ میں یہود کی خرابیوں کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ : تسلی خاتم الانبیاء فی ضمن داستان بنی نضیر، اور مؤمنین کے لئے احکام ضروریہ۔

خلاصہ سورۃ: دلائل عقلی نے توحید خداوندی، حکمت ضرب الامثال، داستان بنی نضیر، احکام مال فئی، منافقین کی خباثت ونتائج، ترغیب آخرت، مہاجرین کے اوصاف، انصار کے اوصاف، صفات خداوندی، مشرکین کے شبہات عظمت خداوندی، وغیرہ۔ واللہ اعلم

سُوۡرَۃُ الۡحَشۡرِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اَرۡبَعٌ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَّعِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ

پاکی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۱﴾ وہ وہی ذات ہے جسنے نکالا ان لوگوں

کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِھِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا

کو جنہوں نے کفر کیا تھا اہل کتاب میں سے انکے گھروں سے لشکر کے پہلے اجتماع پر تم نہیں گمان کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے اور وہ بھی خیال کرتے تھے

وَظَنُّوۡۤا اَنَّھُمۡ مَّانِعَتُھُمۡ حُصُوۡنُھُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا

کہ انکی حفاظت کریں گے انکے قلعے اللہ سے پس آیا انکے پاس خدا کا عذاب اس طرح کہ انکو خیال بھی نہ تھا، اور ڈالا انکے دلوں میں اللہ نے

وَقَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَھُمۡ بِاَیۡدِیۡھِمۡ وَاَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ٭

رعب وہ اجاڑتے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے پس عبرت پکڑو اے آنکھیں رکھنے والو ﴿۲﴾

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۲﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَھُمۡ فِی الدُّنۡیَا ؕ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو البتہ ضرور اسکو سزا دیتا دنیا میں اور ان کیلئے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ

آخرت میں آگ کا عذاب ہے﴿۳﴾ یہ اسوجہ سے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور سکے رسول کی اور جو کوئی بھی مخالف ہوگا اللہ کا پس

اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً

بیشک اللہ تعالیٰ اسکو سخت سزا دینے والا ہے﴿۴﴾ جو کاٹے ہیں تمنے کھجور کے درخت یا چھوڑا ہے انکو اپنی جڑوں پر پس اللہ کے حکم سے

عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ﴿٥﴾ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا

اور تاکہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو﴿۵﴾ اور جو لوٹایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان میں سے پس نہیں دوڑائے تمنے اس پر گھوڑے اور

أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ

نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ مسلط کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾ مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ

قدرت رکھنے والا ہے﴿۶﴾ جو مال لوٹایا ہے اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے پس وہ اللہ کیلئے ہے اور رسول کیلئے ہے اور قرابت داروں

وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً

کیلئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے تاکہ نہ ہو یہ مال گردش کرنیوالا صرف دولتمندوں کے درمیان تم میں سے اور

بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ

جو کچھ دیدے تمکو اللہ کا رسول اسکو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اسکو چھوڑ دو اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا

بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے﴿۷﴾ ان محتاجوں کیلئے ہے جو ہجرت کرنیوالے ہیں وہ جنکو نکالا گیا انکے گھروں سے

مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ

اور ان کے مالوں سے تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشنودی اور مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اسکے رسول کی

وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ

یہی لوگ ہیں راست باز﴿۸﴾ اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے جگہ پکڑی اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے وہ محبت کرتے ہیں

يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا

ان سے جو ہجرت کر کے آتے ہیں انکے پاس اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی خلش اس چیز سے جو انکو دی جاتی ہے

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ

اور ترجیح دیتے ہیں انکو اپنی جانوں پر اگرچہ ہو ان میں کچھ حاجت. اور جو بچایا گیا اپنے نفس کے بخل سے پس یہی لوگ ہیں

هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا

فلاح پانے والے ﴿۹﴾ اور ان لوگوں کیلئے جو آئے انکے بعد وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار بخش دے ہمکو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے

ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِى قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّكَ

داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کھوٹ ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں اے ہمارے پروردگار!

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ ع

بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ عظمت خداوندی، حسن تدبیر باری تعالیٰ سے بنونضیر کی جلاوطنی کی داستان، رعب خداوندی، نتیجہ رعب، حکمت جلاوطنی، نتیجہ اخروی، سبب عذاب، نتیجہ مخالفت، ازالہ شبہ، مال فئی کی تشریح، مستحقین اموال فئی، مستحقین اموال فئی کی تشریح، اصول کامیابی، مہاجرین کے اوصاف ۱، ۲، ۳، نتیجہ، انصار کے اوصاف ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، مؤمنین کی ادعیہ ۱، ۲، ۳۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۰+

﴿۱﴾ **عظمت خداوندی** ۔ ﴿۲﴾ **حسن تدبیر باری تعالیٰ سے بنونضیر کی جلاوطنی کی داستان:** جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کے تین بڑے بڑے گروہ تھے۔ ۱۔ بنونضیر۔ ۲۔ بنو قریظہ۔ ۳۔ بنو قینقاع ان تین قبیلوں نے معاہدہ کیا تھا کہ ہم آپ سے جنگ نہیں کریں گے اور کوئی فریق حملہ کرے گا تو آپ کے ساتھ مل کر دفاع کریں گے، مگر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا قبیلہ بنو قریظہ کا انجام سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے اور بنو قینقاع کا انجام سورۃ آل عمران کی آیت۔ ۱۲۔ میں گزر چکا ہے، اور اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان کا ذکر آئے گا یہاں ان آیات میں قبیلہ بنونضیر کا ذکر ہے قبیلہ بنونضیر کی جلاوطنی کا سبب بعض حضرات نے غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ لکھا ہے اور کسی نے غزوہ احد کے بعد کا واقعہ لکھا ہے۔

حقیقت داستان : واقعہ یوں درپیش آیا کہ قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کی دیت کے بارے میں یہود بنی نضیر کے پاس آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے، ان دو شخصوں کو عمرو بن امیہ نے قتل کر دیا تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کی دیت کے بارے میں فرمایا انہوں نے کہا آپ تشریف رکھیں، آپ کو ایک دیوار کے سایہ میں بٹھا دیا اور آپس میں مشورے کرنے لگے اب اچھا موقع ہے کہ ان پر اوپر سے پتھر پھینک دیا جائے ہمیشہ کے لئے ان سے چھٹکارہ حاصل ہو جائے گا، ان میں سے ایک شخص عمرو بن حجاش پتھر پھینکنے کے لئے اوپر چڑھا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع فرما دی، آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ تشریف لے گئے اور اپنے صحابی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی طرف بھیجا کہ ان کو کہہ دو ہمارے شہر مدینہ سے نکل جاؤ ادھر منافقین نے یہودیوں کے ساتھ کمر ٹھونک لی کہ تم یہاں سے مت جانا اگر تم یہاں سے نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ لڑیں گے اس کا ذکر دوسرے رکوع میں آ رہا ہے اس بات سے منافقین نے بنونضیر کے دلوں کو وقتی طور پر تقویت پہنچائی انہوں نے کہا ہم نہیں نکلیں گے جب ان کا جواب آنحضرت ﷺ کو پہنچا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری اور ان کی طرف جانے کا حکم دیا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا امیر بنایا

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے یہودی اپنے قلعوں میں پناہ گزین تھے ان کا شدید محاصرہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھجوروں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا بنونضیر کے پاس کھانے کا سامان ختم ہوگیا اور ادھر منافقین کی مدد سے مایوس ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں جلاوطن کردیں اور ہماری جانوں کو قتل نہ کریں پہلے تو انہوں نے دھمکی دی تھی کہ ہم نہیں نکلیں گے پھر جب مصیبت میں پھنسے خود ہی جلاوطنی کو منظور کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا بہادری کے سارے دعوے رائیگاں ہوگئے آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ کیا مؤرخ واقدی کا بیان ہے کہ پندرہ دن ان کا محاصرہ رہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ لے جائیں جس پر نمبروار اترتے چڑھتے رہیں یہ ساری تفسیر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (البدایہ والنہایہ) میں لکھی ہے۔

فائدہ: قبیلہ بنونضیر نے معاہدہ مدینہ کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں نے ان کو مدینہ سے نکال دیا یہ لوگ خیبر کی طرف چلے گئے اس کو اول الحشر سے تعبیر فرمایا ہے، یا اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہود و نصاریٰ کو خیبر سے ملک شام کی طرف نکالا گیا جہاں آخری حشر بھی ہونا ہے اس لئے شام کو ارض محشر بھی کہتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

قَذَفَ... الخ رعب خداوندی۔ **يُخْرِبُونَ**... الخ نتیجہ رعب۔ ﴿۳﴾ حکمت جلاوطنی۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ... الخ نتیجہ اخروی۔ ﴿۴﴾ سبب عذاب۔ **وَمَنْ يُشَاقِّ اللهَ**... الخ نتیجہ مخالفت۔

﴿۵﴾ **ازالہ شبہ:** حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بنونضیر یہود کا محاصرہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس پر کہا اے ابوالقاسم آپ تو زمین پر فساد کرنے سے منع کرتے ہیں کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں ہے؟

تو اس شبہ کا جواب دیا تم نے جو کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا مطلب یہ ہے کہ ان درختوں کے جلانے میں یہودیوں کو ذلیل کرنا بھی مقصود ہے اپنے باغوں کو جلتا ہوا دیکھ کر ان کے دل بھی جلیں اور ذلت بھی ہوگی اور اس کی وجہ سے قلعہ چھوڑ کر ہار ماننے اور صلح کرنے پر راضی ہوں۔

﴿۶﴾ **مال فیئ کی تشریح:** حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے تفسیر عثمانی میں لکھا ہے مال فیئ اور غنیمت میں فرق یہ ہے کہ جو مال لڑائی میں ہاتھ آجائے وہ غنیمت ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی نیاز ہے۔

اور چار حصے لشکر اسلام میں تقسیم کئے جائیں گے اور جو مال بغیر جنگ کے ہاتھ میں آیا ہو وہ سارا کا سارا مسلمانوں کے خزانے میں جمع رہے گا اور اس کو مصلحت عامہ کے لئے ضروری کاموں میں خرچ کیا جائے گا اور اگر قدرے جنگ ہو جانے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف پلٹیں اور مسلمان صلح قبول کرلیں تو اس صورت میں جو اموال حاصل ہوں گے وہ فیئ کے حکم میں داخل ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں اموال فیئ کا مکمل اختیار اور تصرف آپ کو حاصل تھا ممکن ہے کہ یہ اختیار آپ کو مالکانہ طور پر ہو اور آپ کے ساتھ خاص ہو جس طرح (آیت۔۶) میں "عَلٰى رَسُوْلِهٖ" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ سردارانہ ہو بہرکیف اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق اگلی آیت میں ہدایت جاری فرمائی ہے خواہ وجوباً ہو یا ندباً ہو تو فلاں مصارف میں خرچ کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ اموال امام کے تصرف اور اختیار میں چلے جاتے ہیں لیکن اس کا تصرف صرف حاکمانہ ہوتا ہے نہ کہ مالکانہ وہ اپنی صوابدید اور مشورے سے مسلمانوں کی عام ضروریات اور مصالح پر خرچ کرے گا باقی اموال غنیمت کا حکم الگ ہے اس کا

ذکر دسویں پارے کے شروع میں گزر چکا ہے۔

﴿۷﴾ **مستحقین اموال فئی کی تشریح** : اموال فئی پر اگرچہ آپ کو مالکانہ حقوق حاصل تھے مگر آپ نے اپنی وفات سے قبل ارشاد فرمایا "لا... الخ نورث ما ترکنا صدقۃ"۔ (بخاری شریف، ص۔۴۳۶۔ج۔۱)

اس لئے ان اموال میں آپ کی میراث جاری نہ ہوگی اور خلفاء راشدین نے بھی اس پر عمل کیا مصارف میں اللہ تعالیٰ کا نام برکت کیلئے ہے۔ (اموال فئی کی تفصیل کے لئے سورۃ نساء کی آیت۔۱۱۔دیکھیں)

کَیْ لَا یَکُوْنَ... الخ ذکر مصارف کی حکمت : کہ یہ اموال مالداروں کے ہاتھوں میں آ کر نہ رہ جائیں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ... الخ اصول کامیابی : یعنی جو کچھ تم کو دیدے اللہ کا رسول اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اسکو چھوڑ دو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی کو تقسیم کا اختیار دیا ہے اس پر قائم رہو اور کبھی معترض نہ ہو یعنی جتنا حصہ عطاء کیا اسے بخوشی وصول کرلو اور جس چیز سے منع کیا ہے اس کا تقاضا نہ کرو اللہ کا رسول اللہ کی چاہت کے مطابق تقسیم کرتا ہے لہذا نبی ﷺ کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر محمول کرنا چاہئے۔

اہل بدعت کا آنحضرت ﷺ کے متعلق مختار کل ہونے پر استدلال

اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ رزق صحت، اولاد سب کچھ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کسی کے اختیار میں نہیں۔ جبکہ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ مختار کل ہیں انہوں نے بھی اپنے دعوے پر یہی آیت پیش کی ہے تو اس کے جواب کو سمجھنے سے قبل یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام صادر ہوتے ہیں وہ دو قسم پر ہیں۔

① **تشریعی احکام** : جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت بندوں کو دیئے گئے ہیں۔

② **تکوینی احکام** : ان کو تکوینی امور بھی کہتے ہیں جو کائنات کی ہر چیز پر جاری ہیں۔

اب جواب سمجھنے کی کوشش فرمائیں کیا اس آیت "وَمَآ اٰتٰکُمُ" اور "وَمَا نَہٰکُمْ" سے کون سے امور مراد ہیں "نَہٰکُمْ" کا جملہ اللہ تعالیٰ نے کیوں ارشاد فرمایا "نہی" کا لفظ اور اس کے محل کا استعمال ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ امور تشریعی سے اس کا تعلق ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو حکم تمہیں دیں وہ مانو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "مَا نَہَیْتُکُمْ عَنْہُ فَاجْتَنِبُوْہُ وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِہٖ فَافْعَلُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ"۔

(بخاری شریف۔ص۔۸۶۶۔ج۔۲۔مسلم شریف۔ص۔۲۶۲۔ج۔۲)

یعنی میں تمہیں جس چیز سے منع کروں اس سے رک جاؤ اور جس چیز کا حکم وامر دوں اس کو کرو اپنی استطاعت کے مطابق: اس روایت میں امر ونہی کو ایک دوسرے کے بالمقابل بیان کیا گیا اور پھر امر میں استمرار اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور استطاعت کی قید لگائی گئی ہے اور نہی میں اجتناب اور گریز کا حکم دیا گیا ہے الغرض اس حدیث سے واضح ہوا کہ دینے اور منع کرنے سے امور تشریعی مراد ہیں نہ کہ امور تکوینی جیسا کہ فریق مخالف نے سمجھا ہے۔

اور اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جو اوامر دین امت کو پہنچائے اور جن نواہی سے روکا ہے ان سے رکنا چاہئے اس آیت سے ہر چیز کا دینا اور لینا ہرگز مراد نہیں جیسا کہ روافض اور فرقہ بریلویہ نے سمجھا ہے۔

نیز اس آیت سے یہ بھی مراد نہیں کہ آپ ﷺ شارع ہیں جیسا کہ زائغین نے سمجھا ہے جو بالکل باطل ہے کیونکہ نبی اور رسول کا

منصب تبلیغ احکام ہوتا ہے کہ تحلیل وتحریم کا مقام حاصل کر کے شارع ہونا۔ حکم تو یہ ہے "یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ الخ" ہاں مجازی طور پر شارع کا اطلاق محل نزاع نہیں ہے مگر اس سے فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں ہے "کما لا یخفی"۔ (دل کا سرور)

دوسرا جواب: یہ ہے کہ سیاق وسباق تو مال فئی کے بارے میں ہے اگر مال مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو کچھ فئی کے مال میں سے تمہیں دیں تو لے لو تو یہ دینا مافوق الاسباب تو نہیں بلکہ اسباب کے تحت ہے لہٰذا فریق مخالف کا استدلال باطل ہوا۔

﴿۸﴾ مہاجرین کے اوصاف۔ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا ... الخ پہلی صفت۔ یَبْتَغُوْنَ ... الخ دوسری صفت۔ وَیَنْصُرُوْنَ ... الخ تیسری صفت۔ اُولٰٓئِكَ ... الخ نتیجہ۔

﴿۹﴾ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ ... الخ انصار کے اوصاف۔۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ اس گھر سے مراد مدینہ منورہ ہے انصار مدینہ مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ طیبہ میں سکون پذیر تھے ایمان اور عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ پختہ ہو چکے تھے اموال فئی میں سے آنحضرت ﷺ مہاجرین کو جو کچھ دیتے انصار مدینہ کبھی دل تنگ نہیں ہوتے بلکہ خود فقر وفاقہ برداشت کرتے تھے ان کی دیکھ بھال میں کسر نہیں چھوڑتے تھے ایسا ایثار آج تک کسی قوم نے روئے زمین پر کسی قوم پر کیا ہے؟

﴿۱۰﴾ مؤمنین کی ادعیہ۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ لَئِنْ

کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جو منافق ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں اپنے بھائی بندوں سے جنہوں نے کفر کیا ہے اہل کتاب میں سے کہ اگر تم نکالے گئے

اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ ۭ

اپنے گھروں سے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات نہیں مانیں گے کبھی بھی اور اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے

وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا

تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿۱۱﴾ اگر وہ نکالے گئے تو یہ نہیں نکلیں گے ان کیساتھ اور اگر ان سے جنگ کی گئی

لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ

تو یہ انکی مدد نہیں کریں گے اور اگر مدد کریں گے بھی تو پشت پھیر کر بھاگیں گے پھر کہیں بھی ان کی مدد نہیں کی جائے گی ﴿۱۲﴾ اے اہل ایمان البتہ تم زیادہ شدید ہو ان کے سینوں میں

صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ

خوف کے اعتبار سے بہ نسبت اللہ کے یہ اسوجہ سے کہ یہ ایسی قوم ہے جو سمجھ نہیں رکھتی ﴿۱۳﴾ یہ نہیں لڑیں گے تمہارے ساتھ اکٹھے مگر بستیوں میں

قُرًی مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا

جو محفوظ ہیں یا دیواروں کے پیچھے سے انکی لڑائی آپس میں شدید ہے آپ انکو گمان کریں گے اکٹھے حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں

وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰی ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ کَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

یہ اس وجہ سے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ﴿۱۴﴾ جیسے ان لوگوں کی مثال جو ان سے پہلے گزرے ہیں قریب زمانہ میں

قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ

چکھا انہوں نے وبال اپنے معاملے کا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۵﴾ جیسا کہ مثال شیطان کی کہ جب کہتا ہے انسان کیلئے کہ تو کفر کر پس جب وہ کفر کرتا ہے

اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا

تو کہتا ہے کہ بیشک میں بیزار ہوں تجھ سے میں تو خوف کھاتا ہوں اللہ سے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۱۶﴾ پس انجام ان دونوں کا یہ ہوا کہ

أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۶ ۵

وہ دونوں دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے اور یہی ہے بدلہ ظلم کرنیوالوں کا ﴿۱۷﴾

﴿۱۱﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ... الخ ربط آیات ۔ اوپر بنو نضیر کی عہد شکنی اور ان کے ساتھ لڑائی کا ذکر تھا، اب آگے انکی عہد شکنی کا سبب بیان کرتے ہیں کہ عہد شکنی انہوں نے اس لئے کی کہ منافقین نے ان کو اکسایا تھا کہ تم لڑو ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

خلاصہ رکوع ۔ (۲) عہد شکنی کے اسباب، منافقین کے مواعید کاذبہ، ۱، ۲، ۳، شہادت خداوندی سے منافقین کے وعدوں کی تردید، اطلاع ۱، ۲، تردید ۱، ۲، منافقین کی بزدلی، سبب بزدلی، منافقین کی حماقت، اطلاع خداوندی، ۳، تذکیر بایام اللہ سے تخویف یہود بنی نضیر یا مشرکین مکہ، مثال منافقین، شیطان کی برأت، تابع اور متبوع دونوں کا مشترکہ نتیجہ، عدل وانصاف باری تعالیٰ ۔ ماخذ آیات ۔ ۱۱ تا ۱۷ +

اَلَمْ تَرَ ... الخ عہد شکنی کے اسباب اور منافقین کے مواعید کاذبہ (۱) : اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ (۲) اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے۔ (۳) اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو یقیناً ہم تمہاری مدد کریں گے اور لڑائی میں ہم تمہارے معاون ہوں گے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ ... الخ شہادت خداوندی سے منافقین کے وعدوں کی تردید : اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق سراسر جھوٹے ہیں۔

﴿۱۲﴾ اطلاع خداوندی (۱) : یہ منافق نہیں نکلیں گے۔ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا ... الخ تردید۔ (۱)

وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ ... الخ تردید۔ (۲) منافقین کی بزدلی : اور اگر بالفرض والمحال یہ منافق مدد کیلئے آ بھی گئے تو میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ ﴿۱۳﴾ سبب بزدلی : مسلمانوں کا خوف اور دہشت ان منافقوں کے قلوب میں اور ان کے سینوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی زیادہ ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ... الخ منافقین کی حماقت : یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ ناسمجھ واقع ہوئے ہیں۔ ﴿۱۴﴾ اطلاع خداوندی۔ (۲)۔

﴿۱۵﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف یہود بنی نضیر یا مشرکین مکہ : شاید اس مثال میں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے انہوں نے بھی غدر کیا اور نقض عہد کیا اور لڑائی کی پھر مغلوب ہو کر قلعے میں بند ہو گئے اور بالآخر قلعے سے باہر نکلے ان سب کی مشکیں باندھ لی گئی اور شرط پر رہا کئے گئے کہ مدینہ سے چلیں جائیں چنانچہ شام کی طرف چلے گئے بعض حضرات فرماتے ہیں اس مثال میں بدر کی طرف اشارہ ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ ... الخ نتیجہ اخروی۔

﴿۱۶﴾ مثال منافقین : یا منافقوں کی مثال شیطان کی طرح ہے۔

قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ ... الخ شیطان کی برأت۔ ﴿۱۷﴾ تابع اور متبوع یعنی انسان اور شیطان دونوں کا مشترکہ نتیجہ: یعنی شیطان اور انسان دونوں دوزخ میں ہمیشہ کے لئے جائیں گے۔ وَذٰلِكَ ... الخ عدل و انصاف باری تعالیٰ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھے ہر نفس کہ اس نے آگے کل کیلئے کیا بھیجا ہے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ باخبر ہے

اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ

ان کاموں سے جو تم کرتے ﴿۱۸﴾ اور نہ ہونا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے فراموش کردیا اللہ تعالیٰ کو پس اللہ نے ان سے ان کی جانوں کو بھلا دیا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یہی لوگ ہیں نافرمان ﴿۱۹﴾ نہیں برابر دوزخ والے اور جنت والے جنت والے لوگ ہی

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ

کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ﴿۲۰﴾ اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو البتہ دیکھتے آپ اسکو خشوع کرنے والا اور پھٹ جانے والا

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ

اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے تاکہ وہ غور و فکر کریں ﴿۲۱﴾ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جاننے والا ہے

اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ

پوشیدہ اور ظاہر کو وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے ﴿۲۲﴾ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے،

اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ

بادشاہ پاک سلامتی والا امن دینے والا، نگرانی کرنے والا زبردست دباؤ ڈالنے والا اور عظمت کا مالک ہے پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنکو یہ لوگ

اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

اس کا شریک بناتے ہیں ﴿۲۳﴾ وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا بنانے والا، تصویر کھینچنے والا ہے اسکے نام ہیں بھلے پاکی بیان کرتی ہے اس کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ ع ۶ ۳

وہ زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۲۴﴾

﴿۱۸﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں شیطان اور انسان کے نتائج کے کا ذکر تھا، اب آگے

دونوں فریق جنتی اور جہنمیوں کے نتائج کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۳: حکم التزام تقویٰ، کفار کے ساتھ مشابہت کی ممانعت، فریقین کے نتائج کا تفاوت، عظمت قرآن، تاثیر قرآن، شفقت خداوندی، حصر الالوہیت، حصر علم غیب فی ذات باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، حصر الالوہیت، اوصاف خداوندی، تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء، عظمت خداوندی۔ ماخذ آیات۔ ۱۸ تا ۲۴+

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ... الخ حکم التزام تقویٰ۔

﴿۱۹﴾ کفار کے ساتھ مشابہت کی ممانعت۔ ﴿۲۰﴾ فریقین کے نتائج کا تفاوت۔

﴿۲۱﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ... الخ عظمت قرآن ۔ یہاں سے قرآن کی فضیلت اور عظمت کا بیان ہے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کافروں کے دل بڑے سخت ہیں یہ کلام سن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا... الخ تاثیر قرآن : حالانکہ قرآن کریم وہ کتاب ہے اگر پہاڑ بھی اس کو سمجھ جائیں تو اس کی عظمت اور جلال سے دب جائیں یعنی عاجزی کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کی مثال عمدہ قسم کی غذا کی ہے اگر یہ غذا تندرست جسم میں داخل ہو جائے تو اثرات پیدا کرے گی جسم میں خون پیدا کرنے اور جسمانی قویٰ کی مضبوطی کا باعث ہوگی، اس کے برخلاف اگر یہ غذا بیمار جسم میں چلی جائے تو بیماری میں اضافہ ہوگا تو جب تک انسان فاسد مادوں کو اسہال کے ذریعے نکال نہ دیا جائے تو اس وقت تک کوئی دوا جسم میں اثر نہیں کرے گی اسی طرح انسان کے دل و دماغ سے فاسد اخلاق تعصبات، باطل عقائد اور رسومات قبیحہ اور جہالت کا نکالنا ضروری ہے جب تک یہ چیزیں انسان کے روح میں موجود ہیں اللہ کی کلام اور نبی کی زبان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔ الخ لکھتے ہیں کہ جب تک انسان خواہشات اور شہوات میں ڈوبا ہوا ہے اس وقت تک قرآن اس کیلئے مفید نہیں ہو سکتا۔ (بحوالہ معالم العرفان فی دروس القرآن ۔ص۔ ۲۸۴۔ ج۔ ۱۸)

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ... الخ شفقت خداوندی۔ ﴿۲۲﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ... الخ حصر علم غیب کلی فی ذات باری تعالیٰ۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ... الخ تصرف باری تعالیٰ۔

﴿۲۳﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ۔ اَلْمَلِكُ... الخ اوصاف باری تعالیٰ۔

﴿۲۴﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ... الخ تنزیہہ الرحمٰن عن الشرکاء : "خالق" کے معنی ہیں مادہ پیدا کرنے والا یعنی انسان کا مادہ پہلے نطفہ پھر لوتھڑا پھر بوٹی، اور "باری" کا معنی روح پیدا کرنے والا "مصور" کا معنی تصویر بنانے والا اور مصور روح بھی ڈالتا ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ... الخ عظمت خداوندی : ترمذی شریف میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کے وقت تین مرتبہ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" اس کے بعد تین مرتبہ سورۃ الحشر کی تین آخری آیتیں "هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ... الخ" سے آخر سورۃ تک پڑھے تو حق تعالیٰ شانہ ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو شام تک اس کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اگر اس دن وہ مر گیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کے وقت یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا۔ (مظہری۔ص۔ ۲۵۷۔ ج۔ ۹)

الحمد للہ سورۃ الحشر کی تفسیر مکمل ہوئی اللہ رب العزت اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الممتحنہ

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الممتحنہ ہے جو اس سورۃ کی دسویں آیت میں موجود لفظ "فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ" سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۶۰۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۹۱۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۔۱۳۔ آیات ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ ۔ ممتحنہ امتحان کے مادہ سے ہے اس سورۃ کی دسویں آیت میں عورتوں سے بیعت لینے سے پہلے اچھی طرح جانچ لینے کا حکم ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے پہنچی تا کہ معلوم ہو جائے ان عورتوں کا مقصد اسلام کے علاوہ کچھ اور نہیں، اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ الممتحنہ ہے۔

ربط آیات ۔ گزشتہ سورۃ میں منافقین اور یہود کی بدعہدی کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں مقاطعہ عن الکفار کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ ۔ مقاطعہ عن الکفار۔

خلاصہ سورۃ۔ اسباب مقاطعہ، مقتضیات ترک موالات، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ اور ان کا استقلال، تذکیر بما بعد الموت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادعیہ، تسلی مؤمنین، اجازت مدارات، مہاجرین کے احکام اور طریق بیعت وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سُوۡرَةُ الۡمُمۡتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثَ | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ | عَشۡرَةَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست، ڈالتے ہو تم انکی طرف دوستی کا پیغام حالانکہ انہوں نے کفر کیا ہے

وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَـقِّ‌ۚ يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ‌ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ

اس چیز کے ساتھ جو تمہارے پاس آئی ہے حق سے نکالتے ہیں وہ اللہ کے رسول کو اور تمہیں بھی اپنے گھروں سے اس وجہ سے کہ تم ایمان لائے

رَبِّكُمۡؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِىۡ ‌ تُسِرُّوۡنَ

ہو اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کیلئے میرے راستے میں اور میری رضا کی تلاش کیلئے تو پھر تم کس طرح پوشیدہ

اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ‌ۖ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ

طور پر انکی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں جانتا ہوں اس چیز کو جسکو تم چھپاتے ہو اور جسکو تم ظاہر کرتے ہو اور تم میں سے

فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ① اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ يَكُوۡنُوۡا لَـكُمۡ اَعۡدَآءً وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ

جسنے یہ کام کیا پس بیشک وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے (۱) اگر وہ قابو پالیں تم پر تو وہ تمہارے دشمن ثابت ہونگے اور پھیلائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھوں اور زبانوں کو

وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝٢ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ

برائی کے ساتھ اور وہ پسند کرتے ہیں کہ تم بھی کسی طرح کفر کرنے لگ جاؤ ﴿۲﴾ ہرگز نہیں فائدہ پہنچائیں گے تم کو تمہارے رشتے دار اور نہ تمہاری اولادیں قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٣ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو انکو دیکھتا ہے ﴿۳﴾ تحقیق تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں میں

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ

جو انکے ساتھ تھے جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے تحقیق ہم بری ہیں تم سے اور ان چیزوں سے جنکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا ہمنے انکار کیا ہے تمہارا اور ظاہر ہو گئی ہے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى

ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ہمیشہ کیلئے جب تک کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر جو اکیلا ہے مگر ابراہیم علیہ السلام کی بات جو ان کے باپ کیلئے تھی کہ

تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ

میں ضرور بخشش کی دعا کرونگا تیرے لئے اور میں نہیں مالک تیرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اے ہمارے پروردگار ہم تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں

مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝٤ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے ﴿۴﴾ اے ہمارے پروردگار نہ بنا ہمکو آزمائش ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا اور بخش دے ہمکو

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ

اے ہمارے پروردگار بیشک تو زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۵﴾ البتہ تحقیق تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ ہے

اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦ ع ١ ٦ ٧

اس شخص کیلئے جو امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی اور جسنے منہ پھیرا پس بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع ❶ اسباب مقاطعہ یعنی ترک موالات کے چار اسباب کا بیان، تنبیہ مؤمنین، سبب اخراج، تنبیہ مؤمنین، وسعت علم باری تعالیٰ، کفار سے دوستی کا نتیجہ، مقتضیات ترک موالات۔۱۔۲۔شدت یوم قیامت، حاکمیت باری تعالیٰ، حکم مذکور پر تحریض کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی تاکید، حضرت ابراہیم اور ان کے متبعین کا اعلان برأت، حضرت ابراہیم اور ان کے متبعین کا استقلال، ازالہ شبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نفی مختار کل، حضرت ابراہیم اور ان کے متبعین کا اعتماد علی اللہ، انابت الی اللہ، تذکیر بمابعد الموت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادعیہ، تحریض مذکور پر ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی تاکید۔ ماخذ آیات۔۱ تا ۶ +

﴿۱﴾ اسباب مقاطعہ یعنی ترک موالات کے چار اسباب کا بیان۔ ❶ کفار اللہ کے دشمن ہیں۔ ''عَدُوِّيْ''۔

❷ کفار آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں۔ ''يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ''۔

❸ کفار قرآن کریم کے دشمن ہیں۔ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ۔ ❹ کفار تمہارے بھی دشمن

ہیں۔ ”وَعَدُوَّكُمْ“۔ لہذا کفار ظاہراً اور در پردہ دوستی رکھنے کے قابل ہی نہیں اگر کافر موقع پائیں گے تو ہاتھ یا زبان سے عداوت کا حق ضرور ادا کر دکھائیں گے۔

شانِ نزول : مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان میں معاہدہ حدیبیہ دس سال کے لئے کیا گیا تھا، مگر مشرکین اسے ایک سال تک بھی نہ نباہ سکے اور اس کی خلاف ورزی شروع کر دی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان بدعہدوں کو سبق سکھانے کا ارادہ فرمایا اور اس بات کو لوگوں تک پہنچائے بغیر جنگ کی تیاری شروع فرمادی اور آنحضرت ﷺ کی خواہش تھی کہ اچانک مکہ پر حملہ کر دیا جائے تا کہ کفار کو تیاری کا موقع نہ مل سکے اس دوران آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے ایک شدید غلطی ہوگئی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ان کے بیوی بچے مال واسباب اور دیگر ساز و سامان مکہ ہی میں رہ گئے تھے اکثر مہاجرین کے رشتے دار مکہ ہی میں تھے جو ان کے مکانات وغیرہ کی نگرانی کرتے تھے مگر حاطب رضی اللہ عنہ کا کوئی رشتہ دار مکہ میں موجود نہیں تھا جو ان کی اولاد اور اسباب کی نگرانی کرتا چنانچہ انہوں نے قریش کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے ان کو مسلمانوں کے منصوبے کو خط کے ذریعے آگاہ کرنا چاہا اور ان دنوں بنو عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی مدینہ میں آئی ہوئی تھی جب وہ مکہ جانے لگی تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کے نام خط لکھ کر بھیجا اس خط میں مسلمانوں کے بعض راز ظاہر ہو گئے تھے اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کیلئے بھی آ گئے تو اللہ تعالیٰ انکو غالب کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے نبی کو اطلاع فرمادی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت مقداد اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے پیچھے جانے کا حکم دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ عورت تمہیں ”روضہ خاخ“ کے مقام پر ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس عورت کے پاس پہنچے اور خط کا مطالبہ کیا لیکن اس عورت نے انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی سے کہا اگر تو نے یہ خط خود بخود نہ دیا تو تیری جامہ تلاشی لینا پڑے گی وہ عورت خوف زدہ ہوگئی اس نے یہ خط اپنے بالوں کے نیچے چھپایا ہوا تھا خط دے دیا جسے لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا خط کا مضمون پڑھ کر آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے سامنے خط کھول کر رکھ دیا اور پوچھ گوچھ شروع فرمادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے نبی آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں مگر آپ نے منع فرمایا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی جلدی نہ کیجئے بلکہ پہلے میری بات سن لیں اس کے بعد جو حکم ہو کر دیں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کیا جب سے میں اسلام لایا ہوں آج تک اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں سوچی نہ میں کافر ہوں اور نہ میں مشرک ہوں اور نہ ہی مرتد ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین پر مکمل طور پر ایمان رکھتا ہوں، بات یہ ہے کہ قریش مہاجرین کے تو مکہ میں عزیز و اقارب تھے جن کی وجہ سے مکہ والے ان کا لحاظ کرتے تھے مگر میرا تو وہاں کوئی عزیز نہیں ہے جس کی بناء پر مجھے خطرہ ہے کہ وہ میرے بچوں کو وہاں پر کوئی نقصان نہ پہنچائیں میں نے مکہ والوں کو ممنون احسان بنانے کیلئے یہ خط لکھا ہے ورنہ مجھے اسلام کی حقانیت پر نہ کوئی شبہ ہے اور نہ میں نے کیا ہے بلکہ یہ میری بھول ہے آپ میری خطاء کو معاف فرمائیے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی بیانیہ صفائی کو قبول فرمایا چونکہ یہ بدری صحابی تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے ان کی خطائیں معاف کر دیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی تعارض نہ کیا اس واقعہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے صحابی کو سخت ڈانٹ پلائی اور کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا چاہے کسی کی نیت ٹھیک ہو یا نہ ہو قرابت داری کی وجہ سے ایمان کمزور نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایمان کو ہر چیز پر مقدم کرنا چاہئے۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن۔ص۔۲۹۸ تا ۳۰۰۔ج۔۱۸)

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ... الخ تنبیہ مؤمنین : کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو دل سے دوستی نہ ہو مگر ایسا دوستانہ برتاؤ مت کرو۔ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ... الخ سبب اخراج : کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ خَ... الخ رَجْتُمْ... الخ تنبیہ مؤمنین : اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی کی تلاش کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو تو میری مرضی کے طالب بنو میرے اور اپنے دشمنوں کی طرف دوستی مت پھینکنا یہ رضاءِ حق کے خلاف ہے۔ وَاَنَا اَعْلَمُ... الخ وسعت علم باری تعالیٰ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ... الخ کفار سے دوستی کا نتیجہ۔

مواعظ ونصائح

راز کی حفاظت: اگلے زمانہ سے یہ بات مشہور ہے کہ ”جو راز دو سے تجاوز کر جائے تو وہ فاش ہو جاتا ہے۔“ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ قصہ یہ ہے کہ کسی سے پوچھا گیا کہ ان دو سے کیا مراد ہے؟ اس نے اپنے ہونٹوں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ”یہ دو ہونٹ“ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اپنی عمر کے چوالیس سال میں جب بھی کسی کو اپنی راز کی بات بتائی اور اس سے راز مخفی رکھنے کے لیے کہا تو اس نے پکی قسم کھا کر یقین دلایا کہ میرا راز ایسا مخفی رہے گا جیسے وہ گہرے کنوئیں میں ہے۔

مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ان میں سے کوئی اتنا صاف گو نہیں نکلا جو میرا راز سننے کے بعد یہ کہہ دیتا کہ ”اے دوست! معاف کرنا، میں آپ کا راز مخفی نہیں رکھ سکتا۔“ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ جس کو بھی اپنا راز بتائیں گے وہ اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر کہے گا: ”واللہ اگر لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں گے یا میری گردن پر تلوار رکھ کر کہیں گے کہ تمہارا راز انہیں بتا دوں تو میں نہیں بتاؤں گا۔“ لیکن جب آپ اس سے مطمئن ہو کر اور اس پر یقین کر کے اس کو اپنا راز بتا دیں گے تو دو یا تین مہینے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کا وہ راز لوگوں میں ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتا ہوا پھر آپ تک پہنچ جائے گا۔ دراصل اس معاملہ میں پہلی غلطی آپ سے ہی ہوئی ہے کہ سب سے پہلے آپ نے اپنا راز افشا کیا۔ وہ راز آپ کے ہونٹوں سے آگے جانا نہیں چاہیے تھا۔

جو کام آپ خود نہیں کر سکتے دوسروں کو اس کا پابند نہ بنائیے۔ ایک عرب شاعر کا قول ہے۔

☆ جب ایک شخص خود اپنا راز سینہ میں رکھ نہیں سکتا تو جس شخص کے پاس یہ راز بطور امانت رکھوایا گیا ہے وہ تو اور بھی بے چین ہوگا کہ راز افشا کر دے۔ میں نے بہت لوگوں کے ساتھ یہ تجربہ کیا تو ہر ایک کو ایسا ہی پایا۔ مشکل تو یہ ہے کہ آپ مشورہ لینے کے لیے کسی کے پاس جاتے ہیں، وہ مشورہ دیتا ہے لیکن پھر آپ کا راز بھی فاش کر دیتا ہے وہ پھر آپ کی نظروں سے گر جاتا ہے اور آپ کو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ ہماری تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ذرا آپ بھی سنئے :

جنگ بدر سے قبل جب رسول اللہ ﷺ نے سنا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام سے آرہا ہے تو آپ نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا لشکر لے کر اس کی طرف روانہ ہوئے۔ اس قافلہ کا سالار ابوسفیان تھا۔ اس کو جب اسلامی لشکر کے آنے کا علم ہوا تو اس نے ایک شخص ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اس صورت حال کی خبر دینے کے لیے مکہ بھیجا۔ ضمضم بہت تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوا لیکن پھر بھی اس کو مکہ پہنچنے میں کئی دن درکار تھے۔ اتنے دن اہل مکہ اس صورتحال سے بالکل بے خبر رہے۔

عاتکہ کا خواب: اسی عرصہ میں ایک رات عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا۔ جب وہ صبح اٹھی تو اس نے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان سے کہا : ”بھائی جان! واللہ آج رات میں نے ایک بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ خواب میں دیکھی جانے والی وہ مصیبت اور آفت تمہاری قوم پر ٹوٹ پڑے گی۔ لہٰذا جو خواب میں تمہیں سناؤں گی

اس کو راز میں رکھنا اور کسی سے بیان نہ کرنا۔''

عباس نے کہا : ''نہیں میں کسی کو نہیں سناؤں گا۔ بتاؤ تم نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟'' عاتکہ نے کہا : میں نے دیکھا کہ ایک شتر سوار مکہ کی طرف آیا اور وادئ ابطح میں آ کر ٹھہر گیا۔ وہ نہایت بلند آواز سے چیخ کر کہنے لگا : ''سنو! اے غدارو! سنو! تین دن کے اندر اندر اپنے مرنے کی جگہوں پر پہنچ جاؤ۔'' پھر کہنے لگی : ''میں نے دیکھا کہ بہت لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے وہ لوگ بھی وہاں آ گئے۔ ابھی یہ لوگ اس کے گرد جمع تھے کہ اس کا اونٹ اس کو لے کر کعبہ پر چڑھ گیا۔ وہاں بھی اس شخص نے چیخ کر وہی بات دہرائی کہ ''سنو! اے غدارو! سنو! تین دن کے اندر اندر اپنے مرنے کی جگہوں پر پہنچ جاؤ'' ۔'' پھر اس کا اونٹ اس کو لے کر جبل ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا اور وہاں سے بھی اس شخص نے بآواز بلند یہی جملہ کہا کہ : ''سنو! اے غدارو! سنو! تین دن کے اندر اندر اپنے مرنے کی جگہوں پر پہنچ جاؤ۔'' پھر اس نے ایک چٹان اٹھائی اور اس کو پہاڑ سے نیچے لڑھکا دیا تو وہ نیچے زمین سے ٹکرا کر چورا چورا ہو گئی اور اس کے ٹکڑے مکہ کے ہر گھر میں آ کر گرے۔''

عباس یہ خواب سن کر بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے : ''واللہ! یہ تو بڑا معنیٰ خیز خواب ہے۔'' پھر ان کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ اس خواب کی خبر سب جگہ پھیل جائے اور اس کو سن کر کوئی ناراض ہو اور عاتکہ کو تکلیف پہنچائے لہٰذا انہوں نے عاتکہ کو محتاط رہنے کے لیے کہا کہ ''اس خواب کو مخفی رکھنا اور کسی سے بیان نہ کرنا۔'' عباس یہ خواب سن کر پریشانی کے عالم میں باہر نکلے تو راستہ میں ان کا دوست ولید بن عتبہ ملا۔ انہوں نے اس کو یہ خواب سنایا اور اس کو راز میں رکھنے کی تاکید کی۔ ولید اپنے والد عتبہ سے ملا تو اس کو عاتکہ کا یہ خواب سنایا۔ اس کے بعد چند گھڑیاں ہی گزری ہوں گی کہ عتبہ نے اس خواب کا ذکر اپنے چند قریبی دوستوں سے کیا، اور اس طرح یہ بات ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہوئی مکہ کے سب لوگوں میں پھیل گئی اور قریش کی مجالس میں جا بجا اس کا تذکرہ ہونے لگا۔

دوسرے دن صبح جب عباس بیت اللہ کا طواف کرنے گئے تو وہاں ابوجہل کعبہ کے سائے میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سب عاتکہ کے خواب کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ابوجہل نے جب عباس کو دیکھا تو کہا : ''اے ابوالفضل! جب تم اپنے طواف سے فارغ ہو جاؤ تو ہمارے پاس آنا۔'' عباس حیران تھے کہ ابوجہل نے کیوں بلایا ہے۔ ان کو کوئی گمان بھی نہیں تھا کہ وہ ان سے عاتکہ کے خواب کے بارے میں پوچھے گا۔ بہر حال جب وہ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوجہل کی طرف گئے اور اس کی مجلس میں بیٹھے تو ابوجہل نے ان سے کہا : ''اے بنی عبد المطلب! تم میں یہ نئی نبیہ کب سے پیدا ہو گئی ہے؟'' عباس نے کہا ''کیوں؟ کیا بات ہو گئی؟'' ابوجہل نے کہا : ''وہی خواب جو عاتکہ نے دیکھا ہے!'' عباس نے گھبرا کر پوچھا : ''کیا دیکھا ہے؟''

ابوجہل کہنے لگا : ''اے عبد المطلب کی اولاد! تم نے مردوں کی نبوت پر اکتفا نہیں کیا حتیٰ کہ اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ عاتکہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ''اس کو خواب میں بتایا گیا ہے کہ تین دن میں جنگ کے لیے نکل پڑو'' اب ہم تین دن تک تمہاری بات کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ سچی ہوئی تو ظاہر ہو جائے گی۔ اور اگر تین دن گزرنے کے بعد کچھ نہ ہوا تو ہم تمہارے بارے میں ایک یادداشت لکھ کر رکھیں گے کہ تم لوگوں کا خاندان عرب میں سب سے جھوٹا ہے۔''

عباس اس کی باتوں سے پریشان تو ہوئے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ عاتکہ کے خواب دیکھنے کا انکار کرتے رہے۔ پھر مجلس برخاست ہو گئی۔ عباس اپنے گھر آ گئے تو عبد المطلب کے گھرانے کی سب عورتیں یکے بعد دیگرے ان کے پاس آئیں۔ وہ بہت ناراض تھیں۔ کہنے لگیں : تم نے اس بدمعاش خبیث کی باتوں کو گوارا کر لیا۔ پہلے تو وہ تمہارے مردوں کو برا بھلا کہتا تھا اور

اب وہ تمہاری عورتوں کے بارے میں باتیں بناتا ہے اور تم خاموشی سے سن کر آجاتے ہو۔ کیا تم میں کوئی غیرت وحمیت نہیں رہی۔"
یہ سن کر عباس کو بڑی غیرت آئی۔ وہ جوش میں آکر کہنے لگے: "خدا کی قسم! اگر اب ابوجہل نے دوبارہ ایسی باتیں کیں تو میں ایسا ایسا کروں گا۔" عاتکہ کے خواب کے تیسرے دن عباس بڑے غصہ کی حالت میں مسجد حرام گئے۔ وہاں ابوجہل نظر آیا تو اس کی طرف جانے لگے تاکہ اگر وہ دوبارہ ویسی باتیں کرے تو اس کو سخت جواب دیں۔ لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ ابوجہل اچانک اٹھا اور مسجد کے دروازہ سے باہر نکل کر تیزی سے بھاگا۔ عباس اس کی تیزی دیکھ کر حیران تھے، کیونکہ وہ تو اس سے لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔ وہ دل میں سوچنے لگے کہ اس ملعون کو آخر کیا ہوا۔ یہ کہیں اس خوف سے تو نہیں بھاگا کہ میں اس کو کھری کھری سناؤں گا۔
دراصل بات یہ ہوئی کہ ابوجہل نے مسجد کے باہر سے ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز سن لی تھی جس کو سالار قافلہ ابوسفیان نے اہل مکہ کی طرف مدد طلب کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس وقت ضمضم وادی میں اپنے اونٹ کے منہ پر بیٹھا رہا تھا۔ ضمضم نے اپنی قمیص بھی پھاڑ دی تھی اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "اے قریشیو! تجارتی قافلہ کی فکر کرو۔ تجارتی قافلہ کی فکر کرو۔ ابوسفیان کے ساتھ جو تمہارا تجارتی مال ہے محمد اور اس کے ساتھی اس کو لوٹنے آگئے ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم اس کو روک سکو گے۔"
پھر وہ زور سے چیخا: "المدد! فریاد ہے فریاد!!" یہ سن کر قریشیوں نے جلدی سے تیاری کی اور مدد کو نکل پڑے۔ اسی موقع پر جنگ بدر ہوئی اور ان کو ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑی۔ تو دیکھئے کہ ایک راز میں رکھنے والی بات کس طرح ایک لمحہ میں سب جگہ پھیل گئی حالانکہ اس کو مخفی رکھنے کی کس قدر خواہش تھی اور اس کی سب نے تاکید کی تھی۔
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام: راز کی بات پھیلنے کا ایک اور واقعہ سنئے: جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ چاہتے تھے کہ یہ خبر جلد از جلد سب جگہ پھیل جائے۔ وہ ایک شخص کے پاس گئے جو راز کی خبریں پھیلانے میں مشہور تھا۔ (اس کا نام جمیل بن معمر تھا)۔
آپ نے اس سے کہا: "جمیل! میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں، اس کو مخفی رکھنا۔" اس نے کہا: "بتاؤ۔ راز کی بات کیا ہے۔"
آپ نے فرمایا: "میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ خیال رکھنا۔ یہ بات کسی سے نہ کہنا۔" یہ کہہ کر حضرت عمرؓ اس کے پاس سے چلے گئے۔ جیسے ہی وہ جمیل کی نظروں سے اوجھل ہوئے اس نے فوراً لوگوں میں گھوم کر ہر ایک سے یہ کہنا شروع کردیا: "کیا تمہیں معلوم ہے، عمر نے اسلام قبول کرلیا ہے! کیا تمہیں معلوم ہے عمر نے اسلام قبول کرلیا ہے!!"
آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ راز کی باتیں کس طرح فوراً پھیل جاتی ہیں۔ اب دوسرا رخ دیکھئے۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت انسؓ کو کسی کام پر بھیجا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہ "رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کس کام پر بھیجا ہے؟"
انہوں نے کہا: "واللہ! میں رسول اللہ ﷺ کے راز کی بات ظاہر نہیں کروں گا۔" رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو یہی تربیت دیتے تھے کہ رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ اتنی چھوٹی عمر کے باوجود راز کو مخفی رکھنے کے معاملہ میں سخت پابند تھے۔ آج کل آپ کو حضرت انسؓ جیسا راز کی حفاظت کرنے والا کہاں ملے گا۔
حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ "ایک مرتبہ فاطمہ نبی اکرم ﷺ سے ملنے آئیں۔ ان کی چال بالکل رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھی۔ وہ آئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر ان کے کان میں کچھ بات کہی، جس کو سن کر وہ رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ "کیوں روتی ہو؟" پھر رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ کان میں بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے (دل میں) کہا کہ رونے کے فوراً بعد ہنسنا میں نے آج ہی دیکھا ہے۔ تو میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ "رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟" انہوں نے کہا: "میں رسول اللہ ﷺ کا راز بیان نہیں کروں گی"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے فاطمہ سے پھر وہی بات پوچھی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟)

وہ کہنے لگیں : ''آپ نے پہلے مجھ سے کان میں یہ فرمایا تھا کہ پہلے جبرائیل سال میں ایک بار میرے ساتھ قرآن دہراتے تھے۔لیکن اس سال انہوں نے دو بار دہرایا ہے۔میرا خیال ہے کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔اور (میری وفات کے بعد) سب رشتہ داروں سے پہلے تم مجھ سے ملوگی'' تو یہ سن کر مجھے رونا آ گیا۔پھر آپ نے فرمایا : ''کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ جنت میں سب عورتوں کی سردار بنو''۔یہ سن کر میں ہنس پڑی۔'' توحقیقت یہ ہے کہ آپ رازوں کی حفاظت جتنا کریں گے اتنا ہی لوگ آپ پر اعتماد کریں گے اور اپنے دلوں کی باتیں آپ سے بیان کریں گے اور ان کے نزدیک آپ کی قدر ومنزلت بڑھے گی اور ان کو احساس ہوگا کہ آپ ایک قابل اعتبار اور امانت دار شخص ہیں۔

﴿۲﴾ مقتضیات ترک موالات :اگر تم پر دسترس ان کو حاصل ہو جائے تو فوراً اظہار عداوت کرنے لگیں گے۔

وَيَبْسُطُوٓا...الخ اظہار عداوت۔ ❶ یہ ہے کہ زبان اور ہاتھ سے دنیوی نقصان پہنچائیں گے۔

وَوَدُّوْا الخ۔ ❷ دینی نقصان پہنچانے کے متمنی رہیں گے کہ تم کافر بن جاؤ۔

﴿۳﴾ شدت یوم قیامت : جب یہ لوگ قابل دوستی نہیں ہوسکتے تو اپنے اہل وعیال کے متعلق بھی خوب سوچ لو کہ وہ قیامت کے دن تمہارے کچھ کام نہیں آئینگے۔يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ...الخ حاکمیت باری تعالیٰ :اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا جو تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔

﴿۴﴾ حکم مذکور پر تحریض کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی تاکید۔

اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ...الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین کا اعلان برأت۔

كَفَرْنَا بِكُمْ...الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین کا استقلال : ہم تم سے یعنی تمہارے باطل عقیدے کے منکر ہیں اور باعتبار معاملہ اور برتاؤ کے بھی ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے دشمنی اور عداوت وبغض قائم ہے جب تک کہ تم اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ جو وحدہ لاشریک ہے اسپر ایمان نہ لے آؤ اس وقت تک یہ دشمنی قائم رہے گی۔اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ...الخ ازالہ شبہ : شبہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کیلئے استغفار کا وعدہ فرمایا حالانکہ یہ تو ناجائز ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں پر استغفار بھی طلب ہدایت کیلئے ہے جس کی سب کو اجازت ہے۔

وَمَآ اَمْلِكُ...الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نفی مختار کل۔

رَبَّنَا...الخ حضرت ابراہیم اور ان کے متبعین کا اعتماد علی اللہ۔

اَنَبْنَا...الخ انابت الی اللہ۔وَاِلَيْكَ...الخ تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ادعیہ۔ ❶، ❷۔

﴿۶﴾ تحریض مذکورہ پر ابراہیم علیہ السلام کی اتباع۔وَمَنْ يَّتَوَلَّ...الخ نتیجہ مخالفین رسول :جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اس نے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہونا ہے اور قیامت کے دن حساب وکتاب دینا ہے تو اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے پیروکاروں کا اسوہ اپنانا چاہیئے کہ وہ کسی سے نہ ڈرے اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشی کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کو پیدا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں وہ اپنے رسول کی مدد کرے گا اور اس کو غلبہ دے گا۔

مواعظ ونصائح

ہر میدان میں اسوہ پیغمبر سامنے رکھیں: بعض لوگ دوسروں کو ان کی ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر ملامت کرتے ہیں جو صرف خوردبین سے ہی نظر آسکتی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم ان کے زیادہ قریب ہوجائیں گے اور ہماری شخصیت بھی بلند ہوجائے گی۔ حق بات یہ ہے کہ اس کو اپنی دانشمندی نہیں سمجھنا چاہیے کہ آپ کسی کو ملامت کرسکتے ہیں بلکہ ہوشیاری یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے کسی کو ملامت کرنے سے احتراز کیا جائے اور ایسے طریقے سے اصلاح کی کوشش کی جائے جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ ہمارے رسول پاک ﷺ ایسے موقعوں پر اس بات کو بہت ملحوظ رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ سنئے :

جنگ خیبر کی واپسی پر محافظ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوبصورت جواب: جب آپ جنگ خیبر سے فارغ ہو کر واپس مدینہ تشریف لارہے تھے تو سفر لمبا ہوگیا اور سب تھک گئے۔ جب رات ہوگئی تو آپ نے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تا کہ لوگ کچھ دیر سو جائیں۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا : کون ہے جو آج رات فجر تک جاگتا رہے تا کہ ہمیں اُس وقت اٹھا دے"؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمت والے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا : "یارسول اللہ! آپ سو جائیں، میں جاگتا رہوں گا اور فجر کے وقت آپ کو اٹھا دوں گا۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے اور دوسرے لوگ بھی اپنی سواریوں سے اتر کر سو گئے۔ حضرت بلال ﷺ نفل نمازیں پڑھنے لگے۔ آخر تھک کر بیٹھ گئے۔ وہ پہلے ہی لمبے سفر میں تھک چکے تھے۔ اب اور تھک گئے تو اپنے اونٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تا کہ کچھ آرام کرلیں۔ وہ فجر کے طلوع ہونے کا انتظار کررہے تھے، لیکن نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور سوتے رہ گئے۔

قافلہ کے سب لوگ بہت تھکے ہوئے تھے۔ وہ سب بھی گہری نیند سو گئے تھے پوری رات گزر گئی اور سورج نکل آیا لیکن وہ سب سوتے رہے۔ بالآخر جب دھوپ کی گرمی لگی تو ان لوگوں کی آنکھ کھلی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاگ اٹھے، اور سب لوگوں نے اٹھ کر سورج کو دیکھا تو بڑے بے چین ہوئے، قافلہ میں شور مچنے لگا اور ہر ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ بھی بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : بلال! یہ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑا مختصر سا جواب دیا، لیکن اس جواب نے پوری صورتحال واضح کردی۔ انہوں نے عرض کیا : "یارسول اللہ! مجھ پر بھی اُسی چیز نے غلبہ پالیا جس نے آپ پر غلبہ پایا۔"

ان کا مطلب یہ تھا کہ میں بھی انسان ہوں۔ میں نے نیند سے مقابلہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ تو جیسے نیند نے آپ پر غلبہ پالیا اسی طرح مجھ پر بھی غلبہ پالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم نے سچ بات کہی" اور خاموش ہوگئے کیونکہ اب ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جب آپ نے لوگوں میں بے چینی اور اضطراب دیکھا تو قافلہ کو روانگی کا حکم دیا۔ اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد قافلہ کو روکنے اور سواریوں سے اترنے کا حکم فرمایا۔ وہاں آپ نے اور سب نے وضو کیا۔ آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے فرمایا : "جب تم نماز بھول جاؤ تو جب بھی وہ یاد آجائے اس کو پڑھ لیا کرو"۔

سبحان اللہ! آپ نے اس موقع پر کیسی دانائی اور حکمت سے کام لیا۔

بے شک آپ ہر قائد اور سردار کے معلم تھے۔ آج کل کے سرداروں کی طرح نہیں جو ہر وقت ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کا ڈنڈا ہاتھ میں لیے رہتے ہیں۔ بلکہ آپ اپنے ماتحتوں سے برتاؤ کرتے وقت اپنے آپ کو ان کی جگہ رکھ کر سوچتے تھے، آپ جسموں سے پہلے دلوں سے برتاؤ فرماتے تھے آپ جانتے تھے کہ وہ بشر ہیں، لکڑی یا دھات کے آلات نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں۔

جنگ موتہ کی داستان: سیرت نبوی سے ایک واقعہ سنئے : ۸ھ میں رومیوں نے فوجیں جمع کیں اور وہ شام کی طرف سے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب سے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ بعض مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ اس جنگ (موتہ) کی پہل رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوئی تھی اور پہلے آپ نے فوج جمع کر کے بھیجی تھی۔ بہر حال اس جنگ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فوج تیار کی اور لوگوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دی تو تقریباً تین ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔ آپ نے جو بھی ساز و سامان اور ہتھیار مل سکے وہ اس لشکر کے سپرد فرما دیئے۔

آپ نے فرمایا : ''تمہارے سپہ سالار زید بن حارثہ ہوں گے۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب سردار ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ فوج کے سپہ سالار ہوں گے۔'' آپ اس لشکر کو رخصت کرنے شہر سے باہر تک تشریف لائے اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح اس فوج کو الوداع کہا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو، دشمن سے تمہارا دفاع کرے اور بحفاظت ہمارے پاس واپس لائے۔ جب اس جنگ موتہ کے لیے یہ لشکر روانہ ہوا تو سرزمین شام کے مقام ''معان'' میں اُترا ہے۔ پھر اس نے ارد گرد کے قبائل سے تقریباً ایک لاکھ لشکری اور جمع کر لیے ہیں۔ اس طرح ان کی تعداد دو لاکھ ہو گئی۔

جب مسلمانوں کو اس بات کی یقینی خبر مل گئی تو وہ دو راتیں ''معان'' میں ٹھہر کر اپنے بارے میں غور کرتے رہے۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دشمن کی تعداد لکھ کر بھیجیں اور پوچھیں کہ کیا آپ ہمارے لیے مزید کمک روانہ کرتے ہیں یا ہم اپنی اسی تعداد کے ساتھ ان پر حملہ آور رہوں؟ وہاں اس بارے میں خاصی باتیں ہونے لگیں۔

بالآخر حضرت عبداللہ بن رواحہ ﷺ نے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا : اے ساتھیو! تم جس چیز کی طلب کے لیے نکلے تھے اب یہاں اس کو ناپسند کر رہے ہو۔ اب تم شہادت فی سبیل اللہ سے بھاگ رہے ہو! سن لو ہم دشمن سے تعداد یا طاقت یا کثرت کے بل پر نہیں لڑتے، ہم تو صرف اس دین کے بل پر لڑتے ہیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی ہے۔ تو چلو میدان جنگ کی طرف، اس میں ہمارے لیے دونوں میں سے کوئی ایک بھلائی ہے؟ یا تو فتح اور غلبہ حاصل ہو گا یا شہادت نصیب ہو گی۔'' یہ سننا تھا کہ اسلامی لشکر چل پڑا۔ چلتے چلتے جب موتہ کے مقام پر رومی لشکر کے قریب ہوا تو ایک لشکر عظیم سے سامنا ہوا جس کا مقابلہ بظاہر کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ بعد کے زمانہ میں حضرت ابوہریرہؓ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں جنگ موتہ میں شریک تھا۔ جب کفار کی فوج ہم سے قریب ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا کوئی مقابل نہیں ہے، نہ تعداد میں، نہ ہتھیار میں، نہ سواریوں اور ریشم و دیباج اور سونے چاندی میں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں تو مجھ سے ثابت بن ارقمؓ نے کہا : ''اے ابوہریرہ! معلوم ہوتا ہے تم اتنی بڑی فوج دیکھ کر ششدر رہ گئے ہو''؟ میں نے کہا : ہاں بات تو یہی ہے۔'' انہوں نے کہا : ''جنگ بدر میں ہمارے ساتھی نہیں تھے۔ وہ جنگ ہم نے کثرت تعداد کے بل پر نہیں جیتی تھی۔''

پھر دونوں فوجوں میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے عطا کیے ہوئے پرچم کو اٹھائے قتال شروع کیا، لیکن آپ کو اتنے تیر آ کر لگے کہ آپ گر کر شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفرؓ نے نہایت بہادری سے پرچم تھاما اور جنگ جاری رکھی۔ جب ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ سے پرچم تھام لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو اس کو اپنے بازوؤں میں دبا کر تھام لیا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ ایک رومی نے تلوار سے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔

حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو اسلامی پرچم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے تھام لیا۔ وہ اس وقت گھوڑے پر سوار رجز پڑھ رہے تھے اور بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، زخمی ہو گئے تو گھوڑے سے اُتر گئے اور پھر تلوار اٹھا کر مقابلہ شروع کر دیا۔ بالآخر

شہید ہوئے اور پرچم زمین پر گر گیا۔ مسلمان پریشان ہو گئے اور کفار شاداں و فرحان تھے۔ پرچم گھوڑوں کے ٹاپوؤں سے کچلا جا رہا تھا اور غبار اُڑ رہا تھا۔ اتنے میں حضرت ثابت بن ارقمؓ نے بڑی بہادری سے وہ پرچم اٹھا کر بلند کیا اور بآواز بلند پکارا کر کہا: ''او مسلمانو! یہ ہے ہمارا پرچم۔ اب تم کسی کو اپنا سالار بنالو۔''

جس جس نے یہ بات سنی اس نے کہا: ''اب تم ہی ہمارے سپہ سالار ہو۔'' انہوں نے کہا ''نہیں میں سپہ سالاری نہیں کروں گا'' وہ تو لوگوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرف اشارہ کیا۔ لہٰذا انہوں نے پرچم تھام لیا اور بڑی قوت و بہادری سے لڑے۔ وہ کہتے تھے کہ ''جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں، بالآخر ایک یمنی تلوار میرے ہاتھ میں رہ گئی۔'' بہر حال صورتحال کو دیکھ کر حضرت خالد بن ولید اسلامی لشکر کو بچا کر میدان جنگ سے ایک طرف لے گئے۔ رومی لشکر بھی واپس اپنی چھاؤنی میں چلا گیا۔

حضرت خالدؓ نے سوچا کہ اگر میں لشکر کو لے کر اسی رات مدینہ لوٹوں گا تو رومی لشکر ہمارا پیچھا کرے گا۔ لہٰذا جب صبح ہوئی تو انہوں نے لشکر کی ترتیب بدل دی۔ مقدمۃ الجیش کو پیچھے کر دیا، اور پیچھے والے مقدمۃ الجیش بنا دیا۔ اسی طرح دوسرے دستوں کی جگہ بھی بدل دی۔ بائیں طرف والے دستہ کو دائیں طرف اور دائیں طرف والے کو بائیں طرف مقرر کر دیا۔ جب جنگ دوبارہ شروع ہوئی اور رومی لشکر قریب آیا تو ان کے دستوں نے اپنے مقابل نئے جھنڈے اور نئے چہرے دیکھے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئے اور سمجھے کہ شاید رات کو مسلمانوں کے پاس نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ اس سے ان پر مسلمان فوج کا رعب بیٹھ گیا۔ مسلمانوں نے ان کی بڑی تعداد کو قتل کیا، اور مسلمان فوج کے صرف بارہ آدمی شہید ہوئے۔ دن کے آخری حصہ میں حضرت خالدؓ اسلامی لشکر کو میدان جنگ سے باہر نکال لائے اور مدینہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو شہر کے بچے دوڑتے ہوئے ان کی طرف آئے عورتیں بھی آئیں وہ سب مٹی اٹھا اٹھا کر لشکریوں کے مونہوں پر پھینک رہے تھے اور چلا رہے تھے کہ ''بھگوڑو! تم جہاد فی سبیل اللہ سے بھاگ کر آ رہے ہو۔''

جب نبی ﷺ کے کان میں یہ آوازیں آئیں آپ کو علم تھا کہ ان لشکریوں کے لیے یہی ایک چارۂ کار تھا، کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے مقابلہ کی پوری کوشش کر لی تھی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے، ان لوگوں کو اس حرکت سے روکا اور فرمایا: ''یہ بھگوڑے یا فراری نہیں ہیں بلکہ جہادی ہیں، ان شاء اللہ۔'' جی ہاں! جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا وہ جنگی ہیرو تھے، انہوں نے لڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن بہر حال وہ بشر تھے اور صورتحال ان کی طاقت سے باہر تھی جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا، اور اب لعنت ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا تو آپ نے دیکھا کہ ایسے معاملات میں رسول پاک ﷺ کا ہمیشہ یہی طریق کار رہا۔ اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ سنئے:

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار: جب کفار نے سنا رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر جرار کے ساتھ فاتحانہ مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو وہ بہت خوفزدہ ہو گئے۔ ان کی پریشانی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کی طرف ایک قاصد بھیجا۔ اس نے آپ کی طرف سے ان تین باتوں کا اعلان کیا۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ جائے گا اس کو امان ہے۔ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے۔ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امان ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی لوگ آپ کے آگے سے ان پناہ گاہوں کی طرف بھاگنے لگے۔ لیکن قریش کے بعض شہسوار جمع ہوئے اور انہوں نے آپ سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن ان کی قوم نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ پھر بھی ان میں سے چند جنگجو ''خندمہ'' کے مقام پر جمع ہوئے۔ مثلاً صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو اور کچھ اور لوگ جدال و قتال کے لیے خندمہ میں جمع ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کی مکہ میں آمد سے قبل حماس بن قیس نامی ایک شخص ہتھیار بنانے اور ان کو ٹھیک کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

ایک روز اس کی بیوی نے پوچھا : ”یہ سب تم کس کے لیے تیار کر رہے ہو“؟ کہنے لگا : ”محمد اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے۔“ اس کی بیوی کو مسلمانوں کی قوت کا اندازہ تھا۔ وہ کہنے لگی : ”واللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ محمد اور اس کے اصحاب کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔“ اس کا خاوند بولا : ”مجھے امید ہے کہ میں ان میں سے کسی کو تیرا خادم بنا دوں گا۔“ (یعنی ان میں سے کسی کو قید کر کے لاؤں گا اور تیری خدمت میں لگا دوں گا)۔

پھر وہ اپنی بیوی کے پاس سے اٹھا اور خندمہ کے مقام پر پہنچا جہاں اس کے ساتھی جمع تھے۔ اس کے پہنچتے ہی وہاں مسلمانوں کا لشکر بھی آ پہنچا جس کی قیادت حضرت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے۔ پھر فوراً ہی قتال شروع ہو گیا۔ جانباز ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور ذرا سی دیر میں بارہ یا تیرہ سے زیادہ کفار مارے گئے۔ ہتھیار بنانے والے حماس بن قیس نے جب یہ دیکھا اور صفوان اور عکرمہ کو بھی دیکھا کہ وہ اپنے گھروں کی طرف بھاگ رہے ہیں تو یہ بھی شکست کھا کر اپنے گھر کی طرف بھاگا اور جلدی سے اندر جا کر پناہ لی۔

خوف کے مارے چیخ چیخ کر وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا : جلدی سے دروازہ بند کر دے کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں ”جو کوئی اپنے گھر میں جا کر اندر سے اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کو امان ہے۔“ یہ سن کر اس کی بیوی بولی : ”تو بتا اب تیری وہ بات کہاں گئی جو تو پہلے کہتا تھا کہ تو ان میں سے کسی کو پکڑ کر لائے گا اور میرا خدمت گار بنائے گا!!۔“

بیوی کی یہ بات سن کر اس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ”اگر تو نے خندمہ کی لڑائی دیکھی ہوتی جہاں سے صفوان بھی بھاگا اور عکرمہ بھی۔ اور ابو یزید تو ماتم کرنے والے کی طرح کھڑی رہ جاتی۔ وہاں ایسی تیز تلواریں ہمارے سامنے آئیں جنہوں نے ٹانگیں اور سر بھٹوں کی طرح اڑا دئے، وہاں بس آہ و بکا اور فریادوں کی آوازیں آ رہی تھی۔ اگر تو وہ خوفناک منظر دیکھتی تو مجھ سے ایک لفظ بھی ملامت کا نہ کہتی۔“ اس نے بالکل صحیح کہا۔ اتنی شدید جنگ دیکھ کر اس کی بیوی کے منہ سے ایک لفظ بھی ملامت کا نہ نکلتا۔ اسی دن کا ایک اور واقعہ سنئے:

حضرت خالد بن ولیدؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سمجھ گئے : جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو بے شک آپ اور بلد حرام کی عظمت و حرمت سے واقف تھے۔ لہٰذا آپ نے وہاں بہت ہلکی سی لڑائی لڑی۔ پھر فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو اس وقت سے ہی محترم اور حرام قرار دیا ہے جس روز زمین و آسمان پیدا فرمائے تھے۔ اور میرے لیے آج صرف ایک گھڑی کے لیے حلال کر دیا ہے۔“ اسی وقت کسی نے آپ سے عرض کیا : ”یا رسول اللہ! آپ تو یہاں قتل و قتال سے ہمیں منع فرما رہے ہیں۔ لیکن اُدھر خالد بن ولید اپنے دستہ کے ساتھ قتال میں سرگرم ہیں۔ جو بھی مشرک سامنے آتا ہے اس کو قتل کر دیتے ہیں۔“

آپ نے کسی سے فرمایا : ”اے فلاں اٹھو اور خالد بن ولید کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ قتل سے اپنا ہاتھ اٹھا لے۔“

اس شخص کو معلوم تھا کہ وہ سب اس وقت حالت جنگ میں ہیں اور نبی ﷺ نے قریش کو حکم دیا ہے کہ ”وہ اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں تا کہ قتل سے بچ سکیں۔ لہٰذا جو کوئی اپنے گھر سے باہر ہو گا وہ قتل کا مستحق ہے۔“

لہٰذا اس نے رسول اللہ ﷺ کے اس پیغام کا جو آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تھا یعنی ”قتل سے اپنا ہاتھ اٹھا لے“ کا مطلب یہ سمجھا کہ ”جو بھی سامنے مقابلہ پر آئے اس کو قتل کر دیا جائے۔ پھر اپنا تلوار والا ہاتھ اٹھا لے کیونکہ اس کے بعد کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آئے گا جس کو قتل کیا جائے۔“

رسول اللہ ﷺ کے پاس پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا ”یا رسول اللہ! یہ خالد تو اب بھی قتل کر رہے ہیں“ رسول اللہ ﷺ حیران تھے کہ وہ کیسے قتل کر رہے ہیں جبکہ میں نے منع کر دیا ہے۔“ آپ نے حضرت خالدؓ کو بلایا۔ وہ حاضر ہو گئے۔

آپ نے فرمایا : ''کیا میں نے تمہیں قتل سے منع نہیں کیا۔'' یہ سن کر حضرت خالدؓ حیران ہو گئے اور کہنے لگے : ''یارسول اللہ! فلاں شخص میرے پاس آیا تھا اس نے تو مجھے یہ پیغام دیا کہ جس کو تم مار سکو مارو۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا۔ وہ آیا اور اس نے حضرت خالدؓ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا ''کیا میں نے یہ حکم نہیں بھیجا تھا کہ خالد قتل سے ہاتھ اٹھا لے''؟ اب اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔

وہ کہنے لگا : ''یارسول اللہ! آپ نے ایک بات چاہی لیکن اللہ تعالیٰ کو دوسری بات منظور تھی تو اللہ کی مرضی آپ کی مرضی پر غالب آ گئی مجھ سے تو وہی ہو سکا جو پیش آیا'' یہ سن کی نبی ﷺ خاموش ہو گئے اور اس کو کچھ نہیں کہا آپ انسانی زندگی کے حالات پر غور فرمائیں تو ایسی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں بعض اوقات ایک شخص اپنے خیال میں ممکنہ حد تک اچھا کام کرتا ہے۔ لیکن وہ کام خراب ہو جاتا ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بنا دے تمہارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہاری عداوت ہے انکی طرف سے دوستی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ

اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے ﴿۷﴾ نہیں منع کرتا اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے جو تم سے نہیں

وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞۸

لڑے دین کے معاملے میں اور تمہیں نہیں نکالا تمہارے گھروں سے کہ تم ان سے نیکی کا سلوک کرو اور ان کے ساتھ انصاف کرو بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ﴿۸﴾

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا

بیشک منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو لڑے ہیں تم سے دین کے معاملہ میں اور نکالا ہے تمکو تمہارے گھروں سے اور مدد کی ہے انہوں نے تمہارے نکالنے میں کہ

عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تم ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا۔ بس یہی لوگ ہیں ظالم ﴿۹﴾ اے ایمان والو جب تمہارے پاس آئیں

اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے تو ان کا امتحان کرلو اللہ خوب جانتا ہے انکے ایمان کو پس اگر تم جان لو انکو کہ وہ ایماندار ہیں پس نہ پلٹاؤ

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ

انکو کافروں کی طرف نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں اور ادا کر دو ان کافروں کو جو خرچ کیا انہوں نے اور کوئی گناہ نہیں ہے

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ

تم پر کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرو جب کہ تم دیدو انکو ان کے مہر اور نہ روک رکھو اپنے پاس ناموس کافر عورتوں کا اور مانگ لو تم

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ

جو خرچ کیا ہے تمنے اور وہ کافر لوگ بھی مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا حکم وہ فیصلہ کرتا ہے تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى

سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے﴿۱۰﴾ اور اگر چلی جائیں تمہاری بیویوں میں سے کچھ کافروں کی طرف

الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ

پس تم گرفت کرو تو دو ان لوگوں کو جنکی بیویاں گئی ہیں اس کی مثل جو انہوں نے خرچ کیا ہے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ

جس پر تم ایمان رکھتے ہو﴿۱۱﴾ اے نبی! جب آئیں آپکے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کیلئے اس شرط پر کہ وہ نہیں ٹھہرائیں گی اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ

کسی چیز کو اور نہ چوری کریں گی اور نہ وہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولادوں کو قتل کریں گی اور نہ لائیں گی وہ بہتان جسکو گھڑیں وہ اپنے ہاتھوں سے اور پاؤں سے

بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ

اور نہ وہ نافرمانی کریں گی آپ کی نیکی کے کام میں پس آپ انکو بیعت کرلیں اور بخشش طلب کریں ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے بیشک

اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے﴿۱۲﴾ اے ایمان والو! نہ دوستی کرو اس قوم سے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوا ہے تحقیق مایوس ہو گئے ہیں

قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

الرکوع ۲ الصف ۸

وہ آخرت سے جس طرح کہ کافر لوگ مایوس ہو گئے ہیں ان لوگوں سے جو قبروں میں جا پڑتے ہیں﴿۱۳﴾

﴿۷﴾ عَسَى اللّٰهُ ... الخ ربط آیات : اوپر مقاطعہ عن الکفار کا ذکر تھا، اب آگے فرمایا کہ ان سے دوستی کے اسباب خود اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا۔

خلاصہ رکوع ❷: تسلی مؤمنین، اقسام کفار۔۱۔ کفار غیر محاربین سے تعلقات کی اجازت۔۲۔ محاربین کفار سے دوستانہ تعلقات کی ممانعت، خصوصی خطاب سے مہاجر عورتوں سے طریق امتحان، کفار سے ازدواجی تعلقات کی ممانعت خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، مرتدہ عورت کو مسلمان کے نکاح میں روکنے کی ممانعت، مہر کی عدم ادائیگی کی صورت میں احکام، شرائط بیعت، فرائض خاتم الانبیاء، ۱، ۲، سے بیعت کا بیان، ترک موالات مع الکفار، کیفیت کفار و یہود۔ ماخذ آیات۔ ۷ تا ۱۳+

عَسَى اللّٰهُ ... الخ تسلی مؤمنین : اللہ تعالیٰ ان سے جن سے تمہاری دشمنی ہے دشمنی کی بجائے دوستی کے اسباب پیدا فرما دے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

﴿۸﴾ اقسام کفار۔ ❶ غیر محاربین کفار سے تعلقات کی اجازت ۔ ان سے مراد وہ کفار ہیں جو مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ نہ ہوں، یا ذمی بن کر اسلامی قوانین کا احترام کریں ایسے لوگوں سے جنگ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس قسم کے کفار سے نرمی اور رواداری کرنی چاہئے تا کہ تالیف قلوب سے ممکن ہے کہ مائل باسلام ہو جائیں۔ اس آیت میں اصل مقصود بر واحسان کرنے کی ہدایت ہے اس آیت سے ثابت ہوا نفلی صدقات ذمی اور مصلح کافر کو بھی دیئے جاسکتے ہیں صرف حربی کافر کو دینا ممنوع ہے۔ (معارف القرآن۔ ص۔ ۴۰۶۔ ج۔ ۸۔ م، ش، د)

﴿۹﴾ اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ... الخ۔ ❷ محاربین کفار سے دوستانہ تعلقات کی ممانعت ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حربی کافر سے دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے تفسیر مظہری میں ہے کہ حربی یعنی برسر جنگ کفار کے ساتھ عدل وانصاف تو اسلام میں ضروری ہے ہی اور ممانعت صرف موالات یعنی دوستی کی گئی ہے، بر واحسان کی ممانعت نہیں کی گئی بشرطیکہ بر واحسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو کسی نقصان وضرر کا خطرہ نہ ہو جہاں پر یہ خطرہ ہو وہاں بر واحسان جائز نہیں ہاں عدل وانصاف ہر حال میں ضروری اور واجب ہے۔

﴿۱۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا... الخ خصوصی خطاب سے مہاجر عورتوں سے طریق امتحان۔

شان نزول : صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر ہمارا کوئی آدمی ایمان لا کر تمہارے پاس آجائے تو تم اسے واپس لوٹا دو گے اگر تمہارا کوئی آدمی آ گیا تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے کچھ عرصہ بعد ام مکتوم بنت عتبہ ابن ابی معیط چند عورتوں کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گئی تو شرط کے مطابق مشرکین نے آدمی بھیجے کہ وہ ہمیں واپس لوٹا دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس لوٹانے سے انکار کر دیا کیونکہ صلح نامہ میں لفظ "رجل" کا تھا اور یہ عورت تھی اس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ... الخ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فوائد عثمانیہ میں لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دل کا حال اللہ ہی بہتر جانتے ہیں مگر ظاہری طور پر ان عورتوں کو جانچ لینے کا حکم تھا کہ آیا واقعی مسلمان ہیں اور دین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر آئی ہیں یا کوئی دنیوی غرض یا کوئی نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا امتحان لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیعت لیتے تھے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ... الخ کفار سے ازدواجی تعلقات کی ممانعت خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں : یہ حکم اس وقت کا ہے جب میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا مشرک ہو اختلاف دین کی وجہ سے نکاح قائم نہیں رہتا اور کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آجائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس مسلمان کے ذمے ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر اس عورت پر خرچ کیا ہے وہ اس کافر کو واپس کر دے اب اس عورت کا جو مہر مقرر ہوا ہے وہ اس کے ذمے الگ ہے تو اب نکاح میں لا سکتا ہے۔

وَلَا تُمۡسِکُوۡا بِعِصَمِ الۡکَوَافِرِ ...الخ مرتد عورت کو مسلمان کے نکاح میں روکنے کی ممانعت : پہلے حکم کے مقابلے میں یہ دوسرا حکم ہے کہ جس مسلمان کی بیوی کافر یا مرتد ہو جائے اور وہ اس کو چھوڑ دے پھر جو کافر اس سے نکاح کرے گا تو اس مسلمان کا کیا ہوا خرچہ ومہر کافر مسلمان کو واپس کرے گا اسی طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کریں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا تو مسلمان ایک دوسرے کا حق لینے اور دینے پر تیار ہو گئے مگر کافروں نے دینا قبول نہ کیا پھر اگلی آیت نازل ہوئی۔

﴿۱۱﴾ وَاِنۡ فَاتَکُمۡ ...الخ مہر کی عدم ادائیگی کی صورت میں احکام : یعنی جس مسلمان کی بیوی کافر اور مرتد ہو گئی ہو اور کافر نے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا مہر واپس نہیں کیا تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئی ہے تو اس کا جو خرچ مہر مسلمان نے دینا

تھا اب کافر کو نہیں دیں گے بلکہ اس مسلمان کو دیں گے جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اگر اس مسلمان کا حق دینے کے بعد کچھ بچ جائے تو وہ اس کافر کو واپس کر دیں گے، بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کافر کا خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو بیت المال سے دیا جائے اسلام نے کس قدر انصاف کی تعلیم دی ہے مگر اس پر وہ پابند ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس پر ٹھیک ٹھاک ایمان رکھتا ہو۔

﴿۱۲﴾ **شرائط بیعت۔۱۔۲۔۳۔۴۔وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ۔۵۔** اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کرنا یا جھوٹی گواہی دینا یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسمیں کھانا اور ایک اس کا معنی یہ ہے کہ بیٹا کسی اور نے جنا ہوا اور وہ اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دینا یا کسی اور کی اولاد کو مکر و فریب سے اپنی طرف منسوب کرنا۔ حدیث پاک میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

وَلَا يَعْصِيْنَكَ الخ۔۶۔فَبَايِعْهُنَّ ... الخ فرائض خاتم الانبیاء۔۱۔۲۔ سے بیعت کا بیان: اس آیت کے حاشیہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ آیت بیعت کی غرض میں صریح ہے اور اس سے بیعت رسمی کا جس میں عمل کا اہتمام نہ ہو ابطال لازم آتا ہے بخاری شریف میں کتاب الایمان میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْراً وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئاً وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئاً فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئاً ثُمَّ سَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ اِلَى اللهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ بَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ"۔ (رقم الحدیث ۱۸)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک تھے ان سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اور آپ ﷺ کے چاروں طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی آؤ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے اور نہ چوری کرو گے نہ زنا کرو گے اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ کسی پر بہتان باندھوں گے اور مشروع باتوں میں خلاف نہ کرو گے جو اس عہد کو پورا کرے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو ان چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہوگا اور اس کی سزا اس کو دنیا میں مل گئی تو یہ سزا اس کیلئے کفارہ ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ستاری کی تو آخرت میں اللہ جل شانہ چاہیں اس کو سزا دیں چاہیں معاف کریں یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ان باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ بیعت نہ بیعت اسلام ہے نہ بیعت جہاد ہے وہی بیعت صوفیاء ہے جو امور اسلام پر تاکید کے واسطے کی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے القول الجمیل میں بیعت کی حقیقت پر مفصل کلام کیا ہے جس کا ترجمہ شفاء العلیل میں یہ ہے: "قَالَ اللهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ"۔ (الآیۃ) حق تعالیٰ نے فرمایا مقرر جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے محمد ﷺ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو اپنی ذات کی مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے پورا کیا اس کو جس پر اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا سو عنقریب ان کو اجر عظیم عنایت کرے گا۔

(بحوالہ شریعت و طریقت کا تلازم۔ص۔۱۱۷ تا ۱۱۹)

التکشف میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے: "عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا عَلَامَ نُبَايِعُكَ

يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوْا وَتُطِيْعُوْا وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً قَالَ وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا اَنْ يُّنَاوِلَهٗ اِيَّاهُ''۔ (اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے ؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا ان امور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر ان کو دیدے۔

فائدہ: حضرات صوفیاء کرام میں جو بیعت معمول ہے جس کا حاصل معاہدہ ہے التزام احکام واہتمام اعمال ظاہری وباطنی کا جس کو ان کے عرف میں بیعت طریقت کہتے ہیں بعض اہل ظاہر اس کو اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیل حاصل لازم آتی ہے اور مضمون سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں بلکہ بدلالت الفاظ معلوم ہے کہ التزام واہتمام اعمال کیلئے ہے پس مقصود ثابت ہو گیا۔ (بحوالہ شریعت وطریقت کا تلازم ص۔ ۱۲۲ تا ۱۲۴)

طریق تلاش مرشد کامل: اگرچہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے متعدد طریقے ہیں لیکن سب سے زیادہ قریب اور آسان طریقہ توسل شیخ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ''۔ (مائدہ۔ ۳۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ اس لئے اب ضروری ہوا کہ پیر کی تلاش کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کیجائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بھی ابھی بیعت نہ کرے بلکہ خوب اچھی طرح سوچ وبچار کرکے اول اس میں شرع شریف کی پابندی پر نظر کرے اور جس کو شرع شریف کا پابند نہ دیکھے ہرگز اس کی بیعت نہ کرے اگرچہ اس سے خرق عادات ظاہر ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا''۔ (الدہر۔ ۲۴) ان میں سے گنہگار اور کافر کی اطاعت مت کر۔

اور گنہگار کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان دینے والی ہے کیونکہ کافر کا کفر تو ظاہر ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا''۔ (کہف۔۲۸) اس شخص کی فرمانبرداری مت کر کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ علم باطنی ایک پوشیدہ امر ہے اور پوشیدہ امر میں سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے جہاں کہیں بڑے نفع کی امید ہوتی ہے وہیں بڑے بھاری نقصان کا بھی ڈر ہے۔ جہاں خزانہ ہوتا ہے وہیں ڈاکو اور چور کا بھی کھٹکا ہے اور نفس اس خزانے کا ڈاکو اور شیطان اس کا چور ہے اور بہت سے شیطان جیسی عادتوں والے انسان پیری اور مرشدی کا دعویٰ کرتے ہیں اور جاہلوں اور کم علم لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں جیسا کہ مولانا رومی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

خبردار بہت سے شیطان انسانوں کی صورت میں ہیں پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے۔ اور حضرت

سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نگھدار د آں مرد در کیسہ دُر | کہ داند ھمہ خلق را کیسہ بر

وہی شخص اپنی تھیلی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔

پس جس شخص کے حالات صحیح ہوں اور اس میں ولایت کے اوصاف موجود ہوں (ایسا نہ ہو کہ خود ان اوصاف سے عاری ہو اور اپنے باپ دادا کے کمالات کا دعویدار ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر پیرزادوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں) پس اس ولایت کا دعویٰ کرنے والے میں دلیل تلاش کرے اور شرع شریف کی پابندی کرنے والے شخص سے خرق عادت کا ظاہر ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل ہے لیکن سب سے بہتر اور قوی دلیل وہی ہے جو کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اس کی صحبت میں اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے اور دل اللہ تعالیٰ کے غیر سے بیزار ہو جاتا ہے لیکن عام لوگوں کو صحبت کے اثر کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اس لئے چاہئے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا اور عمل کرنے والا عالم سمجھے اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ (النحل۔ ۴۳) پس ذکر والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ اور آنحضور ﷺ نے فرمایا: "انما شفاء العی السوال"۔ جہالت یعنی عاجزی کی شفا (علماء سے) سوال کرنا ہے۔

پس اگر کوئی انصاف کرنے والا عالم اور عمل کرنے والا شخص اس کی صحبت کے اثر پر گواہی دے تو مان لینا چاہئے اور اگر انہی خوبیوں والے چند شخص اس تاثر کی گواہی دیں تو بہت زیادہ اچھا ہے۔ پس ایسے پرہیزگار شخص کی صحبت کو اختیار کرے اور طریقت کی بیعت حاصل کرے کیونکہ اس کی صحبت میں نقصان نہیں ہے اگرچہ فائدہ یقینی نہ بھی ہو پس اگر اس جگہ مقصود حاصل ہو جائے تو مراد یہی ہے ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

فیض حاصل ہونے کی صورتیں: فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور طرح طرح کی کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً کسی کو نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے کوئی بیخود اور بیہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بیخودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے رفتہ رفتہ وہ آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو یارا۔ پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد میں سے آتی ہے اس آواز کو صوت حسن وہمس کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا"۔ (طہ ۱۰۸) اور رحمن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

اور کہتے ہیں کہ یہی آواز تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے اور اپنے تمام بدن سے سنی تھی اور ان پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیاء کرام بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز سے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی ہے اور کبھی گھنٹی جیسی بھی آواز آنے لگتی ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست | ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

کوئی نہیں جانتا کہ اس دوست کی منزل کہاں ہے۔ ہاں مگر اتنا ہے کہ (قافلے کے) ایک گھنٹے کی آواز آتی رہتی ہے۔ اور کبھی کبھی دوسری طرح کی آواز آتی ہے۔ مثلاً کبھی بھڑ کی، کبھی چڑیا کی، کبھی ایسی جیسے شام کو بسیرے کے وقت پرندے اڑتے پھرنے کی اور کبھی ڈھول، گھنٹے اور ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز، کبھی طنبور، سارنگی، ستار، نقارہ اور دوسرے باجوں کی سی۔ غرض اسی طرح نئی نئی آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ایسی آواز ڈھول اور نوبت خانے کی آواز پر غالب آجائے اور جب اس کا غلبہ آواز کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سلطان الاذکار کی آواز ہے کہ کبھی بجلی کی کڑک کی سی آواز ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے کسی کو جذبہ اور واردات حاصل ہوتی ہیں کسی کے لطیفوں میں بجلی، ستارہ، چاند، سورج، یا دوسری قسم اور رنگ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں لیکن سالک کو چاہئے کہ ان انوار کی طرف توجہ نہ کرے اس لئے کہ بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات بے جہت و بے کیف کا نور حاصل کرنا ہے کسی کو باطنی سیر شروع ہوجاتی ہے اور ظاہری حسیں بیکار ہوجاتی ہیں اور کسی کے لطیفوں میں گرمی محسوس ہوتی ہے کسی کو شرع شریف کی پیروی اور اچھی عادتیں حاصل کرنے کا شوق اور شرع کے خلاف باتوں سے نفرت اور بری عادتوں سے بیزاری ہوجاتی ہے کوئی اپنے اندر پیر کی محبت کا مزا اور توجہ کی کشش پاتا ہے اور کسی کو ظاہراً کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ بھی اثر سے خالی نہیں رہتا توجہ اپنا اثر ضرور کرتی ہے اگرچہ معلوم نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اکثر پر عجیب عجیب حالات اور کیفیات کا نہ ہونا اور ان کا کامل ہونا اور شرع شریف پر پوری طرح عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پایا جانا صحبت کے فائدہ مند ہونے پر دلیل ہے۔ (عمدۃ السلوک: ص ۸ سے تا ۱۴)

بیعت کا حکم

جاننا چاہیے کہ بیعت کرنا سنت ہے واجب نہیں، کیونکہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے۔ لیکن ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے تارک بیعت کے گناہگار ہونے پر دلالت ہوتی ہو۔ نہ ہی ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں سے کسی سے تارک بیعت پر نکیر منقول ہے۔ گویا اس امر پر اجماع ہوگیا کہ بیعت کرنا واجب نہیں۔

بیعت کی حکمت و مصلحت: جاننا چاہیے کہ اللہ رب العالمین کی سنت جاریہ ہے کہ ایسے امور جو مخفی ہوتے ہیں اور ان کا تعلق قلب وضمیر سے ہے ان امور مخفیہ کے اظہار کے لیے کچھ اقوال یا افعال ظاہرہ متعین فرمائے ہیں جو ان امور مخفیہ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی تصدیق کا تعلق۔ یعنی ایمان کا تعلق حقیقتاً قلب سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے "اقرار" کو اس کے قائم مقام کردیا جو زبان کا فعل ہے۔ اسی طرح بیع وشراء کے صحیح ہونے کی اصل شرط متعاقدین کی رضامندی ہے ثمن اور مبیع پر، لیکن یہ امر مخفی ہے، لہٰذا ایجاب وقبول (جو زبان کے اقوال ہیں) کو اس کے قائم مقام کردیا گیا ہے۔ ایسے ہی توبہ اور معاصی کے ترک پر پختہ ارادہ اور تقویٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا یہ اصل حکم ہے اور امر مخفی ہے لہٰذا بیعت کو اس کے قائم مقام کرکے مشروع کردیا گیا ہے۔

صاحب بیعت یعنی شیخ اور مرشد کی شرائط: یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کون شخص دوسروں سے بیعت لے سکتا ہے؟ بیعت وہی شخص لے سکتا ہے جس کے اندر چند شرائط پائی جائیں؛ شرط اول: ایک یہ کہ کتاب وسنت کا عالم ہو اور اس میں علم کے انتہائی مراتب شرط نہیں ہیں بلکہ کتاب اللہ کا تو اتنا علم کافی ہے کہ وہ تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہ پڑھ چکا ہو اور کسی محقق عالم کے سامنے زانوے تلمذ تہ کر چکا ہو۔ قرآن مجید کے معانی، مشکل اور غریب کلمات کی تفسیر ومراد سے خوب واقف ہو، اسباب نزول کا علم رکھتا ہو، جملوں اور عبارات کی اعرابی کیفیات وغیرہ سے خوب واقف ہو اور سنت وحدیث میں کم از کم مشکوٰۃ المصابیح کے درجہ کا علم رکھتا ہو۔ احادیث کے معانی اور غرابت الالفاظ کی مراد سے واقف ہو۔ مشکل اور معضل احادیث کی تاویل واعراب، فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی رائے کے موافق جانتا ہو۔

البتہ اس کا حافظ قرآن ہونا اور احادیث کی اسانید سے واقف ہونا شرط نہیں، اسی طرح علم کلام اور علم اصول، فقہ وفتاوی کی جزئیات سے واقف ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ بیعت کا اصل مقصود یہ ہے کہ شیخ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر سکے، باطنی سکینت واطمینان کے حصول کی طرف رہنمائی کر سکے، رذائل کا ازالہ اور خصائل ومحامد کا اکتساب ممکن بنا سکے اور مرید ومسترشد ان امور میں اس کی کامل اتباع وتعمیل کرے۔

لہٰذا اگر شیخ عالم نہ ہوگا تو یہ تمام امور اس سے کس طرح ممکن ومتصور ہوں گے۔ نیز مشائخ عظام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لوگوں کے سامنے دین کا وعظ ونصیحت وہی کرے جس نے قرآن وسنت کا علم حاصل کر رکھا ہو۔ ہاں! اگر کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء ربانیین کی طویل صحبت اٹھائی ہو، ان کے سامنے ادب وتربیت کی منازل طے کی ہوں، حلال وحرام کی بہت فکر کرنے والا، کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سر تسلیم خم کر دینے والا ہو تو ایسا شخص بھی شیخ ومرشد بننے کی گنجائش رکھتا ہے۔

شرط ثانی : عدالت اور تقویٰ یہ مرشد کامل کی دوسری نشانی اور شرط ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ کبائر سے مکمل اجتناب کرتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

شرط ثالث : تیسری شرط یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب ہو۔ طاعات مؤکدہ پر عمل پیرا اور اذکار ماثورہ مسنونہ جو احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں ان کا پابند ہو، تعلق مع اللہ اور رجوع الی اللہ کی صفت سے متصف ہو۔

چوتھی شرط : چوتھی شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام کرتا ہو۔ صاحب مروت اور عقل مند ہو تا کہ اس کے کہے پر اعتماد کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے گواہوں کے لیے یہ فرمایا ہے کہ : "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ"۔ (سورۃ البقرۃ ۲۸۲:)

تو صاحب بیعت میں تو یہ بات بطریق اولیٰ ہونی چاہیے۔

پانچویں شرط : پانچویں شرط یہ ہے کہ مشائخ عظام کی طویل صحبت اٹھا چکا ہو اور ان سے باطنی انوارات وفیض حاصل کر چکا ہو کیونکہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ انسان اہل فلاح کی اتباع ہی سے فلاح حاصل کرتا ہے۔ البتہ یہ ہرگز شرط نہیں کہ اس سے کرامات وخوارق کا ظہور ہو۔ کیونکہ کرامات وخوارق کا ظہور مجاہدہ ریاضت کے ثمرات کے طور پر ہوتا ہے اور یہ اختیاری بھی نہیں۔ لہٰذا مغلوب الاحوال اور صرف شعبدہ بازیوں کے ذریعہ مافوق العادۃ امور ظاہر کرنے والوں سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے بلکہ نظر صرف ماثور ومنقول اوصاف پر رکھنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ شیخ تھوڑے پر قناعت کرنے والا اور شبہات سے احتراز کرنے والا ہو۔

مرید اور بیعت کرنے والے کی شرائط : جس طرح شیخ کے اندر کچھ شرائط پائی جانی ضروری ہیں ایسے ہی مرید اور بیعت کرنے والے کی جانب میں بھی چند شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ بالغ ہو، عاقل ہو، دین اور طاعات کی رغبت رکھتا ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بچہ کو بیعت کے لیے پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا فرمائی لیکن اسے بیعت نہ فرمایا۔

البتہ بعض مشائخ سے نابالغ بچوں کو بیعت کرنا بھی منقول ہے لیکن وہ محض تبرک اور تفاؤل بالخیر کے اعتبار سے ہے۔

صوفیاء کرام کے ہاں متوارث بیعت : جاننا چاہیے کہ صوفیاء کرام کے ہاں جو بیعتیں متوارث اور جاری ہیں وہ مختلف ہیں : ایک تو معاصی سے توبہ کے لیے بیعت کی جاتی ہے۔ دوسرے صلحاء کے سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے بیعت کی جاتی ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے احادیث کی سند متصل کا سلسلہ۔ اور یہ بیعت بغرض حصول برکت ہوتی ہے۔

تیسری بیعت اللہ عزوجل کی عبادت وطاعت کے لیے خلوت اور گوشہ نشینی کے لیے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری اور نواہی کے ترک کے لیے ہوتی ہے، قلب کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے منور کرنے اور تعلق مع اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ یہی اصل بیعت ہے۔

تکرار بیعت کا حکم: بیعت کا تکرار کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ماثور و منقول ہے۔ صوفیاء کرامؒ کے ہاں بھی تکرار بیعت متوارث ہے۔ تکرار بیعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک ہی شیخ اور مرید سے تجدید بیعت کی جائے۔ اس تکرار میں کوئی قباحت نہیں بلاشبہ جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی بیعت کسی شیخ سے کی جائے جب کہ پھر کسی اور شیخ سے بیعت کرلی جائے۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر پہلے شیخ کی ذات میں کوئی دینی قصور اور خلل آجائے تو کسی اور شیخ سے بیعت کرنے میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر پہلے شیخ کا انتقال ہوگیا ہو یا وہ غیبت منقطعہ میں ہو یعنی اس طرح غائب ہو کہ ان سے رابطہ ممکن نہ ہو تو بھی تکرار بیعت کسی اور شیخ سے کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اگر کسی عذر کے بغیر ہو تو یہ ایک طرح کا تلاعب اور بیعت کے اہمیت کی تخفیف ہے۔ ایسا کرنے سے بیعت کی برکت اٹھ جاتی ہے اور مشائخ کے قلوب سے بھی ایسی بیعت کی وجہ سے مرید پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ (واللہ اعلم)

بیعت کی کیفیت اور الفاظ: جاننا چاہیے کہ بیعت کے وقت سلف صالحین سے یہ منقول ہے کہ شیخ خطبہ مسنونہ پڑھے۔ یعنی یہ خطبہ پڑھے: الحمدللہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور أنفسنا و من سیأت أعمالنا، من یھداللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادي لہ، وأشھد أن لا إلہ إلا اللہ و أشھد أن محمداً عبدہ و رسولہ۔ صلی اللہ علیہ و علی الہ و صحبہ و بارك و سلم۔

اس کے بعد شیخ بیعت کرنے والے مرید کو ایمان اجمالی کی تلقین کرے اور اس سے کہے کہ یوں کہو: امنت باللہ و بما جاء من عنداللہ علی مراد اللہ و امنت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تبرأت من جمیع العصیان و أسلمت الان و أقول: أشھد أن لا إلہ الا اللہ و أشھد أن محمداً عبدہ و رسولہ۔

اس کے بعد شیخ یوں کہے کہ تم کہو: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے واسطہ سے پانچ چیزوں پر بیعت کرتا ہوں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے پر، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، رمضان کے روزے رکھنے پر اور بیت اللہ کے حج کرنے پر اگر راستہ کی استطاعت ہو۔''

بعدازاں مرید سے یہ الفاظ کہلوائے کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے واسطے سے بیعت کی۔ اس بات پر کہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروں گا، نہ چوری کروں گا، نہ زنا کاری کروں گا، نہ قتل ناحق کا مرتکب ہوں گا، نہ کسی پر ایسا بہتان باندھوں گا جسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہو نہ کسی کے نیک کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا۔''

مرید کے ان الفاظ کے کہنے کے بعد شیخ یہ دو آیات تلاوت کرلے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۵) (سورۃ المائدہ) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (۱۰) سورۃ الفتح)

اس کے بعد شیخ اپنے لیے، مرید کے لیے اور دیگر حاضرین مجلس کے لیے دعا کروائے اور پھر یہ الفاظ کہے بارك اللہ لنا ولکم و نفعنا وإیاکم نیز شیخ کے لیے یہ کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ: میں نے چاروں سلسلوں یعنی نقشبندی، قادری، چشتی سہروردی طریقوں کو اختیار کیا ہے۔

نقشبندی شیخ اعظم قطب زمان حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ اور قادری حضرت شیخ محی الدین

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی طرف اور چشتی حضرت شیخ محی الدین السنجری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ اور سہروردی شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بیعت کے چار سلسلوں کے ثمرات و برکات عطا فرمائے اور اپنے اولیاء کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ آمین برحمتك یا أرحم الرحمین

میں نے (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے) اپنے والد بزرگوار (حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں لے لیا، لہٰذا میں بیعت کے وقت اسی طرح مصافحہ کیا کرتا ہوں۔ البتہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت شیخ اس طرح کرے کہ ایک کپڑا ایک جانب سے عورتوں کے ہاتھ میں تھما دے اور دوسرا کنارہ خود لے لے (لیکن عورتوں سے مصافحہ ہرگز نہ کرے)۔ (واللہ اعلم)

اس کے علاوہ کوئی مختصر طریقہ بیعت کا اختیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں (واللہ اعلم) یہاں پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کا کلام پورا ہو گیا۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ: ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا** (سورۃ الممتحنہ) فتح مکہ کے روز نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے تو کوہ صفا پر خود بیعت لی جبکہ عورتوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیعت لی۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ عورتوں سے بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس بیعت لی۔ چنانچہ امیمہ بنت رقیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ان تمام امور پر بیعت لی جو قرآن کی آیت میں ہیں اور اس بات پر کہ ہم اللہ کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت کے الفاظ: "**ولا یعصینك فی معروف**": پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ: "**فیما استطعن**": کے الفاظ بڑھا دیئے (یعنی بقدر استطاعت)۔ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ نہیں فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **إني لا أصافح النساء**: میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا، میرا ایک عورت کو کہنا، سو عورتوں کو کہنے کے برابر ہے۔ (اخرجہ احمد والنسائی ماجہ والترمذی وغیرھم)

نیز شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیا کرتے تو اپنے دست مبارک پر کپڑا رکھ لیتے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت کے وقت اپنے اور ان کے ہاتھوں کے درمیان کپڑا کر لیا کرتے تھے۔ ان روایات سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیعت کے وقت عورتوں سے بھی مصافحہ ہوتا تھا لیکن کپڑے کے حائل کے ساتھ۔ لیکن پہلی قسم کی روایات زیادہ راجح، اصح اور مستدل ہیں۔ کیونکہ ان میں صراحتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

جبکہ طبقات میں ابن سعد نے اور ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیا کرتے تو پانی کا ایک پیالہ منگواتے اور اپنا دست اقدس اس میں ڈبو دیتے، پھر اس کے بعد عورتوں کے ہاتھ بھی اس میں ڈلواتے۔ گویا یہ مصافحہ کا بدل تھا۔

یہ روایت کہاں تک صحیح ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اس کے متعلق زیادہ جانتے ہیں (کذا فی روح المعانی)
لیکن جمہور علماء کے نزدیک شیخ کو عورتوں سے مصافحہ نہیں کرنا چاہیے (واللہ اعلم)

﴿۱۳﴾ **ترک موالات مع الکفار:۔۔۔** یعنی دوستی کی ممانعت۔**قَدْ یَئِسُوْا الخ کیفیت کفار ویہود:۔۔۔** اس کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ 'مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ'' یہ کفار کی صفت ہے جس طرح کافر جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو وہاں حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مہربانی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے اسی طرح یہ کافر آخرت سے بھی مایوس ہیں۔دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہودی آخرت سے ایسے مایوس اور ناامید ہیں جیسے کفار اصحاب قبور کی حیات سے منکر ہیں وہ کہتے ہیں 'لن یبعث اللہ من یموت الخ'' جو مر گیا اللہ تعالیٰ اس کو زندہ نہیں کریگا۔

سورۃ الممتحنہ کی مختصر تفسیر اللہ کے فضل وکرم سے مکمل ہوئی حق تعالیٰ شانہ اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔﴿آمین﴾
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین
عبدالقیوم قاسمی مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصف

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ الصف ہے جو اس سورۃ کی چوتھی آیت میں "صفاً" کا لفظ مذکور ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے: یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۶۱۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۱۰۹۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں دو رکوع ۔۱۴۔ آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ : صف قطار کو کہتے ہیں چونکہ اس سورۃ میں جہاد کیلئے صفت بندی کا ذکر ہے اس لیے اس سورۃ کا نام سورۃ الصف ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں یہ سورۃ مدنی زندگی میں سورۃ التغابن کے بعد نازل ہوئی اور ترتیب تلاوت میں اس سے پہلے ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں کفار سے دوستی سے منع فرمایا تھا، اب اس سورۃ میں کفار سے قتال کرنے کا حکم ہے۔

موضوع سورۃ:اس سورۃ میں جانبازی اور سرفروشی کا حکم ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہر قوم میں تین جماعتیں کارآمد ہوتی ہیں۔ ① اہل علم۔ ② اہل دولت۔ ③ سرفروش، اگر تینوں اپنے فرائض ادا کریں تو وہ قوم زندہ ہو جاتی ہے اگر ایک بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو قوم مٹ جاتی ہے، لہذا سورۃ الصف میں سرفروشان کا ذکر ہے اور سورۃ الجمعہ میں اہل علم کا بیان ہے اور سورۃ المنافقون میں فرائض اہل دولت آئیں گے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں "احب الاعمال عند اللہ" معلوم ہو جائیں تو ہم اپنی مال و جان سب اس کے لیے قربان کر دیں گے تو اس سورۃ میں اس کا ذکر ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

خلاصہ سورۃ : عظمت خداوندی، سرفروشان اسلام (مجاہدین)، طریق جہاد، مشرکین کا ارادہ فاسدہ، ترغیب جہاد نتیجہ جہاد، طریق التزام استدلال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا استدلال ۔ وغیرہ

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ

پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿۱﴾ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

کیوں کہتے ہو تم وہ بات جو کرتے نہیں ﴿۲﴾ بڑی ہے نفرت کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک یہ بات کہ تم کہو وہ جو تم نہیں کرتے ﴿۳﴾

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَإِذْ قَالَ

بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کے راستے میں صف باندھ کر گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی مضبوط دیوار ہیں ﴿۴﴾ اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا

اپنی قوم سے اے میری قوم کے لوگو مجھے تم کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ نے ان کے دلوں کو

زَاغُوْٓا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَإِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا اس قوم کو جو نافرمانی کرنے والی ہو ﴿۵﴾ اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف میں تصدیق کرنے والا ہوں اسکی جو میرے آگے ہے تورات اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کے ساتھ

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا

جو آنے والا ہے میرے بعد اور جس کا نام احمد ہے پس جب آئے انکے پاس وہ کھلی نشانیاں لے کر تو کہنے لگے وہ لوگ کہ

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ

یہ تو کھلا جادو ہے ﴿۶﴾ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، اور اسکو دعوت دی جارہی ہے اسلام کی طرف

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا ظالم قوم کو ﴿۷﴾ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے

مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

اپنے نور کو اگرچہ کافر اسکو ناپسند کریں ﴿۸﴾ وہ وہی اللہ کی ذات ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

اسکو غالب کردے تمام ادیان پر اگرچہ اسکو ناپسند کرتے ہیں شرک کرنے والے ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ عظمت خداوندی، تنبیہ مؤمنین، عالم بے عمل عام مؤمنین کے نتائج محبان الٰہی، سرفروشان یعنی مجاہدین، طریق جہاد، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ، فہمائش قوم، دلوں کی کج روی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی جامعیت، حضرت عیسیٰ کی بشارت، تعیین رسول، منکرین کا افتراء علی اللہ بعثت خاتم الانبیاء، شکوہ مشرکین دستور خداوندی، اہل کتاب اور مشرکین کا ارادہ فاسدہ، ارادہ خداوندی، ۱، ۲، بعثت خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۹ +

﴿۱﴾ عظمت خداوندی۔ ﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔۔۔ الخ تنبیہ مؤمنین : فرمایا اے مسلمانو! احب الاعمال الی اللہ پوچھتے ہوا یسا نہ ہو کہ جواب لینے کے بعد عمل نہ کرو۔ بعض حضرات نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے واعظ کو عامل بھی ہونا چاہئے جو عامل نہ ہو وہ وعظ نہ کرے اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ'' تو اس کا ایک جواب مفسرین کرام دیتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ واعظ کے ذمے دو فریضے ہیں۔ ❶ خود عمل کرنا۔ ❷ دوسروں کو تلقین کرنا، اگر ایک رہ گیا تو دوسرے کو کیوں چھوڑتا ہے؟ اور اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ : خوب واضح رہنا چاہیے کہ یہ آیت دعوت سے متعلق نہیں دعویٰ سے متعلق ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان جو نیک عمل نہ کرتا ہو اس کے متعلق انسان کو دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ آیت ایسے ہی بعض افراد کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے ہم اس کے لیے جان بھی قربان کردیں گے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ اتنے بڑے دعوے نہ کرو۔

الغرض: یہ آیت دعوے سے متعلق ہے نہ کہ دعوت سے اور اس آیت کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ پہلے خود نیک عمل کرو پھر دعوت دو،

درست نہیں۔ نیک اعمال خود کرنا الگ اور مستقل حکم ہے جب کہ نیک اعمال کی دوسروں کو دعوت دینا الگ مستقل عمل ہے اور ان میں سے کوئی دوسرے پر موقوف نہیں۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ دعوت زیادہ مؤثر وہی ہوتی ہے جو باعمل شخص کی طرف سے ہو۔ احکام القرآن کاندھلویؒ۔ یاد رکھیں ہم نے دونوں تفسیریں نقل کر دیں تا کہ کوئی اشتباہ نہ رہے (واللہ اعلم)

امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے اپنے اوپر کوئی عبادت لازم کرلی ہو یا کوئی قربت اور نیکی کا التزام کرلیا ہو تو اس کو پورا کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ اگر وہ التزام کرنے کے بعد اسے پورا نہیں کرے گا تو وہ :لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ : کا مصداق بن جائے گا اور آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ ہاں لیکن یہ ان امور میں ہے جو جائز یا مباح ہوں اور اگر وہ معصیت ہوں یا ان کے ارتکاب سے معصیت لازم آتی ہو تو پھر اسے پورا کرنا ضروری نہیں۔ (احکام القرآن للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۵۹۱)

﴿۴﴾ عالم بے عمل یا عام مؤمنین کے نتائج :اپنے منہ مانگ کر قانون لینا اور پھر عمل نہ کرنا اس سے غضب الٰہی بھڑکتا ہے۔

مواعظ ونصائح

علماء ومصلحین اور اُن کے فتنے :حضرت بنوریؒ بصائر وعبر میں لکھتے ہیں کہ :سب سے بڑا صدمہ اس کا ہے کہ مصلحین کی جماعتوں میں جو فتنے آج کل رونما ہو رہے ہیں نہایت خطرناک ہیں، تفصیل کا موقعہ نہیں لیکن فہرست کے درجہ میں چند باتوں کا ذکر ناگزیر ہے :

(۱) **مصلحت اندیشی کا فتنہ** :یہ فتنہ آج کل خوب برگ و بار لا رہا ہے، کوئی دینی یا علمی خدمت کی جائے اس میں پیش نظر دنیاوی مصالح رہتے ہیں، اس فتنہ کی بنیاد نفاق ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی دینی وعلمی خدمات برکت سے خالی ہیں۔

(۲) **ہر دل عزیزی کا فتنہ** :جو بات کہی جاتی ہے اس میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بھی ناراض نہ ہو، سب خوش رہیں اس فتنہ کی اساس حب جاہ ہے۔

(۳) **اپنی رائے پر جمود و اصرار** :اپنی بات کو صحیح وصواب اور قطعی و یقینی سمجھنا، دوسروں کی بات کو درخور اعتناء اور لائق التفات نہ سمجھنا بس یہی یقین کرنا کہ میرا مؤقف سو فیصد حق اور درست ہے اور دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور باطل۔ یہ اعجاب بالرائے کا فتنہ ہے اور آج کل سیاسی جماعتیں اس مرض کا شکار ہیں۔ کوئی جماعت دوسرے کی بات سننا گوارا نہیں کرتی، نہ حق دیتی ہے کہ ممکن ہے کہ مخالف کی رائے کسی درجہ میں صحیح ہو یا یہ کہ شاید وہ بھی یہی چاہتے ہوں جو ہم چاہتے ہیں، صرف تعبیر اور عنوان کا فرق یا الاہم فالاہم کا تعین کا اختلاف ہو۔

(۴) **سوء ظن کا فتنہ** :ہر شخص یا ہر جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ہر فرد مخلص ہے اور ان کی نیت بخیر ہے اور باقی تمام جماعتیں جو ہماری جماعت سے اتفاق نہیں رکھتیں وہ سب خود غرض ہیں، ان کی نیت صحیح نہیں بلکہ اغراض پر مبنی ہیں اس کا منشا بھی عجب وکبر ہے۔

(۵) **سوء فہم کا فتنہ** : کوئی شخص کسی مخالف کی بات جب سن لیتا ہے تو فوراً اسے اپنا مخالف سمجھ کر اس سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے بلکہ مکروہ انداز میں اس کی تردید فرض سمجھی جاتی ہے، مخالف کی ایک ایسی بات میں جس کے کئی محمل اور مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں وہی توجیہ اختیار کریں گے جس میں اس کی تحقیر وتذلیل ہو، کیا "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (اور یقیناً بعض گمان گناہ ہیں (الحجرات۔ ۱۲) "ایاکم والظن اکذب" (الحدیث) کی نصوص مرفوع العمل ہو چکی ہیں؟ (بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ

بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے (اور بڑے بڑے جھوٹ اسی سے پیدا ہوتے ہیں)۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایمنھی عن التحاسد و التدابر ج۔ ۲ ص۔ ۸۹۶ ط۔ قدیمی)

(۶) بہتان طرازی کا فتنہ : مخالفین کی تذلیل و تحقیر کرنا بلا سند ان کی طرف گھناؤنی باتیں منسوب کرنا۔ اگر کسی مخالف کی بات ذرا بھی کسی نے نقل کر دی بلا تحقیق اس پر یقین کر لینا اور مزے لے لے کر محافل و مجالس کی زینت بنانا، بالفرض اگر خود بہتان طرازی نہ بھی کریں دوسروں کی سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق صحیح سمجھنا کیا یہ نص قرآنی "اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا"۔ کے خلاف نہیں: (اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرلو۔ (الحجرات۔ ۶)

(۷) جذبۂ انتقام کا فتنہ : کسی شخص کو کسی شخص سے عداوت و نفرت یا بدگمانی ہے لیکن خاموش رہتا ہے لیکن جب ذرا اقتدار مل جاتا ہے، طاقت آجاتی ہے تو پھر خاموشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا، گویا یہ خاموشی، معافی اور درگزر کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ بے چارگی و ناتوانی اور کمزوری کی وجہ سے تھی جب طاقت آگئی تو انتقام لینا شروع کیا، رحم و کرم اور عفو و درگزر سب ختم۔

(۸) حب شہرت کا فتنہ : کوئی دینی یا علمی یا سیاسی کام کیا جائے، آرزو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ داد ملے اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوں، درحقیقت اخلاص کی کمی یا فقدان سے اور خودنمائی و ریاکاری کی خواہش سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے صحیح کام کرنے والوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا اور درحقیقت یہ شرک خفی ہے حق تعالیٰ کے دربار میں کسی دینی یا علمی خدمت کا وزن اخلاص سے ہی بڑھتا ہے اور یہی تمام اعمال میں قبول عند اللہ کا معیار ہے، اخبارات، جلسے، جلوس، دورے زیادہ تر اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

(۹) خطابت یا تقریر کا فتنہ : یہ فتنہ عام ہوتا جا رہا ہے کہ لن ترانیاں انتہا درجہ میں ہوں، عملی کام صفر کے درجہ میں ہوں، قوالی کا شوق دامن گیر ہے، عمل و کردار سے زیادہ واسطہ نہیں۔ چنانچہ ان آیات میں ارشاد فرمایا : "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے، بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

خطیب اس انداز سے تقریر کرتا ہے گویا تمام جہاں کا درد اس کے دل میں ہے لیکن جب عملی زندگی سے نسبت کی جائے تو درجہ صفر ہوتا ہے۔

(۱۰) دعایہ یعنی پروپیگنڈہ کا فتنہ : جو جماعتیں وجود میں آئی ہیں خصوصاً سیاسی جماعتیں ان میں غلط پروپیگنڈہ اور واقعات کے خلاف جوڑ توڑ کی وبا اتنی پھیل گئی ہے جس میں نہ دین ہے اور نہ اخلاق، نہ عمل ہے نہ انصاف، محض یورپ کی دین باختہ تہذیب کی نقالی ہے، اخبارات اشتہارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن (اور آج کے دور میں سوشل میڈیا) تمام اس کی مظاہر ہیں۔

(۱۱) مجلس سازی کا فتنہ : چند اشخاص کسی بات پر متفق ہو گئے یا کسی جماعت سے اختلاف رائے ہو گیا، فوراً ایک نئی جماعت کی تشکیل ہو گئی طویل و عریض اغراض و مقاصد بنائے جاتے ہیں۔ پروپیگنڈا کے لیے فوراً اخبار نکالا جاتا ہے، بیانات چھپتے ہیں کہ اسلام اور ملک بس ہماری جماعت کے دم قدم سے باقی رہ سکتا ہے۔ نہایت دل کش عنوانات اور جاذب نظر الفاظ و کلمات سے قراردادیں اور تجویزیں چھپنے لگتی ہیں، امت میں تفرق و انتشار اور گروہ بندی کی آفت اسی راستے سے آئی ہے۔

(۱۲) عصبیت جاہلیت کا فتنہ : اپنی پارٹی کی ہر بات خواہ وہ کیسی ہی غلط ہو، اس کی حمایت و تائید کی جاتی ہے اور مخالف کی ہر بات پر تنقید کرنا سب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے، مدعی اسلام جماعتوں کے اخبار و رسائل، تصویریں، کارٹون، سینما کے اشتہار، سود اور قمار کے اشتہار اور گندے مضامین شائع کرتے ہیں مگر چونکہ "اپنی جماعت" کے حامی ہیں اس لیے جاہلی تعصب کی بنا پر ان سب کو

بہ نظر استحسان دیکھا جاتا ہے، الغرض جو اپنا حامی ہو وہ تمام بدکرداریوں کے باوجود پکا مسلمان ہے اور جو اپنا مخالف ہو اس کی نماز، روزہ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔

(۱۴) حب مال کا فتنہ : حدیث میں تو آیا ہے کہ "حب الدنیا رأس کل خطیئة" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الثالث ص، ۴۴۴، ط۔ قدیمی)۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، حقیقت میں تمام فتنوں کا قدر مشترک حب جاہ یا حب مال ہے، بہت سے حضرات "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة" کو دنیا کی جستجو اور محبت کے لیے دلیل بناتے ہیں حالانکہ بات واضح ہے کہ ایک ہے دنیا سے تعلق اور ضروریات کا حصول، اس سے انکار نہیں، نیز ایک ہے طبعی محبت، جو مال اور آسائش سے ہوتی ہے اس سے بھی انکار نہیں، مقصد تو یہ ہے کہ حب دنیا یا حب مال کا اتنا غلبہ نہ ہو کہ شریعت محمدیہ اور دین اسلام کے تمام تقاضے ختم یا مغلوب ہو جائیں، اقتصاد و اعتدال کی ضرورت ہے عوام سے شکایت کیا کی جائے آج کل عوام سے یہ فتنہ گزر کر خواص کے قلوب میں بھی آ رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

فتنے اور ان سے بچاؤ کا راستہ: حضرت صادق و مصدوق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کا ارشاد گرامی ہے کہ خیر و سعادت کے تمام ابواب میں روز افزوں تنزل ہی تنزل ہے، صرف "شر" ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں برابر ترقی ہوتی جائے گی، حدیث کے الفاظ جو مسند احمد میں حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے، یہ ہیں :کل شیء ینقص الا الشر فانہ یزدافیہ۔ دنیا کی ہر چیز روز بہ تنزل ہے، سوائے شر کے، کہ اس میں برابر اضافہ و ترقی ہوتی رہے گی۔ (مسند احمد بن حنبل، ومن حدیث ابی الدرداء رقم الحدیث۔ ۲۷۴۸۳ ج۔ ۶ ص۔ ۴۴۱۔ ط۔ عالم الکتب بیروت۔

صحیح بخاری شریف میں ایک حدیث ہے، زبیر بن عدی کہتے ہیں کہ "ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم کی شکایت کی، فرمایا :صبر کرو امیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم پر جو زمانہ بھی آئندہ آئے گا وہ پہلے سے بدتر ہو گا۔

آج نقشہ عالم کو سامنے رکھ کر دیکھئے، مرکز عالم (مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور حجاز مقدس) سے لے کر تمام عرب، تمام اشیا، تمام یورپ اور امریکہ کے جس جس خطے پر نظر جاتی ہے وہ شرور وفتن کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، آفات و مصائب کا ایک عالمی طوفان ہے جو تھما نظر نہیں آتا، اضطراب وقلق، بے چینی و پریشانی اور حیرانی و سراسیمگی کا ایک کوہ آتش فشاں ہے جس کے عالمگیر شعلوں نے پورے عالم کے امن و سکون اور حقیقی مسرت کو خاکستر کر ڈالا ہے، فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں، دینی و علمی فتنے، ملکی و قومی فتنے، تہذیب و تمدن کے فتنے، آرائش کے فتنے، سرمایہ داری کے فتنے، غربت و افلاس کے فتنے، اخلاقی وسیاسی فتنے۔

دنیا کا کوئی گوشہ فتنوں کی یورش سے خالی نہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام دنیا، آخرت فراموشی، دنیا طلبی اور خدا تعالیٰ کو بھول جانے کی سزا بھگت رہی ہے۔

فتنوں کی حفاظت کا دستور العمل، اول :شورائیت۔ کسی بھی قسم کا دینی، دنیاوی یا سیاسی قدم اٹھائیں تو اہل خیر وصلاح اور اہل دانش وخرد سے مشورہ کیے بغیر نہ اٹھائیں اور اہل شوریٰ میں سے ہر شخص نہایت اخلاص کے ساتھ مابینہ وبین اللہ اپنا مشورہ دے، اپنی بات منوانے کی فکر نہ کرے نہ اپنی رائے پر خواہ مخواہ کا اصرار کرے اگر صحیح اسلامی شوریٰ پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ بہت سی گمراہیوں اور فتنوں کا سد باب ہو سکتا ہے ان سب سے بڑا گمراہیوں اور فتنوں کا سد باب ہو سکتا ہے ان سب سے بڑا فتنہ عجب اور اعجاب بالرائی کا ہے۔ الغرض مخلصین کے لیے لازم ہے کہ اپنی رائے پر اصرار نہ کریں، بلکہ اپنی رائے کو متہم سمجھیں مبادا اس میں نفس

وشیطان کا کوئی خفی کید چھپا ہوا ہو۔

دوم: اعتدال: اگر پوری کوشش کے باوجود سب کی رائے متفق نہ ہو سکے اور اہل حق کی دو جماعتیں وجود میں آہی جائیں تو ہر جماعت اپنے کو قطعی حق پر اور دوسرے کو قطعی باطل پر نہ سمجھے، زیادہ سے زیادہ جس بات کی گنجائش ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مؤقف کو "صواب محتمل خطاء" اور دوسرے کے مؤقف کو "خطا محتمل صواب" سمجھے اور دونوں طرف سے برابر یہ خواہش رہنی چاہیے اور کوشش بھی کہ تمام اہل حق ایک کلمہ پر متفق ہو جائیں۔

سوم: حکایات وشکایات سے احتراز: آج کل پروپیگنڈے کا دور ہے، پروپیگنڈے کے کرشمہ سے رائی کو پربت اور تنکے کو شہتیر بنا کر پیش کیا جاتا ہے، غلط افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلا کر ایک دوسرے کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو شخص اس فتنہ سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جب تک کسی حکایت وشکایت کے صحیح ہونے کا پورا وثوق نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر کان نہ دھرے نہ اس پر کوئی کاروائی کرے۔ امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے لوگوں نے شکایت کی کہ ابن ملجم آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہا ہے اور قتل کی دھمکیاں دیتا ہے، آپ اسے قتل کرا دیجئے۔ فرمایا: "کیا میں اپنے قاتل کو قتل کر دوں؟"

اسی طرح اس قسم کی حکایات وشکایات کو نقل کرنا بھی امت کو فتنے میں ڈالنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اسی قسم کے فتنوں کے بارے میں ہدایت فرمائی تھی: ستکون فتن، القاعد فیها خیر من القائم و القائم فیها خیر من الماشی، والماشی فیها خیر من الساعی"۔ بہت سے فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تکون فتنة القاعد فیها خیر من القائم ج۔ ۲ ص۔ ۱۰۴۸، ط۔ قدیمی)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: النائم فیها خیر من الیقظان و الیقظان فیها خیر من القائم"

(الصحیح لمسلم، کتاب الفتن، باب اشراط الساعة ج ۲ ص ۳۸۹، ط۔ قدیمی)

جو ان میں سو رہا ہوگا وہ جاگنے والے سے بہتر ہوگا اور جو جاگ رہا ہوگا وہ اٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ میرے کسی قول وعمل سے امت کے درمیان افتراق کو خلیج وسیع نہ ہو، نیز اہل حق کو اس بات سے چوکنا رہنا چاہیے کہ اہل باطل ان کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر اپنا الو سیدھا نہ کر سکیں، جب اہل حق آپس ہی میں لڑنے لگتے ہیں تو اہل باطل کے لیے میدان صاف ہو جاتا ہے، اس لیے اہل حق کو اہل باطل کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بننا چاہیے، کہ جوش میں اپنوں ہی کو بدنام کرنے لگیں، افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ اپنوں سے بدگمانی رکھیں گے اور حق کے نام پر اہل حق سے لڑیں گے لیکن اہل باطل کے ساتھ مسامحت اور رواداری برتی جائے گی، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

چہارم: اکرام واحترام: ایک مسلمان اللہ ورسول ﷺ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اکرام واحترام کا مستحق ہے اور ہماری باہمی رنجشوں سے اس کے احترام کا حکم منسوخ نہیں ہو جاتا، سنن ابوداؤد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے: ان من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه و الجافی عنه و اکرام السلطان المقسط۔ (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة و الرحمة علی الخلق ج۔ ۲ ص۔ ۴۲۳۔ سنن ابی داؤد الآداب، باب فی تنزیل الناس منازلهم ج۔ ۲ ص۔ ۶۶۵، ط۔ حقانیہ پشاور

تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں داخل ہیں : سفید ریش مسلمان کی عزت کرنا، حامل قرآن کی عزت کرنا، جو نہ قرآن میں غلو کرے نہ بے پروائی کرے اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔

بہر حال اختلاف کی بنا پر کسی بھی مسلمان کی ہتک عزت جائز نہیں اور خاص طور پر علمائے دین کی بے حرمتی کرنا تو بہت ہی بری بات ہے کوئی مخلص عالم دین ایک رائے رکھتا ہو تو اس پر سب وشتم کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام کا نہایت خطرہ ہے، ایسا شخص مخذول اور بے توفیق ہو جاتا ہے اور ایمان کی سلامتی مشکل ہو جاتی ہے۔

پنجم : استخارہ کرنا : دور حاضر میں امت کا شیرازہ جس بری طرح بکھر گیا ہے، مستقبل قریب میں اس کی شیرازہ بندی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا، جب استشارے کا راستہ بند ہو گیا تو اب صرف استخارے کا راستہ ہی باقی رہ گیا، حدیث شریف فرمایا گیا تھا۔

"ماخاب من استخار و ماندم من استشار" (المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۶۶۲۷ ج ۶ ص ۳۶۵ ط۔ دار الحرمین قاھرۃ) جو استخارہ کرے گا خائب و خاسر نہ ہوگا اور جو مشورہ کرے گا پشیمان نہ ہوگا۔

عوام کے لیے یہی دستور العمل ہے کہ اگر کوئی ان فتنوں میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتا ہے تو مسنون استخارہ کر کے عمل کرے اور امید ہے کہ استخارہ کے بعد اس کا قدم صحیح ہوگا، مسنون استخارہ کا مطلب یہی ہے کہ انسان جب کسی امر میں متحیر اور متردد ہوتا ہے اور کوئی واضح وصاف پہلو نظر نہیں آتا اس کا علم رہنمائی سے قاصر رہتا اور اس کی طاقت بہتر کام کرنے سے عاجز تو حق تعالیٰ کی بارگاہ رحمت والطاف میں التجاء کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ سے دعا، توکل تفویض اور تسلیم ورضا بالقضاء کے راستوں سے کرتا ہے کہ وہ اس کی دستگیری اور رہنمائی فرمائے، بہتر صورت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتنوں کا اصل علاج : قرآن کریم حق تعالیٰ شانہٗ کی وہ آخری اور عظیم ترین نعمت ہے جو اس دنیا کو دی گئی ہے، قرآن کریم ہی وہ قانون الٰہی ہے جو انسانوں کو اعلیٰ ترین سطح پر پہنچانے کا ضامن ہے اور جو قوموں کی سربلندی اور حکومتوں کی عزت ومجد کا بہترین ذریعہ ہے، دور حاضر کے جتنے بھی فتنے ہیں ان سب کا واحد علاج قرآنی دستور ہے، اسلامی ممالک میں آج کل جو فتنے رونما ہو رہے ہیں ان کا اصلی سبب قرآن کریم کی تعلیمات سے انحراف واعراض ہے "نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ" (الحشر ۔ ۱۹) انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، پھر اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بھلا دیا یہی لوگ ہیں نافرمان۔

شام ہو یا مصر، انڈونیشیا ہو یا افریقہ ان سب میں روز روز کے انقلابات اور بے چینی اور اضطراب کا اصلی سبب یہی ہے کچھ ظاہری اسباب بھی ہیں جن میں روس وامریکہ کی ریشہ دوانیاں سرفہرست ہیں لیکن ان اسباب میں کوئی تزاحم وتعارض نہیں، ظاہری اسباب کو دیکھتے ہیں اور حقائق بین نگاہیں باطن تک پہنچی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم میں سورۂ حشر کا محور بھی قرآنی دعوت ہے اور یہود کی عبرت انگیز تاریخی داستان پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن کریم پر عمل نہ کرنے کا انجام کار آخر کیا ہوتا ہے اس لیے ابتداء سورت میں حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کا بیان ہے اور انتہاء میں اللہ تعالیٰ کی صفات کمال جمال وجلال کا ذکر ہے تا کہ دعویٰ ودلیل دونوں کا ساتھ ہی ساتھ ذکر ہو" كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص ۔ ۲۹) ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف برکت کی، تا کہ لوگ اس میں تدبیر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔

لفظ ومعنی وحروف ونقوش سب ہی بابرکت ہیں جن کی تفصیلات احادیث میں ہیں "تدبر" عمل کرنا ہے، علمی درجہ میں حکیمانہ حقائق پر غور کرنا ہے، "تذکرہ اولی الالباب" عملی قانون بنانا ہے اور جب تک اسلامی ممالک کا قانون قرآن کریم رہا سارے

عالم پر ان کا جھنڈا لہراتا رہا اور ایک ہزار برس تک ان کا سکہ چلتا رہا، آخر بے عملی و بدعملی کے نتائج سامنے آ گئے۔

''جامع ترمذی'' اور ''مسند دارمی'' میں بروایت حارث الاعور حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث میں ان سب حقائق کا بیان موجود ہے، حدیث کا یہ جملہ انتہائی قابل غور ہے :"من ترکہ من جبار قصمه الله" یعنی اگر کوئی طاقتور حکمران بھی اس قانون الٰہی کو ترک کرے گا تو اللہ اس کو ریزہ ریزہ کردے گا۔ (سنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن ج۔ ۲ ص۔ ۱۱۸، ط۔ قدیمی۔ سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن ج۔ ۲ ص۔ ۵۲۶، ط دار الکتاب العربی بیروت۔

انتہائی صدمہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان جس میں دنیا کی قیادت کی صلاحیت تھی اور ہے وہ آج قرآن حکیم سے دردناک بے اعتنائی کررہی ہے اور افسوس کہ نہ صرف بے اعتنائی بلکہ اس دور میں قرآنی حقائق کے مسخ کرنے اور تحریف کرنے کا جو منظم و پیہم سلسلہ جاری ہے اس کو نہ صرف یہ کہ برداشت کیا جارہا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ دین اسلام کی سربلندی کے لیے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے بلکہ جہاں تھے اس سے بھی پیچھے ہٹ کر پوری طرح قعر مذلت میں جا پڑے، پرویز اور پھر اس کے نقش قدم پر چلنے والے ڈاکٹر فضل الرحمٰن ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامیہ نے سابق تحریفات کا ریکارڈ توڑ دیا، ادارہ پر حکومت کا لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہورہا ہے، کیا پاکستان اس لیے بنا تھا کہ برطانوی دور استعمار میں جو کام نہ ہوسکا وہ پاکستان پورا کردے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مادیت کا فتنہ اور اس کا علاج : آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ ''پیٹ'' کا ہے، شکم پروری و تن آسانی کا اہم ترین مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق یہ ہے کہ لقمہ تر اس کی لذت کام و دہن کا ذریعہ بنے اور یہ فتنہ اتنا عالمگیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں، تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درس گاہ کا مدرس ہو یا مسجد کا امام اس آفت میں سبھی مبتلا نظر آتے ہیں، ہاں فرق مراتب ضرور ہے۔ زہد و قناعت، ورع و تقویٰ اور اخلاص و ایثار جیسے اخلاق و فضائل اور ملکات کا نام و نشان نہیں ملتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کا پورا عالم ساز و سامان کی فراوانی کے باوجود حرص و آز، طمع و لالچ اور زرطلبی و شکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے اور کرب و اضطراب، بے چینی و بے اطمینانی اور حیرت و پریشانی کا دھواں ہر چہار سمت پھیلا ہوا ہے۔

دراصل اس فتنہ جہاں سوز کا بنیادی سبب یہی ہے جس کی نشاندہی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، آخرت کا یقین بے حد کمزور اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور قریباً ختم ہوچکا ہے، مادی نعمتیں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہوچکی ہیں، یہی وجہ ہے آج انسانوں کی چھوٹائی بڑائی، عزت و ذلت اور بلندی و پستی کی پیمائش "ان أکرمکم عند الله أتقاکم" کے پیمانے سے نہیں ہوتی بلکہ ''پیٹ اور جیب'' کے پیمانے سے ہوتی ہے، مادیت کے اس سیلاب میں پہلے ایمان و یقین رخصت ہوا، پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے، پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہوکر اعمال صالحہ کی فضا ختم ہوئی، پھر معاشرت و معاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست و تمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، افراتفری اور بے اصولی، آوارگی و بے راہ روی بے رحمی و شقاوت کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

الغرض اس ''پیٹ'' کے فتنے نے ساری دنیا کی کایا پلٹ کر ڈالی، دنیا بھر کے عقلاء ''پیٹ'' کی فتنہ سامانی کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں وہ اس فتنہ کے ہولناک نتائج کا تدارک بھی کرنا چاہتے ہیں مگر صد حیف کہ علاج کے لیے ٹھیک وہی چیز تجویز کی جاتی ہے جو خود سبب مرض ہے، درحقیقت انبیاء علیہم السلام ہی انسانیت کے نباض ہیں اور انہی کا تجویز کردہ علاج اس مریض کے لیے کارگر ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس ہولناک مرض کی صحیح تشخیص بہت پہلے فرما دی تھی، چنانچہ ارشاد فرمایا: "والله لا الفقر أخشى عليكم ولكن أخشى عليكم أن تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها فتهلككم كما أهلكتهم"۔ (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا و التنافس فيها۔ ج ۲ ص ۔ ۹۵۱، ط۔ قدیمی الصحیح لمسلم، کتاب الزهد ج ۲ ص ۴۰۷، ط۔ قدیمی)

بخدا! مجھے تم پر فقر کا اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلائی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی، پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔ لیجئے یہ تھا وہ نقطۂ آغاز جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا، پھر آپ ﷺ نے تشخیص پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے لیے ایک جامع نسخہ شفاء بھی تجویز فرمایا جس کا ایک جزء اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔

اعتقادی جزء یہ کہ اس حقیقت کو ہر موقعہ پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت و آسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف و مشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ و شہوات آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور ابدالآباد راحتوں کے مقابلہ میں کالعدم اور ہیچ ہیں، قرآن کریم اس اعتقاد کے لیے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے، سورۃ الاعلیٰ میں نہایت بلیغ مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ ۔ ۱۶، ۱۷)

کان کھول کر سن لو! (کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے) بدر جہا بہتر اور لازوال ہے۔ اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائے اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کے لذائذ و شہوات میں انہماک سے کنارہ کشی کی جائے، دنیا کا مال و اسباب، زن و فرزند، خویش و اقرباء اور قبیلہ و برادری کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کیے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش و عشرت اور لذت و تنعم کی زندگی گزارنے کے لیے اختیار نہ کیا جائے، یہ یہاں کی عیش کوشی کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "اياك و التنعم، فان عباد الله ليسوا بالمتنعمين" (مشكوٰة المصابيح، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء ج ۲ ص ۴۴۹، ط۔ قدیمی)

عیش و تنعم سے پرہیز کرو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔

عجیب متضاد طرز عمل : تعجب ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کی رائے ہو کہ دودھ، گھی، گوشت، چاول وغیرہ کا استعمال مضر ہے تو اس کے مشورہ اور اشارے سے تمام نعمتیں ترک کی جا سکتی ہیں، لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور وحی آسمانی کے صاف احکام پر ادنیٰ سے ادنیٰ لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کی زندگی اور معیار زندگی کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتوں سے دل بستگی سراسر جنون ہے۔ "صحیح بخاری شریف" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گزر ہوا، جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت حضرت ابو ہریرہ کو کھانے کی دعوت دی، آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "محمد ﷺ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی"۔ (صحيح البخاري، كتاب الاطعمة، باب ما كان النبي ﷺ واصحابه ياكلون ۔ ج ۔ ۲ ص ۔ ۸۱۵، ط قدیمی)

مہینوں پر مہینے گزر جاتے مگر کاشانۂ نبوت میں نہ رات کو چراغ جلتا نہ دن کو چولہا گرم ہوتا، پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتی وہ بھی کبھی

میسر آتیں کبھی نہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا، کمر سیدھی رکھنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھے جاتے اور اسی حالت میں جہاد و قتال کے معرکے ہوتے، الغرض زہد و قناعت، فقر و فاقہ، بلند ہمتی و جفا کشی اور دنیا کی آسائش سے بے رغبتی اور نفرت و بیزاری سیرت طیبہ کا طغرائے امتیاز تھی، اپنی حالت کا اس "پاک زندگی" سے مقابلہ کرنے کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنی چاہیے، ہمارے یہاں سارا مسئلہ روٹی اور پیٹ کا ہے اور وہاں یہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، ظاہر ہے کہ یہ زندگی بالقصد اختیار کی گئی تھی تا کہ آئندہ نسلوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کو منجانب اللہ کیا کچھ نہ دیا جا سکتا، مگر دنیا کا یہ ساز و سامان جس کے لیے ہم مرکھپ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب اور مقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا، بعض انبیاء علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی مگر ان کے زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی و بیزاری میں فرق نہیں، ان کے پاس جو کچھ تھا دوسروں کے لیے تھا، اپنے نفس کے لیے کچھ نہ تھا۔

الغرض یہ ہے "فتنہ پیٹ" کا صحیح علاج جو انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور اگر انسان "پیٹ کی شہوت" کے فتنہ سے بچ نکلے تو ان شاء اللہ "شہوت فرج" کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا کہ یہ خرمستی پیٹ بھرے آدمی کو ہی سوجھتی ہے، بھوکا آدمی اس کی آرزو کب کرے گا، ان ہی دو شہوتوں سے بچنے کا نام اسلام کی اصطلاح میں "تقویٰ" ہے جس پر بڑی بشارتیں دی گئی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ضعیف مریض کو بقائے حیات کے لیے ہلکی پھلکی معمولی غذا کا مشورہ دیا جاتا ہے اور زبان کے چسکے سے بچنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے تا کہ مطلوبہ اعلیٰ صحت نصیب ہو، بس یہی حیثیت اسلام کی نظر میں دنیا کی ہے۔

﴿۴﴾ محبین الٰہی سرفروشان یعنی مجاہدین: احب الاعمال الی اللہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔ صَفًّا ...الخ طریق جہاد۔

﴿۵﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ۔ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ ...الخ فہمائش قوم۔

فَلَمَّآ زَاغُوْٓا ...الخ دلوں کی کج روی: جب وہ لوگ کج رفتار ہو گئے یعنی ٹیڑھا چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي ...الخ تقطیع الطمع۔ ﴿۶﴾ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ...الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت۔ مُصَدِّقًا ...الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی جامعیت۔

وَمُبَشِّرًا ...الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ: تعیین رسول وصفی نام: "اَحْمَدُ" اسم تفضیل ہے اور کبھی اسم تفضیل کے معنی میں فاعل کی زیادتی ہوتی ہے، اور کبھی مفعول کے معنی کی زیادتی ہوتی ہے۔

ملحدین نے یہاں پر ایک اعتراض اٹھایا ہے وہ یہ کہ تم کہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہے اور احمد کا معنی سب سے زیادہ حمد کرنے والا اور یہ بھی تم کہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ۔ ۲۳۔ سال ہے اور مکمل عمر تریسٹھ سال ہے تو تریسٹھ سال میں کتنی حمد کی ہوگی اس سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمد زیادہ ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر۔ ۱۷۵۔ سال تھی ان کی حمد زیادہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس سال تھی ان کی حمد زیادہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس۔ ۹۳۰۔ سال تھی ان کی حمد زیادہ ہے، تو کہتے ہیں کہ یہ تم نے احمد نام رکھا ہے محض عقیدت کی بناء پر حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟

تو میں اس کے جواب میں تین باتیں لکھ دیتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوامع الکلم سے رب تعالیٰ کی تعریف کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ تو کم ہوں مگر ثواب زیادہ ملے گا۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا (ان کا پہلے نام برہ تھا) کے گھر میں موجود تھے صبح پھٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھ کر

مسجد میں تشریف لے گئے نماز پڑھائی اور چاشت سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو حضرت جویریہ ﷺ کے سامنے گٹھلیاں تھیں ان پر اللہ کا ذکر کر رہی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جس حال میں آپ کو چھوڑ کر گیا تھا اب تک آپ اسی حالت میں بیٹھی ہوئی ہیں، عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تیرے بعد چار کلمات ایسے کہے ہیں اگر ان کو تین مرتبہ پڑھا جائے پھر ان کا وزن کیا جائے تو ان کا ثواب زیادہ ہوگا۔ وہ چار کلمات یہ ہیں ''سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضیٰ نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ''۔ (ابوداؤد شریف۔ص۔۲۱۸۔ج۔۱)

تو اس سے معلوم ہوا جن کلمات کے ساتھ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے وہ یقیناً اجر وثواب میں زیادہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک سوبیس صفیں ہوں گی اسی صفیں آپ ﷺ کی امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گی۔ (ترمذی شریف۔ص۔۷۷۔ج۔۲)

یہ امت جو بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتی ہے چونکہ آپ ﷺ نے اچھا طریقہ بتایا ہے۔ تو بتانے والوں کو بھی برابر کا ثواب ملتا ہے تو ہم یہاں کہتے ہیں ''سبحان اللہ'' تو اس کا ثواب آٹومیٹک آپ ﷺ کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے تو اگر لفظ ''اَحْمَدُ'' سب سے زیادہ تعریف کرنے والے کے معنی میں ہو تب بھی کوئی حرج نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ''لَیْلَةُ الْقَدْرِ'' بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس کی فضیلت کی بشارت دی ہے تو جو بھی مسلمان اس رات عبادت الٰہی میں مشغول رہے گا تو آپ ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے آپ کو ثواب ملے گا، تو اس لحاظ سے بھی آپ ﷺ احمد ہیں۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا جَآءَهُمْ ...الخ بعثت خاتم الانبیاء شکوہ مشرکین۔

﴿۷﴾ **منکرین کا افتراء علی اللہ** : ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا۔ یعنی خود تو متنبہ نہ ہوئے مگر تنبیہ سے بھی متنبہ نہ ہوئے۔ **وَاللّٰهُ ...الخ دستور خداوندی** : جب یہ موجودہ حالات سے ایمان نہ لاسکے اور قابل اصلاح نہ ہوئے تو پھر ان کی اصلاح کا ایک ہی راستہ ہے جہاد اور قتال چونکہ قانون ہے سب سے پہلے دعوت اسلام، جب اس کو نہیں مانیں گے تو پھر شریعت میں جہاد ہی ہے۔

﴿۸﴾ **اہل کتاب اور مشرکین کا ارادہ فاسدہ** : وہ نور اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا دین چار دانگ عالم میں روشنی نہ پھیلا سکے بلکہ یہیں ختم ہو جائے اس لیے وہ سابقہ کتب میں آنے والی پیشینگوئیوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ **وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ ...الخ ارادہ خداوندی** ❶ اور اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اللہ والوں کی جماعت تمام کفار کی کوششوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہوگی۔

﴿۹﴾ **بعثت خاتم الانبیاء اتمام نور۔ لِیُظْهِرَهٗ ...الخ ارادہ خداوندی** ❷ کہ اللہ تعالیٰ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ لہٰذا خدا پرست سرفروش جماعت اس وقت چین نہیں لے گی جب تک دین کو یہ عزت حاصل نہ ہوگی۔ مزید تفصیل سورۃ توبہ کی آیت۔ ۳۳۔ میں دیکھیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ

اے ایمان والو کیا میں بتلاؤں تم کو ایسی تجارت جو تم کو بچالے درد ناک عذاب سے ﴿۱۰﴾ ایمان لاؤ اللہ پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ

اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے یہ بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو﴿۱۱﴾ وہ بخش دے گا تمکو تمہارے گناہ اور داخل کریگا تمکو باغوں میں جنکے سامنے نہریں بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ

اور پاکیزہ گھروں میں رہنے کے باغوں میں یہ ہے کامیابی بڑی﴿۱۲﴾ اور ایک دوسری چیز بھی تمکو حاصل ہوگی جسکو تم پسند کرتے ہو

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ

مدد اللہ کی طرف سے اور جلد ہی فتح اور خوشخبری سنا دو ایمان والوں کو﴿۱۳﴾ اے ایمان والو! ہو جاؤ اللہ کے مددگار جیسا کہ کہا عیسیٰ ابن مریم

اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ

نے اپنے حواریوں سے کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کے راستے میں تو کیا حواریوں نے کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں، پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا

اور کفر کیا ایک گروہ نے پس تائید کی ان لوگوں کی جو ایمان لائے، انکے دشمنوں کے مقابلے میں

۲ ع ۵ ۱۰ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾

پس ہو گئے وہ غالب آنے والے﴿۱۴﴾

﴿۱۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...الخ ترغیب جہاد : ربط آیات : اوپر قتال کا ذکر تھا "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ" کہ اللہ کے محبوب بندے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، اب آگے اس قتال کی ترغیب اور ثمرہ اخروی اور دنیوی کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ترغیب جہاد، اوصاف مجاہدین، ۱، ۲، ۳، نتیجہ اخروی اوصاف مذکورہ، ۱، ۲، فضیلت جنت، نتیجہ دنیوی، داستان اصحاب عیسیٰ علیہ السلام سے نصرت دین کی ترغیب، کیفیت ترغیب، مخلصین جماعت کا جواب، نتیجہ مؤمنین۔ ماخذ آیات۔ ۱۰ تا ۱۴+

آیت ۱۰۔ ترغیب جہاد کہ مؤمنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں جس کی وجہ سے تباہ کن آخرت کے خسارہ سے محفوظ ہوجائیں گے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں اپنی آخرت کو تباہ کن خسارہ سے بچانے کے لیے اپنی غلطیوں کی اصلاح دنیا میں کرلینا بہتر ہے۔

مواعظ ونصائح

غلطی کی اصلاح کو آسان بنائیے! لوگوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں وہ چھوٹی بھی ہوتی اور بڑی بھی۔ لیکن غلطی خواہ کتنی بھی بڑی ہو اس کی اصلاح ناممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی غلطی کی وجہ سے معاملہ سو فیصد خراب ہو گیا ہو تو اس صورت میں اصلاح مفید نہیں ہوتی، لیکن پھر بھی کسی حد تک صورتحال درست ہوجاتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنی غلطی کی اصلاح کرنے کی کوشش اس لیے نہیں کرتے

کہ ان کو یقین نہیں ہوتا کہ وہ اس کو درست کرسکیں گے۔ان کو اپنی اس صلاحیت پر شک ہوتا ہے۔عہد رسالت کا ایک واقعہ سنئے۔

واقعہ نمبر ۱: جس طرح رلایا اسی طرح ہنساؤ: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کی بیعت کرنے آیا اور کہنے لگا: میں آپ سے ہجرت کی بیعت کرنے آیا ہوں اور اس کے لیے اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔'' یہ سن کر آپ نے اس کو کوئی سرزنش نہیں کی، اور نہ اس کے فعل کی مذمت یا تحقیر کی، اور نہ اس کو کم عقل کہا کیونکہ وہ شخص نیک نیتی سے آیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس نے یہ بڑا اچھا کام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ اس غلطی کا ازالہ کرنا آسان ہے۔ لہٰذا آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا: تم واپس اپنے والدین کے پاس جاؤ، اور جس طرح تم نے ان کو رلایا ہے اسی طرح ان کو جا کر ہنساؤ۔'' بس اتنا فرمایا اور اسی پر سارا معاملہ ختم ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ لوگوں کے ساتھ ایسے طریقہ سے پیش آتے تھے جس سے ان میں نیکی کی طرف رغبت پیدا ہو، اور اگرچہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہوں لیکن پھر بھی وہ محسوس کریں کہ اگر وہ نیک راستہ اختیار کرنا چاہیں تو وہ اس سے دور نہیں ہیں اور بآسانی نیک راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میرے پیش نظر عہد رسالت کا ایک المناک واقعہ ہے اس میں سے جو مثال میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس واقعہ کے آخر میں آتی ہے، لیکن اس کی افادیت کے پیش نظر میں وہ واقعہ شروع سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہار گم ہو گیا: اس واقعہ کی ضروری تفصیلات تو سورۃ نور میں چکی ہیں تاہم بقدر ضرورت یہاں بھی موقع کی مناسبت سے معلوم کریں رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی سفر پر نکلنے کا ارادہ فرماتے تھے تو آپ اپنی ازواج میں قرعہ اندازی فرماتے تھے۔ اس میں جس کا نام نکل آتا تھا اسی کو سفر پر ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ جب غزوہ بنی مصطلق کے لیے روانگی کا ارادہ فرمایا تو حسب معمول اپنی ازواج میں قرعہ اندازی فرمائی۔ اس میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا وہ آپ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئیں۔ یہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ بی بی عائشہؓ ہودج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں۔ اور قافلہ کبھی راستہ میں رکتا تھا تو آپ بھی ہودج سے اتر کر رفع حاجت وغیرہ کے لیے ویرانہ میں چلی جاتی تھیں۔ اور جب قافلہ دوبارہ روانہ ہوتا تو پھر ہودج میں سوار ہو جاتی تھیں۔

جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے تو قافلہ واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب ایک مقام پر پہنچ کر قافلہ نے پڑاؤ ڈالا اور کچھ رات وہیں بسر کی اس کے بعد روانگی کا اعلان ہوا۔ لوگوں نے روانگی کے لیے اپنا سامان اکٹھا کرنا شروع کیا۔ حضرت عائشہؓ رفع حاجت کے لیے قافلہ سے دور گئی ہوئی تھیں۔ ان کے گلے میں موتیوں کا ہار تھا جو کسی سے مستعار لیا تھا۔

جب وہ فارغ ہو کر واپس لوٹیں تو وہ ہار گلے سے نکل کر کہیں گر گیا اور ان کو پتہ نہیں چلا۔ جب وہ واپس لشکر میں پہنچیں اور اپنے ہودج میں داخل ہونے لگیں تو اتفاق سے گردن پر ہاتھ پڑا تو ہار غائب تھا۔ ادھر لوگ روانگی کے لیے تیاری کر رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ جلدی جلدی رفع حاجت کی جگہ واپس گئیں اور وہاں ہار ڈھونڈنے لگیں۔ اسی میں ان کو دیر ہو گئی۔ ادھر ان کی سواری پر مامور ساربان آئے، انہوں نے ہودج اٹھایا اور اونٹ پر باندھ دیا، ان کا خیال تھا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں موجود ہیں (اس وقت حضرت عائشہؓ کم عمر اور ہلکی پھلکی تھیں۔) وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ادھر حضرت عائشہؓ کو بہت تلاش کے بعد وہ ہار مل گیا۔ وہ پھر قافلہ کی جگہ واپس آئیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں جب قافلہ کی فرودگاہ پر واپس آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا، سب لوگ روانہ ہو چکے تھے۔ میں چادر لپیٹ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی اور سوچا کہ جب وہ لوگ مجھ غیر موجود پائیں گے تو لوٹ کر آئیں گے۔ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی اور میں سو گئی۔ میں سوئی ہوئی تھی کہ میرے پاس سے صفوان بن معطل گزرے۔

انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی انسان سو رہا ہے تو وہ قریب آئے اور مجھ دیکھ کر پہچان گئے (انہوں نے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا) جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر کہا: "یہ تو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں!" میں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے سے جاگ گئی اور اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا۔ واللہ! انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے اور کوئی بات ان کے منہ سے سنی۔ پھر انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کے دونوں اگلے پاؤں دبائے رکھے۔ پھر میں اس پر سوار ہوگئی تو انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور قافلہ تک پہنچنے کے لیے تیزی سے روانہ ہوگئے۔ واللہ! رات بھر نہ ہمیں قافلہ ملا اور نہ مجھے کوئی ڈھونڈنے آیا، حتی کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے قافلہ کو پڑاؤ ڈالے دیکھا۔ اہل قافلہ اسی طرح پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے کہ صفوان میرے اونٹ کو لیے ہوئے آگئے۔ تو اہل افک اور تہمت تراشوں نے جو کہنا تھا کہا اور پورے قافلہ میں کھلبلی مچ گئی۔ لیکن واللہ! مجھے ان باتوں کا کوئی علم نہیں ہوا۔

پھر ہم مدینہ آگئے۔ وہاں آتے ہی میں سخت بیمار ہوگئی اور مجھے لوگوں کی چہ میگوئیوں کی کوئی خبر نہیں تھی اس اتہام طرازی کی خبر رسول اللہ ﷺ اور میرے والدین کو پہنچ چکی تھی لیکن انہوں نے مجھ سے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کچھ بے التفاتی محسوس کی، کیونکہ میں پہلے جب بھی بیمار پڑتی تھی تو بڑے مہربان ہوتے تھے اور خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ لیکن اس بیماری میں وہ ایسا نہیں کر رہے تھے بلکہ جب بھی اندر تشریف لاتے اور اس وقت میری والدہ میری تیمارداری کر رہی ہوتیں تو ان سے فرماتے کہ "یہ اب کیسی ہیں؟" اس سے زیادہ کچھ نہیں فرماتے۔ یہ بات میں نے دل میں محسوس کی تو آپ کی بے التفاتی دیکھ کر میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی والدہ کے گھر چلی جاؤں تاکہ وہاں یہ میری تیمارداری کریں۔"

آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں"۔ تو میں اپنی والدہ کے ہاں چلی آئی اور مجھے اس وقت تک ان باتوں کی کوئی خبر نہیں تھی۔ میں تقریباً ایک ماہ کی بیماری میں بہت کمزور ہو چکی تھی۔ ایک رات میں رفع حاجت کے لیے باہر نکلی، اس وقت میرے ساتھ ام مسطح تھیں (جو حضرت ابوبکرؓ کی ماموں زاد بہن تھیں) وہ چلتے چلتے اپنی چادر میں الجھ کر گر گئیں یا گرنے والی تھیں کہ ان کے منہ سے نکلا: "مسطح برباد ہو۔" میں نے کہا: بخدا تم نے بڑی بری بات منہ سے نکالی۔ تم نے ایک بدری مجاہد کو بددعا دی؟!

انہوں نے کہا: بیٹی! تم نے نہیں سنا وہ کیا کہتا ہے؟ اے دختر ابی بکر! کیا تمہیں وہ بات معلوم نہیں ہوئی؟

میں نے کہا: کونسی بات؟ تو انہوں نے مجھے اتہام طرازوں کی ساری باتیں بتائیں۔ میں نے کہا: کیا واقعی یہ بات ہو چکی ہے؟ انہوں نے کہا: واللہ یہ بات پھیل چکی ہے۔ یہ سن کر میں سخت پریشان ہوگئی اور رفع حاجت بھی نہ کر سکی۔ ویسے ہی واپس آگئی۔ میری بیماری اور بڑھ گئی۔ میں مسلسل روتی رہی۔ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

آخر میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی! اللہ آپ کو معاف کرے لوگوں میں اتنی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں، لیکن آپ نے مجھ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا" انہوں نے کہا: بیٹی! اتنا رنج و غم نہ کرو۔ بخدا! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کی بیوی حسین ہو، خاوند کی چہیتی ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہ اس کے بارے میں بہت باتیں بناتی ہیں اور لوگ بھی خوب تہمتیں تراشتے ہیں۔" میں نے کہا: "سبحان اللہ! لوگ اس بارے میں اتنی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں؟ پھر رات بھر روتی رہی حتی کہ صبح ہوگئی، نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی صبح تک اسی طرح روتی رہی۔"

تو بیچاری عائشہؓ کا یہ حال تھا۔ ان پر تہمت لگی تھی، اس وقت ان کی عمر کوئی پندرہ برس ہوگی ان کی زنا کی تہمت کا سامنا کرنا پڑا جب کہ ایک باعلمت شریف خاتون تھیں، ایک پاک ہستی کی زوجہ اور انتہائی ستر پوش باپردہ خاتون! اسی حالت میں وہ اپنے والدین

کے گھر میں رو رہی تھیں۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کا یہ حال تھا کہ آپ کا حضرت عائشہؓ کے بارے میں حزن و ملال جاری تھا اس بارے میں نہ جبرائیل خبر لاتے تھے اور نہ قرآن مجید نازل ہوتا تھا۔ آپ اس معاملہ میں حیران و پریشان تھے۔ ان منافقین کی اتہام طرازیاں اور اپنی زوجہ مطہرہ کے بارے میں لوگوں کی چہ میگوئیاں آپ کو بہت گراں گزر رہی تھیں۔

آخر جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو آپ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''لوگو! یہ بعض اشخاص کو کیا ہو گیا ہے کہ میری اہلیہ کے بارے میں تکلیف دہ باتیں کر رہے ہیں اُس پر جھوٹے الزامات لگا رہے ہیں۔ واللہ! میں نے اپنی اہلیہ میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور جس مرد کے بارے میں یہ تہمت دھر رہے ہیں وہ بھی ایک نیک شخص ہے۔ وہ جب میرے کسی گھر میں آتا ہے تو میرے ساتھ ہی آتا ہے۔''

جب آپ نے یہ تقریر فرمائی تو قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر وہ لوگ قبیلہ اوس سے ہیں تو ہم ان سے نمٹ لیں گے اور آپ کو فکر کی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ ہمارے بھائی قبیلہ خزرج سے ہوں تو آپ حکم فرمائیں۔ واللہ! وہ قابلِ گردن زنی ہیں۔'' جب یہ بات قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے سنی تو اگرچہ وہ ایک نیک انسان تھے لیکن ان کو اپنے قبیلہ کی حمیت کا جوش آ گیا۔

وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: ''واللہ! تم نے غلط کہا۔ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ واللہ! تم نے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ خزرج سے ہیں۔ اگر وہ تمہاری قوم سے ہوتے تو تم ہرگز یہ بات نہ کہتے۔'' پھر حضرت اُسید بن حضیرؓ نے اٹھ کر کہا: ''واللہ! تم نے غلط کہا۔ خدا کی قسم ہم ان کو ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو کہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔''

پھر تو دونوں قبیلوں کے لوگ بھڑک اٹھے اور قریب تھا کہ ان میں لڑائی شروع ہو جائے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ان کو ٹھنڈا کر رہے تھے۔ آخر یہ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ بھی خاموش ہو گئے اور یہ صورتحال دیکھ کر منبر سے اُترے اور اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔

جب آپ نے دیکھا کہ سب لوگوں کو جمع کر کے بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوا تو سوچا کہ گھر کے خاص افراد سے مشورہ کر کے اس کو حل کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلا کر انؓ سے مشورہ کیا لیکن وہاں بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ تب آپ نے ارادہ کیا کہ خود عائشہؓ کے پاس جا کر اس معاملہ کو آخری نتیجہ تک پہنچایا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اُس روز بھی دن بھر روتی رہی، پھر رات کو بھی روتی رہی، نہ آنسو تھمتے تھے نہ آنکھوں میں نیند آتی تھی۔ میرے والدین کو اندیشہ تھا کہ روتے روتے کہیں اس کا کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں اجازت لے کر اندر داخل ہوئے، وہاں حضرت عائشہ کے والدین کے علاوہ ایک انصاری عورت بھی موجود تھی۔ لوگوں کی چہ میگوئیوں کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ تقریباً ایک ماہ سے آپ نے حضرت عائشہؓ کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ایک ماہ سے آپ پر کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔

آپ جب اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ شدت آہ و بکا کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ایک پر نوچے ہوئے چوزے کی طرح اپنے بستر پر پڑی ہوئی ہیں۔ وہ بھی رو رہی تھیں اور ان کے ساتھ وہ انصاری عورت بھی رو رہی تھی۔ شدتِ غم سے دونوں بے بس تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے وہاں بیٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ''اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے یہ خبر ملی

ہے۔'' آپ نے اس اتہام کا ذکر فرمایا :اور چاہا کہ ان کو بتائیں کہ اگر انسان کبھی کوئی غلطی کر بیٹھے تو اس کا ازالہ مشکل نہیں ہے۔ لہٰذا فرمایا : اگر تم گناہ سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت فرمادے گا۔ اور اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرو، کیونکہ جب کوئی بندہ گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

اس طرح آپ نے غلطی کا ایک آسان حل پیش فرمایا، اگر واقعی وہ غلطی ہوئی ہے۔ اس حل میں نہ کوئی پیچیدگی تھی نہ کوئی طوالت۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو ایک دم میرے آنسو بالکل تھم گئے، آنسو کا ایک قطرہ بھی مجھے محسوس نہیں ہوا۔ اب میں منتظر تھی کہ میرے والدین میری طرف سے جواب دیں گے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا میری طرف سے جواب دیجئے۔'' تو انہوں نے کہا'' کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں۔'' پھر میں نے والدہ صاحبہ سے بھی یہی بات کہی تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ بخدا ان دنوں آل ابی بکر کو جس قدر دکھ اور صدمہ پہنچا تھا وہ کسی گھرانے کو نہیں پہنچا ہوگا۔

جب میں نے دیکھا کہ میرے معاملہ میں دونوں نے چُپ سادھ لی ہے تو میں بہت روئی۔ پھر میں نے کہا کہ'' خدا کی قسم جس جرم کا آپ نے ذکر کیا ہے میں اس سے کبھی توبہ نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں کہ جو بات تم لوگوں نے سنی ہے وہ تمہارے دلوں میں جم گئی ہے اور تم اس کو سچ سمجھ رہے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میں اس جرم سے بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، لیکن تم لوگ مجھے سچا نہیں سمجھو گے۔ لیکن اگر میں اس جرم کا اقرار کرلوں گی، اور اللہ جانتا ہے کہ میں اُس سے بری ہوں، تو پھر تم مجھے سچا سمجھو گے۔ واللہ! میرے اور تمہارے درمیان جو صورتحال ہے اس پر بس میں وہی کہوں گی جو حضرت یوسف کے والد نے فرمایا تھا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ (اب صبر ہی بہتر ہے۔ اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے اُس بات پر جو تم بیان کرتے ہو)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ واللہ! مجھے علم تھا کہ میں اس گناہ سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت ظاہر فرمادے گا۔ لیکن واللہ مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ میرے معاملہ میں وحی نازل ہوگی جس کی تلاوت کی جائے گی۔ البتہ یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی خواب دکھادیا جائے گا جس میں میری برأت ثابت ہوجائے گی۔

واللہ! رسول اللہ ﷺ ابھی اسی جگہ بیٹھے تھے اور سب گھر والے بھی وہیں موجود تھے کہ آپ پر وہ حالت طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوا کرتی تھی آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہونے لگی۔ جب آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی تو واللہ مجھے کوئی گھبراہٹ یا فکر لاحق نہیں ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں اس گناہ سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے۔ البتہ میرے والدین کی حالت یہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ سے وحی کی کیفیت زائل ہوئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی جان نکل جائے گی۔ ان کو ڈر تھا کہ کہیں وحی کے ذریعہ لوگوں کے اتہام کی تصدیق نہ ہوجائے۔ جب آپ سے وحی کی کیفیت زائل ہوئی تو آپ مسکراتے ہوئے اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھ رہے تھے۔ اس کے بعد پہلی بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی :'' عائشہ! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے بری ہونے کے بارے میں وحی نازل فرمائی ہے۔'' یہ سن کر میں نے الحمدللہ کہا۔

پھر رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں میں تشریف لے گئے، مسجد میں تقریر فرمائی اور ان کو سورہ نور کی یہ آیات پڑھ کر سنائیں جو اس بارے میں نازل ہوئی تھیں۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی بھی خطا کار سے ہمیں ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جیسے وہ مریض ہو اور اس کو علاج کی ضرورت ہو، نہ کہ اس کو ڈانٹیں ڈپٹیں یا ذلیل ورسوا کریں۔ کیونکہ اس عمل سے وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جیسے ہم اس کی غلطی پر خوش ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مخلص طبیب وہ ہوتا ہے جس کو اپنے مریضوں کی صحت یابی کی فکر خود ان مریضوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی ہو جس سے چاروں طرف روشنی ہو جائے اور پروانے اس میں آ آ کر گرنے لگیں تو وہ شخص ان کو ہٹانے لگے اور گرنے سے بچانے لگے، لیکن پروانے اس کے قابو میں نہ آئیں اور زبردستی آگ میں گھس جائیں۔ تو میں نے تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں لیکن تم اس میں گرتے ہو۔''

﴿۱۱﴾ اوصاف مجاہدین: ۱۔ ۲۔ ۳۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ... الخ پہلے بھی "اٰمَنُوْا" تھا اب آگے بھی "اٰمَنُوْا" ہے یعنی "تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" تو یہ تو تحصیل حاصل ہے اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ "اٰمَنُوْا" سے مراد اگر مخلص ایمان والے ہوں تو "تُؤْمِنُوْنَ" سے تدومون علی الایمان' ہے یعنی اے ایمان والو! ایمان پر دائم رہو، اس اعتبار سے نفس ایمان اور چیز ہے اور دوام علی الایمان اور چیز ہے تو تحصیل حاصل نہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کا معنی "امنوا بافواههم" ہے اپنے منہ سے ایمان لانے والے (یعنی ایمان باللسان) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ صحیح معنوں میں ایمان لاؤ۔ (یعنی ایمان بالقلب) ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ ... الخ نتیجہ اخروی اوصاف مذکورہ۔

﴿۱۲﴾ ۔ ❶ ۔ ❷ ۔ یہ اس کی جزاء خیر ہے مؤمن کا مقصود چونکہ نجات آخرت ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے آیا اور دوسری جزاء فتح دنیا ہے۔ وَمَسٰكِنَ ... الخ فضیلت جنت۔ ﴿۱۳﴾ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ... الخ نتیجہ دینوی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری سنائی جارہی ہے اگر تم دنیا میں جہاد اور ایمان کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بناؤ گے تو پھر دنیا میں غلبہ حاصل رہے گا آخرت میں تو لامتناہی انعامات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مستحقین بشارت: چنانچہ فتح ونصرت کی پیشینگوئی کا ظہور ہے جو اظہر من الشمس ہے۔ ﴿۱۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ... الخ داستان اصحاب عیسیٰ علیہ السلام سے نصرت دین کی ترغیب۔

كَمَا قَالَ ... الخ کیفیت ترغیب۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ ... الخ مخلصین جماعت کا جواب۔

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ ... الخ نتیجہ مؤمنین: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پہلے تبلیغ شروع کی اس کے بعد مؤمن اور کافر دو جماعتیں پیدا ہو گئیں چونکہ دونوں کے مقاصد میں اختلاف تھا دونوں آگے چل کر ٹکرا گئیں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فتح عطاء فرمائی۔

اسی طرح مؤمنو! تم دین اسلام کا جہاد کے ذریعے سے تعاون کرو آخر فتح تمہاری ہوگی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کی ہیں ان کا دین نشر ہوا، آنحضرت ﷺ کے پیچھے بھی خلفاء راشدین نے اس سے زیادہ محنتیں کیں۔

الحمد للہ سورۃ الصف کی تفسیر مکمل ہوئی خالق کائنات سے دعا ہے کہ اسے اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الجمعہ

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام سورۃ الجمعہ ہے جو اس سورۃ کی نویں آیت میں "الجمعۃ" کے لفظ سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۶۲۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۱۰۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع گیارہ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مدنی دور میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں بعض دیگر اہم باتوں کے علاوہ نماز جمعہ کا خاص طور پر ذکر ہے اسلئے یہ نام مقرر ہوا۔

ربط آیات: گزشتہ سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی آنحضرت ﷺ کی آمد کے متعلق خوشخبری کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ...الخ اب اس سورۃ میں اسی رسول کی بعثت کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا ...الخ

موضوع سورۃ: فرائض علماء کرام، آپ ﷺ کے چار فرائض۔ ۱۔ تلاوت آیات۔ ۲۔ تزکیہ نفس۔ ۳۔ تعلیم کتاب۔ ۴۔ تعلیم حکمت، اور یہی چاروں فرائض علماء کرام کے ہیں کیونکہ یہ وارث انبیاء کہلاتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ: بعثت خاتم الانبیاء، نماز جمعہ کی مشروعیت، ترغیب تعلیم و ترقی تعلیم، مجازات اعمال تذکیر بما بعد الموت، یہود کے خبائث و نتائج۔ واللہ اعلم بالصواب

فضیلت السورۃ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز جمعہ میں یہ سورۃ اور سورۃ منافقون پڑھتے تھے۔ (روح المعانی۔ ص۔۳۹۹۔ ج۔۲۸) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ ﷺ کی اتباع میں پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَىٰ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝١

تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کیلئے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں جو بادشاہ پاک زبردست حکمتوں والا ہے ﴿۱﴾

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

وہ وہی ہے جسنے بھیجا امیوں میں ایک رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان پر اسکی آیتیں، تزکیہ کرتا ہے انکا اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور حکمت

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝٢ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا

اور بیشک وہ تھے اس سے پہلے البتہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ﴿۲﴾ اور بھیجا ہے اس نے رسول کو دوسروں کیلئے

يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٣ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ

جو نہیں ملے ان سے اور وہ غالب اور حکمتوں والا ہے ﴿۳﴾ یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے وہ جسکو چاہے اور اللہ تعالیٰ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

بڑے فضل والا ہے ﴿۴﴾ مثال ان لوگوں کی جن پر بوجھ رکھا گیا تھا تورات کا پھر انہوں نے اسکو نہیں اٹھایا گدھے کی مثال ہے جو اٹھاتا ہے

يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾

کتابوں کا بوجھ بری ہے مثال اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ راست دکھاتا بے انصاف لوگوں کو ﴿۵﴾

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے اے وہ لوگ جو یہودی بنے ہوا گر تم دعوی کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگوں کے سوا پس تم خواہش کرو موت کی اگر تم سچے ہو ﴿۶﴾

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾

اور نہیں تمنا کریں گے یہ موت کی کبھی بھی ان کاموں کی وجہ سے جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنیوالوں کو ﴿۷﴾

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ کہہ دیجئے بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو پس وہ یقیناً تم سے ملنے والی ہے پھر تم لوٹائے جاؤ گے اس پروردگار کی طرف جو چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ ع

ع ۸ ۱

پس وہ ظاہر کر دیگا تمہارے سامنے جو کام تم کیا کرتے تھے ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع ❶: عظمت خداوندی، صفات خداوندی، بعثت خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ بعثت عمومی، شفقت خداوندی، یہود کی مذمت، تنبیہ یہود، اطلاع خداوندی، فیصلہ خداوندی۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸+

﴿۱﴾ عظمت خداوندی۔ اَلْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ...الخ صفات خداوندی۔

﴿۲﴾ بعثت خاتم الانبیاء۔ ''اَلْاُمِّيّٖنَ'' سے مراد عرب کے لوگ ہیں یہ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے ''امی'' کہلاتے تھے ان میں دو تین فیصد سے زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے اولاد اسماعیل علیہ السلام سینکڑوں ہزاروں شاخوں میں بٹ کر پورے عرب میں حتیٰ کہ ایران وخراسان اور دیگر دور دراز علاقوں تک پھیل گئی تھی اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی انہی میں سے بھیجا حالانکہ اردگرد کے ممالک ایران، روم، شام اور مصر میں پڑھے لکھے لوگ موجود تھے اور ان کے دفتری نظام تھے ان کے ہاں تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی جاری تھا ادھر عربوں میں نہ کوئی اسکول نہ کالج نہ کوئی مدرسہ یہاں تک کہ کوئی لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا تھا ساری باتیں یا دداشت کے طور پر زبانی رکھی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے امی نبی کو معبوث فرمایا اس نے ساری دنیا کے اور ساری ملتوں کے سارے کتب خانے دھوڑالے مطلب یہ کہ علم وحکمت کے وہ موتی بکھیرے کہ تمام قوموں کے کتب خانے ماند پڑ گئے، وہ ایسا معلم کہ بس اشارے کے ساتھ ہی لکھ کر ساری دنیا کا صدر مدرس بن گیا گویا کہ اس جیسا کوئی معلم پیدا ہی نہیں ہوا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ... الخ فرائض خاتم الانبیاء۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ وَاِنْ كَانُوْا ...الخ اور یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اس سے مراد یہ ہے کہ اکثریت کفر اور شرک میں مبتلا تھی زمانہ جاہلیت میں اگرچہ بعض موحد بھی تھے مگر تاہم وہ بھی تکمیل ہدایت کے محتاج تھے۔ ﴿۳﴾ بعثت عمومی: اس آیت کے مفہوم میں قیامت تک آنے والے سب عربی عجمی داخل ہیں کہ

آپ ﷺ ان سب کے رسول ہیں اور ان کو "مِنْهُمْ" باعتبار اسلام کے فرمایا کیونکہ مسلمان سب اسلام کے لحاظ سے متحد ہیں۔

(تفسیر خازن۔ص۔۲۶۴۔ج۔۴۔طبع کوئٹہ)

﴿۴﴾ شفقت خداوندی : کہ رسول کے ذریعے سے گمراہی سے نکال کر کتاب وحکمت کی طرف لے آیا ہے یہ اس رب العلمین کا فضل ہے۔ ﴿۵﴾ یہود کی مذمت : ان لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھا کی سی ہے جس پر بہت سی کتابیں لادی ہوں مگر ان کتب کے نفع سے محروم ہے اس طرح اصل مقصود اور نفع علم کا عمل ہے جب یہ نہ ہو تو صرف تحصیل وحفظ علم میں تعب ہی تعب ہے اور گدھے کی تخصیص اس لیے کہ وہ جانوروں میں بے وقوف مشہور ہے تو اس میں زیادہ تنفیر ہوگی۔ (بیان القرآن۔ص۔٦۔ج۔١٢)

﴿۶﴾ تنبیہ یہود۔ ﴿۷﴾ اطلاع خداوندی۔ ﴿۸﴾ فیصلہ خداوندی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نُودِىَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ ٱلْجُمُعَةِ فَٱسْعَوْا۟ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ وَذَرُوا۟

اے ایمان والو جس وقت اذان پکاری جائے نماز کیلئے جمعہ کے دن، پس کوشش کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو

ٱلْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۞ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُوا۟ فِى

خرید وفروخت، یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو﴿۹﴾ پس جب پوری کرلی جائے نماز تو پھیل

ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۞

جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل سے اور یاد کرو اللہ کو کثرت سے تاکہ تم فلاح پاجاؤ﴿۱۰﴾

وَإِذَا رَأَوْا۟ تِجَٰرَةً أَوْ لَهْوًا ٱنفَضُّوٓا۟ إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ

اور جب دیکھتے ہیں یہ لوگ تجارت یا کھیل تماشے کو تو متفرق ہوجاتے ہیں اسکی طرف اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا آپ کہہ دیجئے جو اللہ کے

ٱللَّهْوِ وَمِنَ ٱلتِّجَٰرَةِ ۚ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ۞

پاس ہے بہتر ہے کھیل تماشے اور تجارت سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے﴿۱۱﴾

ع ۲ / ۱۲

﴿۹﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نُودِىَ لِلصَّلَوٰةِ... الخ ربط آیات : اوپر یہود کی مذمت تھی چونکہ یہود میں بہت ساری بیماریاں پائی جاتی تھیں ان میں سے سب سے بڑی بیماری یہ تھی کہ "یوم السبت" ان کی عبادت کا دن تھا اور انہوں نے ہفتہ کے دن عبادت نہ کی یہاں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے جمعہ کا دن عبادت کا ہے۔

خلاصہ رکوع ❷: فرضیت جمعہ، پہلا حکم، دوسرا حکم، نماز جمعہ کے بعد تجارت کی اجازت، تنبیہ مؤمنین، حصر الرزاقیت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۹: تا ۱۱ +

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟... الخ فرضیت جمعہ۔ یہاں عام مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ اس سے مراد بعض مسلمان ہیں مسافر اور مریض خارج ہیں کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں۔ اور "نودی" سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے سامنے دی جاتی ہے۔ فَٱسْعَوْا۟ ... الخ پہلا حکم۔ دوڑنے سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے بھاگنا نہیں ہے۔ وَذَرُوا۟ ٱلْبَيْعَ ...الخ دوسرا

حکم : نزول قرآن کے وقت صرف ایک ہی اذان تھی جو امام کے سامنے ممبر پر چڑھنے سے پہلے دی جاتی تھی اُس زمانہ کے لوگ رغبت سے نماز کیلئے پہلے سے حاضر ہوتے تھے اگر کوئی اکادکا شخص رہ بھی گیا تو وہ بھی اذان سن کر حاضر ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں ایسا ہی رہا پھر جب نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ سے پہلے ایک اور اذان دینا جاری کرادی جو مسجد سے ذرا دور مقام "زوراء" پر ہوتی تھی۔ (بخاری شریف۔ص۔۱۲۴۔ج۔۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ خلفاء راشدین میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" ان کی اتباع بھی اس لیے ضروری ہے۔

مسئلہ : آیت کے الفاظ ہیں : **وذروا البیع** یعنی بیع اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ غرض جمعہ کی اذان کے بعد کاروبار کی ممانعت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ البتہ علماء سلف کے اس کے وقت کی تعیین میں اختلاف ہے۔

بعض فقہاء مثلاً : ضحاک، مسروق رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کاروبار محض زوال آفتاب کے بعد ہی سے حرام ہو جاتا ہے (جمعہ کے روز) اور مجاہد و زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ : اذان کے بعد حرام ہوتا ہے اور اکثر فقہاء نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ البتہ اس وقت میں کی جانے والی خرید و فروخت اور کاروبار کے شرعی احکام کیا ہوں گے؟ اس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کی آراء مختلف ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ احناف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی بیع اور خرید و فروخت مکروہ تحریمی ہوں گے جب کہ امام مالک و احمد رحمہما اللہ کے نزدیک بیع بالکل ہی منعقد نہیں ہوگی بلکہ باطل ہوگی۔ احناف رحمہم اللہ علیہم کی دلیل یہ ہے کہ یہاں ممانعت اور نہی لعینہ نہیں ہے بلکہ لغیرہ ہے۔ یعنی نفس عقد بیع میں کوئی خرابی نہیں لیکن اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے سعی الی الجمعۃ جو فرض وقت ہے، میں خلل واقع ہوتا ہے اس لیے یہ ممنوع اور منہی عنہ ہے لہٰذا یہ بیع فی نفسہ منعقد ہو جائے گی اور اسی بناء پر مفید ملک بھی ہوگی لیکن نہی کی وجہ سے مکروہ ہوگی۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی نماز کے آخر وقت میں ایسے شخص کا بیع و شراء کرنا جس نے ابھی فرض نماز ادا نہیں کی ہے اگر بیع و شراء میں مشغول ہو جائے گا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو ایسی بیع بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

اگر عید جمعہ کے دن واقع ہو تو اس کی وجہ سے جمعہ ساقط نہیں ہوگا البتہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک جمعہ ساقط ہو جائے گا۔ یعنی اگر عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو فرض جمعہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ عید اس پر مقدم ہے اور لوگ اس میں مشغول ہوں گے۔ لیکن جمہور کے نزدیک جمعہ ساقط نہیں ہوا اور یہی راجح ہے کیونکہ آیت میں جو امر بالسعی ہے وہ عید کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ دیگر ایام کی طرح یوم العید میں بھی باقی رہتا ہے۔

جمعہ کی اذان و خطبہ اور نماز کے اہم مسائل

حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کے لیے حاضر ہونا پہلی اذان کے متعلق ہے۔

کما قال فی الدر المختار: "وَوَجَبَ سَعْيٌ إِلَيْهَا وَتَرْكُ الْبَيْعِ وَلَوْمَعَ السَّعْيِ وَفِي الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ وِزْرًا بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ"۔ وفی الشامی: "قُلْتُ وَسَيَذْكُرُ الشَّارِحُ فِيْ اٰخِرِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ أَنَّهُ لَابَأْسَ بِهِ أَيْ بِالْبَيْعِ لِتَعْلِيْلِ النَّهْيِ بِالْإِخْلَالِ بِالسَّعْيِ فَإِذَا انْتَفَى انْتَفَى ...الخ" عبارت مذکورہ سے دونوں باتوں کا جواب معلوم ہو گیا کہ اذان اول سے ہی سعی الی الجمعہ واجب ہے اور بیع ممنوع ہو جاتی ہے اور یہ کہ جب سعی الی الجمعہ فوت نہ ہو تو بیع درست ہے۔

(بحوالہ فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل۔ص۔۳۹۔ج۔۵)

مسئلہ: ❶ دوسری اذان جمعہ مسجد کے اندر امام کے سامنے درست ہے چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں "وَإِذَا صَعِدَ

الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ وَجَلَسَ أُذِّنَ مُؤَذِّنٍ بَيْنَ يَدَيِ الْمِنْبَرِ بِذٰلِكَ جَرَى التَّوَارُثُ"۔ (ہدایہ باب الجمعہ۔ص۔۱۸۱۔ج۔۱)
وَيُؤَذِّنُ ثَانِيًا بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيبِ أَيْ عَلَى سَبِيلِ السُّنِّيَّةِ كَمَا يَظْهَرُ مِنْ كَلَامِهِمْ رملی"۔
(ردالمحتار باب الجمعہ۔ص۔۷۷۰۔ج۔۱)

مسئلہ: ❷ جمعہ کی دوسری اذان اور خطبہ جمعہ کا جواب اور دعاء وسیلہ کا زبان سے پڑھنا فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے البتہ دل سے پڑھ سکتے ہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے "قَالَ وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُجِيبَ بِلِسَانِهِ اتِّفَاقًا فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيبِ"۔ الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الاذان"۔ (ص۔۳۷۱۔ج۔۱)

مسئلہ: ❸ خطبہ میں فرض مطلق ذکر ہے یہاں تک کہ اگر بقدر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ لیا فرض خطبہ ادا ہوجائے گا مگر سنت یوں ہے کہ دو خطبے ہوں۔ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار۔ص۔۷۵۸۔ج۔۱)

مسئلہ: ❹ جب امام خطبہ پڑھے تو مقتدیوں کو خاموشی سے سننا چاہئے اس وقت کسی قسم کا ذکر و تسبیح و نماز وغیرہ میں مشغول نہ ہوں۔ (ردالمحتار باب الجمعہ۔ص۔۷۶۸۔ج۔۱)

مسئلہ: ❺ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور خطبہ میں غلطی کی وجہ سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔
(الدر المختار علی ہامش ردالمحتار باب الجمعہ۔ص۔۷۵۷۔ج۔۱)

مسئلہ: ❻ جمعہ کا خطبہ ادائے صلوٰۃ کیلئے فرض ہے خطبہ پڑھے بغیر دو رکعتیں پڑھ لیں تو جمعہ ادا نہیں ہوگا۔

نوٹ: بقدر ضرورت جمعہ کے مسائل اوپر گزر چکے ہیں تاہم یہاں سے تفصیلی احکام لکھے جا رہے ہیں۔

نماز جمعہ کے تفصیلی احکام

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةِ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا۔ (رواہ مسلم)

وَقَالَ أَيْضًا مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ۔ (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے وضو کیا پھر جمعہ کے لیے مسجد آیا، غور سے خطبہ سنا اور دورانِ خطبہ خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس سے اگلے جمعہ تک اور مزید دن تک گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ اور جس نے (دوران خطبہ) کنکریوں کو ہاتھ لگایا تو اس نے بڑی بے ہودہ حرکت کی۔ (مسلم) اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تین جمعہ کی نمازیں بغیر کسی (شرعی) وجہ سے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت کے لیے سیل کر دیتے ہیں (ابوداؤد)

نمازِ جمعہ کا حکم: جمعہ کے دن دو رکعت نمازِ جمعہ ادا کرنا فرض ہے۔ یہ دو رکعتیں مستقل فرض ہیں نمازِ ظہر کا بدل نہیں ہیں لیکن اگر کسی شخص کی نمازِ جمعہ فوت ہوجائے تو اس پر ظہر کی چار رکعت فرض ہوجاتی ہیں۔

نمازِ جمعہ کے فرض ہونے شرائط: ہر وہ مسلمان جس میں درج ذیل تمام شرائط پائی جائیں، اس پر نماز جمعہ فرض ہوجاتی ہے۔

(۱) آزاد ہونا: لہٰذا غلام پر نماز جمعہ فرض نہیں ہوتی۔ (۲) مرد ہونا: لہٰذا عورت پر نماز جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

(۳) تندرست ہونا: لہٰذا مریض پر نماز جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

● مریض سے مراد ہر وہ شخص ہے جو پیدل مسجد تک نہ جاسکے۔ یا پیدل جا تو سکتا ہو مگر بیماری کے بڑھ جانے کا، یا دیر سے صحیح

ہونے کا خدشہ ہو۔ ● اگر کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ پیدل مسجد تک نہیں جاسکتا تو یہ بھی مریض کے حکم میں ہے۔ ● اگر کوئی شخص بذاتِ خود تندرست ہو مگر کسی بیمار کی تیمارداری کرتا ہو۔ اور اس تیماردار کے مسجد جانے سے مریض کو نقصان کا اندیشہ ہے تو یہ تیماردار بھی مریض کے حکم میں ہے۔

(۴) نابینا ہونا: لہٰذا ایسا نابینا جو خود مسجد تک بلا تکلف نہ جاسکتا ہو اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔ (۵) شہر (مصر) یا قصبہ (بڑا گاؤں) میں مقیم ہونا: لہٰذا مسافر پر یا ایسے شخص پر جو چھوٹے گاؤں میں مقیم ہو نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے (شہر اور گاؤں کی تعریف آگے آرہی ہے) (۶) چلنے پر قادر ہونا: لہٰذا ایسا شخص (لنگڑا وغیرہ) جو چلنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۷) مامون ہونا: لہٰذا ہر وہ شخص جسے کسی بھی دشمن (انسان ہو یا جانور) کا خوف ہو، اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی۔

(۸) عُذر سے خالی ہونا: جماعت کے چھوڑنے کے جو عذر پہلے جماعت کے بیان میں بیان ہو چکے ہیں ان میں کوئی عذر ہونا۔ اگر ان اعذار میں سے کوئی عذر موجود ہو تب بھی نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے۔

● مندرجہ بالا تمام افراد میں کوئی بھی شخص شرط نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ ادا کرلے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور ظہر کی نماز اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ بلکہ عذر ہوتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔

نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط: نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط: شہر یا قصبہ کا ہونا، یا شہر یا قصبہ کا فناء ہونا۔ چنانچہ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔

قصبہ کی تعریف: ہمارے عرف میں قصبہ اس مستقل آبادی کو کہا جاتا ہے، جہاں آبادی کم وبیش تین چار ہزار کے لگ بھگ ہو۔ اور وہاں ایسا بازار ہو جہاں تیس چالیس مستقل اور متصل دکانیں ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں، مثلاً جوتے کی دکان بھی ہو اور کپڑوں کی بھی غذا اور کریانے کی بھی ہو اور دودھ گھی کی بھی وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو اور معمار و مستری بھی ہوں وہاں ڈاکخانہ بھی ہو اور پولیس کا تھانہ اور چوکی بھی ہو، اور اس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم ہوں۔

(امداد الاحکام۔ ج ا ص ۷۵۶)

لہٰذا جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں وہاں کے باشندوں پر نمازِ جمعہ قائم کرنا واجب ہے۔ البتہ جو بستی ان شرائط کے نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں یا دیہات شمار کی جاتی ہو وہاں کے باشندوں کے لیے نمازِ جمعہ جائز نہیں ہے، انہیں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔

فوج کی یونٹیں جب جنگی مشقوں کے لیے جنگلوں اور ویرانوں میں پڑاؤ ڈالیں اور وہاں خیمے لگا کے رکھیں تو یہ لوگ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھیں، کیونکہ جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ ہونا ضروری ہے۔

فنائے شہر کی تعریف: فنائے شہر کی تفصیل "مسافر کی نماز کے احکام" میں گزر چکی ہے کہ ہر وہ جگہ جو شہر کی ضروریات کے لیے بنائی گئی ہو "فنائے شہر" کہلاتی ہے، جیسے گھڑدوڑ کا میدان، اسٹیڈیم، ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ، کوڑا پھینکنے کی جگہ وغیرہ۔

دوسری شرط: ظہر کا وقت ہونا، لہٰذا ظہر کے وقت سے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہے۔

تیسری شرط: حاکم وقت یا اس کے نائب (حاکم شہر، گورنر، قاضی وغیرہ) کا ہونا۔ ہمارے ہاں مساجد کے جو امام ہوتے ہیں اب وہی نائب حاکم کے حکم میں ہیں۔ چوتھی شرط: جماعت کا ہونا۔ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔ جو شروع خطبے سے

پہلی رکعت کے سجدے تک موجود رہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں۔ پانچویں شرط :ظہر کے وقت میں نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ دینا۔ چھٹی شرط :اذنِ عام (یعنی عام اجازت) ہونا۔ لہٰذا کسی خاص مقام پر چھپ کر نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی۔

اذنِ عام کی تعریف :اذنِ عام سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ ایسی ہو جہاں ہر شخص کو نمازِ جمعہ کے لیے آنے کی اجازت ہو۔ لہٰذا ایسی جگہ جہاں ہر کس و نا کس کے آنے پر پابندی ہو نماز جمع صحیح نہیں ہے۔

چھاؤنیوں، جیل خانوں اور فیکٹریوں میں نمازِ جمعہ

سوال :ایسے مقامات جہاں ہر خاص و عام کو آنے کی کھلی اجازت نہیں ہوتی، جیسے فوجی چھاؤنی، جیل، فیکٹریاں اور کارخانے وغیرہ، تو ایسے مقامات پر چھاؤنی کے اندر رہنے والے فوجیوں، جیل کے قیدیوں، کارخانوں کے مزدوروں وغیرہ کا جمعہ کی نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب :ان مقامات پر ہر کس و نا کس کو آنے کی اجازت نہ دینا انتظام کی وجہ سے ہے، تاکہ کوئی دشمن یا چور وغیرہ نہ گھس آئے۔ نمازِ جمعہ کے نمازی کو روکنے کے لیے گیٹ بند نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا یہ رکاوٹ اور پابندی ''اذنِ عام'' کے منافی نہیں ہے کیونکہ ان اداروں سے متعلقہ ہر آدمی کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا ان مقامات پر جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان مقامات کے علاوہ کوئی ایسی جامع مسجد ہو جہاں جمعہ ہوتا کہ یہاں کے محرومین وہاں جمعہ پڑھ سکیں۔

﴿۱۰﴾ **نماز جمعہ کے بعد تجارت کی اجازت :** جب نماز ختم ہو جائے تو پھر جاؤ تجارت کرو جو سبق ذکر الٰہی کا سن کر آئے ہو اسے نہ بھلاؤ۔ اور دنیوی امور میں ایسے بھی منہمک نہ ہو جاؤ کہ احکام الٰہی اور عبادات ضرور یہ سے بھی غافل ہو جاؤ۔

﴿۱۱﴾ **وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً ...الخ تنبیہ مؤمنین :** اب تو خطبہ پہلے ہوتا ہے اور نماز بعد میں مگر اس وقت نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہو کر خطبہ میں مشغول تھے ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے کہا کہ دحیہ بن خلیفہ اپنی تجارت کا سامان لے کر پہنچ گیا ہے اس وقت تک دحیہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جب وہ باہر سے سامان تجارت لیکر آتے تو ان کے گھر والے ''دف'' بجا کر استقبال کیا کرتے تھے جو لوگ خطبہ سن رہے تھے وہ سمجھے کہ خطبہ چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں مسجد سے باہر نکل گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو تنبیہ کی گئی۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بارہ آدمی رہ گئے تھے۔ (بخاری۔ص۔۱۲۸۔ج۔۱۔ص۔۷۲۷۔ج۔۱)

صحیح مسلم میں ہے جو بارہ آدمی رہ گئے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے صحابہ کرامؓ اس وقت سے مسجد سے نکل گئے انہوں نے سمجھ لیا کہ نماز ہو گئی ہے اور خطبہ نماز کا جز نہیں ہے اور نصیحت کی باتیں آپ ﷺ سے سنتے ہی رہتے ہیں لہذا خطبہ نہ سننے میں کوئی بھی حرج نہیں اس اجتہادی غلطی پر تنبیہ کی گئی۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتنے لوگ مسجد میں رہ گئے ہیں؟ عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت باقی رہ گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ بھی باقی نہ رہتے تو ان پر آسمان سے پتھر برسائے جاتے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۱۶۔ج۔۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم یکے بعد دیگر چلے جاتے اور ایک بھی مسجد میں نہ رہتا تو یہ وادی آگ بن کر بہہ جاتی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۱۵۔ج۔۴)

وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ...الخ حصر الرزاقیت باری تعالیٰ : اور اسی نے روزی کے اسباب پیدا فرمائے ہیں جو کچھ ملنا

ہے اسی کی مشیت سے ملتا ہے اور جو کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

مسئلہ : آیت کے الفاظ "وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا" سے معلوم ہوا کہ امام پر خطبہ کھڑے ہو کر دینا لازمی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خطبہ کے بعد کچھ لمحات کے لیے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ پھر دوبارہ کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ دیا کرتے تھے۔ غرض خطبہ کھڑے ہو کر دینا لازم ہے، بیٹھ کر دینا جائز نہیں۔ الّا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبرسنی کی بناء پر بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے۔

لیکن بغیر عذر کے ایسا کرنا درست نہیں۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو اموی خلیفہ عبدالرحمٰن بن الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وتر کوك قائماً**۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے خلاف کر رہا ہے۔ نیز اس آیت سے علماء نے مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ خطبہ جمعہ سننا اور اس میں شریک ہونا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ترک خطبہ پر تنبیہ اور ذم فرمائی ہے اور ذم ایسے فعل کے ترک پر ہی ہوتا ہے جو شرعاً واجب ہو۔ جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی صراحت ہے۔

(کذا فی احکام القرآن ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل تشیع کے بشیر حسین بخاری کا اعتراض: ایسے صحابہ بھی تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ جمعہ پڑھتے چھوڑ کر مسجد سے نو دو گیارہ ہو جاتے تھے۔

الجواب (۱) وہ دور تربیت تھا اور تربیت کے بعد انہوں نے ایسا نہیں کیا (۲) اس دور میں دوران خطبہ جانے کی ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا۔ (۳) اٹھنے میں پہل کرنے والے نو آموز مسلم تھے اور ان کی ابھی مکمل تربیت نہیں ہوئی تھی اور جو حضرات قدیم تھے ان میں سے کوئی بھی باہر نہیں گیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ مبہم طریقہ سے ان کو مجروح کرنا کسی علم و دیانت دار طبقہ کا کام نہیں۔ یاد رکھیں قرآن کریم کا مذکورہ حکم آجانے کے بعد کوئی نو آموز مسلم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی خطبہ جمعہ میں چھوڑ کر نہیں گیا جو اس کا دعویٰ کرے وہ اس پر ثبوت پیش کرے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب تربیت پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان اس طرح بیان فرمائی: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ (النور۔ ۳۷) یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے۔

خطبہ کے تفصیلی احکام

جب لوگ مسجد میں آجائیں تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے مؤذن اس کے سامنے کھڑا ہو کر آذان دے۔ آذان کے فوراً بعد امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

خطبہ کے واجبات: (۱) وقت کا ہونا۔ ضروری ہے کہ خطبہ زوال کے بعد یعنی ظہر کے وقت میں اور نماز سے پہلے ہو، اگر خطبہ زوال سے پہلے یا نماز کے بعد پڑھا تو جائز نہیں ہے۔ (۲) سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنا ہے۔ اگرچہ صرف اتنی مقدار پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ پھر بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ حضرات صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار تشہد کے برابر

ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم جائز نہیں ہے۔ (۳) خطبہ کا ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے درست ہو جاتا ہے۔ (۴) خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں۔

خطبہ میں مسنون اور مستحب باتیں :خطبہ میں درج ذیل امور کی رعایت کرنا مسنون ہے :(۱) خطیب کا دونوں حدثوں (حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر) اور ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا۔ (۲) خطبہ کا منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا۔ (۳) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا، اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (۴) خطبہ کے دوران چہرہ سامعین کی طرف رکھنا۔ (۵) خطبہ سننے والوں کا قبلہ رخ بیٹھنا۔ (۶) خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنا۔ (۷) دو خطبے پڑھنا۔ (۸) دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا جس میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں۔ (۹) دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا خلافِ سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۰) خطبے میں ان مضامین کا ہونا :

(الف) اللہ تعالیٰ کا شکر۔ (یعنی خطبہ الحمد للہ سے شروع کرنا) (ب) اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف کرنا۔ (ج) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت۔ (د) رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت۔ (ہ) وعظ و نصیحت۔ (و) قرآنِ کریم کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا۔ (ز) دوسرے خطبے میں ان تمام باتوں کا اعادہ کرنا۔ مزید ان باتوں کا اضافہ کرنا۔ (ح) آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا۔ (ط) آپ کی آل و اصحاب، خلفائے راشدین، حضرت حمزہ عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

متفرقات : کسی کتاب سے دیکھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔ خطبہ کے دوران عصا ہاتھ میں لینا سنت غیر مؤکدہ ہے۔ سنت مقصودہ نہیں ہے۔ لہٰذا کبھی کبھار اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ خطبہ کے دوران آنحضرت ﷺ کا نام نامی آئے تو مقتدیوں کو بغیر زبان ہلائے اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔ خطبہ کے دوران چندہ اکٹھا کرنے کے لیے صفوں میں پھرنا ناجائز ہے۔

سورۃ الجمعہ کی مختصر تفسیر بفضلہ تعالیٰ اختتام پذیر ہوئی اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المنافقون

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المنافقون ہے اس سورۃ کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۶۳۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۰۴۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع گیارہ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ میں منافقوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اس لیے اس سورۃ کا نام سورۃ المنافقون ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ : هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ... الخ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کا ذکر تھا، اب اس سورۃ میں منافقوں کا ذکر ہے جو زبان سے کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر دل سے نہیں مانتے۔ کما قال تعالیٰ : قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ... الخ

موضوع سورۃ : فرائض اہل دولت، منافق لوگ رسالت کی زبانی شہادت دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو شمشیر اسلام سے بچا لیتے ہیں اور پھر لوگوں کو اسلام سے بہکاتے رہتے ہیں اس طرح ان میں نفاق پیدا ہوا۔

خلاصہ سورۃ : خباثات منافقین، مؤمنین کیلئے تلقین بیداری، ترغیب انفاق و نتائج، رسالت خاتم الانبیاء۔

قسم السورۃ : آنحضرت ﷺ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ پڑھتے ایمان داروں کو بیدار اور ہوشیار کرنے کیلئے اور دوسری رکعت میں اس سورۃ کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کیلئے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۴۹۰۔ ج۔ ۲۸)

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ

جب آتے ہیں آپکے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق البتہ جھوٹے ہیں ﴿۱﴾ بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال پس روکا ہے انہوں نے اللہ کے راستے سے

اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

پس بیشک یہ برا ہے، وہ کام جو کرتے ہیں ﴿۲﴾ یہ اسوجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا انہوں نے، پس مہر کر دی گئی انکے دلوں پر،

فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ

پس وہ نہیں سمجھتے ﴿۳﴾ اور جب آپ دیکھیں گے انکو تو تعجب میں ڈالیں گے آپکو انکے جسم اور اگر وہ بات کریں گے تو آپ انکی بات کو سنیں گے

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ

گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئیں گمان کرتے ہیں وہ ہر چیخ کو اپنے برخلاف، یہی ہیں دشمن، پس ان سے بچتے رہیں

اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۝۴ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَهُمۡ

اللہ انکو تباہ کرے یہ کدھر پھرے جارہے ہیں ﴿۴﴾ اور جب کہا جاتا ان منافقین کیلئے کہ آؤ بخشش طلب کریں تمہارے لیے اللہ کے رسول تو وہ موڑتے ہیں

وَرَاَيۡتَهُمۡ يَصُدُّوۡنَ وَهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ

اپنے سروں کو اور آپ دیکھیں گے کہ انکو وہ روکتے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں ﴿۵﴾ برابر ہے ان کیلئے ان پر کہ ان کیلئے بخشش طلب کریں یا نہ طلب کریں،

لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۶ هُمُ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ لَا تُنۡفِقُوۡا

اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کریگا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں راہ دکھاتا نافرمان لوگوں کو ﴿۶﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان پر جو اللہ کے رسول

عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنۡفَضُّوۡا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآٮِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰـكِنَّ

کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ وہاں سے متفرق ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن

الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ۝۷ يَقُوۡلُوۡنَ لَٮِٕنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا

منافق لوگ سمجھ نہیں رکھتے ﴿۷﴾ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹیں گے مدینے کی طرف تو ضرور نکالے گا عزت والا اس میں سے

الۡاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰـكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۸ ع

ذلت والوں کو حالانکہ اللہ کیلئے عزت ہے اور اسکے رسول کیلئے اور مومنوں کیلئے لیکن منافقین لوگ نہیں جانتے ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع ❶ اطلاع خداوندی، اثبات رسالت خاتم الانبیاء، منافقین کی دوروغ گوئی، منافقین کا فریب، خلاصہ خباثات، سبب محرومی، منافقین کی ظاہری کیفیت، منافقین کی شرارت کی کیفیت، نتیجہ نفاق، تقطیع الطمع، منافقین کا پروپیگنڈا اور جواب پروپیگنڈا، منافقین کی تنگ نظری، جواب تنگ نظری۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸+

شان نزول : آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیلئے تشریف لے گئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں ہجرت کے نویں سال پیش آیا۔ جب کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع (جسکو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں) کا ہے جو ہجرت کے پانچویں سال شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔

واقعہ یہ پیش آیا: بخاری وغیرہ میں ہے کہ راستے میں ایک جگہ مہاجر اور ایک انصاری کا پانی کے معاملے میں کچھ اختلاف ہوا جس کے نتیجہ میں مہاجر نے انصاری کو زخمی کر دیا چنانچہ انصاری نے مدد کیلئے انصاری کو بلایا زخمی انصاری رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے خاندان کا آدمی تھا اس واقعہ کو اس نے اچھالا اور مہاجرین کے متعلق کہا کہ ہم مدینہ طیبہ پہنچ کر ان ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔

یہ باتیں ایک کم سن صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنیں اور اپنے چچا کے سامنے بیان کر دیں چچا نے یہ باتیں آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیں آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو طلب کر کے اس واقعہ کی تصدیق چاہی مگر اس نے صاف انکار کر دیا میں نے

ایسی کوئی بات نہیں کی آنحضرت ﷺ نے اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے ہوئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سخت ست کہا کیونکہ وہ اپنی بات ثابت نہ کر سکے تھے ان کے چچا نے بھی ملامت کی کہ تم نے ایسی بات کر کے ہمیں شرمسار کر دیا حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مذکورہ بات اپنے کان سے سنی تھی مگر ثابت نہ کر سکنے پر سخت پریشان ہوا بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر رات کے وقت آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گزرے میرا کان مروڑا مسکرائے اور آگے چل دیئے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے تجھ سے کیا بات کی ہے میں نے کہا بات تو کچھ نہیں کہی البتہ میرا کان مروڑا ہے اور مسکرا کر آگے چلے گئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی گزر ہوا اور انہوں نے بھی وہی سوال کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا میں نے ان کو بھی یہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا پھر انہوں نے بھی مجھے بشارت دی اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے صبح کے وقت اپنے پاس بلایا اور فرمایا زید! تمہاری تصدیق کے لیے حق تعالیٰ شانہ نے ایک سورۃ نازل فرمائی ہے۔

پھر آپ نے وہ سورۃ مجھے پڑھ کر سنائی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے میرے کان کو ہاتھ لگایا تھا اور مسکرائے اس وقت مجھے ایسی راحت محسوس ہوئی کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا ہیچ ہے۔

﴿۱﴾ اطلاع خداوندی۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ... الخ اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ... الخ شہادت خداوندی برائے منافقین کی دروغ گوئی۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ لفظ "اشھد" یمین (قسم) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے: "اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً جبکہ" فقہاء کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ لفظ "اشھد" یمین ہے یا نہیں۔

احناف، سفیان ثوری واوزاعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: اشھد، اقسم، اعزم، احلف یہ تمام الفاظ یمین ہیں۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر قسم سے قسم باللہ کا ارادہ کیا ہے تو یمین ہے ورنہ نہیں، یہی حکم احلف کا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اقسم یمین نہیں ہے اور اگر اقسم باللہ کہا تو اگر اس کی نیت ہو تو یمین ہے اور اگر وعدہ کا ارادہ کیا تو یمین نہیں ہے اور اشھد باللہ سے اگر یمین کی نیت کی ہو تو یمین ہے ورنہ نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لفظ اشھد باللہ تو بالاتفاق یمین ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ "اشھد" بھی یمین ہی ہو۔ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں: نشھد انك لرسول الله۔ اور پھر اس دعویٰ کو یمین قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: اتخذوا أيمانهم جنة۔ اور اس کے ساتھ لفظ "اللہ" کا اتصال نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب لفظ اشھد یمین اور قسم کے معنی دیتا ہے اور اس کے قائم مقام ہے تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا حکم کسی صورت میں بھی مختلف نہ ہو بلکہ چاہے اس کے ساتھ لفظ اللہ متصل ہو یا نہ ہو ہر حال میں قسم کے معنی ہے۔ کیونکہ خود لفظ قسم میں بھی بات ہے کہ وہ لفظ اللہ کے ساتھ ہو یا بغیر لفظ اللہ کے، ہر حال میں یمین ہے۔ قرآن کریم میں دونوں طرح آیا ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اور اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا اور دونوں جگہ قسم ہی کی معنی ہیں۔ لہٰذا اشھد کا بھی یہی حکم ہوگا۔

(احکام القرآن۔ للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۰۳)

﴿۲﴾ منافقین کا فریب۔ فَصَدُّوْا... الخ منافقین کا اضلال۔ اِنَّهُمْ سَآءَ... الخ خلاصہ خباثات۔

﴿۳﴾ سبب محرومی۔ ﴿۴﴾ منافقین کی ظاہری کیفیت : اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ظاہری شان وشوکت کی وجہ سے ان کے قدوقامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں (اور باتوں میں ایسے ہیں کہ) اگر وہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی بات (غایت فصاحت وشیرینی کی وجہ سے) سن لیں لیکن چونکہ اندر خاک بھی نہیں اس لیے ظاہری قدوقامت کے ساتھ خلو باطن کے سبب ان کی مثال ایسی ہے کہ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں۔۔۔ الخ۔

﴿۵﴾ منافقین کی شرارت کی کیفیت۔ ﴿۶﴾ نتیجہ نفاق۔ اِنَّ اللّٰہَ ... الخ تقطیع الطمع۔ ﴿۷﴾ منافقین کا پروپیگنڈا۔ وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ ... الخ جواب پروپیگنڈا۔ ﴿۸﴾ منافقین کی تنگ نظری۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ ... الخ جواب تنگ نظری۔

مواعظ ونصائح

غلطی کرنے والے کی اصلاح کا طریقہ: غلطیوں سے نمٹنا بھی ایک فن ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہر دروازہ کی ایک چابی ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے راستے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے کسی آدمی سے خدانخواستہ کوئی بڑی غلطی سرزد ہو جائے، اور اس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے، اور لوگ منتظر ہوں کہ دیکھیں اب آپ کیا کرتے ہیں، تو ایسے موقع پر بہتر یہ ہے کہ آپ ان کو کسی کام میں مشغول کر دیں تاکہ آپ کو اس معاملہ پر غور کرنے کا موقع مل جائے اور اس دوران کوئی اور شخص بھی اس جیسی غلطی کرنے کی جرأت نہ کر پائے۔ اس سلسلہ میں عہد رسالت کا ایک واقعہ سنئے!

اوپر شان نزول میں یہ واقعہ مختصر گزر چکا ہے البتہ یہاں سے تفصیلاً پیش خدمت ہے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ایک جگہ مسلمانوں کے لشکر نے آرام کرنے کے لیے پڑاؤ ڈالا۔

وہاں پانی کی ضرورت ہوئی تو مہاجرین نے کنوئیں سے پانی لانے کے لیے جہجاہ بن مسعود نامی لڑکے کو بھیجا۔ انصار نے بھی سنان بن وبر جہنی نامی لڑکے کو اسی کام کے لیے بھیجا۔ وہاں دونوں نے پانی لینے کے لیے جلدی کی تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کے سرین پر لات ماردی تو جہنی چیخا: ''اے انصاریو! مدد کو آؤ'' اس کے ساتھ ہی جہجاہ نے بھی آواز لگائی: ''اے مہاجرین مدد کو آؤ'' یہ چیخ پکار سننی تھی کہ انصار اور مہاجرین دونوں جوش میں آگئے۔ جھگڑا بڑھا۔ یہ سب میدان جنگ سے آرہے تھے اور ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ یہ شور وغل سن کر رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے اور ان سب کے جوش کو ٹھنڈا کیا لیکن یہ موقع دیکھ کر فتنہ پرور سانپ حرکت میں آگئے۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول کی کارستانیاں: منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے بڑا غصہ دکھایا اس کے ساتھ انصار کا ایک گروہ تھا۔ وہ کہنے لگا: ''کیا ان لوگوں نے واقعی ایسا کیا ہے!! یہ لوگ اب ہم سے لڑنے جھگڑنے لگے ہیں ہمارے شہر میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ واللہ! ہماری اور ان پردیسی قریشیوں کی وہی مثال ہے جو اگلے لوگوں نے بیان کی ہے: ''اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا تازہ کر، کہ وہ تجھے پھاڑ کھائے، یا اپنے کتے کو بھوکا رکھ تا کہ وہ دم ہلاتا ہوا تیرے پیچھے پیچھے چلے۔''

پھر اس خبیث نے یہ بھی کہا کہ: ''واللہ! اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا ذلیل شخص کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔'' پھر اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگا: ''یہ سارا خود تم ہی لوگوں کا کیا کرایا ہے۔ ان کو خود تم نے اپنے شہر میں بسایا اور پھر اپنا مال آدھا تقسیم کر کے ان کو دے دیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اب بھی تم ان کو اپنا مال دینا بند کر دو تو وہ خود تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔'' پھر یہ خبیث اور بھی طرح طرح کی دھمکیاں دیتا رہا اس کے پاس جو اس کے ساتھی منافقین بیٹھے تھے وہ اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک کم عمر لڑکا بھی موجود تھا۔ اس کا

نام زید بن ارقمؓ تھا۔ وہ اُٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اس نے عبد اللہ بن ابی کی ساری باتیں آپ کو بتائیں۔ وہاں حضرت عمرؓ بھی نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ایک دم بھڑک اٹھے کہ اس منافق کو اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسی گستاخانہ بات کرے۔ ان کی رائے میں اس سانپ کی دم کاٹنے سے بہتر ہے کہ اس سانپ کو ہی مار دیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ اس فتنہ کو ابھرنے سے پہلے ختم کرنے کی کے لیے ضروری ہے کہ عبد اللہ بن اُبی کو قتل کر دیا جائے لیکن بجائے اس کے کہ کوئی مہاجر اس کو قتل کرے، بہتر ہوگا کہ اس کی قوم انصار کا کوئی آدمی اس کو قتل کرے۔

یہ سوچ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! عباد بن بشر انصاری کو حکم دیجئے کہ وہ اس منافق کو قتل کر دے۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں ایک دانشمندانہ فیصلہ تھا صورتحال یہ تھی کہ یہ سب لوگ ایک جنگ سے واپس آرہے تھے سب کے پاس ہتھیار تھے، سب جوش وجذبہ میں بھرے ہوئے تھے لہٰذا ان کو مزید جوش دلانا مناسب نہیں تھا۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ''دیکھو عمر! ہم نے ایسا کیا تو لوگوں میں چرچا ہوگا کہ محمد خود اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ کیسی بری بات ہوگی! نہیں عمر! یہ مناسب نہیں ہے۔ بلکہ میں قافلہ کی روانگی کا حکم دیتا ہوں۔'' لیکن لوگوں نے تو ابھی ابھی پڑاؤ ڈالا تھا اور وہ دھوپ سے سائے میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ اتنی گرمی اور دھوپ میں آپ کا روانگی کے لیے حکم دینا بڑا عجیب تھا کیونکہ آپ اتنی شدید گرمی میں سفر نہیں فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال قافلہ روانہ ہو گیا۔ ادھر عبد اللہ بن ابی کو خبر مل گئی کہ زید بن ارقمؓ نے اس کی ساری باتیں رسول اللہ ﷺ کو بتا دی ہیں۔ وہ جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔ اس لڑکے نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔

عبد اللہ بن اُبی اپنی قوم کا سردار صاحب رتبہ شخص تھا۔ انصار نے کہا: یارسول اللہ! ممکن ہے اس لڑکے کو غلط فہمی ہوگئی ہو، یا اس کی کہی ہوئی اصل بات یاد نہ رہی ہو۔ یہ لوگ مسلسل عبد اللہ بن ابی کی وکالت کرتے رہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کسی کی طرف دھیان دیئے بغیر اپنی سواری پر بیٹھے آگے بڑھتے رہے۔ اتنے میں انصار کے سردار اسید بن حضیرؓ آپ کے سامنے سے آئے، آپ کو پورے آداب کے ساتھ سلام کیا اور عرض کرنے لگے: ''یارسول اللہ! آپ نے بڑی سخت گرمی میں سفر شروع کیا ہے، پہلے تو آپ نے کبھی ایسے گرم وقت میں سفر نہیں فرمایا۔''

آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہیں نہیں معلوم تمہارے ساتھی نے کیا کہا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: کون سے ساتھی نے؟ آپ نے فرمایا: عبد اللہ بن اُبی نے۔ انہوں نے پوچھا: کیا کہا ہے اس نے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ کہتا ہے کہ جب وہ مدینہ واپس پہنچے گا تو عزت والا ذلیل شخص کو وہاں سے نکال کر باہر کر دے گا''۔ حضرت اُسید یہ سن کر بہت مشتعل ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم یارسول اللہ! پھر تو آپ ہی اس کو نکالیں گے اگر آپ چاہیں گے۔ اللہ کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ باعزت ہیں!'' پھر حضرت اسید نے رسول اللہ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس سے کچھ نرمی برتئے دراصل بات یہ ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف بھیجا تو اس کی قوم اپنا بادشاہ بنانے کے لیے اس کی تاجپوشی کرنے والی تھی تو اب وہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اور اپنا سفر جاری رکھا۔ اس وقت قافلہ کے کچھ لوگ تو اپنا سامان اکٹھا کر رہے تھے، اور کچھ لوگ سوار ہو کر چل پڑے تھے اس واقعہ کی خبر سب میں پھیل گئی تھی، اور پورا لشکر اسی کے متعلق آپس میں باتیں کر رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا: ایسے وقت ہم نے سفر کیوں شروع کیا؟ کوئی پوچھ رہا تھا: اس (منافق) نے کیا کہا تھا؟ کوئی پوچھتا تھا: اب اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ کوئی کہتا تھا: ''عبد اللہ بن اُبی کے باتیں صحیح ہیں۔'' دوسرا کہتا تھا: ''نہیں وہ غلط کہتا ہے۔'' الغرض اسی طرح چہ میگوئیاں

اور افواہیں بڑھتی رہیں۔ پورے لشکر میں بے چینی اور اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ ویسے بھی وہ جنگ سے واپس لوٹ رہے تھے۔ ان کا گزر ایسے دشمن قبائل سے ہو رہا تھا جو ان کی گھات میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ لشکر میں اختلاف پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ نے سوچا کہ ان کو ایسے کام میں لگا دیں کہ وہ اس مسئلہ کو بھول جائیں۔ اور اس پر باہم بحث و تکرار چھوڑ دیں، کیونکہ اس بحث مباحثہ سے یہ معاملہ مزید گرم ہو رہا تھا۔ قافلہ کے لوگ سوچ رہے تھے کہ ہم کب فروکش ہوں گے اور پھر ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر اس معاملہ پر گفتگو کریں گے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ سارا دن چلتے رہے، سورج سر پر تھا، اس کی بھی پرواہ نہیں کی، بلکہ برابر چلتے رہے، چلتے رہے۔ آخر جب سورج غروب ہو گیا تو لوگوں نے سوچا کہ شاید اب نماز کے لیے رکیں گے اور کچھ دیر آرام کریں گے۔ لیکن آپ صرف چند منٹ کے لیے رکے، نماز پڑھی اور پھر روانہ ہو گئے۔

آپ رات بھر مسلسل چلتے رہے، جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز پڑھی اور پھر روانگی کا حکم دے دیا۔ پھر دن چڑھے تک سب چلتے رہے، یہاں تک کہ خوب تھک گئے اور دھوپ ستانے لگی۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ان کو تھکان نے نڈھال کر دیا ہے اور اب ان میں باتیں کرنے کی طاقت نہیں رہی تو آپ نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ لوگ جیسے ہی اترے اور زمین پر لیٹے تو گہری نیند سو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ حکمت عملی اسی لیے اختیار کی تھی کہ لوگ عبداللہ بن ابی والی بات میں مشغول نہ ہو سکیں۔

پھر آپ نے ان کو جگایا اور دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے اور بالآخر مدینہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے تا کہ اپنے اہل و عیال سے جلد ملاقات کر لیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ منافقون نازل فرمائی جس میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۔ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ: ''یہی (منافق) لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ خود ہی منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں۔ لیکن منافق لوگ (یہ بات) نہیں سمجھتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کو لوٹ جائیں گے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال کر باہر کر دے گا۔ حالانکہ عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسول کو اور مومنین کو۔ لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔'' رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں، پھر نوجوان لڑکے زید بن ارقم کے کان پکڑ کر فرمایا: یہی ہے وہ جس نے اپنے کان سے جو سنا وہ اللہ کی خاطر پورا پورا بیان کر دیا۔''

اب تو سب لوگ عبداللہ بن ابی کو برا بھلا کہنے لگے اور اس پر ہر طرف سے لعنت ملامت ہونے لگی۔ یہ صورتحال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو متوجہ کر کے فرمایا: ''اے عمر! تم نے دیکھا۔ اگر میں نے اس روز تمہارے کہنے سے اس کو قتل کر دیا ہوتا تو کتنی ناکیں اس کے لیے بھنبھناتیں اور لوگ بڑبڑاتے۔ لیکن اگر آج میں ان کو اس کے قتل کا حکم دوں تو وہ (بلا جھجک) اس کو قتل کر دیں گے''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے بارے میں خاموشی اختیار فرمالی، اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سب لوگوں کے سامنے کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو ایسے موقع پر ضروری ہوتا ہے کہ آپ اس پر مناسب طریقہ سے ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اس کو ایسا کرنے سے روکیں، خواہ وہ سب کے سامنے ہو۔

ایک اعرابی کا واقعہ: ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہ قحط کے دن تھے۔ بارش کا

سلسلہ بند تھا اور زرعی اجناس کی کمی ہوگئی تھی۔ اس وقت آپ کے پاس ایک اعرابی آیا۔ کہنے لگا: ”یارسول اللہ لوگ بڑی مشکلات سے دو چار ہیں۔ بال بچے بھی پریشان ہیں۔ روپیہ پیسہ بھی نہیں رہا ہے، مویشی بھی ہلاک ہو رہے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ پانی برسا دے۔ ہم اللہ کے حضور آپ سے سفارش کراتے ہیں، اور آپ کے حضور اللہ سے سفارش کراتے ہیں۔“

آپ نے جب اس کا یہ جملہ سنا ”کہ ہم آپ کے حضور اللہ سے سفارش کراتے ہیں۔“ تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کیونکہ سفارش تو ادنیٰ اعلیٰ سے کرتا ہے۔ یہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے سفارش کرتا ہے بلکہ وہ قادر مطلق تو ان کو حکم دیتا ہے کیونکہ وہ ان سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپ نے فرمایا :افسوس ہے تم پر۔ معلوم بھی ہے تم کیا کہہ گئے ہو؟! پھر آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تحمید فرمانے لگے، بار بار فرماتے تھے سبحان اللہ! سبحان اللہ۔

آپ اسی طرح سبحان اللہ فرماتے رہے، حتیٰ کہ سب اصحاب نے اس کو سن لیا۔ پھر فرمایا: ”دیکھو، اللہ سے یہ التجا نہیں کی جاتی کہ وہ اپنی مخلوق سے سفارش کرے۔ وہ تو بڑی عظمت والا ہے۔ کیا تمہیں اس کی عظمت کا اندازہ ہے۔ اس کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح حاوی ہے، (پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے ایک قبہ کی شکل بنائی) اور وہ ذاتِ الٰہی سے اس طرح چر چراتا ہے جیسے سوار کے بیٹھنے سے زین اور کجاوہ چرٖ چراتا ہے۔“ لیکن اگر کسی شخص واحد سے اکیلے میں غلطی ہو جائے تو اس کی اصلاح کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے لیے سیرت نبوی سے ایک واقعہ سنئے :

بقیع کے قبرستان میں دعا: حضرت عائشہؓ کی باری پر رسول اللہ ﷺ رات کو ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے جوتے اتارے، اپنی چادر بھی اتار کر ایک طرف رکھی اور اپنے بچھونے پر لیٹ گئے۔ آپ کچھ دیر اسی طرح لیٹے رہے، پھر جب یہ یقین ہو گیا کہ اب عائشہؓ سو گئی ہوں گی تو آپ بستر سے اُٹھے، اپنی چادر اوڑھی، جوتے پہنے اور آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکلے اور پھر آہستہ سے بند کر دیا۔ جب حضرت عائشہؓ نے یہ سب دیکھا تو ان کی نسوانی غیرت جوش میں آئی۔ ان کو خیال آیا کہ آپ ضرور اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس گئے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں، اپنے کپڑے بدلے، دوپٹہ لیا اور چپکے چپکے آپ کے پیچھے چل پڑیں۔

آپ رات کی تاریکی میں تشریف لے جا رہے تھے، آخر آپ بقیع کے قبرستان پہنچ کر ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب کی قبروں کو دیکھنے لگے جنہوں نے اپنی زندگیاں عبادت میں گزاری تھیں اور جہاد کرتے ہوئے شہادت پائی تھی، اور اب خاک تلے ایک جگہ جمع تھے تاکہ ان کا خالق ان سے راضی ہو۔ آپ کچھ دیر ان کی قبروں کو دیکھتے رہے اور ان کی زندگی کے واقعات یاد فرماتے رہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے دعا فرمانے لگے۔ اس کے بعد پھر ان قبروں کو دیکھنے لگے اور پھر دوبارہ ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے دعا فرمانے لگے۔

آپ پھر تھوڑی دیر رکے اور پھر تیسری بار ہاتھ اٹھا کر دعا فرمانے لگے یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر بار الگ الگ دفعہ ہاتھ اٹھاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک ایک دعائیہ جملہ کو تین بار دہراتے تھے۔ وہاں خاصی دیر آپ ٹھہرے رہے اور حضرت عائشہؓ دور سے آپ کو دیکھتی رہیں۔ پھر آپ واپس جانے کے لیے مڑے تو یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ بھی فوراً مڑ کر واپس چل پڑیں کہ کہیں آپ نہ دیکھ لیں۔ آپ تیز چلنے لگے تو وہ بھی تیز چل پڑیں۔ بالآخر حضرت عائشہؓ آپ سے پہلے گھر پہنچ گئیں۔ وہاں جاتے ہی انہوں نے دوپٹہ اتارا، اپنے کپڑے بدلے اور بستر پر لیٹ گئیں جیسے گہری نیند سو رہی ہوں۔ لیکن ان کا سانس پھول رہا تھا۔

جب آپ گھر میں تشریف لائے تو آپ کو حضرت عائشہؓ کے سانس چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے پوچھا عائشہ کیا بات ہے یہ تمہارا سانس کیوں پھول رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: یا تو تم بتاؤ ورنہ مجھے لطیف و خبیر پروردگار بتا دے گا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ سنایا اور بتایا کہ مجھے نسوانی غیرت آئی تھی اور میں یہ دیکھنے کے لیے نکل پڑی تھی کہ

آپ کہاں جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم ہی تھیں جس کو میں اپنے آگے آگے دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں ہی تھی۔ آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: کیا تمہارا خیال تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ظلم و ناانصافی کریں گے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا: ہاں انسان کسی بات کو کتنا بھی چھپائے اللہ تعالیٰ کو تو وہ معلوم ہو ہی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں یہی بات ہے۔ پھر آپ نے باہر جانے کا واقعہ پوری تفصیل سے بیان فرمایا کہ جب تم نے مجھے دیکھا تھا اس وقت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے اس طرح بلایا کہ تمہیں پتہ نہ چلے۔ میں بھی خاموشی سے ان کے پاس گیا۔ میرا خیال تھا کہ تم سو رہی ہوگی۔ لہٰذا میں نے تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم گھبرا جاؤ گی۔ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ جنت البقیع (قبرستان) جائیں اور وہاں اہل قبور کے لیے استغفار کریں۔'' (سنن النسائی)

جی ہاں! یہ تھا آپ کا نرم طریقہ، آپ لوگوں کی غلطیوں کو بڑا مسئلہ نہیں بنا دیتے تھے۔ بلکہ نرمی سے سمجھا دیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ اور لوگوں کو بھی یہی طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ''کوئی مؤمن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس کو اپنی بیوی کی ایک عادت بری لگے گی تو اس کی دوسری عادتیں تو پسند آئیں گی۔'' (صحیح مسلم)

آپ کا مطلب یہ تھا کہ صرف ایک غلط بات کی وجہ سے اس سے بالکل متنفر نہ ہو جائے، بلکہ اس میں جو دوسری خوبیاں ہیں ان کے پیش نظر اس ایک غلطی کو معاف کر دے اور درگزر سے کام لے۔ اگر اس کی ایک بات بری لگتی ہے تو اس کی دوسری اچھی باتوں اور خدمات کو یاد کرنے، اور بری لگنے والی بات کو نظر انداز کر دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! نہ غفلت میں ڈالیں تم کو تمہارے مال اور نہ تمہاری اولادیں اللہ کی یاد سے اور جو شخص ایسا کرے گا پس یہی ہیں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

نقصان اٹھانے والے ﴿۹﴾ اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ آئے تم میں کسی کے پاس موت پس کہے گا

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾

وہ کہ اے میرے پروردگار کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا میں نیکیوں میں سے ﴿۱۰﴾

۲ ع ۱۴ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ تعالیٰ ہرگز مؤخر نہیں کریگا کسی جان سے اسکی موت جبکہ اسکا وعدہ آگیا اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۱﴾

﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ ... الخ ربط آیات: اوپر منافقین کا ذکر تھا وہ کہتے تھے کہ اللہ کے رسول اور اس کے ساتھیوں پر مال مت خرچ کرو، آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تمہیں اپنے مالوں پر گھمنڈ نہیں ہونا چاہئے (جیسے منافقین و کفار کو گھمنڈ ہے) جو اللہ کی یاد سے تم کو غافل کر دے۔

خلاصہ رکوع ۲ مسلمانوں کو تلقین بیداری، ترغیب انفاق فی سبیل اللہ، دستور خداوندی۔ ماخذ آیات ۹: تا ۱۱+

مسلمانوں کو تلقین بیداری: تاکہ تمہارے اندر بھی مرض نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں اے مسلمانو! تمہیں مال و زر اور اولاد یاد الٰہی سے غافل نہ کرنے پائیں۔ اس آیت کے ضمن میں یہ بات یاد رکھیں کہ سورۂ جمعہ میں جن حضرات سے جمعہ کے موقع پر

فروگزاشت صادر ہوئی تھی وہ سب مؤمن تھے ان میں کوئی بھی منافق نہ تھا۔ اس آیت کے شروع میں ایمان والوں کو تلقین بیداری کی گئی ہے۔

﴿۱۰﴾ وَاَنْفِقُوْا... الخ ترغیب انفاق فی سبیل اللہ۔ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ... الخ اور مرنے سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ کی مشق رہے تا کہ موت کے وقت حسرت باقی نہ رہے۔ سوال: ''فَاَصَّدَّقَ'' پر نصب کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''لولا'' میں ''لو'' تمنی کیلئے ہے اور ''لا'' زائدہ ہے ''فَاَصَّدَّقَ'' یہ جواب تمنی ہے اس لیے اس پر نصب ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ یہ جزاء ہے اور اس کی شرط محذوف ہے اور وہ ''اَخَّرْتَنِيْٓ'' ہے یعنی اگر تو نے مجھے مہلت دی تو میں نیکوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اولاً انفاق کا حکم فرمایا ہے اور پھر اس شخص کا حال بیان کیا ہے جس نے مال سے متعلق حقوق واجبہ نہیں ادا کیے تھے جب قیامت میں بارگاہ رب العزت میں پیش ہوگا تو کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ مزید مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔

حدیث شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے پاس قابل زکوٰۃ مال تھا جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اتنا مال تھا جو بیت اللہ تک پہنچنے کے لیے کافی تھا پھر بھی اس نے نہ حج کیا اور نہ ہی زکوٰۃ ادا کی، ایسا شخص قیامت میں یہ درخواست کرے گا کہ اسے دوبارہ دنیا میں واپس بھیج دیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ۔ (مصنف عبدالرزاق)

بہر حال! آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر انسان اپنے مال میں واجب شدہ حقوق کی ادائیگی نہیں کرے گا تو روز قیامت حسرت کرے گا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کی موت کے بعد بغیر اس کی وصیت کے اس کے مال میں واجب شدہ حقوق کی ادائیگی ورثاء کے ذمہ لازم نہیں، ہاں اگر ورثا ادا کر دیں تو یہ ان کا تبرع اور احسان ہے اور امید ہے کہ میت اس حق سے سبکدوش ہو جائے۔ (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۰۴)

﴿۱۱﴾ دستور خداوندی۔

سورۃ المنافقون کی مختصر تفسیر اختتام کو پہنچی اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التغابن

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ التغابن ہے یہ لفظ اس سورۃ کی نویں آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۶۴ ۔ نمبر پر ہے، اور ترتیب نزول میں ۔ ۱۰۸ ۔ نمبر پر ہے، اس سورۃ میں دو رکوع ۔ ۱۸ ۔ آیات ہیں۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی سورۃ التحریم کے بعد تاہم کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ اس کی کچھ آیات مکی ہیں اور کچھ مدنی ہیں۔

وجہ تسمیہ : "تغابن" "غبن" کے مادہ سے ہے جس میں نقصان کا مادہ پایا جاتا ہے "تغابن" قیامت کے دن کو کہا جاتا ہے اور یہ نام بطور علامت کے رکھا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے زبان سے مانا دل سے نہ مانا۔ کما قال تعالیٰ: قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ... الخ اب اس سورۃ میں اصولی باتوں کو بیان کرتے ہیں اور وہ تین ہیں۔ ❶ توحید۔ ❷ رسالت۔ ❸ قیامت، یہ تینوں مسائل اس سورۃ کے پہلے رکوع میں بیان کئے گئے ہیں "اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" تک مسئلہ توحید کا بیان ہے، پھر آگے "وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ" تک مسئلہ رسالت ہے اور آگے قیامت کا مسئلہ ہے۔

موضوع سورۃ : آیات انفسی و آفاقی آنحضرت ﷺ کی اتباع کیلئے مجبور کرتی ہیں اور قیامت کے دن اتباع رسول ہی سے فوز عظیم حاصل ہوگی۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ میں اصول دین یعنی توحید، قیامت، رسالت، کفر کی مذمت، رسالت کے سلسلے میں انبیاء کی بشریت کا ذکر ہے اور مشرکین کی جہالت اور بے وقوفی کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى

تسبیح بیان کرتی ہے اللہ کی جو چیز بھی ہے آسمانوں میں اور جو بھی ہے زمین میں اسی کیلئے ہے بادشاہی اور اسی کیلئے ہے تعریف

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱﴾ وہی ہے جس نے تمکو پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور جو کچھ تم کام کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

اللہ تعالیٰ اسکو دیکھنے والا ہے ﴿۲﴾ پیدا کیا ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور تمہیں صورت بخشی، پس بہت اچھی صورت عطا کی تمکو،

وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۳﴾ جانتا ہے وہ جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور جانتا ہے ان باتوں کو جنکو تم چھپاتے ہو اور جنکو تم ظاہر کرتے ہو

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؗ فَذَاقُوْا وَبَالَ

اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو بھی جاننے والا ہے ﴿۴﴾ کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے پھر چکھا انہوں نے

اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا

وبال اپنے معاملے کا اور انکے لیے عذاب ہے دردناک ﴿۵﴾ یہ اسوجہ سے کہ ان کے پاس آئے تھے انکے رسول کھلی نشانیاں لے کر، پس وہ کہتے تھے کہ

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ؗ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۶﴾ زَعَمَ الَّذِيْنَ

کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے، پس کفر کیا انہوں نے اور منہ موڑ لیا اللہ نے بھی بے پرواہی اختیار کی، اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور تعریفوں والا ہے ﴿۶﴾ کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر

كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى

کیا کہ ہرگز نہیں وہ اٹھائے جائیں گے اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں؟ اور میرے رب کی قسم تم البتہ ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو ضرور بتلا دیا جائے گا جو کچھ تم عمل

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۸﴾

کرتے تھے اور یہ اللہ پر آسان ہے ﴿۷﴾ پس اے لوگو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اس نور پر جسکو ہم نے اتارا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو انکی خبر رکھنے والا ہے ﴿۸﴾

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ

جسدن کہ جمع کریگا تمکو ایک جمع ہونے کے دن یہ دن ہار جیت کا دن ہے اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور نیک عمل کیا اللہ معاف کردیگا

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ

اسکو اسکی کوتاہیاں اور داخل کرے گا اسکو بہشتوں میں کہ بہتی ہیں ان کے سامنے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہونگے

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ

ان میں یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۹﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو یہی لوگ ہیں دوزخ والے، ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾ ع

اس میں اور بہت بری ہے جگہ لوٹ کر جانے کی ﴿۱۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ عظمت خداوندی، خالقیت باری تعالیٰ، ایمان اختیاری کا بیان، توحید خداوندی پر آفاقی عقلی دلیل، دلیل نفسی، وسعت علم باری تعالیٰ، تخویف مشرکین سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء، سبب عذاب توہین انبیاء، مخالفین انبیاء کی خباثت، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، مجازات اعمال، اصول کامیابی۔۱۔۲۔۳۔تذکیر بمابعدالموت، نتائج مؤمنین۔۱۔۲۔۳۔نتائج مجرمین۔ماخذ آیات ۱: تا ۱۰+

﴿۱﴾ عظمت خداوندی۔ ﴿۲﴾ خالقیت باری تعالیٰ۔ فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ ...الخ ایمان اختیاری کا بیان: کافروں کو مؤمنوں پر مقدم اس لیے کیا ہے کہ کافر تعداد میں مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔

﴿۳﴾ توحید خداوندی پر آفاقی عقلی دلیل۔ وَصَوَّرَكُمۡ... الخ دلیل انفسی۔ وَإِلَيۡهِ الۡمَصِيرُ...الخ تذکیر بمابعد الموت۔ ﴿۴﴾ وسعت علم باری تعالیٰ: یہ تمام امور اسکے مقتضی ہیں کہ عبادت اور اطاعت صرف اسی کی جائے۔

﴿۵﴾ تخویف مشرکین سے اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔ وَلَهُمۡ عَذَابٌ... الخ نتیجہ اخروی۔

﴿۶﴾ سبب عذاب توہین انبیاء۔ فقالوا ابشر ...الخ۔ مخالفین انبیاء کی خباثت نمبرا۔ انہوں نے کہا کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے، یہ ساری غلطی اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اپنے جیسا بشر سمجھا حالانکہ نبی جنس بشر ہونے کے باوجود نبوت کے کمالات واوصاف کی وجہ سے دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔

مولوی نعیم الدین کا عقیدہ: وہ کنز الایمان کے حاشیہ خزائن العرفان میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یعنی انہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی وناقہمی ہے پھر بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کیا (سورہ تغابن آیت ۶) مفتی احمد یار خان نور العرفان میں لکھتے ہیں کفر سے عقل ہی ماری جاتی ہے کیونکہ مشرکین درختوں پتھروں وغیرہ کو خدا مان لیتے تھے۔ مگر انسان کو نبی ماننے میں تامل کرتے تھے۔ (سورہ مومنون آیت ۲۴ حاشیہ نمبرا) اس سے واضح معلوم ہوا انسان اور بشر میں کوئی فرق نہیں یہی عقیدہ اہل حق کا ہے مگر اھل بدعت نے عوام الناس میں نہ مانو کی رٹ لگوائی ہوئی ہے اللہ سمجھنے کی توفیق دے۔

فَكَفَرُوا ...الخ مخالفین انبیاء کی خباثت۔ نمبر ۲:

﴿۷﴾ منکرین قیامت کا شکوہ۔ قُلۡ بَلَىٰ... الخ جواب شکوہ۔ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ... الخ مجازات اعمال۔

﴿۸﴾ اصول کامیابی۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ ﴿۹﴾ تذکیر بمابعد الموت "يَوۡمُ التَّغَابُنِ" اس کا ترجمہ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ نے ہار جیت کا دن کیا ہے جن کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی وہ اس دن ہار جائیں گے اور جن کے پاس ایمان اور نیکیاں ہوں گی وہ جیت جائیں گے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے مفسرین اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کے دو ٹھکانے ہیں ان میں ایک جنت ہے اور ایک جہنم ہے لیکن کافر آدمی کا ٹھکانہ دوزخ کے علاوہ جنت میں بھی ہے اگر وہ ایمان لاتا تو اس کو جنت والا ٹھکانہ مل جاتا لیکن ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس کا جنت والا ٹھکانہ مؤمن کو مل جائے گا مؤمن کا اپنا ٹھکانہ بھی جنت ہے اس لیے اس کو دو ٹھکانے مل جائیں گے گویا کہ کافر ہار گیا اور مؤمن جیت گیا اس لیے اس کو ہار جیت کا دن کہا۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن۔ ص۔ ۲۷۴۔ ج۔ ۱۸)

وَمَنۡ يُؤۡمِنۢ ...الخ نتائج مؤمنین۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ ﴿۱۰﴾ مجرمین کا نتیجہ: یہ دوزخ میں رہیں گے ان کا برا ٹھکانہ ہے۔

مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۗ وَمَن يُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ يَهۡدِ قَلۡبَهُۥۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اسکے دل کی رہنمائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ

شَيۡءٍ عَلِيمٌ ۝١١ وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَۚ فَإِن تَوَلَّيۡتُمۡ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلۡبَلَٰغُ

ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۱﴾ اور اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر تم روگردانی کی پس بیشک ہمارے رسول کے ذمے تو پہنچا دینا

ٱلۡمُبِينُ ۝١٢ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ۝١٣ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ

ہے کھول کر ﴿۱۲﴾ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ﴿۱۳﴾ اے ایمان والو بیشک تمہاری بعض عورتوں

مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا

اور اولاد میں سے تمہارے لیے دشمن ہیں پس ان سے بچتے رہو اگر تم معاف کرو گے اور درگزر کرو گے اور بخش دو گے پس بیشک اللہ تعالیٰ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

بہت بخشش کرنے والے اور مہربان ہے ﴿۱۴﴾ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے ﴿۱۵﴾

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو اور یہ بہتر ہے تمہاری جانوں کیلئے اور جو شخص بچالیا گیا اپنے نفس کے بخل سے

نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ

پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۱۶﴾ اگر تم قرض دو گے اللہ کو قرض حسن تو وہ دوگنا کرے گا تمہارے لیے اور بخش دیگا تم

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ۲ ع ۸ ۱۶

کو اور اللہ تعالیٰ قدردان اور بردبار ہے ﴿۱۷﴾ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست اور حکمتوں والا ہے ﴿۱۸﴾

﴿۱۱﴾ مَآ اَصَابَ ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا، آگے مصائب اور نتائج مؤمنین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ ... مصائب کا منجانب اللہ ہونے کا بیان، ازالہ شبہ، نتیجہ مؤمنین، اصول کامیابی، ۱، ۲، تسلی خاتم الانبیاء، فریضہ خاتم الانبیاء، حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ، بعض اولاد وازواج کی عداوت سے بچنے کا بیان، سلوک ازواج واولاد، امتحان خداوندی، فرائض مؤمنین۔ ۱۔ تکلیف مالایطاق کی نفی و فریضہ۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ نتائج انفاق۔ ۱۔ ۲۔ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ۔

ماخذ آیات۔ ۱۱ تا ۱۸+

مَآ اَصَابَ... الخ مصائب کا منجانب اللہ ہونے کا بیان۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ...الخ ازالہ شبہ: شبہ یہ ہے کہ ہم بہت سے ایمان داروں اور نیکوں کو مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیاب کہاں ہوئے؟

جواب: جو کچھ بھی مصائب ہوں وہ من جانب اللہ ہیں اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے جو ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آتی۔ واللہ اعلم۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ ...الخ نتیجہ مؤمنین : مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین رکھتا ہو اور ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کے قلب کو صبر اور رضا کی راہ دکھادیتا ہے۔

﴿۱۲﴾ اصول کامیابی۔ ❶۔ ❷۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ ...الخ تسلی خاتم الانبیاء۔ فَاِنَّمَا ...الخ فریضہ خاتم الانبیاء۔

﴿۱۳﴾ حصر الالوہیت فی ذات باری تعالیٰ۔ ﴿۱۴﴾ بعض اولاد وازواج کی عداوت سے بچنے کا بیان۔

وَاِنْ تَعْفُوْا... الخ سلوک اولاد وازواج۔ فَاِنَّ اللّٰهَ... الخ شفقت خداوندی۔

﴿۱۵﴾ امتحان خداوندی۔ ﴿۱۶﴾ فرائض مؤمنین۔ ❶ مَا اسْتَطَعْتُمْ: تکلیف مالایطاق کی نفی۔

❷ وَاسْمَعُوْا۔ ❸ وَاَطِيْعُوْا۔ ❹ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ...الخ نتیجہ انفاق : مطلب یہ ہے کہ خرچ بھی کیا

کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا غالباً اس کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہ نفس پر زیادہ شاق ہے۔ (بیان القرآن۔ص۔۱۲۔ج۔۱۲)

﴿۱۷﴾ نتائج انفاق۔ ❶۔ ❷۔ ﴿۱۸﴾ حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ۔

الحمدللہ سورۃ التغابن کی تفسیر مکمل ہوئی اللہ رب العزت اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الطلاق

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الطلاق ہے یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۶۵ ۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۹۹ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۔ ۱۲ ۔ آیات ہیں ۔ یہ سورۃ مدنی زندگی میں نازل ہوئی ۔

وجہ تسمیہ : چونکہ اس سورۃ میں طلاق کے بعض احکام مذکور ہیں اس لیے بطور علامت کے یہ نام رکھا گیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کو سورۃ "طلاق الصغریٰ" یعنی چھوٹی سورۃ طلاق کہا گیا ہے کیونکہ آئینی قوانین زیادہ تر سورۃ البقرہ میں نازل ہوئے ہیں ۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں تھا "اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ" بے شک تمہاری بیویوں میں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں بیوی کی دشمنی کا سبب بسا اوقات طلاق بنتی ہے اسلئے اس سورۃ میں اس سبب طلاق کا ذکر ہے ۔

موضوع سورۃ : حقوق العباد میں ترمیم و تنسیخ جائز نہیں ۔

خلاصہ سورۃ : تدبیر منزل یعنی عائلی زندگی سے متعلق طلاق کے چند احکام و مسائل کی تعلیم، سرکشی اور نافرمانی کے نتائج، تذکیر بایام اللہ، فرائض خاتم الانبیاء، نتائج متقین، وغیرہ ۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ

اے نبی! جب تم طلاق دو عورتوں کو پس طلاق دو انکو عدت پر اور شمار کرو عدت کو اور ڈرو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے اور نہ نکالو ان عورتوں کو

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ

ان کے گھروں سے اور نہ نکلیں وہ خود بھی سوائے اسکے کہ وہ کوئی صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ

اور جو شخص تعدی کرے گا اللہ کی حدوں سے پس بیشک اس نے ظلم کیا اپنی جان پر وہ نہیں جانتا وہ طلاق دینے والا شاید کہ اللہ تعالیٰ

يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ

پیدا کردے اسکے بعد کوئی معاملہ ﴿۱﴾ پھر جب مطلقہ عورتیں اپنی مدت تک پہنچ جائیں پس روک رکھو انکو دستور کے مطابق یا جدا کردو دستور کے مطابق

بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

اور گواہ بنالو دو عادل گواہ اپنے میں سے اور قائم کرو شہادت کو اللہ کیلئے اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ

پر اور جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بناتا ہے اللہ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا سامان ﴿۲﴾ اور روزی دیتا ہے اسکو جہاں سے

حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ

اسکو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص بھروسہ کریگا اللہ کی ذات پر تو وہ اسکے لیے کفایت کرنے والا ہے بیشک اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنی بات کو تحقیق

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَالّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

ٹھہرایا ہے اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ ﴿۳﴾ اور جو مایوس ہو چکی ہیں حیض سے تمہاری عورتوں میں سے اگر تم کو شک ہو تو انکی عدت تین ماہ ہوگی

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ

اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا انکی عدت بھی تین ماہ ہوگی اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور جو شخص ڈرتا ہے

حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ

اللہ سے (اللہ) بناتا ہے اس کیلئے اسکے کام میں آسانی ﴿۴﴾ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا جو اتارا ہے اس نے تمہاری طرف

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ معاف کردیگا اسکو اسکی کوتاہیاں اور بڑا کردیگا اسکے لیے اجر ﴿۵﴾ ان مطلقہ عورتوں کو رہائش دو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی طاقت

مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

کے مطابق اور نہ ایذا دو انکو تاکہ تم ان پر تنگی ڈالدو اور اگر ہوں وہ حاملہ پس خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ وہ اپنے حمل کو وضع کردیں

فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا

پھر اگر وہ دودھ پلائیں بچے کو تمہاری خاطر پس دو ان کو ان کا بدلہ اور سکھلاؤ آپس میں نیکی کی بات اور اگر

بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ۝۶ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ

تم ضد کرو گے پس پلائے اس کو کوئی دوسری عورت ﴿۶﴾ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق

سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

اور جس پر روزی تنگ کی گئی ہے پس خرچ کرے جو کچھ اسکو اللہ نے دیا ہے اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا

ع ١ ١٧

اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷

مگر اس کو دیئے گئے کے مطابق عنقریب بنا دیگا اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی ﴿۷﴾

خلاصہ رکوع ❶ رفعت شان خاتم الانبیاء، بوقت ضرورت طلاق کی اجازت، التزام تقویٰ کا حکم، عدت میں عورتوں سے بے انصافی کی ممانعت، قوانین الٰہیہ، مخالفین احکام کا نتیجہ، قریب العدت کا بیان، فرائض طالقین، شفقت خداوندی، نتائج متقین۔۱۔۲۔نتائج متوکلین، فیصلہ خداوندی، آئسہ کی عدت کا بیان، عدم حیضہ کی عدت کا بیان، حاملہ کی عدت کا بیان، نتیجہ متقین، فیصلہ خداوندی، نتیجہ متقین، مطلقہ عورتوں کے سکنیٰ کا بیان، مطلقہ کے ساتھ بے انصافی کی ممانعت، حاملہ مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، مرضعات کے حقوق، التزام مشاورت برائے دودھ، بچے کے نفقہ کا بیان، تکلیف مالایطاق کی نفی۔ ماخذ آیات۔۱ تا ۷+

﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ ...الخ رفعت شان خاتم الانبیاء۔اِذَا طَلَّقْتُمُ ...الخ بوقت ضرورت طلاق کی اجازت:

سوال یہاں پر خطاب "طَلَّقْتُمُ" میں آنحضرت ﷺ کو ہے تو یہاں پر جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ جواب: مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو خطاب کر کے امت کو سمجھانا مقصود ہے اس لیے جمع کا صیغہ استعمال ہوا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبی پوری امت کا سردار ہوتا ہے اور سردار کے حکم میں باقی لوگ بھی شامل ہوتے ہیں لہذا سب کے لیے جمع کا صیغہ استعمال ہوا۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ" کے بعد "قل" کا لفظ محذوف ہے اور معنی یہ ہے کہ اے نبی! آپ امت کے لوگوں کو کہہ دیں کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت یعنی حیض سے پہلے طہر میں طلاق دو۔

شان نزول : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور وہ حالت حیض میں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ نے غلط کام کیا ہے اس کو کہو کہ رجوع کرے پھر پاک ہونے تک اس کو روکے رکھے پھر جب ایک حیض آجائے اس کے بعد وہ پاک ہوجائے تو طلاق دینے کی رائے ہو تو طلاق دیدے اور طلاق طہر کی حالت میں ہو اور ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو پھر فرمایا کہ یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(بخاری شریف۔ص۔۲۹۔ج۔۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے اگر حیض میں طلاق دیدی تو رجوع کر لے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق ایسے طہر میں دے جس میں جماع نہ کیا ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ...الخ التزام تقویٰ کا حکم۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ ...الخ عدت میں عورتوں سے بے انصافی کی ممانعت : کیونکہ سکنیٰ مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے اور نہ وہ عورتیں جو خود نکلیں کیونکہ سکنیٰ محض حق العبد نہیں کہ اسکی رضا سے ساقط ہوجائے بلکہ حق الشرع ہے۔ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ: اس سے چوری، زنا مراد ہوسکتا ہے اور گالی بھی۔ اگر زنا کیا ہے تو حد جاری کرنے کے لیے گھر سے باہر نکالا جاسکتا ہے گالی گلوچ بدزبانی کی وجہ سے جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کا یہی مسئلہ تھا کہ اپنے دیور اور نند وغیرہ سے بدکلامی کرتی تھی تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنے چچا یا خالہ زاد کے گھر جا کر عدت گذارے۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ: قوانین الٰہیہ۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ ...الخ مخالفین احکام کا نتیجہ : مثلاً جس نے اس عورت کو گھر سے نکالا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ اس کو علم نہیں شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد اس کیلئے کوئی صورت پیدا کردے مثلاً طلاق پر ندامت ہو تو طلاق رجعی ہونے کی صورت میں رجوع کا امکان ہوسکتا ہے ہاں اگر حالات ایسے ہوں وہاں رہنا مشکل ہے تو پھر باہر مجبوری سے

دوسری جگہ جاسکتی ہے۔

مسئلہ : آیت کے الفاظ ''فطلقوھن لعدتھن'' کے معنی یہ ہیں کہ طلاق کا وقت مامور حالت طہر ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی منشاء یہ ہے کہ اگر طلاق دینے کی نوبت آجائے تو شوہر طہر کے ایام میں طلاق دے نہ کہ حیض کے ایام میں اور ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو، اسی طرح حالت حمل میں بھی طلاق نہ دے اور اس طریقہ پر طلاق دینا فقہی اعتبار سے ''احسن'' کہلاتا ہے اور اسے طلاق سنت بھی کہتے ہیں۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔
عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور ان کے گھر وہی ہیں جہاں وہ طلاق سے قبل رہتی تھیں۔ اسی بناء پر فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ اگر مطلقہ رجعیہ ہو تو جب تک شوہر رجوع نہ کرلے اور رجوع پر گواہ قائم نہ کرلے اس کو ساتھ لے کر سفر نہ کرے۔
(احکام القرآن۔ للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۰۷)

مسئلہ : اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس شخص نے مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق طلاق نہ دی بلکہ خلاف مسنون طریقہ سے طلاق دی۔ مثلاً : حالت حیض یا حالت حمل میں طلاق دی تو اگرچہ وہ طلاق واقع ہو جائے گی لیکن ایسا کرنے والا ظالم اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ ماقبل میں طلاق دینے کا بہتر اور درست و احسن طریقہ بتلایا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ جو حدود اللہ سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے اور وقوع طلاق کی دلیل یہ ہے کہ اگر غیر مسنون طریقہ سے دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی تو شوہر ظالم بھی نہ کہلاتا۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر مسنون طریقہ سے دی جانے والی طلاق، واقع نہیں ہوتی، یہ ان کی بات باطل ہے۔

﴿۲﴾ فَإِذَا بَلَغْنَ... الخ قریب العدت کا بیان : پھر وہ عورتیں جن کو طلاق رجعی مل چکی ہے اپنی عدت کو پہنچ جائیں یعنی ان کی عدت قریب الاختتام ہو۔ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ : فرائض طالقین : اگر طلاق رجعی دی تھی تو رجوع کرلو اور اگر طلاق بائن دی تھی تو دوبارہ نکاح کر کے عورت کو جدا ہونے سے روک لو اور اگر پورے غور و خوض کے بعد بھی عورت کو جدا کرنے کا ہی فیصلہ کیا ہے۔ تو عدت پوری ہونے سے عورت کو شریفانہ طریقہ سے رخصت کرو اور اگر ہو سکے تو ایک جوڑا کپڑوں کا یا کوئی اور تحفہ دے کر رخصت کرو اور جدا ہونے پر کوئی دھنگا فساد نہ کرو اور گالی گلوچ وغیرہ بھی نہ کرو۔

ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ... الخ شفقت خداوندی۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ : نتائج متقین : ❶ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مضرتوں کی شکل سے نجات دیتا ہے۔

مواعظ ونصائح

طلاق کی وجہ : اس صورتحال کو ایک عرب شاعر نے بڑے اچھے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔
''اگر کسی محبوب دوست سے کوئی خطا ہو جائے، تو اس کی اچھائیاں ہزاروں سفارشی بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔''
لیکن اگر آپ کی اچھائیوں کا بیلنس خاطر خواہ نہیں ہے اور وہ روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے، اور آخر کار بالکل صفر رہ جاتا ہے تو آپ کا کھاتہ اس کے پاس ناقص رہ جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے دل میں آپ کے لیے نفرت پیدا ہو جائے گی، کیونکہ آپ اپنے کھاتہ میں کمی کرتے جا رہے ہیں اور کوئی اضافہ نہیں کر رہے ہے۔ آپ نے کبھی سنا ہوگا کہ ایک خاوند نے اپنی بیوی کو جب طلاق دی تو کسی نے اس مطلقہ سے طلاق کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ ''بڑی معمولی سی بات پر اس نے طلاق دے دی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ''میرے ساتھ بہن کے گھر چلو، میں نے جانے سے انکار کر دیا تو وہ ناراض ہو کر مجھے گالیاں دینے لگا اور پھر طلاق دے دی۔''

اگر آپ اس طلاق کی وجہ سے اچھی طرح غور کریں تو یہ معمولی بات اس کی وجہ نظر نہیں آئے گی۔ بلکہ اس واقعہ پر ایک عربی مقولہ صادق آتا ہے کہ "ایک جھاڑو کے بوجھ سے اونٹ کی کمر ٹوٹ گئی۔"

اس مقولہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس بڑا طاقتور اونٹ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے سفر پر جانا چاہا تو وہ اپنا سامان اس اونٹ پر لاد لاد کر اس کی پیٹھ پر باندھتا رہا۔ اونٹ بھی اس کو سنبھالے رہا۔ آخر اس شخص نے چار اونٹوں کے بوجھ کے برابر سامان اس پر لاد دیا۔ اتنے بھاری بوجھ سے وہ اونٹ ہلنے لگا۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ چیخ کر کہنے لگے کہ "بس اب بہت بوجھ ہو گیا ہے"۔ پھر اس نے تنکوں کی جھاڑو اٹھائی اور کہنے لگا کہ "بس یہ آخری چیز ہے اور بہت ہلکی ہے۔" جب اس نے یہ جھاڑ اونٹ کی پیٹھ پر رکھی تو اتفاق سے اسی وقت اونٹ زمین پر گر گیا۔

اسی واقعہ کی وجہ سے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ "ایک جھاڑو کے بوجھ سے اونٹ کی کمر ٹوٹ گئی۔" اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں جھاڑو کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے اونٹ کی کمر نہیں ٹوٹی تھی، بلکہ اتنے بھاری سامان کے ڈھیر کی وجہ سے ٹوٹی تھی پہلے تو اونٹ برداشت کرتا رہا، پھر ذرا سی چیز رکھتے وقت اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ یہی حال اس عورت کی طلاق کے وقت ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا سبب خاوند کی بہن کے ہاں جانے سے انکار نہیں تھا۔ بلکہ اس سے پہلے بہت سی وجوہات جمع ہو گئی ہوں گی، مثلاً خاوند کا حکم نہ ماننا، اس کی خواہشات اور مطالبات کو پورا نہ کرنا، اس سے محبت نہ کرنا، اس سے متکبرانہ رویہ رکھنا، اس کی رائے کا احترام نہ کرنا وغیرہ۔

ان سب باتوں کی وجہ سے وہ عورت خاوند کے کھاتہ میں اپنا اچھائیوں والا بیلنس بڑھانے کی بجائے اسے کم کرتی رہی۔ اس کا دل زخمی کرتی رہی اور علاج کچھ نہیں کیا۔ خاوند یہ سب باتیں برداشت کرتا رہا۔ بالآخر جب یہ موقع آیا تو اونٹ کی کمر ٹوٹ گئی۔

اگر وہ عورت خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی مثلاً خوش دلی سے ملنا، ہنسی مذاق کی باتیں کرنا، کھانے کا خیال رکھنا، کپڑوں کو سنبھالنا اور اس کا احترام ملحوظ رکھنا تو اس کی اچھائیوں کا بیلنس بہت بڑھ جاتا۔ اور خاوند کے دل میں اس کی محبت بھر جاتی۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ اس معمولی سی بات سے اس کی اچھائیوں کے بیلنس میں کوئی فرق نہ آتا۔ کیونکہ اس کی یہ ذرا سی نافرمانی اس کی اچھائیوں کے سمندر میں ڈوب جاتی۔

﴿۳﴾ ❷ یعنی اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ: نتیجہ متوکلین۔ اِنَّ اللّٰهَ... الخ فیصلہ خداوندی: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے اور اسی کے موافق اس کا وقوع ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ آئسہ کی عدت کا بیان: یعنی حیض سے مایوس ہونے والی عورت کی عدت تین ماہ ہے۔ وَالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ... الخ عدم حیضہ کی عدت کا بیان: یعنی جن عورتوں کو سرے سے حیض آتا ہی نہیں ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ... الخ حاملہ کی عدت کا بیان۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ: نتیجہ متقین: اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے کام خواہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے ہوں آسان فرمائے گا۔

امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سلف و خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہی ہے۔ البتہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا (وہ حاملہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہو) کی عدت کے متعلق سلف میں اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا ابعد الاجلین سے عدت پوری کرے گی"۔

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود البدری رضی اللہ عنہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی عدت بھی وضع حمل ہی ہے جب وضع حمل ہو جائے۔ اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے اور یہی تمام فقہاء کا قول اور مذہب ہے۔ جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ من شاء لاعنته ما نزلت وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ إلا بعد الآية المتوفى عنها زوجها۔

جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آیت کے نزول کی تاریخ کا اثبات اور یہ کہ متوفی عنہا زوجہا کے لیے عدت بالشہور کے بیان کے بعد اس آیت کا نزول ہوا۔ (اس بناء پر اول منسوخ اور ثانی ناسخ ہوگی)۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت ماقبل میں مطلقہ کی عدت کے ذکر کو متضمن نہیں بلکہ اپنے حکم کے افادہ میں مستقل بنفسہا ہے یعنی اس کا حکم علی العموم ہے (خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا متوفی عنہا حاملہ) لہٰذا حمل کے تمام معتدات میں علی العموم اعتبار کیا جائے گا۔ خواہ وہ طلاق کی وجہ سے معتدہ ہو یا شوہر کی موت کی وجہ سے۔ وضع حمل سے عدت متعلق ہونے حکم مطلقات میں منحصر نہ ہوگا کیونکہ ایسا کرنا بغیر دلیل کے عام کو خاص کرنا ہے (جو درست نہیں)۔

چنانچہ متعدد روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حاملہ کی عدت ہر حال میں وضع حمل ہے اور وضع حمل خواہ چند دنوں میں ہی ہو جائے، عدت پوری ہو جائے گی۔ (ملاحظہ ہو: احکام القرآن للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۱۲)

﴿۵﴾ فیصلہ خداوندی۔ وَمَن يَتَّقِ اللهَ... الخ نتیجہ متقین۔ یعنی مضرت عظیمہ کو سلب کرے گا۔

﴿۶﴾ مطلقہ عورتوں کے سکنیٰ کا بیان: کہ تم ان مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو۔ یعنی عدت میں سکنیٰ بھی مطلقہ کا واجب ہے۔ البتہ طلاق بائن میں ایک مکان میں خلوت کے ساتھ دونوں کا رہنا جائز نہیں بلکہ حائل کا ہونا ضروری ہے۔ (بیان القرآن۔ ص۔ ۱۵۔ ج۔ ۱۲)

وَلَا تُضَارُّوهُنَّ: مطلقہ کے ساتھ بے انصافی کی ممانعت۔ وَإِن كُنَّ... الخ حاملہ مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید۔ فَإِنْ أَرْضَعْنَ: مرضعات کے حقوق۔ وَأْتَمِرُوا... الخ التزام مشاورت برائے دودھ: فریقین کی دودھ کی اجرت پر مناسب مشاورت ہو کہ کوئی ایک دوسرے کو تنگ کرنے کے چکر میں نہ ہو۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جمیع فقہاء بلاد اسلام اور اہل عراق، امام مالک و شافعی رحمہم اللہ سب اس پر متفق ہیں کہ بائنہ عورت کو عدت کے دوران سکنیٰ (رہائش) دینا واجب ہے جب کہ صرف ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سکنیٰ کا حق فقط معتدہ رجعیہ کے لیے ہے نہ کہ بائنہ کے لیے (لیکن قول اول پر سب کا اتفاق ہے اور یہی راجح ہے)۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت "فطلقوهن لعدتهن" رجعیہ اور بائنہ دونوں کو شامل ہے اور پھر جب آگے چل کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: یہ بھی بائنہ و رجعیہ دونوں کو شامل ہوگا۔

اسی طرح معتدہ بائنہ کے حق میں شوہر پر نفقہ بھی احناف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک واجب ہوگا۔ یہی قول سفیان ثوری، حسن بن صالح اور دیگر بعض فقہاء کرام رحمهم الله کا ہے کہ: ہر مطلقہ کے حق میں نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہوں گے۔ جب تک عدت میں ہے خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بائنہ اگر حاملہ ہو تو اس کا نفقہ شوہر پر (دوران عدت) واجب ہے ورنہ نہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے: (احکام القرآن للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۱۴)

﴿۷﴾ بچہ کے نفقہ کا بیان۔ لَا يُكَلِّفُ اللهُ... الخ تکلیف مالایطاق کی نفی۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا

اور بہت سی بستیاں ہیں جو آگے نکل گئیں اپنے پروردگار کے حکم سے اور اسکے رسولوں کے حکم سے پس ہمنے محاسبہ کیا انکا سخت محاسبہ

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿۹﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

اور ہمنے سزا دی انکو سخت سزا ﴿۸﴾ پس چکھا انہوں نے وبال اپنے معاملے کا اور تھا انجام انکے معاملے کا نقصان والا ﴿۹﴾ اللہ نے تیار کیا ہے انکے لئے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ﴿۱۰﴾

سخت عذاب پس ڈرو اللہ سے اے عقلمندو! وہ جو ایمان لائے ہو، تحقیق نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نامہ ﴿۱۰﴾

رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ

اور بھیجا ہے ایک رسول جو پڑھتا ہے تم پر اللہ کی آیتیں جو کھول کر بیان کرتی ہیں تا کہ نکالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور اس نے اچھا عمل کیا داخل کریگا

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ

اسکو باغوں میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہونگے ان میں تحقیق اچھی کی اللہ نے اس کیلئے روزی ﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے

مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ

پیدا کئے ہیں سات آسمان اور زمین میں سے بھی انکی مثل اترتا ہے حکم انکے درمیان تا کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع

اور بیشک اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے ہر چیز کا علم کیساتھ ﴿۱۲﴾

ع ۲ ۱۸

﴿۸﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے نکاح، طلاق، عدت وغیرہ کے متعلق عائلی قوانین بتائے اور ان کے پابندی کرنے کا حکم دیا، ان کی خلاف ورزی کرنے سے منع فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت یاد دلایا کہ جن لوگوں نے نافرمانی کی دیکھو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے نیست و نابود کر دیا۔

خلاصہ رکوع ❷ تذکیر بایام اللہ سے عبرت حاصل کرنے کا حکم، نتیجہ مخالفین انبیاء، تخویف مشرکین، اولی الالباب کی پہچان، فریضہ رسول، نتائج متقین، خالقیت باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، قدرت خداوندی، حصر علم الغیب کلی۔

ماخذ آیات ۔۸۔تا۔۱۲۔+

وَكَاَيِّنْ : تذکیر بایام اللہ سے عبرت حاصل کرنے کا حکم ۔ فَحَاسَبْنٰهَا ... الخ نتیجہ مخالفین انبیاء۔
﴿۹﴾ تخویف مشرکین۔ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... الخ اولی الالباب کی پہچان۔

﴿۱۱﴾ رَسُوْلًا ... الخ فریضہ رسول : حضرات مفسرین نے "رَسُوْلًا" کی نو ترکیبیں لکھیں ہیں۔علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "رَسُوْلًا" منصوب ہے فعل "ارسل" کے محذوف ہونے کی وجہ سے "رَسُوْلًا" کے مصداق میں مختلف رائیں ہیں۔علامہ محلی رحمۃ اللہ علیہ جلالین میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مراد قرآن کریم ہے۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں دوسری ترکیب علامہ زمخشری کے نزدیک "رَسُوْلًا" "ذِكْرًا" سے بدل ہے اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہی آیات اللہ کی تلاوت کرتے ہیں جو انزال ذکر ہے۔

(کمالین شرح جلالین۔ص۔۵۵۳۔ج۔۶)

وَمَنْ يُّؤْمِنْ... الخ نتائج متقین۔﴿۱۱﴾ خالقیت باری تعالیٰ۔مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ: آسمان کے سات ہونے کا علماء کرام کو اتفاق ہے لیکن زمین کے متعلق جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ بھی آسمان کی طرح اوپر نیچے سات ہیں اور فاصلہ سے ہیں۔حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پیاز کے چھلکے کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں۔علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ جمہور کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ يَتَنَزَّلُ : تصرف باری تعالیٰ۔لِتَعْلَمُوْٓا :وسعت علم باری تعالیٰ۔

اَنَّ اللّٰهَ : قدرت باری تعالیٰ۔وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ: حصر علم الغیب کلی۔

الحمد للہ سورۃ الطلاق کی تفسیر مکمل ہوئی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التحریم

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ التحریم ہے اور اس سورۃ کو سورۃ النبی بھی کہا جاتا ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۶۶۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۰۷۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۱۲۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک حلال چیز کھانے سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام فرما لیا تھا، اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ التحریم متعین ہوا۔ چونکہ "تحریم" کے لفظی معنی ہیں حرام کر دینا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں تدبیر منزل کے بعض عائلی قوانین بیان کئے گئے ہیں جو عداوت اور نفرت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں اس سورۃ میں تدبیر منزل کے یعنی محبت اور چاہت سے پیدا ہونے والے بعض معاملات کے متعلق قوانین بیان کئے گئے ہیں۔

موضوع سورۃ : فرائض خاتم الانبیاء اور احکام ضروریہ۔

خلاصہ سورۃ : انسان کے فرائض منصبی میں کوئی چیز باعث حارج نہ ہونے کا بیان، فرائض خاتم الانبیاء، کفار کیلئے تخویفات، مؤمنین کیلئے ترغیب توبہ اور بشارت، تسلی خاتم الانبیاء، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا باہمی مکالمہ، مجازات اعمال، حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کے نتائج، حضرت آسیہ کی ادعیہ وغیرہ۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اِثْنَا عَشَرَةَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اے نبی! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے آپ کیلئے حلال ٹھہرائی ہے کیا آپ چاہتے ہیں خوشنودی اپنی بیویوں کی؟ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۱﴾

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

بیشک اللہ نے مقرر کیا ہے تمہارے لیے کھولدینا تمہاری قسموں کا اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارا آقا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمتوں والا ہے ﴿۲﴾

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جبکہ پوشیدہ طور پر ایک بات کہی نبی علیہ السلام نے اپنی ایک بیوی سے پس جب اس نے بتلا دی وہ بات اور اللہ نے ظاہر کر دیا اس بات کو پیغمبر علیہ السلام

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ

پر تو اس نے بعض بات جتلا دی اور بعض سے اعراض کیا پھر جب پیغمبر علیہ السلام نے وہ بات بیوی کو بتلائی تو اس نے کہا کہ آپکو یہ بات کس نے بتلائی ہے

نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۳﴾ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ

فرمایا بتلائیہ ہے مجھے علم رکھنے والی اور ہر چیز سے باخبر ذات نے ﴿۳﴾ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ کے سامنے پس بیشک تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر تم اس پیغمبر کے

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ﴿۴﴾

خلاف چڑھائی کرو پس بیشک اللہ اس کا آقا ہے اور جبرائیل اور نیک بخت ایماندار فرشتے اس کے بعد اسکے مددگار ہیں ﴿۴﴾

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ

شاید کہ اسکا پروردگار اگر وہ تمکو طلاق دے دے تو تبدیل کردے اس کیلئے عورتیں بہتر تم سے فرمانبردار ایماندار اطاعت گزار

تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا ﴿۵﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ

تائبات، عابدات، روزہ دار یا ثیب جو خاوند دیدہ اور دوشیزہ ہیں ﴿۵﴾ اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جسکا ایندھن

نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاۤ

لوگ اور پتھر ہونگے اسپر مقرر ہیں فرشتے تند خو اور زبردست نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی اس چیز میں جو وہ انکو حکم دیتا ہے

اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ

اور وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے ﴿۶﴾ اے کفر کرنے والے لوگو! مت عذر کرو آج کے دن بیشک تم کو بدلہ دیا جائیگا

ع ١ ٧ ١٩

مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

ان کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے ﴿۷﴾

خلاصہ رکوع ❶ تکریم وتشریف خاتم الانبیاء، تنبیہ خاتم الانبیاء۔ ا۔ ۲۔ شفقت خداوندی، غلط قسم توڑنے کا بیان، خاتم الانبیاء کا مکالمہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اظہار، اطلاع خداوندی، خاتم الانبیاء کے مکارم اخلاق، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکالمہ، خاتم الانبیاء کا جواب مکالمہ، حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما کی طریق کامیابی، تنبیہ حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہا، تنبیہ ازواج مطہرات، ازواج مطہرات کے اوصاف واقسام، فرائض مؤمنین برائے التزام تحفظ زن وفرزند، شدت نار جہنم، جہنم کے مقرر دروغوں کا بیان، ملائکہ کا تعمیل حکم، کفار کی سرزنش، مجازات اعمال۔ ماخذ آیات۔ ا تا ۷+

﴿۱﴾ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ... الخ تکریم وتشریف خاتم الانبیاء۔ لِمَ تُحَرِّمُ... الخ تنبیہ خاتم الانبیاء۔ ❶ تَبْتَغِیْ... الخ تنبیہ۔ ❷ وَاللّٰہُ... الخ شفقت خداوندی۔ شان نزول، واقعہ۔ ا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کیلئے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے تھوڑا تھوڑا وقت ہر ایک کے پاس گذارتے تھے ایک دن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس شہد پی لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں مشورہ کیا ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں گے تو ہم کہہ دیں گیں کہ آپ نے "مغافیر" کھایا ہے۔

(یہ ایک گوند ہوتا ہے) چنانچہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے وہی بات کہی آپ ﷺ نے کہا میں نے "مغافیر" تو نہیں کھایا بلکہ میں نے زینب جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیا ہے۔ اس پر آپ نے قسم کھائی کہ آج کے بعد میں ہرگز شہد نہیں پیوں گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئی۔ (بخاری شریف۔ص۔۷۲۹۔ج۔۲)

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا تھا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے جبکہ ایک اور روایت کے مطابق حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیا تھا اور بعض روایات میں "لن أعود له" کے بجائے "والله لا أذوقه" کے الفاظ آئے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا واقعہ یہ نقل کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مملوکہ باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قربت فرمائی تھی، جس سے انہیں ناگواری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میں اسے (ماریہ کو) حرام کرلوں؟ انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اوپر حرام فرمالیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا۔ لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ بات بتلادی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: (رواه محمد بن اسحاق عن الزهري رحمة الله عليه عن عبيد الله بن عبد الله ابن عباس عن عمر رضي الله عنهم)

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ممکن ہے یہ دونوں باتیں پیش آئی ہوں۔ یعنی شہد کی تحریم اور ماریہ رضی اللہ عنہا کی تحریم۔ لیکن تحریم ماریہ رضی اللہ عنہا والی روایت زیادہ راجح ہے اور آیت کا نزول اسی واقعہ میں ہوا۔ کیونکہ آیت کے الفاظ "تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ" بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ شہد کی تحریم وترک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی رضا نہیں تھی بلکہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے قربت کے ترک میں ان کی رضا تھی۔ (احکام القرآن للجصاص۔ج۔۳۔ ص۔۶۲۱)

انسان نے اگر اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کردیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات سلف کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت ابوبکر، عمر، ابن مسعود، زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ تحریم یمین (قسم) ہے۔ (لہٰذا اگر آئندہ بیوی کو حلال کرے گا یعنی اس سے محبت وغیرہ کرے گا تو کفارۂ قسم واجب ہوگا)۔ تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں سے حضرت حسن بصری، سعید بن المسیب، جابر بن زید، عطاء بن ابی رباح اور طاؤس رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ جبکہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابوہریرہ اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ تین طلاقیں ہیں (اس تحریم کی وجہ سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی)۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر بیوی کو یوں کہا کہ: "انت علی حرام، یعنی تو میرے اوپر حرام ہے"۔ تو دیکھا جائے گا کہ نیت کیا ہے؟

اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور اگر اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تو پھر یہ یمین (قسم) ہے اور ایسا کرنے والا مولی (ایلاء کرنے والا) ہے۔ اور ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نے ظہار کی نیت کی ہو تو یہ ظہار ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے جتنی طلاق کی بھی اس نے نیت کی ہو اور اگر اس نے بغیر طلاق کے محض تحریم کی نیت کی ہو تو اس پر کفارۂ یمین واجب ہے لیکن وہ ایلاء نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص۔ج۔۳۔ص۔۶۲۳)

﴿۲﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ...الخ غلط قسم توڑنے کا بیان: آپ نے قسم کھا کر جو بات اپنے ذمہ

لے لی اس سے نکلنا دو طریقوں سے ہے۔ ❶ قسم پوری کر دیں بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔ ❷ اگر قسم ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ دے دیا جائے۔ ان دونوں صورتوں میں قسم ختم ہو جاتی ہے۔

﴿۳﴾ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ ...الخ خاتم الانبیاء کا مکالمہ: اس سے مراد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے اوپر شہد کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی کسی کو خبر نہ دینا۔

فَلَمَّا نَبَّاَتْ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اظہار: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔

وَاَظْہَرَہُ: اطلاع خداوندی: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتا دیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا ہے۔ فَلَمَّا نَبَّاَھَا: پھر جب آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وہ بات بتائی کہ تو نے حضرت عائشہ کو بتا دیا ہے۔

قَالَتْ ...الخ حضرت حفصہ کا مکالمہ: عرض کیا آپ کو کس نے بتایا۔

قَالَ ...الخ خاتم الانبیاء کا جواب مکالمہ۔ آپ نے فرمایا مجھے بڑے جاننے والے اور بڑے خبردار نے بتائی ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں پھر اس کے بعد اپنی قسم کو توڑ دیا اور اس قسم کا کفارہ ادا کیا ایک غلام آزاد کیا۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۶۳۶۔ ج۔ ۸)

سورۃ تحریم سے استخراج مسائل

مَسْئَلَہ: ❶ یہ معلوم ہوا کہ آپ کی ازواج مطہرات کا عقیدہ تھا کہ آپ علم غیب نہیں جانتے ورنہ وہ مشورہ نہ کرتی پھر یہ کیوں فرمایا؟ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا: آپ نے جواب میں فرمایا "نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ" یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ ہم عالم الغیب ہوتے ہیں۔ مَسْئَلَہ: ❷ آپ کے گھر والوں کا عقیدہ تھا کہ آپ حاضر ناظر نہیں ہیں اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو آپس میں سازباز کیوں کرتیں؟ مَسْئَلَہ: ❸ کہ آپ مختار کل بھی نہیں جو چاہیں حلال کریں اور جو چاہیں حرام قرار دیں، اگر آپ مختار کل ہوتے تو آپ نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہ کیا ہوتا پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا "لِمَ تُحَرِّمُ"۔

﴿۴﴾ اِنْ تَتُوْبَآ: حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے لیے طریق کامیابی۔

وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ ...الخ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کیلئے تنبیہ: اس آیت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو توبہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں "وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ" فرمایا ابھی میری بات پوری نہ ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے مراد حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (بخاری شریف۔ ص۔ ۷۳۱۔ ج۔ ۲)

الغرض: ان دو بیویوں کو اس آیت میں تنبیہ ہے کہ اگر تم توبہ کرو اللہ کی طرف پس تحقیق تمہارے دل مائل ہو چکے یعنی تمہارے دلوں نے خطاء کی اگر یہ معنی کریں تو "اِنْ تَتُوْبَآ" کی جزاء محذوف ہوگی بعض نکالتے ہیں "تقبل" اگر تم توبہ کرو گے تو تمہاری توبہ قبول کی جائے گی۔ یاد رکھیں کہ ہم نے آیات کی تفسیر پہلے شان نزول کے اعتبار سے کی ہے۔

اور بعض حضرات نکالتے ہیں "تقبل توبتکما" اگر توبہ کرو گی تو تم دونوں کی توبہ قبول کی جائے گی اور دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ اس میں جزاء محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے پھر مطلب یہ ہے کہ اگر تم توبہ کرو گی اللہ تعالیٰ کی طرف تو تحقیق سے تمہارے دل مائل ہیں توبہ کی طرف تم میں استعداد ہے تو "فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا" یہی اس کی جزاء بن جائے گی۔

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ ...الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر چڑھائی کرو گی تو اللہ تعالیٰ اس کا رفیق اور مددگار ہے۔

وجبریل :اور فرشتوں میں جبریل بھی مددگار ہے الہامات میں مؤید ہے "صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" نیک بندے ایمان دار مددگار ہیں خلفاء اربعہ وغیرہ اور اس کے علاوہ ہر وقت ہر جگہ فرشتوں کا باڈی گارڈ یا حفاظتی لشکر آپ کے ساتھ رہتا ہے۔

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ: سوال: یہاں پر ایک نحوی اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ "الله" "اِنَّ" کا اسم ہے اور قاعدے کے مطابق منصوب ہے آگے "جِبْرِيْلُ" کیوں مرفوع ہے "صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کیوں مرفوع ہے اور "وَالْمَلٰئِكَةُ" کیوں مرفوع ہے چاہئے تو یہ تھا کہ یہ بھی منصوب ہوتے اس لیے کہ ان کا عطف "اِنَّ" کے اسم لفظ "الله" پر ہے۔ اور معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے؟

جواب :لفظ "الله" پر ان کا عطف نہیں بلکہ محل لفظ "الله" پر ان کا عطف ہے اگر "اِنَّ" نہ ہوتا تو لفظ "الله" مرفوع ہوتا مبتداء ہونے کی وجہ سے۔

﴿۵﴾ تنبیہ ازواج مطہرات :اس قسم کی حرکتوں سے باز آجاؤ تو بہتر ہے ورنہ آپ ﷺ تمہیں طلاق دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اچھی بیویاں دیدے گا۔ مِنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ :ازواج مطہرات کے اقسام واوصاف۔

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا: واؤ ثمانیہ کی تشریح : نحویوں کے نزدیک ایک واؤ ثمانیہ ہوتی ہے اس کا مفہوم روضۃ الریان فی اسولۃ القرآن وغیرہ میں ہے کہ سات جملے پہلے ہوں ان پر واؤ نہ ہو آٹھویں جملہ پر واؤ ہو تو اس کو واؤ ثمانیہ کہتے ہیں یا لفظ ثمانیہ ہو اس پر واؤ ہو یا ویسے مفہوم ہو جس کی تعداد آٹھ ہو یہاں پر "مُسْلِمٰتٍ" سے لیکر "ثَيِّبٰتٍ" تک سات جملے ہیں جن پر واؤ نہیں اور آٹھویں جملے "اَبْكَارًا" پر واؤ ہے یہاں پر واؤ اس لیے لائے ہیں کہ دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے کہ ثیبہ بھی ہو اور باکرہ بھی ہو اور گیارہویں پارے کے تیسرے رکوع میں آتا ہے "اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ" سے لیکر "الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ" تک واؤ نہیں اور "وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" پر واؤ ہے یہ واؤ ثمانیہ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ امر اور ہوتا ہے اور نہی اور ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک امر بھی ہو اور نہی بھی ہو۔

سورۃ الکھف آیت۔ ۲۲۔ میں ہے "سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ" پر واؤ نہیں "خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ" پر واؤ نہیں ہے اور آگے "وَثَامِنُهُمْ" پر واؤ ہے یہ "ثامن" کے لفظ پر آئی ہے۔ سورۃ الزمر میں آتا ہے "وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا" یہاں پر واؤ نہیں ہے آگے آتا ہے "وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا" اس پر واؤ ہے اس لیے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں اور دوزخ کے سات دروازے ہیں اس کو واؤ ثمانیہ کہتے ہیں۔

﴿۶﴾ ربط۔ اوپر ازواج مطہرات پر تنبیہ تھی اس کے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت کرنا لازمی امر تھا اس لیے کہ عورتوں کی محبت ورغبت اور شہوت کی آگ میں مرد دیوانہ ہو کر اصول حسنات سے غافل ہوجاتا ہے جو نہ کرنا ہو وہ بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا :فرائض مؤمنین برائے التزام تحفظ زن وفرزند : اے ایمان دارو! صرف ایمان پر تکبر نہ کر بیٹھو بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر پیاری بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ایسے کام نہ خود کرو اور نہ ان کو کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جانا پڑے فرائض، واجبات کی تاکید کرو صرف خود دین دار ہونا کافی نہیں بلکہ زن وفرزند کی تعلیم وتدبیر کرنی چاہئے حق محبت بھی یہی ہے خود تو جنت میں گئے اور یہ دوزخ میں گئے تو جدائی میں کیا لطف؟

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ :شدت نار جہنم : جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز کہ

جس میں آدمی اور پتھر جلتے ہیں یا یوں کہو کہ بت پرست اور گناہ گار اور ان کے جھوٹے معبود جو کہ پتھر تھے سب جہنم میں جائیں گے کسی کے کام میں نہ آئیں گے۔ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ جہنم کے مقرر دروغوں کا بیان : اس کے داروغے یا محافظ فرشتے ہیں جو کہ سخت مزاج اور بڑے قد آور اور جن پر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا اور نہ وہ کسی پر رحم اور مہربانی کرتے ہیں۔ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ: ملائکہ کا تعمیل حکم : اللہ کے حکم میں ذرا بھی قصور کرنے والے نہیں نہ رشوت لیتے ہیں اور نہ سفارش مانتے ہیں اور نہ ہی کسی کی سنتے ہیں۔ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ: اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہوتا ہے۔ عصیان عیب تھا اس لیے اس کی اول نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی اس میں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا ابطال ہے وہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ہم ان کو پوجتے ہیں ہم پر رحم کریں گے اور ہمارے بت ہم کو آگ سے بچالیں گے۔

اہل وعیال کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام واجب ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باری تعالیٰ کے ارشاد قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ کی تفسیر میں منقول ہے کہ علّموا أنفسكم وأهليكم الخير یعنی اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خیر کی تعلیم دو۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل و عیال کو تعلیم دو اور انہیں (احکام شرعیہ کا) حکم کرو اور منہیات سے منع کرو۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر اپنی اولاد اور اہل وعیال کی دینی تعلیم و تربیت، اچھے اخلاق اور دینی وشرعی آداب کو سکھانا لازم ہے۔ یہ ارشاد ربانی ایسا ہی ہے جیسے سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (سورۃ طٰہٰ)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (سورۃ المدثر (۲۱۴) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ الأقرب فالأقرب کے اصول کے تحت ہمارے اوپر جو نسبی قرابت کے اعتبار سے ہم سے جتنے زیادہ قریب ہیں، ان کی دینی تعلیم وتربیت ہماری اسی درجہ کی ذمہ داری ہے۔

"كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته" اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ راعی استعمال فرمایا۔ اس لیے کہ یہ بات متعین ہے کہ راعی پر جس طرح اپنی رعایا کی حفاظت، اس کی ضروریات کی کفالت اور اس کی حمایت لازم ہے اسی طرح اس پر ان کی تعلیم وتربیت بھی لازم ہے۔ حدیث بالا کے اگلے جملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزید وضاحت فرمائی کہ :

فالرجل راع على أهله وهو مسئول عنهم والأمير راع على رعيته وهو مسئول عنهم

یعنی انسان اپنے اہل وعیال کا راعی اور ان کا ذمہ دار ہے، ان کے بارے میں اسی سے پوچھ گچھ ہوگی اور حاکم نے اپنی رعایا اور محکومین کا راعی ہے۔ اس سے ان کے بارے میں پوچھ ہوگی۔

حدثنا عبدالباقي ابن قانع حدثنا محمد بن موسى السعدي عن عمرو بن دينار قهرماني ال الزبير عن سالم عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :"مانحل والد ولدًا خير أمن أدب حسن۔

یعنی "کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے آداب کی تعلیم سے زیادہ عمدہ تحفہ نہیں دیا۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حق الولد على والده أن يحسن اسمه و يحسن أدبه۔ اولاد کا باپ پر یہ حق ہے کہ باپ ان کا اچھا نام رکھے اور ان کو اچھے آداب سکھائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :اذا بلغ أولاد کم سبع سنین فعلموھم الصلوٰۃ واذا بلغوا عشر سنین فاضربوھم علیھا وفرقوا بینھم فی المضاجع۔

ترجمہ :جب تمہاری اولاد سات برس کی عمر کو پہنچ جائے تو انہیں نماز سکھاؤ اور جب وہ دس برس کے ہو جائیں تو (ترک نماز پر) انہیں مارو اور اسی عمر میں ان کے بستر الگ کر دو۔ (کذا فی احکام القرآن للجصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۲۴)

﴿۷﴾ کفار کی سرزنش : قیامت کے دن کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ: مجازات اعمال۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کے سامنے توبہ صاف دل سے امید ہے کہ تمہارا پروردگار دور کر دیگا تم سے تمہاری برائیاں اور داخل کرے گا تم کو بہشتوں میں کہ بہتی ہیں انکے نیچے نہریں

وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جس دن اللہ تعالیٰ نہیں رسوا کریگا اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کیساتھ ایمان لائے ہیں انکی روشنی دوڑتی ہوگی انکے سامنے اور

مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ

انکی دائیں طرف اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! پوری کردے ہمارے لیے ہماری روشنی اور بخش دے ہمیں بیشک تو ہر چیز

اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ

پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۸﴾ اے نبی! آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور ان پر سختی کریں اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ

لوٹ کر جانے کی ﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی

امْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

بیوی جو تھیں دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں، ان دونوں عورتوں نے خیانت کی، پس نہ کام آئے وہ دونوں ان عورتوں کیلئے

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

اللہ کے سامنے کچھ بھی، اور کہا گیا کہ چلی جاؤ تم دونوں دوزخ میں، دوزخ میں جانیوالوں کیساتھ ﴿۱۰﴾ اور بیان کی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کیلئے

اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ

جو ایمان لائے ہیں فرعون کی بیوی کی جبکہ کہا اس نے اے میرے پروردگار! بنا دے میرے لیے اپنے پاس گھر جنت میں اور نجات دے مجھے

فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ ۙ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ

فرعون سے اور اسکے کام سے اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے ﴿۱۱﴾ اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایمان والوں کیلئے مریم بنت عمران کی جس نے اپنے ناموس کی

فَرَجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ﴿۱۲﴾ ع ۲

حفاظت کی، پھر پھونکی ہم نے اسمیں اپنی طرف سے ایک روح اور مریم نے سچا جانا اپنے رب کے کلمات کو اور اسکی کتابوں کو اور تھی وہ بہت عبادت کرنیوالوں میں سے ﴿۱۲﴾

﴿۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا: ربط آیات : گزشتہ آیات میں ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا ذکر تھا کہ وہ توبہ کریں آگے مؤمنوں کو حکم ہے کہ توبہ کرو۔

خلاصہ رکوع ۲ ترغیب توبہ، طریق توبہ، نتیجہ، ۱، ۲، ۳، ۴، متقین کی دعا، رفعت شان خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء، کفار کیلئے مثال برائے عبرت، مؤمنین کی تسلی کیلئے مثال، حضرت آسیہ کی ادعیہ، ۱، ۲، ۳، حضرت مریم کے فضائل، ۱، ۲، ۳۔ ماخذ آیات ۸ تا ۱۲+

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ: ترغیب توبہ۔ تَوْبَةً نَّصُوحًا: طریق توبہ : مفسرین کرام نے تَوْبَةً نَّصُوحًا کی تشریح میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایسی توبہ ہو کہ جس کے بعد گناہ کرنے کیلئے واپس نہ لوٹے جیسا کہ دودھ تھنوں میں واپس نہیں جاسکتا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۳۸۔ج۔۴۔روح المعانی۔ص۔۱۵۷۔ج۔۲۸)

عَسَىٰ رَبُّكُمْ: نتیجہ۔ ۱ وَيُدْخِلَكُمْ نتیجہ۔ ۲ لَا يُخْزِي اللَّهُ : نتیجہ۔ ۳ نُورُهُمْ۔ ۴

يَقُولُونَ : متقین کی دعا۔ ۱ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا: سورۃ حدید میں گزر چکا ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے کہ تھوڑا سا ٹھہر جاؤ، ہم بھی تمہاری روشنی میں تھوڑا سا چل سکیں۔ جواب آئے گا کہ پیچھے جا کر اپنے لیے روشنی تلاش کرو۔ مگر یہاں روشنی کہاں۔ روشنی حاصل کرنے کا مقام تو دنیا ہے وہاں تم نے نور ایمان حاصل نہیں کیا اب یہاں تمہیں روشنی میسر نہیں ہوگی اسوقت منافقوں کا نور گل ہوجائے گا تو اہل ایمان دعا کریں گے کہ اے اللہ! ہمارے نور ایمان کو آخر تک رکھ یا یہ معنی ہوگا کہ نور ایمان دل میں ہے دل سے بڑھے اور سارے بدن میں سرایت کر جائے اور گوشت پوست میں رچ جائے اور یہ تمام نور سب مؤمنوں کے لیے عام ہے۔ وَاغْفِرْ لَنَا : دعا۔ ۲

﴿۹﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ... الخ رفعت شان خاتم الانبیاء۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ : فرائض خاتم الانبیاء : علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار سے جہاد بالسیف کا ذکر ہے اور سختی کرنے کا حکم منافقین کیلئے ہے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منافقین پر حدود قائم کی جائیں کیونکہ وہ ایسے کام کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ان پر حد جاری کی جائے۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۷۔ج۔۱۸۔روح المعانی۔ص۔۱۶۲۔ج۔۲۸)

﴿۱۰﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا ... الخ کفار کیلئے مثال برائے عبرت : دیکھتے نہیں کہ نوح علیہ السلام کی بیوی پیغمبر کی بیوی تھی اور لوط علیہ السلام کی بیوی پیغمبر کی بیوی تھی لیکن پیغمبروں کے ساتھ انہوں نے عقیدے اور ایمان میں خیانت کی جس کی وجہ سے ظاہری نسبت کام نہیں آئی۔

نوٹ: ایک قول یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والھہ تھا اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام والعہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام "واغلہ" اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام "والھہ" تھا اور یہ دونوں کافرہ تھیں۔

(قرطبی۔ص۔۱۷۷۔ج۔۱۸)

﴿۱۱﴾ مؤمنین کی تسلی کے لیے مثال۔ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔

(روح المعانی۔ص۔۱۶۵۔ج۔۲۸۔قرطبی۔ص۔۱۷۸۔ج۔۱۸)

إِذْ قَالَتْ ... الخ حضرت آسیہ کی دعا: ۱۔۲۔ ۳، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرعون نے اپنی بیوی کے

ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑھ دی تھیں جب کیلیں گاڑھنے والے جدا ہو گئے تو فرشتوں نے اس پر سایہ کر دیا اس وقت اس نے یہ دعا کی "رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"۔ (روح المعانی۔ص۔۴۹۵۔ج۔۲۸)

﴿۱۲﴾ حضرت مریم کے فضائل:۔ا۔۲۔ :۳ "فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ...الخ "نفخ" کی نسبت اپنی طرف اس لیے کی کہ فاعل حقیقی اور مؤثر علی الاطلاق وہی ہے آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے اس کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے۔ بعض محققین نے یہاں "فروج" کے معنی چاک گریبان کے لیئے ہیں۔ اس وقت "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک نہیں پہنچنے دیا اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عصمت وعفت سے ہوگا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاکدامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے "نقي الجيب طاهر الذيل" اس سے عفیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر "فَنَفَخْنَا فِيهِ" میں ضمیر لفظ "فروج" کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تفسیر عثمانی)

ف :علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ولم يكمل من النساء الاربع۔ اسية بنت مزاحم امراة فرعون، مريم بنت عمران، خديجه بنت خويلد، فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام"۔ (روح المعانی۔ص۔۴۹۷۔ج۔۲۸)

الحمدللہ سورۃ التحریم کی تفسیر بعد نماز ظہر بتاریخ ۲۰۰۲۔۷۔۳۰ کو اختتام پذیر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الملک

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الملک ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں آمدہ لفظ ''ملك'' سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے علاوہ اس کا نام ''وافیه'' اور ''منجیه'' بھی ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۶۷۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۷۷۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۳۰۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : ''ملك'' اس لیے نام رکھا کہ یہ لفظ اس کے شروع میں ہے اور اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ اور ''منجیه'' اس لیے کہ اپنے پڑھنے والے کو دنیا کی ضلالت اور آخرت کے عذاب سے بچاتی ہیں۔

ربط آیات: گزشتہ سورۃ کے آخر میں تھا ''وَصَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ'' کہ حضرت مریم نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات میں سب سے پہلے توحید ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے یہی اعلان فرماتے ہیں ''یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ'' اس لیے اس سورۃ کا آغاز توحید سے ہو رہا ہے۔

موضوع سورۃ : مخالفین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس نظام عالم کا بادشاہ مان کر وفاداری کا ثبوت دو۔

خلاصہ سورۃ : تنبیہات مشرکین، اسباب گمراہی، اسباب رسوائی، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، تذکیرات ثلاثہ، فرائض خاتم الانبیاء، تخویفات، بشارت، تسلیات خاتم الانبیاء وغیرہ۔

فضائل سورۃ : آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں تیس آیات ہیں جنہوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہاں تک کہ وہ بخشا گیا وہ ''تَبٰرَكَ الَّذِیۡ بِیَدِهِ الۡمُلۡكُ'' ہے۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ۔ قرطبی۔ ص۔ ۱۸۱۔ ج۔ ۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا اور انہیں معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں ایک آدمی کو سنا کہ وہ ''تَبٰرَكَ الَّذِیۡ'' پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اسکو مکمل کیا اس صحابی نے آ کر آنحضرت ﷺ کو خبر دی آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ سورۃ ''مانعه'' ہے اور ''منجیه'' ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ (رواہ الترمذی۔ قرطبی۔ ص۔ ۱۸۰۔ ج۔ ۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ سورہ ملک ہر مؤمن کے دل میں ہو۔
(ذکرہ الثعلبی۔ قرطبی۔ ص۔ ۱۸۱۔ ج۔ ۱۸)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب تک سورۃ الم تنزیل (جو اکیسویں پارہ میں ہے) اور سورۃ تبارک الذی نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک (رات کو) نہیں سوتے تھے۔ (رواہ احمد والترمذی والدارمی کما فی المشکوٰۃ۔ ص۔ ۱۸۸۔ ج۔ ۱)

فَائِدَہ : یہ سورۃ رحمانیات میں سے ہے کہ بجائے اسم ذات کے اس میں اسم رحمٰن مستعمل ہے اور دیگر سورتوں کے ان میں اسم رب کا استعمال ہے ان کو ربانیات کہتے ہیں۔ (حقانی)

سُوۡرَۃُ الۡمُلۡكِ مَكِّیَّةٌ وَّ هِیَ ثَلٰثُوۡنَ | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اٰیَةً وَّ فِیۡهَا رُكُوۡعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ بِیَدِهِ الۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ

وہ بڑی ہی برکت والی ذات ہے جسکے قبضے میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۱) جس ذات نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ

وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے اعمال کون کرتا ہے اور وہ کمال قوت کا مالک بہت بخشش کرنیوالا ہے ﴿۲﴾ وہ اللہ تعالیٰ جسنے سات آسمانوں کو تہ برتہ پیدا کیا ہے

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى

رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے اندر تم کوئی تفاوت بے ضابطگی نہیں دیکھ پاؤ گے پھر نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی شگاف یا دراڑ

مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۴

نظر آتی ہے؟ ﴿۳﴾ پھر دوبارہ یعنی بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھو تمہیں کوئی دراڑ یا شگاف نظر نہیں آئیگا بلکہ تمہاری نگاہ تمہاری ہی طرف لوٹ کر آئیگی ذلیل ہو کر اس حالت میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی ﴿۴﴾

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝۵

اور البتہ تحقیق ہمنے آسمان دنیا کو چراغوں اور (ستاروں) کیساتھ زینت دی ہے اور ہمنے ان ستاروں کو شیطانوں کو مارنے والا بنایا ہے اور ہمنے ان شیاطین کیلئے دوزخ کی سزا بھی تیار کی ہے ﴿۵﴾

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا

اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے ﴿۶﴾ جب ان لوگوں کو اس دوزخ کے اندر ڈالا جائیگا تو اسکی خوفناک آواز

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ۙ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ

سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ﴿۷﴾ قریب ہے کہ غصے کی وجہ سے پھٹ پڑے جبکوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اسکے داروغے پوچھیں گے

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تھا ﴿۸﴾ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں تحقیق ہمارے پاس ڈرسنانیوالا آیا مگر ہمنے اسکو جھٹلا دیا اور ہم نے کہدیا اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں

مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ

کی تم بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو ﴿۹﴾ اور وہ کہیں گے کاش ہم سنتے یا ہم سمجھتے تو ہم دوزخ والوں

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

میں نہ ہوتے ﴿۱۰﴾ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے پس جہنم والوں کیلئے دوری ہے ﴿۱۱﴾ بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں بن دیکھے

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

ان کیلئے مغفرت ہے اور (انکے لے اللہ تعالیٰ کے ہاں) بہت بڑا اجر ہے ﴿۱۲﴾ اور تم اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کر بیشک خدا سینے کے رازوں

ع بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ۧ

کو بھی جانتا ہے ﴿۱۳﴾ کیا وہ نہیں جانے گا جس نے خود پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ بہت باریک بین ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۴﴾

خلاصہ رکوع ❶: عظمت خداوندی، موت وحیات کی خلقت، حکمت خلقت موت وحیات، اجرام علویہ کی کیفیت خلقت، نفی تفاوت، تنبیہ منکرین، تاکید تنبیہ، حکمت خلقت کواکب۔ ا۔ ۲۔ نتیجہ شیاطین، نتیجہ کفار، کفار کی رسوائی، نار جہنم کا غصہ، مشرکین کی سرزنش، مجرمین کا اقرار، مجرمین کی تکذیب، تشریح تکذیب، مجرمین کی تمنا، مجرمین کا اقرار، نتیجہ متقین، احاطہ علم باری تعالیٰ، تنبیہ۔

ماخذ آیات۔ ا تا ۱۴+

﴿۱﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْ... الخ عظمت خداوندی: اللہ تعالیٰ نے پہلی اور دوسری آیت میں اپنی برکت کا اظہار فرمایا ہے جس میں تمام انعامات خداوندی سے اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۲﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ ...الخ موت وحیات کی خلقت: اس آیت میں عالم آخرت کی تمام نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کے دن کی حیات گویا کہ پہلی آیت میں اس جہان کی بادشاہت کا ثبوت تھا اور دوسری آیت میں دوسرے جہان کی باقی بادشاہت کی طرف اشارہ ہے پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اس لیے ہر حال میں اس کی طرف ملتجی ہو جائیے اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا اور حیات کا مؤخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم وتاخیر ذاتی پر مبنی ہے اس لیے کہ دنیا کی موت اول ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔

لِيَبْلُوَكُمْ... الخ حکمت خلقت موت وحیات: سوال: "لِيَبْلُوَ" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے درست ہے حالانکہ ہر چیز کا علم ازلی اللہ تعالیٰ کو ہے اس کو آزمائش کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: علم دو قسم پر ہے ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے کا علم۔
دوم علم تفصیلی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے کے بعد کا علم اللہ تعالیٰ کے سامنے دونوں علم منکشف ہوتے ہیں مگر اس جگہ علم تفصیلی مراد ہے تاکہ بندوں پر الزام واکرام کے لیے حجت وسند ہو۔

اَحْسَنُ عَمَلًا: یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں بلکہ عمل کا اچھا اور صحیح ومقبول ہونا معتبر ہے اس لیے قیامت میں انسانوں کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا بلکہ تولہ جائے گا جس میں بعض کا ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا۔ حسن عمل کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہر وقت مستعد وتیار رہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۸۳۔ج۔۱۸)

﴿۳﴾ الَّذِيْ خَلَقَ... الخ اجرام علویہ کی کیفیت خلقت۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ: نفی تفاوت: اے نظر کرنے والے رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسانوں سے لیکر حیوانوں، نباتات وعناصر، اجرام علویہ ساتوں آسمانوں تک یکساں کاریگری کی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض چیزوں کو حکمت اور بصیرت سے بنایا اور بعض کو یوں ہی کیف ما اتفق بے سوچے سمجھے یا بے کار فضول بنا دیا ہے صرف انسان کے اعضا کا تناسب اور حسن ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے اور دیگر اشیاء مثلاً درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھو گے تو آپ بول اٹھیں گے کہ سبحان اللہ یہ بھی تیری صفت ہے "مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ" کے معنی یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار ان کی جسامت اور رنگت اور تاثیر کے کوئی فرق نہیں ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ: تنبیہ منکرین: اگر ایک بار دیکھنے میں شبہ باقی رہ جائے تو پھر دیکھ تجھ کو اس کی

صنعت میں کوئی فطور دکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فُطُوْرٍ: "فطر" کی جمع ہے اور "فطر" کا معنی دراڑ کے ہیں۔ سوال: احادیث صحیحہ وآیات قرآنیہ سے ثابت ہے کہ آسمان کے دروازے ہیں "ابواب السماء" تو فطور تو پایا گیا؟ جواب: کسی چھت یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازے کا ہونا وہ کاریگر کی صنعت اور ارادہ سے ہوتا ہے اس کو فطور نہیں کہتے بلکہ فطور اس دراڑ کو کہتے ہیں جو کاریگر کی صنعت میں نقص اور بغیر ارادے کے ہو جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے بعد بھی شبہ باقی رہ جائے۔

﴿۴﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ... الخ تاکید تنبیہ: پھر دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ۔

﴿۵﴾ حکمت خلقت کواکب۔ ❶ وَجَعَلْنٰهَا... الخ۔ ❷ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ... الخ نتیجہ شیاطین۔

چاند، سورج اور آسمان

حضرت بنوریؒ بصائر وعبر میں لکھتے ہیں کہ: قرآن وحدیث نے کہیں بھی یہ تصریح نہیں کی کہ یہ چاند سورج افلاک میں جڑے ہوئے ہیں یہ تو صرف بطلیموسی ہیئت کی پیداوار ہے کہ سبع سیارات آسمانوں میں ہیں لیکن جدید ہیئت نے اس بطلیموسی نظام کی غلط بینی ثابت کر دی ہے کہ یہ فضا میں معلق ہیں، فیثا غورث کا نظریہ بطلیموس کے خلاف تھا وہ ان سب کو فضا میں مانتے تھے اور یہ بھی کہیں نظر سے گزرا ہے کہ فیثا غورث زمین کی حرکت کے بھی قائل تھے اور کچھ بعید بھی نہیں، اس لیے کہ کہتے ہیں فیثا غورث حضرت ادریس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور ان سے ہی مستفید تھے، ہو سکتا ہے کہ وحی آسمانی کی برکت سے ان کا نظریہ صحیح ہو گیا ہو، علماء اسلام میں سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ زمین کی حرکت کے قائل تھے، قرآن حکیم کی تعبیر "ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح" کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہ تمام نجوم اور سیارے چاند وسورج آسمان دنیا کے نیچے ہیں اور اس نیلگوں آسمان کے لیے آرائش وزینت کا کام کرتے ہیں۔

آسمان اور افلاک میں فرق: یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آسمان اور ہیں اور افلاک اور شئ ہیں، نیز یہ کہ آسمان کا اطلاق ہر فوقانی چیز پر کیا جاتا ہے، جدید سائنس میں آسمانوں کی نفی کی کوئی دلیل نہیں، صرف اتنا ثابت ہے کہ یہ کرّے آسمان میں جڑے ہوئے نہیں ہیں۔ بہر حال ان مختصر اشاروں سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات کی وسعت کس قدر حیرت انگیز ہے اور آسمانوں تک تو ابھی ان کی عقل ومشاہدہ اور رصد گاہوں کی پرواز پہنچی ہی نہیں۔ پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ اربوں کھربوں تاروں میں زمین سے قریب تر چاند تھا جس کی دوری دو لاکھ اڑتیس ہزار میل بتائی جاتی ہے، اس تک پہنچنے کے لیے ڈرتے ڈرتے کھربوں روپیہ خرچ کیا، سالہا سال تک اعلیٰ ترین دماغوں نے عرق ریزی کی تب کہیں جا کر انسان چاند پر پہنچ کر کچھ ریت او رپتھر لے آیا اگر یہ رقم تمام عالم کے محتاجوں میں تقسیم کی جاتی تو شاید دنیا میں کوئی فقیر نہ رہتا۔ شاید اللہ تعالیٰ کی تکوینی مصلحت اس میں یہ ہو کہ ان کی دولت اور ان کی دماغی توانائی ان عبث وبیکار باتوں میں صرف کر دی جائے اور دنیا کو ان کے ظلم وعدوان سے بچایا جائے، اگر ان کی دماغی توانائی ان عبث وبیکار باتوں میں صرف کر دی جائے اور دنیا کو ان کے ظلم وعدوان سے بچایا جائے، اگر یہ پوری دولت اور طاقت صرف دنیا اور زمینی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی تو نہ معلوم یہ کیا کیا ستم ڈھاتے، علاوہ ازیں کہ اللہ تعالیٰ کی حجت ان کفار پر پوری ہو رہی ہے کہ اب بھی حق تعالیٰ کی عظمت، کمال قدرت، کمال، جبروت، خلاقیت، اور حیرت انگیز محیر العقول نظام پر ایمان لے آئیں کوئی معذرت قیامت کے دن ان کے پاس باقی نہ رہے: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (حٰم سجدہ۔ ۵۳)

ان آفاقی وانفسی دلائل قدرت اور تکوینی معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر حق تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ایمان نہ لائیں تو ان سے بڑھ کر بدنصیب قوم کون ہوگی؟ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ

الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (الروم۔ ۷)

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے کرہ کا جو فضا میں معلق ہے جس میں پہاڑ اور ریگستان اور غار ہی ہیں اور خود بالکل سیاہ ہے سورج کے ساتھ کیسا ربط و تناسب قائم کیا ہے کہ اس کی روشنی سے تمام عالم میں قمر کی روشنی مدو جزر اور دوسرے منافع کا اور مہینوں کے حساب کا نظام قائم فرما دیا ہے، اسی قمر سے سمندروں اور دریاؤں کے مدو جزر کا تعلق، رات کے اندھیروں میں سمندروں کے اندر کشتی بانوں اور جہاز رانوں کو اسی سے جہات معلوم ہوتی ہیں، پھلوں اور اناج کے پکنے اور لذت میں چاند کی شعاعوں کی تاثیر ہی کار فرما ہے، پھر قمری مہینہ کا پورا حساب چاند نکلنے اور بڑھنے گھٹنے کے ساتھ اور سال بارہ مہینوں کا حساب اور موسموں فصلوں کا نظام سورج کے ساتھ، کس حیرت انگیز طریق پر قائم ہے کہ جس سے ایک فلسفی، ایک دیہاتی، ایک حکیم اور ایک بدو یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ چاند کیوں بڑھتا گھٹتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی حکمت اور علت کو چھوڑو اس کے منافع پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نظام اوقات اور حج بیت اللہ کے وقت معلوم کرنے کے لیے یہ سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ آیت کریمہ: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (البقرہ۔ ۱۸۹) کا مفہوم یہی ہے، صحابہ کرامؓ کو آپ کی صحبت سے جو ایمانی قوت و بصیرت نصیب تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تخلیقی منشاء کو واضح فرما دیا کہ ان کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اور اسباب و اسرار تخلیق سے توجہ ہٹا کر مقصد تخلیق واضح فرما دیا تاکہ احکام شرعیہ کی تعمیل کریں اور حکمتوں کے درپے نہ ہوں۔

سائنسی کارنامے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سمجھنے کا ذریعہ ہیں: اسی طرح اس وقت بھی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم بخشی ہو تو اس کے لیے ان سائنسی کارناموں سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات و کمالات سمجھنے کا راستہ کھل سکتا ہے، دنیا نے ہزاروں سال محنت کی، طرح طرح کے پاپڑ بیلے، اربوں کھربوں دولت ضائع کی، قیمتی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور اس کے نتیجہ میں صرف قریب ترین کرے چاند تک رسائی حاصل کی، اب حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دیکھئے اور ان کی بلندئ مراتب کا تصور کیجئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اسباب و تدابیر، آلات و وسائل کے بغیر جب چاہا آسمانوں کی سیر کرا دی، فضائے بسیط کا سارا فاصلہ چند لمحوں میں طے کرا دیا، اور آناً فاناً تمام آسمانوں سے اوپر پہنچا دیا، رفعت انسانی کی تمام حدیں پست رہ گئیں اور ملکوت الٰہیہ کے وہ عجائبات دکھلا دیئے کہ نسل انسانی اسباب کے دائرے میں کروڑوں برس تک تحقیقات پر محنت کرے مگر ناممکن ہے کہ اس کا لاکھواں حصہ بھی حاصل کر سکے، سلیمان علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ ان کے لیے ہوا مسخر کر دی، چنانچہ ان کا ہوائی تخت محض ہوا کے دوش پر مہینوں کی مسافت صبح و شام کے چند لمحات میں طے کر لیتا تھا، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے براق کے ذریعہ برق رفتاری کا جو ریکارڈ قائم کیا گیا، کیا بجلی کی رفتار اور ایٹمی رفتار اس کی گرد کو بھی پہنچ سکتے ہیں؟

آنحضرت ﷺ وادئ عرفات میں ایک لاکھ انسانوں کے جم غفیر سے خطاب فرما رہے ہیں، تمام سامعین تک آپ کی آواز بغیر مشین کے پہنچائی جا رہی ہے، وادی منیٰ میں خدا کے آخری پیغمبر کا خطبہ ہو رہا ہے، تمام حجاج کرام جو تقریباً آٹھ مربع میل وادی میں پھیلے ہوئے اپنے اپنے خیموں میں قیام پذیر تھے آپ کی آواز بلا کم و کاست سن رہے ہیں، سنن ابی داؤد کی حدیث ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں ہم اتنی دور کی آواز اتنی آسانی سے سن رہے تھے کہ گویا آج ہماری قوت سماع بڑھا دی گئی ہے۔ نہ مائیکروفون ہے، نہ لاؤڈ اسپیکر، نہ ریڈیو اسٹیشن ہے نہ بجلی کے آلات لیکن پوری وادی میں پھیلا ہوا مجمع آپ کی آواز مبارک کی لذت اندوزی سے سرشار ہے، آج ٹیلی ویژن کی ایجاد پر دنیا محو حیرت ہے اور اسے سائنسی معجزہ کہا جاتا ہے، لیکن نبوت ٹیلی ویژن اور لاسلکی نظام کی رہین منت نہ تھی،

نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان اسباب کے بغیر عالم غیب لاکھڑا کر دیا جاتا ہے اور مسجد نبوی کی دیوار قبلہ میں جنت و دوزخ کا مشاہدہ بحالت نماز کسوف کرادیا جاتا ہے۔ آج دنیا زمین پر بیٹھ کر دوربینوں سے چاند کی سطح کا مشاہدہ کرنے پر پھولی نہیں سماتی لیکن نبوت کی آنکھ دوربینوں کی منت کشی کے بغیر خندق کھودتے ہوئے بصرہ کے محلات کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ آج آلات کے ذریعہ زمین والے چاند والوں کو ہدایت دیتے ہیں اور بڑا کرشمہ سمجھا جاتا ہے لیکن نبوت کی انگشتِ شہادت براہ راست چاند کو ہدایات جاری کرتی ہے اور دیکھنے والے چاند کی تعمیل حکم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

خیر یہ تو پیغمبرانہ معجزات ہیں آپ کے فیض صحبت سے فیض یافتہ اصحاب کرام ہی کی کرامت پر ایک نظر ڈال لیے، فاروق اعظمؓ مدینہ طیبہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ملک شام میں ایک جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں، فوجی قائد پیچھے پہاڑی کے حملے سے بے خوف ہے عین اسی وقت اسے ہدایت دیتے ہیں "یاساریہ! الجبل الجبل" (اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف کا خیال رکھو کہ اس طرف سے دشمن حملہ نہ کرے) حضرت ساریہؓ نہ صرف فاروق اعظمؓ کی گونجتی ہوئی آواز کو پوری طرح سنتے ہیں بلکہ اس کے مطابق عمل کر کے میدان جنگ کا نقشہ پلٹ دیتے ہیں، کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی اختراع اس سے زیادہ عجیب ہے؟

ہمارے استاذ محترم امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے ایک فصیح و بلیغ قصیدہ میں اس حقیقت کا پہلی بار انکشاف فرمایا ہے کہ عالم اسباب میں عقل انسانی کی اختراعات کے ذریعہ جتنی حیرت انگیز ایجادات ہوئی ہیں اور ہوں گی ان سب کا نمونہ انبیاء کرام کے معجزات میں موجود ہے، درحقیقت انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات پیش خیمہ ہیں اس بات کا کہ آئندہ چل کر نسل انسانی اسباب کے ذریعہ یہاں تک ترقی کرے گی، فرماتے ہیں:

وقد قیل ان المعجزات تقدم بما یرتقی الخلیفة فی مدیٰ

انور شاہ کشمیری اور ڈاکٹر اقبال مرحوم ۱۳۴۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کشمیر سے واپسی پر لاہور میں آسٹریلین بلڈنگ میں بطور مہمان قیام پذیر تھے، میزبان نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی دعوت دی تھی مجھے خوب یاد ہے کہ حضرتؒ نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیان فرمانا شروع کیا، ڈاکٹر صاحب انتہائی حیرت و تعجب سے ہمہ تن گوش تھے اور خوب خوب مستفید ہو رہے تھے، مجھے ارشاد فرمایا: ڈاکٹر صاحب کو میرے قصیدے کے وہ اشعار جو اس مضمون سے متعلق ہیں سناؤ اتفاق سے مجھے وہ تمام قصیدہ اس وقت محفوظ تھا میں نے سنانا شروع کر دیا، ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی تعجب سے میری طرف دیکھنے لگے۔

اصلی تسخیر کائنات: خیر کہنا یہ ہے کہ ایک معمولی کرے تک پہنچ جانا کیا اس کا نام "کائنات کی تسخیر" ہے؟ جس کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجایا جا رہا ہے۔ "کے آمدی کے پیر شدی" اصل تسخیر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کرّے کو تمام دنیا کے لیے پیغام رحمت بنایا ہے اور حیات انسانی اس کی رہین منت ہے، ان سائنسی کارناموں سے ایک مسلمان کو حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا زیادہ سے زیادہ مشاہدہ ہونا چاہیے اور اس کا ایمان قوی تر ہونا چاہیے کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا فوائد مخلوق کے لیے مقدر کیے ہیں، اگر فضا میں خلائی اسٹیشن قائم ہو جائے اور نسل انسانی کی آبادی وہاں شروع ہو جائے تو "ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار" کی تفسیر کے تحت آجائے گی۔

بہر حال ان سائنسی کارناموں سے کسی اسلامی عقیدہ پر زد نہیں آتی، یہ امریکہ، یہ روس اور یہ سائنسدان ان ہی کرّوں کی تحقیقات میں رہیں گے جو آسمان سے نیچے معلق ہیں، آسمانی دروازے ان شیاطین پر بند ہیں، اللہ تعالیٰ نے انس و جن دونوں قسم کے شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہاں تک پرواز کر سکیں، البتہ ان سائنسی کرشموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں

کار فرما تھی اور عقل انسانی اپنی کوتاہ نظری کی بنا پر اس کو محال و ممتنع سمجھتی تھی اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کر دی اور اس کا امکان ثابت ہو گیا اور ایک چھوٹے سے نمونے میں اس کا وقوع دکھلا دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خوارق و معجزات سے انکار نہ کر سکیں، تفصیلات تو بہت ہیں تاہم امید ہے کہ ان ہی اشارات سے بہت کچھ رہنمائی ہو جائے گی، مسلمانوں کے ایک صوفی شاعر حضرت فرید الدین عطارؒ نے کیا خوب کہا ہے: ع

ہست عالم ذرہ از ندرتش باز ذرہ عالمے از حکمتش

کار عالم غیر است و حیرت است حیرت اندر حیرت اندر حیرتست

﴿۶﴾ وَلِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ... الخ نتیجہ کفار۔ ﴿۷﴾ کفار کی رسوائی۔

﴿۸﴾ نار جہنم کا غصہ۔ کُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ: مشرکین کی سرزنش۔

﴿۹﴾ مجرمین کا اقرار۔ فَکَذَّبۡنَا ... الخ مجرمین کی تکذیب۔ وَقُلۡنَا: تشریح تکذیب۔ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ: اس کی تین تفسیریں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ کفار کا مقولہ ہے کہ وہ جو ہمارے پاس نذیر آئے تو ہم نے کہا کہ نہیں ہو تم مگر بڑی دور کی گمراہی میں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے کہ کفار سے کہا اے کفار! نہیں ہو تم مگر بڑی گمراہی میں کہ تم نے ہمارے پیغمبروں کی تردید کی۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ مؤمنوں کا مقولہ ہے کہ مؤمنوں کی زبانوں سے کہا جائے گا کہ اے کفار! تم تو خود گمراہی میں ہو پیغمبروں کو تم کیسے گمراہ کہتے ہو؟ اس کے بعد فرشتے کہیں گے کیا تم نے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تم کو از خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلایا جس کے سبب اس بلا میں پڑے تب کفار کہیں گے۔

﴿۱۰﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ ... الخ مجرمین کی تمنا: قیامت کے دن جب کافر دوزخ میں آگ کے شعلوں میں جل رہے ہوں گے تو اس وقت کی ان کی بات اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے۔

اہل حق کا تقلید پر استدلال

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض حضرات مفسرین کرام نے ''نسمع'' کو تقلید پر اور ''نعقل'' کو تحقیق و اجتہاد پر حمل کیا ہے کہ دونوں نجات کے ذریعے ہیں۔ (تفسیر عزیزی پارہ تبارک۔ ص۔ ۱۳۔ مطبع محمدی لاہور)

اور مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں۔

اول اور آسان یہ ہے کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سن کر مان لے یہ تقلید کا مرتبہ ہے۔ اس لیے اس کو مقدم کیا۔

دوسرا یہ ہے کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبیر کر لے یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے۔ پھر جس کو دونوں باتیں نصیب نہ ہوں اس کے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟ (تفسیر حقانی ص۔ ۱۰۔ پارہ تبارک الذی طبع دیوبند)

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں ''نسمع'' میں تقلید اور ''نعقل'' میں تحقیق کو ذکر فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ دوزخ سے بچنے کے دو طریق ہیں یا تقلید یا تحقیق ہو۔

(دعوات عبدیت جلد پنجم دوسرا وعظ طریق نجات۔ ص۔ ۷۔ مطبوعہ جمال پرنٹنگ ورکس دہلی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقلید صرف مسائل اجتہادیہ ہی میں کی جاتی ہے جو مسئلہ صراحۃً کتاب و سنت میں نہ ہو تو اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرتا ہے باقی صریح مسائل میں تقلید نہیں کی جاتی۔

ملکۂ اجتہاد وہبی ہے کسبی نہیں اور بعض اس کے اہل ہیں بعض نہیں

اس سے جہاں کتاب اللہ میں دقیق معانی کا ثبوت ہوتا ہے جنہیں غیر معمولی ہی فہم کا آدمی سمجھ سکتا ہے وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ فہم کوئی اکتسابی چیز یا فن نہیں ہے جسے محنت سے حاصل کرلیا جائے بلکہ وہ ملکہ ایک عطاء الٰہی ہے جو خاص خاص افراد امت کو عطا ہوتا ہے بعینہ اس طرح جیسے رسالت ونبوت کوئی فن نہیں کہ جس کا جی چاہے محنت کر کے نبی بن جائے چنانچہ قرآن نے رسالت کے بارے میں تو یہ ارشاد فرمایا کہ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ: اللہ ہی بہتر جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے صاحب فہم یا صاحب علم اسرار وحقائق کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' اور ہم نے انہیں (خضر علیہ السلام کو) اپنے پاس سے مخصوص علم دیا۔

غرض دونوں امور کو یعنی علم نبوت اور علم حقیقت کو اپنی طرف منسوب فرما کر اشارہ فرمایا گیا ہے کہ علم کا یہ مرتبہ اکتسابی نہیں بلکہ محض عطاء الٰہی اور موہبت ربانی ہے جس کیلئے من اللہ ہی افراد کا انتخاب فرمایا جاتا ہے چنانچہ ارشاد علوی میں ''یعطیه الله'' اور ''رجلاً'' سے اسی طرف اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ قرن اول میں جب اجتہاد وقیاس اور استنباط کا دروازہ کھلا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصوص نہ ہونے کی صورت میں اپنی رائے وقیاس پر عمل کیا تو نبی کریم ﷺ نے دین میں ہر ایک کی رائے کی تصویب وتوثیق نہیں فرمائی بلکہ بعض کے اجتہاد کو قبول فرمایا اور بعض کے اجتہاد کو رد فرمایا۔ گویا اجتہاد کا اہل اور مجتہد نہیں سمجھا کہ وہ اس فہم خاص کا وہبی درجہ نہیں رکھتے تھے جس کی رو سے شریعت میں صحیح حقیقت کو سمجھ کر استدلال کرسکیں چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون میں ایک زخم زدہ شخص کو احتلام ہوگیا ساتھیوں نے اسے غسل کرا دیا وہ غسل کرتے ہی مرگیا علم ہونے پر آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کی رائے پر ناگواری کے اظہار کے ساتھ فرمایا کہ خدا انہیں ہلاک کرے انہوں نے اسے قتل کرڈالا اور اس کیلئے تو یہ کافی تھا کہ وہ تیمم کرلیتا اور زخم پر پٹی باندھ کر مسح کرلیتا اور باقی بدن دھولیتا ان لوگوں نے بظاہر غسل جنابت کی آیت ''وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا'' کو تو معذور اور غیر معذور کے حق میں عام سمجھا اور آیت تیمم مریض ''وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى'' کو حدث اصغر کے ساتھ مخصوص سمجھ کر یہ فتویٰ دے دیا کہ اس جنبی کیلئے تیمم جائز نہیں اس لیے اسے غسل کرنے پر مجبور کیا ہے۔

کیا مثلاً عدی بن حاتم کے واقعہ میں جسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قرآنی الفاظ ''خیط ابیض'' اور ''خیط اسود'' سے سفید اور سیاہ ڈورے سمجھ کر تکیہ کے نیچے رکھ لیے اور جب تک ان کی سفیدی وسیاہی ممتاز اور ظاہر نہ ہوجاتی سحری کا کھانا کھاتے رہتے حالانکہ ان ڈوروں سے مراد رات اور دن تھے پس باوجود اہل زبان ہونے کے چونکہ قوت اجتہادیہ نہ تھی اس لیے نفس مراد قرآنی تک کے سمجھنے میں غلطی کی۔ چہ جائیکہ حقائق تک پہنچتے تو ان کی رائے اور قیاس دین میں کس طرح سند ہوسکتا تھا اس لیے حضور ﷺ برنگ مزاح ''ان وسادتك لعريض'' (تمہارا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے جس کے نیچے خیط ابیض اور اسود یعنی رات اور دن آگئے) کے جملہ سے ان کے فہم پر رد فرمایا۔

نیز پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ بعض حامل فقہ خود غیر فقیہ ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ایسے غیر فقیہ کی رائے بھی دین میں معتبر نہیں ہوسکتی پس حضور ﷺ کا بعض کے رائے وقیاس کو رد فرمادینا اس کی واضح دلیل ہے کہ نہ ہر ایک مجتہد ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کی رائے اور قیاس پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہبی طور پر فہم وذوق کا وہ خاص درجہ نہ پیدا ہوجائے جو شارع کی نظر میں متعین ہے جب صحابہ میں بھی یہ تقسیم ہوسکتی تھی تو آج تو کس طرح ممکن ہے کہ ہر شخص کا فہم معتبر اور حد اجتہاد تک پہنچا ہوا تسلیم کیا جائے۔ آج بھی یہ تقسیم لازمی ہوگی پس اسی ذوق نور اور علم خفیات واسرار کی رسائی اور تصرف کو شرعی

الفاظ میں کہیں بطن سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے حدیث "لکل آیة ظھر وبطن" میں ہے کہیں فہم سے جیسے حدیث "الا فھما یعطیه الله" میں ہے کہیں رؤیت ورائے سے جیسے حدیث "رأیت فی ذلك الذی رای عمر" میں ہے کہیں تفقہ سے جیسے حدیث "من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین" میں ہے کہیں حکمت سے جیسے آیت "ومن یؤتی الحکمة" میں ہے کہیں فرقان سے جیسے آیت "اتقوا الله یجعل لکم فرقانا" میں ہے کہیں شرح صدر سے جیسے حدیث "فشرح الله صدری للذی شرح صدر عمر" میں ہے اور کہیں انبات سے جیسے حدیث "قبلت الماء وانبتت الکلأ" میں ہے اور جامع عنوان کے ساتھ کہیں اجتہاد سے جیسے حدیث "المجتھد یخطئی ویصیب" میں تعبیر کیا گیا ہے جس پر عام عرف شریعت میں بھی اجتہاد واستنباط کا عنوان غالب اور معروف ہو گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اجتہاد ایک ملکہ اور فہم خاص کی ایک قوت اور علم کا ایک مخصوص وہبی درجہ ہے جس کی وساطت سے اس کے اہل نصوص کے دقیق اور حقی معانی اور احکام کے اسرار وعلل کو سمجھ کر ان پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور ان کے مقتضا پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ (اجتہاد اور تقلید ص۔۴۱۔تا۔۴۵۔ از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند)

اس سے واضح ہوا کہ ان دونوں امور میں کسی ایک کا حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ شدید خطرہ ہے اور اس جدید دور میں تو بہت ہی خطرہ ہے، کیونکہ ہر طرف سے آزادی ذہن کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اس جدیدیت سے اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

﴿۱۱﴾ **مجرمین کا اقرار** : کفار دنیا میں سنتے تھے اور عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجادات بھی کی مگر آخرت سے دور تھے قیامت کے دن جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کریں گے مگر کیا فائدہ؟

﴿۱۲﴾ **اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ... الخ نتیجہ متقین** : بعض کہتے کہیں غیب انسان کا قلب ہے جس کو دوسرا نہیں دیکھ سکتا اس وقت غیب سے ڈرنے کے یہ معنیٰ کہ دل سے یا دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تا کہ دل میں نور پیدا ہو۔

﴿۱۳﴾ **احاطہ علم باری تعالیٰ۔اشکال** : دوسرے مقام پر ہے "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ ...الخ اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو آپ سے بڑھ کر ہے پھر اسکے سامنے اونچی آواز سے کیوں بولتے ہیں جبکہ وہ ہر جگہ پر حاضر وناظر ہے۔

اس کا جواب یہاں سے دیا کہ اللہ تعالیٰ ان تکلفات سے پاک ہے اس کو انسانوں پر قیاس کرنا حماقت ہے اسکو ظاہر وباطن کا اور ہر قول وفعل کا علم ہے اس کے احاطۂ علمی سے کوئی چیز باہر نہیں۔

﴿۱۴﴾ **تنبیہ** : وہ تمہارے احوال وافعال کا بھی خالق ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جسنے تمہارے لیے بنائی ہے زمین تابع چلو اسکے اطراف میں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور (ایک دن) خدا کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے ﴿۱۵﴾

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ

کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ تمکو زمین میں دھنسا دے اور زمین لرزنے لگے ﴿۱۶﴾ کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے ہو اس ذات سے جو آسمانوں میں ہے

اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے پس عنقریب جان لو گے تم کہ میرا ڈرانا کیسا تھا ﴿۱۷﴾ اور البتہ تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے ہیں پھر ان پر میری گرفت

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ

کیسی ہوئی ﴿۱۸﴾ کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا۔ اپنے اوپر کیسے صف بستہ پر کھولے ہوئے ہیں اور سیکڑتے بھی ہیں ان پرندوں کو سوائے رحمان کے اور کوئی نہیں روکتا۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ

بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۹﴾ بھلا خدائے رحمان کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے کافر لوگ محض دھوکے میں

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ

پڑے ہوئے ہیں ﴿۲۰﴾ اگر خدا تعالیٰ اپنی روزی کو روک دے تو تمہیں روزی پہنچانے والا کون ہے؟ بلکہ یہ کافر لوگ اصرار کرتے ہیں سرکشی میں اور بدکنے میں

عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٢﴾

پڑے ہوئے ہیں ﴿۲۱﴾ بھلا وہ آدمی زیادہ ہدایت والا ہے جو اوندھے منہ چل رہا ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے صراط مستقیم پر ﴿۲۲﴾

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾

اے پیغمبر علیہ السلام آپ کہہ دیجئے اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمکو بنایا ہے اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکریہ ادا کرتے ہو ﴿۲۳﴾

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

آپ فرما دیجئے کہ خدا کی ذات وہ ہے جسنے تمکو زمین میں بکھیر دیا تم سب اسکی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ قیامت والا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم اپنے

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

دعوے میں سچے ہو ﴿۲۵﴾ اے پیغمبر ﷺ آپ کہہ دیجئے بیشک یہ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور تحقیق میں تو صرف کھول کر ڈر سنانیوالا ہوں ﴿۲۶﴾ پس جب وہ منکرین معاد قیامت کو اپنے قریب

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

آتے ہوئے دیکھیں گے اس دن کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائیگا یہ وہی چیز ہے جسے تم خود طلب کرتے تھے ﴿۲۷﴾ اے پیغمبر علیہ السلام

اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾

ان سے فرما دیجئے کہ فرض کرو اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا وہ ہم پر رحم کر دے تو کافروں کو عذاب الیم سے کون بچائے گا ﴿۲۸﴾

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾

اے نبی علیہ السلام ان سے کہہ دیجئے کہ وہی (اللہ تعالیٰ کی ذات) رحمان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اس پر ہمارا بھروسہ ہے پس تمہیں جلدی پتہ چل جائیگا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے ﴿۲۹﴾

۲ ع ۲ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع

اے پیغمبر علیہ السلام ان سے فرما دیجئے فرض کرو کہ وہی ذات خداوندی اس پانی کو اگر زیادہ گہرائی میں لے جائے تو کون ہے جو تمہیں صاف وشفاف پانی مہیا کرے ﴿۳۰﴾

﴿۱۵﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا کہ بلند

آواز سے کہو یا آہستہ آواز سے کہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اب آگے اس کی نعمتوں کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷: تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل، تنبیہ مشرکین، ۱، ۲، تخویف مشرکین، تذکیر بایام اللہ سے تخویف، توحید خداوندی پر عقلی جوی دلیل، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ سے ابطال شرک، سبب گمراہی، حصر الرزاقیت، فریقین کے نتائج، خالقیت باری تعالیٰ سے دلائل انفسی، خصوصیات انسان، تذکیر بآلاء اللہ، تذکیر بمابعد الموت، منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، فرائض خاتم الانبیاء، مجرمین کی رسوائی، سرزنش، خاتم الانبیاء اور مؤمنین کا مسلک، تنبیہ مشرکین، فریضہ خاتم الانبیاء سے حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ کا بیان۔ ماخذ آیات۔ ۱۵ تا ۳۰+

هُوَ الَّذِیْ ... الخ تذکیر بآلاء اللہ سے توحید خداوندی پر عقلی دلائل : ''مناکب الارض'' سے مراد زمین کے راستے اور گھاٹیاں اور کنارے اور اطراف ہیں۔ اس لیے انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے اور جوانب ہیں اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔ **وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ** ... الخ ''من'' کے لفظ سے بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا کل رزق تمہارے کھانے کیلئے نہیں جیسا کہ بعض حیوان خوروں کا نظریہ ہے کہ سور، کتا، شراب، گوہ، گوبر، سب کو چٹ کر جاؤ۔ ''فَامْشُوْا'' اور ''کُلُوْا'' دونوں امر ہیں مگر اباحت کیلئے وجوب کیلئے نہیں۔ یہاں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مردار چیزوں کا استعمال مباح ہے بلکہ وہ قطعی طور پر حرام ہیں۔

﴿۱۶﴾ **ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ** ... الخ **تنبیہ مشرکین**۔ ❶ کیا تم لوگوں کو جو آسمان میں ہے اس سے خوف نہیں رہا؟ بعض نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے یہ خیال دو وجہوں سے باطل ہے۔ ❶ آسمان حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے جب آسمان نہ تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ موجود تھا۔ ❷ اللہ تعالیٰ مکان میں ہونے سے پاک ہے ہاں احادیث صحیحہ میں جو اللہ تعالیٰ کو آسمان کے اوپر بیان کیا گیا ہے تو اس سے مراد جہت علو ہے اور آسمان مظہر تجلیات بارگاہ قدس ہے اس وجہ سے یہ خیال بھی باطل ہے۔

﴿۱۷﴾ **تنبیہ مشرکین**۔ ❷ **فَسَتَعْلَمُوْنَ** ... الخ **تخویف مشرکین** : اس کے بعد تمہیں اے اہل مکہ! جلد معلوم ہوجائے گا کہ تذیر یعنی رسل کیسا تھا سچا تھا یا جھوٹا؟ ﴿۱۸﴾ **تذکیر بایام اللہ سے تخویف**۔

﴿۱۹﴾ **اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ** ... الخ **توحید پر عقلی جوی دلیل**۔ ربط : اوپر اللہ تعالیٰ نے زمین کا ذکر کیا تھا پھر آسمان کا، اب فضا کا ذکر کرتے ہیں کہ زمین اور آسمان کے درمیان میں فضا ہے اس کی طرف بھی توجہ کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت معلوم ہو۔ **مَا یُمْسِکُهُنَّ** ... الخ **حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ**۔

﴿۲۰﴾ **مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ سے ابطال شرک**۔ **اِنِ الْکٰفِرُوْنَ** ... الخ **سبب گمراہی**۔

﴿۲۱﴾ **حصر الرزاقیت فی ذات باری تعالیٰ**: معلوم ہوا انکی عبادت محض بے وقوفی ہے۔

﴿۲۲﴾ **اَفَمَنْ یَّمْشِیْ** ... الخ **مشرکین کا نتیجہ**۔ **اَمَّنْ یَّمْشِیْ**: **موحدین کا نتیجہ**۔

﴿۲۳﴾ **قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ**: **خالقیت باری تعالیٰ سے دلائل انفسی**۔

وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ: **خصوصیات انسان** : اس آیت میں اعضا انسانی سے ان تین اعضا کا ذکر ہے جس پر علم وادراک اور شعور موقوف ہے۔ فلاسفہ نے علم وادراک کے پانچ ذریعہ بیان کئے ہیں جن کو حواس خمسہ کہا جاتا ہے یعنی سننا، دیکھنا، سونگھنا اور چکھنا، چھونا، یہاں اللہ تعالیٰ نے پانچوں چیزوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا ہے یعنی کان اور آنکھ کا وجہ یہ ہے کہ سونگھنے، چکھنے اور چھونے سے بہت کم چیزوں کا علم انسان کو حاصل ہوتا ہے اس کے معلومات کا بڑا مدار سننے اور دیکھنے پر ہے اور

ان میں بھی سننے کو مقدم کیا گیا ہے غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انسان کو اپنی عمر میں جتنی معلومات حاصل ہوتی ہیں ان میں سنی ہوئی چیزوں کے بنسبت دیکھی ہوئی چیزوں کے بدر جہا زائد ہوتی ہیں اس لیے اس جگہ حواس خمسہ میں سے صرف دو پر اکتفا کیا ہے کہ بیشتر معلومات انسانی انہی دو راہوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

تیسری چیز قلب وہ ان سب کی بنیاد اور مرکز علم ہے کانوں سے سنی ہوئی اور آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں کا علم بھی قلب پر موقوف ہے۔ بخلاف فلاسفہ کے وہ دماغ کو اس کا مرکز مانتے ہیں۔ (محصلہ معارف القرآن۔ص۔۵۲۰۔ج۔۸)

﴿۲۴﴾ تذکیر بالآء اللہ۔ وَاِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ: تذکیر بما بعد الموت۔

﴿۲۵﴾ منکرین قیامت کا شکوہ۔ ﴿۲۶﴾ جواب شکوہ۔ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ ... الخ فریضہ خاتم الانبیاء۔

﴿۲۷﴾ مجرمین کی رسوائی۔ وَقِیۡلَ: مجرمین کی سرزنش۔

﴿۲۸﴾ ازالہ شبہ : آخرت کا کفار سن کہا کرتے تھے کیا ہم پر قحط وبا وغیرہ کا عذاب آئے گا تو تم بچ جاؤ گے؟ یہ بھی ایک نامعقول گفتگو تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ ... الخ" اے نبی ان سے کہہ دے کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں یعنی ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے یا اپنی مہربانی سے بچائے جو کچھ ہو مگر تم عذاب الیم سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو؟ اپنی فکر کرو۔

﴿۲۹﴾ خاتم الانبیاء اور مؤمنین کا مسلک : ہمارا تو اس رحمٰن پر ایمان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

فَسَتَعۡلَمُوۡنَ: تنبیہ مشرکین : تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کون گمراہی میں تھا۔

﴿۳۰﴾ فریضہ خاتم الانبیاء سے حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ کا بیان : تم اس قدر محتاج ہو کہ اگر پانی خشک ہوجائے تو اس کے سوا تمہیں پانی کا گھونٹ کہیں سے نہ مل سکے یہ چیزیں کوئی تمہاری ذاتی جاگیر نہیں صرف حق تعالیٰ کا عطیہ ہے کہ اس نے پانی برسایا اور اس کو محفوظ کیا پھر تم زمین کو کھود کر باہر نکالتے ہو اگر وہ پانی گہرائی میں اتر جائے تو کوئی طاقت اس پانی کو جاری نہیں کر سکتی۔

فائدہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ استسقاء کا طریقہ ثابت ہے جس کے ذریعہ سے پانی اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جا سکتا ہے وہی گہرائی سے پانی اوپر لا سکتا ہے اور آسمان سے باران رحمت عنایت کر سکتا ہے۔

صلوٰۃ الاستسقاء کے تفصیلی احکام

عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ عَبَّاسٍ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی فِی الۡاِسۡتِسۡقَاءِ رَکۡعَتَیۡنِ کَصَلَاۃِ الۡعِیۡدِ۔ (ابوداؤد)

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے استسقاء کی نماز میں نماز عید کی طرح دو رکعتیں نماز اشراق کے بعد ادا کی ہیں۔ (ابوداؤد)

استسقاء کا مطلب : استسقاء کا لغوی معنیٰ "پانی طلب کرنے" کے ہیں اور شریعتِ مطہرہ کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خشک سالی ہو اور پانی کی ضرورت ہو تو بندوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی ظاہر کرتے ہوئے پانی اور بارش مانگنا۔

ایسے موقع پر نماز عیدین کی طرح ایک نماز مسنون ہے جسے "صلوٰۃ الاستسقاء" کہتے ہیں۔

صلوٰۃ الاستسقاء کے لیے کرنے کے کام : (۱) سب سے پہلے تمام لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اہل حق کے حقوق ادا کریں۔ (۲) اللہ رب العزت کے تقرب کے حصول کے لیے صدقہ وغیرہ کریں۔ (۳) اپنے ہمراہ صلوٰۃ الاستسقاء کے لیے

ضعیف اور چھوٹے بچوں کو بھی لے جائیں اور جاتے وقت پیدل جائیں۔(۴) صلوٰۃ الاستسقاء کی ادائیگی سے قبل غسل کریں اور منہ کی صفائی کے لیے مسواک استعمال کریں۔(۵) معمولی لباس پہنیں اور اپنے کپڑوں پر خوشبو لگائیں۔(۶) اپنے ساتھ کسی کافر کو نہ لے جائیں۔

صلوٰۃ الاستسقاء کا طریقہ: صلوٰۃ الاستسقاء کو مندرجہ ذیل طریقہ کے مطابق ادا کیا جائے۔ اذان اور اقامت کے بغیر امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے۔ قرأت جہراً کرے جیسا کہ عیدین کی نماز میں ہوتا ہے۔ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کے الفاظ کے ساتھ آواز لگائی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں ''سبح اسم ربك الأعلى'' اور دوسری رکعت میں ''هل أتاك حديث الغاشية'' پڑھے۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے۔ اور قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ رب العزت سے بارش کی دعا مانگے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔

دعا کے وقت امام اپنی چادر کو بھی الٹے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چادر چار کونوں والی ہو تو اس کو اوپر والی جانب نیچے اور نیچے والی جانب اوپر کر لے اور اگر وہ جبہ وغیرہ ہو تو اس کی دائیں جانب بائیں طرف اور بائیں جانب دائیں طرف کر دے۔

صلوٰۃ الاستسقاء سے متعلق دیگر ضروری مسائل: ● صلوٰۃ الاستسقاء کی ادائیگی کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ہاں جن اوقات میں نماز ادا کرنا منع ہے تو ایسے اوقات میں نماز ادا نہ کی جائے۔ ● صلوٰۃ الاستسقاء میں تمام لوگ شرکت کریں جو چلنے پر قادر ہوں خواہ وہ چھوٹے بچے ہوں یا بوڑھے افراد اپنے ساتھ جانوروں کو بھی لے جائیں۔ ● اگر بارش نہ ہو تو تین دن تک متواتر نماز استسقاء ادا کریں۔ تین دن کے بعد گھروں کو لوٹ آئیں۔ اگرچہ بارش نہ ہو۔ کیونکہ تین دن سے زیادہ ثابت نہیں ہے۔ ● اگر ایک مرتبہ نماز پڑھنے سے بارش ہو جائے تب بھی تین دن پورے کریں۔ ● ان تین دنوں میں روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔

ختم شد سورۃ الملک بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القلم

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ القلم ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔۶۸۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں دوسرے نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۵۲۔آیات ہیں۔اور یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ کچھ حصہ مدنی زندگی میں نازل ہوا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۵۱۔ج۔۱۸)

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء میں "وَالْقَلَمِ" فرمایا گیا یعنی قسم ہے "قلم" کی یہاں "قلم" سے مراد وہ قلم ہے جس سے تمام مخلوق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئیں ہیں۔اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ "قلم" مقرر ہوا۔اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ "ن" بھی ہے۔

ربط آیات : سورۃ الملک میں تھا کہ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے "وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ" میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔اب یہاں سے آپ کی نبوت کو بیان کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو مجنون کہتے ہیں ان کو کہنے دو اور آپ اپنا کام مضبوطی سے کریں۔

موضوع سورۃ : اگر اس دین کو خودساختہ سمجھتے ہیں تو تمہارے ہاتھ میں بھی قلم ہے ایسا قرآن لکھ کر لادو۔

خلاصہ سورۃ : مشرکین کے شبہات وجوابات، اسباب گمراہی ورسوائی، تذکیرات ثلاثہ، تخویفات، مشرکین کے ساتھ طریق مناظرہ، حضرت یونس علیہ السلام کی دعا اور اجابت دعاء تسلی خاتم الانبیاء۔

سُوۡرَۃُ الۡقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ وَّ هِیَ اِثۡنَتَانِ وَ خَمۡسُوۡنَ اٰیَۃً وَّ فِیۡهَا رُکُوۡعَانِ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ① مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ② وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ③

ن قسم ہے قلم کی اور جو کچھ قلم کیساتھ لکھتے ہیں ﴿۱﴾ (اے نبی علیہ السلام) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں ﴿۲﴾ اور بیشک آپ کیلئے بے انتہا اور کبھی نہ ختم ہونیوالا اجر ہے ﴿۳﴾

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ④ فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ ⑤ بِاَیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ⑥ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ

اور بیشک آپ بہت بڑے اخلاق پر ہیں ﴿۴﴾ آپ بھی عنقریب دیکھ لیں گے اور یہ معترضین بھی دیکھ لیں گے ﴿۵﴾ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے ﴿۶﴾ بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے

بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۪ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ⑧ وَدُّوۡا لَوۡ

جو اسکے راستے سے بھٹک گیا اور وہ خوب جانتا ہے ان لوگوں کو بھی جو ہدایت کے راستے پر چل رہے ہیں ﴿۷﴾ پس آپ ان مکذبین کی بات تسلیم نہ کریں ﴿۸﴾ یہ چاہتے ہیں کہ

تُدۡهِنُ فَیُدۡهِنُوۡنَ ⑨ وَ لَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیۡنٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیۡمٍ ⑪

آپ اپنے مشن میں ڈھیلے ہوجائیں تو وہ بھی ڈھیلے ہوجائیں ﴿۹﴾ اور بات بات پر جھوٹی قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کا کہا نہ مانیں ﴿۱۰﴾ طعنہ دینے والا چغلیاں کرنے والا ﴿۱۱﴾

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾

نیکی کے کاموں سے روکنے والا تعدی کرنے والا گنہگار ﴿۱۲﴾ اکڑ والا علاوہ ازیں (نسب میں) متہم بھی ہے ﴿۱۳﴾ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مال اور بیٹے دے رکھے ہیں؟ ﴿۱۴﴾

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ

جب اس پر ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پرانے زمانے کے قصے کہانیاں ہیں ﴿۱۵﴾ عنقریب ہم اسکی سونڈ پر داغ لگائیں گے ﴿۱۶﴾ بیشک ہمنے انکو آزمایا ہے

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾

جیسے ہمنے باغ والوں کو آزمایا جب انہوں نے قسم اٹھائی کہ ضرور باغ کے پھل کو علی الصبح کاٹیں گے ﴿۱۷﴾ اور انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا ﴿۱۸﴾

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا

پس پھر گیا اس باغ پر پھر نیوالا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوئے ہوئے تھے ﴿۱۹﴾ صبح تک ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو ﴿۲۰﴾ پس وہ صبح سویرے

مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾

ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے ﴿۲۱﴾ کہ سویرے چلو اپنی کھیتی کی طرف چلیں اگر تمہیں پھل توڑنا ہے ﴿۲۲﴾ پس وہ چلے آپس میں چپکے چپکے کہتے تھے ﴿۲۳﴾

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا

کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے ﴿۲۴﴾ وہ صبح سویرے چلے کہ (بزعم خویش) نہ دینے پر قادر ہیں۔ ﴿۲۵﴾ پس جب انہوں نے موقع پر پہنچ کر

قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾

اسکو دیکھا تو کہنے لگے ہم راستہ بھول گئے ہیں ﴿۲۶﴾ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں ﴿۲۷﴾ منجھلے بھائی نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے ﴿۲۸﴾

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

پکار اٹھے پاک ہے ہمارا رب بیشک ہم ہی تھے ظالم ﴿۲۹﴾ پھر متوجہ ہوئے بعض بعض پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے ﴿۳۰﴾ ساتھ یہ بھی کہنے لگے

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾

افسوس بیشک ہم ہی سرکشی کرنیوالے ہیں ﴿۳۱﴾ امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب اب ہمارے لیے اس سے بہتر باغ تبدیل کر دیگا کیونکہ ہم اپنے رب کی طرف راغب ہوتے ہیں ﴿۳۲﴾

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع ۱ ۳۳ ۲ وقف لازم

سزا اسی طرح ہوا کرتی ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اگر یہ لوگ سمجھ جاتے ﴿۳۳﴾

خلاصہ رکوع ❶ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، تردید منکرین رسالت، فضائل خاتم الانبیاء، ۱، ۲، تسلی خاتم الانبیاء، تخویف مشرکین، وسعت علم باری تعالیٰ، مشرکین کی عادت، فرائض خاتم الانبیاء، مشرکین کے خبائث، اسباب گمراہی، مشرکین کا شکوہ، ولید بن مغیرہ کیلئے دنیوی سزا، تنبیہ، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، اصحاب الجنہ کا مکالمہ، بے برکتی کا باعث، گرفت خداوندی، شدت

گرفت، اصحاب الجنہ کی پکار، تشریح پکار، اصحاب الجنہ کی تجویز، تشریح تجویز، بدنیت ہونے کا بیان، تشریح تجویز، اصحاب الجنہ کی پریشانی، اوسط کی تبلیغ، اصحاب الجنہ کا اقرار جرم، اصحاب الجنہ کی ملامت، اصحاب الجنہ کی امید واثق، نتیجہ دنیوی، نتیجہ اخروی۔

ماخذ آیات۔ ۱ تا ۳۳+

﴿۱﴾ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ...الخ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ : حق بات یہ ہے کہ ''نٓ'' کی مراد کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ مگر بعض عارفین نے اس حرف ''نٓ'' کو ''ناصر یا ننصر'' کا مخفف قرار دے کر یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ تسلی ہے آنحضرت ﷺ کو کہ ہم آپ کے مددگار ہیں یا ہم آپکی مدد کریں گے بعض مفسرین نے اور بھی معنی بیان کئے ہیں۔ دنیا میں علوم کے نقل اور اشاعت کا ذریعہ قلم ہے اور قلم کے ذریعے علم و معرفت کے خزانے ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک قلب سے دوسرے قلب تک منتقل کئے جاتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قلم سے مراد تقدیر الٰہی کا قلم ہو جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا پھر اس کو حکم دیا لکھ قلم نے عرض کیا اے پروردگار کیا لکھوں جواب ملا لکھ لے ہر وہ چیز جو موجود ہے اور وہ بھی جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۶۵۸۔ج۔۸)

يَسْطُرُوْنَ: سے مراد وہ لوگ ہیں جو تاریخ لکھتے ہیں۔ (قرطبی۔ص۔۱۹۷۔ج۔۱۸) اور نون سے مراد دوات ہے۔
(قرطبی۔ص۔۱۹۵۔ج۔۱۸)

مطلب یہ ہے کہ قلم سے لکھنے والا مؤرخ دوات سے سیاہی لینے والے کاغذوں پر لکھنے والے۔ آپ ﷺ کی تاریخ لکھیں گے وہ تاریخ گواہی دے گی کہ آپ رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنوں نے بھی لکھا ہے اور غیر مسلموں کی کتابوں سے بھی ثابت ہے اور ان کی تاریخ میں بھی آپ ﷺ کے اوصاف موجود ہیں۔

﴿۲﴾ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ : تردید منکرین رسالت : اس میں اشارہ ہے کہ جس ہستی پر اللہ تعالیٰ کی بے انتہا نعمتیں ہیں وہ کیسے دیوانہ اور مجنون ہو سکتا ہے؟ اس آیت کے ذیل میں تفسیر عزیزی ضرور دیکھیں۔

مواعظ ونصائح

آپ دوسروں کی بات غور سے سننے کی عادت ڈالیں : ان کی طعن و تشنیع کی طرف توجہ نہ دیں اور اگر آپ ان کی بات پر کوئی تبصرہ کرنا چاہتے ہوں تو جلدی نہ کیجئے بلکہ ان کو بات ختم کرنے دیجئے۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک واقعہ سنئے :

ضماد حکیم، اور خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داستان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی دور میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اور کفار غالب تھے، جو خود بھی آپ کی تکذیب کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے وہ آپ کو (نعوذ باللہ) کاہن، مجنون (دیوانہ) اور جادوگر کہہ کر بدنام کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں ضماد نامی ایک شخص مکہ میں آیا حکیم اور طبیب تھا، وہ دیوانوں اور جادوزدہ لوگوں کا بھی علاج کرتا تھا۔

جب یہ حکیم مکہ میں گھوما پھرا تو اس نے وہاں ان احمق کفار کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہتے سنا کہ ''دیوانہ آیا تھا''۔ ''ہم نے دیوانے کو دیکھا تھا۔'' ضماد نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ''جس شخص کے بارے میں تم بات کررہے ہو یہ کہاں ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اس کو شفاء دے دے۔''

ان لوگوں نے اس کو آپ کی جگہ بتادی۔ ضماد آپ کے پاس آیا اور آپ کے چہرہ کو غور سے دیکھا تو وہ روشن اور صحت مند نظر آیا۔

لیکن پھر بھی ضماد نے اپنے وہاں آنے کا مقصد بیان کیا اور کہنے لگا : ''اے محمد! میں ان بیماریوں کا جھاڑ پھونک سے علاج کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفا دیتا ہے تو آپ بھی آئیں میں تمہارا علاج کردوں۔''

وہ اسی طرح اپنے علاج معالجے اور تجربات کے بارے میں خاصی تفصیل سے باتیں کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ کافی دیر تک رسول اللہ ﷺ نے اس کی باتیں سنیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس کی باتیں خاموشی سے سنتے رہے؟ یہ لمبی باتیں کرنے والا شخص ایک کافر تھا جو (نعوذ باللہ) آپ کے مرض جنون کا علاج کرنے آیا تھا!

سبحان اللہ! آپ کتنے دانا اور صابر تھے کہ ایسے شخص کی باتیں صبر و سکون سے سنیں۔ آخر جب حکیم ضماد نے اپنی بات پوری کرلی تو آپ نے بڑے پرسکون انداز میں فرمایا: إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

ترجمہ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے۔ ہم اس کی حمد و تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہی میں رکھے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔''

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر ضماد چونک پڑا اور کہنے لگا : ''ذرا یہ کلمات مجھے دوبارہ سنانا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کو یہ کلمات سنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات سن کر ضماد نے کہا : ''واللہ! میں نے کاہنوں کے اقوال سنے ہیں۔ میں نے جادوگروں کی باتیں بھی سنی ہیں، میں نے شاعروں کا کلام بھی سنا ہے۔ لیکن میں نے ایسے کلمات کہیں بھی نہیں سنے۔ یہ تو سمندر کی طرح گہرے ہیں اپنا مبارک ہاتھ دیجئے، تاکہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرلوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ضماد کی طرف پھیلایا اور ضماد نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اپنے دل سے کفر کا پردہ ہٹا دیا۔ پھر ضماد نے کئی بار کلمۂ شہادت کو دہرایا۔ رسول اللہ ﷺ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ ضمادؓ کو اپنی قوم میں بڑی عزت و منزلت حاصل ہے، لہٰذا آپ نے ان سے فرمایا : ''اب تم نے اپنی قوم کے بارے میں کیا سوچا؟'' یعنی تم ان کو اسلام کی دعوت دو گے؟ ضمادؓ نے کہا ''جی ہاں! میں اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا''۔ پھر وہ ایک داعی اور رہنما بن کر اپنی قوم کی طرف روانہ ہوگئے۔ (صحیح مسلم)

ہمارا پھر یہی مشورہ ہے کہ آپ کو دوسروں کی بات کھلے دل سے سننے کی مہارت ہونی چاہیے۔ جب دوسرا کرے تو خاموشی سے سنئے، سر ہلاتے جائیے، اپنے چہرہ کے تاثرات سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیجئے، کبھی مسکرائیے اور کبھی ہونٹ ہلا کر تعجب اور خوشی کا اظہار کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ بات کرنے والا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آپ کے چہرہ کے ان تاثرات و تغیرات کا اس پر اثر پڑے گا۔ وہ مستقل آپ کی طرف نظریں جمائے رکھے گا اور اس کا دل آپ سے باتیں کرنے میں لگا رہے گا۔ ان شاء اللہ آپ کی یہ تھوڑی سی قربانی ضرور رنگ میں رنگ ڈالے گی۔

اچھے اور برے دونوں پہلو دیکھئے

ہماری عادت ہے کہ ہم ہمیشہ لوگوں کی غلطیاں دیکھتے ہیں اور بعض اوقات ان پر تنبیہ بھی کرتے ہیں، لیکن ان کے اچھے کاموں کو نہیں دیکھتے، نہ ان کا اعتراف کرتے ہیں اور نہ ایسے کاموں کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر آپ اچھے مربی بننا چاہتے ہیں تو پھر اپنے اندر تھوڑی سی تبدیلی ضرور لانی پڑے گی اور آپ اچھی گفتگو کرنے کے بھی ماہر ہوجائیں گے تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے اچھے کاموں کی شاندار الفاظ میں تعریف کریں۔

اشعری حضرات کی تعریف فیض ترجمان سے: ہمارے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری کا قبیلہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کو حفظ کرنے کا بہت اہتمام کیا کرتا تھا۔ یہ لوگ تلاوتِ کلام پاک کی کثرت اور اس کو خوش آوازی سے پڑھنے میں بہت سے صحابہؓ سے فائق تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوئے تو دیگر لوگوں کے ساتھ یہ اشعری حضرات بھی آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر اس قافلہ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور رات بھی وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی اور سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب میں رات کو قافلہ کے پڑاؤ میں گھوما تو اشعری حضرات کی تلاوتِ قرآن اور خوش آوازی سے میں پہچان گیا کہ ان کا ٹھکانہ کہاں ہے، حالانکہ دن کو میں نے نہیں دیکھا تھا کہ یہ کہاں اُترے ہیں"۔ (بخاری ومسلم)

ظاہر ہے، جب اشعری حضرات نے سب لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ تعریف کرتے سنا ہوگا تو ان کے دلوں میں نیک کام کرنے کا جذبہ اور اُبھرا ہوگا۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے گھر کے پاس سے گزرے تو ان کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنا۔ ان کی حسین آواز سن کر آپ ﷺ رک گئے اور بڑے شوق سے ان کی تلاوت سنتے رہے۔ جب صبح کو آپ کی ملاقات حضرت ابوموسیٰؓ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کاش تم کل رات مجھے دیکھتے کہ میں کتنے شوق سے تمہاری تلاوت سن رہا تھا: "واقعی تمہیں لحنِ داؤدی عطا ہوا ہے۔" حضرت ابوموسیٰؓ آپ ﷺ کے یہ تعریفی کلمات سن کر پھولے نہیں سمائے، عرض کرنے لگے: "یارسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سُن رہے ہیں تو میں اور خوش الحانی سے تلاوت کرتا"۔
(مستدرک حاکم)

جی ہاں! رسول اللہ ﷺ اپنے احساسات کو چھپاتے نہیں تھے، بلکہ جس کے بارے میں بھی کچھ محسوس ہوتا وہ اس کو بتا دیتے تھے۔ آپ کا اصول یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی غلط کام کرتے دیکھتے تو فرماتے "یہ تم نے برا کیا" اور جس کو کوئی اچھا کام کرتے دیکھتے تو فرماتے کہ "تم نے یہ بڑا اچھا کام کیا۔" آپ کی سیرت طیبہ کا ایک اور واقعہ سنئے:

عمرو بن تغلبؓ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار: حضرت عمرو بن تغلبؓ ایک عام صحابی تھے۔ وہ نہ حضرت ابوبکرؓ کی طرح علم میں ممتاز تھے، اور نہ حضرت عمرؓ کی طرح شجاعت میں مشہور تھے اور نہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرح بہترین حافظہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کا دل ایمان سے پُر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی اس صفت سے آگاہ تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس کہیں سے کچھ مال آیا۔ اس کو آپ ﷺ نے صحابہؓ میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ کے پاس جب بھی صدقات یا مالِ غنیمت یا تحفوں کی صورت میں کچھ مال آتا تھا تو آپ ﷺ اس کو بے سوچے سمجھے یا محض اپنے جذبات اور پسند کے لحاظ سے تقسیم نہیں فرماتے تھے، بلکہ اس کے لیے آپ ﷺ کے ذہن میں ایک واضح اصول ہوتا تھا جس کے مطابق آپ ﷺ اس مال کو لوگوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ اسی کے مطابق آپ کسی کو وہ مال دیتے تھے اور کسی کو نہیں دیتے تھے۔

تو اس مرتبہ بھی آپ ﷺ نے اپنے مقررہ اصول کے مطابق اس مال کو تقسیم فرمایا تو جن لوگوں کو اس میں سے مال نہیں دیا گیا تو وہ ناراض ہوئے کہ ہمیں یہ مال کیوں نہیں ملا۔

جب آپ ﷺ کو ان کی ناراضگی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے سوچا کہ قبل اس کے کہ یہ ناراضگی ان کے دل میں بس کر بڑی ہو جائے اس کو ان کے دل سے نکالنا چاہیے۔ یہ سوچ کر آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے خطاب فرمایا۔ حمد وثنا کے بعد آپ

ﷺ نے فرمایا : ''واللہ! میں مال تقسیم کرتے وقت کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا۔لیکن واضح رہے کہ جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔ دراصل میں یہ مال انہی لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں کمزوری اور بے چینی پاتا ہوں۔اور دوسرے لوگوں کو ان کی اس نیکی اور خیر کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے۔ایسے ہی لوگوں میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔''

جب حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اپنی یہ تعریف سنی تو وہ پھولے نہیں سمائے۔اس کے بعد جب بھی وہ یہ حدیث بیان فرماتے تو اس کے بعد یہ بھی کہتے تھے کہ ''بخدا! رسول اللہ ﷺ کے یہ کلمات مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔''
(صحیح بخاری)

ایک اور واقعہ سنئے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال اور خاتم الانبیاء ﷺ کا حسین جواب: ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا : ''یا رسول اللہ! قیامت کے روز لوگوں میں سے آپ کی شفاعت کی سعادت کون حاصل کرے گا؟''

حقیقتاً سوال بڑا اچھا ہے، لوگوں کے اس سوال سے اچھا ہے کہ ''قیامت کب قائم ہوگی؟'' رسول اللہ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا : ''مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے یہ سوال کوئی نہیں کرے گا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم میں حصول علم کی بہت تڑپ پائی جاتی ہے۔ ہاں، قیامت کے روز میری شفاعت کی سعادت لوگوں میں سے وہ پائے گا جس نے خلوصِ دل سے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہا ہو گا۔اب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ سنئے :

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا سوال خاتم الانبیاء ﷺ کا خوبصورت جواب: وہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔وہ عرب نہیں تھے بلکہ فارس (ایران) کی ایک بڑی شخصیت کے بیٹے تھے۔ان کے والدان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو ہمیشہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے، اس حد تک کہ ہر قسم کے خطرات سے بچانے کے لیے اپنے گھر میں ان کو مقید کر رکھا تھا، باہر نکلنے نہیں دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے دل میں ایمان کا بیج بو دیا۔

وہ موقع پا کر اپنے والد کے گھر سے نکلے اور حق کی تلاش میں ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔راستہ میں بعض لوگوں نے ان کو اغوا کر لیا اور ان کو اپنا غلام ظاہر کر کے کسی یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔اس کے بعد ان کی ایک لمبی کہانی ہے۔بالآخر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ان کی اتنی قربانیوں اور جدو جہد کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت قدر فرماتے تھے۔ایک روز آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ سورۂ جمعہ نازل ہوئی جو آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی۔ تلاوت کے دوران آپ نے اس سورت کی یہ آیت پڑھی هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

(وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے)

اس کے بعد آپ نے اس سے اگلی آیت پڑھی وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں) سے نہیں ملے ہیں۔اور وہ غالب حکمت والا ہے)۔

جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے پوچھا : ''یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں۔''
یہ سوال سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ : ''یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟'' پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر وہی سوال دہرایا کہ ''یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟''۔
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ سے کیسے مدوا کیا؛ پھر آپ حضرت سلمانؓ کی طرف مڑے اور ان پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا : اگر ایمان ثریا (ستارہ) میں بھی ہوگا تو پھر بھی یہ لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔'' (بخاری ومسلم)
شعب ابی طالب اور دانائی: رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں جب آپ کے اور قریش کے درمیان اختلاف بہت بڑھا تو قریشیوں نے باہم متحد ہو کر آپ کا اور آپ کے ہاشمی اقرباء کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے آپس میں معاہدہ کر کے ایک تحریر لکھی کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نہ کوئی چیز خریدے گا اور نہ ان کو بیچے گا اور نہ ان سے شادی بیاہ کرے گا۔ انہوں نے نبی ﷺ اور آپ کے تمام اصحاب کو بے آب وگیاہ درہ میں بند کر دیا جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں۔ وہاں آپ کے اصحاب پر بڑے سخت دن گزرے حتی کہ وہ درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے۔
بلکہ ایک روز تو ایسا ہوا کہ ایک صحابی پیشاب کرنے گئے تو وہاں ایک عجیب قسم کی آواز آئی۔ دیکھا تو وہاں اونٹ کی کھال کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو اٹھالیا اور دھو کر آگ پر سینکا۔ انگلیوں سے دبا دبا کر اس کا چورا کیا اور اس پر پانی ڈال کر دلیے کی طرح بنا دیا۔ پھر تین دن تک اسی کو کھا کر گزارا کیا۔ بنی ہاشم اور دیگر مسلمانوں پر کئی مہینے اسی طرح کی سختی کے گزرے۔ پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا (جو ان کے ساتھ ہی محبوس تھے) ''چچا جان! قریشیوں نے جو باہمی معاہدہ کی تحریر لکھی ہے اللہ کے حکم سے اس کو دیمک نے کھا لیا ہے، اس میں بس اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے (جو انہوں نے بسم اللہ کے طور پر شروع میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا تھا)۔ باقی جو ظالمانہ باتیں، بائیکاٹ کا حکم اور غلط الزامات لکھے تھے وہ سب دیمک نے کھا لیے ہیں۔''
ابوطالب بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے : کیا تمہارے رب نے یہ بات بتائی ہے؟ آپ نے فرمایا : جی ہاں! ابوطالب نے کہا : اللہ کی قسم! میں ابھی جا کر قریش کو یہ بات بتاتا ہوں۔ پھر وہ باہر نکل کر قریشیوں کے پاس گئے اور کہا : اے قریشیو! میرے بھتیجے نے بتایا ہے کہ تم نے جو ہمارے بائیکاٹ کا معاہدہ لکھا ہے اس کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ تو جاؤ اور وہ تحریر اٹھا کر لاؤ۔ اور دیکھو اگر وہ ایسا ہی ہے جیسے میرے بھتیجے نے کہا ہے تو ہمارا بائیکاٹ ختم کر دو اور اس معاہدہ کو منسوخ کر دو۔ اور اگر وہ جھوٹا نکلے تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ پھر تم اس کے ساتھ جو چاہو کرنا۔''
سب سننے والوں نے کہا : ''ٹھیک ہے۔ ہم اس پر رضامند ہیں۔'' اس بات کا انہوں نے وعدہ کر لیا۔ پھر انہوں نے جا کر اس معاہدہ کو دیکھا تو وہ اسی طرح کرم خوردہ تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ لیکن وہ اپنے وعدہ سے پھر گئے، ان کے دل میں شیطانی بڑھ گئی، اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب اسی طرح وادی میں نظر بند رہے اور قریب تھا کہ سب ہلاک ہو جائیں۔
لیکن کفار قریش میں کچھ رحم دل لوگ بھی تھے۔ مثلاً ہشام بن عمرو وہ اپنی قوم کا سربرآوردہ شخص تھا۔ وہ اپنے اونٹ پر کچھ کھانا لاد کر لاتا تھا۔ رات کا وقت ہوتا تھا۔ بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب گھاٹی میں ہوتے تھے۔ وہ جب گھاٹی کے دہانہ پر پہنچتا تھا تو اپنے اونٹ کی نکیل ہٹا دیتا تھا، اور اس کی پچھاڑی پر ضرب لگا کر آگے بڑھا دیتا تو وہ اونٹ گھاٹی میں چلا جاتا۔ اور یہ نظر بند لوگ اس پر سے کھانا اتار کر لیتے۔

کافی دن اسی طرح گزر گئے تو ہشام نے سوچا کہ ان افراد کی تعداد کافی ہے اور وہ ہر روز ان کو اس طرح کھانا نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ اس ظالمانہ معاہدہ کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کام کس طرح سرانجام دیا جائے جبکہ سب قریشیوں نے اس پر اتحاد و اتفاق کر رکھا ہے۔ آخر اس نے وہی لکڑیوں کی گٹھی کھولنے والا طریقہ اختیار کیا۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس نے یہ کام کیسے سرانجام دیا۔

پہلے تو وہ زہیر بن ابی امیہ کے پاس گیا۔ اس کی ماں عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی۔ ہشام نے اس سے کہا : زہیر! کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم مزے سے کھاؤ پیو، نئے نئے کپڑے پہنو، شادی بیاہ کرو، لیکن تمہارے ماموں اس حال میں رہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ نہ وہ کوئی چیز خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں۔ نہ ان سے کوئی رشتہ داری کر سکتا ہے۔ ان کا مکمل بائیکاٹ ہے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ لوگ ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) کے ماموں ہوتے تو وہ کبھی ان کو اس حال میں نہ چھوڑتا۔" (یہ ابوجہل مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا اور ان کے بائیکاٹ کا زبردست حامی تھا)

زہیر نے کہا : "ہشام! پھر یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں خدا کی قسم! اگر میرے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا تو میں اس معاہدہ کو توڑنے کے لیے کھڑا ہو جاتا۔" ہشام نے کہا : تمہارا ایک حامی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا : وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا : میں ہوں۔ زہیر نے کہا : اب تیسرا اور تلاش کرو۔ ہشام نے کہا : تو پھر میرا نام ظاہر نہیں ہونے دینا۔ پھر وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا جو ایک دانا شخص تھا۔ اس سے کہا : "دیکھو مطعم! کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ بنو عبد مناف کے دو قبیلے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو جائیں اور تم ان قریشیوں کے اتحاد سے چپٹے رہو؟"

مطعم نے کہا : "تو پھر میں کیا کروں؟ میں تو تنہا آدمی ہوں۔" ہشام نے کہا : میں نے تمہارا حامی تلاش کر لیا ہے۔ مطعم نے کہا : وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا : وہ میں ہوں۔ مطعم نے کہا : اب تیسرا اور تلاش کرو۔ ہشام نے کہا : وہ بھی تلاش کر لیا ہے۔ مطعم نے پوچھا : وہ کون ہے۔ ہشام نے کہا : وہ زہیر بن ابی امیہ ہے۔ مطعم نے کہا : چوتھا مزید تلاش کرو۔ ہشام نے کہا : تو پھر میرا نام مخفی رکھنا۔

اب ہشام ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس سے وہی بات کہی جو پہلے دو آدمیوں سے کہی تھی۔ تو وہ بھی آمادہ ہو گیا اور کہنے لگا : کیا تمہیں کوئی اور بھی ملا جو اس کی حمایت کر سکے؟ ہشام نے کہا : ہاں ملے ہیں۔ اس نے پوچھا : وہ کون ہیں۔ ہشام نے کہا : وہ زہیر بن ابی امیہ اور مطعم بن عدی ہیں اور میں ہوں۔ ابوالبختری نے کہا : اب پانچواں اور تلاش کرو۔

پھر ہشام زمعہ بن الاسود کے پاس گیا اور اس سے وہی بات کی اور ان کی قرابت اور ان کے حقوق کا ذکر کیا۔ اس نے بھی یہی پوچھا کہ "جس کام کے لیے تم مجھ سے کہہ رہے ہو اس کا حامی کوئی اور بھی ہے؟" ہشام نے بتایا : ہاں فلاں فلاں ہیں۔ اب یہ سب لوگ اس معاملہ پر متفق ہو گئے اور ایک رات مکہ سے اوپر کے علاقہ میں "حطم الحجون" کے پاس جمع ہو کر انہوں نے ایک دوسرے سے پکا وعدہ کر لیا کہ وہ اس بائیکاٹ والے معاہدہ کو ختم کرا کے رہیں گے۔ پھر صبح کو وہ کعبہ کے گرد ہونے والی قریش کی مجالس میں گئے جہاں یہ لوگ روزانہ جمع ہوتے تھے اور سماجی سرگرمیوں میں مصروف ہوتے تھے۔

زہیر بن ابی امیہ بھی چغہ پہن کر وہاں گیا۔ اس نے بیت اللہ کا سات دفعہ طواف کیا، پھر لوگوں کے قریب آ کر زور سے چلا کر کہا : اے اہل مکہ! کیا ہم خوب کھانے کھائیں؟ اور اچھے اچھے کپڑے پہنیں؟ اور بنو ہاشم بیچارے ہلاک ہو رہے ہوں! نہ وہ کچھ خرید سکتے ہوں! نہ بیچ سکتے ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ والی تحریر پھاڑ نہیں دی جائے گی۔"

وہیں اس مجلس میں ابوجہل بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ چیخ کر کہنے لگا : تو جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم وہ تحریر نہیں

پھاڑی جائے گی۔‘‘

اس کے بعد ہی زمعہ بن الاسود اپنی جگہ سے اٹھا اور بآواز بلند کہنے لگا: ’’بلکہ تم جھوٹے ہو اور سب سے بڑے جھوٹے ہو۔ جب یہ تحریر لکھی گئی تھی تو ہم اس وقت بھی اس سے متفق نہیں تھے۔‘‘ ابوجہل اس کا جواب دینے کے لیے اس کی طرف مڑا تو اچانک بختری کھڑے ہو کر کہنے لگا: ’’زمعہ صحیح کہتا ہے جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے ہم اس کو پسند نہیں کرتے اور نہ اس تحریر کو مانتے ہیں۔‘‘

ابوجہل بختری کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ مطعم بن عدی اپنی جگہ کھڑے ہو کر چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا: ’’تم دونوں بالکل صحیح کہتے ہو۔ اور جو اس کے خلاف کہتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ ہم اس معاہدہ سے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس سے بری الذمہ ہیں۔‘‘

پھر ہشام بن عمرو بھی کھڑا ہو گیا اور وہ انہی کی حمایت میں بولنے لگا۔ ابوجہل سخت حیران و پریشان تھا۔ وہ کچھ دیر تو کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا: ’’معلوم ہوتا ہے انہوں نے یہ معاملہ رات کو طے کیا ہے اور کسی اور جگہ ان کی باہم مشاورت ہوئی ہے۔‘‘

پھر مطعم بن عدی چل کر کعبہ کی طرف گیا جہاں اس معاہدہ کی تحریر رکھی گئی تھی۔ جب وہ اس کو پھاڑنے کے لیے اٹھانے لگا تو دیکھا کہ دیمک نے اس کو پہلے ہی کھا لیا ہے، صرف بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ کے الفاظ بچے ہیں۔

﴿۳﴾ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا ... الخ فضائل خاتم الانبیاء۔ ۱۔ یعنی دیوانگی تو درکنار آپ کا مقام عظمت تو یہ ہے کہ آپ کا اجر وثواب کبھی منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کے علوم ومعارف اور ہدایات سے تو دنیا قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی تو جو ہستی اس مقام ومرتبہ کی ہو اس کا اجر کبھی بھی منقطع نہیں ہو سکتا تو بھلا کیا کوئی عقل والا انسان ایسی ہستی کو دیوانہ اور مجنون کہہ سکتا ہے؟

﴿۴﴾۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جن اعلیٰ اخلاق وملکات پر پیدا فرمایا کیا دیوانوں میں ان اخلاق وملکات کا تصور کیا جا سکتا ہے ایک یقینی بات ہے کہ ایک دیوانے کے افعال واقوال میں ترتیب اور نظم نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کا کلام اس کے کاموں کے منطبق ہوتا ہے برخلاف آنحضرت ﷺ کے کہ آپ کی زبان مبارک قرآن ہے اور آپ کے اعمال واخلاق قرآن کریم کی خاموش تفسیر ہیں اور جس کو آپ نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ آپ کی فطرت میں داخل ہے اور جس برائی سے آپ روکتے ہیں اس سے آپ طبعاً نفرت کرتے ہیں آپ اس قدر عظیم ہیں کہ جو آپ کو دیوانہ کہتے ہیں آپ ان کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے آپ کو گھول ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ’’فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ‘‘ (کہف آیت۔ ۶) پھر شاید تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان ہلاک کر دے گا۔ تو کیا ایسا شخص جو تمام معاملات عدل واخلاق کے میزان میں پورا اترے وہ دیوانہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

﴿۵،۶﴾ فَسَتُبْصِرُ: تسلی خاتم الانبیاء: پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے۔

وَيُبْصِرُوْنَ: تخویف مشرکین: اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے۔ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ: کہ تم میں سے کس کو جنون تھا۔ اس کا تعلق آخرت سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا مطلب۔ یوں منقول ہے کہ یہ اہل باطل جو آپ کو دیوانہ بنا رہے ہیں قیامت کے دن ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہ خود ہی دیوانے تھے۔ (قرطبی۔ص۔۲۰۱۔ج۔۱۸)

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا تعلق دنیا سے ہے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عنقریب سب کے سامنے اسی دنیا میں بات آجائے گی کہ دیوانہ کون ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی بات پھیلی اور دعوت آگے بڑھی اہل عرب مسلمان ہوئے اور جو دشمن تھے جان نثار ہو گئے اور جنہیں قبول حق کی توفیق نہ ہوئی وہ ذلیل وخوار ہوئے غزوہ بدر کے واقعہ نے سب کو بتا دیا کہ دیوانہ کہنے والے ہی دیوانے تھے۔ (روح المعانی۔ص۔۴۱۔ج۔۲۹)

﴿۷﴾ وسعت علم باری تعالیٰ۔ ﴿۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ ﴿۹﴾ مشرکین کی عادت: مشرکین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ

خود تو حق کی طرف جھکتے نہیں مگر ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ داعیان حق کو دعوت دیں کہ تم اپنی دعوت چھوڑ دو اور ہمارے کفر اور گمراہی میں شریک ہو جاؤ جب اس پر قابو نہیں چلتا تو کہتے ہیں کہ اچھا آپ کچھ اپنی دعوت میں نرم پڑ جائیں ہم بھی مخالفت اور سختی میں کمی کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ کسی طرح بھی ان کے لیے نرمی اور مداہنت قبول نہ کریں۔

مواعظ ونصائح

جھوٹی ترغیبات سے بچنا: غلط ترغیبات کے باوجود اپنے اصولوں پر جمے رہنا کتنا اچھا ہوتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں آپ بہت کم ایسے لوگوں کو پائیں گے جو اپنے اصولوں پر قائم رہیں۔ انہی پر ان کا مرنا جینا ہو اور کتنی بھی ترغیبات سامنے آئیں وہ اپنے اصول نہ چھوڑیں۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ جب آپ صحیح طریقہ پر چلیں اور سیدھا راستہ اختیار کریں تو آپ سے مختلف اصول رکھنے والے لوگ آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ مثلاً آپ اگر رشوت نہیں لیں گے تو آپ کے ساتھ کام کرنے والے جو رشوت خور ہیں وہ آپ سے ناراض ہوں گے۔ آپ اگر بدکاری اور زنا سے نفرت کریں گے تو بدکار لوگ آپ سے خفا ہوں گے۔ ایک رات حضرت عمرؓ حسب معمول شہر کی گلیوں میں گشت فرما رہے تھے۔ رات کے اندھیرے میں آپ ایک گھر کے پاس سے گزرے تو وہاں سے ہنسی ٹھٹھے اور فضول سی آوازیں آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شراب کے نشہ میں مدہوش لوگوں کی آوازیں ہیں۔

آپ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس گھر کا دروازہ رات کو کھٹکھٹائیں، آپ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں ان کا اندازہ غلط نہ ہو۔ لہٰذا سوچا کہ بعد میں اس کی تحقیق کرلی جائے تو بہتر ہے۔ لہٰذا آپ نے زمین سے کوئلہ کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اس گھر کے دروازہ پر ایک نشان بنا دیا۔ اور آگے چل پڑے۔ گھر کے مالک نے اپنے دروازے پر کچھ آواز سنی تو کھول کر دیکھا۔ اس کو دروازہ پر ایک نشان بنا ہوا نظر آیا اور گلی میں دیکھا تو حضرت عمرؓ کی پیٹھ نظر آئی۔ وہ سمجھ گیا کہ کیا قصہ ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس نشان کو مٹا دیا جائے تا کہ معاملہ یہیں ختم ہو جائے۔ لیکن اس نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ کوئلہ کا ٹکڑا لے کر اپنے ہمسایوں کے دروازوں پر بھی ویسے ہی نشانات بنا دیئے۔ گویا اس نے یہ چاہا کہ دوسرے لوگوں کو بھی اگر اپنی سطح پر لے آئے تا کہ وہ بھی اسی کے جیسے نشہ کرنے والے بن جائیں۔ یہ نہیں چاہا کہ وہ خود بلند ہو کر ان شراب نہ پینے والوں کی سطح پر پہنچ جائے۔ مثل مشہور ہے کہ "زانیہ عورت چاہتی ہے کہ سب عورتیں اسی کی طرح بدکار ہو جائیں۔" ہماری زندگی میں بار ہا اس کا تجربہ ومشاہدہ ہوا ہے کہ "کوئی بیوی جو اپنے خاوند سے اکثر جھوٹ بولتی رہتی ہے اور اس کی عادی ہو جاتی ہے، جب اس کو کوئی ایسی عورت ملتی ہے جو اس کے اس فعل پر ناپسندگی کا اظہار کرتی ہے اور اس کو سچ بولنے کی ترغیب دیتی ہے تو یہ دروغ گو عورت الٹا اس کو اپنے راستہ پر لانے کی کوشش کرتی ہے اور اس سے بار بار کہتی ہے کہ "مردوں کے ساتھ یہی طریقہ ٹھیک رہتا ہے۔ بغیر جھوٹ بولے تمہارا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔"

وہ اسی طرح اس کے پیچھے لگی رہتی ہے اور جب تک اس کا سچ بولنے کا اصول ختم نہیں کرا لیتی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

اگرچہ کوئی کوئی عورت اپنے سچ بولنے کے اصول پر جمی بھی رہتی ہے۔ یہی بات ایک مالک اور افسر کے سلسلہ میں کہی جا سکتی ہے جو اپنے ملازموں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ طریقہ کاروبار کے لیے مفید ہے، اس سے لوگوں کے دل بھی خوش رہتے ہیں اور اس سے پیداوار اور آمدنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی ملاقات ایک دوسرے بداخلاق افسر ہوتی ہے جس سے اس کے ملازمین اور ماتحت لوگ ناراض رہتے ہیں تو یہ خوش اخلاق افسر سے حسد کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ

اس کارویہ بھی تبدیل کر دے۔ لہٰذا اس سے کہتا ہے کہ اس طرح نہ کرو بلکہ اس طرح برتاؤ کرو، اور کبھی نہ مسکراؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔
یا ایک دکاندار ایسا ہے جو سگریٹ نہیں بیچتا۔ وہ اس کو برا سمجھتا ہے، تو اس کا کوئی دوست آتا ہے اور اس کو سگریٹ بیچنے کی ترغیب دیتا ہے کہ اس سے تمہاری آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح مختلف طریقوں سے اس کو اپنی راہ پر لگالیتا ہے۔
ان مثالوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو بہادر بن کر اپنے اصولوں پر ڈٹ جانا چاہیے اور جب بھی کوئی غلط ترغیبات دے کر آپ کو صحیح راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرے تو باآواز بلند کہہ دینا چاہیے کہ "نہیں بھائی! میں اپنے اصول نہیں بدلوں گا۔"
ہمارے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بھی کفار نے یہی کوشش کی کہ آپ اپنے اصولوں سے ہٹ جائیں تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۔ "وہ تو چاہتے ہیں کہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔"
یعنی کافر جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے کوئی اصول نہیں ہیں جن کی وہ پابندی کریں۔ لہٰذا ان کو اپنے طریقوں سے ہٹنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ ہیں ہی بے اصولے۔ لہٰذا ہوشیار رہو کہ کہیں وہ دھوکہ دے کر تمہیں اپنے اصول چھوڑنے پر آمادہ نہ کر دیں۔
﴿۱۰،۱۱،۱۲﴾ وَلَا تُطِعْ: فریضہ خاتم الانبیاء۔ كُلَّ حَلَّافٍ: مشرکین کے خبائث۔ حضرات مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ والوں میں جو آنحضرت ﷺ کے سخت ترین دشمن تھے ان میں ایک شخص ولید بن مغیرہ بھی تھا ان آیات میں اسی کا ذکر ہے بغیر نام لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسے شخص کی اتباع نہ کیجئے۔
﴿۱۳﴾ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ: یعنی یہ جو کچھ مذکور ہے اس کے بعد یہ بھی ہے کہ وہ منقطع النسب ہے اس کا باپ معلوم نہ تھا اور یہ شخص قریشی بھی نہیں تھا مغیرہ نے اس کو اٹھارہ سال کی عمر میں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا اس لیے بعض حضرات نے "زَنِيْمٍ" کا معنی حرام زادہ کیا ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۰۵۔ج۔۱۸۔ابن کثیر۔ص۔۶۶۲۔ج۔۸۔روح المعانی۔ص۔۴۴۔ج۔۲۹۔کشاف۔ص۔۵۸۷۔ج۔۴)
سوال: جو بچہ ثابت النسب نہ ہو اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے؟ جواب: اس کے پیدا ہونے پر ملامت نہیں حرام زادوں میں افعال قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ پائے جاتے ہیں تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بنسبت ثابت النسب والوں کے کہ ان میں شرافت کم محسوس ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی فرد کو اتنی صفات ذمیمہ کے ساتھ موصوف نہیں فرمایا جتنی ولید بن مغیرہ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ﴿۱۵﴾ مشرکین کا شکوہ۔
﴿۱۶﴾ ولید بن مغیرہ کے لیے دنیوی سزا: آخرت میں جو کفر پر مرجانے کی سزا ہے وہ اپنی جگہ ہے دنیا میں اس کو یہ سزا دی کہ اسکے ناک پر غزوہ بدر کے موقع پر ایک تلوار لگی جس کی وجہ سے ناک پر زخم آ گیا اور مستقل ایک نشان بن گیا اس کی ناک بھی بڑی تھی جسے "خرطوم" سے تعبیر فرمایا ہے "خرطوم" ہاتھی کی ناک کو کہتے ہیں یہ شخص زندگی بھر اس عیب دار ناک کو لے کر پھرتا تھا اور سب کے سامنے اس کی بدصورتی ظاہر تھی۔
اس آیت اور اس سے پچھلی آیات میں حق تعالیٰ نے کفار مکہ میں سے بعض مخصوص کفار کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کی بعض مذموم خصلتیں مثلاً: بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت، طعنے دینے کا عادی، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، زیادتی کرنے والا، بدعمل، بدمزاج، نیچ ذات والا وغیرہ ذکر فرمائی ہیں۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ کے مطابق اس کا مصداق اخنس بن شریق، اسود بن عبد یغوث یا ولید بن مغیرہ تھے (جیسا کہ اوپر کی تصریح سے واضح ہے) (توضیح القرآن الشیخ تقی عثمانی ۳ ۱۷۸۲)
اور داغ لگانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ روز قیامت جب اٹھایا جائے گا تو اس کی ناک پر سیاہ داغ لگا ہو گا جس سے وہ تمام لوگوں میں الگ پہچانا جائے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سورہ رحمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ

(سورۃ الرحمن۔ آیت ۴۱)

اور دوسرے یہ کہ قیامت کے روز بطور عذاب اسے جہنم کی آگ سے ناک پر داغا جائے گا اور یہ داغ اس کی علامت بن جائے گی اور اس کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے: یَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (سورۃ آل عمران۔ آیت۔ ۱۰۶)

اور یہ آیت وَّنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا (سورۃ طٰہٰ۔ ۱۰۲) بہر حال! مجرموں کی دوسری علامت کی طرح ایک علامت آیت مذکورہ سے یہ ثابت ہوئی کہ ان کی ناک پر سیاہ داغ ہوگا۔

﴿۱۷﴾ تذکیر بایام اللہ سے مشرکین کی تخویف۔

ایک باغ کے مالکوں کا عبرت و نصیحت آمیز قصہ

آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ میں قحط مسلط فرما دیا جس کی وجہ سے انہیں شدید تکلیف کا سامنا اٹھانا پڑا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اہل مکہ کو آزمائش میں ڈالا جس طرح باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا یہ باغ کہاں تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حبشہ میں تھا۔ اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یمن میں تھا۔ (بیان القرآن)

حقیقت واقعہ: اہل کتاب میں ایک بہت مال دار و دیندار آدمی تھا اپنی زمین کی پیداوار کا بڑا حصہ فقراء و مساکین پر خرچ کیا کرتا تھا وفات کے بعد جائیداد پر اولاد کا قبضہ ہو گیا تو ان لوگوں نے باپ کی فیاضی و سخاوت کو حماقت و نادانی پر محمول کیا آپس میں یہ مشورہ کیا کہ صبح سویرے پھل توڑنے کے لیے باغ یا کھیت میں جائیں گے تا کہ فقراء و مساکین کو ہماری کھیتی کٹنے کی ہوا بھی نہ لگے ادھر بخیل مشورہ کر رہے تھے ادھر رب المساکین "اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا" کی شان انتقامی کا مظاہرہ کر رہا تھا راتوں رات ان کی سرسبز و شاداب کھیتی اور لہلہاتا ہوا باغ خدا کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے مفسرین کرام رحمہم اللہ لکھتے ہیں کہ یہ عذاب یا تو خالص آگ کا تھا یا تیز اور گرم ہوا کا تھا جسے "لو" کہتے ہیں۔

بہر حال فیصلہ خداوندی سے بے خبر یہ لوگ اپنی تیار کھیتی کاٹنے پہنچے تو معاملہ اتنا دگرگوں پایا کہ ابتدائی مرحلہ میں اپنا باغ بھی نہ پہچان سکے پھر کچھ آثار و نشانات سے باغ کا تعین ہوا تو آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ ہمارے بخل اور فقراء کی حق تلفی کا یہ کرشمہ ہے پھر کیا تھا اپنی ضلالت و گمراہی کا احساس ہوا۔ محرومی و بدقسمتی کا شکوہ کرنے لگے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے تسبیح و استغفار میں لگ گئے لیکن پاداش عمل کے طور پر جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطاء فرما دیا جس کے انگور کے خوشے اتنے بڑے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لاد کر لے جاتے تھے۔ اِذْ اَقْسَمُوْا: اصحاب الجنہ کا مکالمہ۔

﴿۱۸﴾ بے برکتی کا باعث۔ ﴿۱۹﴾ گرفت خداوندی۔ ﴿۲۰﴾ شدت گرفت۔ ﴿۲۱﴾ اصحاب الجنہ کی پکار۔ ﴿۲۲﴾ تشریح پکار۔ ﴿۲۳﴾ اصحاب الجنہ کی تجویز۔ ﴿۲۴﴾ تشریح تجویز۔

﴿۲۵﴾ اصحاب الجنہ کے بدنیت ہونے کا بیان۔ ﴿۲۹﴾ اصحاب الجنہ کا اقرار جرم۔ ﴿۳۰﴾ اصحاب الجنہ کی ملامت۔ ﴿۳۱﴾ اصحاب الجنہ کا کھلے لفظوں میں اقرار جرم۔ ﴿۳۲﴾ اصحاب الجنہ کی امید واثق۔ ﴿۳۳﴾ نتیجہ دنیوی۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ نتیجہ اخروی۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾

بیشک متقیوں کیلئے انکے رب کے پاس نعمتوں کے باغ ہیں ﴿۳۴﴾ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کے ساتھ برابر کردیں گے؟ ﴿۳۵﴾

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾

تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ﴿۳۶﴾ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو ﴿۳۷﴾ بیشک تمہارے لیے اس کتاب میں وہی کچھ ہے جو تم چاہتے ہو ﴿۳۸﴾

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُم

یا پھر کیا ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیامت تک قسمیں اٹھا رکھی ہیں کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہوگا جو تم فیصلہ کروگے ﴿۳۹﴾ آپ ان سے پوچھیں کہ

بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٤١﴾

اس کیلئے انکا کون ذمہ دار ہے ﴿۴۰﴾ کیا ان کیلئے کوئی شریک ہیں تو لائیں اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں ﴿۴۱﴾

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

جس دن کھولی جائیگی پنڈلی اور یہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے پس یہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے ﴿۴۲﴾ انکی آنکھیں پست ہونگی انکے اوپر ذلت چڑھی ہوئی ہوگی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَمَن

اور تحقیق انکو دنیا میں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ بالکل صحیح سلامت تھے ﴿۴۳﴾ پس چھوڑ دیں مجھے اور اس کو

يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ

جو اس بات کو جھٹلاتا ہے ہم انکو بتدریج عذاب کے قریب کریں گے جہاں سے انکو پتہ بھی نہیں ہوگا ﴿۴۴﴾ اور میں انکو مہلت دیتا ہوں

كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ

بیشک میری تدبیر بہت مضبوط ہے ﴿۴۵﴾ کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ یہ اس تاوان کیوجہ سے بوجھل ہو رہے ہیں ﴿۴۶﴾ کیا انکے پاس غیب ہے

فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ

پس وہ اس کو لکھتے ہیں ﴿۴۷﴾ پس اپنے رب کے حکم کیلئے صبر کریں اور مچھلی والے کی طرح نہ بن جائیں جب اس نے دعا کی تو وہ

مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾

غم سے بھرا ہوا تھا ﴿۴۸﴾ اگر اسکے رب کی نعمت اسکا تدارک نہ کرتی تو البتہ پھینک دیا جاتا اسکو چٹیل میدان میں اس حالت میں کہ وہ بدحال ہوتا ﴿۴۹﴾

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

پھر اسکے پروردگار نے اسکو برگزیدہ بنایا اور اسے صالحین میں بنایا ﴿۵۰﴾ قریب ہے کہ کافر لوگ آپ کو پھسلا دیں اپنی آنکھوں سے (گھور گھور کر) جب وہ

بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

قرآن پاک کو سنتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ بیشک یہ تو پاگل ہے ﴿۵۱﴾ اور یہ قرآن تو تمام جہان والوں کیلئے نصیحت ہے ﴿۵۲﴾

﴿۳۴﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں نافرمانوں کے لیے اجمالاً عذاب کا ذکر تھا، اب اس کے مدمقابل متقین کے لیے انعامات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ نتیجہ متقین، نتائج فریقین کا تفاوت، تنبیہ، تردید مشرکین، تشریح مضمون، نتیجہ مشرکین، تنبیہ مشرکین، تردید مشرکین، تذکیر بما بعد الموت، کیفیت یوم قیامت، سبب رسوائی، تسلی خاتم الانبیاء، عہد و پیمان، اعمال مجرمین، طریق تبلیغ، تردید مشرکین، تسلی خاتم الانبیاء، حضرت یونس علیہ السلام کی دعا، شفقت خداوندی، اجابت دعا، حضرت یونس علیہ السلام کے فضائل، مشرکین کی شدت عداوت، صداقت قرآن۔ ماخذ آیات۔ ۳۴ تا ۵۲ +

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ نتیجہ متقین۔ ﴿۳۵﴾ نتائج فریقین کا تفاوت۔ ﴿۳۶﴾ تنبیہ۔ ﴿۳۷﴾ تردید مشرکین : کیا تمہاری خواہشات کے مطابق کوئی نازل شدہ کتاب تمہارے پاس ہے۔ ﴿۳۸﴾ تشریح مضمون : کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم پسند کرتے ہو مطلب یہ ہے کہ اس میں لکھا ہو کہ تمہیں آخرت اچھی ملے گی۔

﴿۳۹﴾ عہد و پیمان : کیا اللہ تعالیٰ سے تم نے عہد و پیمان لے رکھا ہے جو چاہو گے وہی سلوک ہوگا۔ ﴿۴۰﴾ تنبیہ مشرکین : کون شخص ان کا کفیل ہے کہ ان کے ساتھ باوجود اس بے راہ روی کے اچھا سلوک ہوگا۔ ﴿۴۱﴾ تردید مشرکین۔

﴿۴۲﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ... الخ تذکیر بما بعد الموت : کشف ساق کوئی اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں ہاں البتہ اتنی بات کا سمجھ لینا کافی ہے کہ جب ساق کی تجلی ہوگی تو ایمان والے سجدہ کرلیں گے اور منافقین اور ریاکار سجدہ نہ کرسکیں گے اور ان کی کمر تختہ بن جائے گی سجدہ کرنا چاہیں گے تو گدی کے بل گر پڑیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب لوگ بالاضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے جس میں مؤمن اس پر قادر ہوں گے اور اہل نفاق اور ریاکار قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے جس کا آگے ذکر ہے یعنی کفار بھی سجدہ کرنا چاہیں گے سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

﴿۴۳﴾ کیفیت یوم قیامت: ان کی آنکھیں (شرمندگی کے مارے) جھکی ہوئی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ وَقَدْ كَانُوْا... الخ سبب رسوائی : یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے (اس طرح کہ ایمان لا کر عبادت کریں) اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر بھی تھے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایمان اور عبادت فعل اختیاری ہے پس دنیا میں امتثال امر نہ کرنے سے آج ان کو ذلت و رسوائی ہوئی) اور دوسری آیت جو نگاہ کا اوپر اٹھا رہنا آیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ گاہ غلبِ حیرت سے ویسا ہوگا اور گاہ غلب ندامت سے ایسا ہوگا۔

﴿۴۴﴾ تسلی خاتم الانبیاء و ازالہ شبہ : کفار کے اس اعتراض کا رد ہے کہ امہال عذاب کو اپنے مقبول ہونے کی دلیل سمجھتے تھے اور اس کے ضمن میں آپ کو تسلی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور مجھ پر بھروسہ کیجئے میں ان سے بدلہ اور انتقام لینے کے لیے کافی ہوں میں ان کو جہنم اور عذاب کی طرف آہستہ آہستہ اس طور پر لے جا رہا ہوں کہ ان کو اس کا علم بھی نہیں۔ ﴿۴۵﴾ اعمال مجرمین۔ ﴿۴۶﴾ طریق تبلیغ : کیا آپ ان سے مزدوری مانگتے ہیں اس لیے قرآن کو نہیں مانتے۔

﴿۴۷﴾ تردید مشرکین : کیا یہ لوگ لوح محفوظ سے براہ راست مغیبات لے لیتے ہیں۔

﴿۴۸﴾ تسلی خاتم الانبیاء : آپ صبر کریں اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح عجلت نہ کریں۔

اِذْ نَادٰی، حضرت یونس علیہ السلام کی دعا۔ ﴿۴۹﴾ شفقت خداوندی، واجابت دعا : اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو کہیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔

﴿۵۰﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ: حضرت یونس کے فضائل : اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل کیا انہیں چن لیا اور نیکو کاروں میں سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر قوم کو چھوڑ کر چلے جانے کی خطاء اجتہادی کا جو صدور ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تھا اور صالحین کاملین ہی میں ان کا درجہ رکھا تھا۔

﴿۵۱﴾ عداوت مشرکین : اور حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر آپ کی حالت کا بیان کرتے ہیں کہ کہیں آپ ان کی طرح جلدی قوم کیلئے بددعا نہ کرنا ان کی تیز نگاہوں سے غصہ میں نہ آنا بلکہ صبر واستقلال سے کام لینا کیونکہ ان کی عادت تھی جب قرآن کریم سنتے تو آپ کو تیز تیز نگاہوں سے دیکھتے پھر عین نصیحت کے وقت جو سراسر خیر خواہی کا وقت ہوتا تھا قرآن کریم چونکہ آپ کو محبوب تھا آپ کو اپنی برائی پر اتنا غصہ نہیں آتا تھا جتنا قرآن کی تحقیر سن کر آتا تھا اس لیے آپ کو صبر واستقلال کا حکم دیا گیا ہے۔ کفار آپ پر نظر بد لگانا چاہتے ہیں اور جب قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ مجنون ہے۔

﴿۵۲﴾ صداقت قرآن : حالانکہ قرآن سارے جہان والوں کے لیے نصیحت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

ختم شد سورۃ القلم بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحاقہ

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام الحاقہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ "اَلْحَآقَّةُ" سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۶۹۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۷۸۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۵۲۔ آیات ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ بالاتفاق مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے ہجرت سے پہلے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء "اَلْحَآقَّةُ" سے ہی ہوئی ہے اس کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو ہو کر رہے ایسے ہی 'حاقہ' کے معنی حق اور ثابت کے بھی ہیں یہاں اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں جزاء و سزا ہو کر رہے گی اس لیے اس سورۃ کا نام سورۃ الحاقہ ہوا۔

ربط آیات: گزشتہ سورۃ کے آخر میں آخرت و قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ... الخ اب اس سورۃ میں بھی آخرت و قیامت کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ: اعمال کی سزا دنیا و آخرت دونوں جگہ ملتی ہے۔

خلاصہ سورۃ: بعث بعد الموت، منکرین کے برے نتائج، فریقین کی کیفیت، نامہ اعمال، کیفیت آسمان و زمین دنیا کی حکومت کی بے ثباتی کا بیان، کیفیت کفار، کفار کی غذا، صداقت قرآن، وغیرہ۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ: آنحضرت ﷺ صبح کی نماز میں سورۃ الحاقہ اور اس کی مثل اور سورۃ پڑھا کرتے تھے۔ (طبرانی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ الحاقہ کی گیارہ آیات تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دجال کے فتنہ سے بچائے گا اور جس نے اس کو پڑھا قیامت کے دن سر سے پاؤں تک نور ہو گا۔ (قرطبی۔ ص۔ ۲۲۴۔ ج۔ ۱۸)

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثِنْتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے

اَلْحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾

وہ ثابت ہونیوالا واقعہ (حادثہ) ﴿۱﴾ وہ ثابت ہونیوالا واقعہ کیا ہے ﴿۲﴾ اور اے پیغمبر آپ کو کس نے بتایا کہ وہ ثابت ہونے والا واقعہ کیا ہے ﴿۳﴾ قوم ثمود اور قوم عاد نے کھٹکا دینے والی

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾

چیز کو جھٹلایا ﴿۴﴾ پس قوم ثمود کو ایک خوفناک چیخ کیساتھ ہلاک کیا گیا ﴿۵﴾ اور قوم عاد کو تند و تیز ہوا کیساتھ ہلاک کیا گیا جو کہ حد سے بڑھنے والی تھی ﴿۶﴾

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ

اللہ تعالیٰ نے ان پر تند ہوا کو مسلط کر دیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی پس تم لوگوں کو اس کے اندر پچھاڑے ہوئے دیکھو گے گویا وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کر پھینک دیے

اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ

گئے ہوں ﴿۷﴾ پس کیا آپ دیکھتے ہیں انمیں سے کسی ایک فرد کو بھی بچا ہوا ﴿۸﴾ اور فرعون اور اس سے پہلے لوگوں اور الٹی بستیوں والوں

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا

نے گناہ کئے تھے ﴿۹﴾ انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے پکڑا انکو بڑھی چڑھی ہوئی گرفت کیساتھ ﴿۱۰﴾ جب پانی میں طغیانی آ گئی تو

الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ

(اے موجودہ زمانے کے لوگو) ہمنے تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کو کشتی میں لاد دیا ﴿۱۱﴾ تا کہ تمہارے لیے یادگار بنا دیں اس واقعہ کو اور یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں ﴿۱۲﴾ پس جب صور

فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾

میں پھونکا جائے گا ایک ہی بار پھونکنا ﴿۱۳﴾ زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور انکو کوٹ دیا جائے گا ایک ہی دفعہ کوٹ دیا جانا ﴿۱۴﴾

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى

پس اسدن واقع ہو جائے گی واقع ہونے والی بات ﴿۱۵﴾ اور آسمان پھٹ جائیگا پس آسمان اسدن بہت کمزور ہوگا ﴿۱۶﴾ اور فرشتے اسکے اطراف پر ہونگے

اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا

اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ فرشتے ﴿۱۷﴾ اسدن تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی خفیہ سے خفیہ بات

تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾

پوشیدہ نہ رہے گی ﴿۱۸﴾ پس جسکو اسکا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ لوگوں سے کہتا پھرے گا میرا اعمال نامہ پڑھ لو ﴿۱۹﴾

اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾

بیشک میں تو یقین رکھتا تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے میرا حساب پیش آنیوالا ہے ﴿۲۰﴾ وہ بہت پسندیدہ زندگی کے اندر ہوگا ﴿۲۱﴾ بڑے اونچے باغ میں ہوگا ﴿۲۲﴾

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

اسکے پھل قریب ہونگے ﴿۲۳﴾ خوشگواری سے کھاؤ پیو اس وجہ سے جو تم نے بھیجا گزرے ہوئے دنوں میں ﴿۲۴﴾

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾

اور بہرحال وہ انسان جسکو اسکا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا کاش کہ میرا اعمالنامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا ﴿۲۵﴾ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾

کیا ہے ﴿۲۶﴾ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی ﴿۲۷﴾ افسوس کہ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ﴿۲۸﴾ افسوس کہ آج میرا اقتدار بھی برباد ہو گیا ﴿۲۹﴾

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾

فرمائیگا اسکو پکڑ لو اور اسکے گلے میں طوق ڈال دو ﴿۳۰﴾ پھر اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو ﴿۳۱﴾ پھر اسکو ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو ﴿۳۲﴾

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ

تحقیق وہ عظمتوں والے خدا پر ایمان نہیں رکھتا تھا ﴿۳۳﴾ اور مسکین کے کھانا کھلانے پر برانگیختہ بھی نہیں کرتا تھا ﴿۳۴﴾ پس آج اسکا یہاں کوئی دوست نہیں ﴿۳۵﴾

الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝

ع ۵

اور آج اسے غسلین زخموں کے دھوون کے سوا کھانا بھی کوئی نہیں ملیگا ﴿۳۶﴾ اسکو صرف خطا کار ہی کھائیں گے ﴿۳۷﴾

خلاصہ رکوع ❶ وقوع قیامت، شدت یوم قیامت، تذکیر بما بعد الموت، تذکیر بایام اللہ سے نظائر حاقہ۔ ۱۔ قوم ثمود اور عاد، نتیجہ قوم ثمود، نتیجہ قوم عاد، تفصیل عذاب، شدت گرفت خداوندی، تخویف مشرکین، حاقہ کی نظیر۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ تشریح خاطئہ، نتیجہ نافرمانی، داستان نوح کی حکمت، مبادی قیامت، زمین وجبال کی کیفیت، وقوع قیامت، آسمان کی کیفیت، فرشتوں کی کیفیت، حاملین عرش کی تعداد، کیفیت عدالت حساب، نتیجہ متقین، سبب کامیابی، متقین کا دار الاقامہ، تشریح عیشہ، متقین کی سرفرازی، سبب کامیابی، نتیجہ مجرمین کی تمنا، مجرمین کی بے قراری، مجرمین کی پریشانی۔ ۱۔ ۲۔ حکم خداوندی، سبب رسوائی۔ ۱۔ ۲۔ نفی شفیع قہری، مشرکین کی خوراک، مستحقین خوراک۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۳۷+

﴿۱﴾ اَلْحَاقَّةُ: وقوع قیامت: اس سے مراد یہاں قیامت ہے۔ ﴿۲﴾ شدت یوم قیامت۔

﴿۳﴾ وَمَآ اَدْرٰكَ۔۔۔ الخ تذکیر بما بعد الموت: یحیٰ بن سلام کہتے ہیں قرآن کریم میں جہاں کہیں وَمَآ اَدْرٰكَ ماضی کے صیغے سے آیا ہے آخر میں اس چیز کو آنحضرت ﷺ کو بتا دیا گیا ہے۔ اور جہاں کہیں "ما یدریك" مضارع کے صیغے سے آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے بھی پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (تفسیر حقانی)

﴿۴﴾ تذکیر بایام اللہ سے نظائر حاقہ۔ ❶ قوم ثمود اور عاد: کہ انہوں نے قیامت کی تکذیب کی۔ قارعہ: یعنی قیامت۔ کی جھٹلانا تو رسولوں اور ان کی تمام باتوں کو بھی تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دلیر بنا کر تمام اصول سعادت سے روک دیتا ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا نام لیا گیا۔ اور قیامت کو "قارعہ" اس لیے کہا کہ "قرع" کھڑ کھڑانے کو کہتے ہیں اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ دلوں کو اپنی ہول ودہشت سے ہلا دے گا اس لیے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کیلئے "القارعہ" کے لفظ سے تعبیر کیا۔ بعض کہتے ہیں "القارعہ" سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زواجر اور گناہوں سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو حضرت صالح وحضرت ہود علیہما السلام نے بیان فرمائیں تھیں دونوں کی قومیں ایک جرم میں شریک تھیں جب انہوں نے نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آ گیا۔

﴿۵﴾ نتیجہ قوم ثمود: بِالطَّاغِيَةِ: کہ قوم ثمود "طاغیہ" سے ہلاک ہوئی۔ یہ زلزلہ سے سخت اور حد سے تجاوز کرنے والی آواز تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی، بعض حضرات کہتے ہیں "طاغیہ" مصدر ہے جیسے "کاذبہ" "عاقبہ" اس وقت اس کے معنی ہوں گے کہ وہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں "طاغیہ" سے مراد وہ بدبخت شخص ہے جس نے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اور "ۃ" مذکر کے لیے بھی آجاتی ہے جیسے "نسابۃ" اور "زوایۃ" میں ہے۔

فائدہ: داستان ثمود بہ نسبت داستان عاد کے زمانہ میں قریب تھی اس لیے قوم ثمود کا پہلے ذکر کیا ہے کیونکہ زمانہ قریب کی

بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے اس کے بعد عاد کی داستان کو بیان کیا ہے جو اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔

﴿۶﴾ نتیجہ قوم عاد۔ ﴿۷﴾ تفصیل عذاب : "سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ" بعض راویات میں ہے کہ بدھ کی صبح سے یہ آندھی کا عذاب شروع ہو کر دوسرے بدھ کی شام تک رہا اسی طرح آٹھ دن اور سات راتیں عذاب رہا۔

فَتَرَى الْقَوْمَ : شدت گرفت خداوندی۔ ﴿۸﴾ تخویف مشرکین ، پھر آپ کو ان میں سے کوئی بھی باقی دکھائی دیا؟ کوئی نہیں سب مر کر رہ گئے۔ ﴿۹﴾ حاقہ کی نظیر۔ ❷ داستان فرعون۔

وَمَنْ قَبْلَهٗ ...الخ نظیر۔ ❸ وہ جو اس سے پہلے گزرے ہیں ان کی داستان حضرت نوح وابراہیم علیہم السلام کے درمیانی زمانہ میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا اس عرصہ میں بھی بہت انبیاء آئے اور ان کی امتوں پر نافرمانی کیوجہ سے بہت سی بلائیں نازل ہوئیں اور وہ غارت کردیئے گئے ان کا تفصیلی علم اللہ کو ہی ہے۔ یا "وَمَنْ قَبْلَهٗ" سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور اس کے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ ...الخ نظیر۔ ❹ یعنی الٹی ہوئی بستیاں حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو جھیل مردار کے کنارے پر آباد تھیں سدوم عامورا وغیرہ ان کی بدکاری و نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے الٹی گئیں تھیں ان سب لوگوں نے خطاء کی، گناہوں میں پڑ گئے۔

﴿۱۰﴾ تشریح خاطئہ : ان لوگوں کے دل گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہوگئے تھے اس لیے کہ اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی علیٰ ھذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اس کے بعد کے لوگوں نے۔ فَاَخَذَهُمْ : نتیجہ نافرمانی : پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مختلف گناہوں میں مبتلا کر کے غارت کیا۔

﴿۱۱﴾ حاقہ کی نظیر۔ ❺ طوفان نوح میں ہم نے تمہارے باپ دادا کو جن کی پشتوں میں تم نالائق نمک حرام تھے ہم نے کشتی پر اٹھالیا۔ ﴿۱۲﴾ داستان نوح علیہ السلام کی حکمت : تا کہ یہ ہمارا فعل آئندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے۔

﴿۱۳﴾ فَاِذَا نُفِخَ : مبادی قیامت : ربط : اوپر دنیوی حاقہ کے نظائر بیان کر کے اب آگے قیامت کے برپا ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ صور کوئی سینگ (کی شکل کی کوئی چیز) ہے جس میں قیامت کے دن پھونکا جائے گا۔ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ سے مراد یہ ہے کہ یکبارگی اچانک یہ صور کی آواز ہوگی اور ایک آواز مسلسل رہے گی یہاں تک کہ اس آواز سے سب مرجائیں گے۔ قرآن و حدیث کے نصوص سے قیامت میں صور کے دو نفخے ہونا ثابت ہیں۔ پہلے نَفْخَة کو "صعق" کہا جاتا ہے اس سے تمام آسمان والے فرشتے اور زمین پر بسنے والے فرشتے جن وانس اور عام جانور بے ہوش ہوجائیں گے پھر اسی بے ہوشی میں سب کو موت آجائے گی۔ دوسرے نَفْخَة کو نَفْخَة بعث کہا جاتا ہے جس کے معنی اٹھنے کے ہیں اس نَفْخَة سے سب مردے پھر زندہ ہو کر کھڑے ہوجائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔

﴿۱۴﴾ زمین وجبال کی کیفیت۔ ﴿۱۵﴾ وقوع قیامت۔ ﴿۱۶﴾ آسمان کی کیفیت۔

﴿۱۷﴾ وَالْمَلَكُ ...الخ فرشتوں کی کیفیت : ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس ہے۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ، حاملین عرش کی تعداد : بعض روایات حدیث میں ہے کہ قیامت سے پہلے تو یہ کام چار فرشتوں کے سپرد ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ اور چار بڑھا دیئے جائیں گے باقی رہا عرش رحمٰن کا معاملہ اس کی حقیقت حال اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ عقل انسانی اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اس بارے میں غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں سلف صالحین

صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی کیفیت وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

﴿۱۸﴾ کیفیت عدالت حساب۔ ﴿۱۹﴾ نتیجہ متقین۔ فَيَقُوْلُ ...الخ مستحقین کی خوشی۔

﴿۲۰﴾ سبب کامیابی۔ ﴿۲۱﴾ متقین کا دار الاقامہ ﴿۲۲﴾ تشریح عیشہ۔

﴿۲۴﴾ متقین کی سرفرازی۔ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ ...الخ سبب کامیابی۔

﴿۲۵﴾ نتیجہ مجرمین۔ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ ...الخ مجرمین کی تمنا۔ ﴿۲۷﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ : مجرمین کی بے قراری : ''يٰلَيْتَهَا'' کی ضمیر راجع بسوئے موت ہے معنیٰ یہ ہے کہ کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی (پھر دوبارہ نہ اٹھنا ہوتا)۔

﴿۲۸،۲۹﴾ مجرمین کی پریشانی۔ ❶ میرا مال بھی میرے کام نہ آیا۔ ۲۔ میری حکومت بھی جاتی رہی۔

﴿۳۰ تا ۳۲﴾ حکم خداوندی برائے کفار۔ ﴿۳۳﴾ اِنَّهٗ كَانَ: سبب رسوائی: یہاں سے یہ بحث ہے کہ کفار پہلے اصول کے مکلف ہیں وہ مان جائیں تو پھر فروع کے مکلف ہیں یا بیک وقت فروع اور اصول دونوں کے مکلف ہیں؟ ایک طبقہ کہتا ہے کہ کفار بیک وقت فروع اور اصول دونوں کے مکلف ہیں یہ حضرات اپنی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ''اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ'' جبکہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ کفار پہلے اصول کے مکلف ہیں وہ مان جائیں تو پھر فروع کے مکلف ہیں یہ حضرات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو مسلم میں ہے اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اے معاذ رضی اللہ عنہ تو جا اہل یمن کے پاس اور انکو دعوت دے ''شهادة ان لا اله الا الله وانى رسول الله'' (ص۔۳۶۔ج۔۱) اگر وہ مان جائیں تو ان سے کہہ پانچ نمازیں ہیں روزے ہیں حج ہے۔

﴿۳۴﴾ سبب رسوائی۔ ❷ ﴿۳۵﴾ نفی شفیع قہری۔ ﴿۳۶﴾ مِنْ غِسْلِيْنٍ : مشرکین کی خوراک: تفسیر یہ ہے کہ ''غِسْلِيْنٍ'' ایک جھاڑی ہے جیسے زقوم ایک جھاڑی ہے جہنمی اسے کھائیں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ زخم سے پیپ اور خون جو دھوتے وقت نکلتا ہے اس دھون کو ''غِسْلِيْنٍ'' کہتے ہیں۔ ﴿۳۷﴾ مستحقین خوراک۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ

پس قسم ہے مجھے ان چیزوں کی جنکو تم دیکھتے ہو ﴿۳۸﴾ اور ان چیزوں کی جنکو تم نہیں دیکھتے ﴿۳۹﴾ بیشک یہ قرآن پاک البتہ ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے۔ ﴿۴۰﴾ اور یہ کسی

شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ

شاعر کا کلام نہیں ہے بہت کم ہی تم ایمان لاتے ہو ﴿۴۱﴾ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے بہت ہی کم تم نصیحت پکڑتے ہو ﴿۴۲﴾ یہ تو پروردگار عالم کی طرف سے

رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾

نازل کردہ ہے ﴿۴۳﴾ اور اگر یہ رسول ہمارے ذمہ کوئی بات جھوٹ بنا کر لائے ﴿۴۴﴾ تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے قوت سے پکڑتے ﴿۴۵﴾

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر اسکی رگ گردن کاٹ ڈالتے ﴿۴۶﴾ اور پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو گرفت سے روکنے والا نہ ہوتا ﴿۴۷﴾ اور تحقیق یہ قرآن تو

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

متقیوں کیلئے نصیحت ہے ﴿۴۸﴾ اور بیشک ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے جھٹلانے والے بھی ہیں ﴿۴۹﴾ اور یہ قرآن پاک کافروں پر بڑے افسوس کا باعث ہوگا ﴿۵۰﴾

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

اور بیشک یہ قرآن پاک سراسر حق اور یقینی بات ہے ﴿۵۱﴾ پس آپ اپنے عظمتوں والے رب کے نام کی تسبیح بیان کریں ﴿۵۲﴾

ع ۲ | ۱۵ | ۶

﴿۳۸﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ: ربط آیات: اوپر قیامت کا ذکر تھا اب یہاں سے اثبات نبوت خاتم الانبیاء کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ قدرت باری تعالیٰ، اثبات رسالت، تردید منکرین رسالت، تردید منکرین رسالت، صداقت قرآن، رسالت خاتم الانبیاء پر ازالہ شبہ، فضیلت قرآن، حصر علم غیب فی ذات باری تعالیٰ، ازلی مکذبین کی حسرت، تردید منکرین قیامت وقرآن، فرائض خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۳۸ تا ۵۲ +

فَلَآ اُقْسِمُ ... الخ (قسم) **قدرت باری تعالیٰ** : "لا" قسم پر داخل ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "بِمَا تُبْصِرُوْنَ" سے مراد عالم شہادت محسوسات آسمان وزمین وغیرہ اور "مَا لَا تُبْصِرُوْنَ" عالم غیب روحانیت وعالم جن وملائکہ ہیں اب دونوں کو ملا کر سب چیزیں آگئیں خالق ومخلوق دنیا وآخرت، اجسام وارواح، انس وجن نعماء ظاہریہ وباطنیہ۔

اور بعض کہتے ہیں "بِمَا تُبْصِرُوْنَ" سے مراد واقعات گزشتہ ہیں کہ جن کے آثار اب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں "وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ" سے مراد قیامت کا واقعہ جو نظروں سے غائب ہے۔ بعض کہتے ہیں "بِمَا تُبْصِرُوْنَ" سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں جو کفار کے سامنے تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ "مَا لَا تُبْصِرُوْنَ" سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام جو ان کو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن کریم کے لانے کے بھی یہی دو واسطے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محترم تھے اس لیے ان کی قسم کھا کر یہ بیان فرماتا ہے۔

﴿۴۰﴾ (جواب قسم) **اثبات رسالت خاتم الانبیاء** : اس آیت میں "رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ" سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں کیونکہ کافر آپ کو کاہن اور شاعر کہتے تھے نہ کہ حضرت جبرائیل کو البتہ سورۃ تکویر میں "رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ" سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اس لیے کہ اس کے بعد ہے "وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ" کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ کہ شیطان رجیم کا اسی طرح یہاں فرمایا ہے۔ "وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ" کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ابوجہل کہتا تھا۔

﴿۴۱﴾ تردید منکرین رسالت۔ ﴿۴۲﴾ تردید منکرین رسالت۔

﴿۴۳﴾ **صداقت قرآن** : اشکال: جب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے پھر حضرت محمد ﷺ اور حضرت جبرائیل کا کلام کیوں کہا گیا ہے؟ جواب: قرآن کریم دراصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت ﷺ تک لانے میں حضرت جبرائیل واسطہ ہیں اس لیے ان کا کلام کہا گیا ہے اور وہی اپنی زبان سے آنحضرت ﷺ کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اپنی زبان مبارک سے امت کو سناتے ہیں اس لیے آنحضرت ﷺ کا کلام کہہ دینا بھی بیجا نہیں۔

﴿۴۴﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ: **رسالت خاتم الانبیاء پر ازالہ شبہ** : احد، واحد اور جمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ان آیات میں آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کو سچا ثابت فرمایا ہے اور منکرین رسالت کے شبہ کا جواب دیا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو دعویٰ نبوت کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول اور نبی ہوں اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہے اگر یہ ہماری طرف کچھ جھوٹی باتیں منسوب

کردیتا یعنی نبوت کا جھوٹا دعویدار ہوتا اور ہماری طرف ایسی ایسی بات کی نسبت کردیتا جو ہماری طرف سے نازل نہیں کی گئی تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور اس کو موت دے دیتے جب اس کو ہم سزا دیتے تو اس کو تم میں سے کوئی شخص بچا نہیں سکتا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا نبوت پر استدلال

غلام احمد قادیانی اس آیت سے استدلال کرتا ہے کہ اگر میں بھی "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ" کے مطابق اللہ تعالیٰ پر الزام لگانے اور بہتان باندھنے والا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہئے تھی جبکہ مجھے سزا نہیں ملی تو مجھے سزا کا نہ ملنا میری نبوت کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔

پہلا جواب: یہ ہے کہ مذکورہ ارشاد خداوندی انبیاء صادقین کے بارے میں ہے کذابین کے متعلق نہیں کذاب اور مفتری کو تو ڈھیل دی جاتی ہے اس لیے اس کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے پہلے صریح لفظوں میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا دجل اور فریب کرتا رہا جب ۱۹۰۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو چھ سال بعد ہیضہ میں مبتلا ہوا اور بیت الخلاء میں مر گیا۔

تیسرا جواب: اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی بدبخت اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان باندھے اس کا ہلاک و برباد کیا جانا ضروری ہے کیونکہ دنیا میں کروڑوں مفتری علی اللہ موجود ہیں مگر حق تعالیٰ شانہ نے انہیں ہلاک نہیں کیا بلکہ ان آیات میں تو وعید کا بیان ہے لہٰذا ان آیات سے مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنی نبوت پر استدلال کرنا سراسر باطل اور تحریف قرآن کریم ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں کے شرور سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

﴿۴۸﴾ **فضلیت قرآن** : یہ قرآن کریم پرہیزگاروں اور خداترس لوگوں کیلئے نصیحت و پند ہے اس میں کہانت اور شاعری کہاں ہے؟ ﴿۴۹﴾ **حصر علم الغیب** : اے قریش اتم میں بعض تو ازلی مکذب ہیں جو اس قرآن پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے ان کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ ﴿۵۰﴾ **ازلی مکذبین کی حسرت** : بلکہ وہ ان کیلئے حسرۃ و افسوس کا باعث ہے دنیا میں غلبہ و شوکت اسلام کے وقت آخرت میں عذاب کے وقت کہ ہائے ہم نے اس کو کیوں نہ مانا۔

﴿۵۱﴾ **تردید منکرین قیامت و قرآن** : اور کہیں گے قرآن اور قیامت تو سراپا یقین کرنے کے قابل تھا۔

﴿۵۲﴾ **فرائض خاتم الانبیاء** : توحید، رسالت، قیامت، کو پورا کر کے کلام کو اپنے تسبیح و تقدیس کرنے پر تمام کیا ہے کہ آپ اپنے رب کی پاکی بیان کریں جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا بندوں کی بہتری کیلئے۔

ختم شد سورۃ الحاقۃ بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المعارج

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المعارج ہے جو اس سورۃ کی تیسری آیت میں موجود لفظ ''معارج'' سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۷۰۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۷۹۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۴۴۔ آیات۔ ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ بالاتفاق مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : ''معارج'' معراج'' کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ہیں درجات (زینہ) سیڑھیاں مگر یہاں مراد ہے آسمان جو ایک کے اوپر ایک ہے اور اس پر فرشتے چڑھتے اترتے ہیں اسی لفظ ''معارج'' کو سورۃ کا نام بطور علامت کے قرار دیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ ﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ﴾ اب اس سورۃ میں اسی قیامت کی تفصیل و تاکید ہے کہ وہ ایسا دن ہے کہ جس کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے۔ کما قال تعالیٰ ﴿مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ﴾ ...الخ

موضوع سورۃ : تشریح یوم المجازات۔

خلاصہ سورۃ : حاقہ کی تفصیل تاکید اور مستحقین جہنم کے اوصاف، مستحقین جنت کے اوصاف وغیرہ۔ واللہ اعلم

(۷۰) سُوۡرَةُ الۡمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹) ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴾ وَاَرۡبَعٌ وَّاَرۡبَعُوۡنَ اٰيَةً وَّفِيۡهَا رُكُوۡعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ﴿۱﴾ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌۙ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِؕ ﴿۳﴾

مانگا ہے ایک مانگنے والے نے ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہے ﴿۱﴾ کافروں پر۔ اسکا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے ﴿۲﴾ وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سیڑھیوں والا ہے ﴿۳﴾

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍۚ ﴿۴﴾

عروج کریں گے فرشتے اور جبرائیل امین اس کی طرف ایک دن میں جسکی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے ﴿۴﴾ پس آپ

فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًاۙ ﴿۶﴾ وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًاؕ ﴿۷﴾ يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِۙ ﴿۸﴾

اچھا صبر کریں ﴿۵﴾ بیشک یہ لوگ اسے بعید خیال کرتے ہیں ﴿۶﴾ اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں ﴿۷﴾ جسدن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائیگا ﴿۸﴾

وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِۙ ﴿۹﴾ وَلَا يَسۡـئَلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًاۖۚ ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ

اور پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے ﴿۹﴾ اور اسدن کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا ﴿۱۰﴾ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے مجرم خواہش کریگا کہ

لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۢ بِبَنِيۡهِۙ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيۡهِۙ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـئْوِيۡهِۙ ﴿۱۳﴾

کاش وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کیلئے اپنے بیٹوں کا فدیہ دیدے ﴿۱۱﴾ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو ﴿۱۲﴾ اور اپنے اس قبیلہ کو جو اسکو پناہ دیتا تھا ﴿۱۳﴾

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ

اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی فدیہ میں پیش کردے پھر اپنے آپکو بچالے ﴿۱۴﴾ ہرگز ایسا نہیں ہوگا بیشک وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے ﴿۱۵﴾ کھینچنے والی ہے کلیجہ کو ﴿۱۶﴾ دوزخ ان لوگوں کو پکارے گی

أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

جنہوں نے پشت پھیری اور روگردانی کی ﴿۱۷﴾ جسنے مال جمع کیا اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا ﴿۱۸﴾ بیشک انسان جی کا کچا پیدا کیا گیا ہے ﴿۱۹﴾ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بے صبرا

جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾

ہوجاتا ہے ﴿۲۰﴾ اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے ﴿۲۱﴾ مگر نمازی ﴿۲۲﴾ جو اپنی نماز میں مداومت کرتے ہیں ﴿۲۳﴾

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ

اور وہ لوگ جنکے مالوں میں حق مقرر ہے ﴿۲۴﴾ سائل کا اور محروم کا ﴿۲۵﴾ اور جو لوگ قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں ﴿۲۶﴾

الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں ﴿۲۷﴾ بیشک انکے رب کا عذاب بے فکر ہونے کی چیز نہیں ہے ﴿۲۸﴾

غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ

اور وہ لوگ جو اپنے شہوت کے مقامات کی حفاظت کرنیوالے ہیں ﴿۲۹﴾ سوائے اپنی بیویوں کے یا جنکے مالک ہیں انکے داہنے ہاتھ (لونڈیاں)

أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾

تو ان پر کوئی ملامت نہیں ﴿۳۰﴾ پس جو شخص ان کے علاوہ کوئی راستہ تلاش کرے تو یہ لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ﴿۳۱﴾

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرنے والے ہیں ﴿۳۲﴾ اور وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہنے والے ہیں ﴿۳۳﴾

ع ۵/۷ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿۳۴﴾ یہ لوگ بہشتوں میں ہونگے باعزت ﴿۳۵﴾

خلاصہ رکوع ❶ منکرین قیامت کا شکوہ، شدت عذاب، مقدار یوم قیامت، فرائض وتسلی خاتم الانبیاء، منکرین قیامت کا شکوہ، قرب قیامت، آسمان کی کیفیت، پہاڑوں کی کیفیت، نفی شفیع تھری، مجرمین کی تمنا، عدم قبولیت فدیہ، تنبیہ، شدت نار جہنم، کیفیت نار، مستحقین جہنم کے اوصاف، انسان کی جہلت، تشریح ھلوع، متقین کے اوصاف، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، تجاوز کرنے والوں کا نتیجہ، نتیجہ متقین۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۳۵+۲+

﴿۱﴾ منکرین قیامت کا شکوہ: شان نزول : نضر بن حارث جو ایک بڑا مشرک اور مکہ معظمہ میں اسلام کا اور مسلمانوں کا

بہت بڑا دشمن تھا اس نے بارگاہ رب العزت میں یوں دعا کی اے اللہ! یہ دین جو محمد (ﷺ) لے آئے ہیں اگر یہ سچا ہے جسے ہم قبول نہیں کرتے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے یا ہم پر دردناک عذاب آجائے۔ روح المعانی میں امام نسائی سے یہ روایت نقل کی ہے مذکورہ بالا دعا ابوجہل نے کی تھی یہ ابتدائی آیات اسکے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

﴿۲،۳﴾ شدت عذاب: اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا وہ عذاب واقع ہوگا اس میں آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی بھی ہے کہ وہ عذاب ضرور ہو کر رہے گا خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں دنیا میں جیسے قحط آیا اور بدر میں مارے گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے آخرت کے عذاب کا ذکر اگلی آیت میں موجود ہے۔

﴿۴﴾ مقدار یوم قیامت: حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ایمان دار آدمی کو وہ (اتنا لمبا) دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک فرض نماز ادا کرتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ص۔۹۲۹۔ادارۃ تالیفات اشرفیہ) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "ذِي الْمَعَارِجِ" کے بعد "تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ" میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان فرمائی ہے اور "فِيْ يَوْمٍ" متعلق ہے محذوف سے اور مطلب یہ ہے کہ سائل نے جس عذاب کا سوال کیا وہ عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس سے قیامت کا دن مراد ہے صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے: "حَيْثُ قَالَ فِيْ يَوْمٍ مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَيْ يَقَعُ الْعَذَابُ بِهِمْ فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" اس میں جو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو عذاب مانگا تھا وہ تو غزوہ بدر میں آچکا پھر لفظ "فِيْ يَوْمٍ" کو "يقع" کے ساتھ کیوں متعلق کیا جا رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے معارض نہیں ہے دنیا میں بھی عذاب واقع ہو گیا اور آخرت میں بھی واقع ہوگا اگر دونوں کا تذکرہ مقصود ہو تو اس میں اشکال کی کوئی بات نہیں۔ (انوار البیان)

﴿۵﴾ فرائض وتسلی خاتم الانبیاء: اگر یہ کافر بطور مذاق کے عذاب کے لیے جلدی مچائیں پھر بھی آپ جلدی نہ کریں بلکہ صبر واستقلال سے رہیں نہ تنگ دل ہوں نہ حرف شکایت زبان پر لے آئیں آپ کا صبر کرنا اور ان کا تمسخر کرنا ضرور رنگ لائے گا۔

﴿۶﴾ منکرین قیامت کا شکوہ: وہ تو اس کو بہت دور دیکھتے ہیں کیونکہ وہ اس کے معتقد نہیں۔ ﴿۷﴾ قرب قیامت: ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

﴿۸﴾ آسمان کی کیفیت: ربط: اوپر قیامت کے دن کی درازی کا ذکر تھا، اب اس دن کی ہولناکی کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ ﴿۹﴾ پہاڑوں کی کیفیت۔ ﴿۱۰﴾ نفی شفیع قہری: کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا اپنی اپنی پڑی ہوئی ہوگی۔ ﴿۱۱﴾ يُبَصَّرُوْنَهُمْ: باہم دیکھ کر بھی کوئی التفات نہ کرے گا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کی طرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر نیک و بد کو دیکھیں گے کوئی چھپ نہ سکے گا دوست کو پوچھنا تو درکنار۔

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ ... الخ مجرمین کی تمنا: بلکہ گنہگار آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں چھوڑ دیا جائے۔

لَوْ يَفْتَدِيْ ... الخ عدم قبولیت فدیہ۔

﴿۱۲،۱۳،۱۴﴾ میری جگہ میرے قبیلہ کنبہ اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ لے لیا جائے مگر کچھ بھی قبول نہیں ہوگا۔

﴿۱۵﴾ كَلَّا تَغْنِيَهُمْ: ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اِنَّهَا لَظٰى: شدید نار جہنم: بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

﴿۱۶﴾ کیفیت نار: چمڑا اور کھال اتار لینے والی ہے۔

﴿۱۷،۱۸﴾ مستحقین جہنم کے اوصاف: حق سے اعراض کرنے والوں کو دوزخ بلائے گی۔ جس نے مال جمع کیا اور راہ حق

میں خرچ نہیں کیا بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اول زبان "قال" سے پکارے گی "الی یا کافر، الی یامنافق، الی جامع المال" یعنی او کافر او منافق او مال سمیٹ کر رکھنے والے ادھر آ۔ لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے اس کے بعد ایک بہت بڑی لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھا لے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھالیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

(تفسیر عثمانی۔ص۔۹۳۰۔ادارۂ تالیفات اشرفیہ)

﴿۱۹،۲۰،۲۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ... الخ انسانی جبلت۔

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا: تشریح ھلوع : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں "ھلوع" کا معنی بیان فرمایا ہے اور مطلب یہ ہے کہ انسان کے "ھلوع" ہونے کا زیادہ مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ تکلیف پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبراہٹ میں پڑتا ہے خوب جزع فزع کرتا ہے اور ہائے ہائے کرنے بیٹھ جاتا ہے اسی کو کم ہمتی سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مال مل جاتا ہے تو اسے خرچ کرنا نہیں چاہتا۔

﴿۲۲تا۲۴﴾ مستحقین جنت کے اوصاف:۔ا۔۲۔۳۔ وارثین جنت اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے والوں کے یہ اوصاف ہیں۔ ﴿۲۳﴾ دَآئِمُوْنَ۔ ۴۔ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی نمازیں ہمیشہ ادا کرتے ہیں کبھی نہیں چھوڑتے۔

حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نماز بہت محبوب تھی جس پر مداومت اور پابندی کی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی آیت پڑھی :اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ۔ سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز میں ادھر اُدھر متوجہ نہیں ہوتے۔ (کذا فی احکام القرآن۔ج۔۳۔ص۔۶۲۶)

﴿۳۰﴾ تشریح صفت۔۵۔ ﴿۳۱﴾ تجاوز کرنے والوں کا نتیجہ۔ جو ان دونوں طریقوں کے سواء قضاء شہوت کے لیے اور طریقہ عمل میں لائے وہ حد سے تجاوز کرنے والا سرکش اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہے اس آیت سے متعہ کا حرام ہونا بھی واضح طور پر ثابت ہے اس لیے کہ نہ وہ عورت بیوی ہے اور نہ کوئی حق زوجیت میراث ونان وغیرہ اس کیلئے ثابت ہے اور نہ وہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ادیان میں ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو یا اپنی بیوی سے ہو یا لونڈی سے یہ سب فعل ممنوع ہیں۔

اہل تشیع کے نزدیک وطی فی الدبر کا جواز

اہل تشیع کے نزدیک منکوحہ بیوی اور باندھی سے وطی فی الدبر حلال اور پاکیزہ عمل ہے:

چنانچہ علامہ حلی ارشاد فرماتے ہیں کہ "وَالْوَطْئُ فِي الدُّبُرِ كَالْوَطْئِ فِي الْقُبُلِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْكَامِ حَتّٰى فِيْ تَعَلُّقِ النَّسَبِ"۔ اور دبر (جائے براز) میں جماع کرنا اسی طرح ہے جیسے قبل (جائے پیشاب) میں جماع کرنا تمام احکام حتی کہ نسب (بچہ) ثابت ہونے میں بھی۔ (بحوالہ اجوبہ اربعین۔ص۔۳۹۱۔ج۔۲)

شیعہ کی معتبر کتاب "استبصار" میں اس مسئلہ پر مستقل باب باندھا گیا ہے "بَابُ اِتْيَانِ النِّسَاءِ فِيْ مَادُوْنَ الْفَرْجِ" اور اس باب میں مختلف اسناد سے متعدد روایات نقل کی گئی ہیں سر دست صرف تین روایات درج کی جاتی ہیں۔

❶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ اِذَا رَضِيَتْ"۔ (الاستبصار۔ص۔۵۹۹۔کتاب النکاح، باب۔۱۴۹۔اتیان النساء فیما دون الفرج،۔و۔تہذیب الاحکام۔ص۔۱۳۲۲۔)

عبداللہ بن ابی یعفور کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جو عورت سے اس کی جائے براز میں وطی کرتا ہے فرمایا جب وہ راضی ہو تو کچھ حرج نہیں۔

❷ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اِتْيَانِ الرَّجُلِ الْمَرْاَةِ مِنْ خَلْفِهَا فِيْ دُبُرِهَا فَقَالَ اَحَلَّتْهَا اٰيَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى قَوْلُ لُوْطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ)۔

(الاستبصار۔ص۔۵۹۹۔کتاب النکاح، باب۔۱۴۹۔اتیان النساء فیمادون الفرج، ۔و۔تہذیب الاحکام۔ص۔۱۴۲۲۔)

ابوالحسن رضا علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا جو آدمی عورت سے جائے براز میں وطی کرے تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو تو قرآن پاک کی آیت (یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے لیے حلال ہیں) نے حلال کیا جو لوط علیہ السلام کا قول ہے۔

❸ عَنْ صَفْوَانَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيْكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسْأَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فِيْهَا بِكَ وَاسْتَحْيَا مِنْكَ اَنْ يَّسْأَلَكَ مَاهِيَ قَالَ قُلْتُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّأْتِيَ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ نَعَمْ ذٰلِكَ لَهٗ۔ (الاستبصار۔ص۔۵۹۹۔کتاب النکاح، باب۔۱۴۹۔اتیان النساء فیمادون الفرج، ۔و۔تہذیب الاحکام۔ص۔۱۴۲۲۔)

صفوان کہتے ہیں میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے کہا آپ کے موالی میں سے ایک آدمی نے مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کیلئے کہا ہے وہ خود آپ سے پوچھنے سے شرماتا اور ڈرتا ہے انہوں نے کہا وہ کیا ہے تو صفوان کہتے ہیں میں نے کہا وہ آدمی جو اپنی بیوی سے اس کی دبر میں وطی کرے تو انہوں نے کہا ہاں یہ اس کیلئے درست ہے۔

اہل تشیع کا "هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ...الخ سے وطی فی الدبر پر استدلال کرنا قرآن وسنت سے باطل ہے۔

① قرآن سے تو اس لیے کہ قرآن کریم کا واضح اعلان ہے کہ یہ فعل قوم لوط کے علاوہ جہان میں سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور وہ بھی صرف مردوں کے ساتھ عورتوں کا تو تذکرہ بھی نہیں اور نہ یہ فعل کسی نے ثابت ہے۔

اور قرآن کریم میں دوسرے مقام پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ" (بقرہ۔۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں جہاں مباشرت سے ایک مقصد اپنے شہوانی جذبات کی تسکین ہے وہاں دوسرا مقصد حصول اولاد بھی ہے اور اولاد کا حصول تب ہوسکتا ہے جب مباشرت میں عورت کے مقام قبل کو استعمال کریں گے ورنہ یہ اہم مقصد فوت ہوجائے گا۔

② اور حدیث سے بھی باطل ہے: چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ اَتٰى حَائِضاً اَوِ امْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ"۔

(ترمذی شریف۔ص۔۱۹۔ج۔۱۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حالت حیض میں جماع کیا یا بیوی کے پچھلے حصے کو استعمال کیا یا کسی کاہن کے پاس گیا پس تحقیق اس نے انکار کردیا اس کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

دوسری روایت مشکوٰۃ شریف میں ہے یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: "عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا رواہ احمد وابو داؤد"۔ (مشکوٰۃ شریف۔ص۔۲۷۶۔ج۔۲۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو شخص اپنی بیوی کے پچھلے مقام کو استعمال کرتا ہے۔

تیسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جس شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں مباشرت کی اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ (مشکوۃ شریف حوالہ بالا)

﴿۳۲﴾ صفت ۔ ٦ ۔ ٧ ۔ ﴿۳۳﴾ صفت ۔ ٨ ۔ ﴿۳۴﴾ صفت ۔ ۹: وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں محافظت کے معنی شرائط وارکان کی بجا آوری اور مفسدات ومکروہات سے بچنا ہے اور اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے۔ لہٰذا'' آیت ۔ ۲۳'' اور اس آیت کا جدا جدا مفہوم ہے اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ ﴿۳۵﴾ نتیجہ متقین ۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

پس ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں ﴿۳۶﴾ دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے گروہ در گروہ ﴿۳۷﴾

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾

کیا ان کافروں اور مشرکوں میں سے ہر ایک امید رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں کے باغوں میں داخل ہوگا ﴿۳۸﴾ خبردار ہمنے انکو اس چیز سے پیدا کیا جسے یہ جانتے ہیں ﴿۳۹﴾

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ

پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی یقیناً ہم قادر ہیں ﴿۴۰﴾ اس بات پر کہ ہم ان لوگوں سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم اس بات میں

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾

عاجز نہیں ہیں ﴿۴۱﴾ پس ان کو چھوڑ دیں یہ باطل باتوں میں گھستے رہیں اور کھیل تماشے میں گھسے رہیں یہاں تک کہ یہ اسدن سے جا ملیں جسکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ﴿۴۲﴾

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً

جسدن قبروں سے نکلیں گے تو دوڑتے ہوئے جائیں گے گویا کہ وہ اپنے نشانوں کی طرف دوڑے چلے جارہے ہیں ﴿۴۳﴾ انکی نگاہیں پست ہونگی ان پر ذلت

ع ۲ ۸ اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

سوار ہوگی یہی ہے وہ دن جسکا ان سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۴۴﴾

﴿۳۶ تا ۳۷﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو نیک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے، اب یہاں سے نافرمانوں کا ذکر ہے جو آپ کی بات نہیں مانتے تھے۔

خلاصہ رکوع ❷ کیفیت مشرکین، منکرین قیامت کی تردید، حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ، قدرت باری تعالیٰ، عظمت خداوندی، امہال مجرمین، کیفیت حشر، مشرکین کی رسوائی، وقوع قیامت ۔ ماخذ آیات ۔ ۳۶ تا ۴۴ +

فَمَالِ الَّذِيْنَ ... الخ کیفیت مشرکین : علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ شریف کے قریب نماز پڑھتے تھے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کے چاروں طرف حلقہ بنا بنا کر جمع ہو جاتے اور ان کی مختلف جماعتیں بن جاتی تھیں قرآن کریم کو سن سن کر اس کا مذاق بناتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو مسلمان ہوتے تھے انہیں دیکھ کر کہتے تھے اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا دعویٰ ہے تو بلاشبہ ہم ان سے پہلے داخل ہوں گے۔

﴿۳۸﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اَيَطْمَعُ'' کیا ان میں ہر شخص یہ آرزو رکھتا ہے کہ کافر ہوتے ہوئے نعمتوں والی جنت میں

داخل ہو جائے۔

﴿۳۹﴾ منکرین قیامت کی تردید : فرمایا کَلَّا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی کافر جنت میں داخل ہو جائے۔ (یہ محض انکے نفس کا دھوکہ ہے) (روح المعانی ص ۔ ۱۰۳ ۔ ج ۔ ۲۹ ۔ طبع کوئٹہ)

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ ... الخ خالقیت باری تعالیٰ : اس میں منکرین بعث کی تردید ہے کیونکہ جب ان کے سامنے حشر ونشر کی بات آتی تو وہ تعجب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہیں کس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بے جان نطفہ ہے تو جس ذات نے بے جان نطفہ سے پیدا کیا ہے وہی اپنی قدرت تامہ سے موت دیکر دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔

﴿۴۰،۴۱﴾ حصر الربوبیت فی ذات باری تعالیٰ : مشارق اور مغارب کی تفسیر سورۃ والصّٰفّٰت اور سورۃ الرحمٰن میں دیکھیں۔ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ: قدرت باری تعالیٰ : بلاشبہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں۔ وَمَا نَحْنُ ...الخ عظمت خداوندی : اور ہم عاجز نہیں ہیں تمہاری جگہ دوسری مخلوق پیدا کر سکتے ہیں۔

﴿۴۲﴾ امہال مجرمین۔ ﴿۴۳﴾ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ ...الخ کیفیت حشر : مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لغات القرآن میں لکھتے ہیں کہ: ''اجداث'' کا معنیٰ: قبریں ''جَدَثٌ'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ قبر کے ہیں۔ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکل کر میدان حشر میں بحکم اللہ تعالیٰ رب العٰلمین کی طرف دوڑیں گے۔ ﴿۴۴﴾ مشرکین کی رسوائی : آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچی ہوں گی مونہوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔ ذٰلِكَ الْيَوْمُ ... الخ وقوع قیامت : پھر ان سے کہا جائے گا یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ دنیا میں کیا گیا تھا اور تم اس دن کا انکار کرتے تھے۔

الحمدللہ سورۃ المعارج کی تفسیر مکمل ہوئی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔ ﴿آمین﴾
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نوح

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ نوح ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ "نُوْحًا" سے ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۷۱۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں بھی۔ ۷۱۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۲۸۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ بالاتفاق مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : چونکہ اس پوری سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اس لیے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ نوح مقرر ہوا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں قریش کی سرکشی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں پر تمسخر اور وعدوں کی تکذیب اور تکفیر کا ذکر تھا، اس لیے اس سورۃ میں ان لوگوں کی مثل سرکش اور نافرمان قوم کا عبرت ناک واقعہ سنایا جاتا ہے۔

موضوع سورۃ : طریقہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام۔

خلاصہ سورۃ : حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ، متبعین نوح اور مخالفین کے نتائج، تخویف مشرکین، بعث بعد الموت، حضرت نوح علیہ السلام کی دعا اور اجابت دعا، حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال و کامیابی، دلائل عقلی سے توحید خداوندی۔

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①

بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو اسکی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور دعوت الی الحق کا یوں حکم دیا کہ اپنی قوم کو ڈراؤ پیشتر اسکے کہ ان کے پاس دکھ دینے والا عذاب آجائے ﴿۱﴾

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ

کہا اس نے اے میری قوم کے لوگو! بیشک میں تمہیں کھول کر ڈرانے والا ہوں ﴿۲﴾ اور میں تمہیں صاف صاف کہتا ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری بات مانو ﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

تمہاری کئی غلطیاں معاف کر دیگا اور تمہیں مقررہ وقت تک مہلت دے گا بیشک جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آجاتا ہے، مؤخر نہیں کیا جاتا اگر تم سمجھ رکھتے ہو ﴿۴﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا

نوح علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو شب و روز دعوت دی ﴿۵﴾ مگر میری دعوت نے ان لوگوں کے لیے کوئی اضافہ نہیں کیا سوائے بھاگنے کے ﴿۶﴾ اور جب بھی میں نے

دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا

انکو بلایا تاکہ اے پروردگار تو انکی بخشش فرمادے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لیے اور انہوں نے اصرار کیا

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ

اور بڑا تکبر کیا ﴿۷﴾ بیشک پھر میں نے انکو برملا دعوت دی ﴿۸﴾ پھر میں نے انکو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے انکو پوشیدہ طور پر بھی

لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ۙ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ۙ

دعوت توحید دی ﴿۹﴾ پھر میں نے انہیں کہا اپنے رب سے استغفار کرو، بیشک وہ بہت بخشش کرنیوالا ہے ﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیگا آسمان کو تم پر کہ موسلادھار بارش برسائے ﴿۱۱﴾

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ۭ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ

اور بڑھادے گا تمہارے لیے مال اور بیٹے اور تمہارے لیے باغات تیار کر دیگا اور تمہارے لیے نہریں بنادے گا ﴿۱۲﴾ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے

لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ۙ

وقار سے خوف نہیں کھاتے ﴿۱۳﴾ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں مختلف اطوار (دوروں) میں پیدا کیا ﴿۱۴﴾ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو کیسے تہ بر تہ پیدا کیا ﴿۱۵﴾

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ۙ

اور آسمانوں کے اندر چاند کو نور بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنایا ﴿۱۶﴾ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے ایک خاص طریق پر پیدا کیا ﴿۱۷﴾

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ۙ

پھر تمہیں زمین میں واپس لوٹائے گا اور پھر اسی سے دوبارہ نکالے گا ﴿۱۸﴾ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنادیا ﴿۱۹﴾

ع ۲۰ ۱ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ۧ

تا کہ اس کے کشادہ راستوں پر تم چل سکو ﴿۲۰﴾

خلاصہ رکوع ❶: حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت، حضرت نوح علیہ السلام کے فرائض و تبلیغ، اصول کامیابی، نتائج، ۱، ۲، حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار حقیقت، کیفیت قوم بوقت تبلیغ حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال، تجویز کامیابی، نتائج استغفار، ۱، ۲، ۳، ۴، تنبیہ مشرکین، خالقیت باری تعالیٰ، توحید خداوندی پر عقلی دلیل وقدرت باری تعالیٰ کا نمونہ، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، تشریح بساط۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۰ +

﴿۱﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ... الخ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت۔ اَنْ اَنْذِرْ ... الخ حضرت نوح علیہ السلام کے فرائض۔ ﴿۲﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ۔ ﴿۳﴾ اصول کامیابی۔ ﴿۴﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ... الخ نتائج۔۔ ۱۔ ۲۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے ساتھ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد حقوق اللہ تو سارے معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔

﴿۵، ۶﴾ حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار حقیقت۔ ﴿۷﴾ کیفیت قوم بوقت تبلیغ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ ... الخ بلکہ ان لوگوں نے اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا منہ چھپا لیے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یا عداوت کرنے سے کنایہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منہ پر کپڑا اس لیے ڈالتے تھے تا کہ پہچانے نہ جائیں اور انکو پیغمبر نہ بلائے۔

﴿۸، ۹﴾ حضرت نوح علیہ السلام کا استقلال۔ ﴿۱۰﴾ تجویز کامیابی: حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اپنے پرورش کرنے والے محسن اور مربی سے معافی مانگو۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا: نتیجہ استغفار۔ ❶ کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ ﴿۱۱﴾ نتیجہ۔ ❷ وہ تم

پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔ قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دے گا۔ اسی آیت میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی دلیل ہے۔ استسقاء کے متعلق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء کی کوئی نماز نہیں ہوتی بلکہ استسقاء نام ہے حق تعالیٰ سے دعا و تضرع اور گناہوں سے استغفار کا اور نہ ہی اس میں جماعت اور خطبہ لازم ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں بارش کو محض استغفار کا ثمرہ قرار دیا گیا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تنگی حالات، شدائد اور تنگدستی کی صورت میں کثرتِ استغفار نہ صرف پسندیدہ ہے بلکہ وہ رحمت و رزق کے حصول ونزول کا سبب بھی ہے۔ صلوٰۃ استسقاء کے متعلق احکام کی تفصیل سورہ ملک آیت ۳۰ کے ذیل میں دیکھیں۔ ﴿۱۲﴾ وَيُمْدِدْكُمْ ...الخ نتیجہ۔ ❸ وَيَجْعَل لَّكُمْ۔ ❹ اور تمہارے لیے باغ بنادے گا۔ اور تمہارے لیے نہریں بنادے گا۔ دنیا کی چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور وہ قوم بھی انہی پر فریفتہ تھی اس لیے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ دیا اور یہ وعدہ سچا تھا محض طمع نہ تھا اب بھی استغفار میں یہ برکت رکھی ہے کہ جو کوئی سچے دل سے عاجزی سے رب العٰلمین سے معافی مانگتا رہے گا اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی یہ مجرب عمل ہے۔

حیرت انگیز نسخہ

ابن صبیح کہتے ہیں حضرت حسن بصری ؒ سے کسی نے قحط سالی کی شکایت کی آپ نے فرمایا استغفار کرو، ایک نے تنگ دستی کا شکوہ کیا، کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا حکم دیا۔ اور حضرت امام حسن بصری ؒ نے یہی آیت پڑھی۔ (قرطبی۔ ص۔ ۲۶۱۔ ج۔ ۱۸)

﴿۱۳﴾ تنبیہ مشرکین۔ ﴿۱۴﴾ خالقیت باری تعالیٰ۔ ﴿۱۵﴾ توحید پر عقلی دلیل وقدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ۱۔

﴿۱۶﴾ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا: نمونہ۔ ۲۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا: نمونہ۔ ۳: سورج کو جو چراغ کے ساتھ تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ چراغ ایک ایسی چیز ہے کہ کمرے کے اندر بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اور کمرے کے باہر بھی اسی طرح سورج سے بھی استفادہ ہوتا ہے کیونکہ جب سورج کی روشنی ہوتی ہے تو سب در و دیوار روشن ہو جاتے ہیں۔

﴿۱۷﴾ نمونہ۔ ۴۔ ﴿۱۸﴾ نمونہ۔ ۵۔ وَيُخْرِجُكُمْ ...الخ بعث بعد الموت۔ ﴿۱۹﴾ نمونہ۔ ۶۔ ﴿۲۰﴾ تشریح بساط۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار بیشک انہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور ان لوگوں نے اتباع کیا انکا جنکے مال اور اولاد نے انکے لیے سوائے خسارے کے کچھ زیادہ نہ کیا ﴿۲۱﴾

وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

اور انہوں نے تدبیر کی بہت بڑی تدبیر ﴿۲۲﴾ اور ان کی قوم کے سرکردہ لوگوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑ بیٹھنا اور ود، سواع، یغوث، یعوق

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾

اور نسر کو نہ چھوڑنا ﴿۲۳﴾ اور تحقیق انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور اے پروردگار ان ظالموں کیلئے سوائے گمراہی کے کچھ زیادہ نہ کر ﴿۲۴﴾

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

وہ لوگ (قوم نوح) اپنی کوتاہیوں کے سبب غرق کیے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ بنایا ﴿۲۵﴾

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا

اور نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار زمین پر کسی کافر کو بسنے والا نہ رہنے دے ﴿۲۶﴾ بیشک اگر تو انکو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور یہ نہیں

عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

جنیں گے مگر ڈھیٹ کافر ﴿۲۷﴾ اے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور تمام مومن مردوں

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع ۲ ۸ / ۱۰

اور مومن عورتوں کو بخشش دے۔ اور ظالموں کے لیے تباہی کے سوا کچھ زیادہ نہ کر ﴿۲۸﴾

﴿۲۱﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ ... الخ ربط آیات : ابتداء سورۃ سے حضرت نوح علیہ السلام کے جذبہ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان کے بالمقابل ان کی قوم کا کردار ظاہر کیا جارہا ہے کہ جس قدر نصیحت وہمدردی بڑھتی گئی اسی قدر قوم کی شقاوت اور گستاخی بڑھتی گئی حتی کہ اس پر حضرت نوح علیہ السلام مایوس ہو کر بارگاہ خداوندی میں اپنی قوم کی بدنصیبی وسرکشی کا شکوہ فرمانے لگے۔

خلاصہ رکوع ۲ حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار حقیقت، مخالفین کی سازشیں، تشریح سازشیں، حضرت نوح علیہ السلام کا شکوہ، نتیجہ دینوی، نتیجہ اخروی، نفی شفیع قہری، حضرت نوح علیہ السلام کی جلالی دعا، حضرت نوح علیہ السلام کی تجویز، حضرت نوح علیہ السلام کی ادعیہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵۔ ماخذ آیات۔ ۲۱ تا ۲۸ +

قَالَ نُوْحٌ ... الخ حضرت نوح علیہ السلام کا اظہار حقیقت۔

﴿۲۲﴾ مخالفین کی سازشیں : اپنی انتہائی خطرناک سازشوں کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے مقابلہ اور ان کی ایذاء رسانی پر ڈٹے رہو۔ ﴿۲۳﴾ تشریح سازشیں : اور انہیں یہ تاکید کے ساتھ سمجھایا کہ تم اپنے ان معبودوں کو جن کی عبادت کرتے ہو مت چھوڑو۔ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا : بخاری شریف کتاب التفسیر میں "وَدّ" "سُوَاعا" کے بارے میں لکھا ہے کہ "اسماء رجال صالحین من قوم نوح" نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ تفسیر عزیزی وغیرہ میں ہے کہ "وَدّ" حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چاروں ان کے نیک بزرگ بیٹے اور صحابی تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام وران کے بیٹے دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان لوگوں کو روحانی غذا نہ ملی اداس پریشان وغمگین نظر آتے تھے کیا دیکھا کہ ایک بڑا بزرگ صفت آدمی کہنے لگا کیا بات ہے کہ آپ لوگ پریشان کیوں ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے بزرگ تھے وقتاً فوقتاً ہمیں نصیحت کرتے تھے اب وہ دنیا سے چلے گئے ہیں ہمیں وہ روحانی سبق نہیں مل رہا اس لیے ہم پریشان ہیں کہنے لگا میں سب تمہاری پریشانی دور کردیتا ہوں ایسا کرو کہ تم ان کے مجسمے بنا کر اپنے پاس رکھو گھروں میں بھی رکھو اور عبادت خانوں میں بھی اور یوں سمجھو کہ وہ بزرگ تمہارے پاس ہی ہیں یہ تھا ابلیس ان سے عبادت تو ان کی نہیں کروا سکتا تھا کیونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے جب وہ لوگ فوت ہو گئے تھے تو پھر ان کی اولاد سے ان بتوں کی عبادت کروانے لگا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل فہم ہے کہ ان ناموں میں سے پہلے

تین پر "لا" آیا ہے لیکن آخری دو پر الگ "لا" نہیں آیا تفسیر عزیزی میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ پہلے تین ان کے نزدیک بڑے عہدے کے تھے ان پر "لا" مستقل لائے اور آخری دو اس عہدے اور طاقت کے نہ تھے اس لیے "لا" مستقل نہیں لائے۔

﴿۲۴﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا: حضرت نوح علیہ السلام کا شکوہ : اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ "اَضَلُّوْا" کی ضمیر "الهه" کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ کیا یعنی یہ گمراہی کا سبب بنے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "اَضَلُّوْا" کی ضمیر راجع بسوئے "مَنْ" ہے جو کہ "وَاتَّبَعُوْا" کے بعد ہے اور "مَنْ" معنی کے لحاظ سے ظاہر ہے انہوں نے پیروی کی ان سرداروں کی جنہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا۔

﴿۲۵﴾ مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا : نتیجہ دنیوی : وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیئے گئے۔

فَاُدْخِلُوْا نَارًا: نتیجہ اخروی : پھر دوزخ میں داخل کر دیئے گئے اس آیت میں پہلی بات تو یہ ہے "اُغْرِقُوْا" اور "ادخلوا" دونوں ماضی کے صیغے ہیں۔ کہ وہ لوگ غرق کر دیئے جانے کے بعد آگ میں داخل کر دیئے گئے اس سے ثابت ہوا کہ برزخ میں بھی آگ کا عذاب ہے اس برزخ کی تکلیف کو جو موت کے بعد قیامت قائم ہونے سے پہلے ہے عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے بہت سے ملحد جو نئے زمانے کے پیداوار ہیں عذاب قبر کے منکر ہیں حرف "فاء" بعدیت بلا فصل کیلئے آتا ہے معلوم ہوا کہ قوم نوح کو غرق کرنے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دیا گیا ہے تو یہ نار قبر ہے نہ کہ نار جہنم۔

عذاب قبر کا اثبات

عذاب قبر قرآن کریم سے ثابت ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ یعنی قبر میں زمانے کے رہنے میں بھی مردوں پر عذاب ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کو عذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کو ثواب اور نعمت بھی ملے گی۔ احادیث صحیحہ متواترہ میں قبر کے اندر عذاب وثواب ہونے کا بیان اس کثرت اور وضاحت سے آیا ہے کہ انکار نہیں کیا جاسکتا اس لیے اس پر امت کا اجماع اور اس کا اقرار اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ (معارف القرآن۔ص۔۵۶۷۔ج۔۸)

تفسیر جلالین، قرطبی، مظہری، روح المعانی وغیرہ یہ آیت اثبات قبر کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ: نفی شفیع قہری۔

﴿۲۶﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ ...الخ حضرت نوح علیہ السلام کی جلالی دعا : حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ یہاں یہ بحث چلتی ہے کہ کیا وہ طوفان نوح ساری زمین پر آیا تھا یا مخصوص زمین پر؟ جمہور یہ فرماتے ہیں کہ ساری زمین پر آیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخصوص علاقہ پر آیا تھا۔ ﴿۲۷﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا ...الخ حضرت نوح علیہ السلام کی تجویز : اگر تو نے انکو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نسل بھی جو ہوگی فاجر اور کافر ہی ہوگی۔

اہل بدعت کا حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے
علم غیب پر استدلال اور اس کا جواب

اہل بدعت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جو ہمارے فریق مخالف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کل کی خبر بھی نہیں جانتے اور "مَا فِي الْاَرْحَامِ" بھی نہیں جانتے ان کا یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے دیکھو نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اِنْ تَذَرْهُمْ

...الخ اگر تو انکو چھوڑے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے یہ آئندہ ہی کی تو خبر ہے اور "لَا يَلِدُوٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا" نہیں جنیں گیں مگر کافر و فاجر تو یہ "مَا فِي الْاَرْحَامِ" کا علم ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورۃ ھود میں ہے "وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ ...الخ" (آیت۔۳۶) حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ آئندہ تیری قوم کے لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تو یہ جو کہا کہ "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ" یہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بعد کہا۔

(قرطبی۔ص۔۲۶۸۔ج۔۱۸)

﴿۲۸﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی ادعیہ۔۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔

ختم شد سورۃ نوح بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الجن

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الجن ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''جن'' سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۷۲۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔۴۰۔ ویں سورۃ ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع ۔ ۲۸۔ آیات ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے جمہور کا اسی پر اتفاق ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء میں جنوں کی جماعت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم سنا اور اس پر ایمان لائے اور اپنی قوم میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کی اس واقعہ کی بناء پر اس سورۃ کا نام سورۃ الجن متعین ہوا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و نصیحت فرمائی مگر چند اشخاص کے علاوہ کوئی بھی ایمان نہیں لایا آخر ہلاک ہوئے، اب اے قریش تم نہیں مانتے عذاب کے طلب گار ہو یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ تمہاری استعداد میں فطور ہے دیکھو چند جنوں نے قرآن سنا تو ایمان لائے اور اپنی قوم کو دعوت الی اللہ دی حالانکہ جنوں میں تمرد اور سرکشی پائی جاتی ہے اور ہم انسان ہو کر نہیں مانتے بلکہ لطف کی بات یہ ہے کہ تم جنوں کو پوجتے ہو اور ان سے مدد مانگتے ہو جب کہ جنات خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

موضوع سورۃ : جس طرح فطرت سلیمہ والے انسان قرآنی تعلیمات کے پیاسے ہیں اسی طرح سلیم بالطبع جن بھی قرآن کریم کی تعلیمات کے پیاسے ہیں۔

خلاصہ سورۃ : فرائض خاتم الانبیاء، حصر علم الغیب فی ذات باری تعالیٰ، صداقت قرآن، رسالت خاتم الانبیاء، جنوں کے اقسام، مجرمین جنات کے خبائث و نتائج، تخویف مشرکین، فضائل مساجد، خصوصیت خاتم الانبیاء۔ واللہ اعلم

جنات کا وجود : مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنات کے متعلق ضروری باتیں بیان کر دی جائیں لفظ ''جن'' کے معنی لغت میں پوشیدہ کے ہیں یہ دوسری مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے ان کی پیدائش آگ سے ہوئی جیسا کہ اول انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جنات زمین پر موجود تھے انسانوں کی طرح اب یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں چونکہ یہ عام طور پر انسانوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لیے اکثر فلسفیوں اور نیچریوں اور دھریوں نے ان کے وجود کا انکار کیا ہے لیکن کسی چیز کا نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ تمام ارباب مذاہب جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں ان کے نزدیک جنات کا وجود مسلم ہے اور قرآن کریم اور احادیث متواترہ صراحت کے ساتھ جنات کے وجود کو ثابت کر رہی ہیں اور بہت سی حدیثوں میں رؤیت جنات کا ذکر بھی موجود ہے تو پھر کسی مسلمان کو ان کا وجود ماننے سے انکار کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

قادیانیوں نے کہا جہاں قرآن میں ''جن'' کا لفظ آیا ہے اس سے انسان ہی مراد ہیں جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ گمراہ کن اور مضحکہ خیز تاویلات کرنی پڑیں۔ اسی طرح سر سید احمد خان خود جنات کو الگ مخلوق ہونے سے بھی انکار کر دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں تمام علماء اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں۔ (تفسیر القرآن۔ ص۔ ۶۹۔ ج۔ ۳)

یہ سرسید احمد خان نے قرآن کریم کی تحریف کی ہے۔ الغرض انسانوں کی طرح جنوں میں بھی پیدائش اور موت مذکر اور مؤنث اور
نیک اور بد اور کافر اور مسلم کا سلسلہ جاری ہے۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ① يَهْدِي إِلَى
اے پیغمبر ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن پاک سنا تو کہنے لگے ہم نے تو بڑا عجیب قرآن پاک سنا ہے ﴿۱﴾ نیکی کی طرف رہنمائی
الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ② وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ③
کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے ﴿۲﴾ اور بیشک ہمارے رب کی شان بلند ہے نہیں بنائی اس نے اپنے لیے کوئی بیوی اور نہ اولاد ﴿۳﴾
وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ④ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ
بیشک ہمسے بیوقوف شخص اللہ پر بڑی زیادتی کی بات کہا کرتا تھا ﴿۴﴾ اور ہم گمان کرتے تھے کہ انسان اور جن سارے کے سارے خدا کے بارے میں
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ⑤ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ
ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے ﴿۵﴾ اور یہ بات بھی ہے کہ کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے تھے جنوں میں سے کچھ مردوں کیساتھ پس بڑھا
فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ⑥ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ⑦ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ
دیا انہوں نے (انسانوں) ان کیلئے سرکشی کو ﴿۶﴾ اور اسی طرح جنات نے بھی خیال کیا جسطرح تمنے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ہرگز کسی کو نہیں اٹھائے گا ﴿۷﴾ اور بیشک ہمنے آسمان کو چھوا تو
فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ⑧ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ
اسے ہمنے سخت پہریداروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا ﴿۸﴾ اور بیشک ہم پہلے بیٹھا کرتے تھے آسمان کے ٹھکانوں میں باتیں سننے
فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ
کیلئے پس اب جو کوئی بات سنتا ہے تو وہ اپنے گھات میں شہاب کو موجود پاتا ہے ﴿۹﴾ اور بیشک ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے
أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ⑩ وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ
یا ان کے پروردگار نے انکے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے ﴿۱۰﴾ اور بیشک ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور اسکے علاوہ یعنی بدکار بھی ہم مختلف راستوں
قِدَدًا ⑪ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ⑫ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا
پر بٹے ہوئے تھے ﴿۱۱﴾ اور بیشک ہمنے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم کہیں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہیں ﴿۱۲﴾ اور جو نہی ہمنے ہدایت

الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا

کی بات سنی فوراً اس پر ایمان لے آئے پس جو اپنے رب پر ایمان لے آئے گا وہ کسی نقصان کا خوف نہیں کھائے گا اور نہ اسکو کسی زبردستی کا کھٹکا ہوگا ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم میں سے فرمانبردار بھی ہیں اور

الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

بے انصاف بھی پس جسنے فرمانبرداری کی تو انہوں نے نیکی کی راہ تلاش کرلی ﴿۱۴﴾ اور جو بے انصاف ہیں وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے ﴿۱۵﴾

وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن

اور اگر یہ لوگ سیدھے رہتے راستے پر البتہ ہم انکو وافر پانی سے سیراب کرتے ﴿۱۶﴾ تا کہ ہم اسمیں انکی آزمائش کریں اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے

ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

اعراض کریگا اللہ تعالیٰ اسکو سخت عذاب میں چلائیگا ﴿۱۷﴾ اور بیشک مسجدیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو مت پکارو ﴿۱۸﴾

ع ۱ ۱۹ ۱۱

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ع

اور بیشک جب کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کیلئے قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کرکے اسکے گرد اکٹھے ہو جائیں ﴿۱۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ اثبات رسالت خاتم الانبیاء از دلیل وحی، تشریح وحی، جنوں کی روئیداد یعنی کارگزاری، جنوں کا ایمان بالقرآن، جنوں کا اجتناب عن الشرک، عظمت خداوندی، جنوں کا اقرار، جنوں کا گمان، طریق شرک، جنات کا قیامت کے متعلق نظریہ، محافظت باری تعالیٰ، باب کہانت کا انسداد، خصوصیت خاتم الانبیاء، مضمون مذکور کے متممات، جنوں کے اقسام، جنوں کا عقیدہ، جنوں کا ایمان، نتیجہ مؤمنین، جنوں کے اقسام، نتیجہ مؤمنین جنات، تنبیہ جنات، مشرکین مکہ کے لیے طریق کامیابی، امتحان خداوندی، فضائل مساجد، ماسوا اللہ سے عبادت کی نفی، فضیلت خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۹ +

﴿۱﴾ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ ... الخ اثبات رسالت خاتم الانبیاء از دلیل وحی: سورۃ احقاف میں گزر چکا ہے "وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ" کی تفسیر میں بطن نخلہ کے مقام پر فجر کی نماز آپ پڑھا رہے تھے اور اس وقت پانچ یا سات یا نو جن آئے اور انہوں نے قرآن پاک سنا اور مسلمان ہوکر چلے گئے اسی کا ذکر ہے۔ اس وقت آپ کو درخت نے بتایا تھا اب وحی کے ذریعے آپ کو اطلاع دی جارہی ہے اس میں آپ ﷺ کی رسالت کا ثبوت ہے بطور دلیل وحی کے۔

أَنَّهُ اسْتَمَعَ: تشریح وحی۔ فَقَالُوا ... الخ جنوں کی روئیداد یعنی کارگزاری۔ ﴿۲﴾ فَآمَنَّا بِهِ: جنوں کا ایمان بالقرآن۔

وَلَن نُّشْرِكَ: جنوں کا اجتناب عن الشرک ﴿۳﴾ عظمت خداوندی۔ ﴿۴﴾ جنوں کا اقرار۔

﴿۵﴾ جنوں کا گمان۔ ﴿۶﴾ طریق شرک۔

جنات کے شر و فتنہ سے حفاظت کے لیے دور جاہلیت میں بھی مختلف طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔ چنانچہ تفسیر ابو السعود میں ہے کہ جب کوئی قافلہ کسی بیابان یا جنگل، وادی وغیرہ میں پڑاؤ کیا کرتا تھا تو یوں کہتا تھا کہ "ہم اس وادی کے (جنات کے) سردار کی پناہ میں آتے ہیں اس کی قوم کے شریروں سے۔" اور پھر یوں خیال کرتے کہ اب ہم جنات سے محفوظ ہو گئے ہیں۔

اس آیت سے بعض علماء نے تعویذ ورقی وغیرہ کے جواز پر بھی استدلال کیا ہے۔ تفصیل سورۃ الناس کے ذیل میں دیکھیں۔

﴿۷﴾ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا: جنات کا قیامت کے متعلق نظریہ: ایک تفسیر یہ ہے کہ "اَنَّهُمْ" کی ضمیر راجع ہے انسانوں کی طرف اور "ظَنَنْتُمْ" کی ضمیر راجع ہے جنات کی طرف اور معنی یہ ہے کہ بے شک ان انسانوں نے خیال کیا جیسے کہ اے جنوں تم نے خیال کیا ہے کہ ہرگز اللہ تعالیٰ نہیں کھڑا کرے گا کسی کو یعنی مرنے کے بعد زندگی نہیں ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا" کی ضمیر راجع بسوئے جنات ہو اور "ظَنَنْتُمْ" کی ضمیر راجع ہو انسانوں کی طرف معنی یہ ہے کہ ان جنوں نے خیال کیا جیسے کہ اے انسانو تم نے خیال کیا کیونکہ پہلے جنوں کا ذکر بھی ہے اور انسانوں کا ذکر بھی ہے۔ اس لیے یہ دونوں تفسیریں کی گئی ہیں۔

﴿۸﴾ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ: محافظت باری تعالیٰ: "لمس" کے معنی چھونے کے ہیں لیکن مفردات القرآن میں "لَمَسْنَا" کے معنی "رمنا وقصدنا" ہم نے ارادہ کیا ہم نے قصد کیا تو معنی یہ کرتے ہیں کہ ہم نے قصد کیا آسمان کا۔

فائدہ: شہاب ثاقب بعثت نبوی سے پہلے بھی تھے مگر ان کا ذریعہ دفع شیاطین کا کام آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوا۔ (معارف القرآن)

﴿۹﴾ باب کہانت کا انسداد۔ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ ...الخ خصوصیت خاتم الانبیاء۔ ﴿۱۰﴾ وَاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ ...الخ مضمون مذکور کے متممات: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آتی ہیں یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کیے جائیں؟ اس کا علم اسی "علام الغیوب" کو ہی ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

﴿۱۱﴾ جنوں کے اقسام: اس آیت میں جنوں کی اسلام سے پہلے کی حالت کو بیان کیا گیا ہے چونکہ قبل از اسلام جنات دونوں طرف کے تھے نیک بھی اور بد بھی اس لیے "الصّٰلِحُوْنَ" کے مقابلہ میں "دُوْنَ ذٰلِكَ" کا اشارہ فرمایا ہے تاکہ بدکاروں کا صراحتاً رُخ معلوم نہ ہو۔ ﴿۱۲﴾ جنوں کا عقیدہ۔ ﴿۱۳﴾ جنوں کا ایمان۔ فَمَنْ يُّؤْمِنْ: نتیجہ مؤمنین۔

﴿۱۴﴾ جنوں کے اقسام: اس آیت میں عہد نبوت کے جنات کا ذکر ہے اور بدکاروں کی بدی جہنم سے بچنے کے لیے صاف صاف بیان فرمادی۔ فَمَنْ اَسْلَمَ: نتیجہ مؤمنین جنات۔ ﴿۱۵﴾ تنبیہ جنات۔ ﴿۱۶﴾ مشرکین مکہ کیلئے طریق کامیابی جس طرح جنوں کا کلام نقل کر کے وحی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو بتایا گیا تھا ان میں ایک بات یہ تھی "اسْتَقَامُوْا" کے جملہ کی ضمیر کے بارے میں بعض مفسرین کہتے ہیں جنات کی طرف راجع ہے چونکہ اوپر سے انہی کا ذکر چلا آرہا ہے اور انہی کی حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اے مشرکو تمہارے معبود خود ما مور و محکوم ہیں۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ آدمیوں کی طرف راجع ہے اس لئے اہل مکہ اس وقت سات سال قحط میں مبتلا تھے پانی اور رزق کی تنگی سے جان لبوں پر آرہی تھی ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری بت پرستی اور جنوں سے مدد مانگنے اور بدکاری کا نتیجہ ہے اگر تم اسلام اختیار کرتے اور ہمارے آگے جھکتے تو ہم تو کو بہت سے پانی سے سیراب کرتے۔

﴿۱۷﴾ امتحان خداوندی: تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد یعنی اسلام سے روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت اور ناقابل برداشت عذاب میں داخل کرے گا۔

﴿۱۸﴾ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ...الخ فضائل مساجد: اور ان باتوں میں سے ایک یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ

کے لیے مخصوص ہیں۔ فَلَا تَدْعُوْا ... الخ ماسوا اللہ سے عبادت کی نفی : ان میں اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ حضرات علماء کرام لکھتے ہیں یوں تو ساری زمین کو امت کے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے مگر خصوصیات سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص کر موسوم ہیں ان کو وہ امتیاز حاصل ہے کہ دنیا کے کسی خطہ کو وہ امتیاز حاصل نہیں ہے لہذا ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ "مساجد" سے مراد وہ اعضا ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ اعضاء صرف اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں ان کو اس مالک و خالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے مت جھکاؤ۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں دنیاوی گفتگو اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز مساجد کو عبادت کے علاوہ دیگر معاملات مثلاً : خرید و فروخت، خصومات اور جھگڑوں کے نمٹانے، حدود قائم کرنے وغیرہ امور سے پاک رکھنا واجب ہے۔

﴿۱۹﴾ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ: فضیلت خاتم الانبیاء : (یہ مضمون بھی وحی کا ہے) اس بندے سے مراد اللہ تعالیٰ کے کامل بندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ عَلَيْهِ لِبَدًا: اہل ایمان تو رغبت سے قرآن کریم کو سننے کی خاطر جم گھٹا کرنے لگتے ہیں اور کفار عداوت و عناد لیے اس پر ہجوم کرنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں کہ موقع ملے تو اس کی آواز کو ہمیشہ کیلئے بند کر دیں۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

اے پیغمبر ﷺ آپ کہہ دیجئے بیشک میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ﴿۲۰﴾ آپ کہہ دیجئے اے لوگو میں تمہارے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں ﴿۲۱﴾

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ

آپ کہہ دیجئے کہ بیشک مجھے خدا کے سامنے ہرگز کوئی بھی پناہ نہیں دیگا اور میں خدا کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاتا ﴿۲۲﴾ مگر میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ؕ

پہنچانا اور اسکے پیغامات ادا کرنا ہے اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا پس بیشک اسکے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اسمیں رہیں گے ﴿۲۳﴾

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ

یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھیں گے جسکا ان سے وعدہ کیا گیا ہے پس یہ لوگ اسوقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور تعداد میں کم ﴿۲۴﴾ اے پیغمبر ﷺ

اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ

آپ کہہ دیجئے میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تمسے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کے لئے مدت دراز ٹھہرائیگا ﴿۲۵﴾ غیب کو جاننے والا ہے پس اپنے غیب پر

اَحَدًا ﴿۲۶﴾ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ۙ

کسی کو مطلع نہیں کرتا ﴿۲۶﴾ مگر اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرتا ہے تو اسکے آگے اور پیچھے اللہ تعالیٰ چوکیدار بھیجتا ہے ﴿۲۷﴾

ع ۲ ۱۲ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

تا کہ ظاہر کر دے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور اس نے احاطہ کیا ہے انکے تمام احوال کا اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی گنتی کر رکھی ہے ﴿۲۸﴾

﴿۲۰﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا... الخ ربط آیات : گزشتہ آیات میں تھا کہ جنات نے کہا "وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا" اور ہم اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اب یہاں سے بھی توحید کا ذکر ہے "اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ" کہ آپ کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ فریضہ خاتم الانبیاء، نفی مختار کل، فریضہ خاتم الانبیاء، نتیجہ مخالفین رسول، تنبیہ مشرکین، خاتم الانبیاء، سے نفی علم غیب کلی انتخاب رسول برائے بعض علم غیب طریق حفاظت وحی، حکمت حفاظت۔ ماخذ آیات۔ ۱۸ تا ۲۸+

قُلْ اِنَّمَآ۔ فریضہ خاتم الانبیاء۔ ﴿۲۱، ۲۲﴾ نفی مختار کل۔ ﴿۲۳﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ نتیجہ مخالفین رسول۔ ﴿۲۴﴾ تنبیہ مشرکین۔ ﴿۲۵﴾ خاتم الانبیاء سے نفی علم غیب کلی۔ مجھے تمہارے عذاب کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ ﴿۲۶، ۲۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ۔ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا بیان۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ انتخاب رسول برائے بعض علم غیب۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ طریق حفاظت وحی۔ پھر اس کے آگے پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔ اس آیت کے تحت امام اہل سنت شیخ الحدیث ہمارے استاد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر ازالۃ الریب میں لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا بریلوی، مولوی محمد عمر، مفتی احمد یار خان، اس آیت کا ترجمہ لکھتے ہیں تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اس کے بعد تفسیر کبیر، تفسیر عزیزی، تفسیر خازن، اور روح البیان کی وہ تفسیریں جوان کے مدعیٰ کے سراسر خلاف ہیں۔ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی آنحضرت ﷺ کو عطاء فرمایا گیا اب کیا شئی ہے کہ جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔

(انتہی بلفظہ جاء الحق۔ص۔۵۵، ۵۶۔ خالص الاعتقاد۔ص۔ ۲۴۔ مقیاس حنفیت۔ص۔۳۶۰)

جواب: فریق مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔ اولاً: اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں اگر اس کو آخری سورۃ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ (حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں)۔ (تفسیر اتقان۔ص۔۲۵۔ج۔۱)

تب بھی یہ روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال وحرام اور حدود وغیرہ تو رہے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا کیا فریق مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علم غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور مدنی سورتوں میں علم غیب کی نفی کیوں آئی ہے؟ جواب کے لیے تو صرف یہی آیت ہی کافی ہے۔ ثانیاً: فریق مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے کلی علم غیب یا بعض علم غیب؟ بصورت اول ان کا مدعیٰ باطل ہو جائے گا اسی آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا" سے بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک عذاب اور بعض کے نزدیک قیامت مراد ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" میں ایسی ضرور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے یہ اعلان کروایا ہے کہ آپ فرمادیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ بالکل متصل اور پیوستہ ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سب غیب بتا دیا ہے جس میں عذاب اور قیامت بھی داخل ہے۔ آخر فریق مخالف ہی لب کشائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں یہ اختلاف اور تضاد بیان کیوں ہے؟ کہ ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ آپ کہہ دیں مجھ کو عذاب یا قیامت کا علم نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتا دیا ہے۔ لہٰذا اس سے کلی علم غیب مراد لینا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تعارض وتضاد ہے اور نہ ہی اس کا احتمال ہے۔ (ازالۃ الریب۔ص۔۳۸۹۔۳۹۰)

ثالثاً۔ حضرات مفسرین کرام نے فرمایا اس جگہ کلی غیب نہیں بلکہ بعض غیب مراد لی ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی لِعِلْمِ بَعْضِهٖ حَتّٰی یَکُوْنَ لَهٗ مُعْجِزَةً"۔ (بیضاوی۔ص۔۳۷۹۔ج۔۲)

مگر اپنے بعض رسولوں کو اپنے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تا کہ یہ اس کیلئے معجزہ ہو جائے۔ اور علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے، تا کہ اس کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر جتنا چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ (مدارک۔ص۔۲۷۹۔ج۔۲۔)

اور علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں "فَاِنَّهٗ یُطْلِعُهٗ عَلٰی بَعْضِ الْغَیْبِ"۔ (تنویر المقباس۔ص۔۳۷۹۔ج۔۲)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چن لیتا ہے اس کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "فَیُظْهِرُ عَلٰی مَا یَشَاءُ مِنَ الْغَیْبِ" اس سے مراد یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کیلئے انتخاب کر لیا ہو سو اس کو غیب میں جس حصہ پر چاہے مطلع کر دیتا ہے تا کہ وہ جب غیب کی خبریں بیان کرے تو یہ اس کی نبوت کی دلیل اور بطور معجزہ کے واقع حجت ہو۔ (خازن۔ص۔۳۷۹۔ج۔۲)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "فَاِنَّهٗ یَقْتَضِیْ اِطِّلَاعَ الرَّسُوْلِ عَلٰی بَعْضِ الْغَیْبِ"۔ (فتح الباری۔ص۔۳۹۵۔ج۔۸)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول بعض علم غیب پر مطلع ہو۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے بعض علم غیب مراد ہیں۔ (ارشاد الساری۔ص۔۲۱۵۔ج۔۱۰) علامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض غیوب پر مطلع کرنے کے لیے منتخب کر دیا ہو جو اس کی رسالت کے متعلق ہوں۔ (ابو سعود۔ص۔۳۴۳۔ج۔۴) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بعض ایسے غیوبات ظاہر کر دیتا ہے جو اس کی رسالت سے متعلق ہوتے ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۶۹۔ج۔۲۹)

الغرض خان صاحب اور اس کے اذناب نے "فَلَا یُظْهِرُ" کے معنی جو مسلط کے کئے ہیں وہ ان کا ایک تجدیدی اور خانہ ساز کارنامہ ہے کیونکہ لغت میں اس کے معنی ظہور پیدا شدن، و چیزہ شدن اور اظہار پیدا کردن، و چیزہ گردانیدن کے آتے ہیں۔

(دیکھئے صراح۔ص۔۱۹۳۔وغیرہ)

اس پر سرے سے تسلط کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض اس کا معنی تسلط مان بھی لیا جائے تو پھر دلائل قطعیہ کے پیش نظر اور حسب تصریح مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس مقام پر بعض علم غیب مراد ہے تو بعض علم غیب پر رسول مرتضیٰ کا مسلط ہونا بھی فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ لہذا واضح ہوا کہ اس سے مراد بعض علم غیب ہے کلی علم غیب مراد نہیں۔ (محصلہ ازالۃ الریب)

پیر کرم شاہ صاحب کا علم غیب کے متعلق عقیدہ

پیر کرم شاہ صاحب الازہری بریلوی آف بھیرہ شریف تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رسالت کیلئے چن لیتا ہے اس کو جس غیب پر چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر ان رسولوں کو جن کو اس نے چنا ہے مستثنیٰ کر دیتا ہے بس ان کو جتنا چاہا اپنے غیب کا علم بطریقہ وحی عطا فرمایا۔ ابو حیان رقمطراز ہیں: یعنی رسول مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنے غیب پر وہ چاہتا ہے مطلع کر دیتا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ و قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور بنی زید سے آیت کی یہی تفسیر نقل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ رسولوں کو چن لیتا ہے اور انہیں غیب میں سے جتنا چاہتا ہے اس پر آگاہ کر دیتا ہے۔ (ضیاء القرآن۔ص۔۳۹۷۔ج۔۵)

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اصل کتب تفاسیر سے عربی عبارات بھی نقل کی ہیں ہم نے ان کے قلم سے صرف اردو ترجمہ نقل کیا ہے اس صفحہ کے آخر میں پیر صاحب نے خلاصہ درج فرمایا ہے جو یہ ہے: سلامتی اسی میں ہے کہ ہم آیات کو وہ معنی نہ پہنائیں جن کو

ان کے کلمات قبول نہیں کرتے۔ کاش! کہ پیر صاحب اور ان کے پیشرو اعلیٰ حضرت و صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خان گجراتی اور ان کی جماعت یہی طریقہ اختیار کرتے اور سیدھی اور صاف بات جو قرآن نے فرمائی ہے اس کو صدق دل سے تسلیم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے اور اپنے ان علوم غیبیہ پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا بجز اپنے رسولوں کے ان کو جتنا چاہتا ہے علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔ تو یہ حق اور صواب بات تھی مگر شیطان اور خواہش نفسانی نے ایسا عقیدہ اپنانے سے دور رکھا اور شرک کی دلدل میں پھنسا دیا۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب لکھتے ہیں "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا" یعنی قیامت کے وقت معین سے میری بے خبری اس لیے ہے کہ میں عالم الغیب نہیں بلکہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ رب العلمین کی خصوصی صفت ہے اس لیے وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی غالب و قادر نہیں بناتا۔ یہاں "عٰلِمُ الْغَيْبِ" میں "الْغَيْبِ" کا الف لام استغراق جنس کے لیے۔ (کمافی الروح عن الرضی)

اور "عَلٰى غَيْبِهٖ" میں "غیب" کی اضافت اللہ کی طرف کرنے سے بھی اسی استغراق اور جامعیت کا اظہار مقصود ہے یعنی ہر ہر فرد و جنس غیب کا علم جو اللہ رب العلمین کا مخصوص وصف ہے اس پر وہ کسی کو قادر و غالب نہیں کرتا کہ کوئی جس غیب کو چاہے معلوم کرلے۔ جس قدر علم غیب کی خبروں اور غیب کی چیزوں کا علم کسی رسول کو دینا ضروری ہے وہ ان کو منجانب اللہ بذریعہ وحی دے دیا جاتا ہے اسی کو قرآن کریم میں جابجا انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ" تو ناواقف لوگ غیب اور انباء الغیب میں فرق نہیں کرتے حالانکہ فرق واضح ہے کہ ہر ذرہ کائنات کا علم رکھنے والا صرف اللہ ہی ہیں یہ صفت کسی اور میں مان لیجائے تو یہ کھلا شرک ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا خفیہ راز کسی اپنے دوست کو بتادے جو اور کسی کے علم میں نہ ہو تو اس سے دنیا میں کوئی بھی اس دوست کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ہزاروں غیب کی چیزوں کا بذریعہ وحی بتادینا ان کو عالم الغیب نہیں بنادیتا خوب سمجھ لیا جائے۔ (محصلہ معارف القرآن۔ص۔۵۸۲۔ج۔۸)

اعلیٰ حضرت کا کفریہ عقیدہ۔ استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ دعویٰ روز اول سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے اس لیے نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ مساوات لازم آتی ہے (کیونکہ مساوات علم باری تعالیٰ کا کسی کے نزدیک وہم و تصور بھی نہیں) اور نہ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے بالاستقلال اور ذاتی طور پر ان مذکورہ اشیاء کا علم ثابت کیا جارہا ہے (کیونکہ غیر اللہ کے لیے بالاستقلال اور ذاتی علم کا کوئی بھی قائل نہیں) بلکہ اس لیے یہ نظریہ اور عقیدہ کفریہ ہے کہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ قرآنیہ کا رد یا کم از کم تاویل لازم آتی ہے اور ضروریات دین میں تاویل بھی کفر سے نہیں بچاتی۔ (ملاحظہ ہو عبد الحکیم علی الخیالی۔ص۔۱۴۶۔ بحوالہ اتمام البرہان۔ص۔۲۶،۲۷)

حق بات یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور اہل سنت والجماعت جمہور کا مسلک بھی یہی ہے حق تعالیٰ شانہ بقیہ ساری زندگی اسی عقیدہ پر قائم و دائم رہنے کیلئے قبول فرمائے اور نادان دوستوں کو راہ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرکیہ عقائد و نظریات سے محفوظ فرمائے اور مرتے وقت خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

﴿۲۸﴾ **حکمت حفاظت** : تاکہ وہ دیکھ لے ان فرشتوں نے اپنے رب کے پیغامات بحفاظت رسول تک پہنچادیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان نگہبانوں کے تمام حالات کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ہر ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

ختم شد سورۃ الجن بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المزمل

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المزمل ہے یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۷۳۔ نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع ۔۲۰۔ آیات ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد تیسرے نمبر پر اس سورۃ کا پہلا رکوع نازل ہوا یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : "مزمل" لغت عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے مثلاً چادر و کمبل وغیرہ کو اپنے اوپر لپیٹ لے آنحضرت ﷺ کا معمول تھا نماز تہجد اور قرآن کریم کی تلاوت کے لیے جتنا قرآن کریم اس وقت نازل ہوا تھا رات کو اٹھتے تو ایک دراز کمبل اوڑھ لیتے تا کہ سردی سے حفاظت رہے اور نماز کی حرکات میں کسی کا حرج واقع نہ ہو آنحضرت ﷺ کو اس سورۃ میں (مزمل) سے خطاب فرمایا گیا کہ اے کمبل یا چادر اوڑھنے والے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ المزمل مقرر ہوا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں اثبات رسالت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ اس سورۃ میں جو آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اس کے طریقہ تلاوت کا ذکر ہے۔ کما لا یخفی۔

موضوع سورۃ : مبلغ کے لیے دستور العمل۔

خلاصہ سورۃ : ترغیب تلاوت قرآن، تسلی خاتم الانبیاء، تخویفات مکذبین، ترغیب نماز تہجد، نسخ فرضیت تہجد فرائض مؤمنین، امہال مجرمین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان، فرعون کے خبائث و نتائج، مطلق قرأت کی فرضیت تذکیرات ثلاثہ۔ واللہ اعلم

شان نزول : حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابتدائے نبوت میں قریش مکہ دار الندوہ میں جمع ہوئے آنحضرت ﷺ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کی حالت کے مناسب کوئی لقب آپ ﷺ کے لیے تجویز کرنا چاہیے کہ سب اس پر متفق رہیں اور اسی نام کو لیکر مکہ سے باہر نکلیں اور وہ نام اطراف ملک میں مشہور ہو جائے کسی نے کہا آپ (ﷺ) کاہن ہیں پھر رائے قرار پائی کہ آپ (ﷺ) کاہن نہیں ہیں۔ کسی نے مجنون کہا پھر اس کو بھی آپس میں غلط قرار دے دیا پھر ساحر کہا اس کو بھی رد کر دیا اور بعض کہنے لگے کہ ساحر اس لیے درست ہے کہ آپ ﷺ دوست کو دوست سے جدا کر دیتے ہیں معاذ اللہ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو رنج ہوا اور آپ ﷺ رنج کی حالت میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جیسا کہ اکثر سوچ و غم میں آدمی ایسا کر لیتا ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ" سے خطاب فرمایا اور آپ ﷺ کی تسلی فرمائی کہ آپ ﷺ ان کفار کی باتوں پر رنج نہ کریں۔ (محصلہ بیان القرآن)

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ

اے کمبل اوڑھنے والے ﴿۱﴾ آپ رات کو کھڑے ہوں مگر تھوڑا حصہ ﴿۲﴾ نصف شب یا نصف شب سے کچھ کم کر دیں ﴿۳﴾ یا نصف سے کچھ زیادہ کر دیں

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ

اور قرآن پاک ترتیل سے پڑھیں ﴿۴﴾ بیشک ہم آپ پر ایک بوجھل بات ڈال رہے ہیں ﴿۵﴾ بیشک رات کو اٹھنا روندنے کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے

وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ

اور زیادہ درست ہے بات کرنے کے اعتبار سے ﴿۶﴾ بیشک آپ کیلئے دن کیوقت بہت شغل رہتا ہے ﴿۷﴾ اور اپنے رب کے نام کو یاد کریں اور سب سے ہٹ

اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ وَاصْبِرْ عَلٰى

کر صرف اسی کی طرف الگ ہوں ﴿۸﴾ مشرق اور مغرب کا وہی رب ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں لہذا اسی کو اپنا کارساز پکڑو ﴿۹﴾ اور اے پیغمبر ﷺ آپ صبر کریں ان باتوں

مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَذَرْنِىْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱

پر جو مخالفین کہتے ہیں اور آپ خوش اسلوبی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہوجائیں ﴿۱۰﴾ اور آپ مجھے چھوڑ دیں اور ان جھٹلانے والے اصحاب نعمت کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ﴿۱۱﴾

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ

بیشک ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم کی آگ ہے ﴿۱۲﴾ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے ﴿۱۳﴾ جسدن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے

وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝۱۴ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

اور پہاڑ ریت کے منتشر ٹیلے ہوجائیں گے ﴿۱۴﴾ بیشک ہمنے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو شہادت دینے والا ہے تمہارے اوپر

كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝۱۵ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝۱۶

جیسا کہ ہمنے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا ﴿۱۵﴾ پس فرعون نے اس رسول کی مخالفت کی تو ہم نے فرعون کو پکڑلیا وبال والا پکڑنا ﴿۱۶﴾

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝۱۷ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ

پس تم کیسے بچو گے اگر تمنے توحید ورسالت کا انکار کیا اسدن سے جو بچوں کو بوڑھا کردیگا ﴿۱۷﴾ اس دن آسمان پھٹ جائے گا اللہ تعالیٰ کا

ع ۱ ۱۹ ۱۲ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝۱۸ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝۱۹

وعدہ پورا ہو کر رہے گا ﴿۱۸﴾ بیشک یہ نصیحت کی باتیں ہیں لہذا جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنالے ﴿۱۹﴾

خلاصہ رکوع ❶ شرف وتسلی خاتم الانبیاء، مشروعیت تہجد، مقدار قیام اللیل، طریق تلاوت قرآن، مشروعیت تہجد کی علت ۱، ۲، ۳، فریضہ خاتم الانبیاء، حصر الربوبیت، فریضہ خاتم الانبیاء، امہال مجرمین، ۱، ۲، نتائج مجرمین، مبادی قیامت اثبات رسالت خاتم الانبیاء، رسالت حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی خباثت، نتیجہ خباثت، تخویف مشرکین، کیفیت آسمان، صداقت قرآن، دعوت الی القرآن۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۹+

﴿۱﴾ شرف وتسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۲﴾ نماز تہجد کی مشروعیت۔

زرارہ بن اوفی سعد بن ہشام سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے قیام وتہجد کے بارے میں بتلایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ : کیا تم یہ سورت مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا : کیوں نہیں؟ فرمایا کہ :اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام فرض قرار دیا

ہے، چنانچہ اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات کا اکثر حصہ میں التزاماً قیام فرمایا کرتے تھے اور طویل قیام کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا اور اس سورت کی اختتامی آیات بارہ ماہ تک نازل نہیں ہوئیں۔ بعد ازاں آخری آیات میں اس حکم کے بارے میں تخفیف نازل ہوگئی اور پھر اس کے بعد قیام اللیل فرض نہیں رہا بلکہ نفل قرار دیا گیا۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : جب سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو لوگ رمضان المبارک جتنا قیام اللیل کیا کرتے تھے۔ حتی کہ اس سورت کی آخری آیات نازل ہوئیں اور اس کی ابتدائی اور اختتامی آیات کے نزول کی درمیانی مدت تقریباً ایک سال تھی۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ قیام اللیل کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے اور اب یہ نفل عبادت ہے۔ جس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔ اس کے اہتمام ، ترغیب اور فضائل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روایات واحادیث منقول ہیں۔

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أحب الصلوة إلى الله صلوة داؤد كان ينام نصف اليل و يقوم ثلثه. وينام سدسه. وأحب الصيام إلى الله صيام داؤد كان يصوم يوماً و يفطر يوماً۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے اور جب سپیدۂ سحر (صبح کاذب) نمودار ہوتا تو تین رکعات سے وتر ادا فرمایا کرتے تھے، پھر تسبیح وذکر میں مشغول ہو جاتے اور جب فجر (صبح صادق) ہو جاتی تو دو رکعت سنت فجر ادا فرماتے تھے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

﴿۳﴾ مقدار قیام اللیل۔

﴿۴﴾ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ ...الخ طریق تلاوت قرآن : قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اور صاف صاف پڑھیں مخارج اور صفات کا لحاظ بھی رکھیں قراء حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت کے تین درجات ہیں۔ ❶ ترتیل۔ ❷ تدویر۔ ❸ حدر۔ ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ خوب آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیجائے۔ حدر کا مطلب یہ ہے کہ جلدی جلدی پڑھا کریں۔ تدویر ان دونوں کے درمیان پڑھنے کو کہتے ہیں۔ لیکن تینوں صورتوں میں جو بھی صورت اختیار کی جائے حروف کو کاٹنا یا تجوید کے خلاف پڑھنا درست نہیں۔

﴿۵﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ ...الخ مشروعیت تہجد کی علت۔ ❶ بے شک ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں بھاری کلام سے مراد قرآن کریم کا نزول ہے مطلب یہ ہے کہ آپ عبادت اور ریاضت کریں تاکہ وہ بھاری بوجھ ہلکا ہو اور تعلیم ارشاد سہل وآسان ہو جائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر سخت سردی کے زمانے میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی حالت بدل جاتی تھی جب فرشتہ رخصت ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ کے جسم اطہر سے پسینہ بہتا رہتا تھا۔ (بخاری شریف۔ ص۔ ا۔ ج۔ ا)

﴿۶﴾ علت ❷ بے شک رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے نفس کے کچلنے میں اور دعاؤں میں مشغول ہونے میں اس وقت چونکہ سناٹا ہوتا ہے۔ "وَاَقْوَمُ قِيْلًا" اور بات ٹھیک نکلتی ہے شور وغل نہیں ہوتا ادھر ادھر کی آوازیں نہیں آتیں اس لیے عبادت میں خوب دل لگتا ہے دل اور زبان دونوں موافق ہو جاتے ہیں اطمینان کے ساتھ تلاوت بھی ہوتی ہے اور دعا حضور قلب کے ساتھ ہوتی ہے۔

﴿۷﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ ...الخ علت ۔ ❹ بے شک آپ کو دن میں لمبا کام رہتا ہے اور آپ کے مشاغل منتشر ہیں اور متفرق آنے جانے والے لوگ بھی ہیں دعوت وارشاد کا کام بھی ہے اس لیے لمبی نماز پڑھنے کیلئے رات تجویز کی گئی ۔

﴿۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : کہ اپنے رب کو یاد رکھیں ہر حال میں اسے نہ بھولیں کیونکہ جس وقت بندہ اس سے غافل ہوجاتا ہے تو انوارات کا سلسلہ روح سے منقطع ہوجاتا ہے اور دل تاریکی سے بھر جاتا ہے روح مردہ ہوجاتی ہے ۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً : اپنا پورا قلبی رخ اللہ کی طرف رکھئے یعنی اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے اس تعلق کے مظاہرے اور آثار ہر تعلق پر غالب رکھئے بظاہر بیویوں سے بھی تعلق رہے اولاد سے بھی اولیاء واصدقاء سے بھی مگر اللہ تعالیٰ کا تعلق ان تمام تعلقات پر غالب رہے اس کے احکام کی ادائیگی میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آنے پائے یہ درحقیقت بہت بڑی نصیحت ہے جو بندہ بھی پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے وہ لوگوں سے بھی ملتا جلتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ تعالیٰ کی یاد میں معمور رہتا ہے اور مخلوق کو راضی رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتا ۔

”تبتل“ کے لفظی معنی انقطاع اور گوشہ نشینی وخلوت کے ہیں ۔ (احکام القرآن ۔ جصاص ۔ ج ۔ ۳ ۔ ص ۔ ۶۲۷)

آیت میں ”تبتل إليه تبتيلاً“ کی تفسیر بعض حضرات نے ”أخلص إليه اخلاصاً“ سے کی ہے جب کہ قتادہ سے منقول ہے کہ ”أخلص إليه الدعاء والعبادة“ اور بعض حضرات سے ”الانقطاع إلى الله“ مراد ہے ۔ یعنی تمام تعلقات سے انقطاع ہوجائے اور اللہ کے سوا کسی سے خیر کی امید نہ ہو ۔

(بہرحال حاصل یہ ہے کہ پہلے تو یہ حکم دیا گیا کہ حق تعالیٰ کی بلاواسطہ عبادت اور مناجات کے لیے تورات میں تہجد اور قیام کیا جائے لیکن دن میں بھی اگرچہ بظاہر مخلوق سے تعلقات ومعاملات رکھنے پڑیں لیکن دل کی توجہ اور قلبی تعلق رب العالمین سے ہی رہنا چاہیے ۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق، اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹنے نہ دے ۔ بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے اور اسی کی یاد ہر عمل میں غالب رہے ۔ جسے صوفیاء کرام رحمہم اللہ علیہ کے یہاں ”خلوت در انجمن“ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

(من افادات شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

فَائِدَہ : ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو خواہ روح سے ہو خواہ سری سے خواہ حقی سے ہو خواہ اخفیٰ سے خواہ نفس سے ہو یا سلطان الاذکار سے ہو اور عام ہے کہ اسم ذات (اللہ) کا ورد ہو یا کسی صفاتی نام کا یا کلمہ طیبہ کا جس سے اس کو مناسبت ہو یا کسی شیخ نے اس کے حال کے موافق تجویز کیا ہو حضرات صوفیائے کرام نے اجتہاد واستنباط اور تعلیم الہامی سے اذکار کے مختلف طریقے مبتدی اور منتہی کیلئے مقرر فرمائے ہیں جیسے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے حضرات سالکین حق کو ذکر خفی کا تلقین فرماتے ہیں جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کے حضرات مبتدی کو بطور علاج ذکر جہر کا حکم صادر فرماتے ہیں ۔ تجربہ ثقات اور بندہ ناچیز کے ناقص تجربہ نے واضح کردیا ہے کہ ان کا اثر جلد محسوس ہوجاتا ہے اور تنویر قلب وروح میں ان کی ایک عجیب خاصیت ہے اس کا انکار بدیہات کا انکار ہے منتہی بھی ہر حال میں ذاکر رہتا ہے اور مبتدی اگر تبتل اختیار کرے تو جلد اثر ظاہر ہوجاتا ہے ۔

ذکر مع التبتل کی آسان صورت : یہ ہے کہ اہل دنیا سے تھوڑے وقت کے لیے تعلق منقطع کر کے کسی گوشہ میں سر ڈھانک کر قبلہ رخ بطہارت بیٹھے اور استغفار و درود شریف کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر رورو کر مانگے یا اللہ میرے جسم کے ذرہ ذرہ کو اپنی یاد والا بنادے یا اللہ مجھے اپنی محبت والا فیض اپنی رضا والا فیض اور اپنے عشق والا فیض عطاء فرما اس کے بعد اپنے قلب کی طرف دھیان جما کر انتظار میں بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت آرہی ہے اور میرے دل کی حرکت اللہ، اللہ

کر رہی ہے اس کے بعد اس پر جذبہ محبت کی حالت طاری ہوگی کہ جس میں تعداد ذکر بھی جاتی رہے گی وہ عین ذکر کثیر کا مصداق ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا" یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرو۔

ذکر مع التبتل کی تائید : آنحضرت ﷺ کی زندگی مبارک سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نبوت سے قبل مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر غار حرا میں اپنا خلوت خانہ بنا رکھا تھا وہاں یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے گویا آپ ﷺ اپنی امت کے طالبان حق کے مبتدیوں کو بتا گئے کہ اپنے اوپر خلوت کو لازم پکڑ لو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے "وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا" یعنی اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف آ جاؤ۔ ذکر اللہ کی کثرت اور تعلقات دنیا کے ترک کے معاملہ میں صوفیائے کرام سلفاً خلفاً سب سے آگے رہے ہیں اتنا ضرور ہے کہ ہر دور کی نزاکتوں کا خیال رکھتے ہوئے اکابر صوفیائے عظام رحمہ اللہ نے وصول الی اللہ کی تحصیل کے لیے تجدید فرمائی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جن خوش قسمت سالکین نے ان کے تجویز شدہ طریقوں کو اپنا لیا وہ یقیناً بہت جلد واصل باللہ ہو گئے اور اس مادی دور میں بھی روحانیت کا سمجھانا بہت مشکل ہے مگر حق تعالیٰ نے سالکین حق کی رہنمائی کے لیے اس پر فتن دور میں بھی کچھ ایسے صاحب دل پیدا فرما دیئے ہیں جنکی صحبت کے اثر سے آج بھی انسانوں کی زندگیوں میں نمایاں تبدیلیاں آ رہی ہیں ان صاحب دل حضرات میں سے ایک ہمارے حضرت حاجی محمد حسین صاحب نقشبندی رحمہ اللہ ہیں (جو اب وفات پا چکے ہیں) جنہوں نے آفتاب علم و ہدایت حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمہ اللہ اور مفسر قرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ سے روحانی تربیت پائی اللہ تعالیٰ نے امت کی رہنمائی کیلئے سلسلہ عالیہ نقشبند یہ کہ اس عظیم رہنما سیدی و مرشدی حضرت حاجی محمد حسین صاحب رحمہ اللہ (بستی ککرے والا نزد ظریف شہید اسٹیشن شجاع آباد) کے قلب اطہر پر دس مراقبات القاء فرمائے ہیں جو کہ ایک قسم کی سلسلہ عالیہ نقشبند یہ میں تجدید ہے ان مراقبات پر عمل پیرا ہونے والے احباب کو دنیا والوں نے دیکھا ہے کہ چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ورضا اور عشق والا فیض اتنا غالب آ گیا کہ شریعت مطہرہ کے ہر حکم پر عمل کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا۔

اصلاح امت کی خاطر ان دس الہامی مراقبات کو مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔

① **لطیفہ قلب** : بائیں پستان کے دو انگل نیچے۔ ② **لطیفہ روح** : دائیں پستان کے دو انگل نیچے۔ ③ **لطیفہ سری**: بائیں پستان کے دو انگل اوپر۔ ④ **لطیفہ خفی** : دائیں پستان کے دو انگل اوپر۔ ⑤ **لطیفہ اخفیٰ**: وسط سینہ میں۔ ⑥ **لطیفہ نفس**: پیشانی میں۔ ⑦ **سلطان الاذکار**: ام الدماغ یعنی کھوپڑی میں۔

تفصیل ذکر و طریق مراقبات : تنہائی میں بیٹھ کر رو رو کر اللہ سے مانگیں کہ اے اللہ میرے لطیفہ دل روح، سری، خفی، اخفیٰ، نفس، سلطان الاذکار میں اپنا نام جاری فرما دے۔ **ذکر کا طریقہ :** یہ تصور کریں کہ اللہ کی رحمت حضور ﷺ کے قلب اطہر سے میرے اکابر مشائخ کے قلب سے میرے قلب میں آ رہی ہے، اور قلب کر رہا ہے، اللہ، اللہ، اللہ، اسی طرح تمام لطائف پر علیحدہ علیحدہ کچھ وقت کے لیے توجہ دیں۔ مراقبہ: ہر غلطی کی معافی کا فیض حضور ﷺ کے قلب اطہر سے میرے قلب میں آ رہا ہے، اسی طرح تمام مراقبات کا فیض متعلقہ مرکز پر آتا ہوا محسوس کریں۔

مراقبہ:۔ ① ہر غلطی کی معافی کا مراقبہ۔ ② ہر ہر نعمت کے شکرانے کا مراقبہ۔ ان دونوں مراقبات کا مرکز دل ہے۔ اور۔ ③ حضور ﷺ کی کامل محبت کا مراقبہ۔ ④ قرآن کی رحمت و برکت اور فیوضات کا مراقبہ۔ ⑤ اللہ کی محبت کا مراقبہ۔ ⑥ عالم برزخ اور قبر میں انبیاء پر اللہ کی رحمتوں کے نزول کا مراقبہ۔ ⑦ اللہ کے عشق کا مراقبہ۔ ⑧ اللہ کی رضا کا مراقبہ۔ ⑨ صحت و قوت، طاقت کا مراقبہ۔ ⑩ اللہ کی حفاظت کا مراقبہ۔ ان مراقبات کا مرکز سلطان الاذکار سے سینے کے پانچوں لطائف پر فیض کا انتظار کرنا ہے۔

﴿۹﴾ **حصر الربوبیت :** "تَبَتَّلْ" پر اشکال ہوتا ہے جب علاقہ دنیا سے منقطع ہو جائے گا تو پھر کھائے گا کہاں سے؟ تو

اس کا جواب دیا کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمام دنیا اور اس کے تمام اسباب اور سارے سلسلے اس کے ہاتھوں میں ہیں وہی سب کی پرورش کرتا ہے لہٰذا فکر کی ضرورت نہیں۔

﴿۱۰﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا: امہال مجرمین ① حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ آپ ان کو اچھے طریقے پر چھوڑ دیں اس میں تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ❶ ظاہری طور پر ان سے تعلقات چھوڑ دیں دل سے سب کے لیے ہدایت کی دعا کریں۔ ❷ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی سے نہ کریں۔ ❸ باوجود ان سے جدائی اور مفارقت کے ان کیلئے نصیحت میں پوری کوشش کریں۔ حضرات علماء کرام فرماتے ہیں اسی کا نام ہجر جمیل ہے۔

﴿۱۱﴾ امہال مجرمین ② : اور پیغمبر مجھ کو اور مکذبین قرآن کو موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے اور میرے سپرد کر دیجئے اور ہمارے ہاں ان کے لیے یہ سزا تیار ہے۔ ﴿۱۲،۱۳﴾ نتائج مجرمین : بھاری بھاری بیڑیاں اور دوزخ کی آگ اور اٹک جانے والا کھانا۔

﴿۱۴﴾ مبادی قیامت۔ ﴿۱۵﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا ...الخ اثبات رسالت خاتم الانبیاء۔

كَمَا أَرْسَلْنَا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت : اس آیت میں ''شَاهِدًا'' کا لفظ موجود ہے اس کی تفصیل دوسرے پارے میں گزر چکی ہے دیکھ لیں۔ البتہ اتنی بات یاد رکھیں اگر لفظ ''شاھد'' اور ''شھید'' سے وہی مراد ہو جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں یعنی حاضر و ناظر تو جن سورتوں میں اس صفت کا ذکر ہے ان سب سے سورۃ منافقون بعد میں نازل ہوئی ہے جس سے آنحضرت ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اور یہ محال ہے کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت دوسری آیت کی اور ایک سورۃ دوسری سورۃ کی تردید کرے اور اس کی سورتوں کا اس طرح آپس میں اختلاف اور تعارض واقع ہو ''حاشا و کلا'' لہٰذا ''شاھد'' اور ''شھید'' سے حاضر و ناظر کا مراد لینا قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔ (تبرید النواظر۔ص۔۸۸)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے تمہارے رسول کو اسی طرح بھیجا ہے جس طرح فرعون کے ہاں رسول (موسیٰ علیہ السلام) کو بھیجا تھا فرعون نے انکار کیا اور ہم نے اس پر سخت گرفت کی اگر قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے تو اس دن کے بچاؤ کی تم نے کونسی تدبیر کر رکھی ہے؟ یہ قرآن کریم فرائض و حقوق انسانی کے لیے نصیحت ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف اس کے ذریعے سے راہ پائے۔

﴿۱۶﴾ فرعون کی خباثت۔ فَأَخَذْنٰهُ: نتیجہ خباثت : پھر ہم نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی وجہ سے سخت قسم کا پکڑا اسی طرح جو آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو ان نافرمانوں کے ساتھ بھی معاملہ عذاب کا کیا جائے گا۔

﴿۱۷﴾ تخویف منکرین۔ ﴿۱۸﴾ آسمان کی کیفیت۔ ﴿۱۹﴾ صداقت قرآن : آیات قرآنی سے محض تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے آگاہ کیا جاتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تم سے کوئی غرض نہیں۔ فَمَن شَاءَ ...الخ دعوت الی القرآن : ہم نے اپنے تک تقرب کی راہ بتا دی ہے پھر جو چاہے ہمارے دربار لطیف میں جگہ پائے دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو انجام جہنم ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنٰى مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ

بیشک آپکا پروردگار جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ دو تہائی رات کے قریب اور کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں۔

الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا

اور اللہ تعالیٰ ہی رات دن کا اندازہ کرتا ہے اللہ جانتا ہے کہ تم اسکو پورا نہ کرسکو گے تو اس نے تمہارے اوپر مہربانی کے ساتھ رجوع فرمایا

مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ

پس جتنا تمہارے لیے آسان ہو قرآن پاک پڑھ لیا کرو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے کئی بیمار ہوں گے اور دوسرا طبقہ وہ ہے

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ

جو زمین میں سفر کریں گے تلاش کریں گے اللہ کا فضل اور کچھ لوگ ایسے ہونگے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے لہذا

مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا

قرآن پاک میں سے اتنا پڑھو جتنا آسان ہو اور نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض دو اچھا قرض

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

اور تم جو بھی نیکی اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے وہ بہتر ہے اور اجر کے اعتبار سے بڑا ہے اور اللہ سے معافی مانگتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع۲ ۱۴

بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے ﴿۲۰﴾

﴿۲۰﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ ...الخ ربط آیات : ایک سال تک آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تہجد کے لیے اور شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ضروری سمجھتے رہے اور اسی رات کا اندازہ ستاروں سے کیا کرتے تھے اسی حالت محمودہ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے بیان کیا ہے۔

خلاصہ رکوع ۲ نسخ فرضیت تہجد، نسخ کی علت، ۱، امر ندب ترغیب تلاوت قرآن، علت، ۲، اصول کامیابی، ۱، ۲، ۳، ۴، نتیجہ متقین، ترغیب استغفار، نتیجہ استغفار۔ ماخذ۔ آیات۔ ۲۰ +

اِنَّ رَبَّكَ ... الخ نسخ فرضیت تہجد : اس دوسرے رکوع کی آیت جب نازل ہوئی تو تہجد کی نماز کی فرضیت قیام لیل منسوخ ہوگئی اختیار دے دیا گیا کہ تہجد فرض نہیں جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے اور جو پڑھے وہ بھی جتنا آسانی سے ہو سکے پڑھے۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ ...الخ نسخ کی علت ① اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ تم وقت کا صحیح اور ٹھیک اندازہ کرنے پر قابو نہ پاسکو گے لہٰذا اس نے تمہارے حال پر شفقت و مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی۔

فَاقْرَءُوْا .... الخ امر ندب ترغیب تلاوت قرآن : مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ عمل ندب کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی اب جس قدر آسانی ہو بطور ندب کے اگر چاہو تو پڑھ لیا کرو اور منسوخ ہونے کی اصل علت مشقت ہے جس پر "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ" دال ہے اور اس کے قبل کا مضمون اس کی تمہید ہے۔ (بیان القرآن)

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ ...الخ علت۔ ② اس حکم (تہجد) کو اس لیے بھی منسوخ کیا گیا ہے کیونکہ ان حالتوں میں پابندی تہجد کی اور اوقات کی مشکل ہے بس اس لیے بھی تم کو اجازت ہے کہ اب تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو دونوں علتوں پر مستقلاً "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ" کو قریب کیا تاکہ تکرار نہ ہو۔

مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۔۔۔الخ فضل سے مراد۔ ❶ ہجرت۔ ❷ سفر تجارت۔ ❸ دین کا علم حاصل کرنا۔

فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنۡهُ ۔۔۔الخ اصول کامیابی۔۱۔۲۔۳۔۴۔ وَاَعۡظَمَ اَجۡرًا: نتیجہ متقین۔

وَاسۡتَغۡفِرُوۡا: ترغیب استغفار۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ: نتیجہ استغفار۔

تخریج مسائل: امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ قیام اللیل جو سورت کی ابتدائی آیات کی بناء پر ابتداءً فرض کیا گیا تھا اس کا نسخ اس آیت سے ہو گیا۔

آیت مذکورہ سے دوسرا حکم یہ معلوم ہوا کہ نماز میں قرآت کرنا فرض اور لازم ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ۔ تیسرا حکم یہ معلوم ہوا کہ نماز تھوڑی قرآت سے بھی جائز ہو جاتی ہے۔

چوتھا حکم یہ معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی لیکن کوئی دوسری آیت یا سورت پڑھ لی تو اس سے فرض قرآت ادا ہو جاتا ہے۔ اگر اس پر یہ اشکال کیا جائے کہ مذکورہ تمام احکامات صلوٰۃ اللیل کے ضمن میں بیان کیے گئے ہیں جبکہ خود صلوٰۃ اللیل کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے قرآت کے فرض ہونے وغیرہ امور پر استدلال کیونکر درست ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ اللیل کی صرف فرضیت منسوخ ہوئی ہے اس کی شرائط اور احکامات تو منسوخ نہیں ہوئے۔ کیونکہ جب یہ احکام تطوع یعنی نفل ثابت اور لازم ہو گئے تو نماز ہونے کی حیثیت سے نفل اور فرض میں چونکہ کوئی فرق نہیں اس لیے فرائض کے حق میں بھی ان امور کی فرضیت واثبات پر استدلال درست ہے۔

نیز آیت میں فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ میں صیغہ امر ہے وجوب کے لیے ہوتا ہے جب کہ نماز کے علاوہ کسی ایک موقع پر قرآت قرآن واجب نہیں۔ لہٰذا لامحالہ اس سے نماز میں قرآت قرآن کی فرضیت وجوب بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ آیت میں قرآت سے نفل نماز کی قرآت مراد ہے تو یہ نفل میں فرضیت قرآت کی دلیل ہے لیکن یہ فرض نماز میں قرآت کی فرضیت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ بلاشبہ نفل نماز کا پڑھنا انسان پر فرض تو نہیں لیکن جب بھی کوئی نفل نماز پڑھے گا تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اسے اس کی تمام شرائط کے ساتھ پڑھے اور انہی شرائط میں سے فرضیت قرآت بھی ہے اور جس طرح نفل پڑھنے والے پر نماز کی دیگر شرائط کی پابندی ضروری ہے مثلاً: طہارت، ستر، استقبال قبلہ وغیرہ ایسے قرآت بھی فرض ہوگی۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے انسان پر بیع وشراء خرید وفروخت اور بیع کی دیگر اقسام مرابحہ سلم وغیرہ کوئی فرض نہیں لیکن اگر کوئی یہ معاملات کرے تو پھر ان کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے۔ (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۲۸)

ختم شد سورۃ المزمل بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المدثر

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المدثر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''مدثر'' سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۷۴۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں چوتھے نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع۔ ۵۶۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء میں آنحضرت ﷺ کو ''مدثر'' کہہ کر خطاب فرمایا گیا ہے ''مدثر'' عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک لمبا چوڑا کپڑا اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر اوڑھ لے جیسے چادر، کمبل، رضائی، لحاف وغیرہ۔ جس سے سردی دور ہو سکے چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ گھر آ کر حضرت خدیجہ ؓ سے فرمایا کہ مجھے گرم کپڑا، کمبل وغیرہ اوڑھا دو اور آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے اس لیے آپ کو ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' سے خطاب فرمایا اور اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ المدثر قرار پایا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں آپ کی عبادت کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اب اس سورۃ میں آپکی تبلیغ کا ذکر ہے۔ کما قال تعالیٰ قُمْ فَاَنْذِرْ۔

موضوع سورۃ : آپ اللہ کی مخلوق میں تبلیغ فرمائیں اور مخالفین کی بربادی ہمارے سپرد کریں۔ یہ مضمون سورۃ علق سورۃ المزمل، سورۃ المدثر میں مشترک ہے۔

خلاصہ سورۃ : شرف خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء تعلیم اخلاق، نتائج متقین و مجرمین، تسلی خاتم الانبیاء، تخویف مشرکین، اسباب گمراہی، امتحان خداوندی، مجازات اعمال، نفی شفیع قہری، سبب حقیقی پر اعتراض۔ واللہ اعلم

شان نزول : حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ نے فترۃ الوحی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جا رہا تھا آسمان سے آواز آئی نظر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہی فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اسے دیکھ کر مجھ پر ایک رعب کی کیفیت طاری ہو گئی میں واپس ہو کر گھر پہنچا تو وہی بات کہی ''زملونی، زملونی'' مجھے کپڑا اوڑھاؤ مجھے کپڑا اوڑھاؤ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے شروع کی آیتیں نازل فرمائی یعنی ''وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ'' تک اس کے بعد مسلسل وحی آنے لگی اور آتی رہی۔ (بخاری شریف۔ ص۔ ۳۔ ج۔ ۱)۔

لفظ ''مدثر'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ آیتیں شروع نبوت کی ہیں اور بقیہ سورۃ بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تفسیر اتقان سے معلوم ہوتا ہے سورۃ مزمل کے بعد بقیہ حصہ نازل ہوا۔ (بیان القرآن۔ ص۔ ۵۴۔ ج۔ ۱۲)

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربانی نہایت رحم کرنے والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾

اے لحاف اوڑھنے والے ﴿۱﴾ آپ اٹھ کھڑے ہوں اور مخلوق کو ڈرائیں ﴿۲﴾ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں ﴿۳﴾ اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھیں ﴿۴﴾ اور گندگی سے دور رہیں ﴿۵﴾

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ

اور کسی پر احسان مت کرو کہ اس سے زیادہ مفاد حاصل کرو ﴿۶﴾ اور اپنے رب کیلئے صبر کریں ﴿۷﴾ پھر جب پھونکا جائے گا ناقور کے اندر ﴿۸﴾ پس وہ دن

يَوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ

بڑا سخت ہوگا ﴿٩﴾ کافروں پر وہ سخت دشوار ہوگا ﴿١٠﴾ مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور میں نے

لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿١٣﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿١٥﴾

اسے لمبا چوڑا مال دیا اور مجلس میں حاضر ہونیوالے بیٹے دیئے ﴿١٢-١٣﴾ اور ہموار کر دیا میں نے اس کیلئے ہر قسم کا دنیوی سامان ﴿١٤﴾ پھر وہ طمع کرتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ﴿١٥﴾

كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿١٦﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿١٧﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾

ہرگز نہیں بیشک یہ شخص ہماری آیات کیساتھ عناد رکھتا تھا ﴿١٦﴾ میں اسکو بڑی چڑھائی چڑھاؤں گا ﴿١٧﴾ بیشک اسنے غور و فکر کیا اور اندازہ لگایا ﴿١٨﴾ پس یہ مارا جائے اسنے کیسا اندازہ لگایا ﴿١٩﴾

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ

پھر مارا جائے اسنے کیسا اندازہ لگایا ﴿٢٠﴾ پھر اسنے دیکھا ﴿٢١﴾ پھر اسنے تیوری چڑھائی اور منہ بسورا ﴿٢٢﴾ پھر اسنے پشت پھیری اور تکبر کیا ﴿٢٣﴾ پس اسنے کہا یہ جادو ہے

اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِيْ

جو نقل ہوتا چلا آتا ہے ﴿٢٤﴾ یہ تو انسان کا ہی کلام ہے ﴿٢٥﴾ عنقریب میں اسکو سقر میں ڈالونگا ﴿٢٦﴾ اور آپکو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے ﴿٢٧﴾ نہ باقی رکھتی ہے

وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً

اور نہ چھوڑتی ہے ﴿٢٨﴾ انسانوں کو جھلسا دینے والی ہے ﴿٢٩﴾ مقرر ہیں اس پر انیس فرشتے ﴿٣٠﴾ اور جنہیں مقرر کئے دوزخ کے کارکن مگر فرشتے اور جنے یہ تعداد کافروں کی

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ

آزمائش کیلئے مقرر کی ہے تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو اور تا کہ اہل کتاب اور مومن اس میں شک نہ کریں اور جن لوگوں کے دلوں میں

اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

نفاق کا مرض ہے یا جو کافر ہیں وہ کہیں گے اس مثال کو بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کیا منشا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے

وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ

اسی طرح سے بھٹکاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور تیرے رب کے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ع ١/١٥

لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے اور یہ تو انسانوں کیلئے یاد دہانی ہے ﴿٣١﴾

خلاصہ رکوع ❶ شرف خاتم الانبیاء، فریضہ خاتم الانبیاء، تہذیب اعمال، اصلاح عقائد، تعلیم اخلاق، تسلی خاتم الانبیاء، مبادی قیامت، شدت یوم قیامت، تخویف کفار، تسلی خاتم الانبیاء و انذار خاص کافر، انعامات عمومی، بے فائدہ امید، تنبیہ، سبب رسوائی، نتیجہ، سبب رسوائی کی تفصیل، شکوہ ولید بن مغیرہ، نتیجہ مشرکین، شدت نار جہنم، بدن کی کیفیت، جہنم کے داروغوں کی تعداد، تعداد فرشتوں

پر کفار کے تمسخر کا جواب، امتحان خداوندی، نتیجہ امتحان، نتیجہ مؤمنین، گزشتہ مضمون کی تاکید، شکوہ کفار، فریقین کے حال پر تفریع، تتمہ باقبل انیس میں حصر کے نہ ہونے کا بیان، دوزخ کے احوال کا فائدہ۔ ماخذ آیات ۱: تا ۳۱+

﴿۱﴾ شرف خاتم الانبیاء۔ ﴿۲﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ ﴿۳﴾ طریق تبلیغ۔

﴿۴﴾ تہذیب اعمال : یہ اعمال میں سے ہے چونکہ بالکل ابتداء میں نماز نہ تھی اس لیے اس کا حکم نہیں ہوا۔

(بیان القرآن۔ص۔۵۶۔ج۔۱۲)

لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ "ثیاب" سے مراد اخلاق ہیں۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۸۲۔ج۔۴)

اس آیت کریمہ سے نماز میں کپڑوں کا نجاسات سے پاک اور طاہر ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ واضح ہے، لہٰذا نجس کپڑوں میں نماز جائز نہیں کیونکہ کپڑوں کی طہارت کے حکم کا مقصد نماز کی ادائیگی ہی ہوسکتا ہے اس لیے کہ نماز کے علاوہ کسی اور موقع کے لیے طہارت ثیاب کا حکم نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنا کپڑا دھور ہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کپڑا کیوں دھور ہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلغم لگ گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کپڑے کو اس وقت دھویا جاتا ہے جب اس پر خون، پیشاب یا منی لگ جائے۔" (تھوک یا بلغم نجس نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ سے کپڑا ناپاک ہوجائے)۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ : مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اگر کپڑے پر منی لگ جائے تو دھو دیا کروں اگر تر ہو۔ بعض حضرات نے آیت کے الفاظ کو حقیقی معنی سے پھیرتے ہوئے اس سے مجازی معنی مراد لیے ہیں اور کہا ہے کہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ سے مراد ہے :عملك أصلحه۔ یعنی اپنے عمل کی درستگی اور اصلاح کیجئے۔ (کما روی عن ابی رزین)۔

اور بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے گناہ سے پاک کیجئے۔ یعنی اپنے کپڑوں کو گناہ میں آلودہ ہونے سے بچائیے۔

لیکن یہ مجازی معنی مراد لینا درست نہیں۔ کیونکہ بغیر کسی ضرورت اور دلیل کے لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنا درست نہیں۔

(احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔۳۔ص۔۶۳۰)

﴿۵﴾ اصلاح عقائد :بتوں سے الگ رہو جس طرح اب تک الگ رہے مطلب یہ ہے کہ توحید پر دوام رکھو یہ خطاب آپ ﷺ کے توسط سے مشرکین مکہ کو ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۱۳۶۔ج۔۲۹)

﴿۶﴾ تعلیم اخلاق :اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ دوسرے وقت میں زیادہ معاوضہ چاہو اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کو کچھ دے دو اس پر خرچ کرو تو اس سے مالی فائدہ کی امید تو کیا شکریہ تک کی آرزو بھی نہ رکھو۔ بس اتنا عرض کروں گا اللہ پاک دل کی کھڑکی کھول دے۔ ﴿آمین﴾

اس آیت کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں : حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ پر اپنی نیکیاں اور اعمال حسنہ کا احسان مت جتائیں۔ اعمال میں اضافہ کے لیے اس سے اجر میں کمی واقع ہوسکتی ہے (یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے)۔ جبکہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں :اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو نبوت اور قرآن کی دولت عطا فرمائی ہے اس کو بیان کرنے پر لوگوں سے اجر اور بدلہ کے طالب مت ہوں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابراہیم، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ :لا تعط عطية لتعطى اكثر منها یعنی کسی کو اس نیت سے ہدیہ وغیرہ نہ دیجئے کہ وہ بدلہ میں زیادہ دے۔

(اور ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس کا تصور بھی بعید ہے، لہٰذا اس کے ذریعہ درحقیقت یہ امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ ہدایا وغیرہ دینے میں یہ جذبہ کارفرما ہو کہ اگلا اس سے بڑھ کر ہدیہ دے گا)۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا تمام معانی کا آیت کے الفاظ احتمال رکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تمام معانی ہی مراد ہوں (واللہ اعلم)۔(احکام القرآن۔جصاص۔ج۔۳۔ص۔۶۳۰)

﴿۷﴾ تسلی خاتم الانبیاء : آپ دعوت توحید پر جمے رہیں اور دشمنوں کی باتیں خیال میں مت لائیں۔

﴿۸﴾ مبادی قیامت۔﴿۹﴾ شدت یوم قیامت۔﴿۱۰﴾ تخویف کفار : وہ دن کافروں کیلئے سخت ہوگا جس میں ایک ذرہ آسانی نہ ہوگی۔

﴿۱۱﴾ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا: تسلی خاتم الانبیاء وانذار خاص کافر : ''وَحِیْدًا'' کو حال بنایا ہے ''خَلَقْتُ'' کی ''ت'' ضمیر سے ''خلقت حال کونہ وحیداً'' اور ''وَحِیْدًا'' کو مفعول ''مَن'' سے بنایا ہے میں نے پیدا کیا اس کو اس حال میں اکیلا تھا ساتھ اور تو کوئی نہیں تھا علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ المخزومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۸۳۔ج۔۴)

فائدہ: ولید بن مغیرہ کو ''وحید'' کہنے میں ایک نکتہ کی بھی رعایت ہے وہ قریش میں بوجہ اس کے کہ اس قدر مال اور اولاد کوئی نہ رکھتا تھا ''وحید'' مشہور تھا اللہ تعالیٰ نے دوسرے معنی کے اعتبار سے ''وحید'' فرمایا جو اس کے عجز و درماندگی پر دال ہے۔

(بیان القرآن۔ص۔۵۹۔ج۔۱۲)

واقعہ یوں ہے ولید بن مغیرہ مسجد حرام میں تھا آنحضرت ﷺ سے سورۃ غافر (مؤمن) کی شروع کی دو آیتیں سنیں اور آیات سن کر متاثر ہوا آنحضرت ﷺ نے محسوس فرمایا کہ یہ متاثر ہو رہا ہے آپ ﷺ نے دوبارہ آیات کو دھرایا اس کے بعد ولید وہاں سے چلا گیا اور اپنی قوم بنی مخزوم میں جا کر کہا کہ اللہ کی قسم میں نے محمد ﷺ سے ابھی ابھی ایسا کلام سنا ہے جو نہ وہ انسان کا کلام ہے اور نہ جنات کا اور اس میں بڑی مٹھاس ہے اور وہ خود بلند ہوتا ہے دوسروں کو بلند کرنے کی ضرورت نہیں اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے ولید نے تو نیا دین قبول کرلیا ہے اب تو سارے قریش اس نئے دین کو قبول کرلیں گے یہ سن کر ابوجہل نے کہا میں تمہاری مشکل دور کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ ولید کے پاس چلا گیا اور اس کی بغل میں رنجیدہ بن کر بیٹھ گیا ولید نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے کیا بات ہے تم غمگین نظر آرہے ہو ابوجہل نے کہا رنجیدہ ہونے کی بات ہی تو ہے قریش نے فیصلہ کیا تھا کہ تیرے لیے مال جمع کریں اور تیرے بڑھاپے میں تیری مدد کریں اب وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ تو نے محمد ﷺ کا کلام سنا ہے اور تو اس کے پاس جاتا ہے۔

وہاں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) بھی موجود ہوتا ہے اور تو ان لوگوں کے کھانے میں سے کھالیتا ہے یہ بات ولید کو بڑی بری لگی اور کہنے لگا قریش نے ایسا خیال کیوں کیا؟ کیا قریش کو یہ معلوم نہیں ہے کہ میں ان سے بڑھ کر ہوں اور محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا کبھی پیٹ بھرا بھی ہے جو اس کے پاس فاضل کھانا ہو جس سے میں بھی کھالوں اس کے بعد ولید ابوجہل کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنی قوم کی مجلس میں پہنچا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خیال کرتے ہو کہ محمد ﷺ دیوانہ آدمی ہے تو کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ وہ اپنا گلا گھونٹ رہا ہے؟ کہنے لگے نہیں تم لوگ کہتے ہو کہ محمد ﷺ شاعر ہے تم نے اسے کبھی شاعری کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ کہنے لگے نہیں تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے کیا تم نے اسے کبھی کاہنوں والی بات کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ کہنے لگے نہیں تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ

جھوٹا ہے کیا تم نے اس کی زندگی میں ایسی بات آزمائی ہے جس میں اس نے جھوٹ بولا ہو؟ سب نے کہا نہیں۔ کیونکہ خود انہوں نے نبوت سے پہلے امین کا لقب دے رکھا تھا قریش نے ولید سے کہا کہ تو بتا پھر کیا بات ہے؟ اس نے کہا میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ وہ جادوگر ہے تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس کی باتوں سے میاں بیوی کے اور باپ بیٹوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے ولید بن مغیرہ مال دار بھی تھا کھیتی باڑی دودھ کے جانور پھلوں کا باغ تجارت غلام اور باندی کا مالک ہونا ان چیزوں کا مفسرین نے ذکر کیا ہے اس کے دس لڑکے تھے جو ہر وقت حاضر باش رہتے تھے جب اس کے سامنے جنت کا ذکر آیا تو کہنے لگا محمد ﷺ جس کی خبر دے رہے ہیں اگر یہ سچی ہے تو سمجھ لو کہ وہ میرے لیے ہی پیدا کی گئی ہے تو اس آیت میں ایک بڑے معاند بڑے کافر یعنی ولید بن مغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
(معالم التنزیل۔ص۔۳۸۳،۳۸۴۔ج۔۴)

﴿۱۲﴾ انعامات عمومی۔ ﴿۱۵﴾ بے فائدہ امید۔ ﴿۱۶﴾ "کَلَّا" تنبیہ۔ اِنَّهٗ كَانَ: سبب رسوائی۔

﴿۱۷﴾ نتیجہ: میں اس کو عنقریب دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔ ترمذی شریف میں مرفوعاً روایت ہے کہ صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے ستر برس میں اس کی چوٹی پر پہنچے گا پھر وہاں سے گر پڑے گا پھر اسی طرح ہمیشہ چڑھے گا اور گرے گا اور وجہ اس سزا کی عناد ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

﴿۱۸تا۲۳﴾ سبب رسوائی کی تفصیل۔ ﴿۲۴،۲۵﴾ شکوہ ولید بن مغیرہ۔ ﴿۲۶،۲۷﴾ نتیجہ مشرکین۔

﴿۲۸﴾ شدت نار جہنم: نہ تو داخل ہونے کے بعد داخل ہونے والوں کو کوئی چیز جلانے سے باقی رہنے دیگی اور نہ داخل ہونے سے قبل جو کفار اس وقت باہر ہوں گے نہ ان میں سے کسی کو اپنے اندر لیے بغیر چھوڑے گی۔

﴿۲۹﴾ بدن کی کیفیت: وہ بدن کی حالت کو بگاڑ کر رکھ دے گی۔

﴿۳۰﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: جہنم کے دروغوں کی تعداد: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں چونکہ بسم اللہ کے انیس حروف ہیں لہذا اس مناسبت سے جہنم کے فرشتے بھی انیس ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت بالا نازل ہوئی جس میں انیس فرشتوں کا ذکر ہے تو ابو جہل نے قریش سے کہا تمہارا ناس ہو محمد ﷺ کا بیان ہے دوزخ کے انیس فرشتے ہیں تو کیا تم پہلوان ہوتے ہوئے ان سے مار کھا جاؤ گے، کیا تم میں سے ہر دس آدمی ایک فرشتے کے لیے کافی نہیں وہاں ایک شخص اسید بن کلدہ بھی موجود تھا اس نے کہا سترہ فرشتوں سے تو میں نمٹ جاؤں گا اور باقی دو سے تم نمٹ لینا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں پل صراط پر تمہارے آگے آگے چلوں گا دس فرشتوں کو داہنیں کندھے سے اور نو فرشتوں کو بائیں کندھے سے دھکیل دوں گا اور ہم پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۸۵۔ج۔۴)
اس بے عقل نے انسان پر قیاس کر کے کہا حالانکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک فرشتے کی طاقت تمام جنات اور تمام انسانوں کے برابر ہے۔ (تفسیر در منشور۔ص۔۲۸۴۔ج۔۴)

﴿۳۱﴾ تعداد فرشتوں پر کفار کے تمسخر کا جواب: مطلب یہ ہے کہ دوزخ کے فرشتوں کو انسانوں پر مت خیال اور قیاس کرو کہ کوئی شخص یوں کہنے لگ جائے کہ میں اتنے عدد سے نمٹ لوں گا جبکہ ایک ایک فرشتے کی قوت وطاقت تمام جنات اور انسانوں کے برابر ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ: امتحان خداوندی: فرشتوں کی اس تعداد میں حکمت یہ ہے کہ کافروں کی جانچ اور امتحان ہو۔ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ: نتیجہ امتحان: اہل کتاب کے پاس جو کتابیں ہیں ان میں بھی دوزخ کے فرشتوں کی یہی تعداد مروی ہے جب انہوں نے قرآن کریم کا یہی اعلان سنا جس میں فرشتوں کی تعداد یہی بتائی ہے تو انہیں یقین آجائے گا کہ واقعی قرآن

کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے گویا کہ اس میں ایمان کو قبول کرنے کی ترغیب ہے۔

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ: نتیجہ مؤمنین۔ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ: گذشتہ مضمون کی تاکید: اور اہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں کہ کارکنان دوزخ کی تعداد انیس نہیں ہے۔ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ: شکوہ کفار۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ: فریقین کے حال پر تفریع: کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس باب میں خاص ہدایت کی اور ان کافروں کو اس باب خاص میں گمراہ کیا۔

وَمَا يَعْلَمُ: تتمہ ماقبل انیس میں حصر کے نہ ہونے کا بیان: یہ انیس کا عدد تو اصل ذمہ دار فرشتوں کا ہے اور ان کے اعوان وانصار بہت زیادہ ہیں۔ وَمَا هِيَ: دوزخ کے احوال کا فائدہ: انسان نصیحت حاصل کریں اور وہاں کے عذاب سے ڈر کر ایمان لائیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾

ہرگز نہیں اور چاند کی قسم ہے ﴿۳۲﴾ اور رات کی قسم ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے ﴿۳۳﴾ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جاتی ہے ﴿۳۴﴾ بیشک یہ بہت بڑی باتوں میں

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحٰبَ

سے ایک ہے یہ بنی نوع انسان کو ڈرانے والی ہے ﴿۳۶﴾ تم میں سے جو چاہتا ہے آگے بڑھے یا پیچھے ہٹ جائے ﴿۳۷﴾ ہر شخص اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے ﴿۳۸﴾ مگر دائیں

الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ

ہاتھ والے ﴿۳۹﴾ یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے اور پوچھیں گے ﴿۴۰﴾ دوزخیوں سے ﴿۴۱﴾ کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے ڈالا ہے ﴿۴۲﴾ جواب دیں گے کہ ہم

مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

نماز پڑھنے والوں میں نہیں تھے ﴿۴۳﴾ اور ہم مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ﴿۴۴﴾ اور ہم باطل میں گھسنے والوں کیساتھ گھس جاتے تھے ﴿۴۵﴾ اور ہم انصاف کے

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰىٓ أَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ

دن کو جھٹلاتے تھے ﴿۴۶﴾ یہاں تک کہ ہمارے پاس یقینی بات (موت) آگئی ﴿۴۷﴾ پس انکو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی کام نہیں دے گی ﴿۴۸﴾ پس

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيْدُ

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ نصیحت سے اعراض کرنیوالے ہیں ﴿۴۹﴾ جیسے کہ وہ جنگلی گدھے ہیں ﴿۵۰﴾ جو بھاگ رہے ہیں شیر سے ﴿۵۱﴾ بلکہ انمیں سے ہر شخص

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ إِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾

یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلا ہوا صحیفہ دیا جائے ﴿۵۲﴾ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے بے خوف ہیں ﴿۵۳﴾ ہرگز نہیں قرآن تو سراسر نصیحت ہے ﴿۵۴﴾

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾ ع

جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے ﴿۵۵﴾ اور لوگ نصیحت حاصل نہیں کر سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے وہی ہیں اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ﴿۵۶﴾

﴿۳۲﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ: ربط آیات : اوپر ''ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ'' میں جہنم کے احوال کے اجمالاً کا ذکر تھا، اب آگے جہنم کی عقوبت کا قدر تفصیل سے ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ اثبات قیامت کے شواہد، ۱، ۲، نتیجہ مجرمین، نتیجہ متقین، متقین کا سوال، مجرمین کا جواب خباثت ۱، ۲، ۳، ۴، موت کے یقینی ہونے کا بیان، نفی شفیع قہری، اعراض پر تنبیہ، کیفیت اعراض، بھاگنے کے اسباب، تنبیہ مشرکین، بطور نتیجہ رد، دعوت الی القرآن، حصر التصرف باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات ۳۲ تا ۵۶+

كَلَّا وَالْقَمَرِ (الی قولہ) أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ: اثبات قیامت کے شواہد۔ ا۔ :۲ بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے یعنی تم میں جو خیر (ایمان اور اطاعت) کی طرف آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو خیر سے پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی (مطلب یہ ہے کہ جمیع مکلفین کے لئے نذیر ہے اور چونکہ نتائج اس انذار کے قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی گئی جو قیامت کے بہت مناسب ہے چنانچہ ''قمر'' کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ اس عالم کے نشوونما اور پھر اضمحلال (بکھر جانا) وفنا کا ہے یہاں تک کہ چاند بے نور ہو جانے کی طرح فانی محض ہو جائے گا اسی طرح اس عالم دنیا کو اس عالم آخرت کے ساتھ اختفاء و اکتشاف حقائق میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ پس اس عالم کو ختم ہو جانا مشابہ رات گزر جانے کے ہے اور اس عالم کا ظہور مشابہ اسفار صبح کے ہے۔

﴿۳۸﴾ نتیجہ مجرمین : ''رَهِينَةٌ'' بمعنی مرہونہ ہے اور اس سے مراد اس کا محبوس اور مقید ہونا ہے جس طرح کوئی شخص قرض کے بدلے میں کوئی چیز رہن رکھدیتا ہے اس مملوکہ چیز سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح قیامت کے دن ہر نفس اپنے گناہوں کے بدلے میں محبوس اور مقید ہوگا اور اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں محبوس رہیگا۔

﴿۳۹﴾ نتیجہ متقین : مگر اصحاب الیمین اس حبس اور قید سے مستثنیٰ ہوں گے۔

﴿۴۰﴾ متقین کا سوال : ''يَتَسَاءَلُونَ'' باب تفاعل ہے یہاں صرف مجرد کے معنی میں ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ ان سے سوال کریں یا وہ ان سے کریں بلکہ یہ سوال مجرموں سے کا۔﴿۴۳﴾ مجرمین کا جواب۔

مِنَ الْمُصَلِّينَ: پہلی خباثت۔﴿۴۴﴾ دوسری خباثت۔﴿۴۵﴾ تیسری خباثت۔

﴿۴۶﴾ چوتھی خباثت۔﴿۴۷﴾ موت کے یقینی ہونے کا بیان : یہاں تک کہ ہم کو موت آپہنچی یعنی نہ ہم نماز کی فرضیت پر اعتقاد رکھتے تھے نہ زکوٰۃ واجب کے قائل تھے جو کسی مسکین کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرتے اور جو لوگ دین کے مخالف تھے اور دین حق پر خواہ مخواہ نکتہ چینیاں کرتے تھے ہم بھی ان کے ہم مشرب اور ہم خیال ہو کر ان کے ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے اور روز جزاء کو جھٹلاتے تھے اور یہی ہمارا سب سے بڑا مشغلہ تھا یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔

﴿۴۸﴾ نفی شفیع قہری : حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور کرے گا تو قبول نہ ہوگی۔﴿۴۹﴾ اعراض پر تنبیہ : یہاں ''تذکرہ'' سے مراد قرآن کریم ہے مطلب یہ ہے کہ جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بننے والی ہے تو ان کو کیا ہوا ہے کہ اس نصیحت قرآن سے روگردانی کرتے ہیں۔

﴿۵۰،۵۱﴾ کیفیت اعراض : گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس تشبیہ میں کئی امر کی رعایت ہے۔ اول تو گدھا بلادت وحماقت میں مشہور ہے۔ دوسرے اس کو وحشی فرض کیا گورخر کہتے ہیں وہ بعض غیر مخوف چیزوں سے بھی طبعاً بدکتا بھاگتا ہے۔ تیسرے شیر سے ڈرنا فرض کیا کہ اس صورت میں اس کا بھاگنا انتہا درجہ کا ہوگا

اوراس کے بھاگنے کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ لوگ اس قرآن کو بزعم خود حجیت میں کافی نہیں سمجھتے۔
(بیان القرآن۔ص۔۱۱۱۰۔ج۔۱۲)

﴿۵۲﴾ بھاگنے کے اسباب : ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے دیئے جائیں در منثور میں قتادہ رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ بعض کفار نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اتباع کریں تو خاص ہمارے نام آسمان سے ایسے نوشتے آئیں جن میں آپ کی اتباع کا حکم لکھا ہوا ہو۔

﴿۵۳﴾ تنبیہ مشرکین : یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایسے نوشتے ان کے ہاتھوں میں دیئے جائیں کیونکہ نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ان لوگوں میں استعداد و لیاقت ہے ان کی درخواست کا سبب یہ نہیں ہے کہ دل میں پختہ ارادہ ہو کہ واقعی اتباع کریں گے۔ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ: سبب رسوائی : حق بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے محض ضد کی بنا پر درخواستیں کرتے ہیں اگر پوری بھی کرلی جائیں پھر بھی اتباع نہیں کریں گے۔

﴿۵۴﴾ بطور نتیجہ کے رد : جب ان کی درخواست کا بیہودہ ہونا ثابت ہو چکا ہے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ یہ قرآن ہی نصیحت کیلئے کافی ہے اب دوسرے صحائف کی ضرورت نہیں۔ ﴿۵۵﴾ دعوت الی القرآن : اب جس کا دل چاہے اس سے ہدایت حاصل کرے یا جہنم کی طرف جائے۔

﴿۵۶﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ : قرآن تو واقعی تذکرہ اور فی نفسہ نصیحت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی چاہت کے بغیر بعض لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے اس کی حکمتیں اللہ ہی جانتے ہیں۔ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ: اس کا معنی یہ ہے هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى" یہ اللہ تعالیٰ اس بات کے اہل ہیں کہ اس سے ڈرا جائے "وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ" یہ اللہ تعالیٰ اس بات کے بھی اہل ہیں کہ اس سے معافی مانگی جائے۔

ختم شد سورۃ المدثر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ القیامۃ

نام اور کوائف: اس سورۃ کا نام سورۃ القیامہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود "الْقِيٰمَةِ" کے لفظ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۷۵۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔۳۱۔ ویں سورۃ ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع ۔۴۰۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتدا "لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" کے جملے سے ہوئی ہے یعنی قسم ہے قیامت کے دن کی تو اس سورۃ کی ابتدا ہی قیامت کی قسم سے کی گئی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات اور قیامت کے ثبوت میں مختلف دلائل دیئے گئے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ القیامہ ہے۔

ربط آیات: گزشتہ سورۃ میں احوال آخرت کا تذکرہ تھا، اس سورۃ میں آخرت کی تفصیل کا ذکر ہے۔
نیز بطور مقدمہ کے تبعاً موت کے وقت کا حال بھی بیان کیا گیا ہے۔

موضوع سورۃ: اثبات قیامت۔

خلاصہ سورۃ: شواہد قیامت، مبادی احوال قیامت، اسباب گمراہی و رسوائی، تسلی خاتم الانبیاء، صداقت قرآن تذکیر بما بعد الموت۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾

میں قسم اٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی ﴿۱﴾ اور میں قسم اٹھاتا ہوں نفس لوامہ کی ﴿۲﴾ کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز اکٹھا نہیں کریں گے ﴿۳﴾

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ

کیوں نہیں ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے پور پور کو برابر کر دیں ﴿۴﴾ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے ﴿۵﴾ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا ﴿۶﴾

الْقِيٰمَةِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

پس جب آنکھیں چندھیا جائیں گی ﴿۷﴾ اور چاند بے نور ہو جائے گا ﴿۸﴾ اور سورج اور چاند کو یکجا کر دیا جائے گا ﴿۹﴾ انسان کہے گا اسدن کہ

يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

اب بھاگ کر کہاں جائے ﴿۱۰﴾ خبردار اب بچاؤ کی کوئی جگہ نہیں ﴿۱۱﴾ ٹھہرنے کی جگہ اسدن تیرے رب کی طرف ہی ہوگی ﴿۱۲﴾ اسدن انسان کو اس سے خبردار کر دیا جائے گا

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ

جو اس نے آگے بھیجا تھا اور جو پیچھے چھوڑا تھا ﴿۱۳﴾ بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب بصیرت رکھتا ہے ﴿۱۴﴾ گرچہ وہ اپنے کتنے ہی حیلے بہانے کرے ﴿۱۵﴾ آپ اپنی زبان اس قرآن پاک کے ساتھ نہ چلائیں تا کہ

لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ

آپ اسکو جلدی سیکھ لیں ﴿۱۶﴾ بیشک اسکا آپکے دل میں جمع کرنا اور آپکی زبان سے اسکا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے ﴿۱۷﴾ پس جب ہم اسکو پڑھیں یعنی ہمارا فرشتہ تو اسکے پڑھکر فارغ ہونے کے بعد آپ

عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾

پڑھیں ﴿۱۸﴾ پھر بیشک اسکا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے ﴿۱۹﴾ خبردار ! بلکہ تم دنیا کو پسند کرتے ہو ﴿۲۰﴾ اور چھوڑتے ہو تم آخرت ﴿۲۱﴾ اسدن کئی چہرے تروتازہ ہونگے ﴿۲۲﴾

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا

اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے ﴿۲۳﴾ اور اسدن کئی چہرے اداس ہونگے ﴿۲۴﴾ انہیں یقین ہوگا کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک کیا جائے گا ﴿۲۵﴾ خبردار جب انسان کی روح ہنسلی کی

بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾

ہڈی تک جاپہنچتی ہے ﴿۲۶﴾ اور کہا جاتا ہے کون ہے راق یعنی جھاڑ پھونک کرنیوالا ﴿۲۷﴾ اور انسان گمان کرتا ہے کہ اب جدائی کی گھڑی آپہنچی ہے ﴿۲۸﴾ اور پنڈلی پنڈلی کیساتھ لپٹ جاتی ہے ﴿۲۹﴾

ع ۱ / ۱۷ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾

اسدن تیرے رب کی طرف چلنا ہوتا ہے ﴿۳۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ شواہد قیامت، منکرین قیامت کا شکوہ اور جواب شکوہ، انکار قیامت کا سبب حقیقی، منکرین قیامت کا شکوہ، مبادی احوال قیامت، مشرکین کی پریشانی، فیصلہ خداوندی، مجازات اعمال، کیفیت حساب، عدم قبولیت اعذار، طریق تلاوت قرآن، وعدہ خداوندی، فریضہ خاتم الانبیاء، وعدہ خداوندی، تنبیہ منکرین قیامت، سبب گمراہی، نتائج متقین، نتائج مجرمین، احوال قیامت صغریٰ، قریب المرگ کا یقین، مردے کی کیفیت، ۔ ماخذ آیات ۔ ۱ تا ۳۰ +

﴿۱۔۲﴾ شواہد قیامت : میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، اور قسم کھاتا ہوں اپنے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے یعنی نیکی کر کے یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے اور نہ اس میں اخلاص تھا اس میں فلانی خرابی رہ گئی تھی اور گناہ ہو جائے تو بہت ہی نادم ہو۔ (کذافی الدر منثور عن ابن عباس رضی اللہ عنہ والحسن رضی اللہ عنہ) پس اس معنی کے اعتبار سے یہ نفس مطمئنہ کو بھی شامل ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی تم ضرور مبعوث ہو گے اور ان دونوں قسموں کا مناسب مقام معلوم ہونا ظاہر ہے قیامت کا تو اس لئے کہ وہ ظرف بعث ہے اور نفس لوامہ کا اس لئے کہ ایسا نفس مصداق ہوتا ہے بعث کا۔

فَائِدَۃ : نفس کی تین قسمیں ہیں : ۱ نفس امارہ: جس کا ذکر تیرہویں پارے کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔ ۲ نفس لوامہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی سے غلطی ہو جائے تو نفس اس کو ملامت کرے ۳۔ نفس مطمئنہ: اس کا ذکر (سورۃ الفجر آیت۔ ۲۷۔ میں موجود ہے۔

﴿۳﴾ منکرین قیامت کا شکوہ : ﴿۴﴾ جواب شکوہ : ہم ضرور جمع کریں گے کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں۔ پوروں: کی تخصیص اس لئے فرمائی۔ ۱۔ کہ یہ اطراف بدن میں ہیں اور ہر شئی کی تکمیل اس کے اطراف کے مکمل ہونے پر ہوتی ہے۔ ۲۔ چھوٹے ہونے کی صفت کی رعایت کی عادۃً چھوٹی چیز کا بنانا مشکل ہوتا ہے لہذا وہ جب چھوٹی چیز کے درست کرنے پر قادر ہے تو کیا اس کی ہڈیاں جمع کرنے پر قادر نہیں ہے۔

﴿۵﴾ انکار قیامت کا سبب حقیقی : مطلب یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ قیامت کا انکار کر کے دنیوی زندگی میں ڈھٹائی اور بے حیائی کرتا رہے اگر قیامت کے وقوع کا عقیدہ ہوگا تو برائی سے رکنا پڑے گا۔

﴿۶﴾ منکرین قیامت کا شکوہ۔ ﴿۷﴾ مبادی احوال قیامت: "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" یعنی سورج اور چاند کو یکجا کیا جائے گا تو انکو یکجا کیسے کیا جائے گا؟ تو اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ چاند کو بے نور کر دیا جائے گا اور سورج کو بھی بے نور کر کے اس کے ساتھ یکجا کر دیا جائے گا یعنی دونوں بے نور ہوں گے۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے (درمنثور) وغیرہ کی روایت ہے کہ چاند اور سورج کو اکٹھا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۹۰۔ج۔۴)

سوال: کیا ان کا کوئی گناہ ہوگا؟ جواب: ان کا گناہ تو کوئی نہیں ہوگا لیکن سورج اور چاند کے پجاریوں کو یہ بتانا ہوگا کہ جن کی تم پرستش کرتے تھے تمہیں دوزخ سے نہیں بچا سکے عذاب کے طور پر نہیں ڈالا جائے گا اس لئے کہ یہ مکلف نہیں ہیں بلکہ یہ بتانے کیلئے "لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا" (الانبیاء۔۹۹) اگر یہ معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ ڈالے جاتے۔

﴿۱۰﴾ مشرک کی پریشانی : "اَيْنَ الْمَفَرُّ" اس دن کافر کہے گا اب کہاں پناہ لوں۔ "مفر" میں یہ بات ہے کہ یہ ظرف کا صیغہ ہے معنی ہے بھاگنے کی جگہ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ "فر یفر" کی ظرف مضارع کے عین کلمہ کے تابع ہے تو اس قاعدہ سے "مفر" آتی ہے اور "اَيْنَ الْمَفَرُّ" میں "مفر" مصدر میمی ہے (علم الصیغہ) اس کے معنی ہیں کہاں بھاگنا۔ میرے استاد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے تھے۔

﴿۱۱﴾ تنبیہ و جواب پریشانی۔ ﴿۱۲﴾ فیصلہ خداوندی۔ ﴿۱۳﴾ مجازات اعمال۔

﴿۱۴﴾ کیفیت حساب: بلکہ انسان خود اپنے خلاف کھلی ہوئی دلیل پر خوب مطلع ہوگا۔

اس آیت میں دلیل ہے کہ انسان کا اپنے آپ پر اقرار معتبر ہوتا ہے اور اس سے اگلی آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ ولو القی معاذیرہ تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اقرار کرنے کے بعد اسے احتراز اور رجوع صحیح نہیں، رجوع عن الاقرار قبول نہیں۔

﴿۱۵﴾ عدم قبولیت اعذار۔ مشرک لوگ اپنی طبیعت کے مطابق حیلے بہانے پیش کریں گے "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں۔

﴿۱۶﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ ...الخ طریق تلاوت قرآن۔ شان نزول : حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لاتے تھے تو آپ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے تاکہ بھول نہ جاؤں کیونکہ قرآن جب پڑھا جا رہا ہو تو ساتھ ساتھ پڑھنا قرآن کریم کی عظمت کے خلاف ہے اس لئے قرآن کریم کا حکم ہے "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ پر پابندی لگا دی کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ"۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ: وعدہ خداوندی : اس کا ماقبل کے ساتھ ایک ربط یہ ہے کہ پہلے تھا "اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ" کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے "اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ" جیسے قرآن کریم کو آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا ہمارا کام ہے اسی طرح ان کی ہڈیوں کو جمع کرنا بھی ہمارا کام ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ربط بیان کرتے ہیں: پہلے ذکر تھا کہ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی خواہ دینی کاموں میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جو اس نے باوجود ایک دم میں پیدا کر سکنے کے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا کفار قیامت کے بارے میں جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کہ "اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ" اسی طرح بمقتضائے بشریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے حاصل کرنے میں جلدی

کرتے تھے ادھر جبرائیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کیا ادھر اس کے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نہ جاؤں اور نیز یہ بھی شوق تھا کہ جلد مطلع ہو کر لوگوں کو مطلع کروں اس لئے قیامت کے بیان میں بطور جملہ معترضہ کے "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ" سے لیکر "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" تک آنحضرت ﷺ کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور تلقی وحی کا ادب وقاعدہ سکھایا اور تسلی کر دی کہ آپ کو بھولنے نہ دیں گے اور ہم خود اس کو لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور یہ جملہ معترضہ اس مسلسل بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کسی کو تعلیم کرتا ہو اور اثناء درس میں شاگرد ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اس کو بیچ میں ٹوک دے اور کہہ دے کہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو پھر کیا اس کے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہو سکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا معترض کی کم فہمی اور اسلوب بلاغت وطرز خطاب سے محض بے خبری کی دلیل ہے اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بیجا کا رد ہو اس لئے کہ وہ عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے تیرے اعمال ہم نے جمع کرنے اور تجھ کو سنوانے اور پڑھوانے کا ذمہ کیا ہے آخرت میں جو بعد میں آئیگی اور تم بعد کی چیزوں کو سامانے کی چیزوں پر ترجیح دیتے ہو۔ (تفسیر حقانی۔ج۔۵۔ص۔۱۵۲،۱۵۳۔سورۃ القیامۃ)

﴿۱۸﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔ ﴿۱۹﴾ وعدہ خداوندی۔ آیات کے الفاظ اور صحیح مفہوم اور مراد کیا ہے اس کا بتانا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ﴿۲۰﴾ تنبیہ منکرین قیامت : تم سمجھ رہے ہو کہ قیامت نہیں ہوگی ہرگز ایسا نہیں ہے اور نہ تمہارے پاس اس کی نفی کی دلیل ہے ہم قرآن کے ہر ہر لفظ اور اس کی مراد کو آپ پر واقع کر دیں گے۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ: سبب گمراہی : بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو غفلت کے سبب چھوڑ بیٹھے ہو۔

﴿۲۲﴾ نتیجہ متقین۔ ❶ ﴿۲۳﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ : نتیجہ۔ ❷ بخاری اور مسلم میں روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ چودھویں رات کا چاند ہو دھند بھی نہ ہو کوئی پردہ بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں آتا؟ صحابہ نے عرض کیا نظر آتا ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا دوپہر کا وقت ہو بادل بھی نہ ہوں مطلع بھی بالکل صاف ہو اور کوئی چھت وغیرہ بھی نہ ہو تو سورج نظر آتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نظر آتا ہے تو آپ نے فرمایا جیسے تم چودھویں رات کا چاند دیکھتے ہو اسی طرح اپنے رب کو بھی دیکھو گے زمخشری اور دوسرے معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو گا اس آیت کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ "الی" حرف جارہ نہیں بلکہ یہ جمع ہے "اِلًی" کی جس کے معنی ہیں نعمت تو معنی کرتے ہیں بہت سے چہرے اس دن سرسبز ہوں گے اپنے رب کی نعمتوں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار مؤمنوں کو قیامت کے دن نصیب ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے باقی حضرات جو اس کا معنی نعمتیں کرتے ہیں ان کا قول حق سے دور اور تکلیف سے معمور ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۲۴۷۔ج۔۸)

نَاظِر: کا معنی رؤیت ثابت ہے۔ از باب ضرب اور سمع۔ (لغات القرآن۔ص۔۱۵۔ج۔۶۔دیکھیں)

﴿۲۴﴾ نتیجہ مجرمین۔ ﴿۲۶﴾ احوال قیامت صغریٰ : اس میں نزع کی حالت کا ذکر ہے جیسا کہ جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق تک آ گئی یہ اس حالت بیکسی کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ ﴿۲۷﴾ اور لوگ کہیں گے کوئی جھاڑنے یا علاج کرنے والا ہے مراد مطلق معالج ہے چونکہ عرب میں جھاڑ پھونک کا زیادہ چرچا تھا اس لئے "راق" سے تعبیر کیا۔

﴿۲۸﴾ قریب المرگ کا یقین : کہ اب فراق ہے کوئی کام نہیں آئے گا "راق"۔

﴿۲۹﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ: مردہ کی کیفیت : بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد پنڈلی کا لپیٹنا نہیں بلکہ نزع اور سکرات مراد ہیں کیونکہ سب سے پہلے پنڈلیوں سے روح نکلتی ہے اور یہ دونوں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور خشک ہو جاتی ہیں

اس لئے ان کا تذکرہ فرمایا۔ (انوار البیان۔ص۔۴۸۸۔ج۔۹)

اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ساق (پنڈلی) کا پنڈلی سے مل جانا اس سے مراد مردہ کو کفن میں لپیٹنا ہے کیونکہ اس حالت میں ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے مل جاتی ہے۔ کما اخرجہ ابن ابی حاتم۔ اور اگر یہ معنی لیے جائیں تو کہا جاسکتا ہے کہ قرآن میں کفن کا سوائے اس مقام کے کہیں اور ذکر و اشارہ نہیں۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾

پس نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی ﴿۳۱﴾ بلکہ اس نے تکذیب کی اور اعراض کیا ﴿۳۲﴾ پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا گیا ﴿۳۳﴾

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ

ہلاکت ہے تیرے لئے پھر ہلاکت ہے ﴿۳۴﴾ پھر ہلاکت ہے تیرے لئے پھر ہلاکت ہے ﴿۳۵﴾ کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائیگا؟ ﴿۳۶﴾ کیا انسان ایک قطرہ منی

نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ

نہیں تھا جسے رحم کے اندر ٹپکا دیا جاتا ہے؟ ﴿۳۷﴾ پھر وہ جما ہوا خون تھا پس خدا نے اسکو پیدا کیا اور ٹھیک ٹھاک بنایا ﴿۳۸﴾ پھر بنایا اس سے

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۸ ۶

جوڑا نر اور مادہ ﴿۳۹﴾ تو کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کردے ﴿۴۰﴾

﴿۳۱﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى: ربط آیات: اوپر منکرین قیامت کی شکایات کا ذکر تھا، اب منکرین قیامت کی کیفیت اور حال کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ مشرکین کی خباثت، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، نتائج مشرکین، اثبات قیامت پر دلیل، ۱، اثبات قیامت پر دلیل، ۲، بنی آدم کی کیفیت خلقت، انسان کے اقسام، بعث بعد الموت۔ ماخذ آیات۔ ۳۱ تا ۴۰+

فَلَا صَدَّقَ: خباثت ❶ ❷ علامہ بغوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى" کی ضمیر ابوجہل کی طرف راجع ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۹۳۔ج۔۴)

اور اگر کافروں کے سرغنے کو مراد لیا جائے تو اس میں بھی کوئی بعد نہیں ہے کیونکہ کفر کے سردار اور چودھری اسی مزاج کے ہوتے ہیں جس کا یہاں تذکرہ ہے۔

﴿۳۲﴾ خباثت۔ ۳۔ ۴۔ ﴿۳۳﴾ خباثت۔ ۵۔ بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا اللہ کے داعی کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ یتمطی کے معنی اکڑ کر فخر و غرور سے چلنا ہے۔ اس آیت میں ایسی چال ڈھال کی مذمت وشناعت واضح ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبی کا ذکر فرمایا ہے أولى لك فأولى۔

﴿۳۴﴾ نتائج مشرکین: مطلب یہ ہے کہ ان آیات میں جھٹلانے والوں اور منہ موڑنے والوں کیلئے نتائج اور وعید کا ذکر ہے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے سنگریزوں والی زمین میں ابوجہل کے کپڑے سے پکڑا اور اسے یہ آیت سنائی ابوجہل نے کہا اچھا تم مجھے دھمکی دیتے ہو تم اور تمہارا رب میرا کچھ بھی نہیں کرسکتے مکہ کے پہاڑوں کے درمیان

جولوگ چلتے پھرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ معزز ہوں پھر وہ غزوہ بدر کے موقع پر بری طرح مارا گیا اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امت میں فرعون ہوتا ہے اور اس امت کا فرعون ابوجہل ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۹۳۔ج۔۴)

﴿۳۶﴾ اثبات قیامت پر دلیل۔ ① مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے بارے میں یہ سوچ لینا کہ میں یوں ہی بلا حساب وکتاب چھوڑ دیا جاؤں گا تو یہ غلط ہے۔

﴿۳۷﴾ اثبات قیامت پر دلیل۔ ② بنی آدم کی کیفیت خلقت۔

﴿۳۹﴾ انسان کے اقسام: یعنی اس کی دو قسمیں بنادی گئی ہیں ایک مرد اور ایک عورت۔ بعث بعد الموت : حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سورۃ ''لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ'' پڑھے جب اس سورۃ کی آخری آیت کی تلاوت ختم کرے اس کے بعد ''بلی'' کا لفظ کہے یعنی یوں کہے کہ میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور جو شخص سورۃ المرسلات کی تلاوت کرے اس سورۃ کی بھی آخری آیت کے اختتام پر یوں کہے ''امنا باللہ'' کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی کما فی المشکلوۃ۔ص۔۱۸۱۔ج۔۱)

اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ خنثیٰ مرد وعورت میں سے کوئی ایک ہے کوئی تیسری قسم، صنف ثالث نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے صرف مذکر اور مؤنث ہی بنائے ہیں (کذا فی الاکلیل)

ختم شد سورۃ القیامۃ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الدھر

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الدھر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''الدَّھْرِ'' سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۷۶ ۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۹۸ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۔ ۳۱ ۔ آیات ہیں۔

فائدہ : اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورۃ کا دوسرا رکوع بلاشبہ مکی ہے البتہ پہلے رکوع میں احتمال ہے کہ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی پہلی آیت میں ''دھر'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں زمانہ دراز یا طویل مدت اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے نیز اس سورۃ کا نام ''دھر'' اس لئے بھی ہے کہ اس سورۃ کے شروع میں دہریوں کے باطل عقیدہ کا ذکر فرمایا دہریوں کے باطل عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ رونما ہوتا ہے وہ خود بخود ہوتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے تو اس سورۃ میں اس باطل عقیدے کے تردید کی گئی ہے اور توحید خداوندی کا اثبات کیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں زیادہ تر مجازات اعمال کا اثبات اور اس کی تفصیل کا ذکر تھا اس سورۃ میں بھی وہی مضمون ہے البتہ ترغیب جزاء ایمان کا بھی ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : نفی دہریت و تفصیل مجازات۔

خلاصہ سورۃ : دھریت کی تردید، امتحان خداوندی بعث بعد الموت، مجازات اعمال، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، اسباب گمراہی ورسوائی، مجرمین و متقین کے نتائج، علت اخلاص کے نتائج اکرام مؤمنین۔ وغیرہ

فضیلت سورۃ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ دھر اور سورۃ سجدہ تلاوت فرماتے تھے۔ (مسلم شریف ۔ ص ۔ ۲۸۸ ۔ ج ۔ ۱ ۔ ترمذی شریف ۔ ص ۔ ۱۰۱ ۔ بخاری شریف ۔ ص ۔ ۱۲۲ ۔ ج ۔ ۱)

جو شخص آنحضرت ﷺ کی اتباع میں عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب عطاء فرمائے گا۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

تحقیق آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ﴿۱﴾ بیشک ہمنے انسان کو ایک ملے جلے قطرہ آب سے پیدا

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

کیا تا کہ ہم اسکو آزمائیں پس ہمنے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا ﴿۲﴾ بیشک ہمنے اسے ٹھیک راستے کی طرف راہنمائی کی یا وہ شکر گزار ہوگا یا ناشکر گزار ﴿۳﴾

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ

بیشک ہمنے تیار کر رکھی ہیں کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ ﴿۴﴾ بیشک ابرار پیئیں گے ایسے پیالے سے جس میں کافور

مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ

کی ملاوٹ ہوگی ﴿۵﴾ یہ ایک چشمہ ہے اس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے اللہ کے وہ بندے اپنی مرضی سے جہاں چاہیں گے اس چشمہ کو چلائیں گے ﴿۶﴾ وہ اپنی نذر پوری

يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿٨﴾ اِنَّمَا

کرتے ہیں اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی برائی پھیلی ہوئی ہوگی ﴿۷﴾ وہ کھانا کھلاتے ہیں اسکی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو ﴿۸﴾ اور وہ کہتے ہیں

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿٩﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا

بیشک ہم تمکو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے بدلہ مانگتے ہیں اور نہ شکریہ کے طالب ہیں ﴿۹﴾ بیشک ہم اپنے رب سے اسدن کا ڈر رکھتے ہیں

قَمْطَرِيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا

جو بڑا ترشرو اور سخت ہوگا ﴿۱۰﴾ پس بچا لیگا اللہ تعالیٰ انکو اسدن کے شر سے اور دیگا انکو تروتازگی اور خوشی ﴿۱۱﴾ اور انکے صبر کی وجہ سے

صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾

انکو جزا دے گا جنت اور ریشمی لباس ﴿۱۲﴾ بہشت میں تکیے لگائے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہونگے دھوپ کی شدت یا سخت سردی اسمیں نہیں دیکھیں گے ﴿۱۳﴾

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ

اور جھکے ہوئے ہونگے ان پر درختوں کے سائے اور پست کر دیئے جائیں گے درختوں کے پھل لٹکا کر ﴿۱۴﴾ اور ان پر چاندی کے برتن پھیرے جائیں گے

وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا

اور آبخورے جو شیشے کے ہونگے ﴿۱۵﴾ اور شیشہ چاندی کا ہوگا اور وہ اہل بہشت یا خدام اسکا اندازہ کریں گے اندازہ کرنا ﴿۱۶﴾ اور انہیں اسمیں بہشت میں ایسے پیالے پلائے

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ

جائیں گے جنہیں زنجبیل کی ملاوٹ ہوگی ﴿۱۷﴾ وہ ایک چشمہ ہے اسمیں جسکو سلسبیل کہتے ہیں ﴿۱۸﴾ اور انکے سامنے بچے پھریں گے جو ہمیشہ رہیں گے جب تو انہیں دیکھے گا

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾

تو انہیں بکھرے ہوئے موتیوں جیسا خیال کرے گا ﴿۱۹﴾ اور جب تو دیکھے گا اس مقام پر، تو دیکھے گا بڑی نعمت اور بڑی بادشاہی ﴿۲۰﴾

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ

اہل جنت کے اوپر سبز رنگ کے باریک ریشم کی پوشاک ہوگی اور موٹے ریشم کی، اور انکو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سیراب کریگا انکو انکا پروردگار

ع ۲۲ / ۱۹ — رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾

شراب طہور سے ﴿۲۱﴾ بیشک یہ تمہارے کئے کی جزا ہے اور جو محنت تم نے دنیا میں کی اس کی قدر دانی کی گئی ہے ﴿۲۲﴾

قرأ حفص بغیر الالف فی الوصل ویقف وقف علی ... بالالف ... الالف

خلاصہ رکوع ۱: ۱۔ انسان کے معدوم ہونے کا بیان، کیفیت خلقت انسان، امتحان خداوندی، خصوصیت انسان، ۱، ۲، نتائج امتحان، نتائج کفار، نتائج مؤمنین، تشریح کافور، متقین کے اوصاف، ۱، ۲، متقین کا اخلاص، متقین کا خوف، نتائج متقین، ۱، ۲، جنت ملنے کا سبب، متقین کی سرفرازی، جنت کی فضیلت، کیفیت خدام، متقین کے خدام کے مشاغل، قواریرہ کی تشریح، متقین کے پانی کی تشریح، تشریح زنجبیل، مشاغل خدام، جنت میں لذیذ انعامات کا دیدار، لباس کی تشریح، متقین کے زیوارات کی تشریح، متقین کے لئے خصوصی شراب، خلاصہ انعامات۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۲+

﴿۱﴾ انسان کے معدوم ہونے کا بیان : یہاں پر "ھَلْ" استفہامیہ "قد" کے معنی میں ہے۔ امام کسائی اور سیبویہ اور ابوعبیدہ کے نزدیک؛ یعنی بے شک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں تھا مطلب یہ ہے کہ انسان کا وجود نہ کسی کے ذہن میں تھا اور نہ کسی کی زبان پر ذکر تھا البتہ علم الٰہی کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے۔

﴿۲﴾ کیفیت خلقت انسان : "اَمْشَاجٍ" زمخشری کہتے ہیں کہ "اَمْشَاجٍ" کا لفظ مفرد ہے اس کی جمع نہیں آتی جیسے لفظ "قوم" مفرد ہے اور جمع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح لفظ "اَمْشَاجٍ" مفرد ہونے کے باوجود جمع کے معنی میں مستعمل ہے "اَمْشَاجٍ" کا ایک معنی یہ ہے کہ اس میں مرد عورت کا مادہ تولید ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ پانی میں وہ تمام عناصر پائے جاتے ہیں جو انسانی جسم میں موجود ہوتے ہیں۔ (کشاف۔ص۔۶۶۶۔ج۔۴)

نَّبْتَلِيهِ: امتحان خداوندی : ہم اس کو آزمائیں کہ دنیا کے اندھیروں میں کیا کرتا ہے ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے یا لذات شہوات پر فریفتہ رہتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُ: خصوصیت انسان۔ ۱۔ ۲۔

﴿۳﴾ نتائج امتحان۔ ﴿۴﴾ نتائج کفار۔ ﴿۵﴾ نتائج مؤمنین۔ ﴿۶﴾ تشریح کافور : وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پیئیں گے حضرات مفسرین فرماتے ہیں شراب کا مزہ بڑھانے کیلئے اس میں کافور کی ملاوٹ ہوگی یہ دنیا کا کافور نہیں ہوگا بلکہ سفیدی اور خوشبو وغیرہ کی وجہ سے اس کو کافور فرمایا ہے ورنہ یہ تو ایک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کیلئے ہے۔

﴿۷﴾ متقین کے اوصاف ۱: ۱۔ یہ لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ ۲۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی یعنی عام ہوگی۔

﴿۸﴾ ۳۔ اس آیت شریفہ میں ابرار کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ باوجود ضرورت اور خواہش کے اپنا کھانا محتاجوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق یہ حکم فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی ہو وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (کما روی عن ابی وائل رضی اللہ عنہ) چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حکم کی تعمیل میں قیدیوں کو اپنے سے زیادہ بہتر کھانا کھلانے کا اہتمام کیا۔ حالانکہ وہ مشرک قیدی تھے، مسلمان نہیں تھے۔

چنانچہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : یہ مشرک قیدیوں کے ساتھ معاملہ تھا۔ مسلمان قیدی کا حق تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ مذہباً تمہارا بھائی ہے۔ اور اگر لفظ "اسیر" میں توسع کیا جائے تو یہ آیت غلام اور مدیون محبوس بالدین کو بھی شامل ہو سکتی ہے۔ بہر حال آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیدیوں کو کھانا کھلانا بڑی نیکی اور اجر و ثواب کا عمل ہے۔ خواہ مشرک قیدی ہو، اس سے بھی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ (کذا فی الاکلیل)

﴿۹﴾ متقین کا اخلاص۔ ﴿۱۰﴾ متقین کا خوف۔

﴿۱۱﴾ نتائج متقین۔ا۔ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا :۲: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ "نَضْرَةً" چہرے پر خوشی کے آثار کو کہتے ہیں دل کے اندر جو خوشی ہو اسے "سُرُوْرًا" کہتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ جنت ملنے کا سبب۔ ﴿۱۳﴾ متقین کی سرفرازی۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا: جنت کی فضیلت : اس بارے میں علماء کے دو طبقے ہیں ایک طبقہ تو یہ کہتا ہے کہ جنت میں نہ سورج ہوگا اور نہ ہی چاند ہوگا اس قول کے مطابق "لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا" تو ٹھیک ہے تو پھر جنت میں روشنی کیسے ہوگی؟ تو کہتے ہیں جیسے سورج کے طلوع ہونے سے قبل جیسی روشنی ہوتی ہے ویسی ہی روشنی ہوگی سورج نہیں ہوگا۔ دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نفی سورج کی ذات کی نہیں بلکہ اس کی تمازت اور حرارت کی نفی ہے کہ سورج تو ہوگا لیکن اسکی تمازت اور گرمی محسوس نہیں ہوگی۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ "دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ای ظلال اشجرھا" کہ ان پر درختوں کے سائے ہوں گے تو کہتے ہیں کہ یہ سائے کب ہوں گے جب سورج ہوگا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۳۹۸۔ج۔۴)

﴿۱۵﴾ متقین کے خدام کے مشاغل۔ ﴿۱۶﴾ قواریرہ کی تشریح : وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب اندازے سے بھرا ہو یعنی بقدر ضرورت نہ تو بچے گا کہ پھینکا جائے اور نہ پیاس باقی رہے گی کہ وہ دوبارہ مانگا جائے اور چاندی کو شیشہ فرمایا ہے یعنی وہ آبخورے ایسے صاف اور شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر نظر آئیگی۔

﴿۱۷﴾ متقین کے پانی کی تشریح۔ ﴿۱۸﴾ تشریح زنجبیل۔

﴿۱۹﴾ مشاغل خدام۔ اِذَا رَاَيْتَهُمْ: خدام کی کیفیت : خدام کو موتی سے تشبیہ ان کی صفائی اور چمک کے اعتبار سے ہے اور بکھرے ہوئے کی تشبیہ ان کے چلنے پھرنے کی وجہ سے فرمائی کہ وہ اہل جنت کے پاس گھومتے ہوں گے کبھی اس کے پاس کوئی چیز لے گئے کبھی اس کے پاس کوئی چیز لے گئے۔

﴿۲۰﴾ جنت میں مزید انعامات کا ذیدار۔ ﴿۲۱﴾ متقین کے لباس کی تشریح۔

وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ: متقین کے زیوارات کی تشریح۔ وَسَقٰهُمْ: متقین کی خصوصی شراب۔

﴿۲۲﴾ خلاصہ انعامات۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

بیشک ہم نے آپ پر قرآن پاک کو آہستہ آہستہ اتارا ہے ﴿۲۳﴾ پس آپ اپنے رب کے حکم کے سامنے صبر کریں آپ ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکر گزار کی بات نہ مانیں ﴿۲۴﴾

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں ﴿۲۵﴾ اور رات کے وقت اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوں اور رات کے ایک لمبے حصے میں اسکی تسبیح بیان کریں ﴿۲۶﴾

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ

بیشک یہ لوگ دنیا کی زندگی سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے قیامت کا بوجھل دن چھوڑ رہے ہیں ﴿۲۷﴾ ہمنے ہی انسانوں کو پیدا کیا اور انکی جوڑ بندی کو

اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى

مضبوط کیا اور جب ہم چاہیں گے انکی جگہ ان جیسے اور لے آئیں گے ﴿۲۸﴾ بیشک یہ یاد دلانے والی باتیں ہیں پس جو چاہے اپنے

رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ

رب کی طرف راستہ پکڑ لے ﴿۲۹﴾ اور تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے ﴿۳۰﴾ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں

مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

داخل کرتا ہے اور ظالموں کیلئے اس نے عذاب الیم تیار کیا ہے ﴿۳۱﴾

ع۲

﴿۲۳﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ ...الخ ربط آیات : اوپر ذکر تھا "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" ہم نے انسان کو ہدایت دی اور آگے فرمایا کہ اس قرآن کو نازل کر کے ہدایت دی۔

خلاصہ رکوع ❷ صداقت قرآن، فرائض خاتم الانبیاء، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، کیفیت مشرکین، منکرین قیامت کی تردید، فضیلت قرآن، دعوت الی القرآن، حصر التصرف باری تعالیٰ، مستحقین رحمت، نتیجہ مشرکین۔ ماخذ آیات۔ ۲۳۔ تا۔ ۳۱۔+

اِنَّا نَحْنُ : صداقت قرآن۔ ﴿۲۴﴾ فَاصْبِرْ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء۔ ۱۔

وَلَا تُطِعْ ...الخ۔ ۲۔ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء۔ ۳۔

﴿۲۶﴾ وَمِنَ الَّيْلِ ...الخ فرائض خاتم الانبیاء۔ ۴: یعنی تہجد۔ ۵۔ وَسَبِّحْهُ ...الخ۔ یعنی رات کا طویل حصہ ذکر و تسبیح الٰہی میں گزاریں۔ ﴿۲۷﴾ کیفیت مشرکین : یہ لوگ دنیا کو محبوب و مطلوب سمجھتے تھے اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو دنیا سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ "وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ" یہ لوگ اپنے سامنے بڑے بھاری دن کو چھوڑے ہوئے ہیں حقیقت میں دنیا امتحان گاہ ہے اگر اس میں ایک سے محبت کی تو دوسری گئی لہذا دونوں میں اعتدال ضروری ہے۔

﴿۲۸﴾ منکرین قیامت کی تردید : یہ لوگ وقوع قیامت پر تعجب کرتے تھے تو اس کا جواب دیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کر سکتا ہے وہی تمہیں قوت دے کر دوبارہ پیدا کرنے پر بھی پوری طرح قادر ہے۔

﴿۲۹﴾ فضیلت قرآن۔ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ: دعوت الی القرآن۔

﴿۳۰﴾ حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ۔ ﴿۳۱﴾ مستحقین رحمت۔ وَالظّٰلِمِيْنَ: نتیجہ مشرکین: ان کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

ختم شد سورۃ الدھر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المرسلت

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ المرسلات ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود "وَالۡمُرۡسَلٰتِ" کے لفظ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۷۷۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۳۳۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں دو رکوع ۵۰۔ آیات ۔۱۸۱۔ کلمات ہیں راجح قول کے مطابق یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ کی ابتداء ہی "وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا" سے ہوئی ہے اور اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں قیامت کا ذکر تھا "وَیَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ یَوۡمًا ثَقِیۡلًا" اس سورۃ میں بھی اسی یوم ثقیل اور قیامت کا ذکر ہے بس فرق اتنا ہے کہ وہاں ترغیب کا مضمون تھا اور اس سورۃ میں ترہیب کا مضمون ہے اس لئے اس سورۃ میں دس جگہ "وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ" مذکور ہے چونکہ تکذیب کے متعلق متعدد ہیں اسلئے معنی کے اعتبار سے تکرار نہیں۔

موضوع سورۃ : مسئلہ مجازات۔

قسم السورۃ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں مقیم تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار میں تشریف فرما تھے ہم ان کے پاس ارد گرد جمع تھے اس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی ہم اس کو تازہ بتازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سن رہے تھے اور اسے یاد کر رہے تھے۔ (بخاری شریف۔ص۔۷۲۴۔ج۔۲)

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلیہ سے توحید خداوندی کا اثبات، امہال مجرمین، نفی شفیع قہری، یوم الفصل کی تشریح تذکیر بآلاء اللہ، تذکیر بمابعد الموت، نتائج فریقین، تنبیہ منکرین۔ وغیرہ۔

سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمۡسُوۡنَ اٰیَۃً فِیۡھَا رُکُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان ہواؤں کی جو چھوڑی گئی ہیں نرمی سے ﴿۱﴾ پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تیز چلتی ہیں ﴿۲﴾ اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں ﴿۳﴾ پھر قسم ہے ان ہواؤں

فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾

کی جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا کر دیتی ہیں ﴿۴﴾ پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو نصیحت کی بات ڈالتی ہیں ﴿۵﴾ عذر دور کرنے کیلئے یا مجرمین کو ڈرانے کیلئے ﴿۶﴾ بیشک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ﴿۱۲﴾

وہ ضرور واقع ہونے والی ہے ﴿۷﴾ پس جب ستارے مٹا دیے جائیں گے ﴿۸﴾ اور جب آسمان پھٹ جائیگا ﴿۹﴾ اور جب پہاڑوں کو اڑا دیا جائے گا ﴿۱۰﴾ اور جب رسولوں کیلئے وقت

لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿ۚ۱۳﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾

مقرر کیا جائے گا ﴿۱۱﴾ کس دن کیلئے مہلت دی گی ہے ﴿۱۲﴾ فیصلے کے دن کیلئے ﴿۱۳﴾ اور آپکو کس نے بتایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے ﴿۱۴﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۱۵﴾

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾

کیا ہمنے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا ﴿۱۶﴾ پھر ہم انکے پیچھے پچھلوں کو لگاتے ہیں ﴿۱۷﴾ ہم مجرمین کیساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں ﴿۱۸﴾

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ﴿٢١﴾

اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانیوالوں کیلئے ﴿۱۹﴾ کیا ہمنے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا ﴿۲۰﴾ پھر ہمنے اسکو ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا ﴿۲۱﴾

إِلَىٰ قَدَرٍ مَعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ

ایک مقررہ مدت تک ﴿۲۲﴾ پھر ہمنے اندازہ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں ﴿۲۳﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۲۴﴾ کیا ہمنے زمین

الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُمْ

کو سمیٹنے والی نہیں بنایا ﴿۲۵﴾ زندوں کو اور مردوں کو ﴿۲۶﴾ اور ہمنے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے ہیں اور ہم نے تمہیں پیاس بجھانیوالا

مَاءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾ انْطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٩﴾

پانی پلایا ﴿۲۷﴾ اس دن تباہی وہ بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۲۸﴾ چلو اس چیز کی طرف جسکو تم جھٹلاتے تھے ﴿۲۹﴾

انْطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾

چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ﴿۳۰﴾ نہ گھنی چھاؤں والا ہوگا اور نہ تپش سے بچائے گا ﴿۳۱﴾ بیشک وہ محل جتنی بڑی بڑی چنگاریاں

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ هَٰذَا يَوْمُ

پھینکے گا ﴿۳۲﴾ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں ﴿۳۳﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۳۴﴾ یہ وہ دن ہے جسدن لوگ

لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾

بولیں گے نہیں ﴿۳۵﴾ اور نہ انہیں اجازت ہوگی کہ کوئی عذر پیش کرسکیں ﴿۳۶﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۳۷﴾

هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾

یہ فیصلے کا دن ہے ہمنے اکٹھا کیا ہے تمہیں اور تم سے پہلوں کو بھی ﴿۳۸﴾ پھر اگر تمہارے پاس کوئی داؤ پیچ ہے تو اسے مجھ پر آزمالو ﴿۳۹﴾

ع ۱ ۴۰ ۲۱ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾

اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانیوالوں کیلئے ﴿۴۰﴾

خلاصہ رکوع ❶ قدرت باری تعالیٰ کے نمونے، حکمت انزال وحی، مبادی احوال قیامت، کیفیت آسمان کیفیت جبال، انبیاء کرام کا اجتماع، فیصلہ خداوندی، یوم الفصل کی تشریح، نتیجہ مجرمین، تنبیہ مشرکین، دستور خداوندی، کیفیت خلقت بنی آدم، حفاظت خداوندی، تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ، ۱، اجرام سفلیہ کی خلقت، ۲، ۳، مجرمین کی سرزنش، نتیجہ مجرمین شدت نار جہنم، یوم الفصل کی تشریح،

تنبیہ مشرکین۔ماخذ آیات۔ا تا ۴۰+

وَالْمُرْسَلٰتِ قدرت باری تعالیٰ کے نمونے : شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اَلْمُرْسَلٰتِ فَالْعٰصِفٰتِ، اَلنّٰشِرٰتِ، فَالْفٰرِقٰتِ، فَالْمُلْقِیٰتِ" سے کسی نے ہوائیں مراد لی ہیں اور کسی نے فرشتے اور کسی نے پیغمبروں کو مراد لیا ہے اور بعض مفسرین نے پہلی چار آیات سے ہوائیں مراد لی ہیں اور "فَالْمُلْقِیٰتِ" سے فرشتے مراد لئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض نے "وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا" سے مراد وہ ہوائیں لی ہیں جو بدن انسان کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور "فَالْعٰصِفٰتِ" سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بدن کو نقصان پہنچاتی ہیں اور کشتیوں کو ڈبو ڈالتی ہیں۔ اور "اَلنّٰشِرٰتِ فَالْفٰرِقٰتِ فَالْمُلْقِیٰتِ" سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بادل کے ذریعے سے پانی برسانے پر مقرر ہیں بادل کو آسمان اور زمین کے درمیان پھیلاتی ہیں جب بادل سے بارش برس چکی ہوتی ہے تو وہ ہوائیں اس بادل کو پھاڑ کر منتشر کر دیتی ہیں۔ اور "فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا" سے وہ فرشتے مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی لے آتے ہیں۔

اور اس کی ایک تفسیر حضرات صوفیائے کرام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا" ربانی داعی اور الھامات مراد ہیں سالک کے نفع کے لئے اس کے دل پر آتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ کی سلوک کی معاونت کریں اور "فَالْعٰصِفٰتِ" سے جذب اور کشش کی ہوائیں مراد ہیں جو سالک کے دل سے اللہ تعالیٰ کے غیر کی محبت کو دور کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے شوق کی آگ کو مزید بھڑکاتی ہیں اور "اَلنّٰشِرٰتِ" سے مراد اشغال اور اذکار ہیں جو اپنے آثار اور انوارات کی بارش کو ذاکر اور شاغل کے تمام اعضاء جوارح میں منتشر کرتے ہیں اور "فَالْفٰرِقٰتِ" سے مراد واردات الٰہیہ ہیں جو سالک کے دل پر پڑتی ہیں اور "فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا" سے وہ علوم اور معارف مراد ہیں جو سالک کو مرتبہ بقاء کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

اور اس کی ایک تفسیر علماء کرام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ان پانچ چیزوں سے فرشتوں کے وہ گروہ مراد ہیں جو کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور "اَلْمُرْسَلٰتِ" سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں اور "فَالْعٰصِفٰتِ" سے عذاب کے فرشتے مراد ہیں جو کسی ملک یا لشکر یا کسی گھر کی بربادی کیلئے جاتے ہیں اور "اَلنّٰشِرٰتِ" سے وہ فرشتے مراد ہیں جو وحی الہام اور احکام الٰہی کے آثار و انوار اور برکات تمام عالم میں صلحاء اور مؤمنین کے دلوں میں منتشر کرتے ہیں اور "فَالْفٰرِقٰتِ" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان سحر اور معجزہ میں فرق بیان کرتے ہیں۔

﴿۶﴾ حکمت انزال وحی : حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ (وحی) سے کافروں کا الزام اتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) نہ کہیں ہم کو خبر نہیں تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈرسنانا تا کہ ایمان لائیں۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آنا ہے جب مجرموں کو ان کی حرکات پر ملزم کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو مامون و بے فکر کروایا جائے۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۷﴾ وعدہ قیامت : ہواؤں اور فرشتوں یا دونوں کی قسم کھا کر حق تعالیٰ نے فرمایا۔ "اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ" یعنی تم سے جس قیامت اور حساب و کتاب جزاء و سزا کا وعدہ بذریعہ انبیاء کرام علیہم السلام کیا جا رہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

﴿۸﴾ مبادی احوال قیامت۔ ﴿۹﴾ کیفیت آسمان۔ ﴿۱۰﴾ کیفیت جبال۔

﴿۱۱﴾ انبیاء کا اجتماع : آخرت میں رسولوں کا وقت مقرر ہے تا کہ آگے پیچھے وقت مقررہ کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں گے۔

﴿۱۳﴾ فیصلہ خداوندی۔ ﴿۱۴﴾ یوم الفصل۔ ﴿۱۵﴾ نتیجہ مشرکین۔ ﴿۱۶﴾ تنبیہ مشرکین۔

﴿۱۸﴾ دستور خداوندی۔ ﴿۱۹﴾ نتیجہ مجرمین۔ ﴿۲۰﴾ کیفیت خلقت بنی آدم۔

﴿۲۱﴾ حفاظت خداوندی۔ ﴿۲۳﴾ تصرف باری تعالیٰ کے نمونے۔ ❶

﴿۲۵﴾ اجرام سفلیہ کی خلقت۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس کے معنیٰ ہیں کہ ہم نے زمین کی پشت کو زندہ افراد کے لیے اوراس کے پیٹ (باطن) کومردوں کے لیے بنایا ہے۔

کفات کے معنی ہیں ملانے اور سمیٹنے والی۔ تو مقصد یہ ہوا کہ زمین زندہ اور مردوں دونوں حالتوں میں انسانوں کو ملانے اور سمیٹنے والی ہے۔ کیونکہ زندہ آدمی زمین پر زندگی بسر کرتا ہے اور مرنے کے بعد مردہ اسی زمین اور مٹی میں پہنچ جاتا ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے میت کو زمین میں دفن کرنے اور چھپانے کا وجوب معلوم ہوتا ہے کہ میت اور اس کے تمام اعضاء بال وغیرہ کا دفن کرنا لازم ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ میت کے بال یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے انتفاع حاصل کرنا یا اس میں غیر ضروری تصرف کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دفن کو واجب قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کی آیت سورۃ عبس "ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ" بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (کذافی احکام القرآن۔ جصاص)

﴿۲۷﴾ نمونہ : ❷ وَاَسْقَيْنٰكُمْ: نمونہ :❸

﴿۲۹﴾ مجرمین کی سرزنش۔ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ: نتیجہ مجرمین : حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک بڑا دھواں نکلے گا دیکھنے میں سایہ کی طرح ہوگا اس سایہ کے تین ٹکڑے ہوجائیں گے لوگوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کافر لوگ حساب سے فارغ ہونے تک اس دھوئیں میں رہیں گے اس سایہ کے تین شعب کیوں ہوں گے؟ تو استاد محترم حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک باباجی نے سبق کے دوران یہ سوال اٹھایا تو میں نے کہا کسی کتاب میں تو نہیں پڑھا مگر دو باتیں اپنی طرف سے عرض کرتا ہوں ایک بات تو یہ ہے کہ تین شعب اس لئے ہوں گے کہ آدمی کے ذمے تین چیزیں ہیں۔

❶ تصدیق بالقلب۔ ❷ اقرار باللسان۔ ❸ عمل بالارکان۔ تو چونکہ انہوں نے ان تین چیزوں کو قبول نہیں کیا اس لئے تین شعب ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل اصول بھی تین ہیں۔ ❶ توحید۔ ❷ رسالت ❸ معاد۔ یعنی قیامت ان تینوں کو بھی انہوں نے جھٹلایا ہے اس لئے تین شعب ہوں گے۔ واللہ اعلم

﴿۳۲﴾ شدت نار جہنم۔ ﴿۳۵﴾ شدت یوم قیامت : یعنی بعض مواقع اور بعض مواطن ایسے ہوں گے جن میں گفتگو نہ کرسکیں گے اور بول بھی نہ سکیں گے۔ ﴿۳۸﴾ یوم الفصل کی تشریح۔ ﴿۳۹﴾ تنبیہ مشرکین۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا

بیشک متقی لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے ﴿۴۱﴾ اور پھلوں میں ہونگے جس قسم کے وہ چاہیں گے ﴿۴۲﴾ کھاؤ اور پیو خوشگوار اسکے بدلے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

جو تم کیا کرتے تھے ﴿۴۳﴾ بیشک ہم نیکی کرنیوالوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿۴۴﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۴۵﴾

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ

کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑے دنوں تک بیشک تم مجرم ہو ﴿۴۶﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۴۷﴾ اور جب انہیں کہا جاتا ہے

ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

ع ۲ / ۲۲

رکوع کرو تو یہ لوگ رکوع نہیں کرتے ﴿۴۸﴾ اس دن تباہی و بربادی ہے جھٹلانیوالوں کیلئے ﴿۴۹﴾ پھر یہ مکذبین اس کلام کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے ﴿۵۰﴾

﴿۴۱﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَّعُيُونٍ: ربط آیات: اوپر منکرین اور مکذبین کے عذاب کا بیان تھا اب آگے متقی پرہیز گاروں کیلئے انعامات کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ نتائج متقین، متقین کی سرفرازی، سبب کامیابی، نتیجہ محسنین، نتیجہ مجرمین، سبب رسوائی، تنبیہ مشرکین۔ ماخذ آیات۔ ۴۱ تا ۵۰ +

إِنَّ الْمُتَّقِينَ: نتائج متقین۔ ﴿۴۳﴾ متقین کی سرفرازی۔ بِمَا كُنْتُمْ: سبب کامیابی۔

﴿۴۴﴾ نتیجہ محسنین۔ ﴿۴۵﴾ نتیجہ مجرمین۔ ﴿۴۸﴾ سبب رسوائی: اہل عرب تو کمر جھکانے کو بہت ہی معیوب سمجھتے تھے جیسا کہ بنی ثقیف کے رئیسوں نے کہا تھا کہ ہم نماز میں رکوع نہیں کریں گے یہ ہمارے ہاں بہت ہی عیب ہے کمر تو جانور جھکایا کرتے ہیں کیا ہم اس طرح کمر جھکائیں جس طرح جانور پر بوجھ لادنے کے لئے ان کی کمر کو جھکاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس دین میں رکوع نہیں اس میں بہتری بھی نہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۲۷۷۔ج۔۲۹)

﴿۵۰﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ: تنبیہ مشرکین: یہاں حدیث سے مراد قرآن کریم ہے کہ قرآن جیسی معجز کتاب بھی ان پر اثر انداز نہ ہوسکی تو آخر کس بات پر ایمان لائیں گے۔

ختم شد سورۃ المرسلات بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة النبا

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ النبا ہے جو اس سورۃ کی دوسری آیت میں موجود لفظ "النَّبَإِ" سے ماخوذ ہے اور اس سورۃ کا نام سورۃ تسائل بھی ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت "یَتَسَآءَلُوۡنَ" سے ماخوذ ہے۔ ترتیب تلاوت کے اعتبار سے یہ قرآن کریم کی ۔۷۸۔ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں ۔۸۰۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع اور ۔۴۰۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ بالاتفاق مکی زندگی میں نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۲۸۱۔ج۔۳۰۔معالم التنزیل۔ص۔۴۰۵۔ج۔۴)

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء "عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ" سے ہوئی "نبا" کے معنی خبر کے ہیں اور "نبا عظیم" کے معنی بڑی خبر کے ہیں چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کے خبر اور واقعات جزا و سزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ النبا مقرر ہوا۔

ربط آیات : اس کا ربط "نَبَاِ الۡعَظِیۡمِ" کی تفسیر پر موقوف ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ "نَبَاِ الۡعَظِیۡمِ" سے مراد قرآن کریم ہے تو ربط واضح ہے کہ پہلی سورۃ کے آخر میں "فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ" میں قرآن کریم کا ذکر تھا تو اس سورۃ میں بھی قرآن کریم کا ذکر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "نَبَاِ الۡعَظِیۡمِ" سے مراد قیامت ہے تو پھر بھی ربط واضح ہے کہ پہلی سورۃ میں بھی قیامت کا ذکر تھا "وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ" اور اس میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : اس سورۃ کا مرکزی مضمون قیامت ہے اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر ایک کسان یا کاشتکار کے نقطہ نگاہ سے بیان فرمایا جس طرح کسان ہل چلاتا ہے بیج بوتا ہے فصل کے پکنے کا انتظار کرتا ہے پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس فصل کو کاٹتا ہے انسان کی مثال بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زمین میں بویا ہے اور قائم کیا ہے نسل انسانی میں نیک و بد ہر طرح کے لوگ ملے جلے ہیں ایک وقت آئیگا ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا انسان کی فصل کاٹی جائے گی اس فصل سے نیک و بد مؤمن مخلص منافق و کافر و مشرک کو ایک ایک کر دیا جائے گا یہی فیصلہ کا دن ہوگا اس سورۃ میں لوگوں کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر قیامت پر دلیل قائم کی گئی ہے۔

خلاصہ سورۃ : منکرین قیامت کی شکایات، اولاد آدم کے لئے عمومی انعامات، یوم الفصل کی تشریح، اسباب رسوائی بعث بعد الموت، نتائج متقین۔

فضیلت سورۃ : آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ نبا کی تلاوت کرتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ٹھنڈا مشروب پلائے گا۔ (کشاف۔ص۔۶۹۹۔ج۔۴)

شان نزول : روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بعثت کے بعد کفار اہل مکہ کو قیامت کی خبر دی کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں یہ دنیا بالکل فناء کر دی جائے گی اور پھر تمام انسان زندہ کر کے دوبارہ اٹھائیں جائیں گے اور ان کو ان کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملے گی نیک اعمال کی جزا میں لوگ جنت میں جائیں گے اور برے اعمال کی سزا میں جہنم میں ڈالے جائیں گے جنت میں ہر طرح کی آرام و راحت رہے گا جہنم میں ہر طرح کی مصائب و عذاب و تکالیف ہوں گی اور ان باتوں کو کفار مکہ سن کر استہزاء اور انکار کے طور پر آپس میں اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کرتے کہ وہ قیامت کب آئے گی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی

ہے یہ کیسے ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی منکرین قیامت کے ان سوالات اور تعجب پر اس سورۃ کا نزول ہوا۔

(مظہری۔ص۔١٧١۔ج۔١٠)

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾

یہ لوگ کس چیز کے متعلق سوال کرتے ہیں ﴿١﴾ کیا یہ بڑی خبر کے متعلق دریافت کرتے ہیں ﴿٢﴾ وہ خبر جسکے متعلق وہ اختلاف کر رہے ہیں ﴿٣﴾ خبردار عنقریب یہ لوگ جان لیں گے ﴿٤﴾ پھر خبردار عنقریب

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾

یہ لوگ جان لیں گے ﴿٥﴾ کیا ہم نے زمین کو گہوارے کی طرح نہیں بنایا ﴿٦﴾ اور کیا پہاڑوں کو زمین پر کیل کی طرح نہیں گاڑ دیا ﴿٧﴾ اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے ﴿٨﴾ اور ہم نے تمہارے

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

لئے نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا ﴿٩﴾ اور ہم نے رات کو بمنزلہ لباس کے بنایا ﴿١٠﴾ اور ہم نے دن کو ذریعہ معاش بنایا ﴿١١﴾ اور تمہارے اوپر سات سخت مضبوط

سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ

آسمان بنائے ﴿١٢﴾ اور ہم نے ان آسمانوں میں ایک چمکتا چراغ رکھا ہے ﴿١٣﴾ اور ہم نے آسمان کی طرف سے نچڑنے والے بادلوں سے زور سے بہنے والا پانی اتارا ﴿١٤﴾ تاکہ اس سے دانے اور

حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿١٦﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

سبزہ اگائیں ﴿١٥﴾ اور گھنے باغ پیدا کریں ﴿١٦﴾ بیشک انسان کیلئے فیصلہ کا ایک دن مقرر ہے ﴿١٧﴾ جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم چلے آؤ گے فوج در فوج ﴿١٨﴾

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾

اور آسمان کھول دیئے جائیں گے پس وہ دروازے دروازے نظر آئیں گے ﴿١٩﴾ اور پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ چمکتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائیں گے ﴿٢٠﴾ بیشک دوزخ تاک میں ہے ﴿٢١﴾

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا

وہ دوزخ سرکش لوگوں کا ٹھکانہ ہے ﴿٢٢﴾ ٹھہریں گے اس دوزخ میں قرن ہا قرن ﴿٢٣﴾ انکو جہنم میں نہ تو ٹھنڈک نصیب ہوگی اور نہ ہی (پینے کیلئے) کوئی مشروب (مہیا کیا جائے گا) ﴿٢٤﴾ سوائے اس کے

بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾

کہ ان کیلئے کھولتا ہوا پانی ہوگا اور (زخموں سے بہنے والی) پیپ ہوگی ﴿٢٥﴾ یہ سزائیں انکے (اعمال باطلہ کا) پورا پورا بدلہ ہوگا ﴿٢٦﴾ بیشک وہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے حساب کی توقع ہی نہیں رکھتے

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ ع ١

تھے ﴿٢٧﴾ اور یہ لوگ ہماری آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلاتے تھے ﴿٢٨﴾ اور ہم نے ہر چیز کو کتاب میں شمار کر رکھا ہے ﴿٢٩﴾ (اب اس عذاب کا) مزہ چکھو پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لئے مگر عذاب ﴿٣٠﴾

خلاصہ رکوع ❶ منکرین قیامت کا شکوہ، تنبیہات مشرکین، ١، ٢، توحید خداوندی پر عقلی دلائل، قدرت باری تعالیٰ کے

نونمو نے، حکمت انزال ماء، وقوع قیامت، مبادی احوال قیامت، کیفیت آسمان، کیفیت جبال، نتیجہ مشرکین، دائمی خلود فی النار، مجرمین کی رسوائی، عدل وانصاف باری تعالیٰ، اسباب رسوائی، ۱، ۲، وسعت علم باری تعالیٰ، مشرکین کی سرزنش۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۳۰+

﴿۱، ۲، ۳﴾ **منکرین قیامت کا شکوہ** : یہ اہل حق سے قیامت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ ﴿۴﴾ **تنبیہ مشرکین ۱:** "کلا" خبردار فراق دنیا سے قیامت کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

﴿۵﴾ **تنبیہ مشرکین ۲:** پھر مقرر قیامت کی حقیقت کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ لوگ قیامت کو مستبعد یا مستحیل سمجھتے تھے فرمایا ایسے ہرگز نہیں۔ ﴿۶﴾ **اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ (الی قوله) وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ:** توحید خداوندی پر عقلی دلائل اور قدرت باری تعالیٰ کے نونمونے بیان فرمائے ہیں۔ ﴿۱۵﴾ **حکمت انزال ماء۔** اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا مقام احسان میں ذکر فرمایا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر شکر کیا جائے اور شکر یہ ہے کہ ان نعمتوں میں سے صدقہ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالی نعمت کا شکر "صدقہ" قرار دیا ہے۔ (قالہ ابن الغزالی رحمۃ اللہ علیہ) ﴿۱۷﴾ **وقوع قیامت۔** ﴿۱۸﴾ **مبادی احوال قیامت۔** ﴿۱۹﴾ **کیفیت آسمان۔** ﴿۲۰﴾ **کیفیت جبال۔**

﴿۲۱﴾ **نتیجہ مشرکین۔** ﴿۲۳﴾ **دائمی خلود فی النار** : کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جنت تو ہمیشہ رہے گی مگر دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی کیونکہ "حقب" کی مدتیں کبھی نہ کبھی تو ختم ہوں گی اس کا جواب یہ ہے کہ "حقب" کہتے ہیں ایسی مدت کو جو کبھی ختم نہ ہو گی لہٰذا ان کا اعتراض رفع ہو گیا۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں: ۳۴ مقامات پر جہنم کیلئے "یٰلخلون" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہمیشہ کے ہیں پھر ان میں سے تین مقامات پر "ابداً" کا اضافہ بھی ہے سورۃ المائدہ میں تو ہے کہ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے مگر ہرگز نہ نکل سکیں گے جس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا وجود ہمیشہ کیلئے ہے۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں یہاں پر دوزخ میں ٹھہرنے کی مدت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ دنیا میں تھوڑی مدت کو سالوں اور قرنوں سے تعبیر کرنے کا جو دستور رائج تھا وہ سارے پیمانے بے کار ہو جائیں گے۔ وہاں لامتناہی مدت کو احقاب سے تعبیر کیا جائے گا۔ (محصلہ کمالین۔ ص۔ ۱۵۷۔ ج۔ ۴)

﴿۲۴﴾ **مجرمین کی رسوائی۔** ﴿۲۶﴾ **عدل وانصاف باری تعالیٰ۔** ﴿۲۷، ۲۸﴾ **اسباب رسوائی۔**

﴿۲۹﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ۔** ﴿۳۰﴾ **مشرکین کی سرزنش۔**

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

بیشک متقی لوگوں کیلئے کامیابی ہے ﴿۳۱﴾ (ان کیلئے) باغ اور انگوروں کے گچھے ہونگے ﴿۳۲﴾ اور نوجوان ہم عمر عورتیں ہونگی ﴿۳۳﴾ (اور جنتیوں کیلئے) پیالے لبریز ہونگے ﴿۳۴﴾

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جنت میں کوئی لغو یا جھوٹی بات نہیں سنیں گے ﴿۳۵﴾ یہ بدلہ ہوگا تیرے رب کی طرف سے حساب سے دیا ہوا ﴿۳۶﴾ جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ہر اس چیز کا رب ہے جو آسمان اور

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

زمین کے درمیان ہے نہایت رحم والا (اسکی مخلوق میں سے) کوئی اسکے سامنے بات کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ﴿۳۷﴾ جس دن روح اور فرشتے قطار در قطار کھڑے ہونگے وہاں کوئی بھی بات نہیں کر سکے گا سوائے اسکے

لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ

جسے رحمان اجازت دے گا اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے گا ﴿۳۸﴾ یہ دن برحق ہے پس جو چاہے اپنے رب کی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ

طرف ٹھکانہ پکڑے ﴿۳۹﴾ بیشک ہم نے تمہیں قریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جسدن دیکھے گا آدمی جو اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے

يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع ۲

اور کافر یوں کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا ﴿۴۰﴾

﴿۳۱﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ: ربط آیات : گزشتہ آیات میں مجرمین کے نتائج کا ذکر تھا، اب یہاں سے متقین کے نتائج کا بیان ہے۔

خلاصہ رکوع ❷ نتائج متقین، فضیلت جنت، عدل و انصاف باری تعالیٰ، شدت یوم قیامت، کیفیت حساب، خلاصہ سورۃ یعنی وقوع قیامت، دعوت الی التوحید، اتمام حجت، وقت عذاب، کفار کی تمنا۔ ماخذ آیات ۳۱ تا ۴۰ +

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ (الیٰ قولہ) وَكَاْسًا دِهَاقًا: نتائج متقین۔ ﴿۳۵﴾ فضائل جنت۔

﴿۳۶﴾ عدل و انصاف باری تعالیٰ۔ ﴿۳۷﴾ حصر الربوبیت باری تعالیٰ۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا: شدت یوم قیامت۔ ﴿۳۸﴾ کیفیت حساب : ''يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ'' ایک تفسیر تو یہ ہے اس سے مراد روح والی مخلوق ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۰۸۔ج۔۴)

تیسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد لطیفہ دراکہ جو ہر مخلوق کو عطاء ہوا ہے خواہ وہ آسمان ہو، زمین، پہاڑ ہوں یا درخت ہو یا پتھر اسی لطیفہ دراکہ کی وجہ سے ہر چیز وقف تسبیح ہے راجح قول یہ ہے کہ روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (حاشیہ قرطبی۔ص۔۱۶۴۔ج۔۱۹۔معالم التنزیل۔ص۔۴۰۹۔ج۔۴۔روح المعانی۔ص۔۳۱۱۔ج۔۳۰)

وَقَالَ صَوَابًا: مستحقین شفاعت : اس سے مراد ''لا الہ الا اللہ'' ہے یہی قول صواب ہے مؤمن کے حق میں کلام کرنے کی اجازت ہوگی مگر وہ ٹھیک ٹھیک ادب و قاعدے کو ملحوظ رکھ کر جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہوگی۔

(روح المعانی۔ص۔۳۰۹۔ج۔۳۰۔معالم التنزیل۔ص۔۴۰۹۔ج۔۴)

﴿۳۹﴾ خلاصہ سورۃ یعنی وقوع قیامت۔ فَمَنْ شَآءَ ...الخ دعوت الی التوحید۔

﴿۴۰﴾ اتمام حجت۔ يَوْمَ يَنْظُرُ ...الخ وقت عذاب۔ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ ...الخ کفار کی تمنا: ''يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا'': ایک تفسیر یہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع موقوف روایت ہے کہ جانوروں سے قصاص اور بدلہ لینے کے بعد حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ۔ چنانچہ کافر لوگ دیکھ کر رشک کرینگے کہ کاش ہماری رہائی کی بھی یہی صورت ہوتی کہ ہم بھی خاک ہو جاتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کافر سے مراد ابلیس ہے کہ ابلیس اس وقت اولاد آدم پر نوازشات دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں بھی خاکی ہوتا میں نے دنیا میں فخر کرتے ہوئے خاکی کو سجدہ نہ کیا جسکی وجہ سے آج مجھے دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے کاش میں بھی خاک ہو جاتا۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۰۹۔ج۔۴)

ختم شد سورۃ النبا بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ النازعات

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ النازعات ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے ترتیب تلاوت کے اعتبار سے یہ سورۃ قرآن کریم میں ۔۷۹۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزل کے اعتبار سے یہ سورۃ قرآن کریم میں ۔81۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۔۴۶۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کا پہلا لفظ "وَالنّٰزِعٰتِ" ہے جس کے معنی ہیں، قسم ہے کھینچنے والوں کی اکثر مفسرین نے فرشتے مراد لئے ہیں جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ النازعات ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں قیامت کا ذکر تھا، اس سورۃ میں بھی یہی مضمون ہے۔

موضوع سورۃ : مجازات اعمال۔

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلی سے توحید خداوندی، بعث بعد الموت، منکرین قیامت کے شبہات و جوابات، تسلی خاتم الانبیاء، تخویف مشرکین، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان، فرعون کے خبائث و نتائج، مبادی احوال قیامت، فرائض خاتم الانبیاء۔ وغیرہ۔

سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ سِتٌّ وَّ اَرۡبَعُوۡنَ اٰیَۃً وَّفِیۡہَا رُکُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جانوں کو کھینچنے والے ہیں ﴿۱﴾ قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھولنے والے ہیں ﴿۲﴾ قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے پھرتے ہیں حکم خداوندی کی تعمیل کیلئے کائنات

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُہَا الرَّادِفَۃُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ ۙ﴿۸﴾

میں ﴿۳﴾ قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جانیوالے ہیں ﴿۴﴾ قسم ہے ان فرشتوں کی جو (امر الٰہی) سے تدبیر کرتے ہیں ﴿۵﴾ جس دن کانپے گی کانپنے والی یعنی زمین ﴿۶﴾ اس کے پیچھے آئیگی

اَبۡصَارُہَا خَاشِعَۃٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا

پیچھے آنے والی یعنی نفخہ ثانیہ اس دن بہت سے دل دھڑکنے والے ہونگے ﴿۸﴾ انکی آنکھیں پست ہونگی ﴿۹﴾ یہ کافر لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰﴾ کیا جب ہم بوسیدہ

نَّخِرَۃً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ؕ﴿۱۴﴾

بھربھری ہڈیاں ہو جائیں گے ﴿۱۱﴾ یہ لوگ کہتے ہیں ایسا پلٹنا تو یقیناً نقصان دہ ہوگا ﴿۱۲﴾ پس بیشک وہ تو ایک ہی ڈانٹ ہوگی ﴿۱۳﴾ پھر اچانک وہ تمام لوگ ایک چٹیل میدان میں ہونگے ﴿۱۴﴾

ہَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۘ﴿۱۵﴾ اِذۡ نَادٰىہُ رَبُّہٗ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی ﴿ۚ۱۶﴾ اِذۡہَبۡ اِلٰی

کیا آپ تک موسیٰ علیہ السلام کی بات پہنچی ہے ﴿۱۵﴾ جب پکارا اسکو اسکے رب نے مقدس وادی طویٰ میں ﴿۱۶﴾ کہ فرعون کے پاس جاؤ کہ

وقف لازم
وقف لازم
وقف لازم
وقف لازم

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۟ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۟ۙ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۟ۚ

وہ سرکشی اختیار کر گیا ہے ﴿۱۷﴾ اور اسے کہو کیا تجھ میں پاک ہونے کی رغبت ہے ﴿۱۸﴾ اور میں تمہیں تمہارے رب کی طرف راہ بتلاؤں تا کہ تیرے اندر خوف پیدا ہو جائے ﴿۱۹﴾

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۟ؗۖ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۟ؗۖ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۟ؗۖ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۟ؗۖ فَقَالَ اَنَا

پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے بڑی نشانی عصا دکھائی ﴿۲۰﴾ پس فرعون نے تکذیب کی اور نہ مانا ﴿۲۱﴾ پھر وہ پھرا کوشش کرتا ہوا ﴿۲۲﴾ پس اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور پکارا ﴿۲۳﴾ کہنے لگا تمہارا

رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۟ؗۖ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۟ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۟ؒ ع ۲

بڑا رب تو میں ہوں ﴿۲۴﴾ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے آخرت اور دنیا کی عبرت ناک سزا میں ﴿۲۵﴾ بیشک یہ واقعہ عبرتناک ہے اس کیلئے جس میں خوف پایا جاتا ہے ﴿۲۶﴾

خلاصہ رکوع ❶ فرشتوں کی قسمیں، مبادی احوال قیامت نفخہ اولیٰ، نفخہ ثانیہ، شدت یوم قیامت، کیفیت کفار منکرین قیامت کا شکوہ، جواب شکوہ، بعث بعد الموت، کیفیت حشر، داستان موسیٰ علیہ السلام سے تسلی خاتم الانبیاء، نداء خداوندی، فریضہ موسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ کے معجزات، فرعون کی خباثات، تدبیر فرعون، نداء فرعون، تشریح نداء، فرعون کا دنیوی اخروی نتیجہ، داستان فرعون کی حکمت۔

ماخذ آیات۔۱ تا ۲٦ +

﴿۱ تا ۵﴾ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا: فرشتوں کی قسمیں: قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی سے جان نکالتے ہیں اس میں لفظ ''غَرْقًا'' مصدر ہے اور ''غراقًا'' کے معنی میں ہے یعنی جسم کے ہر ہر حصہ سے فرشتے روح نکال لیتے ہیں اور اس میں مرنے والے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱٦۷۔ج۔۱۹)

وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا: قسم ہے ان فرشتوں کی جو بند کھول دیتے ہیں یعنی سہولت کے ساتھ روح نکالتے ہیں جیسے بند کھول دیا اور چیز آسانی سے نکل گئی۔ (معالم التنزیل۔ص۔۲۱۴۔ج۔۴)

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ پوری سختی سے کافروں کی جان نکالی جاتی ہے اور سہولت اور آسانی سے اہل ایمان کی روح قبض ہوتی ہے اور کسی وقت مؤمن کو بھی تکلیف ہوتی ہے مگر اس کے درجات بلند کرنے کیلئے۔ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا: اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ ''اَلسّٰبِحٰتِ'' باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو تیرنے کے معنی میں آتا ہے مطلب یہ ہے کہ فرشتے مؤمنوں کی روحوں کو آسمان کی طرف بڑی تیزی اور سہولت کے ساتھ لے جاتے ہیں گویا کہ تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا: جو تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں جب فرشتے روحوں کو لے کر اوپر پہنچتے ہیں تو ان کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اور تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا: پھر ہر عمل کی تدبیر کرتے ہیں یعنی وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جس روح کے متعلق جو حکم ہوتا ہے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کی تدبیروں میں لگے رہتے ہیں۔

اہل بدعت کا استدلال فرشتے مدبر عالم ہیں اور اس کا جواب

مؤلف نور ہدایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس وقت ہمارا اسی آیت کریمہ سے استدلال ہے کہ ملائکہ بھی امور الٰہیہ میں تدبیر فرمانے والے ہیں اور باذن اللہ تعالیٰ عطاء الٰہی کے مطابق مدبر عالم ہیں یہ آیت کریمہ ہمارے مدعیٰ پر قطعی الدلالت ہے اس آیت کے تحت کتب تفاسیر، کبیر، خازن، معالم، جمل وغیرہا میں لکھا ہے کہ جبرائیل میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام امور الٰہیہ کو اہل زمین میں تدبیر اور تقسیم فرماتے ہیں جبرائیل علیہ السلام ہوا اور لشکروں پر مؤکل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی

پر مقرر ہیں، عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انہیں حکم پہنچانے پر تعین ہیں فرشتوں سے کچھ انسانوں پر متعین ہیں تو کچھ اعمال لکھنے پر، کئی فرشتے خسف، مسخ ہوا وغیرہا امور پر تعینات ہیں یعنی امور تکوینیہ کی تدبیر پر مؤکل ہیں۔

شیخ المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" ملائکہ عظام مثل جبرائیل ومیکائیل واسرافیل وحضرت عزرائیل مع اعوانہم وجنودہم کہ ہرایک برائے تدبیر امرے از امور کونیہ مقرر فرمودہ اند ...الخ (حضرت شاہ صاحب کی آگے تک عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا ہے اور ان ملائکہ عظام کی مختلف ڈیوٹیوں کا ثبوت حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے جیسا کہ پہلے ان کے الفاظ میں اس کا ذکر ہو بھی چکا ہے) دیکھئے نور ہدایت۔ص۔۴۸،۴۹ پھر۔ص۔۵۱۔ میں وہ "یدبر الامر من السماء الی الارض" اور "من یدبر الامر" کی آیات کے پیش نظر بختی اونٹ کی طرح موج میں آ کر لکھتے ہیں کہ اس جگہ وہابیہ کے لیے بڑی مشکل آئے گی کہ یہاں فرشتوں کو مدبر امر کہا گیا ہے، حالانکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہاں پر حزب مخالف کا مافوق وتحت الاسباب والا حیلہ بھی کارگر نہیں ہوسکتا ...الخ (نور ہدایت۔ص۔۵۱)

جواب: مؤلف نور ہدایت کا اس آیت سے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے متصرف مافوق الاسباب ہونے پر استدلال کرنا جوان کا باطل مدعیٰ ہے سراسر باطل اور قطعاً مردود ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اعتقادی مسائل قیاسی نہیں ہوا کرتے ملائکہ کے مدبر اور متصرف ہونے سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم السلام کے متصرف اور مدبر ہونے پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے اس مقام پر تو ایسی نص جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو وہ درکار ہے۔دوسری وجہ یہ ہے اس آیت کو اپنے مدعا کیلئے قطعی الثبوت دلیل کہنا علم اور دیانت کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے کیونکہ قطعی الدلالت وہ دلیل ہوتی ہے کہ جس میں کوئی اور احتمال پیدا نہ ہوسکتا ہو۔ چنانچہ مؤلف نور ہدایت کے مایہ ناز مفتی احمد یار خان فریق ثانی سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔ (انتہی بلفظہ جاء الحق۔ص۔۴۰)

یہ عبارت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قطعی الدلالت وہ دلیل ہوتی ہے جس میں کوئی احتمال پیدا نہ ہوسکتا ہو اور "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" کی آیت ملائکہ کے امور الٰہیہ میں متصرف اور مدبر ہونے میں ہرگز قطعی الدلالت نہیں ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں اور احتمالات بھی موجود ہیں اور صرف امکان ہی نہیں ہے کہ وہ تفسیریں مفسرین کرام نے بھی کی ہیں مؤلف مذکور نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر کو نقل کر کے مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے۔

اس لئے ہم بھی دوسری معتمد اور مستند تفاسیر سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر نقل کر دینے پر اکتفاء کرتے ہیں اور محض بطور تائید کے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک مختصر حوالہ بھی ساتھ ہی عرض کر دیتے ہیں۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: "ودریں جا باید دانست کہ مفسرین را در تعین ماصدق ایں صفات پنجگانہ کہ در مطلع ایں سورۃ مذکور اند اختلاف بسیار است بعضے بریک چیز حمل کنند وبعضے بر چیز ہائے مناسب کہ باہم تعلق دارند ودریک کار مصروف اند وبرخے بر چیز ہائے متفرق ...الخ (تفسیری عزیزی پارہ عم۔ص۔۲۸)

اور اس مقام پر جاننا چاہئے کہ مفسرین کرام رحمہم اللہ کا ان پانچ صفات (وَالنّٰزِعٰتِ سے لیکر فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا تک) کے مصداق کی تعیین میں جو اس سورت کی ابتدا میں وارد ہیں بہت اختلاف واقع ہوا ہے بعض ان کو ایک چیز پر حمل کرتے ہیں اور بعض دیگر ان کو ایسی اشیاء پر حمل کرتے ہیں جن کا باہم تعلق ہے اور وہ ایک کام میں مصروف ہیں اور ایک گروہ ان کو متفرق چیزوں پر بھی محمول کرتا ہے اس سے صاف طور پر یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ "وَالنّٰزِعٰتِ" سے لیکر "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" تک کی پنجگانہ صفات

کے تعین میں مفسرین کرام رحمہم اللہ کا اتفاق نہیں ہے ایک گروہ ان کا مصداق کچھ بتلاتا ہے اور دوسرا کچھ اور اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس کو قطعی الدلالت دلیل بنانا کس قدر شرم کی بات ہے اور کس طرح علم وتحقیق کی روشن جبین پر بدنما داغ ہے۔

پھر آگے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ "فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" کی سات تفسیریں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی تفسیر :اس آیت کریمہ کی وہ صوفیاء کرام سے یوں نقل کرتے ہیں کہ:"مراد از مدبرات امر امصنفین کتب وواضعین قواعد وتاصیل کنندگان اصول وتفریع کنندگان فروع"۔(ص۔۲۸،۲۹) مدبرات امراً سے کتابوں کے مصنف اور وہ حضرات مراد ہیں جو قواعد واصول کی بنیاد وضع اور مقرر کرکے ان پر فروع کو محمول کرتے ہیں۔

اور دوسری تفسیر :

اور تیسری تفسیر :اصحاب جہاد وقتال سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:"ومدبرات امراً پادشاہان وامیران کہ کارجنگ بحسن تدبیر وصلاح ایشاں سرانجام مے پذیرد وکوچ ومقام وحرکت وسکون بطور ایشاں می باشد"۔ (ص۔۲۹)

مدبرات امراً سے بادشاہ اور ایسے فوجی افسر مراد ہیں جن کی عمدہ تدبیر اور اصلاح سے جنگی امور انجام پذیر ہوتے ہیں اور ان کے حکم سے کوچ ومقام اور حرکت وسکون کا تحقق ہوتا ہے۔

اور چوتھی تفسیر :اہل نجوم سے نقل کرتے ہوئے اس طرح ارقام فرماتے ہیں کہ:"بسبب اختلاف اوضاعی کہ دراں حالات ایشاں راحاصل مے شود تدبیر عالم می کنند وہر کوکب در امور کہ متعلق بآں کوکب است دخل دارد واتصالات وانصرافات وتبدیل فصول واوقات ومعرفت کائنات سفلی وحوادث آئندہ از آنہا دریافتہ می شود"۔ (ص۔۲۹)

کہ مدبرات امراً سے ستارے مراد ہیں کہ ان اختلافات اوضاع کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہوتے ہیں وہ تدبیر عالم کرتے ہیں اور ہر ایک ستارے کا ان امور میں دخل ہوتا ہے جو اس سے متعلق ہوتے ہیں اور اتصالات وانصرافات اور تبدیل فصول اور اوقات اور کائنات سفلی اور آنے والے حوادث کی معرفت ان سے حاصل ہوتی ہے۔

اور پانچویں تفسیر۔ وعاظ اور مذکرین سے مدبرات امراً کی یوں نقل کی ہے۔"وامر سوال وجواب وعذاب وتنعیم قبر را تدبیر مے کنند"۔(ص۔۲۹) کہ مدبرات امراً سے وہ فرشتے مراد ہیں جو سوال وجواب اور عذاب وتنعیم قبر کی تدبیر کرتے ہیں۔

اور چھٹی :وہی بیان فرمائی جو مؤلف نور ہدایت نے۔ص۔۴۹۔ میں ملائکہ عظام مثل جبرائیل علیہ السلام ...الخ سے نقل کی ہے۔

اور ساتویں تفسیر :بعض سے ان الفاظ کے ساتھ زیب قلم فرمائی ہے کہ:"مراد از مدبرات امراً ارباب عقل وحکمت کہ در ہر باب بقوت عقل تدبیر می برآرند وحیلہ برائے کارہا بستہ پدید می آرند"۔ (ص۔۳۰)

اور بعض فرماتے ہیں کہ مدبرات امراً سے ارباب وعقل وحکمت مراد ہیں کہ ہر باب میں وہ اپنی قوت عقل کے ساتھ تدبیر کرنے اور مشکل اور بستہ کاموں سے عہدہ برآ ہونے کی تدبیر وحیلہ تلاش کرتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کی مختلف اور متعدد تفاسیر نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

کہ: "وذكر في تاويل هذه الآية وجوه اخر ...الخ (تفسیر مظہری۔ص۔۱۸۷۔ج۔۱)
اس آیت کی تفسیر میں اور کئی توجیہات ذکر کی گئی ہیں۔تعجب ہے کہ مؤلف نور ہدایت اس آیت کریمہ کی اتنی تفاسیر اور اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی اس کو اپنے مدعیٰ پر قطعی الدلالت دلیل قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہمارے مدعیٰ پر قطعی الدلالت ہے۔ (نور ہدایت۔ص۔۴۹)
کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مؤلف مذکور کس طرح دیدہ دلیری کرتے ہوئے اس آیت سے ملائکہ عظام کا مدبر اور متصرف ہونا ثابت کرتے ہیں اور اس آیت کو اپنے باطل مدعا پر صرف پیش ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو قطعی الدلالت کہتے ہیں شاید کہ ان کے نزدیک یہ صحیح علمی اصطلاحات ہی کسی اور سانچے میں ڈھل چکی ہوں۔
وثالثاً : مؤلف مذکور کو معلوم ہونا چاہئے کہ عالم اسباب کے تحت مدبر اور متصرف ہونے کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے جھگڑا صرف اس امر میں ہے کہ کیا ملائکہ عظام اور انبیاء کرام اور اولیاء الرحمٰن علیہم السلام مافوق الاسباب طور پر مدبر اور متصرف ہیں یا نہیں؟ اس آیت مذکورہ میں جس تدبیر اور تصرف کا (ایک تفسیر اور احتمال کے رو) ثبوت ملتا ہے وہ صرف عالم اسباب کی تدبیر ہے اس سے مافوق الاسباب تصرف اور تدبیر ہرگز مراد نہیں ہے جو مؤلف نور ہدایت کا مدعیٰ ہے بجائے اس کے کہ ہم مختلف کتب سے اس کے ثبوت پر حوالہ عرض کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا حوالہ ہی عرض کر دیں تا کہ اس مسئلہ پر رجسٹری ہو جائے اور مؤلف مذکور کو راہ فرار میسر نہ آسکے ماننا یا نہ ماننا تو قسمت کی بات ہے اور ہدایت دینا تو صرف مالک الملک اور مدبر کائنات اور متصرف فی الامور کا کام ہے اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔"من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا هادي له"۔حوالہ ملاحظہ ہو۔
مسئلہ: ۳۵ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہو گا بوساطت فرشتگان اور سیارگان وعقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم و نسخ فرماتا ہے بینوا توجروا۔
جواب: اللہ اکبر حاکم حقیقی عز جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ فالمدبرات امراً ...الخ بلفظہ (احکام شریعت حصہ سوم۔ص۔۱۶۴)۔ (بحوالہ راہ ہدایت۔ص۔۱۲۶ تا ۱۳۱)
﴿۶﴾ مبادی احوال قیامت نفخه اولیٰ۔ ﴿۷﴾ نفخه ثانیہ۔ نفخہ ثانیہ اور اولیٰ کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہو گا دوسرے نفخہ پر ہر چیز دوبارہ قائم کی جائے گی۔ (قرطبی۔ص۔۱۷۱۔ج۔۱۹۔معالم التنزیل۔ص۔۴۱۱۔ج۔۴)
﴿۸﴾ شدت یوم قیامت۔ ﴿۹﴾ کیفیت کفار۔ ﴿۱۰ تا ۱۲﴾ منکرین کا شکوہ۔
﴿۱۳﴾ جواب شکوہ : "زَجْرَةٌ" اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے اس کی صرف آواز سے ہی سب روحیں اپنے اپنے بدنوں میں آجائینگی اور سب اسباب و شرائط زندگی بھی خود جمع ہو جائیں گی اور روح کے بدن کے اندر آتے ہی کامل زندگی حاصل ہو جائے گی۔
﴿۱۴﴾ کیفیت حشر : "ساهرة" لغت میں سفید اور ہموار زمین کو کہتے ہیں یہ حشر کے میدان کا نام ہے کہ اس دن زمین کی بھی یہی حالت ہو گی۔
﴿۱۵﴾ داستان موسیٰ علیہ السلام سے تسلی خاتم الانبیاء : آنحضرت ﷺ کو منکرین قیامت کفار و مشرکین کی دشمنی سے تکلیف پہنچتی تھی جس کا ازالہ اور آپ کو تسلی دینے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر سے کام لیں تا کہ

مخالفین کی ایذا رسانیوں سے آپ کو تسلی ہو جائے۔

﴿۱۶﴾ نداء خداوندی۔ ﴿۱۷﴾ فریضہ موسیٰ علیہ السلام۔ ﴿۱۸، ۱۹﴾ طریق تبلیغ۔

﴿۲۰﴾ حضرت موسیٰ کے معجزات۔ ''الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ'' سے عصا ہی مراد ہے یا بارادہ مجموعہ عصا اور ید بیضاء ہے۔

عصاء موسیٰ کے ہزار معجزات

عصاء موسیٰ میں دوسرے معجزے بھی تھے ایک یہ ہے کہ پانی کھینچنے کے وقت کنویں کی گہرائی کی مقدار کے مطابق عصاء لمبا ہو جاتا تھا اس کی دم میں بندھی ہوئی رسی سے ڈول بندھ جاتا تھا۔ دوسرے تاریکی میں اس سے روشنی کی دو شاخیں ظاہر ہوتی تھیں۔ تیسرا یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام سو جاتے تو وہ کھڑا ہو کر نگرانی کرتا تھا بکریوں کے پاس چھوڑ آتے تو وہ درندوں وغیرہ کو نہیں آنے دیتا تھا یہاں تک کہ بعض نے لکھا ہے کہ عصا میں ایک ہزار معجزے تھے۔ (تفسیر عزیزی اردو۔ ص۔ ۱۰۳)

﴿۲۱﴾ فرعون کی خباثات : حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا۔

﴿۲۲﴾ تدبیر فرعون : صرف موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب میں تدبیر کی کوشش کرنے لگا اور پیٹھ پھیر کر چل دیا پھر جب دیکھا کہ ان دو معجزوں سے حاضرین مجلس کے دلوں میں موسیٰ علیہ السلام کی سچائی آجائے گی۔

﴿۲۳﴾ نداء فرعون : تو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے جادوگروں کو جمع کیا اور ملک کے لوگوں کو بھی یہ مقابلہ دکھانے کے لئے جمع کیا اس سے یہ جادو کرانا چاہتا تھا کہ معجزے کا ظہور انسانی حیلے اور تدبیر سے بھی ہو سکتا ہے۔

﴿۲۴﴾ تشریح نداء : کہ میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں اس حیلے کا مقصد یہ تھا کہ اگر جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں ہار بھی جائیں تو موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ پورا نہ ہو سکے اسلئے اپنی ربوبیت اعلیٰ کا دعویٰ کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام جس ذات کی طرف سے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ربوبیت میں مجھ سے کمتر ہے اور اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی تابعداری کرنا خلاف عقل ہے۔ (اعاذنا اللہ)

﴿۲۵﴾ فرعون کا دنیوی اخروی نتیجہ : ''نَكَالَ'' ایسے عذاب کو کہا جاتا ہے کہ جس کو دیکھ کر دوسروں کو عبرت ہو اور سب سہم جائیں ''نَكَالَ الْآخِرَةِ'' فرعون کے لئے آخرت کا عذاب ہے اور ''نَكَالَ'' سے مراد وہ عذاب ہے جو دنیا میں اس کی پوری قوم کے دریا میں غرق ہونے سے ان کو پہنچا اس آیت میں عذاب آخرت کو عذاب دنیا پر مقدم کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عذاب آخرت کو عذاب دنیا پر اسلئے مقدم کیا ہے کہ وہ مقصود اصلی ہے اور دنیا کا عذاب اس تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخرت کا عذاب دنیا کے مقابلے میں دائمی اور ہزاروں درجے سخت اور شدید ہے اس لئے آخرت کے عذاب کو پہلے ذکر کیا ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو۔ ص۔ ۱۰۶)

﴿۲۶﴾ داستان فرعون کی حکمت : ایک تو یہ ہے کہ گمراہی کے پیشواؤں کی تدبیر زیادہ دیر تک چل نہیں سکتی۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت حکیمی کی وجہ سے اگرچہ ڈھیل دیدیتا ہے مگر بالکل مہمل نہیں چھوڑتا بلکہ ایک نہ ایک دن ضرور واقعی سزا دیتا ہے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے کافر اور سرکش کا مقابلہ کیا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہوا تھا مگر شفقت خداوندی کے پہلو کو نمایاں رکھا بالآخر فتح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی۔ (تفسیر عزیزی)

اس میں مبلغین کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے کہ مخالف کے لیے بات کرنے میں لہجہ نرم رکھیں۔ فرعون سے بڑھ کر کوئی کافر نہیں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی ناصح نہیں ہے اس کا انھوں نے خوب خیال رکھا۔ بقولہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ ﴿آمین﴾

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿٢٨﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

کیا تم (یعنی انسان جیسی چھوٹی چیز) کو پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان (جیسی بڑی چیز) کو کہ اللہ نے اسکو بنایا ہے ﴿٢٧﴾ اسکی بلندی بہت رکھی پھر اس کو

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿٢٩﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾

برابر کر دیا ﴿٢٨﴾ اور اسکی رات کو تاریک بنایا اور اس کی دوپہر کو نکالا ﴿٢٩﴾ اور اسکے بعد زمین کو بچھایا ﴿٣٠﴾ زمین سے پانی نکالا اور چارہ ﴿٣١﴾

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا ﴿٣٢﴾ یہ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کیلئے ہیں ﴿٣٣﴾ پس جب یہ بڑا ہنگامہ واقع ہوگا ﴿٣٤﴾ اس دن انسان یاد کرے گا

الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾

جو کوشش اس نے کی ہے ﴿٣٥﴾ اور اس دن دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا ہر دیکھنے والے کیلئے ﴿٣٦﴾ پس جس شخص نے سرکشی کا راستہ اختیار کیا ﴿٣٧﴾ اور دنیوی زندگی کو ہی ترجیح دی ﴿٣٨﴾

فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾

پس بیشک جہنم ہی ایسے شخص کا ٹھکانہ ہوگا ﴿٣٩﴾ اور جو شخص اس دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا ﴿٤٠﴾

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾

پس بیشک جنت ہی ایسے شخص کا ٹھکانہ ہوگا ﴿٤١﴾ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی ﴿٤٢﴾ آپکو اسکے ذکر سے کیا واسطہ ﴿٤٣﴾

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا

قیامت کی انتہا تو تیرے رب کی طرف ہے ﴿٤٤﴾ بیشک آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو اس قیامت سے خوف کھاتا ہے ﴿٤٥﴾ گویا جس دن وہ لوگ اس قیامت کو اپنی آنکھوں

اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

سے دیکھیں گے (تو خیال کریں گے) کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر ایک دن کا پچھلا پہر یا دوپہر کا وقت ﴿٤٦﴾

﴿٢٧﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ...الخ ربط آیات : گزشتہ آیت فَاَخَذَهُ اللّٰهُ ...الخ میں فرعون کیلئے دنیوی اور اخروی عذاب کا ذکر تھا، اب یہاں سے منکرین قیامت کے شبہ کے ازالہ کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع ② منکرین قیامت کے شبہ کا ازالہ، قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونے، شفقت خداوندی، مبادی احوال قیامت، شدت یوم قیامت، نتیجہ مجرمین، سبب رسوائی، سبب گمراہی، نتیجہ مجرمین، اسباب کامیابی، ۱، ۲، نتیجہ متقین، منکرین قیامت کا شکوہ، تنبیہ، حصر علم وقوع قیامت، فریضہ خاتم الانبیاء، مستفیدین من الانذار، شدت یوم قیامت۔ ماخذ آیات۔ ۲۷ تا ۴۶ +

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا: منکرین قیامت کے شبہ کا ازالہ : کہ مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ اس میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کی پیدائش کا ذکر فرما کر منکرین حشر ونشر کو بتایا کہ جو اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے کیا تمہارا پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہے اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

﴿۲۸تا۳۲﴾ قدرت باری تعالیٰ کے چھ نمونے : "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا" بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے چند چیزوں کے متعلق پوچھا کہ "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پہلے بنایا ہے اور بعد میں زمین کو اور سورۃ حٰم سجدہ میں ہے "خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا" (آیت ۔۹) اور پھر آیت ۔۱۱،۱۲۔ میں ہے کہ "ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ...الخ" (آیت ۔۱۱) فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ ...الخ (آیت ۔۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین بنائی پھر آسمان بنایا بظاہر ان آیات میں تعارض ہے تو یہاں پر اس کے جواب میں بخاری شریف کی ایک حدیث مبارکہ پیش کی جاتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ (بخاری شریف ۔ص ۔۷۱۲ ۔) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ زمین کا مادہ پہلے پیدا کیا گیا ہے پھر اس مادے کو بعد میں پھیلایا گیا یعنی آسمانوں کی پیدائش کے بعد سورۃ حٰم سجدہ میں اس مادہ کی پیدائش کا ذکر ہے یہاں اسکے پھیلانے کا بیان ہے جیسے روٹی کا پیڑا پہلے بنایا جاتا ہے اور اسے بعد میں پھیلایا جاتا ہے لہٰذا ان آیات میں کوئی تعارض نہیں ۔

﴿۳۳﴾ شفقت خداوندی : اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمہاری بقاء و معاش سب آسمانوں کیساتھ مربوط ہے تمہاری زندگی آسمان کی زندگی کی محتاج ہے پھر تم اپنی خلقت کو آسمان کی خلقت سے محکم کیسے سمجھ سکتے ہو ۔

﴿۳۴﴾ مبادی احوال قیامت: ربط آیات : گزشتہ آیات میں کائنات کی ایجادات کا ذکر تھا، اب یہاں سے قیامت کے احوال اور ہر شخص کے اعمال کا سامنے آجانا اہل جنت اور اہل جہنم کا ٹھکانہ اور دونوں فریقوں کی خاص علامات کا ذکر ہے ۔ ﴿۳۵﴾ شدت یوم قیامت ۔ ﴿۳۶﴾ نتیجہ مجرمین ۔ ﴿۳۷﴾ سبب رسوائی ۔

﴿۳۸﴾ سبب گمراہی ۔ ﴿۳۹﴾ نتیجہ مجرمین ۔ ﴿۴۰﴾ اسباب کامیابی ۔ ۱ ۔ ۲ ۔ ﴿۴۱﴾ نتیجہ متقین ۔

﴿۴۲﴾ منکرین قیامت کا شکوہ ۔ ﴿۴۳﴾ تنبیہ : اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق کیونکہ بیان کا موقوف علیہ علم ہے اور انتفاع موقوف علیہ مستلزم ہے انتفاع موقوف کو ۔ ﴿۴۴﴾ حصر علم وقوع قیامت : بلکہ اس کے علم کی تعیین کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے ۔

﴿۴۵﴾ فریضہ خاتم الانبیاء ۔ مَنْ يَّخْشٰهَا: مستفیدین من الانذار ۔

﴿۴۶﴾ شدت یوم قیامت : یہاں پر "عَشِيَّةً" اور "ضُحٰى" میں تردد بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ وہ یہ گمان کرینگے کہ اب تک وہ ایک صبح ٹھہرے رہے یا ایک شام وجہ اس تردد کی یہ ہے کہ اگرچہ ان کی زندگی رنج و مشقت میں گزری تھی اور برزخ میں بھی وہ عذاب میں گرفتار رہے تو وہ یوں کہیں گے کہ ہماری بقاء کی مدت "عَشِيَّةً" یعنی ان کا دوسرا نصف حصہ ہے اس لئے کہ تھکاوٹ و رنج کا وقت یہی ہے اور اگر ان کی عمر راحت میں گزری تھی اور برزخ میں بھی وہ معذب نہیں ہوئے تو وہ اب تک اپنے ٹھہرنے کی مدت کو "ضُحٰى" سمجھیں گے ۔ (تفسیر عزیزی اردو ۔ص ۔۱۲۳)

ختم شدہ سورۃ النازعات بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العبس

نام اور کوائف ۔ اس سورۃ کا نام سورۃ العبس ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۸۰ ۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۲۴ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ ۴۲ ۔ آیات ہیں بغیر کسی اختلاف کے یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سورۃ کا نام سورۃ ''الصاخۃ اور سورۃ الاعمیٰ'' اور سورۃ ''السفرۃ'' بھی ہے ۔ (روح المعانی ۔ ص ۔ ۳۳۸ ۔ ج ۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتدا ''عَبَسَ وَتَوَلّٰی'' سے ہوئی ہے ''عبس'' کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی و ترش رو ہوا وہ چیں بجبیں ہوا چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبس تھا جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوگا اس لئے اس سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا ۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں تھا جو قیامت سے خوف کھانے والا ہے اس کو آپ ڈرانے والے ہیں '' کما قال تعالیٰ : اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰـهَا '' ان کو منوانا یا ان کے پیچھے پڑنا یہ تیرے ذمہ نہیں اس سورۃ میں بھی کفار کا حال بیان کیا گیا ہے کہ آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں ۔

موضوع سورۃ : تعلیم میں مساوات ضروری ہے ۔

خلاصہ سورۃ : عبداللہ بن ام مکتوم کی داستان، فضیلت قرآن، تصرف باری تعالیٰ، بعث بعد الموت، فریقین کے نتائج ۔ واللہ اعلم بالصواب

شان نزول : آنحضرت ﷺ ایک موقعہ پر سرداران قریش کو اسلام کی باتیں سمجھا رہے تھے اس دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ کو آواز دینا شروع کی ''علمنی مما علمك الله'' آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے مجھے بھی اس سے کچھ سکھا دیجئے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ فرمائی چونکہ آپ علیہ السلام کا یہ اجتہاد تھا کہ کفار و مشرکین کیلئے یہ تبلیغ کا سنہری موقع ہے اگر ان کو بات سمجھ آگئی تو اسلام کیلئے زیادہ مفید ہوگا لہٰذا آپ علیہ السلام نے اس نابینے شخص کی طرف توجہ نہ فرمائی جس کی وجہ سے یہ سورۃ نازل ہوئی ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ نابینا صحابی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی تھے اور اس کا نام عمرو بن قیس یا عبداللہ بن عمرو تھا یا عبداللہ بن شریح تھا پہلا قول زیادہ راجح ہے قریش مکہ جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے ان کے نام یہ ہیں، عتبہ، شیبہ، ربیعہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، عباس بن عبد المطلب، ولید بن مغیرہ ۔ (روح المعانی ۔ ص ۔ ۳۳۸ ۔ ج ۔ ۳۰)

سورۃ عبس مکیۃ وھی اثنان و اربعون آیۃ وفیھا رکوع واحد کذا لک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝۱ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ۝۲ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰٓی ۝۳ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ۝۴

تیوری چڑھائی (پیغمبر ﷺ) اور التفات نہ کیا ﴿۱﴾ کہ ان کے پاس ایک نابینا شخص آیا ﴿۲﴾ اور آپ کو کیا معلوم شاید کہ وہ پاک ہو جائے ﴿۳﴾ یا وہ نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اس کیلئے فائدہ مند ثابت ہو ﴿۴﴾

اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۝۵ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ۝۶ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ۝۷ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۝۸

مگر جس شخص نے (آپ سے) استغناء برتا ﴿۵﴾ تو آپ ایسے شخص کے درپے ہوتے ہیں ﴿۶﴾ حالانکہ یہ آپکی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے ﴿۷﴾ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے ﴿۸﴾

وقف لازم

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ

اور وہ ڈرتا بھی ہے ﴿۹﴾ پس آپ اس سے تغافل اختیار کرتے ہیں ﴿۱۰﴾ خبردار یہ آیت قرآنی نصیحت ہے ﴿۱۱﴾ پس جسکا جی چاہے اس نصیحت کو قبول کرلے ﴿۱۲﴾ یہ نصیحت

مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾

عزت والے صحیفوں میں لکھی ہے ﴿۱۳﴾ جو بلند اور پاک ہیں ﴿۱۴﴾ (وہ صحیفے) ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں ﴿۱۵﴾ جو بزرگ اور نیک ہیں ﴿۱۶﴾ مارا جائے انسان کس قدر ناشکر گزار ہے وہ ﴿۱۷﴾

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾

کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے؟ ﴿۱۸﴾ ایک حقیر قطرہ آب سے اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو پیدا کیا اور اسکا ایک اندازہ ٹھہرایا ﴿۱۹﴾ پھر اس کیلئے راستہ آسان کیا ﴿۲۰﴾

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

پھر اس پر موت طاری کی پھر اسکو قبر میں ڈال دیا ﴿۲۱﴾ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا دوبارہ اسکو زندہ کرکے کھڑا کر دیگا ﴿۲۲﴾ خبردار نہیں پورا کیا انسان نے ابھی تک جو اللہ تعالیٰ نے اسکو حکم دیا تھا ﴿۲۳﴾ پس چاہیے کہ انسان

اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾

اپنے کھانے کی طرف دیکھے ﴿۲۴﴾ کہ بیشک ہم نے بہایا پانی کو بہانا ﴿۲۵﴾ پھر پھاڑا ہم نے زمین کو پھاڑنا ﴿۲۶﴾ پھر اس زمین میں ہم نے اناج اگایا ﴿۲۷﴾

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ

اور انگور اور ترکاریاں ﴿۲۸﴾ اور زیتون اور کھجوریں ﴿۲۹﴾ اور گھنے باغات ﴿۳۰﴾ اور پھل اور چارا ﴿۳۱﴾ سامان زیست ہے تمہارے لئے اور

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾

تمہارے مویشیوں کیلئے ﴿۳۲﴾ پس جب آئے گی چیخ (قیامت کا صور) ﴿۳۳﴾ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے ﴿۳۴﴾ اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے ﴿۳۵﴾

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے ﴿۳۶﴾ ہر آدمی کیلئے ان میں سے اس دن ایسی حالت ہوگی جو اسے دوسروں سے مستغنی کر دے گی ﴿۳۷﴾ کئی چہرے اس دن روشن ہونگے ﴿۳۸﴾

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

ہنسنے والے اور خوشیاں منانے والے ہونگے ﴿۳۹﴾ اور کئی چہروں پر اس دن گرد غبار چڑھا ہوا ہوگا ﴿۴۰﴾ ان پر سیاہی چڑھی ہوگی ﴿۴۱﴾

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

ع ۱ ۴۲ ۵

یہ فسق و فجور کرنے والے کافر لوگ ہیں ﴿۴۲﴾

خلاصہ رکوع : داستان حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، تنبیہ خاتم الانبیاء، ترقی تعلیم کے اسباب، تعلیم سے محرومی کا سبب، تعلیمی نصیحت کے مفید ہونے کا بیان، تادیب خاتم الانبیاء، ابن ام مکتوم کے فضائل، تنبیہ خاتم الانبیاء، صداقت قرآن، دعوت الی القرآن، فضیلت قرآن، ۱، ۲، ۳، ۴، انسان کی ناشکری کا بیان، کیفیت خلقت انسان، تصرف باری تعالیٰ، ۱، ۲، ۳، بعث بعد الموت،

توحید خداوندی پر آفاقی عقلی دلائل بنی آدم کیلئے عمومی انعامات، شفقت خداوندی، وقوع قیامت، شدت یوم قیامت، سبب جدائی، نتائج متقین، نتائج مجرمین، مستحقین رسوائی۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۴۲+

﴿۱، ۲﴾ داستان ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے تنبیہ خاتم الانبیاء آمد ابن ام مکتوم جس کا ذکر اوپر شان نزول میں گزر چکا ہے۔ ان آیات میں فقراء کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنے، علمی مجالس وغیرہ میں ان پر بھی پوری توجہ کرنے اور ان کی ضرورت و حوائج کی تکمیل کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز اس امر کی ناپسندیدگی واضح ہے کہ اغنیاء اور مالداروں کو فقراء پر ترجیح دی جائے۔

﴿۳﴾ تنبیہ خاتم الانبیاء لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى : ترقی تعلیم کے اسباب : یعنی آپ کی تعلیم سے نابینا پورے طریقے پر سنور جاتا اور اس کا تقربات میں مرتبہ اونچا ہو جائے اور دین کے بڑے بڑے ہادیوں میں ہو جائے گو بظاہر نابینا ہے مگر قلبی اور روحی استعداد میں ممکن ہے کہ ہزاروں آنکھوں والوں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔

﴿۴﴾ تعلیمی نصیحت کے مفید ہونے کا بیان : یا نصیحت کی باتیں یاد کرتا یا وہ سوچتا پس اس کو نصیحت نفع دیتی یعنی مطلب یہ کہ اس کی پوری اصلاح ہوتی یا کچھ نہ کچھ اصلاح ضرور ہوتی ہر حال میں اس کیلئے نصیحت مفید ہوتی اور قابل توجہ اور شفقت ہے۔

﴿۵﴾ تعلیم سے محرومی کا سبب : وہ استغناء ہے جس سے آنحضرت ﷺ کو نفرت دلاتا ہے کہ اگر وہ اسلام نہ لائے اپنا تزکیہ نہ کریں آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنا فریضہ منصبی پورا کر دیا ہے۔

﴿۷﴾ تادیب خاتم الانبیاء : کہ ان نالائقوں کی خاص رعایت رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آنحضرت ﷺ کے اس اجتہاد کا منشاء یہ تھا کہ ممکن ہے کہ یہ کفار جو دین اسلام سے دور ہیں ان کو ہدایت مل جائے چونکہ پیغمبر امت کی ہدایت کا عاشق ہوتا ہے اس وجہ سے ان کو اہمیت دی باقی مسلمان تو روزانہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو ان کو جذبہ ایمانی سے سرشار فرمایا ہے مگر حق تعالیٰ شانہ کی رضا کو ایک مثال سے سمجھیں جیسے مریض ڈاکٹر و حکیم کے پاس آتے ہیں ان میں سے ایک ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو اور دوسرا زکام کے مرض میں مبتلا ہو تو قاعدہ یہی ہے کہ پہلے ہیضہ کے مریض کا دیکھ بھال کیا جائے گا بعد میں زکام والے کا مگر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ شدت مرض میں اس مریض کو ترجیح دی جائے گی جو علاج کا مخالف نہ ہو ورنہ جو علاج کا طالب ہو گا اس کو پہلے ترجیح دی جائے گی صحابہ رسول اللہ ﷺ کے اندر چونکہ طلب صادق تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس اجتہادی لغزش پر تادیب فرمائی۔

﴿۸﴾ فضائل ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔ ﴿۱۰، ۱۱﴾ تنبیہ خاتم الانبیاء : بلکہ اس سے منہ موڑ کر دوسرے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں "كَلَّا" ہرگز ایسا نہ کریں کیونکہ حکمت الٰہی کا مقتضی یہ نہیں اس لئے کہ آیات قرآن محض ایک نصیحت کی چیز ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک رشتہ بتاتی ہیں اور یہاں طالب کی رغبت واردات کی ضرورت ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

﴿۱۲﴾ دعوت الی القرآن : جو شخص چاہے اپنی رغبت اور شوق سے اس قرآن کی دعوت کو قبول کرے، اور نہ کرنے پر آپ کو کوئی ضرر نہیں ہو گا۔

﴿۱۳﴾ فضیلت قرآن ❶ اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ "صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ" سے مراد وہ الواح نورانیہ ہیں جو ساتویں آسمان میں ہیں اور وہیں سے وقتاً فوقتاً قرآن کریم تھوڑا تھوڑا دنیا میں آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا کرتا تھا۔

﴿۱۴﴾۔ ❷ مرفوعة کے معنی بلند یعنی وہ بلند بھی ہے اور رفیع القدر بھی ہے۔ مطهرة پاک بھی ہے کہ وہاں کسی ناپاک کا ہاتھ نہیں پہنچا۔

﴿۱۵،۱۶﴾ ❸ ❹ یا تو اس سے مراد ملائکہ ہیں یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں اسی کے موافق وحی اترتی ہے اور یہاں دنیا کے نیک اور باخدا لوگ یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قرآن کریم کو آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق لکھا کرتے تھے۔

(ابن کثیر۔ص۔۴۷۷۔ج۔۸۔و۔تفسیر کبیر۔ص۔۵۶۔ج۔۳۱۔طبع بیروت۔و۔مظہری۔ص۔۱۹۹۔ج۔۱۰۔)

اور یہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہ اپنی خواہش نفسانی سے کم وزیادہ کرتے تھے نہ کسی غرض سے اس میں ہیر پھیر کرتے تھے خیانت اور خود غرضی ان کے پاس نہ پھٹکتی تھی یہ دو وصف ایسے ہیں کہ جن سے قرآن کریم تمام کتب سابقہ پر فوقیت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے آج تک اپنی اصلی چمک ودمک سے باقی ہے اس میں کوئی گرد وغبار پیدا نہیں ہوا برخلاف سابقہ کتب کے کہ ناپاک اور ذلیل اور ناخدا ترس لوگوں کے ہاتھ لگے جن کی وجہ سے انہوں تحریف کر دی۔

الحمد للہ قرآن کریم ہر اعتبار سے محفوظ ہے اگرچہ ناپاک لوگوں نے لفظی اور معنوی تحریف کی مگر حق تعالیٰ شانہ نے علماء حق کو اس خدمت کیلئے قبول فرمالیا جنہوں نے بھرپور طریقے سے قرآن کریم کا دفاع کیا اور دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا۔

کتابت وحی۔

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ ان آیات کا مصداق ایک تفسیر کے مطابق آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی ہیں انہی حضرات میں سے ایک علمی شخصیت سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ہے جو مستقل طور پر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں رہتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کی ایک ایسی پاکیزہ مقدس مطہر اور خوش نصیب جماعت میں شمولیت کا احسن موقع میسر آیا جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے کتابت وحی کیلئے مامور فرمایا تھا، چنانچہ جو وحی آنحضرت ﷺ پر نازل ہوتی تھی اسے رقم فرماتے اور خطوط ومراسلہ جات کی نگرانی کی ترسیل کا کام بھی آپ کے ذمہ تھا یہی بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے سب سے بڑی امانت اور دیانت اور عدالت کیلئے کافی ہے۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاتبین وحی میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں رہتے یہ دونوں حضرات دن رات آپ کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے۔

(ملخص حضرت معاویہ اور تاریخ حقائق۔۲۳۰۔ازمولانا محمد تقی عثمانی)

مفتی حرمین شیخ احمد بن عبد اللہ طبری لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے تیرہ کاتب تھے ان میں حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے زیادہ کام کرتے تھے۔ (خلاصہ الیسر بحوالہ حضرت معاویہ۔ص۔۱۳)

ایک شیعی مؤرخ الفخری بھی اس کا اقرار کرتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کاتبان وحی میں سے تھے جو رسول اللہ (ﷺ) کے پاس بیٹھ کر لکھتے تھے۔ (آداب السلطانیہ۔ص۔۱۴۵)

بائیس رجب کے کونڈے اور ان کی حقیقت

آنحضرت ﷺ جب تک اس دنیا فانی میں حیات رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں رہے یہاں تک کہ سفر وحضر میں بھی خدمت کا موقع تلاش کرتے تھے آپ کی خدمت اور بے لوث محبت سے آنحضرت ﷺ اتنا خوش تھے کہ بعض اہم خدمات آپ کے سپرد فرمادی تھی۔ چنانچہ علامہ اکبر نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی خاطر مدارت اور ان کے قیام وطعام کا انتظام واہتمام حضرت معاویہ کے سپرد کر دیا تھا۔ (تاریخ الاسلام۔ص۔۷۔ج۔۲۔)

مگر حقائق پر پردہ ڈالنے کیلئے اور بغض صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اظہار کیلئے جعفری کونڈوں کے نام پر ۱۹۰۶ھ

رام پور (یوپی بھارت) سے شروع کی اس کی ابتداء کرنے والا مشہور رافضی بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کالاعلاج مریض امیر مینائی کا تبرائی خاندان ہے جس نے خاص طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض وحسد کی بنا پر اس رسم بد کو جاری کیا یہ رسم قبیح ۔ ۲۲۔ رجب کو پوری کیجاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ رسم شیعہ کے چھٹے امام سیدنا جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز ہے، حالانکہ ۔ ۲۲۔ رجب نہ تو حضرت امام جعفر صادق کی ولادت باسعادت کا دن ہے اور نہ ہی یوم وفات ہے کیونکہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۔ ۸۔ رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۲ھ میں ہوئی اور وفات ۔ ۱۵۔ شوال المکرم ۱۴۸ھ میں ہوئی اس لحاظ سے حضرت موصوف امت کے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے ہم عصر اور تقریباً ہم عمر ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ امام شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ ص۔ ۱۵۰۔ ج۔ ۱۔)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ۔ ۲۲۔ رجب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وفات ہے۔ اس رسم بد کی ایجاد کے بارے میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری شاہ صاحب کے مرید خاص مصطفیٰ علی خان بریلوی نے اپنے پیر ومرشد کی سوانح حیات جواہر المناقب کے حاشیہ پر مذکورہ بالا انکشاف کی تصدیق کی ہے اور اس میں جناب حامد حسن قادری بریلوی کا ایک بیان درج کیا ہے کہ یہ نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور میں امیر مینائی لکھنوی کے خاندان سے نکلی اور وہ اس طرح کہ امیر مینائی کے فرزند خورشید احمد مینائی نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض میں اس رسم کے ذریعے آپ کی وفات پر خوشی منائی انتہائی حیرت ہے کہ ہمارے سنی مسلمان بھائی بھی بلا تحقیق رافضی سبائی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر ایک جلیل القدر صحابی رسول کی معاذ اللہ سراسر توہین پر مشتمل اس ناپاک رسم میں شامل ہوتے ہیں یہ غیرت ایمانی کے خلاف ہے اس کا حضرت جعفر صادق کی ولادت یا وفات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو محض بغض معاویہ کا سبائی تبرا ہے۔

جامعہ خیر المدارس ملتان و دیگر اہل حق کے مدراس کا فتویٰ

اب اہل حق کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس کا ماہنامہ الخیر اشاعت رجب المرجب ۱۴۳۰ھ۔ جولائی ۲۰۰۹ء سے رجب المرجب کے کونڈوں کی رسم کے بارے میں متفقہ فتویٰ درج کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۔ ۲۲۔ رجب المرجب کو اکثر کونڈوں کا رواج ہے ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ کونڈوں کی اصلیت کیا ہے؟ کیا اہل سنت والجماعت کو یہ رسم ادا کرنی چاہئے؟ اس میں شرکت کرنی کیسی ہے؟ امید ہے کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی تفصیل بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: ھوالموافق للصواب : کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل خلاف شرع اور بدعت محدثہ ممنوعہ ہے کیونکہ نہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین سے اور نہ ائمہ اسلام سے منقول ہے یہ بھی ہے کہ یہ مخالفین ومعاندین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایجاد ہے کیونکہ نہ بائیسویں رجب شیعوں کے امام جناب حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ ان کی تاریخ وفات ان کی ولادت ۔ ۸۔ رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۲ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۔ ۱۴۸ھ میں اس تاریخ (۲۲۔ رجب) کو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ پھر تخصیص اس کی ان سے کیا ہے؟ (دیکھو تاریخ طبری البدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر ذکر وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کیلئے حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم لکھنؤ میں ایجاد ہوئی اہلسنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شرینی بطور حصہ اعلانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو سکے دشمنان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے

ساتھ ایک دوسرے کے یہاں شرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اسی طرح اپنی خوشی اور مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں جب اس کا چرچہ ہوا اور طشت از بام ہونے لگا تو اس کو حضرت جعفر صادق ؒ کی طرف منسوب کر کے اور ایک لغو روایت گھڑ کر یہ تہمت حضرت جعفر صادق ؒ پر لگائی کہ انھوں نے خود اس تاریخ ۔ ۲۲ ۔ رجب المرجب میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا تھا حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں ۔ لہذا برادران اہل سنت والجماعت کو اس لغو رسم سے دور رہنا چاہئے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس رسم کے پاس پھٹکنے نہ دیں نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کر کے دشمنان حضرت امیر معاویہ ؓ کی خوشی میں شریک ہو کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں ۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم احقر العباد محمد صابر نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر ا نانک واڑہ

الجواب الصحیح مفتی محمد شفیع غفرلہ دارالعلوم کراچی نمبر ۔ ۱ ۔ نانک واڑہ ۔ **الجواب الصحیح** مولانا احتشام الحق تھانوی دار الافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی ۔ **الجواب الصحیح** مفتی ولی حسن ٹونکی غفرلہ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۔ ۵ ۔ **الجواب الصحیح** رعایت اللہ غفرلہ ناظم دارالعلوم کراچی نمبر ۔ ۱ ۔ **الجواب الصحیح** مولانا اکمل غفرلہ دارالافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی ۔ **الجواب الصحیح** مولانا محمد متین الخطیب ۔ **الجواب الصحیح** سید عبدالجبار غفرلہ خطیب لال مسجد بمبئی بازار کراچی ۔ **الجواب الصحیح** مولانا ابوالفضل عبدالحنان صدر مدرس دارالحدیث رحمانیہ کراچی ۔ **الجواب بعون الوھاب** بے شک ماہ رجب المرجب میں کونڈوں کی رسم رجبی منانا اور رجب کے روزے رکھنا شرع کی رو سے بدعت ہیں ان کا فاعل بدعتی ہے ۔

فقط عبدالقہار غفرلہ نائب مفتی دارالافتاء جماعت غرباء اہل حدیث برنس روڈ کراچی

﴿۱۷﴾ **انسان کی ناشکری کا بیان ۔** اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے جو سب سے بڑی ناشکری کرتا ہے ایمان کے بجائے کفر اختیار کئے ہوئے ہے ۔

﴿۱۸﴾ **کیفیت خلقت انسان** اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کس چیز سے پیدا کیا پھر بھی نافرمانی پر تلا ہوا ہے ۔

﴿۱۹﴾ **خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ تصرف باری تعالیٰ ۔** ❶ پھر اس کے اعضاء کو ایک خاص اندازے سے بنایا ۔

﴿۲۰﴾ **تصرف ۔** ❷ پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا ۔ اس سے مراد ماں کا رحم ہے کہ اس خالق نے مادر رحم میں تخلیق فرمائی اور اسی نے باہر آنے کا راستہ بنایا ۔

﴿۲۱﴾ **تصرف** ❸ موت بھی ایک بڑی نعمت ہے اگر موت نہ ہوتی تو انسان ہمیشہ اعمال شاقہ کی کشمکش میں گرفتار رہتا اور اپنی مشقت کا پھل نہ پاسکتا اس لئے اس مقام پر نعمتوں کی گنتی میں موت کا ذکر بھی کیا ، چنانچہ بزرگوں سے منقول ہے کہ " **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب** " موت ایسا پل ہے کہ جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچاتی ہے ۔ انسان کے دفن کئے جانے میں اکرام ہے اگر کھلے میدان میں پڑا رہتا تو یہ اس کی توہین ہے ۔ بعض قومیں اپنے مردوں کو جلا دیتی ہیں اور بعض گدھوں کو کھلا دیتی ہیں یہ سب خرافات ہیں مگر جو لوگ دین سماوی کے قائل ہیں وہ سب اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں ہندو مردے کو جلاتے ہیں دفن نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنے والی ہے ہر بدبو کو مٹانے والی ہے ۔ لہٰذا آگ میں جلانا بہتر ہے ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو کچھ اس کے حوالے کر و اس کو کھا جاتی ہے اور زمین امانت دار ہے جو چیز اس میں دفن کی جاتی ہے وہ باقی رہتی ہے لہٰذا مردے کو خائن کے سپرد کرنے سے بہتر ہے کہ زمین کے اندر رکھا جائے اس لئے انسانوں بلکہ جانوروں تک کی یہ عادت ہے کہ جس چیز کو محفوظ رکھنا چاہیں اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں جیسے مال خزانہ وغیرہ اور جس چیز کو نیست

ونابود کرنا چاہیں اس کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا بلکہ دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہے۔

﴿۲۲، ۲۳﴾ **بعث بعد الموت** : اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ زندہ کیا ہے اور مارا یہ بھی اس کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے کیونکہ اس کی قدرت کاملہ کو کسی نے اپنے قبضہ میں نہیں لیا اور انسان کو پیدائشی طور پر فضیلت بے نوازا گیا ہے اور آخرت میں صرف مؤمنین کو شرف وفضیلت سے نوازا جائے گا چوں کہ انسانیت میں قابل تعظیم واکرام کے مستحق صرف مؤمنین متقین ہیں اور اس گمان (فضیلت) کو دفع کرنے کیلئے فرمایا "کَلَّا" ہرگز نہیں اس لئے کہ پہلی بار کا اکرام اس وجہ سے تھا کہ اس سے گناہوں کا صدور نہیں ہوا تھا خواہ وہ مؤمن یا کافر ہو جب دوسری بار اٹھایا جائے گا اگر چہ انسان ہی ہوگا مگر گناہ گار انسان ہوگا کافر انسان ہوگا لہٰذا پہلی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اب بھی اس کے اکرام واعزاز میں مساوات قائم ہوا ایسا نہیں ہوگا "لما یقض ما امرہ"۔یعنی ابھی تک اس نے وہ بات انجام نہیں دی جو عزت بخشنے والے خالق نے فرمائی تھی اگر اس کے احکام بجالاتا تو پھر عزت واکرام کی توقع تھی۔

﴿۲۴ تا ۳۱﴾ **توحید خداوندی پر آفاقی عقلی دلائل، بنی آدم پر عمومی انعامات** : یعنی انسان کو اپنی خوراک کی طرف دیکھنا چاہئے کہ کس طرح ناپاک فضلا بن جاتی ہے حالانکہ نہایت صفائی اور احتیاط کے ساتھ پکائی گئی تھی آگے مختلف نعمتوں کی تشریح کی گئی ہے۔

﴿۳۲﴾ **شفقت خداوندی** : یعنی تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے مذکورہ اشیاء میں سے بعض جانوروں کیساتھ خاص ہیں جیسے گھاس اور بعض مشترک ہیں جو دونوں استعمال کرتے ہیں۔

﴿۳۳﴾ **وقوع قیامت**۔﴿۳۴﴾ **شدت یوم قیامت** : اپنے اقرباء سے بھاگنے کی وجوہات : بعض نے کہا کہ حقوق کے مطالبہ کے خوف سے بھاگے گا بعض نے کہا کہ اس خوف سے بھاگے گا کہ مجھے دیکھ کر مجھ سے کچھ نیکیوں کی درخواست نہ کرنے لگ جائیں بعض نے کہا کہ اپنے رشتے داروں کو عذاب میں دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوگا اور نہ ہی نیکیاں دینے یا سفارش کرنے کی طاقت ہوگی اس لئے چھپتا پھرے گا یہ سب وجوہات اپنے اپنے مقام پر درست ہیں۔

﴿۳۷﴾ **سبب جدائی** : یعنی ہر شخص پر اس دن غم وتشویش کی ایسی حالت ہوگی کہ اس کو بے پرواہ کردے گی اس کو اتنی فرصت ہی نہ ملے گی کہ دوسروں کی حالت کی طرف توجہ کر سکے۔

﴿۳۸﴾ **متقین کے نتائج**۔﴿۴۰﴾ **مجرمین کے نتائج**۔﴿۴۲﴾ **مستحقین رسوائی**۔

ختم شد سورۃ العبس بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ التکویر

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام "سورۃ التکویر" اور "اذا الشمس" ہے اور یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔۸۱۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۷۔ ویں سورۃ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۲۹۔ آیات ہیں۔ اور یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء "اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ" سے ہوئی جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی بے نور کیا جائے گا اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ التکویر رکھا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں قیامت کے احوال کا ذکر تھا۔ يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ ...الخ اس سورۃ کی ابتداء میں یہی مضمون تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

موضوع سورۃ : مبادی احوال قیامت بعث بعد الموت، اور فریقین کے نتائج۔

خلاصہ سورۃ : منکرین رسالت کے شبہات و جوابات، صداقت قرآن، رسالت خاتم الانبیاء، مبادی احوال قیامت۔

فضیلت سورۃ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو وہ سورۃ "اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ" کو پڑھے ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ بڑھاپے نے آپ پر جلدی کی نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ ❶ ہود۔ ❷ واقعہ ❸ مرسلات۔ ❹ نباء۔ ❺ تکویر۔ ان سورتوں مین دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کا ذکر ہے جو پہلی امتوں پر پیغمبروں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس سے پہلے آیا اور آئندہ آئے گا اپنی امت کے غم میں نہایت غلبہ کر دیا اور غم کا خاصہ ہے کہ آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتا ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو)

سُوۡرَةُ التَّكۡوِيۡرِ مَكِّيَّةٌ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — هِيَ تِسۡعٌ وَّعِشۡرُوۡنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞۱ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۞۲ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۞۳ وَاِذَا الۡعِشَارُ

جب سورج کی روشنی کوتہ کر دیا جائے گا ﴿۱﴾ اور جب ستارے میلے ہو جائیں گے ﴿۲﴾ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ﴿۳﴾ اور جب گابھن اونٹنیاں

عُطِّلَتۡ ۞۴ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۞۵ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞۶ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۞۷

بیکار چھوڑ دی جائیں گی ﴿۴﴾ اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے ﴿۵﴾ اور جب سمندروں کو گرم کر دیا جائے گا ﴿۶﴾ اور جب نفسوں کا ملایا جائے گا ﴿۷﴾

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۞۸ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۞۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۞۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۞۱۱

اور جب زندہ درگور کی گئی بچیوں سے پوچھا جائے گا ﴿۸﴾ کہ انہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا ﴿۹﴾ اور جب اعمال نامے کھولدئے جائیں گے ﴿۱۰﴾ اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی ﴿۱۱﴾

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾

اور جب جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا ﴿۱۲﴾ اور جب جنت کو قریب کردیا جائے گا ﴿۱۳﴾ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ﴿۱۴﴾ پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانیوالے ستاروں کی ﴿۱۵﴾

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾

سیدھے چلنے والے پھر رک جانیوالے ﴿۱۶﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ چلی جاتی ہے ﴿۱۷﴾ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے ﴿۱۸﴾ بیشک یہ قرآن بڑی عزت والے قاصد کا کلام ہے ﴿۱۹﴾

ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

بڑی طاقت والا ہے عرش والے خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے ﴿۲۰﴾ وہاں عالم بالا پر اسکی بات مانی جاتی ہے امانتدار ہے ﴿۲۱﴾ اور تمہارے صاحب جن پر قرآن نازل ہوا ہے کوئی (معاذ اللہ) دیوانے نہیں ہیں ﴿۲۲﴾

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ

اور تحقیق اس نبی علیہ السلام نے اس جبرائیل کو کھلے کنارے پر دیکھا ہے ﴿۲۳﴾ اور نہیں ہے وہ حضور غیب کی بات (وحی الٰہی) کے بتلانے پر بخل کرنیوالے ﴿۲۴﴾ اور یہ قرآن شیطان مردود

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ

کی بات نہیں ہے ﴿۲۵﴾ پھر تم کدھر جا رہے ہو ﴿۲۶﴾ یہ تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے ﴿۲۷﴾ جو کوئی تم میں سے

اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱ / ۲۹ / ۶

سیدھے راستے پر چلنا چاہے ﴿۲۸﴾ تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ﴿۲۹﴾

خلاصہ رکوع : مبادی احوال قیامت، سورج کی کیفیت، ستاروں کی کیفیت، پہاڑوں کی کیفیت، اونٹنیوں کی کیفیت، جانوروں کی کیفیت دریاؤں کی کیفیت، نفوس کی کیفیت، مؤودہ کی کیفیت، نامہ اعمال کی کیفیت، آسمان کی کیفیت، نتیجہ مجرمین، نتیجہ متقین، اعمال کے حاضر ہونے کا بیان، قدرت باری تعالیٰ کے نمونے، ۱، ۲، ۳، فضائل جبرائیل علیہ السلام، تردید منکرین رسالت، رؤیت خاتم الانبیاء، تنبیہ منکرین، صداقت قرآن، مستفیدین من القرآن، حصر التصرف باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۹ +

﴿۱﴾ (مبادی احوال قیامت) سورج کی کیفیت۔ یہاں سے لیکر آیت چودہ تک قیامت کی بارہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے پہلی چھ نشانیاں نفخہ اولیٰ کے وقت ظاہر ہوں گی اور آخری چھ کا ظہور نفخہ ثانیہ کے وقت ہوگا، ان چھ حوادث میں سب سے بڑا حادثہ ❶ سورج کا بے نور ہونا ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ بازاروں میں مشغول ہوں گے یک دم سورج کی روشنی جاتی رہے گی۔ ﴿۲﴾ ستاروں کی کیفیت حادثہ ❷ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ستارے زنجیروں میں لٹکتے ہیں وہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جب فرشتے مرجائیں گے تو زنجیریں ان کے ہاتھوں سے گرجائیں گی اور ستارے گر کر بکھر جائیں گے اور بے نور ہوجائیں گے ستاروں پر جو انقلاب آنے والا ہے اس سورت میں انقلاب کی انتہاء کا ذکر ہے۔ (یعنی اولاً وہ ٹوٹ کر بکھریں گے یہ انقلاب کی ابتدا ہے پھر بے نور ہوجائیں گے یہ انقلاب کی انتہا ہے) اور اگلی سورۃ میں انقلاب کی ابتدا کا ذکر ہے۔

﴿۳﴾ پہاڑوں کی کیفیت حادثہ ❸۔ پہاڑ جو زمین کے لیے میخوں کا کام دے رہے تھے ان کو اکھیڑ کر ریزہ ریزہ کر کے

فضا میں اڑا دیا جائے گا۔ ﴿۴﴾ اونٹنیوں کی کیفیت حادثہ ❹ گابھن اونٹنی کی تخصیص کی وجہ اہل عرب کے نزدیک گابھن اونٹنی انتہائی قیمتی مال سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ اس میں دو خوشیاں ہوتی تھیں ایک بچہ جننے کی دوسری دودھ کی کہ یہ جانور دوسرے جانوروں کے مقابلے میں دوگنا تین گنا زیادہ دودھ دینے والا ہوتا تو ایسے قیمتی مال کی طرف اہل عرب کی بہت توجہ اور خصوصی لگاؤ ہوتا تھا چونکہ قرآن کریم کے مخاطب اول اہل عرب ہی تھے اس لئے بلاغت کے تقاضے کا مطابق وہ چیز ذکر فرمائی جو جلد ان کی سمجھ میں آجائے مطلب یہ ہے کہ اس دن ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ اس سے بھی بے تعلق ہو جائے گا۔

﴿۵﴾ جانوروں کی کیفیت حادثہ ❺ وحشی جانور جو انسان کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے جانور بھی گریز کرتے ہیں اکٹھے نہیں رہتے اس دن بوقت نفخہ ایسی دہشت طاری ہوگی کہ سب جانور جنگلات اور پہاڑوں کو چھوڑ کر پناہ لینے کے لیے آبادی میں آجائیں گے اور اکٹھے ہو جائیں گے۔ (محصلہ تفسیر حقانی) **فَائِدَہ**: بعض جانور جنت میں ہوں گے اور بعض دوزخ میں جنت میں وہ رہیں گے جو جنت والوں کیلئے تفریح اور خوشی کا ذریعہ ہوں گے جو دوزخ میں رہیں گے وہ دوزخیوں کی تکلیف وعذاب کا ذریعہ ہوں گے جیسا سانپ، بچھو وغیرہ۔

﴿۶﴾ دریاؤں کی کیفیت حادثہ ❻۔ سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے بعض مفسرین نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سمندر میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے والی ایسی حرارت پیدا ہوگی کہ پانی ہوا بن جائے گا اور ہوا آگ بن جائے گی یہ تینوں عناصر مل کر دنیا کی تباہی کا باعث ہو جائیں گے جن کے ذریعے آج دنیا آباد ہے گویا کہ ان چھ حوادث سے دنیا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا ، یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اس مقام پر محض حوادث کا بتانا مقصود ہے ترتیب بتانا مقصود نہیں ترتیب اس سے مختلف بھی ہو سکتی ہے۔

﴿۷﴾ نفوس کی کیفیت نفخہ ثانیہ حادثہ ❶ ایک معلوم مقدار عرصہ فنا کا گزر چکنے کے بعد پھر نفخہ ثانیہ ہوگا ہر چیز ایک نئے وجود سے زندہ ہوگی یعنی نفوس انسانی کو آسمان وزمین کے نفوس کے ساتھ ملایا جائے گا تا کہ انسان کو نفوس کے اندر خیر وشر معلوم کرنے کی قوت زیادہ ہو جائے اس کے نتیجہ میں وہ ہر عمل کی پوری سزا کا احساس پورے کامل درجے میں کر سکے۔ بعض نے کہا ہے کہ تزویج نفوس سے مراد روحوں کا اپنے جسموں سے ملنا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں کر دی جائیں گی جس کی تفسیر سورۃ واقعہ میں ہے "وَ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً" بعض نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب وہم مذہب کے ساتھ اکٹھا کر کے الگ الگ گروہ بنا دیئے جائیں گے خیر وشر کے طبقوں کی رعایت کے ساتھ بعض نے کہا ہے کہ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ دنیا میں وہ بہت زیادہ محبت رکھتا تھا خواہ وہ نیک ہو یا برا ہو جیسے استاد، پیر ومرشد بادشاہ وامیر وغیرہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مؤمنوں کے روحوں کو حور عین کے ساتھ ملا دیا جائے گا کافروں کی روحوں کو شیطان کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا یہی تزویج نفوس ہے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہر انسان کو اس کے عمل کی صورت مثالی کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا خواہ اس کے اعمال نیک ہوں یا بد یہی نفوس تزویج کا معنی ہے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۸﴾ مؤودہ کی کیفیت سے عدل وانصاف باری تعالیٰ حادثہ ❷ "مؤودہ" لغت میں اس لڑکی کو کہتے ہیں جو زندہ گاڑھ دی گئی ہو عرب کے معاشرہ میں یہ رسم تھی کہ لڑکیوں کے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا اور یہ کام ایسا پوشیدہ کیا جاتا تھا کہ صرف بچی کی ماں اور دائی کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ ﴿۹﴾ مؤودہ سے سوال بطور سرزنش نہیں ہوگا بلکہ اس انداز سے ہوگا کہ تو کس جرم کی وجہ سے قتل کی گئی تا کہ وہ یہ کہہ سکے مجھے بلاوجہ فلاں نے قتل کیا ہے اور مجھ پر ظلم کیا۔

مَسْئَلَہ: ❶۔ بچوں کو زندہ دفن کر دینا یا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے بعد کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی طرح جو شخص کسی حاملہ

عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے اور اس سے بچہ ساقط ہو جائے تو باجماع امت مارنے والے پر اس کی دیت میں غرہ یعنی ایک غلام یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے اور اگر بطن سے باہر آنے کے وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو پوری دیت بڑے آدمی کے برابر واجب ہوتی ہے اور چار ماہ سے پہلے اسقاط حمل بھی بدون اضطراری حالات کے حرام ہے مگر پہلی صورت کی نسبت کم ہے کیونکہ اس میں کسی زندہ انسان کا قتل صریح نہیں ہے۔ (مظہری)

مسئلہ: ❷ کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل دنیا میں ضبط تولید کے نام سے اس کی سینکڑوں صورتیں رائج ہو گئی ہیں اسکو بھی رسول اللہ ﷺ نے "وأد خفی" فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کر دینا (کما رواہ مسلم عن خدامۃ بنت وھب) اور بعض دوسری روایات میں جو عزل یعنی ایسی تدبیر کرنا کہ نطفہ رحم میں نہ جائے اس پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سکوت یا عدم ممانعت منقول ہے وہ ضرورت کے مواقع کے ساتھ مخصوص ہے وہ بھی اس طرح کہ ہمیشہ کیلئے قطع نسل کی صورت نہ بنے۔ (مظہری)

آج کل ضبط تولید کے نام سے جو دوائیں یا معالجات کئے جارہے ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ہمیشہ کیلئے سلسلہ نسل و اولاد کا منقطع ہو جائے اس کی کسی حال میں اجازت شرعاً نہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن۔ص۔۶۸۲۔ج۔۸۔م،ش،د)

﴿۱۰﴾ **نامہ اعمال کی کیفیت حادثہ ❸**۔ انسان کے نامہ اعمال کو کھول کر رکھ دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اس کو پڑھو۔

﴿۱۱﴾ **آسمان کی کیفیت حادثہ ❹**۔ اور آسمان دوسری بار نفخہ ثانی کے بعد قائم ہوگا اس کو کھولا جائے گا اور اس کی کیفیت ایسی ہو جائے گی جیسے مذبوح جانور کی کھال اتار دی جاتی ہے تو اس کے اندر کی سب اشیاء ظاہر ہو جاتی ہیں ایسے ہی آسمان کی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی اور فرشتوں کا نزول شروع ہوگا جو عدالت حشر کے کارندے ہوں گے۔

﴿۱۲﴾ **نتیجہ مجرمین حادثہ ❺**۔ یعنی جب اور زیادہ دہکائی جائے گی جب وہ جوش مارے گی تو مجرم اور زیادہ حواس باختہ ہوں گے۔ ﴿۱۳﴾ **نتیجہ متقین**۔ اہل حشر کے لیے جنت قریب لائی جائے گی مؤمنین آنکھوں سے اس کا نظارہ کریں گے۔

﴿۱۴﴾ **اعمال کے حاضر ہونے کا بیان حادثہ ❻** جب سب واقعات نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے واقع ہو جائیں گے تو پھر ہر ایک شخص جان لے گا کہ وہ دنیا سے کیا لایا کیا نیک اعمال و بد کئے یہ حجاب اٹھ جائے گا۔

﴿۱۵ تا ۱۸﴾ ربط آیات: گزشتہ آیات میں احوال قیامت کا ذکر تھا اب چند ستاروں کی قسم کھا کر صداقت قرآن کو ثابت کیا گیا ہے۔ **قدرت باری تعالیٰ کے نمونے۔** ❶ ❷ ❸ "اَلْخُنَّس" "اَلْجَوَار" "اَلْکُنَّس" کی تفسیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ ان سے مراد پانچ مشہور ستارے ہیں جن کو "خمسہ متحیرہ" کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

① زحل۔ ② مشتری۔ ③ مریخ۔ ④ زہرہ۔ ⑤ عطارد۔

ان کی حرکت تبدیل ہوتی رہتی ہے اس لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں پہلے ان کی حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے ان کی یہ حرکت برجوں کی ترتیب کے مطابق ہوتی ہے یعنی حمل سے ثور میں ثور سے جوزاء میں جاتے ہیں اس کے بعد تھوڑے دن ان کی حرکت دکھائی نہیں دیتی یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ پر کھڑے ہیں پھر الٹی حرکت شروع کرتے ہیں یعنی پہلی حرکت کے خلاف جس طرف سے آئے تھے اسی طرف واپس جانے لگتے ہیں یہ حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے ان پانچوں ستاروں میں حرکتوں کی تبدیلی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ عالم افلاک فناء کی زد میں ہے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۱۹ تا ۲۱﴾ **فضائل جبرائیل علیہ السلام**: یہ قرآن کریم جو صبح صادق کی طرح روشنی پھیلا رہا ہے حضرت محمد ﷺ نے خود اسے اپنی

طرف سے نہیں بنایا بلکہ یہ ایک معزز فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبانی آپ تک پہنچا ہے وہ کریم ہے زبردست قوت کا مالک ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بڑا مقام ہے آسمان میں وہ سردار ہے باقی فرشتے اس کی بات مانتے ہیں جیسے معراج کی رات دروازے کھولنے کے وقت، وہ امانت دار ہے۔ ﴿۲۲﴾ منکرین رسالت کی تردید :جب آپ احوال قیامت اور اپنی نبوت کے متعلق کہتے تو کفار آپ کو دیوانہ کہتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کارد کیا کہ وہ بڑے عقیل وفہیم ہیں تم سمجھتے نہیں ہو۔

﴿۲۳﴾ رؤیت خاتم الانبیاء : منکرین کہتے تھے ہوسکتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن نہ لیکر آئے ہوں تو اس کا جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اس کی اصلی شکل میں افق شرقی پر دیکھا اور چونکہ اس جانب سورج ہوتا ہے اس لئے اس طرف دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔

افق اعلیٰ اور افق مبین کی حقیقت : سورۃ نجم کے شروع میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کا ذکر ہے البتہ پہلی بار دیکھنے کے متعلق فرمایا کہ جبرائیل کو افق اعلیٰ میں دیکھا اور اس سورت میں اسی کے متعلق یہ فرمایا کہ افق مبین پر ان کو دیکھا اس میں نقطہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ کی خبر کی سچائی اور اس کے صاف واضح ہونے کو بیان کرنا مقصود تھا۔ لہٰذا اس مقام کے مناسب لفظ مبین تھا (اس کے معنی بھی صاف واضح ہے) اور سورۃ نجم کے اندر آنحضرت ﷺ کے مقام ومرتبہ کی بلندی اور ان کا آسمان کے طبقات اعلیٰ کی طرف جانا بیان کرنا مقصود تھا اور اس مقام کے مناسب لفظ اعلیٰ تھا اس لئے اس کو وہاں ذکر کردیا۔

﴿۲۴﴾ خاتم الانبیاء کی برأت :اور آپ ﷺ اس علم پر بخیل نہیں جو خزانہ غیب سے آرہا ہے۔

اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اس کا کئی وجوہات سے بطلان

مولوی احمد رضا خان بریلوی اس آیت کے تحت لکھتا ہے کہ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ بخیل وہ ہے کہ جس کے پاس مال ہو اور وہ صرف نہ کرے وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا اس کو بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں پر بخیل کی نفی کی گئی ہے تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو کیا مفاد ہوا لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں۔ (بلفظہ ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ اول۔ص۔۲۴۔ناشر فضل نورانی اکیڈمی گجرات)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال کئی وجوہات سے قابل سماعت ہی نہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ سورۃ تکویر مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی۔ (تفسیر اتقان۔ص۔۲۵۔ج۔۱)

جیسا کہ میں پہلے بھی علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی روح المعانی کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں کہ سورۃ التکویر بالاتفاق مکی ہے تاہم ان سے پوچھتے ہیں کہ علم غیب سے مراد اس آیت میں اگر "جمیع ما کان وما یکون" کا علم ہے تو آپ یہ بتائیں کہ اس سورۃ کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سورتیں کیوں نازل ہوئیں؟ پھر ان سورتوں میں بعض سورتوں میں علم غیب کی صراحتاً کیوں نفی کی گئی ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں "ھو" ضمیر ہے حضرت مفسرین کا اس کے مرجع میں اختلاف ہے اکثر حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس کا مرجع آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور بعض حضرات "ھو" ضمیر کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق قرآن کریم کو بتلاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم علم غیب کے بیان کرنے میں بخل نہیں کرتا اور نہ کوئی کمی کرتا ہے جو کچھ آدمی کو معاش ومعاد میں علم وعمل کی ضرورت ہوتی ہے قرآن کریم اس کے بیان کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔
(تفسیر عزیزی پارہ عم)

جب اختلاف ہوا تو کسی ایک تفسیر کو قطعی نہیں کہا جا سکتا ہے لہٰذا اس سے علم غیب پر استدلال پکڑنا درست نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں ''الْغَيْبِ'' کی تفسیر میں حضرات مفسرین کا اختلاف ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں وہ ''الْغَيْبِ'' سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''كَانَ الْقُرْآنُ غَيْباً فَأَنْزَلَهُ اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ فَمَا ضَنَّ بِهِ عَلَى النَّاسِ'' قرآن کریم غیب تھا پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا اور اس کو بیان کرنے میں لوگوں سے کوئی بخل نہیں کیا بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں پوری کوشش کی جس نے بھی اس کو لینے کا ارادہ کیا آپ نے دینے میں کوئی کمی نہیں کی اور اسی طرح حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ابن زید رضی اللہ عنہ اور بے شمار حضرات مفسرین نے کہا ہے۔ (ابن کثیر۔ص۔۴۹۲۔ج۔۸)

اور بعض دوسرے مفسرین نے وحی مراد لی ہے اور کسی نے غیوب قصص انبیاء وغیرہ مراد لئے ہیں چنانچہ علامہ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''(وَمَا هُوَ) يَعْنِي مُحَمَّداً (عَلَى الْغَيْبِ) أَيِ الْوَحْيِ وَخَبَرِ السَّمَاءِ وَمَا أُطْلِعَ عَلَيْهِ مِمَّا كَانَ غَائِباً عَنْهُ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْقَصَصِ''۔ (معالم التنزیل۔ص۔۴۲۲۔ج۔۴)

اور نہیں ہیں محمد ﷺ غیب پر بخیل یعنی وحی اور آسمان کی خبر اور اس چیز پر جو قصص اور اخبار وغیرہ سے آپ کے علم سے غیب تھی۔

چنانچہ علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب تنویر المقباس۔ص۔۴۶۶۔ج۔۶۔ میں اور علامہ نسفی تفسیر مدارک۔ص۔۳۵۷۔ج۔۴۔ میں اور صاحب جلالین نے تفسیر جلالین کے۔ص۔۴۹۰۔ میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے مظہری۔ کے۔ص۔۲۱۱۔ج۔۱۰۔ میں بھی یہی مراد لیا ہے کہ اس سے مراد وحی ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرات مفسرین نے یہاں پر دو قرآتیں نقل فرمائی ہیں۔

❶ ''ضاد'' کے ساتھ ''بِضَنِينٍ'' جس کے معنی بخل کرنے والے ہیں۔

❷ اور دوسری قرآت ''ظا'' کے ساتھ جس کے معنی متہم کے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب تنویر المقباس۔ص۔۴۶۶۔ج۔۶۔ میں مدارک۔ص۔۳۵۷۔ج۔۴۔ میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تفسیر بیضاوی۔۴۶۶۔ج۔۶۔ اور ابن کثیر۔ص۔۷۵۷۔ج۔۸۔ میں قرآتیں بھی ذکر کی گئی ہیں ''وکلاھما متواتر ومعنه صحيح'' یہ دونوں قرآتیں متواتر ہیں اور اس کا معنی صحیح ہے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں آنحضرت ﷺ اس میں متہم نہیں تا کہ وحی میں کسی چیز کی کمی یا اضافہ کریں ''من الظنة وهي التهمة'' یہ لفظ ''ظنة'' سے ہے جس کے معنی تہمت کے ہوتے ہیں۔

(تفسیر مدارک۔ص۔۳۵۶۔ج۔۴)

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ ازالۃ الریب۔ص۔۴۹۸۔ پر تحریر فرماتے ہیں: اور اس کے قریب قریب اس کا مطلب دوسرے حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بھی لکھا ہے حیرت اور حیف ہے فریق مخالف کی دیانت پر کہ وہ صرف ''بضنین'' (ضاد کے ساتھ) کی قرآت کو ذکر کرتا ہے مگر ''بظنین'' کا نام تک نہیں لیتا حالانکہ وہ بھی متواتر قرآت ہے مگر چونکہ اس قرآت سے ان کا باطل مطلب برآمد نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ تعالیٰ۔

یہ ہیں فریق مخالف کی تحقیق انیق کے شہ پارے خان صاحب (وغیرہ) کے خالص الاعتقاد اور انباء المصطفیٰ وغیرہ میں دعاوی اور عُرخیال ملاحظہ کیجئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جرمنی کا ہٹلر بول رہا ہے مگر جب دلیل بیان کرتے ہیں تو اس سے ان کے باطل مدعی کا عشر عشیر بھی ثابت نہیں ہوتا اور کیوں نہ ہو۔ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

غرض یہ کہ اس آیت سے بھی ان کا مدعی کسی صورت میں بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی معتبر مفسر نے اس سے علم غیب کلی اور جمیع

ماکان وما یکون مراد لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیانت داری سے بات کو سمجھنے کی توفیق دے۔ ﴿آمین﴾

﴿۲۵﴾ تردید منکرین رسالت : وہ کہتے تھے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ شیطان کا کلام ہے (العیاذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کیا ہے کہ اس میں تو اچھے کاموں کی ترغیب ہے اور شیطان کو اچھے کاموں سے کیا واسطہ ہے؟

﴿۲۶﴾ تنبیہ منکرین : تم غلط راستے پر کدھر جا رہے ہو۔ ﴿۲۷﴾ صداقت قرآن۔

﴿۲۸﴾ مستفیدین من القرآن۔ ﴿۲۹﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ۔

ختم شد سورۃ التکویر بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الانفطار

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الانفطار ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور اس کا دوسرا نام سورۃ المنفطرۃ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت قرآن کریم میں۔ ۸۲۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول قرآن کریم میں۔ ۸۲۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۱۹۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتدا ''اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ'' سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا ''انفطار'' کے معنی پھٹ جانے کے ہیں اس سورۃ میں قیامت کے دن آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الانفطار ہے۔

ربط آیات ❶ : گزشتہ سورۃ کی ابتدا میں احوال قیامت کا ذکر تھا اس سورۃ کی ابتدا میں بھی قیامت کا حال بیان ہوا ہے۔

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں قرآن کا ذکر تھا اس سورۃ میں محاسبے کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : بعث بعد الموت، اور فریقین کے نتائج۔

خلاصہ سورۃ : مشرکین کی شکایات، مبادی احوال قیامت، کتابت اعمال، نفی شفیع قہری، حصر التصرف فی ذات باری تعالیٰ۔

سُوۡرَۃُ الۡاِنۡفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | ہِیَ تِسۡعَ عَشۡرَۃَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا ﴿۱﴾ اور جب ستارے بکھر جائیں گے ﴿۲﴾ اور جب دریا چلائے جائیں گے ﴿۳﴾ اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی ﴿۴﴾

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾

ہر شخص جان لیگا جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑا ہے ﴿۵﴾ اے انسان! رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکا دیا ہے ﴿۶﴾

الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ

وہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے پھر تجھے (تیرے اعضا) کو درست کیا پھر تجھے خاص اعتدال کیساتھ برابر کیا ﴿۷﴾ پھر جس طرح چاہا اس نے تیری ویسی ہی شکل وصورت بنادی ﴿۸﴾ خبردار بلکہ

بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ﴿ۙ۱۰﴾ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ

تم انصاف کو جھٹلاتے ہو ﴿۹﴾ اور بیشک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں ﴿۱۰﴾ وہ باعزت لکھنے والے ہیں ﴿۱۱﴾ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۲﴾ بیشک نیک لوگ

لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿ۚ۱۳﴾ وَّ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿ۚۖ۱۴﴾ یَّصۡلَوۡنَہَا یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا ہُمۡ عَنۡہَا بِغَآئِبِیۡنَ ﴿ؕ۱۶﴾

نعمتوں میں ہونگے ﴿۱۳﴾ اور بیشک فجار جہنم میں ہونگے ﴿۱۴﴾ انصاف والے دن اسمیں داخل ہونگے ﴿۱۵﴾ اور وہ اس سے رہا بھی نہیں ہوسکیں گے ﴿۱۶﴾

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ

اور آپکو کس نے بتلایا کہ یوم الدین کیا ہے ﴿۱۷﴾ پھر آپکو کس نے بتلایا کہ یوم الدین کیا ہے ﴿۱۷﴾ پھر آپکو کس نے بتلایا کہ یوم الدین کیا ہے ﴿۱۸﴾ وہ دن ایسا ہوگا کہ جس میں کوئی نفس دوسرے کیلئے

ع ۱۹ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا اور تمام ظاہری معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوگا ﴿۱۹﴾

خلاصہ رکوع : احوال قیامت سے آسمان کی کیفیت، نفخہ اولیٰ کے وقت ستاروں کی کیفیت، دریاؤں کی کیفیت نفخہ ثانیہ کے وقت بعث بعد الموت، نتیجہ وقوع قیامت، تنبیہ، اوصاف خداوندی، خالقیت باری تعالیٰ، تصرف باری تعالیٰ مختاریت فی ذات باری تعالیٰ، تنبیہ، کتابت اعمال، نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین، مجرمین کا خلود فی النار، شدت یوم قیامت، تشریح یوم الدین، شدت یوم قیامت، حصر التصرف باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۹+

﴿۱﴾ **احوال قیامت سے آسمان کی کیفیت** : یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ جب اس عالم کی بنیاد ڈالی تھی تو ابتداز مین سے ہوئی تھی جب اس کے ختم کرنے کا وقت آیا تو ابتدا آسمان سے کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کی جب کسی عمارت کی تعمیر شروع کرتے ہیں تو ابتدا ازمین سے ہوتی ہے جب اس کو گرایا جاتا ہے تو اس کی اکھڑنے کی ابتدا چھت سے کی جاتی ہے تو آسمان بھی اس عالم کی چھت ہے اس لئے فناء کرنے کی ابتدا چھت سے ہوگی۔

﴿۲﴾ **نفخہ اولیٰ کے وقت ستاروں کی کیفیت**۔ ﴿۳﴾ **دریاؤں کی کیفیت** : مذکورہ تینوں واقعات نفخہ اولیٰ کے وقت ہوں گے۔ ﴿۴﴾ **نفخہ ثانیہ کے وقت بعث بعد الموت** : اس سے مراد زمینی قبر ہے ان سے مردے نکل کھڑے ہوں گے۔

﴿۵﴾ **نتیجہ وقوع قیامت** : ایک تفسیر یہ ہے کہ "مَا قَدَّمَتْ" سے مراد مال ہے یعنی جو مال اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی کیلئے خرچ کیا ہے وہ سب آخرت میں ذخیرہ ہو گیا ہے۔ اور "وَاَخَّرَتْ" سے مراد وہ مال ہے جو اس نے خرچ نہیں کیا بلکہ اپنے وارثوں کیلئے پیچھے چھوڑا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "مَا قَدَّمَتْ" سے مراد وہ اولاد ہے جو ماں باپ کے سامنے مرگئی اور "وَاَخَّرَتْ" سے مراد وہ اولاد ہے جو انسان کے پیچھے رہی یعنی زندہ رہی۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ "مَا قَدَّمَتْ" سے مراد اول عمر کے اعمال ہیں خواہ وہ اچھے ہیں یا برے اور "وَاَخَّرَتْ" سے مراد آخری عمر کے اعمال ہیں۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۶﴾ **تنبیہ بر غفلت۔ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ** : اوصاف خداوندی۔

﴿۷﴾ **خالقیت باری تعالیٰ۔ فَعَدَلَكَ** : تصرف باری تعالیٰ۔ ﴿۸﴾ **مختاریت باری تعالیٰ**۔

﴿۹﴾ **تنبیہ**۔ ﴿۱۰ تا ۱۲﴾ **کتابت اعمال**۔ ﴿۱۳﴾ **نتائج متقین**۔ ﴿۱۴﴾ **نتائج مجرمین**۔

﴿۱۵﴾ **مجرمین کا خلود فی النار**۔ ﴿۱۶﴾ **شدت یوم قیامت**۔ ﴿۱۷، ۱۸﴾ **تشریح یوم الدین**۔

﴿۱۹﴾ **شدت یوم قیامت۔ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ** : **حصر التصرف باری تعالیٰ** : اس آیت میں شفاعت کی نفی نہیں جیسے معتزلہ نے کہا بلکہ شفاعت کو حاکم کے حکم پر موقوف رکھا ہے یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

ختم شد سورۃ الانفطار بفضلہٖ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ المطففین

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام "مُطَفِّفِيْنَ" ہے اس سورۃ کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۸۳۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۸۶۔ نمبر پر ہے۔

اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۳۶۔ آیات ہیں۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے مکی اور مدنی ہونے کے دونوں قول ذکر کئے ہیں۔ (روح المعانی ۔ص۔ ۳۸۴۔ ج۔ ۳۰۔)

وجہ تسمیہ : چونکہ اس سورۃ کی ابتدا میں "مُطَفِّفِيْنَ" کا لفظ موجود ہے جس کے معنی ناپ تول میں خیانت کرنے والے کے ہیں تو اس میں اس کے انجام بد کا ذکر ہے تو بطور علامت یہ اس سورۃ کا نام رکھ دیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں انسان کے اعمال لکھنے کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں ان اعمال کا ذکر ہے جن کا خصوصیت سے حقوق العباد سے تعلق ہے کہ ان کے بارے میں قیامت کے دن باقاعدہ سوال ہوگا ان کا خیال رکھو۔

موضوع سورۃ : اصلاح معاملات۔

خلاصہ سورۃ : ناپ تول میں کمی زیادتی کرنے کی ممانعت، مشرکین کی شکایات، بعث بعد الموت، اسباب گمراہی و رسوائی، عدل و انصاف باری تعالیٰ، مبادرت الی الخیرات کی ترغیب۔ واللہ واعلم

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

خرابی (ہلاکت) ہے ناپ تول میں کمی کرنیوالوں کیلئے ﴿۱﴾ وہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ﴿۲﴾ اور جب لوگوں کو ناپ کر دیتے ہیں

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥ يَّوْمَ يَقُوْمُ

یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا دیتے ہیں ﴿۳﴾ کیا یہ خیال نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد یہ دوبارہ اٹھائیں جائیں گے ﴿۴﴾ ایک بڑے دن میں ﴿۵﴾ جس دن کھڑے ہونگے

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨

تمام لوگ رب العالمین کے سامنے ﴿۶﴾ خبردار بیشک فجار کا اعمالنامہ البتہ سجین میں ہوگا ﴿۷﴾ اور آپ کو کس نے بتلایا سجین کیا ہے ﴿۸﴾

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ

یہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا ﴿۹﴾ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ﴿۱۰﴾ وہ لوگ جو انصاف کے دن کی تکذیب کرتے ہیں ﴿۱۱﴾ انصاف کے دن کو

بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ كَلَّا بَلْ سكته رَانَ

نہیں جھٹلاتا مگر ہر زیادتی کرنے والا گناہ گار ﴿۱۲﴾ جب اسکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ﴿۱۳﴾ خبردار ہرگز ایسا نہیں بلکہ

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ

ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان اعمال بد کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے ﴿۱۴﴾ خبردار بیشک یہ لوگ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے ﴿۱۵﴾ پھر یہ لوگ جہنم میں

لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾

داخل ہونگے ﴿۱۶﴾ پھر ان سے کہا جائے گا یہی ہے وہ جس کی تم تکذیب کرتے تھے ﴿۱۷﴾ خبردار بیشک نیکوکاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہوگا ﴿۱۸﴾

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾

اور آپ کو کسنے بتلایا کی علیین کیا ہے ﴿۱۹﴾ ایک دفتر ہے لکھا ہے ﴿۲۰﴾ اس مقام پر مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں ﴿۲۱﴾ بیشک ابرار لوگ البتہ نعمتوں میں ہونگے ﴿۲۲﴾

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾

تختوں پر بیٹھ کر نظارے دیکھیں گے ﴿۲۳﴾ اے مخاطب تو ان کے چہروں پر معلوم کرے گا نعمتوں کی تروتازگی ﴿۲۴﴾ ان کو پلائی جائے گی خالص شراب جو سربمہر ہوگی ﴿۲۵﴾

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

اس کی مہر کستوری کی ہوگی اور اس بات میں چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے ﴿۲۶﴾ اور ملاوٹ اس شراب طہور کی تسنیم سے ہوگی ﴿۲۷﴾

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾

وہ تسنیم ایک چشمہ ہے کہ اس سے پئیں گے مقرب لوگ ﴿۲۸﴾ بے شک جو لوگ مجرم گناہ گار تھے وہ ایمانداروں پر ہنستے تھے ﴿۲۹﴾

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا

اور جب وہ مجرم لوگ ان غریب ایمانداروں کے پاس سے گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے ﴿۳۰﴾ اور جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے پلٹتے تھے ﴿۳۱﴾ اور

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ

جب یہ لوگ ان یمان والوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے بیشک یہ تو گمراہ لوگ ہیں ﴿۳۲﴾ اور حالانکہ یہ مجرم لوگ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے ﴿۳۳﴾ تو آج روز جزاء کے دن ایمان والے

ع ۳۶ ۸ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کافروں پر ہنسیں گے ﴿۳۴﴾ تختوں پر بیٹھ کر دیکھ رہے ہونگے ﴿۳۵﴾ کیا کافروں کو بدلہ دیا گیا اس کا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے ﴿۳۶﴾

خلاصہ رکوع : بے انصافی کرنے والوں کا نتیجہ، کیفیت مطففین ۔۱۔۲۔ بعث بعد الموت سے مطففین کی تہدید، مجرمین کا نتیجہ، تشریح تکذیب، اوصاف مکذبین، سبب گمراہی، نتائج مجرمین، سرزنش، متقین کے دفاتر کی تشریح، تشریح علیین نتیجہ متقین، متقین کی سرفرازی، متقین کی خوشی، متقین کے لئے مشروب خصوصی، سابقت الی الخیر کی ترغیب، متقین کے پانی کی تشریح، تسنیم کی تشریح، کیفیت مجرمین برائے تحقیر مؤمنین ۔۱۔۲۔۳۔۴۔ تنبیہ کفار، کیفیت، سرفرازی مؤمنین، عدل وانصاف باری تعالیٰ ۔ ماخذ آیات ۔۱ تا ۳۶ +

شان نزول : امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگ جن کے عام معاملات ناپ تول کے ذریعے سے ہوتے تھے وہ اس معاملہ میں چوری کرنے کے بعد کم ناپنے کے بہت عادی تھے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کریم کی پہلی سورۃ ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کے مدینہ طیبہ پہنچتے ہی نازل ہوئی تھی وجہ یہ تھی کہ اہل مدینہ میں یہ رواج اس وقت عام تھا جب خود کسی سے سودا لیتے تو ناپ تول پورا پورا لیتے تھے اور دوسروں کو فروخت کرتے تو اس میں کمی اور چوری کرتے تھے کہ یہ لوگ اس رسم بد سے باز آگئے اور ایسے باز آئے کہ آج تک اہل مدینہ ناپ تول پورا کرنے میں بہت زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ (مظہری۔ص۔۲۱۷۔ج۔۱۰)

﴿۱﴾ بے انصافی کرنے والوں کا نتیجہ : وَيْلٌ :دوزخ کی وادی کا نام ہے جس کی گہرائی چالیس سال کی مسافت ہے ''ویل'' بمعنی ہلاکت بھی ہے یہاں دونوں جمع کئے جاسکتے ہیں۔

﴿۳،۲﴾ کیفیت مطففین ۔ا۔۲۔﴿۶،۵،۴﴾ بعث بعد الموت سے مطففین کی تہدید۔

﴿۷﴾ مجرمین کے دفاتر کی تشریح : علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''سِجِّيْنٍ'' ساتوں زمینوں کے نیچے ایک مقام ہے جو کفار کی ارواح کا ٹھکانہ ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۹۰۔ج۔۳۰)

﴿۹،۸﴾ تشریح سجیل ۔﴿۱۰﴾ نتیجہ مجرمین ۔﴿۱۱﴾ تشریح تکذیب ۔﴿۱۲﴾ اوصاف مکذبین۔

﴿۱۳﴾ شکوہ مشرکین۔ ﴿۱۴﴾ سبب گمراہی۔﴿۱۵،۱۶﴾ نتائج مجرمین ۔ا۔۲۔

﴿۱۷﴾ مجرمین کے لئے سرزنش۔﴿۱۸﴾ متقین کے دفاتر کی تشریح : ''عِلِّيِّيْنَ'' ساتویں آسمان پر مؤمنین کی روح کے رہنے کی جگہ ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں نیک لوگوں کی ارواح کا ٹھکانہ ''عِلِّيِّيْنَ'' ہے اور کافر لوگوں کی ارواح کا ٹھکانہ ''سِجِّيْنٍ'' ہے باوجود اس کے ان ارواح کا تعلق بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے یہ ایسا تعلق ہے کہ جس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس اتصال کی وجہ سے (انسان کو حیات کی ایک نوع حاصل ہے) صحیح بات یہی ہے کہ انسان جسم اور روح دونوں کے مجموعے کا نام ہے اور اس کا ٹھکانہ جنت یا دوزخ ہے اور وہ لذت یا دکھ محسوس کر کے اور زیارت کرنے والے کا سلام سنے اور منکر نکیر کو جواب دے اور اسی کے مانند اور امور جن کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے۔ (مظہری۔ص۔۲۲۵۔ج۔۱۰)

قبر اطہر کی مٹی عرش وکعبہ سے افضل ہے یا نہیں؟

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام روئے زمین افضل مقامات اور بزرگ ترین شہروں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں ''زادھما اللہ تشریفاً و تعظیماً'' اب ان دو شہروں میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت اور ترجیح دی جائے اس میں علماء کرام کے عقول اور اذہان بھی متحیر ہیں تاہم علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زمین کا وہ خطہ اور متبرک حصہ جو رحمت للعلمین فخر موجودات ﷺ کے جسد اطہر اور اعضاء شریفہ سے مس کئے ہوئے ہے وہ نہ صرف مکہ مکرمہ پر بلکہ کعبۃ اللہ سے بھی افضل ہے ساتوں آسمان تا کجا عرش عظیم سے بھی اس کی شان بالا و اعلیٰ برتر ارفع اور انتہائی بلند ہے وجہ اس کی بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ افضل الخلق ہیں اور کوئی مخلوق بھی آپ سے افضل نہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آدمی جس مٹی سے پیدا ہوتا ہے اسی میں دفن کیا جاتا ہے لہٰذا جس

پاک مٹی میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی تدفین ہوئی اسی سے آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی اور جب آپ ﷺ افضل الخلق ہوئے تو وہ مٹی بھی تمام مخلوق سے افضل ہوئی تو اس مٹی کو جسد اطہر سے ہم آغوش ہونے کی جو سعادت حاصل ہے وہ نہ کعبہ اور نہ عرش کرسی کو حاصل ہے اگر چہ ان کی نسبت اللہ کی طرف ہے مگر ملابست کا تعلق نہیں جبکہ روزہ اطہر کی مٹی کو آپ سے ملابست کا تعلق ہے۔

(محصلہ آپ کے مسائل اوران کا حل۔ص۔۶۱ تا ۶۴۔ج۔۱۰۔اشاعت اول جولائی ۲۰۰۲ء)

﴿۱۹،۲۰﴾ تشریح علّیین۔﴿۲۲﴾ نتیجہ متقین﴿۲۳﴾ متقین کی سرفرازی۔

﴿۲۴﴾ متقین کی خوشی۔﴿۲۵﴾ متقین کے لئے مشروب خصوصی۔

﴿۲۶﴾ مبادرت الی الخیر کی ترغیب۔ مطلب یہ ہے کہ نعماء آخرت حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔

﴿۲۷﴾ متقین کے پانی کی تشریح :اس شراب کی آمیزش کیلئے "تسنیم" کا پانی ہوگا۔

﴿۲۸﴾ تسنیم کی تشریح : یہ ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب لوگ پئیں گے اس لئے مقربین اللہ کے ماسوا کی طرف مشغول نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی اور کی محبت کو نہیں ملایا کرتے۔

﴿۲۹﴾ کیفیت مجرمین برائے تحقیر مؤمنین۔ا۔﴿۳۰﴾۔۲۔﴿۳۱﴾۔۳۔﴿۳۲﴾۔۴۔

﴿۳۳﴾ تنبیہ کفار : یہ کافر مسلمانوں کی نگرانی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ان کو اپنی فکر کرنی چاہیے مسلمانوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں کفار سے دوغلطیاں سرزد ہوئی۔ا۔اہل حق کا استہزاء۔۲۔اپنی اصلاح سے بے فکر ہونا۔

﴿۳۴،۳۵﴾ کیفیت سرفرازی مؤمنین : قیامت کے دن اہل ایمان جنت کی مسہریوں پر کفار کا برا حال دیکھ کر ہنسیں گے۔

﴿۳۶﴾ عدل وانصاف باری تعالیٰ : کیا کفار نے اپنے اعمال کی سزا پائی ہے وہ اعمال جو دنیا میں کرتے تھے جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

ختم شد سورۃ المطففین بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانشقاق

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الانشقاق ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ''انشقت'' کا لفظ ہے یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۸۴۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۸۳۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۲۵: آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے کذا فی البیضاوی۔

وجہ تسمیہ : ''انشقاق'' کے معنی پھٹ جانا کیونکہ اس سورۃ میں آسمان و زمین کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت کے یہ نام رکھ دیا گیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی تفصیل مجازات کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : بعث بعد الموت اور فریقین کے نتائج۔

خلاصہ سورۃ : مبادی احوال قیامت، اسباب گمراہی و رسوائی، تخویف مشرکین، مشرکین کی شکایات۔

سُوْرَةُ الْانْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ هِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا

جب آسمان پھٹ جائے گا ﴿۱﴾ اور وہ اپنے رب کی بات سنے گا اور اس کیلئے یہی ثابت ہے ﴿۲﴾ اور جب زمین کو پھیلا دیا جائے گا ﴿۳﴾ اور نکال دے گی وہ جو کچھ اسکے اندر ہے اور خالی

وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾

ہو جائے گی ﴿۴﴾ اور وہ سنے گی اپنے رب کی بات اور یہی اس کیلئے ثابت ہے ﴿۵﴾ اے انسان بیشک تو تکلیف اٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف سے تکلیف اٹھانا پس اس سے ملنے والا ہے ﴿۶﴾

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾

پس بہر حال جسکو اسکا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں مل گیا ﴿۷﴾ پس عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا ﴿۸﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا ﴿۹﴾

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ

اور بہر حال جسے اسکا نامہ اعمال پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا ﴿۱۰﴾ پس عنقریب وہ پکارے گا ہلاکت کو ﴿۱۱﴾ اور وہ داخل ہوگا جہنم میں ﴿۱۲﴾ بیشک وہ دنیا کی زندگی میں

اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

اپنے گھر والوں میں خوش تھا ﴿۱۳﴾ بیشک وہ خیال کرتا تھا کہ وہ ہرگز اپنے رب کے سامنے پلٹ کر نہیں جائے گا ﴿۱۴﴾ کیوں نہیں بیشک اسکا پروردگار اسے دیکھنے والا تھا ﴿۱۵﴾

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

پس میں قسم اٹھاتا ہوں شفق کی ﴿۱۶﴾ اور رات کی اور ان چیزوں کی جنکو رات اپنے اندر سمیٹتی ہے ﴿۱۷﴾ اور قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے ﴿۱۸﴾ البتہ تم ضرور ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر چڑھو گے ﴿۱۹﴾

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾

پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے ﴿۲۰﴾ اور جب انکے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہیں کرتے ﴿۲۱﴾ بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں جھٹلاتے ہیں ﴿۲۲﴾

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں ﴿۲۳﴾ تو انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دیجئے ﴿۲۴﴾ مگر جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیئے

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ثواب ہے ﴿۲۵﴾

خلاصہ رکوع : احوال قیامت سے آسمان کی کیفیت، قدرت باری تعالیٰ، زمین کی کیفیت، زمین کا کارنامہ قدرت باری تعالیٰ، تذکیر بما بعد الموت، نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین، سبب گمراہی، فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب، وسعت علم باری تعالیٰ سے رد ظن، قدرت باری تعالیٰ کے تین نمونے، احوال قیامت، تنبیہ، کفار کی عنادی کیفیت۔ا۔۲۔وسعت علم باری سے تخویف مشرکین، نتیجہ کفار، نتیجہ متقین۔ماخذ آیات ا :تا۲۵+

﴿۱﴾ احوال قیامت سے آسمان کی کیفیت۔﴿۲﴾ قدرت باری تعالیٰ : مطلب یہ ہے کہ یہ حکم جو نہایت شاق تھا آسمان نے سنتے ہی اس کی تابعداری کی اس حکم کے ماننے میں ذرہ بھر سرکشی نہیں کی اور آسمان کی یہ فرمانبرداری ایسی نہیں ہے کہ اسکی عظمت و بلندی کے منافی ہو بلکہ یہ عاجزی اس کی عظمت کے مناسب ولائق ہے۔﴿۳﴾ زمین کی کیفیت۔

﴿۴﴾ زمین کا کارنامہ : کھینچنے کی وجہ سے زمین اپنے، خزانے، دفینے، کانیں، اور مردوں کے اجزا اگل دے گی تا کہ انسانوں کا حشر تمام اجزا کے ساتھ حاصل ہو زمین انسانوں کے تمام آثار و اعمال سے بتکلف خالی کر دی جائینگی تا کہ اس کے مطابق ان کو جزا دی جا سکے۔﴿۵﴾ قدرت باری تعالیٰ۔﴿۶﴾ تذکیر بما بعد الموت۔﴿۷،۸،۹﴾ نتیجہ متقین۔﴿۱۰،۱۱،۱۲﴾ نتیجہ مجرمین بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دینے میں نکتہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے مقابلہ میں وہ کمزور ہوتا ہے سو اس نے بھی زندگی میں ضعیف جانب یعنی خواہشات نفسانی کی جانب کو قوی جانب پر مقدم کیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قوی جانب ہے اس نے اس جانب کو نظر انداز کیا اور ضعیف پہلو کو اہمیت دیکر قوی کیا اور قوی کو ضعیف کیا گویا اس نے معاملہ الٹا کیا اس لئے اس کو بھی اعمال نامہ الٹے ہاتھ دیا گیا۔(تفسیر عزیزی)﴿۱۳﴾ سبب گمراہی۔﴿۱۴﴾ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب۔

﴿۱۵﴾ وسعت علم باری تعالیٰ سے رد ظن۔﴿۱۶ تا ۱۸﴾ قدرت باری تعالیٰ کے تین نمونے۔

شفق کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : آیت میں شفق سے نہار (دن) مراد ہے کیونکہ اگلی آیت میں رات کی قسم کھائی ہے :وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : شفق بیاض (سفیدی) ہے۔اور ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ شفق

وہ سیاہی ہے جو سفیدی (بیاض) کے بعد پھیلتی ہے۔ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''شفق اصل کے اعتبار سے رقت اور نرمی کو کہتے ہیں۔ کپڑا اگر باریک ہوتو اسے بھی اسی لیے ''ثوب شفق'' کہتے ہیں۔ شفقت بھی اسی سے ہے کیونکہ وہ رقت قلبی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا جب شفق کے اصل میں رقت داخل ہے تو اسی سے بیاض مراد لینا بہ نسبت حمرہ (سرخی) کے اولیٰ ہے۔ کیونکہ روشنی کے اجزاء بیاض کی حالات میں رقیق ہوتے ہیں اور حمرہ (سرخی) کی حالت میں کثیف ہوتے ہیں۔'' (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۳۵)

﴿۱۹﴾ **احوال قیامت** : یعنی دنیا سے جانے کے بعد پہلے ایک حال میں ہوں گے اسی کو تم رجوع الی اللہ سمجھو گے اور اس کے بعد ایک اور حالت آجائے گی تم سمجھو گے کہ اللہ کی طرف رجوع کی یہی حالت ہے اس سے پہلے حالت اس کی تمہید تھی علیٰ ہٰذا القیاس یہاں تک کہ جنت یا جہنم میں جا ٹھہرو گے اور تمہارا سفر مکمل ہوجائے گا اس کے بعد ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ ﴿۲۰﴾ **منکرین کے لئے تنبیہ**۔ ﴿۲۱﴾ **کفار کی عنادی کیفیت**۔ ا۔

اس آیت میں تلاوت وسماع قرآنی کے وقت سجدہ نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ اس بناء پر سجدۂ تلاوت کا وجوب مستنبط ہوتا ہے۔ البتہ ظاہر آیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مطلق اور پورے قرآن کریم کی سماعت وتلاوت کے وقت سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے لیکن اس میں مقامات سجدہ کے علاوہ دیگر قرآن کو خاص کرلیا گیا ہے اور اس حکم وجوب سجدہ کو صرف ذی مواضع سجود میں معمول بہ رکھا ہے۔ کیونکہ الفاظ میں عموم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ تخصیص نہ کی جاتی تو اس حکم پر مطلق عمل ہی فوت ہوجاتا (کیونکہ قرآن کے ہر ہر جزء کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت کرنا موجب حرج ہے) تو حکم کو بالکلیہ الغاء لازم آتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ آیت میں **لا یسجدون** سے **لا یخضعون** مراد ہے تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ سجدہ میں بھی خضوع ہی ہے۔ البتہ ایک خاص ہیئت پر یعنی وضع الجبهة على الأرض۔ کیونکہ مطلق خضوع تو رکوع، قیام، صیام اور تمام عبادات میں پایا جاتا ہے لیکن وہ سجدہ نہیں کہلاتیں کیونکہ سجدہ خضوع خاص کا نام ہے۔ (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۳۵)

﴿۲۲﴾ ۔ ۲۔ ﴿۲۳﴾ **وسعت علم باری تعالیٰ سے تخویف مشرکین**۔ ﴿۲۴﴾ **نتیجہ کفار**۔ ﴿۲۵﴾ **نتیجہ متقین**

''أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ'' ان کیلئے ہمیشہ کا اجر ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا اگرچہ ان کے اعمال بسا اوقات منقطع ہوجاتے تھے مثلاً، نیند، سفر، بیماری، وغیرہ کی وجہ سے مگر اجر دائمی ملے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں سبب کے طریق پر ہے۔

ختم شد سورۃ الانشقاق بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البروج

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ البروج ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام بھی اس سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۸۵۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے۔ ۲۷۔ ویں سورۃ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۲۲۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۴۱۲۔ج۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : "بروج" برج" کی جمع۔ ہے اس سے مراد آسمان کی منزلیں ہیں جن میں سورج اور چاند ہر دن ہر ماہ مقررہ پروگرام کے مطابق چلتے ہیں تو اس میں "بروج" کی وجہ سے یہ نام بطور علامت رکھ دیا گیا۔ بعض مفسرین نے "بروج" سے مراد آسمان کے ستارے لئے ہیں۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا اس سورۃ میں کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تسلی دی جا رہی ہے اور اس کے بعد کفار کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

موضوع سورۃ : تخویف مشرکین فی ضمن داستان اصحاب الاخدود۔

خلاصہ سورۃ : تسلی خاتم الانبیاء، صداقت قرآن، بعث بعد الموت، مشرکین کی شکایات، تذکیر بایام اللہ۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾

قسم ہے ستاروں والے آسمان کی ﴿۱﴾ اور اس قیامت کے دن کی جسکا وعدہ کیا گیا ہے ﴿۲﴾ اور قسم ہے حاضر ہونیوالے جمعہ کے دن کی اور قسم ہے اس دن کی جس کے پاس حاضری ہوتی ہے ﴿۳﴾ کھائیوں والے مارے گئے ﴿۴﴾

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾

کہ وہ ایندھن والی آگ تھی ﴿۵﴾ جبکہ وہ ظالم اس آگ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ﴿۶﴾ اور وہ اہل ایمان کیساتھ جو زیادتیاں کر رہے تھے انکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ﴿۷﴾

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اور انہوں نے نہیں عیب پایا ان ایمان والوں میں سوائے اسکے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو غالب اور تعریفوں والا ہے ﴿۸﴾ وہی اللہ تعالیٰ جس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمین پر ہے

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۹﴾ بیشک جن لوگوں نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر اس قبیح فعل سے

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

توبہ نہ کی تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی سزا ہے اور ان کیلئے سخت جلانے والی سزا مقرر ہے ﴿۱۰﴾ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ﴿۱۱﴾

ان کیلئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱﴾

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ۚ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾

بیشک تیرے رب کی پکڑ البتہ سخت ہے ﴿۱۲﴾ بیشک وہی ذات ہے جو ابتداء میں پیدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ لوٹائیگا ﴿۱۳﴾ اور وہی معاف کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے ﴿۱۴﴾

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾

عرش کا مالک اور بزرگی والا ہے ﴿۱۵﴾ وہ اپنے ارادے سے جو چاہے کرتا ہے ﴿۱۶﴾ کیا آپکے پاس ان لشکروں کی بات آئی ہے ﴿۱۷﴾ فرعون اور قوم ثمود کی ﴿۱۸﴾

بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ۚ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۙ﴿۲۱﴾

بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ تکذیب میں لگے ہوئے ہیں ﴿۱۹﴾ اور اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرنے والا ہے ﴿۲۰﴾ بلکہ یہ تو قرآن ہے بڑی بزرگی والا ہے ﴿۲۱﴾

ع ۱ ۲۲/۱۰ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۠﴿۲۲﴾

یہ لوح محفوظ میں درج ہے ﴿۲۲﴾

خلاصہ رکوع : قدرت باری تعالیٰ کے ۔ ۴۔ نمونے، تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین، قصور مؤمنین، حصر المالکیت باری تعالیٰ، نتیجہ مجرمین، نتیجہ متقین، شدت گرفت خداوندی، حصر التصرف باری تعالیٰ، بعث بعد الموت، مختاریت باری تعالیٰ، تذکیر بایام اللہ سے تسلی مؤمنین وخاتم الانبیاء، کیفیت مغضوبین، تخویف مشرکین، صداقت قرآن، فضائل قرآن ۔ ماخذ آیات ۱ تا ۲۲ +

﴿۱﴾ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ ۔ ❶ ﴿۲﴾ نمونہ ۔ ❷ اَلْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ : نمونہ ۔ ❸ اس سے مراد قیامت کا دن ہے ۔ ﴿۳﴾ نمونہ ۔ ❹ ''شَاهِدٍ'' سے مرد جمعہ کا دن ہے اور ''مَشْهُوْدٍ'' سے مراد عرفہ کا دن ہے ۔ (ترمذی)

﴿۴﴾ تذکیر بایام اللہ سے تخویف مشرکین : ''اَلْاُخْدُوْدِ'' خد'' کی جمع ہے جس کے معنی گڑھا اور ''اصحاب اخدود النار'' سے مراد گڑھے والے لوگ ہیں یہ ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔

چنانچہ صحیح مسلم ۔ ص ۔ ۴۱۵ ۔ ج ۔ ۲ ۔ میں ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک جادوگر تھا وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ کو کہا کہ میری عمر تو زیادہ ہو گئی ہے میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دو تا کہ میں اسے جادو سکھاؤں بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کیلئے ایک لڑکا بھیج دیا یہ لڑکا جادو سیکھنے جاتا تو راستے میں ایک راہب کے پاس سے گزر جاتا تھا ایک مرتبہ اس کے پاس بیٹھ گیا اس کی باتیں سنی تو اسے پسند آئیں اب اس کے بعد جب بھی جادوگر کے پاس جاتا تو وہ اس کی پٹائی کرتا کہ دیر سے کیوں آیا ہے اس نے اپنی یہ پریشانی راہب کو بتائی راہب نے کہا تو ایسا کر جب جادوگر کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچنے کا کوئی اندیشہ ہو تو یوں کہہ دیا کر کہ مجھے گھر والوں نے روک دیا تھا اور جب گھر والوں کی طرف سے پوچھ پاچھ کا اندیشہ ہو تو یہ کہہ دیا کر کہ جادوگر نے روک رکھا تھا اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ راستے میں جاتے ہوئے ایک جانور سامنے آیا جو لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھا اس لڑکے نے کہا آج پتہ چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر لیا اور یہ دعا کر کے اس جانور کو مار دیا ۔

اللھم ان کان امر الراھب احب الیك من امر الساحر فاقتل ھٰذہ الدابہ حتی یمضی الناس :اے اللہ راہب کا طریقہ کار آپ کے نزدیک جادوگر کے طریقہ کار سے افضل ہے تو اس جانور کو قتل کر دیجئے تا کہ لوگ گزر جائیں اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس پتھر سے وہ جانور قتل ہو گیا اور وہ جن لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھا وہ وہاں سے گزر گئے اس کے بعد یہ لڑکا راہب کے پاس پہنچا اور اسے صورت حال کی خبر دی راہب نے کہا اب تو تو مجھ سے افضل ہو گیا تو اس درجہ تک پہنچ گیا جو میں دیکھ رہا ہوں تو اگلی بات سن لے اب تیرا امتحان لیا جائے گا اور تو مصیبت میں مبتلا ہو گا اگر ایسی صورت پیش آجائے تو میرے متعلق کسی کو نہ بتانا اب اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے (مزید یوں نوازا) کہ وہ مادرزاد اندھے اور برص والوں کو اچھا کرتا تھا۔

یعنی ان کے حق میں دعا کرتا تھا اور ان کو شفاء نصیب ہو جاتی تھی اس کا یہ حال بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے ایک شخص نے سن لیا جو نابینا ہو چکا تھا یہ شخص لڑکے کے پاس بہت ہدایا لیکر آیا اور اس سے کہا اگر تو مجھ کو شفاء دیدے تو یہ سب تیرے لئے ہیں لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفاء نہیں دیتا شفاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا وہ تجھے شفاء بخش دے گا وہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء دے دی اب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور حسب دستور بادشاہ کے پاس بیٹھ گیا تو بادشاہ نے کہا تیری بینائی کس نے واپس کی؟

تو اس نے کہا میرے رب نے واپس کی بادشاہ نے کہا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس پر اس شخص کو پکڑ لیا اور اسے برابر تکلیف پہنچاتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام بتایا اب لڑکے کو لایا گیا اس سے بادشاہ نے کہا اے بیٹا تیرا جادو اس درجہ تک پہنچ گیا کہ تو مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتا ہے لڑکے نے کہا میں تو شفاء کسی کو نہیں دیتا شفاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اس پر بادشاہ نے اسے پکڑ لیا اور برابر اسے تکلیف دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے یہ بتا دیا کہ فلاں راہب سے میرا تعلق ہے اور اس کے پاس آنے جانے کی وجہ سے مجھے یہ بات حاصل ہوئی ہے اس کے بعد راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے اس نے انکار کر دیا لہٰذا ایک آرا منگوایا گیا جو اس کے سر کے درمیان رکھ دیا گیا اور اسے درمیان سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے گئے دونوں ٹکڑے زمین پر گر گئے اس کے بعد بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا جو اس لڑکے کے دعوت دینے پر اسلام قبول کر چکا تھا اور لڑکے کی دعا سے اسکی بینائی واپس آئی تھی اس سے کہا کہ تو ایمان سے پھر جا اس نے بھی انکار کر دیا لہٰذا اس کے سر کے درمیان بھی آرا رکھ کر چیر دیا گیا اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور زمین پر گر پڑا۔

اس کے بعد اس لڑکے کو لایا گیا اس سے کہا کہ تو اپنے دین کو چھوڑ دے یعنی ایمان سے پھر جو تجھے راہب کے پاس آنے جانے سے حاصل ہوا تھا لڑکے نے بھی ایمان سے پھرنے کا انکار کر دیا لہٰذا بادشاہ نے اپنے چند آدمیوں کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اس سے کہو کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اگر مان لے تو چھوڑ دینا ورنہ اسے وہاں سے نیچے پھینک دینا وہ لوگ اس لڑکے کو پہاڑ پر لے گئے لڑکے نے دعا کی ''اللھم اکفنیھم بما شئت'' اے اللہ تو جس طرح چاہے ان لوگوں کے شر سے میرے لئے کافی ہے اس دعا کا کرنا تھا کہ پہاڑ پر زلزلہ آ گیا جو لوگ اسے لیکر آئے تھے سب کے سب ہلاک ہو گئے اور یہ لڑکا بچ گیا بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے پوچھا ان لوگوں کا کیا ہوا جو تجھے لیکر گئے تھے لڑکے نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے محفوظ کر دیا ہے۔

اور اس کے بعد دوسرے افراد کے حوالہ کیا اس کو لے جاؤ اور کشتی میں سوار کرو کشتی کو سمندر کے بیچ میں لے جاؤ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو کوئی بات نہیں ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا وہ لوگ اسے لے گئے اور کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان پہنچ گئے اس لڑکے نے وہی دعا کی ''اللھم اکفنیھم بما شئت'' دعا کا کرنا تھا کہ کشتی الٹ گئی اور وہ لوگ غرق ہو گئے لڑکا بچ گیا اور

بادشاہ کے پاس پہنچ گیا بادشاہ نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا ہوا؟ جو تجھے لے کر گئے تھے لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے اس نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔

اس کے بعد لڑکے نے کہا تو مجھے اپنی تدبیر سے قتل نہیں کر سکتا قتل کا ایک ہی راستہ ہے وہ میں تجھے بتا دیتا ہوں بادشاہ نے کہا وہ کیا طریقہ ہے؟ لڑکے نے کہا وہ طریقہ یہ ہے کہ تو لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور مجھے درخت کے تنے پر لٹکا دے اور میرے پاس ترکش سے ایک تیر نکال لے اور کمان میں رکھ کر "بسم اللہ رب الغلام" کہتے ہوئے میری طرف پھینک دے لڑکے نے یہ سمجھ کر کہ میں نے تو مرنا ہی ہے مگر اپنی موت کو دعوت ایمان ذریعہ کیوں نہ بنادوں لہٰذا اس نے یہ تدبیر بتائی کہ لوگوں کے سامنے میرا قتل ہو اور میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر قتل کیا جاؤں بادشاہ اس تدبیر کو نہ سمجھ سکا۔

چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو اس میدان میں جمع کیا اور لڑکے کو درخت کے تنے پر لٹکا دیا اور اس کے ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان پر چڑھایا اور "بسم اللہ رب الغلام" کہہ کر لڑکے پر تیر چلا دیا تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر لگا لڑکے نے تیر کی جگہ ہاتھ رکھا اور مر گیا جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو "امنا برب الغلام" کی رٹ لگانے لگے (یعنی ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے) اب بادشاہ کے پاس اس کے آدمی آئے اور انہوں نے کہا تجھے جس بات کا خطرہ تھا کہ اس لڑکے کی وجہ سے حکومت نہ چلی جائے تو وہ اب حقیقت بن کر سامنے آ گیا اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ گلی کوچوں کے ابتدائی راستوں میں خندقیں کھودی جائیں چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ جلائی گئی بادشاہ نے اپنے کارندوں سے کہا جو شخص اپنے دین ایمان سے نہ لوٹے اسے آگ میں ڈال دو۔

اہل ایمان لائے جاتے رہے ان سے کہا جاتا تھا کہ ایمان سے پھر جاؤ وہ انکار کر دیتے تھے تو انہیں زبردستی جلتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ آگ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگی مگر اس کے بچے نے کہا اے امی آپ صبر کیجئے کیونکہ آپ حق پر ہیں۔

سنن ترمذی ابواب التفسیر میں بھی یہ واقعہ مروی ہے اس کے شروع میں یہ بھی ہے کہ بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو بطور کہانت آئندہ ہونے والی باتیں بتایا کرتا تھا ان باتوں میں سے یہ بھی تھا کہ تیری حکومت جانے والی ہے اور اس کاہن نے یہ بھی کہا تھا کہ کوئی سمجھدار لڑکا تلاش کرو جسے میں اپنا علم سکھادوں اور ختم کے قریب یہ بھی ہے کہ جب عامۃ الناس "نؤمن برب الغلام" کہہ کر مسلمان ہو گئے تو بادشاہ سے کہا گیا کہ تو تو تین آدمیوں کی مخالفت سے گھبرا اٹھا تھا (یعنی لڑکا، راہب اور بادشاہ کا ہمنشین) دیکھ لے یہ سارا جہان تیرا مخالف ہو گیا اس پر اس نے خندقیں کھدوائیں ان میں لکڑیاں ڈالیں اور اعلان کیا کہ جو شخص اپنے دین یعنی اسلام کو چھوڑ دے گا اسے ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے اور جو اپنے دین سے واپس نہ ہوگا اسے ہم اس آگ میں ڈال دیں گے لہٰذا وہ اہل ایمان کو خندقوں میں ڈالتا رہا اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو "قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ" سے بیان فرمادیا۔

سنن ترمذی میں قصہ کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس لڑکے کو دفن کر دیا گیا تھا پھر اسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نکالا گیا تو اس کی انگلی اسی طرح کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جیسا کہ اس نے قتل ہوتے ہوئے رکھی تھی (قال ترمذی ھٰذا الحدیث حسن غریب)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ خندقوں کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا ایک مرتبہ یمن میں ایک مرتبہ شام میں اور ایک مرتبہ فارس میں شام میں جو بادشاہ تھا وہ طیطلوس رومی تھا اور فارس میں جو واقعہ پیش آیا وہ بخت نصر کے زمانہ میں تھا عرب کی

سرزمین میں یعنی یمن نجران میں جو واقعہ پیش آیا وہ یوسف ذونواس بادشاہ کے زمانے میں پیش آیا دو واقعات کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے اور نجران والے واقعہ کا ذکر سورۃ البروج کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اس کے بعد بحوالہ ابن ابی حاتم حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ'' کا واقعہ زمانہ فترۃ میں پیش آیا یعنی حضرت عیسیٰ کے رفع الی السما کے بعد اور حضور ﷺ سے پہلے۔ واللہ اعلم۔ (ابن کثیر۔ص۔۸۱۹۔ج۔۸)

﴿۶﴾ اصحاب الاخدود کی رسوائی : یہ لوگ کرسیوں پر بیٹھ کر تماشا دیکھ رہے تھے آگ نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سب کو خاکستر کر دیا۔ ﴿۸﴾ قصور مؤمنین : ان کفار کو عداوت ایمانی تھی۔ اَلۡعَزِیۡزِ ...الخ گرفت خداوندی : ان میں سے ہر ایک صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسی پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ وہ اپنے ماسوا پر غالب ہے کسی کی عزت اس کی عزت کے برابر نہیں لہٰذا اس پر ایمان لانا بھی عزت وافتخار کا سبب ہے۔ ﴿۹﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ۔ ﴿۱۰﴾ نتیجہ مجرمین یعنی ظالموں کے لئے عام وعید اور مظلوموں کیلئے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہے یعنی مظلوم کی مظلومیت سے بھی اس کی نصرت کرے گا اور ظالم کی ظالمیت سے اسے ضرور سزا دے گا۔ ﴿۱۱﴾ نتیجہ متقین۔

﴿۱۲﴾ شدت گرفت خداوندی : اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی پکڑ کی زیادہ سے زیادہ سختی یہ ہوگی کہ ہلاک کر دے مگر موت کے بعد عذاب دینے کی اس کو قدرت نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے تو خاک ہو جانے کے بعد بھی خلاصی ممکن نہیں۔

﴿۱۳﴾ حصر التصرف باری تعالیٰ۔ وَیُعِیۡدُ : بعث بعد الموت۔ ﴿۱۴﴾ وعدہ مؤمنین۔

﴿۱۶﴾ مختاریت باری تعالیٰ۔ ﴿۱۷﴾ تذکیر بایام اللہ سے تسلی خاتم الانبیاء و تسلی مؤمنین۔

﴿۱۸﴾ کیفیت مغضوبین۔ ﴿۱۹﴾ منکرین کی تکذیب۔ ﴿۲۰﴾ تخویف مشرکین۔

﴿۲۱﴾ صداقت قرآن۔ ﴿۲۲﴾ فضائل قرآن۔

فائدہ : قصہ اصحاب اخدود میں جو لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتائی ہے حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہوگا یا لڑکے کی اجتہادی غلطی ہے۔ (بیان القرآن۔ص۔۹۰۔ج۔۱۲)

ختم شد سورۃ البروج بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطارق

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الطارق ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۸۶۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۳۶۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع اور ۔۱۷۔ آیات ہیں ۔ یہ سورۃ مکی ہے ۔ (روح المعانی ۔ص ۔ ۴۲۷۔ ج ۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ ۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الطارق اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں طارق کا ذکر آیا ہے ۔

ربط آیات : دونوں سورتوں کی ابتدا میں آسمان و بروج اور ستاروں کی قسم کا ذکر ہے اور دونوں کی انتہا میں حقانیت قرآن کا ذکر ہے ۔

موضوع سورۃ : بعث بعد الموت اور امہال مجرمین ۔

خلاصہ سورۃ : تسلی خاتم الانبیاء، نفی شفیع قہری، تخویف مشرکین، صداقت قرآن، انسان کی حقیقت، تدبیر خداوندی وغیرہ ۔

سُوْرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — ھِیَ سَبْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾

قسم ہے آسمان کی اور رات کو اندھیرے میں آنے والے کی ﴿۱﴾ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ طارق کیا ہے ﴿۲﴾ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے ﴿۳﴾ کوئی نفس ایسا نہیں مگر اس پر محافظ فرشتہ مقرر ہے ﴿۴﴾

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾

پس انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اس کی تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے ﴿۵﴾ انسان اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ﴿۶﴾ جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے ﴿۷﴾

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ

بیشک وہ اللہ اسکے دوبارہ لوٹائے جانے پر قادر ہے ﴿۸﴾ جس دن تمام راز ظاہر کردیئے جائیں گے ﴿۹﴾ پس نہ ہوگی اس انسان کیلئے کوئی طاقت اور نہ اس کا کوئی مددگار ﴿۱۰﴾ اور قسم ہے

ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

بارش کے ساتھ بار بار گردش کرنیوالے آسمان کی ﴿۱۱﴾ اور قسم ہے بار بار پھٹنے والی زمین کی ﴿۱۲﴾ بیشک یہ قرآن پاک فیصلہ کن بات ہے ﴿۱۳﴾ اور یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے ﴿۱۴﴾

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ ع ۱۷

بیشک وہ کافر لوگ قرآن کے خلاف طرح طرح کی تدبیر کر رہے ہیں ﴿۱۵﴾ اور میں بھی طرح طرح سے تدبیر کرتا ہوں ﴿۱۶﴾ پس آپ کافروں کو ڈھیل دے دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں ﴿۱۷﴾

خلاصہ رکوع : قدرت باری کا نمونہ، تشریح طارق، تسلی خاتم الانبیاء، توحید خداوندی پر عقلی دلیل، تشریح خلقت بنی آدم، کیفیت بعث بعد الموت، نفی شفیع قہری، قدرت باری کا نمونہ، ۱، ۲، صداقت قرآن، منکرین قرآن کی تردید، کفار کی تدبیریں،

تدبیر خداوندی، امہال مجرمین وتسلی خاتم الانبیاء، کفار کیلئے مہلت کی حکمت۔ ماخذ آیات ۱ تا ۱۷+

﴿۱﴾ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ : وَالطَّارِقِ : ''طارق'' عربی لغت میں اس مہمان کو کہتے ہیں جو رات کے وقت آئے اسی طرح رات کے وقت پیش آنے والے واقعہ کو بھی طارق کہہ دیتے ہیں اس لئے حدیث میں آیا ہے ''نعوذ باللہ من طوارق اللیل'' ہم اللہ تعالیٰ سے رات کو اچانک پیش آنے والے شر سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ ایسے پیش آنے والے شر سے بچنا مشکل ہے عرب شعراء نے اپنے اشعار میں معشوق کے خیال کو ''طارق'' سے تعبیر کیا ہے کیونکہ معشوق کا خیال بھی بار بار آجاتا ہے اور فراغت کے وقت زیادہ آتا ہے اور خاص طور پر رات کو فراغت زیادہ ملتی ہے اسلئے معشوق کا خیال بھی رات کو زیادہ آتا ہے اس لئے اس کو انہوں طارق کہا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۳﴾ تشریح طارق : وہ ایسا ستارہ ہے جو شیطانوں کی آنکھ کو چکا چوندھ کر دیتا ہے اور کبھی اس سے ایسا شعلہ نکلتا ہے جو شیطان کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔ ﴿۴﴾ تسلی خاتم الانبیاء : علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ''ان'' نافیہ ہے اور ''لما'' ''الا'' کے معنی میں ہے نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر نگران ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی ہر مصیبت سے حفاظت کرتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس پر کوئی اعمال کا یاد رکھنے والا فرشتہ مقرر نہ ہو کہ اس کے اعمال کا محاسبہ نہ ہو بلکہ ہوگا اور اس قسم کو مقصود سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ رہتے ہیں مگر ان کا ظہور رات کے وقت ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامہ ہر ایک شخص کا محفوظ ہے مگر اس کا ظہور خاص وقت قیامت کے دن ہوگا لہٰذا اس قیامت کی فکر کرنی چاہیے۔

﴿۵﴾ توحید خداوندی پر عقلی دلیل : یعنی انسان ذرا یہ تو دیکھے کہ اس کو کس چیز سے بنایا گیا ہے یہ توحید خداوندی پر عقلی دلیل ہے۔ ﴿۶،۷﴾ تشریح خلقت بنی آدم : یہ دو مادہ مخلوط سے پیدا کیا گیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اثبات ہے کہ نطفہ سے انسان بنا دیا یہ زیادہ عجیب ہے بنسبت دوبارہ بنانے کے۔ ﴿۸﴾ بعث بعد الموت : اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ لوٹانے (یعنی پیدا کرنے) پر قادر ہیں اس سے استبعاد قیامت کا شبہ بھی دور ہوا کہ جو نطفہ سے پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۴۳۳۔ج۔۳۰)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول اقویٰ ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۰۔ج۔۲۰۔)

﴿۹﴾ کیفیت بعث بعد الموت : کہ اس دن سب کی قلعی کھل جائے گی سب عقائد و اعمال سامنے ہوں گے حق پر تھا یا باطل پر تھا۔ ﴿۱۰﴾ نفی شفیع قہری : نہ تو اس کے پاس قوت مدافعت ہوگی اور نہ کوئی حمایتی۔

﴿۱۱،۱۲﴾ قدرت باری تعالیٰ کے نمونے۔ ﴿۱۳﴾ جواب قسم، صداقت قرآن : اِنَّهٗ : کی ضمیر کے بارے میں دو قول ہیں۔ ۱: قرآن یعنی قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۴۳۶۔ج۔۳۰۔ قرطبی۔ص۔۱۳۔ج۔۲۰) ۲۔ ضمیر راجع ہے ''اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ'' کی طرف معنی ہوگا لوٹانے کی بات فیصلہ کی بات ہے۔

(قرطبی۔ص۔۱۳۔ج۔۲۰)

﴿۱۴﴾ منکرین قرآن کی تردید : یہ محض دل لگی کی بات نہیں کہ جو قوی دلیل کی بنیاد پر نہ کہی گئی ہو یا شعراء کے مبالغوں کی طرح کوئی اصل نہ رکھتی ہو جس طرح یہ کفار کہتے ہیں کہ پیغمبروں کے جزا و سزا کے متعلق وعدے وعید چل رہے ہیں جیسے بچوں کو فرضی

ناموں سے ڈرایا جاتا ہے تاکہ وہ شرارت نہ کریں۔

﴿۱۵﴾ **کفار کی تدبیریں** : یہ لوگ قرآن کریم کو قول فصل نہیں مانتے ہیں ہزل سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کے خلاف مکر وسازش کرتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ **تدبیر خداوندی** : اور میں بھی ان کی ناکامی اور سزا کیلئے طرح طرح کی تدبیر کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آئے گی۔ ﴿۱۷﴾ **امہال مجرمین وتسلی خاتم الانبیاء** : اور جب میرا تدبیر کرنا سن لیا تو گھبرائیے نہیں اور ان کیلئے جلد عذاب کی خواہش نہ کیجئے بلکہ ان کو مہلت دیں ہم تھوڑے دنوں میں ان پر عذاب نازل کریں گے خواہ قبل الموت ہو یا بعد الموت۔

کفار کیلئے مہلت کی حکمت : اسلام کے ابتدائی دور اور آج تک کفار موجود ہیں ان کو مہلت دینے کی حکمت یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے جس کے جواب میں اسلام کی حقانیت اور صداقت کے دلائل اور براہین پیش کئے جائیں گے جو اسلام کی واضح حقانیت اور ترقی کا باعث ہوں گے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فوراً ہلاک کر دیتا مگر ہلاک نہیں کیا۔ واللہ اعلم

فائدہ : حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ اخیر کی قسم کے مضمون سے یہ مناسبت ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اس کو مالامال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیض یاب کرتی ہے۔

ختم شد سورۃ الطارق بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعلیٰ

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الاعلیٰ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۸۷۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۸۔ ویں سورۃ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔۱۹۔ آیات ہیں ۔جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے ۔(قرطبی ۔ص ۔۱۵۔ ج ۔۲۰۔ روح المعانی ۔ص ۔۴۴۸۔ ج ۔۳۰)

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کا نام اعلیٰ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا یہ نام آیا ہے۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ میں ذکر تھا کہ انسان کے نفس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگہبان مقرر ہیں اس سورۃ میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہیں اور آنحضرت ﷺ اس بات سے محفوظ ہیں کہ علوم غیب کی وحی فراموش کردیں۔

ربط۔ ❷ گزشتہ سورۃ میں انسان کی ابتدائی پیدائشی کیفیت کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں انسان کی تخلیق کی انتہاء کا ذکر ہے۔

نکتہ :اس نام ''اعلیٰ'' کی حقیقت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر کمال کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے خواہ کمال کی ابتدا ہو یا انتہا ہو اور ''اعلیٰ'' ان دونوں قسموں کو شامل ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ''اعلیٰ'' کا نام ذکر فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے عطاء کئے ہوئے کمالات میں بھی کمی نقصان واقع نہیں ہوگا ورنہ علو مرتبہ میں اس کی ابتداء یا انتہاء میں کمی لازم آئے گی اس کے شروع میں لانے میں آنحضرت ﷺ کیلئے تسلی ہوگی جو دل پر خطرہ گزر رہا تھا کہ علوم وحی بھول نہ جائیں وہ ختم ہوگیا کیونکہ اوپر معلوم ہوا ہے کہ ''اعلیٰ'' کے عطاء کردہ کمالات میں نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی۔ (تفسیر عزیزی)

موضوع سورۃ : ترغیب وتہدید۔

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلی سے توحید خداوندی، تسلی خاتم الانبیاء، فریقین کے نتائج ، ترقی علم کے اسباب فضیلت آخرت وغیرہ۔

قسم سورۃ : آنحضرت ﷺ عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

(ابن کثیر ۔ص ۔۸۲۶۔ ج ۔۸)

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۪ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۪ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْ

اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو بہت بلند ہے ﴿۱﴾ وہ اللہ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اسکو کمال اعتدال کے ساتھ برابر کیا ﴿۲﴾ اور وہ ذات جس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا پھر راہنمائی فرمائی ﴿۳﴾

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

اور وہ اللہ جس نے زمین سے چارہ نکالا ﴿۴﴾ پھر کر دیا اس کو خشک سیاہی مائل ﴿۵﴾ عنقریب ہم آپ کو اس طور پر پڑھا دیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں ﴿۶﴾ سوائے اس چیز کے کہ اللہ خود اسے بھلا دینا چاہے

الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ

بیشک وہ اللہ جانتا ہے ظاہر اور مخفی چیز کو ﴿۷﴾ اور ہم بتدریج آپ کو آسانی تک پہنچا دیں گے ﴿۸﴾ آپ نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ کرے ﴿۹﴾ وہی شخص جلدی نصیحت کرتا

مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ

ہے جو ڈرتا ہے ﴿۱۰﴾ اور اس نصیحت سے کنارہ کش رہے گا وہ جو بڑا بد بخت ہے ﴿۱۱﴾ وہ بد بخت جو بڑی آگ میں داخل ہوگا ﴿۱۲﴾ پھر وہ نہ مرے گا اس آتش دوزخ میں

فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ

اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا ﴿۱۳﴾ تحقیق کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے تزکیہ حاصل کر لیا ﴿۱۴﴾ اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر اس نے نماز بھی پڑھی ﴿۱۵﴾ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی

الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ع ۱۹ ۱۲

زندگی پر ترجیح دیتے ہو ﴿۱۶﴾ حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور دیرپا ہے ﴿۱۷﴾ بیشک یہ قرآنی پروگرام پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی ہے ﴿۱۸﴾ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ﴿۱۹﴾

خلاصہ رکوع : فریضہ خاتم الانبیاء، تصرف باری تعالیٰ، توحید خداوندی پر عقلی دلیل، تسلی خاتم الانبیاء۔ ۱۔ حصر التصرف باری تعالیٰ، وسعت علم باری تعالیٰ، تسلی خاتم الانبیاء۔ ۲۔ فریضہ خاتم الانبیاء سے ترغیب، مستفیدین من التبلیغ، تہدید اسباب کامیابی، ۱، ۲، سبب گمراہی، فضیلت آخرت، فضیلت آخرت پر دلیل نقلی۔ ماخذ آیات ۱ تا ۱۹+

﴿۱﴾ **فرائض خاتم الانبیاء۔** ❶ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جعلوها فی سجودکم" "اس کو اپنے سجدوں میں رکھو اس لئے سجدہ کی حالت میں 'سبحان ربی الاعلیٰ' کہا جاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۲﴾ **خالقیت وتصرف باری تعالیٰ۔** ❶۔ ﴿۳﴾ **تصرف باری تعالیٰ۔** ❷ مطلب یہ ہے کہ تیرا پروردگار وہ ذات ہے کہ جس نے ہر ایک کیلئے ایک کمال کا اندازہ مقرر کیا ہے پھر اس کمال کو حاصل کرنے کیلئے راہنمائی کی ہے یہاں تک کہ بچہ کو اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلنے کے راستے کا الہام فرماتا ہے پھر پیٹ سے نکلنے کے ساتھ ہی رونے اور دودھ پینے کا الہام ہوتا ہے یہ سب تصرف باری تعالیٰ ہے۔

تقدیر و ہدایت کا فلسفہ

حکماء نے کہا ہے کہ ہر مزاج کے اندر ایک خاص قوت کی استعداد ہے اور قوت ایک معین کام کے قابل ہوتی ہے اور تقدیر اسی کا نام ہے جسم کے اجزا کو اس طرح جوڑا جائے کہ وہ جسم ایک قوت قبول کرنے پر مستعد ہو جائے اور ہدایت نام ہے اس قوت کے فیض دینے کا تا کہ اس کا مصدر ومنبع معین ہو جائے اور ان دونوں تصرفوں (تقدیر ہدایت) سے مصالح عالم کا انتظام ہوتا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۴﴾ **توحید خداوندی پر عقلی دلیل** : اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے چارہ نکالا ہے جسے جانور چرتے ہیں خواہ وہ گھاس ہو یا پھول ہوں یہ مختلف چیزیں انسانوں وحیوانوں کی غذا ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہ سب چیزیں توحید خداوندی پر دال ہیں۔

﴿۶﴾ **تسلی خاتم الانبیاء** : مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کی ایسی تعلیم دیں گے جو طبعی تقاضوں کو پورا کرے گی اس کے اصول وضوابط اور قانون غرض ہر چیز آپ کو ذہن نشین کرا دیں گے ایک دفعہ یاد کرنے کے بعد پھر بھولنے کا سوال پیدا نہیں ہوگا ہاں اگر ہم کسی چیز کی منسوخی چاہیں گے تو اسے بھلا دیں گے ارشاد باری ہے "مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ" جب ہم کسی چیز کو منسوخ کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر چیز لے آتے ہیں۔

﴿۷﴾ **اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** ...الخ مگر جو چاہے اللہ علوم غیب میں سے جو بھی آپ کی استعداد کے لائق ہے اور میثاق کے دن جو کہ استعدادوں کی تقسیم کا وقت تھا اس وقت جو بھی آپ کے حصہ میں استعداد آئی اس میں سے آپ کچھ بھی نہیں بھولیں گے مگر جو

بھولیں گے وہ حکمت خداوندی پر مبنی ہوگا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔
إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ ...الخ وسعت علم باری تعالیٰ : مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان کمالات کو بھی جانتا ہے جو آپ میں بالکل ظاہر جلوہ گر ہیں کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انہیں دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ان کمالات سے بھی باخبر ہے جو ابھی آپ کے استعداد کی تہہ میں پوشیدہ ہیں اور اپنے وقت پر مصلحت کے مطابق وہ بھی جلوہ افروز ہوں گے۔
﴿۸﴾ تسلی خاتم الانبیاء :"للیسریٰ" سے کیا مراد ہے؟ اس کی مختلف تفسیریں ہیں۔ ❶۔ مراد شریعت ہے کہ یہ شریعت سابقہ شریعتوں سے آسان ہے معنی یہ ہوگا کہ ہم آسان کردیں گے آپ کے لیے شریعت پر چلنے کو۔ (از ضحاک)۔
❷۔ مراد وحی ہے یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت، عبادت، ملک وملت کی سیاست کے طریقے آسان ہوجائیں گے اور کامیابی کے راستے سے تمام مشکلات ہٹادی جائیں گی۔ ❸۔ مراد جنت ہے جنت اس لئے آسان ہے کہ اس میں کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا معنی یہ ہے کہ ہم تیرے لئے آسان کردیں گے جنت کے حاصل کرنے کو۔ (از ابن مسعودؓ قرطبی ۔ص۔۲۱۔ج۔۲۰)

حضرت تھانویؒ نے پہلی تفسیر کو اختیار کیا ہے یعنی اس شریعت کو سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہوجائے گی اور مزاحمتوں کو دفع کردیں گے مقصد یہ ہے کہ وحی کی ہربات کو ہم آسان کردیں گے۔
﴿۹﴾ فرائض خاتم الانبیاء ﷺ : مطلق نصیحت فائدہ سے خالی نہیں ناصح کیلئے اجر وثواب یقینی ہے اور جس کو نصیحت کی جاتی ہے نامعلوم کونسی گھڑی اور کون سا کلمہ اس کو سنوار دے صاحب کمالین نے فرمایا۔"إِنْ نَّفَعَتِ ...الخ میں "ان" بمعنی قد" ہے۔ (کمالین۔ص۔۴۴۰۔ج۔۷)
﴿۱۰﴾ مستفیدین من التبلیغ۔ وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا) سے ڈرتا ہے۔ ﴿۱۱﴾ تہدید : اس سے مراد وہ شخص ہے جو خوف خدا نہیں رکھتا وہ نہایت ہی بدبخت ہے۔ ﴿۱۲﴾ نتیجہ بدبخت : حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "نار کبریٰ" جہنم کی آگ ہے اور "نار صغریٰ" دنیا کی آگ ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۱۔ج۔۲۰)
﴿۱۳﴾ دوزخیوں کی کیفیت : لامحدود زمانہ تک جلنے کے باوجود یہ دوزخ میں مریں گے نہیں۔
﴿۱۴﴾ اسباب کامیابی : حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں خلاصہ اول سورۃ سے یہاں تک کا یہ ہوا کہ آپ اپنی بھی تکمیل کیجئے اور دوسروں کی بھی اس کی تبلیغ کیجئے کہ ہم آپ کے معاون ہیں اور فی نفسہ وہ ضروری چیز بھی ہے آگے "سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى" کی تفصیل ہے کہ بامراد ہوا جو شخص قرآن سن کر خبائث عقائد واخلاق سے پاک ہوگیا۔ پاکی کے مختلف درجات ہیں۔
❶۔ دل کو کفر وشرک سے پاک کرنا۔ ❷۔ بدن کو ظاہری نجاست سے پاک کرنا۔ ❸۔ بدن کو زوائد سے پاک کرنا مثلاً زیر ناف بال صاف کرنا وغیرہ۔ ❹۔ مال کو صدقات زکوٰۃ کے ذریعے پاک صاف کرنا۔ واللہ اعلم
﴿۱۵﴾ مطلب آیت کا یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے کمال طہارت کے بعد اپنے مالک کا نام لیا تکبیر تحریمہ میں۔ مولوی محمد یعقوب چرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ذکر لسانی ذکر قلبی وغیرہ ہے۔ "ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ" سے عید کی تکبیریں مراد ہیں۔ اور "فصلّٰی" سے مراد نماز عیدین ہے۔ (قرطبی۔ص۔۲۳۔ج۔۲۰)
نیز اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے نزدیک راجح یہ ہے کہ تزکی سے مراد طہارت ظاہری وباطنی ہے اور وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ سے تکبیر تحریمہ مراد ہے اور فَصَلّٰى سے نماز۔

استخراج مسائل: احناف رحمۃ اللہ علیہم نے اس آیت سے دو مسئلوں پر استدلال کیا ہے۔ ایک یہ کہ تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا فرض نہیں بلکہ ہر وہ کلمہ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرے، تکبیر تحریمہ میں جائز ہے بشرطیکہ اپنی غرض و حاجت پر مبنی دعا نہ ہو۔ اگرچہ اللہ اکبر کے الفاظ احادیث کثیرہ میں وارد ہیں۔ اس بناء پر اللہ اکبر کہنا جائز ہوگا۔ وجہ استدلال بالکل واضح ہے کہ آیت میں تحریمہ کے لیے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ کے الفاظ ہیں جو عام ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ نماز کے لیے شرط ہے رکن نہیں کیونکہ فصلی کا عطف، ذکر اسم ربہ پر ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے۔ لہٰذا تحریمہ (وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ) اور نماز (فَصَلّٰى) میں مغائرت ہوئی۔

(افادہ شیخنا العثمانی فی موضح القرآن)

بعض علماء نے فرمایا کہ آیت میں تَزَكّٰى ''زکوٰۃ'' سے ہے اور اس سے صدقۃ الفطر مراد ہے۔ جب کہ ذکر اسم ربہ سے تکبیرات عیدین مراد ہے اور فصلی سے نماز عید مراد ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عید کے روز پہلے صدقۃ الفطر کی ادائیگی، پھر تکبیر اور پھر نماز کی ادائیگی کی جائے گی۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت یہی ہے کہ ہم صدقۃ الفطر نماز سے قبل نکال دیں۔ مسند بزار میں عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر کی نماز عید سے قبل ادائیگی کا حکم فرماتے تھے اور یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔

﴿۱۶﴾ سبب گمراہی: مطلب یہ ہے کہ تم قرآن سن کر نہیں مانتے اور آخرت کی تیاری نہیں کرتے بلکہ دنیاوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔ ﴿۱۷﴾ فضیلت آخرت۔ ﴿۱۸﴾ فضیلت آخرت پر نقلی دلیل: آخرت کے مضمون کے متعلق صرف قرآن کریم کا دعویٰ نہیں۔ ﴿۱۹﴾ بلکہ یہ مضمون حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحائف میں بھی موجود ہے اور قرآن کریم کے ذریعے سے زیادہ مؤکد ہوا ہے۔

ختم شد سورۃ الاعلیٰ بفضلہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الغاشیہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۸۸۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۶۸۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۲۶۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ ''غاشیہ'' قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ ''غاشیہ'' کا مفہوم چھپائے جانے والی۔ سب کو ڈھانپ لینے والی یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہ بچ سکے گا تو اس لفظ ''غاشیہ'' کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام یہ رکھدیا گیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں دو گروہوں کا ذکر تھا مستفیدین اور غیر مستفیدین اس سورۃ میں ان کی جزاء عمل کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : فریقین کے نتائج، فرائض خاتم الانبیاء۔

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلی سے توحید خداوندی، مبلغ کے اوصاف، تذکیر بما بعد الموت، تسلی خاتم الانبیاء، تخویف مشرکین۔ وغیرہ

فضیلت سورۃ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (ابن کثیر۔ ص۔ ۵۳۲۔ ج۔ ۸)

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤

کیا آپ کے پاس ڈھانپ لینے والی چیز قیامت کی بات نہیں پہنچی ﴿۱﴾ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہونگے ﴿۲﴾ بڑی محنت ریاضت کرنے والے تھکے ہونگے ﴿۳﴾ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے ﴿۴﴾

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧

انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا ﴿۵﴾ ان کیلئے کھانا نہیں ہوگا مگر کانٹے دار جھاڑ ﴿۶﴾ نہ تو وہ جسم کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے بچائے گا ﴿۷﴾

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١

بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے ﴿۸﴾ وہ اپنی کوششوں پر خوش ہونگے ﴿۹﴾ اونچے درجے کی بہشت میں ﴿۱۰﴾ تم وہاں کسی قسم کی لغو بات نہیں سنو گے ﴿۱۱﴾

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥

اس میں بہنے والے چشمے ہونگے ﴿۱۲﴾ اس میں اونچے تخت ہونگے ﴿۱۳﴾ اور آبخورے قرینے سے رکھے ہونگے ﴿۱۴﴾ اور تکیے صف بہ صف لگے ہونگے ﴿۱۵﴾

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨

اور نہایت عمدہ قسم کے قالین جگہ جگہ پھیلائے ہونگے ﴿۱۶﴾ کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں ﴿۱۷﴾ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسا بلند کیا گیا ہے ﴿۱۸﴾

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾

اور پہاڑوں کی طرف کہ انہیں کس طرح نصب کیا گیا ہے ﴿۱۹﴾ اور زمین کی طرف کہ اسے کس طرح بچھایا گیا ہے ﴿۲۰﴾ پس آپ انکو نصیحت کریں بیشک آپ نصیحت کرنیوالے ہیں ﴿۲۱﴾

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾

آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں ﴿۲۲﴾ مگر جس نے روگردانی کی اور کفر کا راستہ اختیار کیا ﴿۲۳﴾ پس اللہ اس کو بڑی سزا دے گا ﴿۲۴﴾

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع ۱ ۲۶ ۱۳

بیشک ان لوگوں نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ﴿۲۵﴾ پھر ان لوگوں کا حساب کتاب لینا بھی ہمارے ذمے ہے ﴿۲۶﴾

خلاصہ رکوع : تذکیر بمابعد الموت، نتائج مجرمین، سخت مجاہدے کا بیکار ہونے کا بیان، مجرمین کا دار الاقامہ، مجرمین کے پانی کی تشریح، مجرمین کی خوراک، نتائج متقین، متقین کا دار الاقامہ، فضیلت جنت، متقین کے پانی کی تشریح، متقین کی سرفرازی، قدرت باری تعالیٰ کے ۴ نمونے توحید خداوندی پر عقلی دلائل اور مبلغ کے اوصاف، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، تذکیر بمابعد الموت، محاسبہ اعمال۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۶ +

﴿۱﴾ **تذکیر بمابعد الموت** اس آیت میں "ھل" بمعنیٰ "قد" کے ہے اور "غاشیہ" سے مراد قیامت ہے۔
(ابن کثیر۔ص۔ ۸۳۲۔ج۔۸)

قیامت کو غاشیہ کہنے کہ وجہ : قیامت کا حادثہ ایسا ہولناک ہوگا کہ بہت سی چیزوں کو اپنے اندر چھپالے گا
❶ سب سے پہلے تو انسان کے ہوش وحواس کو چھپادے گا۔ ❷ انسان کے بدن کو عذاب چاروں طرف سے چھپادے گا۔ ❸ یہ حادثہ قیامت کے دن کافر کے نیک اعمال چھپادے گا کہ اس کے تمام نیک اعمال حبط واکارت چلے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو چھپادے گا یعنی معاف کردیئے جائیں گے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۲﴾ **نتائج مجرمین :** کتنے چہرے اس دن ذلیل ہونے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ ذلت خواری کے آثار چہروں پر ظاہر ہونگے یہ وہ چہرے ہونگے جنہوں نے کبھی دین اسلام کیلئے رنج ومشقت برداشت نہیں کی ہمیشہ اپنی تن پروری اور ظاہری آسائش میں مگن رہے۔

﴿۳﴾ **عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ : سخت مجاہدے کا بیکار ہونے کا بیان :** اس آیت کے زمرے میں تمام مذاہب باطلہ کے لوگ داخل ہیں جو اللہ کے لئے سخت ترین مجاہدات اور مشقت کے اعمال کرتے ہیں اور ان کے چہرے تھکے ماندے ہوں گے وقت کے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے سفر کے دوران ایک گرجے کے قریب سے گزرے آپ نے اس گرجے کے پادری کو آواز دے کر باہر بلایا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پادری کو دیکھا تو رونے لگے تو لوگوں نے رونے کہ وجہ پوچھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس پادری کو دیکھ کر مجھے قرآن کریم کی یہ آیت یاد آئی۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ :...الخ یعنی اس دن بڑی محنت اور ریاضت کرنے والے لوگ ہوں گے مگر جہنم میں جائیں گے ان کے چہروں سے ظاہر ہوگا کہ بڑے عبادت گزار اور ریاضت کرنے والے اور بڑے چلہ کشی کرنے والے تھے مگر فکر صحیح نہ تھی ایمان کی دولت سے محروم تھے جس کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ (ابن کثیر۔ص۔ ۸۳۳۔ج۔۸)

﴿۴﴾ مجرمین کا دار لا قامہ۔ ﴿۵﴾ مجرمین کے پانی کی تشریح : اس چشمہ کا پانی پئیں گے ہیں ان کے ہونٹ کباب بن جائیں گے اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی پھر فوراً درست ہو جائے گی الغرض یہ سلسلہ چلتا رہے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

﴿۶﴾ مجرمین کی خوراک۔ ''ضَرِیع'' ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مردار سے بڑھ کر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔ (تفسیر عثمانی)

﴿۷﴾ ضریع کی غذا سے کیفیت۔ ﴿۸﴾ نتائج متقین۔ ﴿۱۰﴾ متقین کا دار الاقامہ۔

﴿۱۱﴾ فضیلت جنت۔ ﴿۱۲﴾ متقین کے پانی کی تشریح : وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

﴿۱۳ تا ۱۶﴾ متقین کی سرفرازی۔

﴿۱۷﴾ توحید خداوندی کے عقلی دلائل قدرت خداوندی کے چار نمونے اور مبلغ کے چار اوصاف ❶ اگر ان دلائل کو سامنے رکھ دیا جائے تو قیامت کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اسی طرح انسان کو بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جب ان اشیاء پر کوئی تعجب نہیں کیا جاتا تو پھر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے کیونکہ قرآن کریم کے اولین مخاطبین عرب ہیں اور ان چار چیزوں کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے عرب اونٹ کو بطور سواری اور اس کی اون کو بطور کپڑا اس کا گوشت بطور غذا استعمال کرتے تھے عرب کے لق و دق (چٹیل میدان) صحراء میں اونٹ دور دراز کے سفر میں کام دیتا تھا۔

خصوصیات اونٹ : حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ اس جانور میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات رکھی ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں کہ یہ جانور بہت بڑا صابر ہوتا ہے بھوک پیاس کافی عرصہ تک برداشت کر سکتا ہے پانی نہ ملے تو دس دن تک پرواہ نہیں کرتا اور وفادار اس قدر ہے کہ چھوٹا سا بچہ بھی نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جا سکتا ہے اور چلتے وقت اکثر اپنا رخ قبلہ کیطرف رکھتا ہے خوراک کے معاملہ میں بالکل سادہ ہے ہر قسم کی کانٹے دار جھاڑیاں کھالیتا ہے اور اگر اس کا مثانہ نکال کر کسی عاشق کے ہاتھ پر باندھ دیا جائے تو اس کا عشق زائل ہو جاتا ہے۔ صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں اگر کسی کو محنت جفاکش اور سادگی سیکھنی ہو تو اونٹ سے سیکھے۔ (تفسیر حسینی فارسی۔ ۹۴۸) اور یہی صفت دین کے مبلغ اور داعی کی ہونی چاہیئے وہ اونٹ سے صبر کرنا سیکھے۔

﴿۱۸﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ۔ ❷ کیا ان لوگوں نے کبھی آسمان کی طرف غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیسا بلند کیا کہ اتنی بڑی وضع کہ آسمان کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا جب تک اس کے نظام کو قائم رکھنا منظور ہے اس وقت تک قائم رہے گا نہ کبھی اس کی چھت کا پلستر خراب ہوتا ہے اور نہ رنگ زائل ہوتا ہے۔

﴿۱۹﴾ وَاِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ۔ ❸ کیا انہوں نے کبھی پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھا کہ انہیں کسی طرح زمین میں گاڑھ دیا کہ ان میں جنبش تک نہیں۔

﴿۲۰﴾ وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ۔ ❹ یہ لوگ زمین کو ہی دیکھ لیں کہ اسے کس طرح بچھا دیا گیا ہے کہ انسان کی تمام ترضروریات زمین سے پیدا ہوتی ہیں زمین اس قدر عاجز ہے کہ لوگ اسے ٹھوکریں مارتے ہیں اسے کھودتے ہیں اس پر چلتے ہیں کاروبار کرتے ہیں مگر اس میں اس قدر انکساری ہے کہ ہر زحمت برداشت کرتی ہے مگر کبھی کسی کے خلاف شکایت نہیں کرتی لہٰذا اگر کسی کو عاجزی وانکساری سیکھنی ہو تو وہ زمین سے سیکھے۔

اس میں ایک قول کے مطابق اہل ہیئت کے اس قول کا رد ہے کہ :زمین کرہ ہے سطح نہیں، جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

﴿۲۱﴾ فَذَكِّرْ ۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ :فرائض خاتم الانبیاء : کسی غیر مسلم نے کہا ہے کہ قرآن کا مصنف بڑا جاہل ہے (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) وہ کہتا ہے کہ ''فَذَكِّرْ'' آپ نصیحت کریں بیشک آپ نصیحت کرنے والے ہیں اور اونٹ کا ''مذکر'' سے کیا تعلق پہاڑوں اور زمین کا مُذَكِّرٌ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ لیکن اس نادان نے سمجھا ہی نہیں ''مذکر'' کے ساتھ ان کا گہرا جوڑ اور تعلق ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ سب جانوروں میں جفاکش جانور اونٹ ہے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ ''مذکر'' کو جفاکشی میں اونٹ کی طرح ہونا چاہیے اور ''مذکر'' کو اپنے اخلاق کے اعتبار سے ایسا بلند ہونا چاہیے جیسے آسمان بلند ہے اور ''مذکر'' کو عقیدے میں ایسا پختہ ہونا چاہیے جیسے پہاڑ اور ''مذکر'' کو عاجزی اور انکساری میں بالکل ایسا ہونا چاہیے جیسے زمین ہے تو ان چیزوں کا مذکر کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا اس کا اعتراض بے جا ہے۔

﴿۲۲﴾ تسلی خاتم الانبیاء :تو آپ ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیں بلکہ صرف نصیحت کریں۔ ﴿۲۵﴾ تذکیر بما بعد الموت۔ ﴿۲۶﴾ محاسبہ اعمال : ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے آپ زیادہ غم میں نہ پڑیں موت کے بعد عالم برزخ کی ایک طویل مدت کے بعد محاسبہ اعمال پیش آئے گا اس لئے ''ثُمَّ'' اس کے شروع میں لے آئے جو تراخی اور مہلت پر دلالت کرتا ہے۔

ختم شد سورۃ الغاشیہ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفجر

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الفجر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔۸۹۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔۱۰۔ویں سورۃ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔۳۰۔آیات ہیں۔یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : "اَلْفَجْرِ" صبح کی روشنی پھوٹنے کو کہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم کھائی ہے اسی مناسبت سے یہی نام بطور علامت رکھ دیا گیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ کے آخر میں ایمان سے اعراض کرنے والوں کا ذکر تھا۔ کما قال تعالیٰ۔ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ :اب آگے حق سے اعراض کرنے والوں کا ذکر ہے یعنی قوم عاد و ثمود فرعون وغیرہ کا۔

موضوع سورۃ : ① حب مال کی اہانت۔ ② اعمال کی جزاو سزا دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اور مصائب دنیوی عام طور پر بد اعمال کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ : اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی تاکیدی قسمیں کھا کر اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ انسان کی کس طرح نگرانی کرتا ہے اور پھر مجرموں کو سزا دیتا ہے سورۃ کے درمیانی حصہ میں انسان کی رسوائی کے اسباب اور اصول کامیابی بیان فرمائے ہیں اور سورۃ کے آخری حصہ میں قیامت کا محاسبہ کا ذکر ہے۔

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥

قسم ہے فجر کی ﴿۱﴾ اور قسم ہے دس راتوں کی ﴿۲﴾ اور قسم ہے جفت اور طاق کی ﴿۳﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ چلتی ہے ﴿۴﴾ کیا اس میں قسم ہے عقلمندوں کیلئے ﴿۵﴾ کیا

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨

آپ نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے کیا سلوک کیا قوم عاد کے ساتھ ﴿۶﴾ عاد ارم (جو لمبے لمبے) ستونوں والے تھے ﴿۷﴾ وہ کہ نہیں پیدا کیا گیا ان کی مثل شہروں میں ﴿۸﴾ اور کیا

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١

تم نے قوم ثمود کو نہیں دیکھا جنہوں نے وادی قریٰ میں پتھروں کو تراش تراش کر عمارتیں بنائیں ﴿۹﴾ اور کیا آپ نے میخوں والے فرعون کو نہیں دیکھا ﴿۱۰﴾ یہ سب جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی ﴿۱۱﴾

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤

اور انمیں بہت زیادہ فساد برپا کیا ﴿۱۲﴾ تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا ﴿۱۳﴾ پس تیرا رب گھات میں لگا ہوا ہے ﴿۱۴﴾

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝١٥ وَاَمَّآ

بہر حال انسان کہ اس کا رب اسے آزماتا ہے اور اسکو عزت دیتا ہے اور اسکو نعمت بخشتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے میری عزت کی ﴿۱۵﴾ اور بہر حال انسان کہ

اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝١٦ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝١٧

جب اس کا رب اسے آزماتا ہے اور اس پر اسکی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ﴿۱۶﴾ ایسا ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ﴿۱۷﴾

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝١٨ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝١٩ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝٢٠

اور مسکین کیلئے کھانا مہیا کرنے کی طرف کسی کو ترغیب نہیں دلاتے ﴿۱۸﴾ اور تم وراثت کو سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو ﴿۱۹﴾ اور تم مال سے جی بھر کر محبت کرتے ہو ﴿۲۰﴾

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝٢٢ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ

خبردار جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا ﴿۲۱﴾ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے ﴿۲۲﴾ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا

بِجَهَنَّمَ ڏ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝٢٣ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝٢٤

اس دن انسان یاد کرے گا اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا ﴿۲۳﴾ کہے گا کاش میں نے اپنی اس زندگی کیلئے آگے کچھ بھیجا ہوتا ﴿۲۴﴾

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝٢٥ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝٢٦ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝٢٧

پس اس دن نہیں سزا دیگا اس جیسی سزا کوئی ﴿۲۵﴾ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا جکڑنا کوئی ﴿۲۶﴾ ارشاد ہوگا اے اطمینان والے نفس ﴿۲۷﴾

ع ۱ ۳ ۱۴ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝٢٨ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝٢٩ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝٣٠

اپنے رب کی طرف جاؤ اس حالت میں کہ خود بھی خوش ہو گئے اور خوش کئے ہوئے ﴿۲۸﴾ پس میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ ﴿۲۹﴾ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ ﴿۳۰﴾

خلاصہ رکوع : اوقات قبولیت دعا، غافل انسان کیلئے غور فکر کی دعوت، تذکیر بایام اللہ، تشریح عاد، قوم عاد کا زور وقوت، قوم ثمود کی قوت، فرعون کا زور وقوت، امم سابقہ کی صفت مشترکہ، نتیجہ مخالفین انبیاء، تسلی خاتم الانبیاء، امتحان خداوندی، شکوہ کفار، دوسرا امتحان خداوندی شکوہ کفار، اسباب رسوائی، ۱، ۲، ۳، ۴، قیامت کے دن کیفیت زمین، کیفیت حساب، جہنم کی آمد، قیامت کے دن نصیحت کے غیر مفید ہونے کا بیان، مجرمین کی تمنا، شدت عذاب خداوندی، نتائج متقین، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵۔ ماخذ آیات۔ ا تا ۳۰+

﴿۱﴾ وَالْفَجْرِ :اوقات قبولیت دعا ۔ ❶ اس سے مطلق فجر مراد ہے جو روزانہ طلوع ہوتی ہے۔

(روح المعانی۔ص۔۴۶۶۔ج۔۳۰۔ابن کثیر۔ص۔۸۳۷۔ج۔۸)

❷ یکم محرم کی تاریخ مراد ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے۔ ❸ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ مراد ہے۔

(مظہری۔ص۔۲۵۳۔ج۔۱۰)

﴿۲﴾ دس راتوں کی قسم کھاتا ہوں جو بہت عظمت والی اور متبرک ہیں جنکا سال بھر لوگ انتظار کرتے ہیں اور اپنے کام ان کے آنے تک موقوف رکھتے ہیں۔

دس راتوں کی تفصیل

اس میں مختلف تفسیریں ہیں۔ ① ذی الحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ ② رمضان المبارک کا پہلا عشرہ مراد ہے۔
③ رمضان المبارک کا آخری عشرہ مراد ہے۔ ④ محرم کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ (تفسیر مظہری۔ص۔۲۵۳۔ج۔۱۰)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں باقی تمام قسموں کو معرف باللام ذکر فرمایا ہے صرف "لَیَالٍ عَشْرٍ" کو نکرہ ذکر فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دس راتوں کی تعظیم کا سبب مخفی تھا اس لئے ان کو نکرہ لائے تا کہ تنکیر ان کی تعظیم پر دلالت کرے بخلاف دوسری قسموں کے کہ ان کی وجہ عظمت ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ :اس سے محرم الحرام کی پہلی فجر مراد ہے جو سال کی پہلی فجر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن ہجری کی ابتداء جو محرم الحرام سے کی نہ کہ ہجرت کے مہینہ ربیع الاول سے، تو اس کی حکمت بھی یہی ہے (قالہ الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۳﴾ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔ ❶ "شفع" سے مراد مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا بنایا ہے اور "وتر" سے مراد خالق ہے وہ اکیلا وحدہ لاشریک ہے۔ ❷ "جفت" سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور "طاق" سے مراد نویں تاریخ ہے کذا فی الحدیث اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سے نماز مراد ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں کسی کی جفت اور پہلی حدیث کو روایت اصح کہا گیا ہے۔ (کذا فی الروح المعانی بحوالہ بیان القرآن۔ص۔۹۶۔ج۔۱۲)

﴿۴﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ :اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ "یسر" میں "ھو" ضمیر راجع بسوئے "اللیل" ہے اور معنی ہو گا قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اس سے مراد رات کا آخری حصہ ہے۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ "یسر" کی ضمیر راجع بسوئے آنحضرت ﷺ کے ہے معنی ہو گا قسم ہے اس رات کی جس میں آپ ﷺ چلے اس سے مراد شب معراج ہو سکتی ہے۔

﴿۵﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ :غافل انسان کیلئے غور وفکر کی دعوت : مذکورہ پانچوں چیزوں کی قسمیں کھانے کے بعد اللہ ایک خاص انداز میں انسان کو غور وفکر سوچنے سمجھنے کی دعوت دے رہے ہیں "ھل" استفہام تقریری کیلئے ہے "قسم" پر تنوین تعظیم کی ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کی جو عظیم الشان ہیں قسم کھائی گئی ہے کیا یہ عقلمند کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ یقیناً کافی ہے کیونکہ قسمیں کھانے والی ذات کی عظمت اور جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ان کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کیساتھ جو مضمون ثابت کیا گیا ہے وہ یقینی طور پر ثابت و صادق ہے وہ ہے انسان کیلئے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا ہونا اور قیامت کا واقع ہونا۔

﴿۶﴾ تذکیر بایام اللہ۔ ﴿۷﴾ تشریح عاد : اختصار کے مدنظر قوم "عاد" کو "عاد ارم" کہتے ہیں اور قوم ثمود کو عاد ثانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ "ذَاتِ الْعِمَادِ" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ❶ یہ لوگ ستونوں جیسے قد آور تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں جس مقام پر ہلاک کیا جیسے کھجور کے اکھاڑے ہوئے تنے ہوتے ہیں ایسے ہی پڑے ہوئے تھے۔ ❷ یہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بناتے تھے۔

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :اس میں اونچی عمارتوں اور پختہ و مضبوط تعمیرات سے تحذیر کی گئی ہے اور ایسے اعمال کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے جو دار آخرت کی تعمیر و ترقی کے لیے مفید ہوں۔ علامات قیامت میں سے تطاول بنیان یعنی اونچی عمارتوں کی تعمیر کو بھی علامت قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی بنیادیں پیش کی گئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''عریش کعریش موسیٰ''۔آج ہماری عمارتیں اونچی اور مساجد مزین ہیں لیکن ہمارے دل اور اجسام روح ایمانی سے خالی ہیں۔(احکام القرآن۔ابن العربی۔ج۔۴۔ص۔۲۹۹)

﴿۸﴾ قوم عاد کا زور وقوت۔﴿۹﴾ قوم ثمود کی قوت : یہ لوگ پتھروں کو تراش کر مکانات بنایا کرتے تھے۔''وادی القریٰ'' ان کے شہروں میں ایک شہر کا نام ہے جیسا کہ ایک نام حجر ہے اور یہ سب حجاز اور شام کے درمیان میں ہیں اور سب میں ثمود رہتے تھے۔ (کذافی البعض التفاسیر بحوالہ بیان القرآن۔ص۔۹۷۔ج۔۱۲)

﴿۱۰﴾ فرعون کا زور وقوت۔﴿۱۱﴾ امم سابقہ کی صفت مشترکہ۔ ① انہوں نے شہروں میں سرکشی کی شہروں کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ اکثر امن امان یہیں ہوتا ہے اور ہر طرح کے لوگ یہاں آباد ہوتے ہیں مگر یہ ایسے ظالم لوگ تھے کہ اپنے ہی شہروں اور لشکروں میں ظلم وستم کیا کرتے تھے۔﴿۱۲﴾۔ ② مال وجان کے علاوہ دین وعقیدے میں بھی خرابی پیدا کرتے تھے۔

﴿۱۳﴾ نتیجہ مخالفین انبیاء۔

﴿۱۴﴾ تسلی خاتم الانبیاء : آپ کا پروردگار ان نافرمانوں کے گھات میں ہے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا ہے اور موجودین کو عذاب دینے والا ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ موجودہ لوگ عبرت پکڑیں تاکہ عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔

﴿۱۵﴾ امتحان خداوندی۔ ❶ فَيَقُوْلُ ...الخ کیفیت کافر : بطور فخر اور اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اس کا لائق تھا اور اس کے ہاں مقبول ہوں کہ اس نے مجھے ان نعمتوں سے نوازا ہے۔

﴿۱۶﴾ امتحان۔ ❷ شکوہ کفار : جب اللہ تعالیٰ اس کو صبر اور رضا کیلئے آزماتا ہے تو یہ شکایت کے طور پر کہتا ہے کہ آج کل مجھے باوجود استحقاق اکرام کے نظر سے گرا رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ کافر دنیا کو اپنے لئے مقصود بالذات سمجھتا ہے اور مقبول ہونے کی علامت بتاتا ہے اور دنیوی عزت وجاہ نہ ملنے کو مردود ہونے کی علامت سمجھتا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں موجب عذاب ہیں۔

﴿۱۷﴾ ''كَلَّا'' گزشتہ بات پر تنبیہ۔مطلب یہ ہے کہ نہ دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ اس کا ملنا مقبول ہونے کی دلیل ہے اور نہ کوئی کسی اکرام کا مستحق ہے اور نہ کوئی صبر ورضا کے وجوب سے مستثنیٰ ہے۔ بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ : ...الخ اسباب رسوائی۔ ① ﴿۱۸﴾۔ ② ﴿۱۹﴾۔ ③ اس میں ناجائز طریقہ سے مال کو جمع کرنے کی مذمت ہے (کذافی الاکلیل)

﴿۲۰﴾۔ ④ ﴿۲۱﴾ گزشتہ افعال کے غیر موجب للعذاب سمجھنے پر تنبیہ ''كَلَّا'' ہرگز ایسا نہیں جیسا تم سمجھے ہو کہ ان اعمال پر عذاب نہ ہوگا بلکہ ضرور ہوگا۔ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ : قیامت کے دن کیفیت زمین۔﴿۲۲﴾ کیفیت حساب۔

﴿۲۳﴾ مجرمین کی تمنا۔﴿۲۵﴾ شدت عذاب خداوندی۔

﴿۲۷﴾ نتائج متقین۔ ① نفس کی تیسری قسم مطمئنہ۔حدیث شریف میں نفس مطمئنہ کی تفسیر :التی تؤمن بلقائه و ترضٰی بقضائه و تقنع بعطائه سے کی گئی ہے۔(اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ)

﴿۲۸﴾ نتیجہ۔ ②۔

﴿۲۹﴾ نتیجہ۔ ③ ۔فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ :اس کا ایک معنی یہ ہے کہ میرے نیک بندوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ ''فی'' بمعنی ''مع'' کے ہے یعنی میرے بندوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ

خطاب قیامت کے دن کا معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ مرنے کے وقت مؤمن سے کہا جاتا ہے اس کی یہاں تخصیص نہیں ہے اور شروع سورۃ کی قسموں سے مناسبت بھی یہی ہے اس سے روز قیامت مراد ہے۔ واللہ اعلم

ختم شد سورۃ الفجر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البلد

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ البلد ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود لفظ ''البلد'' سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۹۰۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۳۵۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۲۰ آیات ہیں۔ یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکی زندگی میں نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۴۸۸۔ج۔تفسیر کبیر۔ص۔۱۸۰۔ج۔۲۰)

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ کے شروع میں شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھائی گئی ہے اور لغت میں ''بلد'' شہر کو کہتے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ البلد رکھا گیا۔

ربط آیات۔۔ ① گزشتہ سورۃ میں یتیم کی عزت وحرمت کرنے کی تاکید مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب اور مال کی محبت کی مذمت بیان کی گئی تھی یہی مضمون اس سورۃ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ② گزشتہ سورۃ میں تذکیر بایام اللہ کے ضمن میں جابر و سرکش کافروں کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرنا بیان ہوا ہے اس سورۃ میں ایسے کافروں کی سرزنش کی گئی ہے۔

موضوع سورۃ ۔ ① طریق انتفاع بالاموال۔ ② انسان کے مکلف ہونے کا بیان تا کہ وہ قانون الٰہی کی پابندی کرے جس کے نتیجہ میں اس کو ترقی حاصل ہو۔

خلاصہ سورۃ : فضائل خاتم الانبیاء، فضائل بیت اللہ، انسان کے مکلف ہونے کا بیان، مشرکین کی شکایات، تذکیر بالآء اللہ، توحید خداوندی پر عقلی دلائل۔

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی ﴿۱﴾ اور آپ اس شہر میں اترے ہوئے ہیں ﴿۲﴾ قسم ہے والد اور مولود کی ﴿۳﴾ بیشک ہم نے

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝٤ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝٥ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦

انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ﴿۴﴾ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہیں ﴿۵﴾ کہتا ہے میں نے بہت سا مال ہلاک (خرچ) کر ڈالا ﴿۶﴾

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝٧ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنٰهُ

کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا ﴿۷﴾ کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کیلئے دو آنکھیں نہیں دیں ﴿۸﴾ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے ﴿۹﴾ اور ہم نے انسان کو

النَّجْدَيْنِ ۝١٠ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝١١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ

دو گھاٹیاں بھی بتا دیں ﴿۱۰﴾ پس انسان اونچی گھاٹی کیوں نہیں چڑھتا ﴿۱۱﴾ اور آپکو کس نے بتلایا وہ اونچی گھاٹی کیا ہے ﴿۱۲﴾ گردن کو آزاد کرنا ہے ﴿۱۳﴾ یا کسی بھوک والے دن

فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

کھانے کا انتظام کرنا ہے ﴿۱۴﴾ قرابت دار یتیم کیلئے ﴿۱۵﴾ یا مٹی میں ملے ہوئے مسکین کیلئے ﴿۱۶﴾ پھر ہو بھی یہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾

وہ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں اور رحم کی وصیت کرتے ہیں ﴿۱۷﴾ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں ﴿۱۸﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع ۱۵

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں ﴿۱۹﴾ ان پر بند کی ہوئی آگ مسلط ہوگی ﴿۲۰﴾

خلاصہ رکوع : فضیلت مکہ مکرمہ، فضیلت خاتم الانبیاء، خالقیت باری تعالیٰ، تنبیہ، کذب بیانی، تاکید تنبیہ تذکیر بالآء اللہ، طریق انتفاع بالمال، ۱، ۲، فرائض انسانی، مؤمنین کے اوصاف، نتیجہ کفار۔ ماخذ آیات ۱ : تا ۲۰+

﴿۱﴾ **فضیلت مکہ مکرمہ** : ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' ان آیات میں تین چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ جواب قسم والے مضمون کو پختہ فرمارہے ہیں کہ ہم انسان کو بڑی مشقت وتکلیف میں پیدا کیا پہلی قسم ''لَآ اُقْسِمُ...الخ میں ''لا'' کے اندر دو احتمال ہیں۔ ❶۔زائدہ ہے اور قسموں میں ''لا'' زیادہ لگانا عرب کے محاورہ میں مشہور ہے۔ ❷۔حرف لا نافیہ ہے اس سے مخاطب کے غلط خیال کی نفی کرنی مقصود ہوتی ہے کہ تم نے جو خیال باندھا ہوا ہے وہ درست نہیں بلکہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حقیقت وہ ہے جو ہم بیان کررہے ہیں ''بِهٰذَا الْبَلَدِ'' سے شہر مکہ مکرمہ مراد ہے اس کی قسم کھا کر فضیلت وعظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ بڑا مقدس شہر ہے۔

﴿۲﴾ **فضیلت خاتم الانبیاء** : اس میں ہمارے نبی خاتم الانبیاء ﷺ رہتے ہیں لفظ ''حل'' میں دو احتمال ہیں۔ ① یا تو اس کا معنی ہے کسی شئ میں سمانا، رہنا، اترنا تو ''حل'' کا معنی ہوگا اترنے والے رہنے والے مقصد ہوگا ہم شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اس حال میں کہ آپ بھی اس میں موجود ہیں شہر مکہ خود بھی مقدس ومحترم ہے لیکن آپ کے رہنے سے اس کی شان دوبالا ہوگئی ہے کیونکہ مکان کی شان مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ② یا ''حل'' کا معنی حلال ہونا تو پھر اس معنی کے اعتبار سے آیت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

❶ کفار مکہ نے اس شہر میں آپ کو ایذاء دینا، گالی گلوچ آپ کو قتل کرنا سب کچھ حلال سمجھ رکھا ہے حالانکہ خود ان کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حرم پاک کی کسی چیز کو خواہ وہ حیوان ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا جائز نہیں مگر ان کا ظلم وسرکشی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ یہ اللہ کے رسول کو قتل کرنا جائز اور حلال سمجھتے ہیں۔

❷ یا یہ مقصد ہے کہ آپ ﷺ کیلئے عنقریب یہ شہر حلال ہونے والا ہے کہ آپ کو کفار کے ساتھ لڑائی کی اجازت دے دی جائے گی۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کیلئے حرم پاک چند ساعتوں کیلئے حلال قرار دیا گیا آپ ﷺ نے چند لوگوں کو قتل کرنے کا بھی حکم دیا پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا کہ ابتداء آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنایا ہے مجھ سے پہلے کسی کیلئے یہاں قتال حلال نہیں کیا گیا میرے لئے بھی صرف آج کے دن حلال کیا گیا ہے آج کے بعد قیامت تک پھر یہ حرم ہے نہ یہاں شکار پکڑا جائے گا نہ یہاں گھاس کاٹی جائے گی نہ خاردار جھاڑی کاٹی جائے گی نہ قصاص لیا جائے نہ گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔

(محصلہ معارف القرآن حضرت کاندھلوی ؒ)

ابن ابی حاتم نے روایت تخریج کی ہے کہ : انت حل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں نزول وقیام ہے۔ یعنی

اے محمد! آپ کے لیے تو یہ جائز ہے کہ مکہ مکرمہ میں قتال فرمائیں لیکن آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ حلال نہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر علماء نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں باغیوں سے بھی قتال نہیں کیا جائے گا۔ (کذا فی الاکلیل)

﴿۳﴾ قسم ہے والد اور مولود یا آدم اور اولاد آدم کی۔ یا آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کی چونکہ آپ امت کیلئے بمنزلہ باپ کے ہیں اس کے علاوہ بھی تفسیریں ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۴۹۰۔ج۔۳۰۔وقرطبی۔ص۔۵۶۔ج۔۲۰)

﴿۴﴾ خالقیت باری تعالیٰ : ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے جس انسان کو ہر قدم پر مشقت سے واسطہ پڑتا ہے تو اس سے انسان کا مکلف ہونا واضح ہو گیا۔

شان نزول : قریش میں سے ابو الاسد کلدہ بن اسید بہت بڑا پہلوان اور طاقتور کافر تھا اس کی طاقت وقوت کا یہ حال تھا کہ گائے کا چمڑا پاؤں کے نیچے سے دبا لیتا اور لوگوں سے کہتا کھینچ کر نکالو لوگ اس کو کھینچتے چمڑا ذرہ ذرہ ہو جاتا مگر پاؤں کے نیچے سے کوئی نکال نہیں سکتا تھا جب آنحضرت ﷺ نے اس کو دین کی دعوت دی تو تکبر میں آ کر بہت ناشائستہ گفتگو کی کہنے لگا تم مجھے ایک قید خانہ (جہنم) کے انیس چوکیداروں سے ڈراتے ہو جو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں کون ہے جو میرے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے؟ اور ایک باغ (جنت) پر پھسلانا چاہتا ہے جبکہ میں نے اپنی شادیوں پر اتنا خرچ کیا کہ اس مال کو شمار کیا جائے تو تمہارے باغ کی ساری نہریں اور نعمتیں اس کے سامنے بے حقیقت ہو جائیں اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

﴿۵﴾ تنبیہ : ان مشقتوں کے باوجود کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت نہیں جو اسکے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے سکے حالانکہ وہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بے بس وتابع ہے۔

﴿۶﴾ کذب بیانی : مقام فکر جتلاتا ہے کہ مجھ پر کوئی غالب نہیں آسکتا میں نے ڈھیروں مال خرچ کیا ہے جسکی وجہ سے میری عزت وبڑائی لوگوں کے دلوں میں قائم ہو گئی ہے بس اب کسی کا مجال نہیں کہ میرے خلاف پیش قدمی کر سکے یہ محض اس کا جھوٹ ہے۔ ﴿۷﴾ تاکید تنبیہ : کیا اس وقت اس کو کسی نے نہیں دیکھا جب وہ ماں کے پیٹ سے بھوکا ننگا پیدا ہوا تھا اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ﴿۸﴾ تذکیر بآلآء اللہ : کفر وجہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اس کو دیکھنے کیلئے دو آنکھیں نہیں دیں۔ ﴿۹﴾ زبان کا فائدہ ظاہر ہے کہ اس کے ذریعے انسان بات چیت کرتا ہے اور دل میں گزرنے والے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بھی زبان ہی ہے ہونٹوں کا فائدہ یہ ہے کہ دانتوں کو چھپاتے ہیں اگر ہر وقت دانت کھلے رہیں تو بہت ہی بدزیب معلوم ہوں گے اور بعض حروف کے مخارج کا بھی ہونٹوں سے تعلق ہے کھانے پینے چبانے والی اشیاء میں مدد دیتے ہیں۔

نکتہ : آنکھیں دو اور زبان ایک اس لئے بنائی ہے اس طرف اشارہ ہے کہ انسان دیکھنے کے مقابلہ میں کم بولے دیکھنے میں خیر وشر دونوں ہی نظر آئیں گے مگر بولنا صرف خیر اور بھلائی کی بات ہونی چاہئے اس لئے زبان پر دو نگہبان ہونٹوں کی صورت میں مقرر کئے ہیں کہ اس بات کا دھیان رہے کہ زبان کو لگام میں رکھنا چاہئے۔

مواعظ ونصائح

زبان سب اعضاء کی سردار ہے، زبان اور ہونٹ دونوں اہم ذرائع ہیں اس لیے زبان سے انداز گفتگو میں تعبیر عمدہ ہو۔ ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سب دانت جھڑ گئے ہیں۔ اس نے خوابوں کی تعبیر جاننے والے کو بلوایا اور اپنا خواب سنا کر اس کی تعبیر پوچھی۔

جب اس تعبیر دان نے خواب سنا تو کہنے لگا : اَعُوْذُ بِاللّٰہِ ! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ !" اس کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ پریشان ہوا اور پوچھنے لگا : "کیا بات ہے، اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟" تعبیر دان نے کہا : کچھ سال گزرنے کے بعد آپ کی اولاد اور سب اہل و عیال کا انتقال ہو جائے گا اور آپ اکیلے بادشاہ رہ جائیں گے۔"

یہ سن کر بادشاہ غیظ و غضب میں آ گیا اور اس کو لعنت کرنے اور گالیاں دینے لگا۔ درباریوں کو بلا کر کہا کہ "اس کو یہاں سے لے جاؤ اور کوڑوں سے اس کی خبر لو۔" پھر اس نے ایک دوسرے تعبیر دان کو بلوایا اور اس کو اپنا خواب سنا کر اس کی تعبیر پوچھی تو اس تعبیر دان نے خواب سن کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا : "بادشاہ سلامت! یہ تو بہت اچھا خواب ہے، آپ کو مبارک ہو۔"

بادشاہ نے پوچھا : "کیا تعبیر ہے اس کی؟" تعبیر دان نے کہا : "بادشاہ سلامت! اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی ماشاء اللہ بہت لمبی عمر ہو گی، اتنی لمبی کہ اپنے سب اہل و عیال کے بعد آپ کی وفات ہو گی، اور آپ اپنی اس تمام عمر میں بادشاہ رہیں گے۔"

یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس تعبیر دان کو عطیات اور انعامات سے نوازا۔ دیکھئے بادشاہ اس دوسرے تعبیر دان سے تو خوش ہوا لیکن پہلے والے پر سخت ناراض ہوا، حالانکہ اگر آپ غور کریں گے تو دیکھیں گے کہ دونوں کی تعبیریں بالکل ایک ہی طرح کی ہیں۔ بس دونوں کے طرز بیان کا فرق ہے۔ جی ہاں! اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ "زبان سردار اور بادشاہ ہے"۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جب آدمی صبح اٹھتا ہے تو اس کے سب اعضاء اس کی زبان سے التجا کرتے ہیں کہ "ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ کیونکہ ہمارا دار و مدار تجھ پر ہے۔ اگر تو سیدھی راہ پر چلے گی تو ہم بھی راہ راست پر رہیں گے اور اگر تو نے ٹیڑھی راہ اختیار کی تو ہم بھی ٹیڑھے راستہ پر چل پڑیں گے۔" (مسند احمد و جامع ترمذی)

جی ہاں! زبان سب کی سردار ہے۔ یہ جمعہ کے خطبہ میں بھی سردار ہے ناراض لوگوں کے مابین صلح کرانے میں بھی سردار ہے بازار میں خرید و فروخت کرتے وقت بھی سردار ہے عدالتوں میں وکالت کے وقت بھی سردار ہے۔

زبان کو قابو میں رکھئے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "انسان بغیر سوچے سمجھے ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ناراضگی کو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتا ہے جو اس کو قیامت کے روز دیا جائے گا۔" اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بغیر سوچے سمجھے اور نتائج پر غور کیے بغیر جو منہ میں آئے کہہ دینے سے منع فرمایا ہے۔ زبان کو قابو میں نہ رکھا جائے تو اس کے بڑے نقصانات ہوتے ہیں۔ کسی عرب شاعر نے اس بات کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے۔

"اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر۔ یہ ایک اژدہا ہے کہیں تجھے ڈس نہ لے۔ اس زبان کی وجہ سے کتنے لوگ ہلاک ہوئے جو اب قبر میں ہیں۔ حالانکہ بڑے بڑے بہادر بھی ان سے مقابلہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔"

کتنی ہی عورتیں ہیں جن کو صرف زبان کی وجہ سے طلاق ہوئی، خاوند سے ذرا سا اختلاف ہوجاتا تو وہ اس سے کہتی کہ "ہاں مجھے طلاق دے دے اگر تو مرد ہے تو طلاق دے دے!" وہ اس کو خاموش رہنے کے لیے کہتا، اس کو چیخ چیخ کر ڈانٹتا۔ لیکن وہ باز نہ آتی، اور معاملہ بگڑ جاتا، بالآخر وہ طلاق دے دیتا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب انسان کو غصہ آئے تو خاموشی اختیار کر لے"۔ ہاں! کچھ نہ بولے۔ کیونکہ ایسے موقع پر اگر زبان کھولی تو وہ اس کو ہلاکت میں ڈال دے گی۔ کسی عرب شاعر نے کہا ہے۔

"پاؤں پھسلنے سے آدمی نہیں مرتا، لیکن زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔"

اسی سلسلہ میں ایک خلیفہ کا واقعہ یاد آتا ہے۔ وہ ایک روز اپنے ہم مجلس دوست کے ساتھ بیٹھا ہنسی مذاق کی باتیں کر رہا تھا۔ ان

کو شیطان نے ورغلایا تو دونوں نے شراب پی لی۔ جب اس کا نشہ چڑھا تو دونوں کی عقلیں بہکنے لگیں اور ایک دوسرے کو اول فول بکنے لگے۔ خلیفہ نے اپنے حاجب کو بلایا اور اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا "اس کو قتل کر دو"۔
خلیفہ جب کسی بات کا حکم دے تو کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہٰذا حاجب اس شخص کو گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ وہ چیخ چیخ کر خلیفہ سے فریاد کرتا رہا لیکن خلیفہ نے ایک نہ سنی بلکہ ٹھٹھے لگاتے ہوئے کہنے لگا: "اس کو قتل کر دو، اس کو قتل کر دو"۔
خلیفہ کے آدمیوں نے اس کو قتل کر کے دور ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ دوسرے دن صبح خلیفہ کا دل چاہا کہ کسی سے ہنسی مذاق کی باتیں کرے۔ اس نے اپنے حاجب سے کہا کہ "میرے فلاں ساتھی کو بلا لاؤ" حاجب نے کہا: "اس کو تو ہم نے قتل کر دیا ہے۔"
خلیفہ نے کہا: اس کو تم نے قتل کر دیا ہے؟! کس نے قتل کیا ہے؟ اور کس کے حکم سے کیا ہے؟۔ یہ خبر سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ حاجب نے بتایا کہ "گزشتہ رات آپ ہی نے تو اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔" پھر اس نے پورا واقعہ بیان کیا۔
خلیفہ نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا، وہ اپنے کیے پر بڑا نادم تھا، کہنے لگا: "بعض الفاظ انسان سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو، زبان پر نہ لاؤ۔" میں آپ سے پھر عرض کروں گا کہ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھا اور اس بے احتیاطی کی وجہ سے دوسروں کے دلوں میں ان کے لیے بغض و نفرت پیدا ہوگئی۔ جس کے نتیجہ میں انہیں مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: "مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو بدکاری، چوری اور حرام کھانے سے تو بچتے ہیں لیکن اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ وہ لوگوں سے بدکلامی کرتے ہیں اور اس حرکت سے اپنے آپ کو روک نہیں سکتے۔"

﴿۱۰﴾ یعنی خیر و شر کے دونوں راستے اس کو ہم نے دکھا دیئے اس کا لاعلمی اور ناسمجھی کا دعویٰ جھوٹا ہے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس سے ماں کے دو پستان مراد ہیں۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۹۳ ۴۔ ج۔ ۳۰۔ مظہری۔ ص۔ ۲۶۶۔ ج۔ ۱۰۔ قرطبی۔ ص۔ ۵۹۔ ج۔ ۲۰۔ کشاف۔ ۷۵۵۔ ج۔ ۴۔ معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۵۷۔ ج۔ ۴)

﴿۱۱﴾ **طریق انتفاع بالمال** : اس انسان نے نیک راستہ کو اختیار نہیں کیا بلکہ برے راستہ کو اختیار کیا اور اپنے مال کو نفسانی خواہش پر صرف کر دیا اس لئے کہ خواہشات اور لذتوں میں مال کے اڑانے میں مال خرچ کرنا نہایت آسان معلوم ہوتا ہے مشکل تو وہاں ہوتا ہے جہاں نفس کو کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی محض اللہ کی رضامندی مقصود ہوتی ہے وہاں خرچ کرنا دشوار ہوتا ہے حالانکہ نفع اسی مال سے پہنچے گا۔ ﴿۱۲﴾ **فرائض انسانی** : حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ "فَكُّ رَقَبَةٍ" کی تقدیم "اطعام مسکین" پر سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اس مصرف پر خرچ کرنا صدقہ کے طور پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ بعض علماء نے اس کے برعکس بھی کہا ہے۔ (عزیزی)

﴿۱۳﴾ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب و تشویق دلائی گئی ہے۔ مسند احمد میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ: جان آزاد کرو اور گردن چھڑاؤ۔
اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ دونوں ایک ہی عمل نہیں؟ فرمایا نہیں: جان آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تم اپنا مملوک غلام آزاد کرو اور فک رقبہ یہ ہے کہ غلام کی آزادی میں مالی تعاون کرو (یعنی اگر پورا غلام آزاد نہیں کر سکتے تو کسی کی آزادی میں کچھ خرچ کرنا فک رقبہ ہے)۔ (کذا فی الاکلیل)
امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس سے مکاتب غلام کو زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کے دینے کا جواز ظاہر ہوتا ہے

کیونکہ یہ بھی اس کی قیمت کی ادائیگی میں تعاون کرتا ہے اور مصارف زکوٰۃ کے بیان میں ''وفی الرقاب'' کے مثل ہے۔
((احکام القرآن۔جصاص۔ج۔۳۔ص۔۶۳۷)

﴿۱۷﴾ مؤمنین کے اوصاف۔﴿۱۸﴾ نتیجہ مؤمنین۔

﴿۱۹،۲۰﴾ نتائج کفار۔ان آیات میں حاجت وضرورت مند کو بالخصوص قحط اور بھوک کے زمانہ میں کھانا کھلانے کی فضیلت وترغیب ہے، اسی طرح یتیم اور مسکین کو بھی کھانا کھلانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔خصوصا یتیم اگر قرابت دار بھی ہے تو اس کا اجر زیادہ ہے۔

نیز آیات مذکورہ میں فرائض واعمال کی ایک دوسرے کو تلقین ونصیحت کرنے اور تمام لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرنے کی بھی تاکید وحکم ہے (کذافی الاکلیل)

ختم شد سورۃ البلد بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الشّمس

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الشّمس ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ـ ۹۱ ـ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ـ ۲۶ ـ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ـ ۱۵ ـ آیات ہیں ـ یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے ـ (قرطبی ـ ص ـ ۶۶ ـ ج ـ ۲۰)

وجہ تسمیہ : انوار حسیہ کے عالم میں اس ظاہری آفتاب کو لغت عربی میں شمس کہتے ہیں اور اسی شمس کا ذکر سورۃ کے شروع میں ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الشّمس رکھا گیا ہے ـ

ربط آیات : ❶ گزشتہ سورۃ میں خیر و شر کے راستوں کی راہنمائی کے متعلق فرمایا تھا "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" اس سورۃ میں فرمایا کہ انسان دونوں صلاحیتوں کا حامل ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خیر کا راستہ اختیار کرے ـ

❷ گزشتہ سورۃ کے آخر میں اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کے نتائج کا ذکر تھا اس سورۃ میں دو طرح کے لوگوں کا ذکر ہے ایک نفس کو پاک کرنے والے دوسرے نفس کو ذلیل کرنے والے ـ

موضوع سورۃ : تفاوت درجات، بسبب تفاوت عقائد، تخویف مشرکین فی ضمن داستان قوم ثمود ـ

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سورۃ سلوک طریقت کے لوازمات اور کمال معرفت کے بیان سے پر ہے ـ (تفسیر عزیزی)

خلاصہ سورۃ : تسلی خاتم الانبیاء، قوم ثمود کے خبائث و نتائج، حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ، دلائل عقلی سے توحید خداوندی ـ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ‏ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‏ هِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴿۴﴾

قسم ہے سورج کی اور اس وقت کی جب دھوپ چڑھ جاتی ہے ﴿۱﴾ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے ﴿۲﴾ اور قسم ہے دن کی جب وہ اس سورج کو روشن کردے ﴿۳﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ اس سورج

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا

کو ڈھانپ لیتی ہے ﴿۴﴾ اور قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا ہے ﴿۵﴾ اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا ہے ﴿۶﴾ اور قسم ہے جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ﴿۷﴾ پس الہام

وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾

کر دیا اس نفس کو اس کی بدکاری اور پرہیزگاری ﴿۸﴾ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جس نے نفس کو پاک کر لیا ﴿۹﴾ اور تحقیق ناکام ہوا وہ جس نے اس نفس کو مٹی میں ملا دیا ﴿۱۰﴾ قوم ثمود نے سرکشی کی وجہ سے جھٹلایا

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

جب ان میں سے ایک بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا ﴿۱۲﴾ پس کہا انکو اللہ کے رسول صالح علیہ السلام نے چھوڑ دو اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پانی پینے کو ﴿۱۳﴾ پس انہوں نے اس نبی کی بات کو جھٹلایا اور اونٹنی کے پاؤں

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

کاٹ دیئے پس ان کے رب نے ان پر گناہ کی وجہ سے ہلاکت ڈالدی پھر اس سزا کو ان سب پر برابر کردیا ﴿۱۴﴾ اور وہ اسکے انجام کی پرواہ نہیں کرتا ﴿۱۵﴾

خلاصہ رکوع : قدرت باری تعالیٰ کے سات نمونے، تصرف باری تعالیٰ، نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین، قوم ثمود کی تکذیب، تشریح سرکشی، حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ و معجزہ، قوم کی بے ادبی، استغنائیت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۱۵+

﴿۱ تا ۷﴾ یہاں تک قدرت باری تعالیٰ کے سات نمونے بیان کئے گئے ہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور اس کی روشنی کی قسم کھائی ہے اور چاند کی بھی قسم کھائی ہے "وَضُحٰهَا" میں آفتاب کی کامل روشنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے "اِذَا تَلٰهَا" میں چاند کے کمال نور کی طرف اشارہ ہے۔ "وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا" قسم ہے دن کی جب سورج کو روشن کردے یہ اسناد مجازی ہے چونکہ دن میں آفتاب کی روشنی کو دن کی طرف منسوب فرمادیا۔

﴿۵ تا ۷﴾ میں "ما" موصولہ ہے یہ "من" کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھی قسم کھائی اور اپنی ذات کی بھی کیونکہ وہی آسمان کو بنانے والا اور نفس کو بنانے والا ہے نفس یعنی جان کی قسم کھاتے ہوئے "وَمَا سَوّٰىهَا" فرمایا مفسرین نے اس سے نفس انسانی مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو بنایا اور اس کو جس قالب میں ڈالا اس کے اعضاء کو خوب ٹھیک طرح مناسب طریقہ پر بنادیا اس کے اعضاء ظاہرہ بھی خوب اچھی طرح کام کرتے ہیں اور اعضاء باطنہ بھی عقل و فہم تدبر و تفکر ان سب نعمتوں سے نوازدیا۔

﴿۸﴾ تصرف باری تعالیٰ : مطلب یہ ہے کہ اس کو احکام الٰہیہ کا مکلف اور اہل بنادیا۔

﴿۹﴾ نتیجہ متقین۔ ﴿۱۰﴾ نتیجہ مجرمین۔ ﴿۱۱﴾ قوم ثمود کی تکذیب : ان کی سرکشی نے انہیں اس پر آمادہ کردیا کہ اللہ کے رسول کی تکذیب کردی۔ ﴿۱۲﴾ تشریح سرکشی : جبکہ قوم کا سب سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا تاکہ اس اونٹنی کو قتل کردے۔ ﴿۱۳﴾ حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ اور معجزہ۔ ﴿۱۴﴾ قوم صالح کی بے ادبی۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ...الخ نتیجہ بے ادبی۔ ﴿۱۵﴾ استغنائیت باری تعالیٰ : مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کو ہلاک کرنا چاہے یا کچھ بھی سزا دینا چاہے وہ اپنی مشیت و ارادہ کے مطابق سزا دے سکتا ہے وہ دنیا والے اصحاب ملوک کی طرح نہیں ہے وہ سزا دینے سے تامل کرلے۔

ختم شد سورۃ الشمس بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ اللیل

نام اور کوائف ۔ ۲ اس سورۃ کا نام سورۃ اللیل ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۹۲ ۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۹ ۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ ۲۱ ۔ آیات ہیں اس سورۃ کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مکی ہے اور بعض حضرات کے نزدیک مدنی ہے ۔ دراصل یہ اختلاف شان نزول کی وجہ سے ہے جمہور حضرات کہتے ہیں کہ یہ سورۃ شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔ (روح المعانی ۔ ص ۔ ۵۰۲ ۔ ج ۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : ''لیل'' کا معنی رات ہوتا ہے چونکہ لوگوں کے مختلف اعمال کے صدور و وقوع کا بہترین وقت رات ہے اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام واللیل رکھا گیا ہے ۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں دو طبقوں کا ذکر تھا متقین اور مجرمین اس سورۃ میں بھی دو طبقوں کا ذکر ہے ۔

موضوع سورۃ : اعمال کی وجہ سے تفاوت نتائج ۔

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلی سے توحید خداوندی، تفاوت اعمال، فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حصر الھدایت باری تعالیٰ، تذکیر بما بعد الموت، نفی شفیع قہری ۔ وغیرہ واللہ اعلم

سُوۡرَۃُ الَّیۡلِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اِحۡدٰی وَّعِشۡرُوۡنَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ۙ﴿۱﴾ وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰۤی ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ؕ﴿۴﴾

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے ﴿۱﴾ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے ﴿۲﴾ اور قسم ہے اس ذات کی جسنے نر اور مادہ کو پیدا کیا ﴿۳﴾ بیشک تمہاری ہی کوشش البتہ مختلف ہے ﴿۴﴾

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ

پس بہر حال جسنے مال خرچ کیا اور تقویٰ اختیار کیا ﴿۵﴾ اور اسنے بھلی بات کلمہ توحید کی تصدیق کی ﴿۶﴾ تو ہم اسکے لئے آسانی تک پہنچنا آسان کر دیں گے ﴿۷﴾ اور بہر حال جسنے

وَاسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۸﴾ وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا یُغۡنِیۡ عَنۡہُ مَالُہٗۤ

بخل کیا اور بے پرواہی اختیار کی ﴿۸﴾ اور بھلی بات (کلمہ توحید) کو جھٹلایا ﴿۹﴾ تو ہم آہستہ آہستہ اسکو دشواری تک پہنچائیں گے ﴿۱۰﴾ اور جب وہ جہنم کے گڑھے میں گرے گا تو

اِذَا تَرَدّٰی ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡہُدٰی ﴿۱۲﴾ۖ وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَۃَ وَالۡاُوۡلٰی ﴿۱۳﴾ فَاَنۡذَرۡتُکُمۡ نَارًا تَلَظّٰی ﴿۱۴﴾ۚ

مال اسکے کچھ کام نہیں آئے گا ﴿۱۱﴾ بیشک ہمارے ذمے ہے البتہ راہنمائی کرنا ﴿۱۲﴾ اور بیشک ہمارے لئے ہے آخرت اور دنیا ﴿۱۳﴾ تمکو اس آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلہ مارتی ہے ﴿۱۴﴾

لَا یَصۡلٰىہَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَی ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ؕ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی ﴿۱۷﴾ۙ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ

اس آگ میں نہیں داخل ہوگا مگر جو بڑا بدبخت ہوگا ﴿۱۵﴾ وہ جسنے تکذیب کی اور روگردانی کی ﴿۱۶﴾ البتہ دور رکھا جائے گا اس بھڑکتی ہوئی آگ سے اس شخص کو جو بڑا پرہیزگار ہے ﴿۱۷﴾ جو اپنا مال صرف کرتا ہے

مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

تا کہ تزکیہ حاصل کرے ﴿۱۸﴾ اور کسی کا اس پر احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جائے ﴿۱۹﴾ سوائے اسکے کہ اپنے بلند وبرتر رب کی

رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

رضا حاصل کرسکے ﴿۲۰﴾ اور عنقریب وہ اس سے راضی ہوجائے گا ﴿۲۱﴾

ع ۲۱ / ۱۷

خلاصہ رکوع : قدرت باری تعالیٰ کے تین نمونے، تفاوت اعمال، تین صفات، نتیجہ، تین خباثات، نتیجہ مجرمین مال کے غیر مفید ہونے کا بیان، حصر الہدایت، حصر المالکیت، فریضہ خاتم الانبیاء، مستحقین نار، سبب رسوائی، فضائل صدیق اکبر ؓ ۱، ۲، ۳۔

ماخذ آیات۔ ۱ تا ۲۱ +

شان نزول : مکہ مکرمہ کے دو بڑے شخص مال دار تھے ایک حضرت صدیق اکبر ؓ اور دوسرے نمبر پر امیہ بن خلف ان دونوں کا معاملہ خرچ کرنے میں مختلف تھا امیہ مال دار ہونے کے باوجود فقراء کو ایک کوڑی بھی نہیں دیتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا آخرت کمانے کے لئے تو وہ آگے سے کہتا آخرت کہاں ہے؟ اگر بالفرض ہے بھی تو میرے پاس اس قدر مال ہے جو جنت کی نعمتوں سے مجھے کافی ہے اس کے مدمقابل حضرت صدیق اکبر ؓ ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور اسلام کی ضروریات کے لئے بے دریغ مال خرچ کیا جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو صرف چھ ہزار درہم باقی تھے جو مسجد نبوی اور دوسری دینی ضروریات پر خرچ فرمائے اس سورت میں ان دونوں کی حالتوں کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر ؓ کو ایمان وصدق کی وجہ سے "اَتْقٰى" فرمایا ہے اور امیہ کو بخل اور کفر کی وجہ سے "اَشْقٰى" فرمایا ہے۔

﴿۱ تا ۳﴾ قدرت باری کے تین نمونے : یہ قسم ہے۔

اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ خنثیٰ کوئی تیسری صنف نہیں ہوتی بلکہ یا مذکر ہے یا مؤنث۔ چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ کسی مذکر یا مؤنث سے کلام نہیں کرے گا اور پھر خنثیٰ سے بات کرلی تو حانث ہوجائے گا۔

﴿۴﴾ یہ جواب قسم ہے۔ تفاوت اعمال : اسی طرح اس کے نتائج بھی مختلف ہیں۔ ﴿۵﴾ پہلی اور دوسری صفت۔

﴿۶﴾ تیسری صفت۔ ﴿۷﴾ نتیجہ : یعنی جنت عطا کریں گے۔

اس آیت سے فرقہ قدریہ کی تردید ہوتی ہے (جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے) اور اس کے متعلق رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : القدرية مجوس هذه الأمة۔ صحیحین اور دیگر کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مامنکم من أحد إلا وقد کتب مقعده من الجنة و مقعده من النار، فقال : یارسول الله! فلا نتكل؟ فقط إعملو افکل میسر لما خلق له، ثم قراء : فأما من اعطى۔۔۔۔ الیٰ فسنیسره للعسری۔ (کذا فی الاکلیل)

﴿۸﴾ پہلی اور دوسری صفت۔ ﴿۹﴾ تیسری خباثت۔ ﴿۱۰﴾ نتیجہ بدعمل : اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔

﴿۱۱﴾ مال کے غیر مفید ہونے کا بیان : اور اس صاحب عسری کا حال بیان فرمایا ہے۔ ﴿۱۲﴾ حصر الہدایت : ہدایت دینا ہمارا کام ہے اور وہ ہدایت کا راستہ ہم نے واضح طور پر سمجھا دیا ہے کہ جس نے ایمان واطاعت کا راستہ اختیار کیا ہے اس کا ذکر "مَنْ بَخِلَ" میں ہے۔ ﴿۱۳﴾ حصر المالکیت باری تعالیٰ : دنیا وآخرت ہمارے قبضے میں ہے اس لئے دنیا میں ہم نے جو احکام

مقرر کیے ہیں جو اس کے مطابق زندگی نہیں گزارے گا اس کی سزا یقیناً آخرت میں ملے گی۔﴿۱۴﴾ فریضہ خاتم الانبیاء۔
﴿۱۵﴾ مستحقین نار : دین حق کو جھٹلانے والے بدبخت دوزخ میں جائیں گے۔﴿۱۶﴾ سبب رسوائی : جس نے اس دین حق سے روگردانی کی اس کو اس دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔﴿۱۷﴾ فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔۱۔۲۔۳۔اس آیت سے آخر تک حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔(مظہری۔ص۔۲۷۹۔ج۔۱۰)
﴿۲۱﴾ وَلَسَوْفَ ''سوف'' کے معنی آئندہ کے ہیں یہ اس لئے کہ یہ سب کچھ آخرت میں ہوگا۔
(معالم التنزیل۔ص۔۴۶۴۔ج۔۴)

مواعظ ونصائح

دل جیتنے کا طریقہ: درحقیقت یہ بہت ضروری ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً لوگوں کو یہ یاد دلاتے رہیں کہ ہم اُن سے محبت کرتے ہیں ہم یہ مقصد موبائل کے ذریعہ اس طرح کے پیغامات بھیج کر بھی حاصل کر سکتے ہیں ہم اپنے دوستوں کو پیغام میں لکھ سکتے ہیں کہ ''میں نے اذان اور اقامتِ نماز کے درمیان جو دعا مانگی اس میں آپ کو بھی یاد رکھا'' یا'' جمعہ کی آخری ساعتوں میں دعا کرتے وقت یاد رکھا۔'' جب آپ کی نیت صاف ہو تو اس میں ریاکاری یا دکھاوے کا کوئی خدشہ نہیں ہے بلکہ یہ تو مسلمان بھائیوں میں باہمی الفت ومحبت بڑھانے کا بڑا اچھا طریقہ ہے۔

ہمارے رسول ﷺ بھی اس طرح اپنے حسنِ اخلاق سے لوگوں کے دل جیت کر اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ان سے اپنی سچی محبت کا اظہار کرنے پر آپ کو بڑی قدرت حاصل تھی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے برگزیدہ اصحاب میں سے تھے۔ اور دونوں نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔لیکن اکثر موقعوں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ ہی سبقت لے جاتے تھے۔کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے جلدی کر کے مسجد پہنچتے تو وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہلے سے موجود پاتے اگر کسی مسکین کے لیے کھانا لے کر پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی اُس کو کھلا چکے ہیں اگر کبھی رات کو تہجد پڑھنے جاتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہاں موجود پاتے۔

ایک موقع پر جب مسلمان بڑی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے یہ غزوہ تبوک کے لیے تیاری کے دن تھے، اور سخت گرمی کے دنوں میں ایک لمبا سفر درپیش تھا تاکہ وہاں جا کر رومی سلطنت کے حملہ کا دفاع کیا جا سکے۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جو شخص بھی جتنا مال بھی صدقہ وخیرات میں دے سکتا ہے وہ لے آئے۔اتفاق سے ان دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خاصا مال جمع تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں کہا کہ ''آج تو میں ابوبکر سے ضرور بازی لے جاؤں گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر گئے اور اپنے کل اثاثہ کا آدھا مال لاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ کا کیا خیال ہے، اتنا مال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا کہا ہوگا؟ کیا یہ پوچھا ہوگا کہ یہ کتنا مال ہے؟ یا یہ پوچھا ہوگا کہ یہ جو تم لائے ہو سونا ہے یا چاندی ہے یا کیا کیا چیزیں ہیں؟

نہیں، آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی بلکہ جب اتنا زیادہ مال دیکھا تو آپ نے ایسی بات کی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ آپ ان سے کتنی محبت کرتے ہیں آپ نے فرمایا : ''عمر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نے اُن کے لیے اتنا ہی مال گھر پر چھوڑا ہے۔''

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑے خوش خوش بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنے کا انتظار

کرنے لگے کہ دیکھیں وہ کیا لاتے ہیں۔
حضرت ابوبکرؓ بھی بہت سارا مال لائے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں کھڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کا لایا ہوا مال دیکھ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ان سے گفتگو سننے کے لیے بے چین تھے۔
قبل اس کے کہ آپ اُن کے لائے ہوئے مال کو دیکھیں، آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا: ''اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے تم نے گھر میں کیا چھوڑا ہے؟'' جی ہاں! آپ کا یہی سوال کرنا تھا، کیونکہ آپ کو حضرت ابوبکرؓ سے محبت تھی، اور ان کے گھر والے بھی آپ کے محبوب تھے، آپ نہیں چاہتے تھے کہ ان کو کسی قسم کی تنگی اور مشکل پیش آئے۔
حضرت ابوبکرؓ نے بڑے سکون سے جواب دیا کہ ''یا رسول اللہ! میں گھر کا سب مال لے آیا ہوں، اور گھروں والوں کے لیے بس اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔'' یہ تھے حضرت ابوبکرؓ، نہ آدھا مال لائے، اور نہ پاؤ مال لائے۔ بلکہ سارا مال لا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ پکار اُٹھے ''بے شک میں ابوبکر سے کبھی نہیں جیت سکا۔'' لوگوں کو احساس تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے ہیں، لہٰذا وہ بھی آپ کی محبت میں دیوانے تھے۔
ایک مرتبہ جب آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے نماز میں تھوڑی جلدی کی اور نماز کو معمول سے مختصر کر دیا۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ آپ کے اصحاب اس نماز کے جلدی ختم کرنے پر حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''شاید تم لوگوں کو تعجب ہے کہ میں نے اس نماز کو کیوں مختصر کر دیا۔''
صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: جی ہاں! ہم حیران ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''میں نے نماز کے دوران ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی تھی، لہٰذا مجھے اس کی ماں پر ترس آیا۔ اور میں نے نماز کو مختصر کر کے جلدی ختم کیا۔'' دیکھا آپ نے؟ ہمارے رسول اللہ ﷺ دوسروں کا کتنا خیال رکھتے تھے، اور حسب موقع اپنی اس محبت کا اظہار بھی فرمادیا کرتے تھے۔
جی ہاں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا'' (جب بھی تم کوئی بات کرو تو انصاف سے کام لو)
ہماری محترم ماں بی بی عائشہؓ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (ہمارے پکائے ہوئے) کھانے میں کبھی کوئی عیب نہیں نکالا۔ آپ کو بھوک ہوتی تو کھا لیتے، ورنہ چھوڑ دیتے۔'' (یہ متفق علیہ حدیث ہے) جی ہاں، آپ کسی معاملہ میں کوئی مشکل صورتحال پیدا نہیں کرتے تھے۔
اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''میں نے نو سال رسول ﷺ کی خدمت کی لیکن آپ نے میرے کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام میں عیب نکالا باخدا آپ نے کبھی مجھ سے اُف بھی نہیں فرمایا۔'' بے شک آپ کا یہی طرزِ عمل تھا اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ جب آپ کسی کو غلطی کرتے ہوئے دیکھتے تقریر میں اس کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ فرماتے تھے: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس طرح کی بات کرتے ہیں جو نامناسب ہے۔ یا غلط کام کرتے ہیں۔''
عہد نبوی کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ تین جوشیلے نوجوان مدینہ منورہ آئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنا چاہتے تھے (یعنی نفلی عبادات اور نماز وغیرہ)۔ اس سلسلہ میں انہوں نے امہات المومنینؓ سے استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ کبھی روزہ رکھتے ہیں اور کبھی نہیں بھی رکھتے۔ رات کو کچھ دیر سوتے ہیں اور کچھ دیر نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہ سن کر وہ جوشیلے نوجوان ایک دوسرے سے کہنے لگے: آپ کی بات اور ہے آپ تو اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔''
پھر ان تینوں نے عبادات کے سلسلہ میں اپنے لیے الگ الگ عہد کیا۔ ایک نے کہا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا بلکہ غیر

شادی شدہ رہوں گا تا کہ عبادت کے لیے فارغ وقت نکال سکوں۔

دوسرے نے کہا: میں مسلسل روزے رکھوں گا۔ یعنی روزانہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں رات کو سویا نہیں کروں گا، بلکہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ ان کے اس قول و قرار کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (آپ نے اسی طرح ان کا نام لیے بغیر فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ یہ فلاں کو کیا ہو گیا ہے اور فلاں کو کیا ہو گیا ہے)۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس اس طرح کی بات کرتے ہیں۔ میں تو (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ میں بعض دنوں میں روزے رکھتا ہوں، اور بعض دنوں میں نہیں بھی رکھتا۔ میں عورتوں سے نکاح کر کے ازدواجی زندگی گزارتا ہوں تو سن لو جو میری سنت اور طریق زندگی سے ہٹے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

ایک اور روز کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ بعض نماز پڑھنے والوں کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی تھی، کیونکہ اصول یہ ہے کہ نمازی کو اپنی نگاہ سجدہ کی طرف رکھنی چاہیے۔ یہ دیکھ کر آپ نے مجمع میں فرمایا: ''لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ وہ نماز کے دوران اپنی نظریں آسمان کی طرف کر کے دیکھتے ہیں۔''

لیکن یہ سننے کے باوجود وہ لوگ باز نہیں آئے اور نماز میں اسی طرح آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے رہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے ان کو براہ راست مخاطب کر کے نہیں ڈانٹا اور نہ مجمع میں ان کے نام لیے، بلکہ اسی طرح عام الفاظ میں سب کو مخاطب کر کے فرمایا: ''نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے والے یا تو باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اُچک لی جائے گی۔'' (اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے)۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ مدینہ میں بریرہ نام کی ایک لونڈی وہاں کسی شخص کی ملکیت میں تھی۔ وہ غلامی سے آزادی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اس سلسلہ میں اپنے آقا سے بات کی تو اس نے شرط لگادی کہ اتنا مال مجھے دو گی تو آزاد کر دوں گا۔ بریرہ نے حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر درخواست کی کہ مجھے اتنا مال دے دیں تا کہ میں وہ دے کر آزادی حاصل کر لوں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بہتر ہے میں تیرے مالک کو تیری قیمت دے دوں گی تا کہ تو آزاد ہو جائے، لیکن تیرا حق ولاء (ولاء یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مملوک غلام کو آزاد کراتا ہے تو ولاء کا حق آزاد کرانے والے کو ملتا ہے، یعنی آزاد کرانے والا اس مملوک غلام کی وفات کے بعد اس کے ورثاء میں شامل ہو جاتا ہے، اور غلام کے رشتہ داروں کے ساتھ اس کو بھی ورثہ میں حصہ ملتا ہے۔)

بریرہ نے جا کر یہ بات اپنے مالکوں کو بتائی تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور دونوں فائدے خود ہی حاصل کرنے چاہے، یعنی آزاد کرنے کی قیمت بھی، اور حق ولاء بھی۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ کو ان لوگوں کے اتنے لالچی ہونے پر بڑا تعجب ہوا کہ وہ اس مال کے لالچ میں اس بے چاری کو آزادی سے محروم کر رہے ہیں۔

آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''تم اس کو خرید کر آزاد کر دو حق ولاء تو اسی کو ملے گا جو آزاد کرائے گا۔'' یعنی حق ولاء تو تم ہی کو ملے گا کہ تم اس کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کر رہی ہو ان کی شرطوں کی پرواہ نہیں کرو، یہ ظالمانہ شرطیں ہیں۔

اس کے بعد آپ (مسجد میں نماز) منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے (آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں) کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ سن لو کہ جو کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ وہ شرط اس کے کام نہیں آئے گی (وہ ساقط ہے) خواہ وہ ایسی سو شرطیں لگائے۔''

ختم شد سورۃ اللیل بحمد اللہ تعالیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الضحیٰ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الضحیٰ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۹۳۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۱۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۱۱۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے "ضُحٰی" کے وقت کی قسم کھائی ہے "ضُحٰی" یعنی چاشت آفتاب بلند ہونے سے لیکر نصف النہار تک پہنچنے کا زمانہ ہے اس سورۃ کا نام "ضُحٰی" مقرر ہوا۔

ربط آیات ❶ گزشتہ سورۃ کے آخر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے "اَتْقٰی" ہونے کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں "سید الاتقیٰ" کا ذکر ہے۔ ❷ گزشتہ سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا "وَلَسَوْفَ یَرْضٰی" تو اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی"۔

موضوع سورۃ : فضائل و فرائض خاتم الانبیاء۔

خلاصہ سورۃ : خاتم الانبیاء کے ابتدائی احوال، انعامات اور شکر پر فرائض خاتم الانبیاء اور تسلی خاتم الانبیاء۔ واللہ اعلم

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | هِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ④

قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی ﴿۱﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے ﴿۲﴾ آپ کو آپ کے پروردگار نے نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ سے دشمنی کی ہے ﴿۳﴾ اور آپکا آئندہ دور گزشتہ دور سے بہتر ہوگا ﴿۴﴾

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ⑦

اور آپکا رب عنقریب آپکو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ﴿۵﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے آپکو یتیم نہیں پایا تھا پس اس نے جگہ دی ﴿۶﴾ اور پایا آپکو ناواقف پس راہنمائی فرمائی ﴿۷﴾

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩

اور اللہ نے آپکو مفلس پایا پس اپنے مستغنی کر دیا ﴿۸﴾ پس بہرحال یتیم پر آپ قہر نہ کریں ﴿۹﴾ اور بہرحال سائل تو آپ اسکو مت جھڑکیں ﴿۱۰﴾

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪

اور بہرحال اپنے رب کی نعمت کو بیان کرتے رہیں ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع : قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ❶ ❷ منکرین رسالت کی تردید، فضیلت دنیا و آخرت، وعدہ خداوندی

خاتم الانبیاء کے ابتدائی احوال۔ ① خاتم الانبیاء کی بے قراری کا علاج، خاتم الانبیاء کے ابتدائی احوال۔ ② فرائض خاتم الانبیاء، ۱، ۲، ۳۔ ماخذ آیت۔ ۱ تا ۱۱+

شانِ نزول : شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی : لکھتے ہیں کہ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کو دیر تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (لیجئے) محمد (ﷺ) کو اسکے رب نے رخصت کر دیا ہے اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے جب سورۃ ''اِقْرَاْ'' کی ابتدائی آیات کے نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور ﷺ خود اس فترۃ زمانہ میں سخت مغموم اور مضطرب رہتے تھے تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف ''یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ'' کا خطاب سنایا اغلب ہے اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ مگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں ممکن ہے اس دورانیہ میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی اے محمد (ﷺ)! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۃ الضحیٰ میں دیا گیا۔ (تفسیر عثمانی۔ ص۔ ۸۲۰۔ ج۔ ۲)

اس خبیثہ عورت کا نام ام جمیل ہے جو ابولہب کی بیوی تھی۔ (مظہری۔ ص۔ ۲۸۱۔ ج۔ ۱۰)

﴿۱﴾ وَالضُّحٰی : قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ① ''اَلضُّحٰی'' دن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جب دن خوب خوب روشن ہو جاتا ہے اور اسکی تپش سے ریت گرم ہو جاتی ہے اس وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسکو صلوٰۃ الضحیٰ یا چاشت کی نماز کہا جاتا ہے پیغمبر پر وحی کے نزول کی ایسی مثال ہے جیسے دوپہر کے وقت روشنی ہوئی ہے اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ انسانیت ہمیشہ علم سے ترقی کرتی ہے تاریکی ایک عارضی چیز ہے کیونکہ تاریکی کے بعد روشنی نے ضرور آنا ہے کچھ عرصہ کیلئے وحی کا نہ آنا گویا کہ تاریکی چھا گئی ہے یہ بالکل عارضی چیز ہے وحی الٰہیہ کا دوبارہ شروع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ عارضی تاریکی ختم ہوگئی ہے اور دنیا دوبارہ پھر سے ہدایت کی روشنی سے منور ہوگئی ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اَلضُّحٰی : آپ کا چہرہ منورہ اور ''لیل'' موئے مبارک اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''اَلضُّحٰی'' آنحضرت ﷺ کا ظاہری حال جو سب پر روشن ہے اور ''لیل'' آپ کے اسرار روحانیہ کہ جنکو بجز ''علام الغیوب'' کے کوئی اور نہیں جانتا۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے ''ضُحٰی'' سے مراد وہ وقت ہے کہ جس میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ (روح المعانی۔ ۵۲۰۔ ج۔ ۳۰۔ قرطبی۔ ص۔ ۸۲۔ ج۔ ۲۰)

بعض کہتے ہیں ''ضُحٰی'' سے مراد اسلام کی ترقی اور عروج کا زمانہ ہے اور ''لیل'' سے اسلام کا وہ زمانہ مراد ہے جس میں اسلام کمزور و اجنبی ہو جائے گا چنانچہ حدیث میں ''بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا'' اسلام کی ابتدا اجنبی ہونے کی حالت میں ہوئی تھی عنقریب اسلام پھر اجنبی ہو جائے گا۔ بعض کہتے ہیں ''ضُحٰی'' سے مراد وہ نور علم ہے جو آنحضرت ﷺ کے سبب علم غیب کے اسرار آپ پر منکشف ہوتے اور ''لیل'' سے مراد امت کے عیوب کو چھپالیا۔ (کبیر۔ ص۔ ۱۹۲۔ ج۔ ۳۱۔ تفسیر عزیزی)

﴿۲﴾ قدرت باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ② اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے ⁅ سورۃ اللیل میں پہلے رات کی قسم کھائی پھر دن کی اور سورۃ ضحیٰ میں پہلے دن کی قسم کھائی پھر رات کی قسم کھائی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن میں سے ہر ایک کی اپنی

اپنی فضیلت وخصوصیت رکھی رات اگر آرام سکون پردہ پوشی کا وقت ہے تو دن بھی تلاش معاش وغیرہ دیگر فوائد کے حصول کا وقت ہے تو قسم کھانے میں کبھی دن کو مقدم کیا اور کبھی رات کو تا کہ تقدیم کی فضیلت دونوں کو حاصل ہو جائے۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ سورۃ اللیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نور اسلام سے پہلے کفر کی تاریکی لاحق تھی اس لئے انکے مناسب یہ ہوا کہ ان کی شان میں نازل ہونے والی سورۃ میں پہلے رات کی قسم اور پھر دن کی قسم کھائی جائے اور سورۃ الضحیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی آپ علیہ السلام کو ابتداہی نور عظمت حاصل تھا اس لئے ضحیٰ کو دن کے ذکر سے شروع کیا ہے کہ دن روشن ہونے میں نور ایمان کی طرح ہے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۳﴾ منکرین رسالت کی تردید : تفصیل شان نزول میں گزر چکی ہے۔

﴿۴﴾ فضیلت دنیا و آخرت : آپ علیہ السلام کا آئندہ دور گزشتہ دور سے بہتر ہوگا ظہور غلبہ اسلام سے پہلا دور مشکلات کا دور ہے اور اس کے بعد جو دور آنے والا ہے وہ روشن ہے لہذا آپ رنجیدہ نہ ہوں تاریکی سے یہ بادل عنقریب چھٹ جائیں گے۔ بعض حضرات اس کو آخرت پر محمول کرتے ہیں دنیا کی زندگی سے آپ کا آخرت کا دور بہتر ہے یہ وہ دور ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائیں گے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اور آپ شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ فرمائیں گے۔ (تفسیر عزیزی)

﴿۵﴾ وعدہ خداوندی : مطلب یہ ہے کہ تیرا رب تجھے دے گا کہ تیری استعداد کا جام لبریز ہو جائے گا پھر تیری کوئی آرزو باقی نہیں رہے گی۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا۔ (قرطبی۔ص۔۸۶۔ج۔۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمائیں گے یہاں تک اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "رضیتَ یا محمد" اے محمد! اب آپ راضی ہیں تو میں عرض کروں گا۔ "یا رب رضیتُ" اے اللہ! میں راضی ہوں۔ (قرطبی۔ص۔۸۶۔ج۔۲۰)

اس آیت میں درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام شفاعت دیئے جانے کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس عطاء کی تفسیر شفاعت سے کی گئی ہے۔ (اخرجہ ابن ابی حاتم عن الحسن وابو نعیم فی الحلیۃ)

﴿۶﴾ خاتم الانبیاء کے ابتدائی احوال۔۔ ❶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد محترم وفات پا چکے تھے، چھ سال کی عمر مبارک تھی والدہ محترم رحلت فرما گئیں پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کا دل آپکی طرف مائل کر دیا ابو طالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ سفر میں بھی تنہا چھوڑ کر نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے ساتھ لے جاتے تا کہ آپ کوئی تکلیف نہ ہو۔

﴿۷﴾ خاتم الانبیاء کی بے قراری کا علاج : وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ۔۔الخ اور پایا آپ کو بے قرار بس راہ بتائی۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں میں اسکا خلاصہ لکھ دیتا ہوں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حد بلوغ کو پہنچے تو بتوں کی پوجا پاٹ اور ان کی حقیقت حال سے باخبر ہو گئے تو اصل دین کی جستجو میں لگ گئے بڑی عمر کے لوگوں سے پتہ چلا کہ اصل ہمارا دین دین ابراہیم ہے تو اب آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اور دین ابراہیمی کی مکمل تفصیلات کسی کو یاد نہیں تھی البتہ چند باتیں ملی مثلاً ذکر و تسبیح کے کلمات، اعتکاف، غسل جنابت، حج،

کے کچھ احکام اور خلوت و گوشہ نشینی وغیرہ آپ نے انہیں پر عمل شروع کر دیا مگر بے قراری ختم نہ ہوئی اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی اصولی اور فروعی احکامات کی تفصیلات آہستہ آہستہ نازل ہونا شروع ہوئی بس اسی بے قراری کو "ضَآلًا" سے تعبیر فرمایا ہے اور بندہ کے نزدیک یہی معنی اور تفسیر زیادہ موزوں ہے۔ واللہ اعلم

﴿۸﴾ خاتم الانبیاء کے ابتدائی احوال ❷ اور اللہ تعالیٰ نے آپکو بے مال والا پایا سو آپکو غنی کر دیا اس طرح کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں آپ بطور مضارب شریک ہوئے اور اس میں نفع ملا پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کیا اور اپنا تمام مال آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر کر دیا اسلئے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "ای فاغناك بمال خديجه"۔ ﴿۹ تا ۱۱﴾ فرائض خاتم الانبیاء برائے اتمام انعامات۔ ① ② یتیم کو دبائیے بھی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ یتیم رہ چکے ہیں اور یتیمی کی بے بسی اور لاچاری سے بخوبی واقف ہیں "تَنْهَرْ" "نهر" سے مشتق ہے جس کا معنی زجر اور جھڑکنے کے ہیں اور سائل کے معنی سوال کرنے والا اس میں داخل ہے جو کسی مال کا سوال کرے یا علمی تحقیق کا سوال کرے دونوں کو جھڑکنے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا بہتر یہ ہے کہ سائل کو کچھ دیکر رخصت کرو اور کچھ نہیں دے سکتے تو نرمی سے عذر کر دو اسی طرح علمی مسئلہ کا سوال کرنے والے کے جواب میں بھی سختی اور بدخواہی ممنوع ہے۔ (معارف القرآن، م، ش، د)

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت قتادہؒ سے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ کی تفسیر "كن له كأبٍ رحيم" سے نقل کی ہے۔ یعنی یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح ہو جائیے۔ اور وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (۱۰) کی تفسیر "ردالمسكين برحمة ولين" سے منقول ہے۔ یعنی مسکین سائل کو اگر واپس لوٹانا ہے تو نرمی اور ہمدردی کے ساتھ کیجئے۔ اور سفیان ثوریؒ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ: اگر کوئی آپ کے پاس دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آئے تو اسے مت جھڑکیے۔ ﴿۱۱﴾ ❸ : علوم و معارف کی صورت میں آپ کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا شکریہ یہ ہے کہ آپ ان کو بیان کریں تا کہ دوسرے لوگ بھی ان سے مستفید ہو سکیں۔ نیز

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

کی تفسیر میں حسن بن علی سے منقول ہے کہ: جب کوئی نعمت آپکو حاصل ہو تو اپنے مسلمان بھائیوں سے اس کا تذکرہ کیجئے۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے کہ: جو خیر کی بات آپ کو معلوم ہوا سے بیان کیا جائے۔

(کذا فی الاکلیل)

خلاصہ یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے، اللہ نے آپ کو بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا۔ لہٰذا اگر آپ کو کوئی یتیم نظر آئے تو اس پر شفقت کریں اور آپ شرائع سے غافل تھے، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت و شریعت سے نوازا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دین و شریعت کی ہر بات لوگوں کے سامنے بیان کیجئے (بقول علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسی پر حدیث کو حدیث کہا جاتا ہے۔ (کذا فی مقدمہ فتح الملہم) اور آپ محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کر دیا۔ لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سائل اور محتاج سے رحم و کرم کا برتاؤ کریں۔

ختم شد سورۃ الضحیٰ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الانشراح

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الانشراح ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۹۴۔ نمبر پر ہے۔ اور ترتیب نزول میں ۔۱۲۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔۸۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : کیونکہ اس سورۃ کی ابتدا میں آنحضرت ﷺ کے سینے کو کھولنے کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام "الانشراح" مقرر ہوا ہے۔

ربط آیات : یہ سورۃ دراصل سورۃ والضحیٰ کے مضمون کا تتمہ ہے یعنی سورۃ سابقہ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو حق تعالیٰ نے آپ پر فرمائی وہ نعمتیں دو قسم پر ہیں۔ ❶۔ظاہری۔ ❷۔ باطنی۔ پہلی سورۃ میں پہلی قسم کی نعمتوں کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں باطنی انعامات کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : فرائض وفضائل خاتم الانبیاء۔

خلاصہ سورۃ : تسلی خاتم الانبیاء، طریق عبادت، اور آپ کی معیت میں تسلی مؤمنین۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾

کیا ہم نے آپکا سینہ نہیں کھول دیا ﴿۱﴾ اور کیا ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ نہیں اتارا ﴿۲﴾ جسنے آپکی پشت کو بوجھل کر دیا تھا ﴿۳﴾

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ

اور ہم نے آپکے ذکر کو بلند کر دیا ہے ﴿۴﴾ پس بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ﴿۵﴾ بیشک مشکل کیساتھ آسانی ہے ﴿۶﴾ پس جب آپ فارغ ہوں

ع ۱ ۸ ۱۹ فَانْصَبْ ﴿۷﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

تو محنت کریں ﴿۷﴾ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع : فضائل خاتم الانبیاء، ۱، ۲، ۳، تسلی خاتم الانبیاء فرائض خاتم الانبیاء، ۱، ۲۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸ +

﴿۱ تا ۳﴾ فضائل والعامات باطنی خاتم الانبیاء۔ ❶، ❷ نبوت کی تیاری کے لیے دو نعمتیں عطا فرمائی

(۱) علم (۲) حلم علم کے لیے آپ ﷺ کے سینے مبارک میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور حلم کے لئے لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کیلئے بہت بڑا حوصلہ عطا فرمایا بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے نہ گھبرائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی ہے قلب اطہر کو جسمانی یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فیض ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک کھول دیا اور آپکے

حوصلوں کو کشادہ کر دیا اور سب دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکے ہو گئے۔ یہاں ''ذکر'' سے مراد مباح امور ہیں جو کبھی کبھی آپ سے کسی حکمت کی بنیاد پر صادر ہو جایا کرتے تھے اور بعد میں ان کا خلاف حکمت اور خلاف اولیٰ ہونا ثابت ہوتا تھا تو آپ اپنی اعلیٰ شان اور انتہائی قرب کی وجہ سے اس پر ایسے رنجیدہ ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے رنجیدہ و غمزدہ ہوتا ہے اس میں ان امور پر مواخذہ نہ ہونے بشارت ہے۔ اولاً اس سورۃ میں مکی دور میں دی گئی اور ثانیاً مدنی دور میں سورۃ فتح نازل ہوئی اس میں تجدید، تکمیل و تاکید آئی ہے اور خلاف اولیٰ کی وضاحت کے لیے جیسے اسیران بدر کے بارے میں فیصلہ ہے تفصیل کے لیے دیکھیں سیرۃ مصطفیٰ حضرت کاندھلویؒ۔ واللہ اعلم۔

شق صدر کی مختصر تفصیل اور حکمتیں

کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ گھر کے آس پاس تھے کہ جب آپ کی عمر تقریباً دو ڈھائی سال تھی تو آپ ﷺ کے رضاعی بھائی دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے دو آدمیوں نے ہمارے قریشی بھائی کا سینہ چاک کر دیا اور اب وہ اس کو سی رہے ہیں حلیمہ اور ان کے شوہر اس بات کو سن کر حواس باختہ ہو گئے اور جنگل میں جا کر آپ کو دیکھا تو آپ ایک جگہ کھڑے تھے اور چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا انہوں نے آپ کو سینے سے چمٹا لیا اور واقعہ پوچھا آپ نے سارا قصہ سنایا یہ جبرائیل اور میکائیل دو فرشتے تھے جو سفید لباس میں انسانی شکل میں آئے تھے انہوں نے شکم مبارک چاک کیا قلب اطہر کو نکالا پھر قلب کو چاک کیا اس کے اندر سے خون کے جمے ہوئے ایک دو ٹکڑے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے پھر قلب اور شکم کو برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ رکھ کر سینے پر ٹانکے لگا دیئے۔

(سیرت حلبیہ و ابن ہشام)

یہ شق صدر اس لئے تھا کہ قلب میں گناہ و معصیت کا مادہ باقی نہ رہے یہ شق صدر کا پہلا واقعہ ہے عقبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ شداد بن اوس ابن عباس رضی اللہ عنہ انس بن مالک اور خالد بن معدان تابعی نے اس کو ذکر کیا ہے۔

دوسری مرتبہ شق صدر دس سال کی عمر میں ہوا اس کا ذکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے (صحیح ابن حبان) یہ شق صدر لہو و لعب کے مادہ کو نکالنے کیلئے تھا۔ (فتح الباری)

تیسری مرتبہ عطاء نبوت کے وقت شق صدر کا واقعہ پیش آیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(فتح الباری و مجمع الزوائد)

یہ شق صدر اس لئے تھا کہ وحی الٰہی اور علوم ربانی کے تحمل کی استعداد پیدا ہو۔ چوتھی مرتبہ معراج کے موقعہ پر شق صدر ہوا جس کا ذکر حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں بخاری، مسلم، ترمذی و نسائی وغیرہ کے اندر آیا ہے یہ اس لئے ہوا تا کہ دل میں تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ اور ملکوت السمٰوٰت کی سیر کیلئے صلاحیت پیدا کی جائے بہر حال بار بار شق صدر کے ذریعے آپ کے قلب کی طہارت اور نورانیت کو انتہاء تک پہنچانا مقصود تھا۔

﴿۴﴾ فضائل خاتم الانبیاء: (۳) تمام انبیاء اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند کیا اور دنیا میں تمام سمجھدار انسان آپ ﷺ کا ذکر نہایت عزت اور وقعت سے کرتے ہیں اذان و اقامت، خطبہ، و کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ نیز یہ بات یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام لینے کا پہلے حکم دیا ہے اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تا کہ اللہ کے نام سے زبان پاک ہو جائے پھر میرے محبوب کا نام لیا جائے اور یہ بھی یاد رکھیں جہاں اللہ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں آپکی فرمانبرداری کی بھی تاکید فرمائی۔

مولوی غلام رسول سعیدی کا مغالطہ

مولوی غلام رسول سعیدی ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: پہلے مسلمان سال میں ایک مرتبہ یوم میلاد کو آپ

پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے مخالفین نے اس کو بدعت کہا اور اس کی مخالفت کی تو اس کے ردعمل میں مسلمان سال میں متعدد بار محافل میلاد منعقد کرتے اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے مخالفین نے پھر اس کو منع کیا تو مسلمان پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے اور جب اس سے بھی منع کیا گیا تو مسلمان ہر نماز کے بعد پڑھنے لگے "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" اور جب اس کی بھی مخالفت ہوئی تو مسلمان جمعہ اور مغرب کی نماز کے علاوہ ہر اذان کے بعد وقفہ کر کے پڑھنے لگے "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰه" پھر جب اس کے خلاف آوازیں اٹھیں تو مسلمان اذان سے پہلے بھی وقفہ کر کے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے اور یوں یوماً فیوماً اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو بڑھایا ہے اور بلند فرما رہا ہے اسی لئے فرمایا۔ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔ (الم نشرح) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ (تبیان القرآن۔ص۔۸۶۴۔ج۔۱۲)

جواب: ❶ آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ والسلام حضرات صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی پڑھتے تھے جس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ طریقہ کار میں ضرور اختلاف ہے اور اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر کے پاس آج بھی کھڑے ہو کر سلام پڑھنا درود پڑھنے سے زیادہ افضل ہے یعنی اگر درود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

سعیدی صاحب بھی واضح لفظوں میں تبیان القرآن۔ص ۸۶۳۔ پر لکھتے ہیں: حضرت علی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا ہم مکہ کی کسی جانب گئے تو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تو وہ کہتا "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ (رقم الحدیث۔ ۳۶۲۶) اس سے ثابت ہوا سلام آپ ﷺ پر مروجہ میلاد سے پہلے پڑھا جاتا تھا سعیدی صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے مسلمان سال میں ایک مرتبہ یوم میلاد کو آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے یہ غلط ثابت ہوا۔

جواب: ❷ پوری چھ صدیاں گزر چکی تھیں کہ اس بدعت میلاد کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ تھا یہ نہ تو کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ فقیہ کو نہ کسی بزرگ کو اور نہ کسی ولی کو یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بن اربل (المتوفی ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پروا بادشاہ تھا۔ (دیکھئے ابن خلکان وغیرہ)

سعیدی صاحب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے گویا کہ اس صلوٰۃ وسلام کا آغاز چھٹی صدی کے بعد ہوا یہ ان کے قلت تدبر کی واضح دلیل ہے۔

مظفر الدین کوکری کے بارے میں علما کرام ﷫ لکھتے ہیں کہ:

① مظفر الدین کوکری کے متعلق امام احمد بن محمد مصری مالکی ﷫ لکھتے ہیں کہ كَانَ مَلِكًا مُسْرِفًا يَأْمُرُ عُلَمَاءَ زَمَانِهِ أَنْ يَّعْمَلُوْا بِاِسْتِنْبَاطِهِمْ وَاجْتِهَادِهِمْ وَأَنْ لَا يَتَّبِعُوْا لِمَذْهَبِ غَيْرِهِمْ حَتّٰى مَالَتْ اِلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَطَائِفَةٌ مِنَ الْفُضَلَاءِ وَيَحْتَفِلُ لِمَوْلِدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الرَّبِيْعِ الْاَوَّلِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَحْدَثَ مِنَ الْمُلُوْكِ هٰذَا الْعَمَلَ"۔ (القول المعتمد فی عمل المولد)

ترجمہ: وہ ایک مسرف بادشاہ تھا علماء زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں۔ حتی کہ (دنیا پرست) علماء اور فضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہو گئی اور وہ ربیع الاول میں میلاد منعقد کیا کرتا تھا بادشاہوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔

② علامہ ذہبی ﷫ (المتوفی ۷۴۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ كَانَ يُنْفِقُ كُلَّ سَنَةٍ عَلٰى مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ ثَلَاثِ مِائَةِ اَلْفٍ"۔ (دول الاسلام۔ص۔۱۰۳۔ج۔۲)

ترجمہ: وہ ہر سال میلاد (جناب نبی کریم ﷺ) پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔

③ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ: "كَثِيْرُ الْوَقِيْعَةِ فِي الْاَئِمَّةِ وَفِي السَّلَفِ مِنَ الْعُلَمَاءِ خَبِيْثُ اللِّسَانِ اَحْمَقُ شَدِيْدُ الْكِبْرِ قَلِيْلُ النَّظَرِ فِيْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ مُتَهَاوِنًا"۔ (لسان المیزان۔ص۔۲۹۶۔ج۔۴)

ترجمہ: وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا، بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔

نیز حافظ موصوف نقل کرتے ہیں کہ: "قَالَ ابْنُ النَّجَّارِ رَأَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى كِذْبِهٖ وَضُعْفِهٖ" (لسان المیزان۔ص۔۲۹۵۔ج۔۴)

ترجمہ: علامہ ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔ ایسے بے دین مسرف بادشاہ کی اتباع اپنے دین کی تباہ کرنے کے مترادف ہے نہ کہ اس سے آپ ﷺ کے ذکر مبارک کا اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: ③ اذانوں سے پہلے یا بعد بلند آواز سے جو گلے پھاڑ پھاڑ کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور آپ کے ذکر میں اضافہ ہو رہا ہے اس پر سعیدی صاحب نے کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی محض مخالفت کو پیش نظر رکھ کر صلوٰۃ وسلام کے اضافہ کا ذکر کیا ہے یہ مخالفت کا عقدہ حضرات خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے سلف صالحین پر کیوں نہیں کھلا؟ اگر یہ کاروائی آپ ﷺ کے ذکر کے اضافہ کی ہوتی تو وہ حضرات کبھی اس سے نہ رہتے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے کیونکہ اگر وہ خیر اور بہتر ہوتا تو ضرور وہ ہم سے اس کے کرنے میں سبقت لے جاتے کیونکہ انہوں نے بھلائی کی خصلتوں میں کوئی خصلت ایسی نہیں چھوڑی جس میں وہ سبقت نہ لے گئے ہوں۔ (ابن کثیر۔ص۔۱۵۶۔ج۔۴)

فتاویٰ ذخیرۃ السالکین میں لکھا ہے "اَلصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْاَذَانِ وَبَعْدَهٗ مِنْ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ لَمْ يَكُنْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين"۔ (بحوالہ غایۃ الکلام۔ص۔۱۲۸)

اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین اور تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھا۔

اور اس کا اقرار مشہور بریلوی مولوی فیض احمد اویسی بہاولپوری اپنی تصنیف زیارات وبغداد وعراق میں بھی کرتے ہیں اس سے واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا بدعت ہے اور یہ موجودہ صلوٰۃ وسلام کا طریقہ رافضیوں کے سلام کا چربہ ہے آنحضرت ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین نے اذان سے قبل اور بعد بلند آواز سے نہ تو صلوٰۃ وسلام پڑھا اور نہ ہی اس کا حکم فرمایا جو کام نہ سنت ہو اس سے آپ کے ذکر میں کیسے اضافہ ہو سکتا؟ اس سے آنحضرت ﷺ کی ناراضگی کا بین ثبوت ملتا ہے۔

خلاصہ کلام نفس مسئلہ۔ ہم اور ہمارے تمام اکابر "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ بھی فی الجملہ اور مختصر طریقہ سے درود شریف کے الفاظ ہیں ہاں البتہ حرف خطاب اور حرف "یا" سے حاضر وناظر مراد لینا کفر ہے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھا جاسکتا ہے مگر آپ کو حاضر وناظر نہ سمجھو ورنہ اسلام کیا کفر ہوگا۔

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ۔ص۔۷۵۔تالیف امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ)

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ بھی "یا" لگانا جائز نہیں ہاں درود شریف میں "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ" کہنا جائز ہے وہ بھی اس خیال سے کہ فرشتے یہ درود حضور ﷺ کو پہنچادیں گے۔
(کفایت المفتی۔ص۔۵۸۔ج۔۲۔مکتبہ امدادیہ ملتان)

روضہ اطہر پر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے کا جواز

استاذ محترم حضرت اقدس مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان لکھتے ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضر ہو کر بصیغہ "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ" سلام پیش کرنا جائز ہے جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں شاید اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے ندا لغیر اللہ لازم آتی ہے سو واضح رہے کہ یہ ندا لغیر اللہ ممنوع نہیں بلکہ وہ نداء لغیر اللہ ممنوع ہے جو غائب کیلئے ہو اور اس سے مالک ضر و نفع سمجھتے ہوئے پکارا جائے یہ نداء شرک ہے حاضر کو بلفظ "یا" خطاب کرنا جائز ہے نہ یہ شرک ہے نہ منع ہے مسلم و کافر کا اس میں اختلاف نہیں ہے باہمی گفتگو میں ہر شخص دوسرے کو بصیغہ خطاب مخاطب کرتا ہے اور قریبی شخص کو بلانے کیلئے "یا" اور "اے" کا صیغہ تمام زبانوں میں مستعمل ہے۔ حق جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کو بلفظ "یا" خطاب فرمایا ہے "یا ذکریا، یا موسیٰ، یا ابراہیم" وغیرہ۔
رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان حاضر ہوتے اور بصیغہ "یا رسول اللہ" خطاب فرماتے حدیث جبرائیل میں ہے "یا محمد اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ" اس کے نظائر کا احصاء متعذر ہے۔
الحاصل حاضر کیلئے بلفظ "یا" خطاب ممنوع نہیں پس جب یہ محقق ہے کہ روضہ اقدس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر کو حیات حاصل ہے اور زائر کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں تو زید کا یا رسول اللہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مجلس اقدس میں حاضر ہو کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا "یا رسول اللہ" کہنا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا "یا" کہنا شرک نہیں تو زائر کا "یا" کہنا کیوں شرک ہے؟ خصوصاً جبکہ وفات شریفہ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح سلام پڑھنا ثابت ہے۔
ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :"وَقَدْ کَانَ الصَّحَابَۃُ کَابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَغَیْرِهِمَا یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی صَاحِبَیْهِ کَمَا فِی الْمُوَطَّا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَابَکْرٍ رضی اللہ عنہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَتِ"۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ۔ص۔۴۔ج۔۱)
ہم نہیں سمجھتے ہماری توحید اتنی ذکی الحس کیوں ہے؟ جس صیغہ سے حضرات صحابہ کرام کو شرک کی بو نہیں آئی ہمیں کیوں آتی ہے دراصل یہ توحید پرستی نہیں غلو ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے شان صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا خوب حقیقت کی ترجمانی کی ہے "وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُوْنَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ اَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَاِنَّهُمْ بَیْنَ ذٰلِكَ لَعَلٰی هُدًی"۔ (ابوداؤد۔ص۔۶۳۳۔ج۔۲)
الحاصل : زائر کیلئے بلفظ "یا رسول اللہ" سلام پیش کرنا جائز ہے ایک خاص واقعہ کی توجیہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نداء کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے (تفصیل کیلئے دیکھئے نشر الطیب :ص۔۲۳۱) اسی طرح شفاعت کی درخواست کرنا بھی جائز ہے غائبانہ طور پر بہ عقیدہ حاضر و ناظر نداء بصیغہ "یا" ممنوع اور حرام ہے۔ (خیر الفتاویٰ۔ص۔۱۸۰۔ج۔۱)

قبر اقدس پر سماع کی حدود

رأس الاتقیاء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ پر اس یقین کی کیفیت اس طرح غالب تھی کہ سامنے اس کا انکشاف ہورہا تھا

تذکرۃ الخلیل میں ہے : آستانہ محمدیہ پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی آواز نکالنا تو کیا مواجہہ شریفہ کی قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل۔ص۔۳۰۶۔بحوالہ مقام حیات۔ص۔۶۶۸)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : کہیں تصریح تو یاد نہیں اکابر سے سنا ہے کہ احاطہ مسجد شریف میں جہاں سے بھی درود وسلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں مسجد کی حدود جہاں تک وسیع ہوگی، وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا اور حجرہ شریفہ کے قریب سے سلام عرض کرنا اقرب الی الادب والمحبت ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل۔ص۔۵۳۸۔ج۔۱۰)

بندہ ناچیز سو فیصد اسی عقیدہ پر متفق ہے میرا ایمان عشق ومحبت اور عقیدت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

﴿۵ تا ۶﴾ کارنبوت پر رکاوٹوں پر تسلی خاتم الانبیاء : "الْعُسْرِ" سے مراد مشکل حالات ہیں جو مخالفین کی طرف سے آپ کے خلاف پیدا کئے جارہے تھے جن کی وجہ سے سانس لینا بھی مشکل ہورہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان حالات کو تبدیل کردیا دوسرا جملہ تاکیدی ہے یا تاسیس پر محمول کیا جائے گویا "عسر" ایک ہے اور "یُسْر" دو ہیں "الْعُسْرِ" معرفہ ہونے کی وجہ سے تکرار کے باوجود ایک ہوگا اور "یُسْر" نکرہ ہونے کی بنا پر الگ الگ ذکر کیا مگر تاکید پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے "مع" کے لانے میں تسلی میں مبالغہ ہے گویا "عسر" اور "یُسر" میں بالکل اتصال رہتا ہے تاخیر نہیں ہونے دیتا اور "یُسْر" کا نکرہ ہونا تعظیم کو ظاہر کرتا ہے۔

﴿۷﴾ فرائض خاتم الانبیاء : ❶ "فَانْصَبْ" میں نماز کا حکم ہے اگر نماز سے فراغت مراد ہے پھر دعا میں مشغول ہونے کا حکم ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۵۴۶۔ج۔۳۰)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ تبلیغ کے کاموں سے فراغت کے بعد عبادت کا حکم ہے جس سے تبلیغ کی اہمیت واضح ہے اس کا نفع زیادہ ہے اور عبادت کا نفع ذاتی اور لازمی ہے۔

نصب : کا معنی تھکان اور محنت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کریں کہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگے اس میں آنحضرت ﷺ کی نیابت میں علماء امت کیلئے ترغیب اعمال کی طرف اشارہ بھی ہے کہ وہ بھی تبلیغی کاموں سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوجائیں تاکہ حق تعالیٰ تبلیغی کاموں کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطاء فرمائے سابقین علماء امت کا یہی حال تھا مگر آج اس سے حالت مختلف ہے حق تعالیٰ شانہ تساہل کی زندگی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

مَسْئَلَہ: نماز تراویح کے بعد دعا کے متعلق فتاویٰ دارالعلوم میں ہے بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے اور مستحب ہے اور معمول سلف وخلف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ص۔۲۵۳۔ج۔۴۔خیر الفتاویٰ۔ص۔۵۳۵۔ج۔۲)

﴿۸﴾ فرائض خاتم الانبیاء ❷ مکمل طور پر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے غیر کی طرف دھیان نہیں ہونا چاہئے۔

ختم شد سورۃ الانشراح بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التین

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ التین ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۹۵۔ ویں نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۸۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۸۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی ابتداء میں "تِیْن" کا ذکر ہے کا "تِیْن" معنی انجیر ہے اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم کھا کر مضمون کو بیان فرمایا ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام "التین" رکھا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں شرح صدر کا ذکر تھا اس سورۃ میں اس شہر کا ذکر ہے جس میں شرح صدر ہوا۔

موضوع سورۃ : انسان کے مکلف ہونے کا بیان۔

خلاصہ سورۃ : قدرت باری تعالیٰ، نتائج متقین، شکوہ مشرکین، حصر الحاکمیت باری تعالیٰ۔ واللہ اعلم

فائدہ : حضرات علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس سورۃ کے خاتمہ پر "بلیٰ وانا علیٰ ذٰلک من الشاھدین" کہنا چاہئے۔

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور قسم ہے طور سینا کی ﴿۲﴾ اور قسم ہے اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی ﴿۳﴾ بیشک ہمنے انسان کو

فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿٥﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے ﴿۴﴾ پھر اسکو ہمنے نیچوں سے نیچے لوٹا دیا ﴿۵﴾ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے پس ان کیلئے

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨﴾ ع

نہ ختم ہونے والا اجر ہے ﴿۶﴾ پس اے انسان روز جزا کو جھٹلانے پر تجھے کیا چیز آمادہ کرتی ہے ﴿۷﴾ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع : قدرت باری تعالیٰ کے۔ ۴۔ نمونے، کیفیت خلقت انسان، پنشن کا دور، نتیجہ متقین، توبیخ مشرکین، تخویف، حصر الحاکمیت باری تعالیٰ۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸+

﴿۱﴾ قدرت باری تعالیٰ کے۔ ❶ ❷ نمونے : قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی عربی میں "تین" انجیر کو کہتے ہیں اور زیتون بھی ایک درخت ہے یہ دونوں انسان کے لئے کار آمد چیزیں ہیں۔ ﴿۲﴾ نمونہ ❸ "طُوْرِ سِيْنِيْنَ" قرآن کریم میں ایک جگہ "طور سینا" بھی آیا ہے یہ دو بابرکت مقام ہیں ایک موسیٰ علیہ السلام کے تکلم کا مقام ہے اور دوسرا محل نزول وحی ہے۔

﴿۳﴾ نمونہ ❹ امن والے سے مراد مکہ مکرمہ ہے طور اور بلد امین دونوں محل وحی ہیں۔
﴿۴﴾ کیفیت خلقت انسان : ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا یعنی عقل فہم، تمیز اور شکل وصورت کے اعتبار سے گویا یہ چار چیزیں انسان کی تخلیق کی عمدگی پر گواہ ہیں۔ سوال : بعض انسان تو بدصورت بھی ہیں تو پھر بہترین ساخت کیسے ہوئی؟ جواب : حضرت درخواستی ﷫ فرماتے ہیں یہاں انسان سے مراد حضرات انبیاء کرام ہیں۔ (حافظ الحدیث نمبر)
اگر یوں کہا جائے کہ یہاں الف لام عہد کے لئے ہے پھر بھی درست ہوگا۔ واللہ اعلم
ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں انسان سے احسن کوئی نہیں، انسان کو اللہ نے زندہ علم والا، قدرت والا، ارادہ کرنے والا، بات کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا، تدبیر کرنے والا اور حکمت والا بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ جب کہ یہ تمام خدائی صفات ہیں۔ اسی بناء پر علما نے اس مقولہ :إن الله خلق آدم على صورته" کے بارے میں یہ فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی مذکورہ صفات کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ کیونکہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:على صورة الرحمن۔ یعنی آدم علیہ السلام کو رحمن کی صورت پر پیدا کیا اور رحمن کی تو کوئی صورت مشخصہ متعینہ نہیں ہے، لامحالہ اس سے رحمانی صفات ہی مراد ہوں گی۔
بہر کیف! انسان کو احسن صورت وصفات پر پیدا فرمایا ہے۔ نیز یہ واقعہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ عیسیٰ بن موسی الہاشمی اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتا تھا، ایک روز اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہ ہو تو تجھے تین طلاقیں۔ وہ وہاں سے اٹھ گئی اور اس سے پردہ کر کے بیٹھ گئی کہ تو نے مجھے طلاق دے دی (کیونکہ چاند سے زیادہ کون حسین ہوسکتا ہے؟)
عیسیٰ نے وہ رات بہت شدید کرب میں گزاری اور صبح ہوئی تو وہ خلیفہ منصور کے دربار میں پہنچا اور اس سے جا کر بڑا رونا رویا کہ اگر واقعتاً میری بیوی کو طلاق ہوئی تو مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور ایسی زندگی سے مجھے موت زیادہ پسند ہوگی۔ خلیفہ نے اس کی جزع وفزع دیکھ کر فقہاء کو جمع کیا اور ان سے فتویٰ طلب کیا، سب نے بیک وقوع طلاق کا فتویٰ دیا۔ سوائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک صاحب نے جو خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بولے۔
منصور نے ان سے کہا آپ کیوں کچھ نہیں کہتے؟ انہوں نے کہا وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ (سورہ التین)
اے امیر المومنین! انسان تمام اشیاء سے زیادہ حسین ہے۔ کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہیں۔ ابو بکر جعفر منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا کہ :بات وہی ہے جو انہوں نے کہی۔ جا اپنی بیوی کے پاس جا اور اس کی بیوی کو پیغام بھیجا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر، کیونکہ اس نے طلاق نہیں دی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے انسان کو سب مخلوقات میں سب سے زیادہ حسین بنایا ہے۔ اسی وجہ سے فلاسفہ کا قول مشہور ہے : الإنسانُ عالمٌ اصغرُ۔
یعنی انسان اپنی ذات میں ایک چھوٹی سے کائنات ہے۔ کیونکہ جو کچھ تمام مخلوقات میں صفات پائی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری انسان میں جمع ہیں۔ (احکام القرآن۔ ابن العربی۔ ج۔۴۔ ص۔۳۱۸)
﴿۵﴾ انسان کی پنشن کا دور۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ارذل العمر یعنی بڑھاپے کا وہ مرحلہ ہے جس میں انسان سوچنے سمجھنے کے لائق نہیں رہتا تو اس وقت وہ بڑھاپے کی وجہ سے نیک اعمال کرنے سے معذور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معذوری کے باوجود اسے پنشن کا مستحق سمجھتے ہیں فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو (نیک اعمال) یہ آدمی جوانی میں کرتا تھا

اب وہ اعمال اس کے بڑھاپے کی عمر میں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دو۔ (کمالین شرح جلالین)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ناقدری کی بذر کر کے برائی کے راستے میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ شیطان بھی اس کے پیچھے رہ جاتا ہے اس صورت میں شکل وصورت سے تو انسانی لباس سے آراستہ اور مزین نظر آتا ہے مگر اندر جھانک کر دیکھو تو سینکڑوں شیطان بھرے ہوئے ہوتے ہیں تو اس تفسیر کے مطابق انسان جہنم کا مستحق بن جاتا ہے۔

﴿۶﴾ نتیجہ متقین۔ ﴿۷﴾ توبیخ مشرکین : مطلب یہ ہے کہ وہ کون سی دلیل ہے جس کی بناء پر تم قیامت کا انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے سارے اسباب مہیا فرما دیئے ہیں۔

﴿۸﴾ تخویف اور حصر الحاکمیت باری تعالیٰ : کیا نہیں ہے اللہ سب سے بڑا حاکم تمام حاکموں سے ضرور بالضرور ہی سب سے بڑا حاکم ہے سب مانتے ہیں اور ماننے پر مجبور ہیں عقل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کے احکام کائنات پر نافذ وجاری ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں : دنیا کے چھوٹے حاکم وفاداروں کو انعام اور غداروں کو سزا دیتے ہیں، تو کیا سب سے بڑا حاکم جزا و سزا نہیں دے گا؟

ختم شد سورۃ التین بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ العلق

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ العلق ہے جو اس سورۃ کی دوسری آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۹۶۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں پہلی سورۃ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔۱۹۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ ''علق'' کے معنی جمے ہوئے خون کے ہیں چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا اسی سے اس سورۃ کا نام ''علق'' ہے اس سورۃ کو سورۃ الاقرأ بھی کہتے ہیں۔

ربط آیات۔ گزشتہ سورۃ میں بلد امین کا ذکر تھا اس سورۃ میں بلد امین کے رقبہ کا ذکر ہے جس میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

موضوع سورۃ : فریقین کے نتائج اور فرائض خاتم الانبیاء

خلاصہ سورۃ : دلائل عقلی سے توحید خداوندی، طریق تعلیم تعلیم سے محرومی کے اسباب، ترقی تعلیم کے اسباب مشرکین کی شکایات وتنبیہات، مخالفین کے لئے تخویف، اخیر سورۃ میں آنحضرت ﷺ کو بارگاہ لم یزل میں سجدہ ریز ہونے اور قرب خداوندی حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی۔ واللہ اعلم

سُوۡرَةُ الۡعَلَقِ مَكِّيَّةٌ | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ | هِيَ تِسۡعَ عَشۡرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ‏ ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ‌ ۚ‏ ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ‏ ﴿۳﴾

اے پیغمبر (علیہ السلام) آپ پڑھیں اپنے رب کا نام لے کر وہ رب جسنے پیدا کیا ﴿۱﴾ جسنے انسان کو بستہ خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ﴿۲﴾ آپ پڑھیں اور آپکا رب بڑا کریم ہے ﴿۳﴾

الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ‏ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ‏ ﴿۵﴾ كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى ۙ‏ ﴿۶﴾

وہ جسنے قلم کے ذریعے تعلیم دی ﴿۴﴾ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا ﴿۵﴾ خبردار بیشک انسان البتہ سرکشی کرتا ہے ﴿۶﴾

اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ؕ‏ ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰى ؕ‏ ﴿۸﴾ اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰى ۙ‏ ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى ؕ‏ ﴿۱۰﴾

کہ وہ اپنے آپکو مستغنی خیال کرتا ہے ﴿۷﴾ بیشک سب کا تیرے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے ﴿۸﴾ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے ﴿۹﴾ بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے ﴿۱۰﴾

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ‏ ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ؕ‏ ﴿۱۲﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ‏ ﴿۱۳﴾

آپ بتلائیں کہ اگر نماز پڑھنے والا بندہ ہدایت پر ہو ﴿۱۱﴾ یا وہ تقوی کا حکم دیتا ہو ﴿۱۲﴾ آپ بتلائیں کہ اگر یہ منع کرنیوالا شخص تکذیب کرتا ہے اور روگردانی کرتا ہے ﴿۱۳﴾

اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ‏ ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَٮِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ‏ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ

کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس طاغی کی تمام حرکات کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۴﴾ خبردار اگر یہ باز نہ آیا تو پھر ہم اسے پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے ﴿۱۵﴾ جو پیشانی جھوٹی اور خطاکار ہے ﴿۱۶﴾ پھر بلائے وہ اپنی

خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدة

مجلس والوں کو (۱۷) عنقریب ہم اسکے مقابلے میں پیدل سیاست کرنیوالے فرشتوں کو بلائیں گے (۱۸) ہرگز آپ اسکی اطاعت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوجائیں اور خدا کا قرب حاصل کریں (۱۹)

خلاصہ رکوع : طریق تلاوت قرآن، کیفیت خلقت انسان، شفقت خداوندی، خصوصیت انسان، بنی آدم کی کم علمی، تعلیم سے محرومی کے اسباب۔ ا۔ ۲۔ تذکیر بما بعد الموت سے تہدید، سرکشی ابوجہل، عبدیت خاتم الانبیاء، طریق کامیابی خباثات ابوجہل، زجر ونتیجہ ابوجہل، ابوجہل، کو چیلنج، تنبیہ، فرائض خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات ا تا ۱۹ +

شان نزول : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت جبرائیل کی آمد سے پہلے غار حرا میں تنہا وقت گزارتے تھے یہ تنہائی آپ کو محبوب تھی متعدد راتیں گزار کر حضرت خدیجہ کے پاس آتے وہ مزید چند دن کیلئے کھانے پینے کا سامان تیار کر دیتی تھی پھر آپ غار حرا میں واپس تشریف لیجاتے تھے ایک دن آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے اچانک فرشتہ آیا اس نے کہا "اِقْرَأْ" آپ نے فرمایا "ما انا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں فرشتہ نے پکڑ کر آپ کو زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے آپ نے پھر وہی فرمایا "ما انا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں فرشتہ نے دوبارہ زور دار طریقے سے دبایا اور چھوڑ دیا پھر تیسری بار کہا کہ پڑھئے آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس مرتبہ حضرت جبرائیل نے "عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" تک پڑھ دیا۔

▫ آپکی عمر اسوقت چالیس سال تھی حالانکہ چھوٹا سا بچہ ساتھ ساتھ پڑھنے سے آسانی سے پڑھ لیتا ہے تو آپ نے کیسے فرمایا "ما انا بقاری"؟ **جواب**: علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جبرائیل علیہ السلام کے پاس ریشم کا کپڑا تھا اس میں لکھا ہوا تھا۔ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي الی مَا لَمْ يَعْلَمْ" تو اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو آگے سے آپ نے فرمایا کہ میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں تو جو بچہ کو پڑھایا جاتا ہے اس میں اشارہ نہیں ہوتا بلکہ خود اس کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۵۵۸۔ج۔۳۰)

﴿۱﴾ طریق تلاوت قرآن۔ ﴿۲﴾ کیفیت خلقت انسان، ﴿۳﴾ شفقت خداوندی۔ ﴿۴﴾ خصوصیت انسان۔ ﴿۵﴾ بنی آدم کی کم علمی ﴿۶﴾ تعلیم سے محرومی کے اسباب ❶ لفظ "کَلَّا" کی دو خصوصیات۔ ① یقیناً یہ مکی سورۃ ہے جس میں لفظ "کَلَّا" موجود ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کے نصف اول میں نہیں ہے صرف دوسرے نصف میں ہے اور خاص طور پر آخری پانچ پاروں میں یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے اس ترتیب میں بھی راز یہ ہے کہ پہلے نرمی کے ساتھ سمجھانا مقصود ہے جب کوئی آدھا قرآن پڑھ چکا اور اس کے باوجود سیدھے طریقے کی طرف نہیں آرہا تو وہ اسی لائق ہے کہ اسے جھڑکا اور ڈانٹا جائے اور پھر خاص طور پر وہ آدمی جو پورا قرآن پڑھ کر بھی قرآن کی نصیحتوں سے فائدہ نہیں اٹھا رہا وہ زیادہ ہی ڈانٹنے کا مستحق ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے آخری پانچ پاروں میں یہ لفظ زیادہ آیا ہے۔ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ : یہ تحقیقی بات ہے کہ انسان ضرور ضرور سرکشی اختیار کر لیتا ہے یعنی اپنی آدمیت کی حد سے نکل جاتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اپنے خالق کی نافرمانی اور سرکشی میں لگ جاتا ہے۔

مواعظ ونصائح

تواضع اور انکساری: ایک مرتبہ آپ کو راستہ میں ایک کمزور بڑی عمر کی باندی ملی۔ وہ آپ سے اپنے مالک کے ظلم وستم اور زیادہ کام کرانے کی شکایت کرنے لگی۔ آپ فوراً اس کے ساتھ اس کے مالک کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے نرمی برتنے اور ہلکا کام لینے کی سفارش کی۔

آپ فرماتے تھے کہ "جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" ہم لوگوں کو کتنی ہی بار یہ کہتے ہوئے سنتے رہتے ہیں کہ "فلاں شخص متکبر ہے، فلاں شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔" اسی مغرورانہ طبیعت کی وجہ سے لوگ ان سے ناراض رہتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپ کسی سے پوچھتے ہیں کہ "بھائی! تم اس سلسلہ میں اپنے ہمسائے سے مدد کیوں نہیں لیتے؟" وہ کہتا ہے کہ "وہ تو ہم سے تکبر کرتا ہے اور سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتا۔"

افسوس کہ ایسے لوگ دوسروں کی نفرت کا نشانہ بنتے ہیں، پھر بھی غرور و تکبر سے باز نہیں آتے اور ان کے ساتھ تکبر سے پیش آتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "جب انسان اپنے آپ کو غنی و مالدار دیکھتا ہے تو سرکش ہوجاتا ہے۔"

انَّ الانْسَانَ لیطغٰی انْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی (سورۂ علق۔ ۶)

ایسے ہی لوگ دوسروں کے سامنے اپنا چہرہ پھلائے رہتے ہیں اور زمین پر اترا کر چلتے ہیں۔ یہ مزدوروں سے، نوکروں سے اور غریبوں سے تکبر کرتے ہیں، ان سے بات کرنے میں بھی، مصافحہ کرنے میں بھی اور ساتھ بیٹھنے میں بھی ذلت محسوس کرتے ہیں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل دیکھئے۔ آپ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آپ نے وہاں کے راستوں اور گلیوں میں بھی گشت فرمایا۔ یہ وہی مقامات تھے جہاں آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئی تھیں اور آپ کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ ان راستوں پر آپ نے لوگوں کو بار بار برے القاب کے نعرے لگاتے سنا تھا۔ لیکن آج آپ اس شہر میں ایک طاقتور قائد و سردار کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے۔ اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا محکوم بنا دیا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح فاتحانہ داخلہ کے وقت آپ کے جذبات و احساسات کیا تھے اور ان کا اظہار آپ نے کس طرح فرمایا۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری: حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ "(فتح مکہ کے موقع پر) جب رسول اللہ ﷺ "ذی طوی" کے مقام پر پہنچے تو وہاں اپنی اونٹنی کو ٹھہرایا۔ اس وقت آپ اپنے سر مبارک کو ایک سرخ چادر کے ٹکڑے سے لپیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے نوازا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے آگے انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سر کو جھکا لیا۔ اتنا جھکایا کہ آپ کی ڈاڑھی کا کنارہ کجاوہ کو چھوجاتا تھا۔"

حضرت انسؓ اس منظر کو یوں بیان کرتے ہیں کہ: "جب آنحضرت ﷺ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو اس وقت آپ اس قدر خشوع و خضوع کی حالت میں تھے کہ آپ کی ٹھوڑی کجاوہ سے لگی ہوئی تھی۔" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ کی انکساری کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کسی معاملہ میں بات کرنے لگا تو (آپ کے رعب کی وجہ سے) وہ کپکپانے لگا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں۔ میں بھی قریش کی ایک ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔" رسول اللہ ﷺ اپنے بارے میں فرماتے تھے کہ "میں ایسے بیٹھتا ہوں جیسے ایک بندہ بیٹھتا ہے، اور ایسے (عاجزی سے) کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ کھاتا ہے۔"

ایک عرب شاعر کہتا ہے: تواضع اختیار کروگے تو ستارہ کی طرح ہوجاؤ گے جو دیکھنے والے کو تو پانی کی سطح پر نظر آتا ہے حالانکہ وہ انتہائی بلندی پر ہوتا ہے۔

آپ دھوئیں کی طرح نہ ہوجائیں جو خود اوپر فضا میں جاتا ہے لیکن پھر بھی بے عزت اور ذلیل رہتا ہے۔

﴿۷﴾ ❷ اس کا یہ سرکشی پر اترآنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مستغنیٰ دیکھتا ہے یعنی مال و دولت کی وجہ سے اپنے آپ

کو مستغنی سمجھتا ہے مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔

﴿۸﴾ **تذکیر بمابعد الموت سے تہدید۔** مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مال و دولت کو دیکھ کر اپنے رب کو مت بھول جا آخر مر کر وہاں جانا ہے جہاں مال و اولاد کام نہ آئے گی۔ ﴿۹﴾ **سرکشی ابوجہل۔** ﴿۱۰﴾ **عبدیت خاتم الانبیاء۔** شروع میں جب آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنا شروع کی تو ابوجہل نے کہا اگر میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو میں آپ کی گردن کچل دوں گا۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۵۶۳۔ ج۔ ۳۰۔ معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۷۵۔ ج۔ ۴۔ قرطبی۔ ص۔ ۱۱۵۔ ج۔ ۲۰)

﴿۱۱،۱۲﴾ **طریق کامیابی:۔** ❶۔ ❷ اگر ابوجہل اپنی سرکشی کا علاج کرتا اور روحانی صحت مندی حاصل کر لیتا تو تکمیل وارشاد کے مرتبے تک پہنچ جاتا بجائے اس کے کہ نماز سے منع کرتا چاہئے تو یہ تھا کہ لوگوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم کرتا اور ان کی اصلاح کرتا۔ ﴿۱۳﴾ **خباثات ابوجہل :** عربی لغت میں لفظ "اَرَءَيْتَ" محاورہ کے اعتبار سے "اخبرني" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں تین جگہ لفظ "اَرَءَيْتَ" وارد ہوا ہے جو ہر صاحب فہم و بصیرت کو خطاب ہے ہر سمجھنے والا بتائے کہ جو شخص نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکتا ہے اور یہ نماز پڑھنے والا خود ہدایت پر رہتے ہوئے دوسروں کو تقویٰ کا حکم دیتا ہے اس کو نماز سے روکنے والے کا عمل کیسا ہے؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہئے؟ جو شخص جھٹلانے والا اور اعراض کرنے والا ہے پھر اوپر سے نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے اس کا انجام سوچ لیا جائے پھر اس کے انجام اور نتیجہ کو اجمالی طور پر یوں بیان فرمایا۔

﴿۱۴﴾ **تخویف ابوجہل :** کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی سرکشی اور سرکشی سے پیدا ہونے والے افعال کو دیکھ رہا ہے اور اس پر سزا دے گا۔ ﴿۱۵۔۱۶﴾ **زجر و نتیجہ ابوجہل :** خبردار اگر یہ بعض نہ آیا تو ہم گھسیٹیں گے اس کی پیشانی سے پکڑ کر ایسی پیشانی جو جھوٹی نافرمان خطاکار ہے۔

﴿۱۷﴾ **ابوجہل کو چیلنج۔** اگر ابوجہل کو اپنی جماعت پر ناز ہے تو ان کو بلا لے ہم بھی بلا لیں گے اپنے پیادہ اور جلاد فرشتوں کو جو اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں گے پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹنا ان کی ذلت و خواری کے لئے ہوگا چونکہ انسان کے جسم میں سب سے زیادہ عزت و اکرام کی چیز پیشانی ہے۔ ﴿۱۸﴾ "الزَّبَانِيَةَ" "زبن" سے ہے جو دفع کرنے کے معنی میں آتا ہے چونکہ دوزخ پر مقررہ فرشتے دوزخیوں کو دھکے دیدے کر دوزخ میں ڈالیں گے اس لئے اس کو زبانیہ فرمایا۔ (معالم التنزیل۔ ص۔ ۴۷۶۔ ج۔ ۴)

﴿۱۹﴾ **تنبیہ، فرائض خاتم الانبیاء۔** مطلب یہ ہے کہ ہرگز آپ اس سے مت ڈریئے اس کی دھمکیوں کو کچھ شمار میں نہ لائیے اس کا کہنا مت مانئے اور سجدوں کے ذریعے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

نکتہ : اس سورۃ کا ابتدائی حصہ علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور باقی مال کی مذمت پر دلالت کرتا ہے اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علم پسندیدہ اور مرغوب چیز ہے اور مال نفرت کے قابل چیز ہے۔ (تفسیر عزیزی)

ختم شد سورۃ العلق بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ القدر

نام اور کوائف :اس سورۃ کا نام سورۃ القدر ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۹۷۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۵۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۵۔ آیات ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : ''قدر'' کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت وشرف ہے اسلیے اس کو شب قدر کہتے ہیں اور یہی نام بطور علامت کے رکھ دیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں ابتداء نزول قرآن کریم کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں مکمل قرآن کریم کے نزول کی شب کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : فضائل قرآن ولیلۃ القدر۔

خلاصہ سورۃ : خصوصیات لیلۃ القدر، نزول قرآن کا وقت۔

سورۃ القدر مکیۃ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — ھی خمس آیات

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾

بیشک اس قرآن پاک کو ہم نے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ﴿۱﴾ اور آپکو کس نے بتلایا کہ لیلۃ القدر کیا ہے ﴿۲﴾ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے ﴿۳﴾

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر معاملے میں ﴿۴﴾ سلامتی ہوتی ہے اس رات یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔ ﴿۵﴾

وقف النبی علیہ السلام   مع الثالثۃ

خلاصہ رکوع : وقت نزول قران کریم، فضیلت لیلۃ القدر، خصوصیات لیلۃ القدر، انتہاء لیلۃ القدر۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۵+

شان نزول : آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال بیان فرمایا جو مسلسل ایک ہزار مہینے جہاد میں مشغول رہا کبھی ہتھیار نہیں اتارے مسلمانوں کو سن کر تعجب ہوا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں اس امت کیلئے صرف ایک رات کی عبادت کو اس مجاہد کی زندگی بھر کی عبادت یعنی ایک ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا یہ حال تھا کہ ساری رات عبادت کرتا اور صبح کو جہاد کیلئے نکل جاتا دن بھر جہاد میں مصروف رہتا ایک ہزار مہینے اس نے لگا تار عبادت میں گزارے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس کی فضیلت سب پر ظاہر کر دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے بعض ائمہ شافعیہ نے اس کو جمہور کا قول لکھا ہے۔ (مظہری۔ ص۔ ۳۱۰۔ ج۔ ۱۰)

اس رات کو لیلۃ القدر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جس آدمی کی اس سے پہلے بے عملی کی وجہ سے قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ و

استغفار وعبادت کی وجہ سے صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

تعیین شب قدر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ ان سب اقوال میں سب زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے مگر آخری عشرہ کی کوئی خاص تعیین نہیں بلکہ ہر رمضان میں بدلتی رہتی ہے اس آخری عشرہ میں بھی طاق راتیں مراد ہیں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ رمضان المبارک ازروئے زیادہ صحیح احتمال بھی یہی ہے اس قول پر تمام احادیث جو شب قدر کے متعلق آئی ہیں وہ جمع ہو جاتی ہیں۔ (مظہری۔ص۔ ۳۱۳۔ج۔۱۰)

﴿۱﴾ **وقت نزول قرآن** : مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور مخصوص صفات اور افعال میں "وحدہٗ لاشریك" ہے مگر عیسائیوں کے نزدیک خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں وہ مسلمانوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھو تمہارے قرآن میں موجود ہے "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ" جمع کا صیغہ ہے تو معلوم ہوا کہ خدا بہت ہیں اگر ایک ہوتا تو یوں کہتے "اِنِّیۡ اَنۡزَلۡتُهٗ" تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جمع تعظیم کیلئے ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا بہت ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لیلۃ القدر کی تلاش وطلب آخری سات راتوں میں کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے۔ نیز سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھی فی کل رمضان۔

نیز عاصم عن زر سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اے ابو المنذر! ہمیں لیلۃ القدر کے متعلق بتلایئے کہ وہ کب ہوتی ہے؟ کیونکہ ہمارے صاحب یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: جو آدمی سال بھر رات میں قیام کرے وہ لیلۃ القدر پالے گا۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! وہ خوب جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے لیکن انہوں نے (یہ جواب اس لیے دیا کہ) کہیں لوگ اسی رات پر اکتفاء کرلیا کریں۔ اللہ کی قسم! لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات درست ہوسکتی ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی سال لیلۃ القدر کسی رات میں ہو اور کسی سال میں کسی اور رات میں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سال میں عشرۂ اخیرہ میں ہو اور کسی سال میں درمیانی عشرہ میں ہو اور کسی سال پہلے عشرہ میں اور کسی سال غیر رمضان میں ہو۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول قطعی طور پر لیلۃ القدر کے حصول کے بارے میں ہے کہ سال بھر جس نے قیام کیا تو اسے لیلۃ القدر ضرور حاصل ہوجائے گی کیونکہ خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں، اس سے وہ محروم نہ رہے گا۔ کیونکہ اس کا قطعی علم تو وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ بات ممکن ہے کہ کبھی لیلۃ القدر رمضان میں ہو اور کبھی رمضان کے علاوہ۔ اسی لیے فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: انت طالق فی لیلۃ القدر۔ تو جب تک اس کے بعد ایک پورا سال نہ گزر جائے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ شک کی وجہ سے طلاق نہیں ہوتی اور سال پورا ہونے سے قبل یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ لیلۃ القدر پائی ہے یا نہیں (انتہیٰ کلام الجصاص رحمۃ اللہ علیہ۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۴۱)

احناف رحمہم اللہ کا مشہور قول یہی ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت جمہور کے قول کے مطابق بھی ہے کہ لیلہ

القدر رمضان کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ شرح ہدایہ میں اسی قول کو امام صاحبؒ کا حتمی قول قرار دیا گیا ہے اور ایک روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ستائیسویں شب کی ہے۔ جیسا کہ ابن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں حلفاً ذکر کیا ہے۔ (کذا فی فتح الباری)

﴿۳﴾ فضیلت لیلۃ القدر۔ ﴿۴﴾ خصوصیات لیلۃ القدر : اور ''روح'' سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی بندے مرد عورت عبادت و نماز میں مصروف ہوتے ہیں سب کیلئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (مظہری۔ ص۔ ۳۱۰۔ ج۔ ۱۰)

مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ : یہاں ''من'' بمعنی ''با'' کے ہے معنی یہ ہوگا فرشتے لیلۃ القدر میں تمام سال کے اندر پیش آنے والے تقدیری واقعات لیکر زمین پر اترتے ہیں۔

﴿۵﴾ انتہاء لیلۃ القدر : اس رات کی برکات کسی خاص حصہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ شروع رات سے طلوع فجر تک ایک ہی حکم ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی تو آدھی رات کی عبادت کا ثواب اس نے پالیا اور پھر جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے پوری رات کی عبادت کا ثواب پایا۔

(رواہ مسلم۔ مظہری۔ ص۔ ۳۱۲۔ ج۔ ۱۰)

ختم شد سورۃ القدر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البینہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ البینہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۹۸ ۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۱۰۰ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ ۸ ۔ آیات ہیں ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے ۔

وجہ تسمیہ : "بینہ" کے معنی کھلی ہوئی دلیل روشن جس سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن واضح دلیل ہے اسی لفظ کو بطور علامت کے نام قرار دے دیا ۔

فائدہ : اس سورۃ کا نام سورۃ لم یکن اور سورۃ منفکین اور سورۃ قیامت اور سورۃ البریہ بھی ہے ۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں لیلۃ القدر کی مبارک رات میں قرآن کریم کے نزول کا ذکر تھا جس کے اہل کتاب اور مشرکین منتظر تھے اب اس سورۃ میں ذکر ہے کہ وہ کتاب اور رسول آچکا ہے جس کے تم منتظر تھے لہذا باطل عقائد و نظریات چھوڑ دو اور دین حق کو قبول کرو ۔

موضوع سورۃ : اثبات رسالت خاتم الانبیاء اور فریقین کے نتائج ۔

خلاصہ سورۃ : فرائض خاتم الانبیاء ، فرائض مؤمنین ، مشرکین کی شکایات ، فریقین کے نتائج ، مؤمنین کے لئے بشارت ، ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزارنے کی ترغیب ۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَّهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جن لوگوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا باز آنے والے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کے پاس واضح

الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ

بات آجائے ﴿۱﴾ اللہ کا وہ عظیم الشان رسول ہے جو کہ پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہے ﴿۲﴾ ان میں مضبوط باتیں لکھی ہوئی ہیں ﴿۳﴾ اور نہیں پھوٹ ڈالی

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ

ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس وہ واضح بات آگئی ﴿۴﴾ اور ان لوگوں کو صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝٥

اس حالت میں کہ اس کیلئے اطاعت کو خالص کرنے والے ہوں حنیف بن جائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور دین قیم یہی ہے ﴿۵﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ

بیشک جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے ان کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس میں رہیں گے

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝٦ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝٧

یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں ﴿۶﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ﴿۷﴾

جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ

ان کے پروردگار کے ہاں ان کا بدلہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا

ع ۱ ۲۲ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝٨

اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ سب کچھ اس کیلئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع : اطلاع خداوندی، تشریح رسالت خاتم الانبیاء، فرائض خاتم الانبیاء، فضیلت صحیفہ، شکوہ معاندین اہل کتاب، کتب سابقہ میں مؤمنین کے فرائض، نتائج کفار، نتائج متقین، مستحقین نتائج سابقہ۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸+

﴿۱﴾ اطلاع خداوندی : آنحضرت ﷺ کے آمد سے قبل عرب میں دو قسم کے لوگ آباد تھے ایک مشرک جن میں صابئین اور مجوس وغیرہ داخل ہیں۔ ۲۔ اہل کتاب یہ لوگ باطل قسم کے نظریات کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اور کہتے تھے ہم اپنے طرز عمل کو اس وقت چھوڑیں گے جب ہمارے سامنے اس دین کے باطل ہونے کی کوئی کھلی اور واضح دلیل نہ آجائے اور آسمانی کتابوں میں پیغمبر آخر الزمان کا ذکر پڑھتے رہتے تھے اس لئے کہتے تھے ہم اس وقت تک اس طریقہ کار پر بند رہیں گے جب تک پیغمبر آخر الزمان نہ آجائیں اور ہمیں صحیح طریقہ نہ بتادیں۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت ﷺ کی آمد کی اطلاع فرمادی۔

﴿۲﴾ تشریح رسالت خاتم الانبیاء : کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔

يَتْلُوا ... الخ فرائض خاتم الانبیاء : جو ان کے سامنے تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں وہ ایسے صحیفے ہیں جو پاکیزہ ہیں۔

﴿۳﴾ فضیلت صحیفہ : جس میں ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو نہایت ہی درست اور مضبوط ہیں اور وہ فلاح وسعادت کے روشن اصول ہیں جن میں کسی قسم کا ابہام اور اخفا نہیں الغرض اہل کتاب میں جو ذی فہم حضرات تھے وہ اس سعادت کی طرف دوڑتے مگر انہوں نے اس کے برعکس معاملہ کیا۔

﴿۴﴾ شکوہ معاندین اہل کتاب : مشرکین کے پاس تو کوئی کتاب نہ تھی مگر اہل کتاب میں سے چند افراد کے علاوہ کوئی مسلمان نہ ہوا حالانکہ ایسے عظیم رسول اور ایسی عظیم الشان کتاب کا مقتضیٰ یہ تھا کہ یہ لوگ دین حق پر جمع ہوجاتے مگر ان لوگوں نے سبب اجتماع کو سبب افتراق بنایا۔

﴿۵﴾ کتب سابقہ میں مؤمنین کے فرائض : ❶۔❷۔❸۔❹۔❺ جن کی تفصیل آیت میں موجود ہے۔

اس آیت سے عبادات میں نیت کے واجب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ آیت میں اخلاص کا حکم ہے اور اخلاص بغیر نیت کے ہو ہی نہیں سکتا۔ (کذا فی الاکلیل)

امام ابوبکر الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :اس آیت میں عبادات کے اللہ جل شانہٗ کے لیے خاص ہونے کا حکم فرمایا ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس عبادت میں غیر کی شرکت کی نیت نہ کی جائے۔ کیونکہ اخلاص، اشراک کی ضد ہے اور اس کا نیت سے کوئی تعلق نہیں، نہ وجود نیت میں نہ فقدان نیت میں۔ للہذا نیت کے وجوب پر اس سے استدلال درست نہیں۔

اس لیے کہ جب کسی نے ایمان عقائد اختیار کر لیے تو اس نے عبادت میں اخلاص پیدا کر لیا کیونکہ اس نے شرکت کی نفی کر دی۔ (کذا فی احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔۳۔ص۔۶۴۲)

﴿۶﴾ نتائج کفار : اہل کتاب اور مشرکین آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لائے باوجود اپنی کتابوں کی بشارت کے اس لئے جہنم میں جائیں گے۔ حق بات یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان نہ لا کر اپنی کتاب اور رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ ﴿۷﴾ اس آیت میں بشر کے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

نیز ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا : کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں فرشتوں کے مقام سے تعجب ہوتا ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایک بندہ مومن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے روز فرشتہ کے درجہ سے بڑا ہوگا۔ یہ آیت پڑھا کرو : اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۷) (کذا فی الاکلیل)

﴿۸﴾ نتائج متقین۔ ❶۔ ❷۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ ...الخ مستحقین نتائج سابقہ : یعنی جنت اور رضا اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

ختم شد سورۃ البینہ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الزلزال

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الزلزال ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۹۹۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۹۳۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۸۔ آیات ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ مدنی سورۃ ہے مگر بعض حضرات نے اس کو مکی کہا ہے ان کا مکی کہنا اس سورۃ کے اسلوب بیان کی وجہ سے ہے چونکہ مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی احوال قیامت کا ذکر ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کا نام "زلزال" سے ماخوذ ہے جس میں قیامت کے دن زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے اس لئے بطور علامت کے یہی نام رکھ دیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں قیامت کا ذکر تھا اس سورۃ میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : بعث بعد الموت و نتائج فریقین۔

خلاصہ سورۃ : جزائے اعمال جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ غروب ہونا ضروری اور لازمی ہے ایسے ہی اعمال کے ساتھ جزاء اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ بعنوان دیگر انسانی زندگی کے دو حصے ہیں ایک حصہ دنیا اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ آخرت کے متعلق ہے اس سورۃ میں آخرت والا حصہ سمجھایا گیا ہے۔

فضیلت سورۃ : آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سورۃ الزلزال اجر و ثواب کے لحاظ سے نصف قرآن کے برابر ہے۔
(ترمذی۔ ص۔ ۴۱۱)

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربانی نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝٣

جب ہلا دی جائے گی زمین اس کا ہلایا جانا ﴿۱﴾ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکلا دے گی ﴿۲﴾ اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا ہے ﴿۳﴾

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝٤ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝

اس دن زمین اپنی خبریں ظاہر کرے گی ﴿۴﴾ اس وجہ سے کہ بیشک تیرے رب نے اس کو اشارہ کر دیا ہے ﴿۵﴾ اس دن لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے تاکہ

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

ان لوگوں کو ان کے اعمال کے نتائج دکھلائے جائیں ﴿۶﴾ جس کسی نے ایک ذرے کے برابر بھی نیکی کا کام کیا ہو گا وہ اسے دیکھ لے گا ﴿۷﴾ اور جس کسی نے ایک ذرے کے برابر بھی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

برائی کا کام کیا ہو گا وہ اسے دیکھ لے گا ﴿۸﴾

ع ۲۴/۸

خلاصہ رکوع : احوال قیامت کیفیت زمین، کارنامہ زمین، مشرک کا تحیر، شہادت زمین، حکم خداوندی، تذکیر بما بعد الموت،

نتیجہ متقین، نتیجہ مجرمین۔ ماخذ آیات ۔ا۔تا۔۸۔+

﴿۱﴾ احوال قیامت کیفیت زمین۔ یہاں زلزلہ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے اور اس زلزلہ سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہوجائیں گے تاکہ میدان بالکل صاف اور ہموار ہوجائے۔ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ عرب کے کسی فصیح و بلیغ شاعر نے یہ فقرہ بنایا تھا۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زلزالاً۔ تو جب یہ آیت نازل ہوئی اور لفظ "زلزالاً" کے بجائے "زِلْزَالَهَا" ہوا تو وہ اس کو سن کر وجد میں آ گیا کیونکہ "زلزالاً" محض مصدر "زلزلہ" کی عظمت و ہیبت بیان کرنے سے قاصر تھا قرآن نے جب اس کو مصدر اضافت الی الارض کی صورت میں بیان کیا تو معنوی عظمت و بلندی کی حد نہ رہی اور بے ساختہ بول اٹھا میں اس کلام کی فصاحت پر ایمان لایا۔ (حاشیہ معارف القرآن۔ص۔۵۱۸۔ج۔۸۔حضرت مولانا مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۲﴾ زمین کا کارنامہ : زمین اس کے دفینے اور گڑھے ہوئے مردے اور جو کوئی چیز اس کی تہوں میں دبی ہوئی ہے اس ہیبت ناک زلزلہ سے سب کچھ باہر آجائے گا۔

﴿۳﴾ مشرک کا تحیر : کہے گا کیا ہوگیا ہے اس زمین کو کہ اس کے باغات و عمارتیں کہاں گئیں؟ ﴿۴﴾ شہادت زمین: اب اس زمین سے سارے خزائن اگل پڑیں گے، ترمذی وغیرہ میں اس کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے کہ جس شخص نے روئے زمین پر جیسا عمل کیا ہوگا بھلا یا برا زمین سب کہہ دے گی بطور شہادت عند اللہ۔

﴿۶﴾ تذکیر بما بعد الموت۔ ﴿۷﴾ نتیجہ متقین۔ ﴿۸﴾ نتیجہ مجرمین۔

ختم شد سورۃ الزلزال بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العادیات

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ العٰدیٰت ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۰۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۴۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۱۲۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : "عٰدیٰت" "عادیہ" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تیز دوڑنے والا گھوڑا چونکہ اس میں تیز رو گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے اور ان کی وفاداری وجانثاری کا ذکر ہے اس لئے لفظ "عٰدیٰت" کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں افعال قبیحہ سے بچنے کا ذکر تھا اس سورۃ میں افعال قبیحہ کی مذمت اور اس پر جزاء کا ترتب مذکور ہے۔

موضوع سورۃ : انعامات الٰہی کا احساس اور نیکی اور بدی کا انجام۔

خلاصہ سورۃ : مجاہدین کے گھوڑوں کے کارنامے، شکایات مشرکین، بعث بعد الموت، تخویف مشرکین وسعت علم باری تعالیٰ۔

شان نزول : بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بنی کنانہ کے کافروں کے مقابلے کے لئے بھیجا بنی کنانہ کے کفار بڑے سخت لوگ تھے آپ نے لشکر کو خصوصی ہدایات دیں کہ یہاں سے فلاں تاریخ کو روانہ ہونا اور فلاں تاریخ کو منزل مقصود تک پہنچ جانا اس روز رات کے آخری حصہ میں علی الصبح دشمن پر حملہ کرنا پھر فلاں تاریخ کو واپس آجانا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت روانہ ہوئی تو راستے میں ایک ندی تھی جس میں سیلاب آیا ہوا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دن وہاں رکنا پڑا جب دوسرے دن سیلاب کا پانی اترا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے روانہ ہوئے اور جا کر دشمن پر حملہ کر دیا اور پھر واپس لوٹے ایک دو دن کی تاخیر ہوگئی اور مقررہ تاریخ کو نہ پہنچ سکے ادھر منافقین نے پروپگنڈا شروع کر دیا کہ مسلمان اس مہم سے مارے گئے چنانچہ مسلمانوں میں بے چینی اور پریشانی پیدا ہوگئی اللہ تعالیٰ نے بطور تسلی کے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

سُوۡرَۃُ الۡعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | وَھِیَ اِحۡدٰی عَشۡرَۃَ اٰیَۃً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپتے ہوئے ﴿۱﴾ پس آگ سلگانے والوں کی پاؤں جھٹک کر ﴿۲﴾ پھر ان کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صبح کے وقت ﴿۳﴾ پس ابھارتے ہیں وہ اس مقام میں گرد وغبار ﴿۴﴾

فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ

پس وہ دشمن کی جماعت میں گھس جاتے ہیں ﴿۵﴾ بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے ﴿۶﴾ اور بیشک وہ خود اس بات پر گواہ ہے ﴿۷﴾ اور بیشک وہ انسان

الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ﴿۱۰﴾

مال کی محبت میں بڑا پکا ہے ﴿۸﴾ کیا انسان نہیں جانتا جس وقت کریدا جائے گا ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں ﴿۹﴾ اور سینے کے رازوں کو ظاہر کر دیا جائے گا ﴿۱۰﴾

ع ۱ | ۱۱ | ۲۵

اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

بیشک ان کا پروردگار ان کے ساتھ اس دن خبر رکھنے والا ہے ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع : مجاہدین کے گھوڑوں کے کارنامے، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، کیفیت انسان، شہادت انسان، سبب مرض، علاج مرض، اظہار خداوندی، وسعت علم باری تعالی ماخذ آیات۔۱۔تا۔۱۱۔+

﴿۱﴾ مجاہدین کے گھوڑوں کے کارنامے۔ ❶ قسم ہے ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی "ضَبۡحًا" کا معنی سانس کا پھول جانا یا ہانپنا اس حالت کا ذکر ہے جب وہ دوڑ کر ہانپنے لگتے ہیں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الْعٰدِيٰتِ" سے مراد جمہور کے نزدیک غازیوں کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں جاتے ہیں۔ (روح المعانی۔ص۔۶۱۲۔ج۔۳۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ یہ مکی سورۃ ہے اس وقت جہاد فرض نہ ہوا تھا لہذا یہاں مطلقاً گھوڑوں کے دوڑنے کا ذکر ہے گھوڑے کی خصوصیت یہ ہے کہ گھوڑا وفادار جانور ہے اپنے مالک کی وفاداری میں سر دھڑ کی بازی لگاتا ہے مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا گھوڑا ایک ایسا جانور ہے کہ جس کی پیشانی پر اللہ نے قیامت تک بہتری باندھ رکھی ہے۔ (مسلم شریف۔ص۔۱۳۲۔ج۔۲)

﴿۲﴾ کارنامہ۔ ❷ آگ سلگانے والے جھاڑ کر یعنی پہاڑوں اور پتھریلی زمین میں جب ان کے نعل پتھروں پر رگڑ کھاتے ہیں تو شعلے نکلتے ہیں جیسے چقماق پتھر پر رگڑنے سے شعلے نکلتے ہیں اور آگ کی چمک رات کو زیادہ ہوتی ہے دن کو روشنی میں اس کی چمک نظر نہیں آتی اس لئے اس قسم میں اشارہ ہوگا اس بات کی طرف کہ مجاہدین کے گھوڑے رات کو دوڑیں گے۔

﴿۳﴾ کارنامہ۔ ❸ پھر غارت ڈالنے والے صبح کو مطلب یہ ہے کہ رات کو دوڑتے ہیں اور صبح کا وقت جو غفلت کا وقت ہے دشمن پر چڑھائی کر دیتے ہیں اور اس کو شکست دے کر غنیمت و فتح سے کامیاب ہوتے ہیں "ضَبۡحًا" کا فائدہ یہ ہے کہ صبح کا غبار کا اڑانا اشارہ ہے شدت اسراع کی طرف حالانکہ ٹھنڈا اور شبنم میں غبار دبی ہوئی ہوتی ہے مگران کے تیز دوڑنے سے غبار اڑتا ہے۔

﴿۴﴾ کارنامہ۔ ❹ پھر اٹھانے والے اس میں گرد مطلب یہ ہے کہ یہ گھوڑے دوڑتے ہوئے جاتے ہیں تو ان کے پاؤں سے غبار اڑتا ہے۔ ﴿۵﴾ کارنامہ۔ ❺ پھر یہ گھوڑے اس وقت جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں یعنی دشمن کے ہجوم میں گھس جاتے ہیں ﴿۶﴾ کیفیت انسان : لفظ "کنود" کا ترجمہ "کفور" یعنی بہت ناشکرا کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بعض تفسیریں کی گئی ہیں ابو عبیدہ نے اس کا مطلب "قلیل الخیر" بتایا ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "کنود" وہ شخص ہے جو مصیبتوں کو شمار کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ (معالم التنزیل۔ص۔۵۱۸۔ج۔۴)

﴿۷﴾ شہادت انسان : مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ناشکری کے حال سے واقف ہے وہ جانتا ہے میں کیسا ہوں اور کیا کرتا ہوں۔ ﴿۸﴾ سبب مرض : مال کی محبت ہے مال دینے سے راہ خدا میں خرچ کرنے سے اس کا دل دکھتا ہے۔

﴿۹﴾ علاج مرض : بعث بعد الموت ہے۔ ﴿۱۰﴾ اظہار خداوندی : اور سینوں میں جو کچھ چھپا رکھا ہے وہ سب ظاہر کر دیا جائے گا جو کوئی گناہ بری نیت، مال کی محبت وغیرہ۔ ﴿۱۱﴾ وسعت علم باری تعالیٰ : بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس دن پورا باخبر ہے اس کے سامنے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہوگی چونکہ اس کا علم ظاہر و باطن پر محیط ہے۔

ختم شد سورۃ العٰدیٰت بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ القارعہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ القارعہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے۔ یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔۱۰۱۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۳۰۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔۱۱۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی زندگی میں نازل ہوئی ہے۔ (روح المعانی ۔ص۔۶۲۱۔ج۔۳۰۔ قرطبی ۔ص۔۱۵۲۔ج۔۲۰)

وجہ تسمیہ : لفظ "اَلْقَارِعَةُ" کا معنی اچانک آجانے والی مصیبت کھڑکھڑانے والا حادثہ یہاں "اَلْقَارِعَةُ" سے مراد حادثہ قیامت ہے اور حادثہ عظیم ہے اس لئے یہی نام بطور علامت رکھ دیا۔

ربط آیات : گزشتہ آیات میں مجازات اعمال کا ذکر تھا اس سورۃ میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : بعث بعد الموت وفریقین کے نتائج۔

خلاصہ سورۃ : احوال قیامت، فریقین کے نتائج وغیرہ۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

کھٹکھٹا دینے والی ﴿۱﴾ کیا ہے وہ کھٹکھٹا دینے والی ﴿۲﴾ اور آپ کو کس نے بتایا کہ وہ کھٹکھٹا دینے والی کیا ہے ﴿۳﴾ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی

الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶

طرح ہو جائیں گے ﴿۴﴾ اور پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے ﴿۵﴾ جس کے اعمال وزنی ہونگے ﴿۶﴾

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹

پس وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا ﴿۷﴾ اور بہر حال جس کے اعمال ہلکے ہونگے ﴿۸﴾ اس کا ٹھکانہ جہنم کا گڑھا ہوگا ﴿۹﴾

ع ۲۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ گڑھا کیا ہے ﴿۱۰﴾ بھڑکتی ہوئی آگ ہے ﴿۱۱﴾

خلاصہ رکوع : وقوع قیامت، تشریح قارعہ، کیفیت حشر، کیفیت جبال، نتیجہ مؤمنین، نتیجہ مجرمین، تشریح ہاویہ۔

ماخذ آیات ۔ ۱ تا ۱۱ +

﴿۱۔۲﴾ وقوع قیامت : فرمایا "القارعہ" کھڑکھڑانے والی چیز پھر فرمایا "ما القارعہ" کیا ہے کھڑکھڑانے والی اس میں بظاہر خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے اور حقیقت میں سب انسان اس کے مخاطب ہیں۔

﴿۳﴾ تشریح قارعہ : اور تو کیا سمجھا ہے وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے ہر چیز کی پہچان اس کے اسباب جاننے سے ہوتی ہے

اور قیامت قائم ہونے کا بڑا سبب قہر الٰہی کی تجلی ہے جو کسی بشر کو معلوم نہیں اس لئے اس کے بیان کے موقع پر اس بعض کیفیات پر اکتفاء فرماتے ہیں۔ ﴿۴﴾ کیفیت حشر : قیامت کے دن لوگ پتنگوں اور پروانوں کی طرح ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہوں گے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے انسان کو چار وجوہ سے تشبیہ دی ہے۔ ① ذلت : پروانوں کی طرح ذلیل ہوں گے۔ ② ضعف حرکت میں ③ حرکت میں بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہے۔ ۴۔ حرکت کی سمت کا متعین نہ ہونا کہ پتنگوں کی حرکت کبھی دائیں کبھی بائیں کبھی آگے کبھی پیچھے ہوتی ہے یہ حال لوگوں کا قیامت کے دن ہوگا۔
(تفسیر عزیزی)

﴿۵﴾ کیفیت جبال : رنگین اون سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ رنگین اون دوسری بے رنگی اون کے مقابلے میں کمزور بھی ہوتی ہے اور ہلکی بھی ہوتی ہے تو گویا پہاڑوں کے بہت ہلکے ہو جانے اور کمزوری کے زیادہ ہونے کو بتلانے کیلئے رنگین اون سے تشبیہ دی۔ ﴿۶۔۷﴾ نتیجہ مؤمنین۔ ﴿۸﴾ نتیجہ مجرمین : اعمال کا یہ ہلکا پن اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ کے ہاں ان کی کوئی قدر نہ ہوگی۔

﴿۱۰﴾ تشریح ھاویہ : یہ سوال دوزخ کی عظیم مصیبت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا پھر خود ہی جواب میں فرمایا "نَارٌ حَامِيَةٌ" کہ وہ آگ ہے خوب گرم تیز یعنی اس کا مقابلہ کوئی دوسری گرم آگ نہیں کر سکتی ہے۔

ختم شد سورۃ القارعہ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ التکاثر

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ التکاثر ہے یہ نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۲۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۶۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع آٹھ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورۃ کا نام تکاثر ہے اور تکاثر کا معنی زیادتی اور کثرت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے اور فخر کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ زیادتی کثرت مال کی ہو یا خاندان کی اس سورۃ میں اسی تفاخر کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اور بطور علامت کے یہ نام رکھا گیا ہے۔

ربط آیات۔ گزشتہ سورۃ میں فریقین کے نتائج کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کی نیکیاں کم ہیں۔

موضوع سورۃ : امراض روحانیہ کے علاج کا بیان۔

خلاصہ سورۃ : کثرت مال و دولت، جاہ و حشمت، عزت و مرتبہ پر تنبیہ : وغیرہ

فضائل سورۃ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ ہزار آیات روزانہ پڑھ لیا کرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہزار آیات روزانہ کون پڑھ سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" نہیں پڑھ سکتا۔ (روح المعانی ص۔ ۶۲۶۔ ج۔ ۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اس سورۃ کی تلاوت ہزار آیات کے برابر ہے۔

سُوۡرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ | وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ﴿۲﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾

غفلت میں ڈال رکھا ہے تم کو کثرت کی طلب نے ﴿۱﴾ یہاں تک کہ تم قبروں کی زیارت کرو یعنی قبروں میں جا پڑو ﴿۲﴾ خبردار تم عنقریب جان لو گے ﴿۳﴾

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ﴿۷﴾

پھر خبردار تم عنقریب جان لو گے ﴿۴﴾ خبردار اگر تم یقینی علم کیساتھ جانتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے ﴿۵﴾ البتہ تم دیکھو گے جہنم کو ﴿۶﴾ پھر تم البتہ اس کو یقین کی آنکھ سے دیکھو گے ﴿۷﴾

ع ۸ / ۲۷ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾

پھر تم سے پوچھا جائے گا اس دن نعمتوں کے بارے میں ﴿۸﴾

خلاصہ رکوع : مرض روحانی، شدت مرض کا علاج، قبر یا برزخ میں، نتیجہ، مشاہدہ، کیفیت حساب۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۸+

شان نزول : مکہ مکرمہ میں دو خاندان آباد تھے ایک خاندان کا نام بنی سہم ہے اور دوسرے خاندان کا نام بنی عبد مناف تھا ان کا

آپس میں اختلاف تھا ایک نے کہا ہم تعداد میں زیادہ ہیں دوسرے نے کہا ہم تعداد میں زیادہ ہیں فیصلہ کیلئے مردم شماری کی جائے مردم شماری میں بنی سہم کے لوگ کم نکلے ان کو بڑی پریشانی ہوئی کہ ہم مقابلہ میں ہار گئے پھر کہنے لگے قبروں کو بھی گنو جب قبروں کو شمار کیا گیا تو بنی سہم کی قبریں زیادہ تھی اس سورۃ میں فرمایا کہ تم مردم شماری میں قبروں کو بھی گنتے ہو اس مردم شماری نے تمہیں اتنا غافل رکھا۔
(مظہری۔ص۔۳۳۳۔ج۔۱۰)

﴿۱﴾ مرض روحانی: "التَّكَاثُرُ" کا معنی ہے زیادتی طلب کرنا اور انسان کی عادت ہے کہ آخری عمر میں اس کو اس بات کی حرص ہو جاتی ہے کہ اس کا مال و اولاد اور نوکر چاکر زیادہ ہو جائیں اور یہی چیزیں معرفت الٰہی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے سے غافل کر دیتی ہیں یہ ایک ایسی روحانی بیماری ہے جو انسان کو انسانیت سے نکال کر حیوانیت کے درجے میں داخل کر دیتی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" پڑھ کر فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور مال پر جو فرائض اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں ان میں سے خرچ نہ کیا جائے۔
(قرطبی۔ص۔۱۵۷۔ج۔۲۰)

﴿۲﴾ شدت مرض کا علاج: قبور کی زیارت سخت دلوں کیلئے دوا اور علاج ہے۔علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس لئے دوا اور علاج ہے کہ اس سورۃ میں موت اور آخرت کا تذکرہ ہے۔ (قرطبی۔ص۔۱۵۷۔ج۔۲۰)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل ہے کہ۔ہمیں عذاب قبر کے متعلق شک ہی رہتا تھا لیکن جب "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" نازل ہوئی تو (یقین ہو گیا)۔(کذا فی الاکلیل)

زیارت قبور اور قبر کو بوسہ دینا

❶ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں "ولا یمسح القبر ولا یمسح الا یقبله فا ن ذلك من عادة النصاریٰ"۔(احیاء العلوم:ص۔۴۱۷۔ج۔۴) ترجمہ: اور نہ ہاتھ لگائے قبر کو اور نہ اس کو چھوئے اور نہ اس کو بوسہ دے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

❷ یہی بات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں" وبوسه دادن قبر را وسجده کردن آں روا کلمه نهادن حرام وممنوع است ودر بوسه دادن قبر والدین روایت فقهی نقل میکنند وصحیح آنست که لایجوز است"۔(مدارج النبوۃ فارسی۔ص۔۵۴۷۔ج۔۲۔) ترجمہ: اور قبر کو بوسہ دینا اور اسے سجدہ کرنا اور پیشانی رکھنا حرام اور ممنوع ہے اور والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں فقیہ روایت نقل کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

❸ مولوی امجد علی رضوی بریلوی لکھتا ہے قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔(اشعۃ اللمعات شیخ عبد الحق محدث دہلوی) اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لیے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں مگر عوام منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔(بہار شریعت۔ص۔۱۶۶۔حصہ چہارم مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز لاہور)

نیز مولوی امجد علی بریلوی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے متعلق لکھتے ہیں کہ خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو یہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔
(بہار شریعت۔ص۔۱۷۶۔حصہ ششم مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز لاہور)

❹ فاضل بریلوی لکھتے ہیں بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر

میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کے متعلق ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔
(احکام شریعت حصہ سوم۔ص۔ ۱۵۰)

❺ فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا کہ بزرگان دین کی تصاویر بطور تبرک لینا کیسا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کعبہ معظمہ میں حضرت ابراہیم و اسماعیل حضرت مریم علیہم السلام کی تصاویر بھی تھی کہ یہ متبرک ہیں ناجائز فعل تھا حضور اکرم ﷺ نے خود دست مبارک سے اسے دھویا۔(ملفوظات حصہ دوم۔ص۔ ۸۷)

❻ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی" کے متعلق لکھا ہے کہ "شخصے عرض داشت کہ مالیدن رخسارہ وسجدہ در پیش مزارات متبرکہ وطواف حوائی ایشان جائز است یا نہ؟ فرمودند کہ ظاہر شرع مجیز ایں امور نیست وما بہ چہ طور فتویٰ دہیم وہم بعض آں شخص عرض کرد کہ شنیدم کہ از خواجہ شمس الدین سیالوی اجازتش در ملفوظ ایشاں ثابت شدہ است فرمودند کہ حضرت ایشاں پیر ومرشد معبودند ماز حال شمس سیال بہ نسبت شما ر مردماں زیادہ واقف ہستیم وباید دانست کہ ہر چہ حق تعالیٰ فرمودہ است ورسول ﷺ بیان فرمودہ از برائے ما شرع است بروئے اعتقاد محکم باید داشت"۔(ملفوظات طیبہ۔ص۔ ۱۰۳۔ مطبوعہ ۱۴۔ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ)

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ مزارات متبرکہ پر چہرہ ملنا اور ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ظاہر شریعت ان امور کی اجازت نہیں دیتی ہم کیونکر ان کے جواز کا فتویٰ دے سکتے ہیں پھر اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے ملفوظات میں ان کی اجازت ثابت ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سیالوی میرے پیر ومرشد تھے ان کا حال بنسبت تم لوگوں کے میں زیادہ جانتا ہوں اور جاننا چاہیئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تمہارے لئے وہی شریعت ہے اس پر مضبوط اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

بریلوی علماء کے مقتداء حضرات کے فتاویٰ جات سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوگئی کہ قبروں کو بوسہ دینا ناجائز ہے ان کو سجدہ کرنا اور ان کا طواف کرنا حرام ہے حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مقدسہ کی جالی کو بھی بوسہ نہ دے اور بزرگان دین کی تصاویر بھی بطور تبرک کے رکھنا ناجائز ہے، مگر اس وقت بریلوی عوام ان تمام حدود کو پامال کررہی ہے ان کے علماء کو چاہیئے کہ اس کے سدباب کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے یہود ونصاریٰ کی عادات سے محفوظ ہو جائیں نہ کہ یہود ونصاریٰ ان پر ہنسیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی" کا فتویٰ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی" ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یا بطور تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے اس کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبر کے ساتھ ایسا کوئی امر کرے مثلاً اہل قبر کا سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا اور اسلام سے خارج ہو جائے گا۔
(فتاویٰ عزیزی مبوب۔ص۔ ۱۵۴)

خلاصہ کلام: سجدہ تعظیمی، بوسہ قبر اور طواف قبر کے ناجائز اور حرام ہونے میں تمام اہل حق علماء اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

مسئلہ: قبور کی زیارت علماء کے نزدیک مردوں کیلئے متفق علیہ جائز ہے البتہ عورتوں کے لئے مختلف فیہ ہے۔
(قرطبی۔ص۔۱۵۹۔ج۔۲۰)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے بشرطیکہ آہ وبکا نہ ہولیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم۔ص۔۴۳۲۔ج۔۵)

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں عرض : حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں آگے لکھتے ہیں اگر عزیزوں کی قبریں ہیں بے صبری کرے گی اولیاء کی مزار ہیں تو محتمل کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط جیسا کہ معلوم ومشاہدہ ہے لہذا ان کیلئے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت مکمل حصہ دوم۔ص۔۱۰۶،۱۰۷)

﴿۳﴾ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ : قبر یا برزخ میں : مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب نقصانات سامنے ہونگے اور ان کی وجہ سے ابدی نعمتیں فوت ہو جائیں گی اور قہر الٰہی کا باعث ہونگی۔ ﴿۴﴾ نتیجہ : مطلب یہ ہے کہ اپنے سب نقصانات قیامت کے دن اٹھنے کے وقت آخرت میں جان لیں گے۔ (روح المعانی۔ص۔۲۲۸۔ج۔۳۰)

﴿۵﴾ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جواب شرط محذوف ہے اور مطلب یوں ہے "لشغلکم ذلك عن التكاثر" یعنی اگر تم پوری صورت حال خوب یقین والے علم کے ساتھ جان لیتے تو یہ جو تم نے زندگی کا طریقہ بنا رکھا ہے کہ اموال جمع کرتے ہو اور اس کی کثرت پر مقابلہ کرتے ہو اس شغل میں نہ لگتے۔ ﴿۶﴾ مشاہدہ : مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد تم برزخ کو ضرور دیکھو گے اور اس میں گرم ہواؤں کی آمد و رفت عذاب کی مختلف صورتوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے۔

﴿۷﴾ پھر تم جہنم کو ایسے یقین سے دیکھو گے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ اور غلطی کا بالکل احتمال ہی نہیں ہوگا۔

﴿۸﴾ کیفیت حساب : تم کو جو دنیا میں نعمتیں دی گئی تھیں ان کے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔

ختم شد سورۃ التکاثر بحمد اللہ تعالی

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ العصر

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سوۃ العصر ہے جو اس سوۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۱۰۳۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۱۳۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ ۳۔ آیات ہیں ۔ یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکی دور میں نازل ہوئی ہے ۔ (روح المعانی ۔ص ۔ ۶۳۳ ۔ ج ۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : "اَلْعَصْرِ" کا معنی زمانہ چونکہ اس کی ابتداء میں زمانہ کی قسم کھائی گئی ہے اس لئے یہ نام بطور علامت کے رکھا گیا ہے ۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں دعویٰ کا ذکر تھا "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" اس سورۃ میں دلیل کا ذکر ہے ۔ "وَالْعَصْرِ" ۔

موضوع سورۃ : کامیابی کے لئے اصول اربعہ کا التزام ۔

خلاصہ سورۃ : تردید مشرکین ، کامیابی کے لئے اصول اربعہ ۔

شان نزول : ابو الاسد ایک کافر تھا جو زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوست تھا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو یہ کہنے لگا کہ اے ابوبکر تمہاری عقل کو کیا ہوا تم نے تجارت میں تو کبھی نقصان نہیں اٹھایا اب یکدم ایسے نقصان میں پڑے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر "لات" "عزیٰ" کی شفاعت سے محروم ہو گئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے وقوف دین حق کو قبول کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا چنانچہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس کلام کی توثیق فرمائی ۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬

قسم ہے عصر کی ﴿۱﴾ بیشک تمام انسان البتہ خسارے میں ہیں ﴿۲﴾ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے اور ایک دوسرے کو حق

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع

کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی ﴿۳﴾

ع ۲۸

خلاصہ رکوع : شہادت زمانہ عمر، کے ضائع کرنے کی مذمت ، کامیابی کے لئے اصول اربعہ ۔

﴿۱﴾ وَالْعَصْرِ : شہادت زمانہ : قسم ہے عصر کی عام طور پر عصر سے مراد زمانہ ہے اور عصر سے خاص زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی لیا جا سکتا ہے یہ زمانہ بڑا مبارک اور فضیلت والا زمانہ تھا ۔

(روح المعانی ۔ص ۔ ۶۳۴ ۔ ج ۔ ۳۰ ۔ قرطبی ۔ص ۔ ۱۶۷ ۔ ج ۔ ۲۰ ۔ ابو سعود ۔ص ۔ ۹۰۱ ۔ ج ۔ ۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خیر امتی القرن ... الخ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد میرے صحابہ کا پھر ان سے ملنے والے لوگوں کا ... الخ : (بخاری شریف ۔ص ۔ ۵۱۵ ج ۔ ۱ ۔ مسلم شریف ۔ص ۔ ۳۰۹ ۔ ج ۔ ۲)

اور اس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جو اعتقادات حقہ اعمال صالحہ اور نیک اعمال کرنے میں سرمایہ اور پونجی کی طرح ہے ۔

﴿۲﴾ **عمر کے ضائع کرنے کی مذمت** : انسان عمر ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے خسارہ میں ہے دنیا میں ہر خسارہ کی تلافی ممکن ہے مگر اس خسارہ کی تلافی کا کوئی امکان نہیں۔ ﴿۳﴾ **کامیابی کے لئے اصول اربعہ** : کہ تم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انہی اصولوں کے اپنانے کی وجہ سے طعن کرتے ہو حالانکہ تم خود نقصان میں ہو اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی قیمتی عمر کو ایمان لانے سے فائدہ پہنچاتے اور ابدی سعادت کا موجب بنتے۔ واللہ اعلم

ختم شد سورۃ العصر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الہمزہ

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الہمزہ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۴۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۳۲۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۹۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ کی پہلی آیت میں "هُمَزَةٍ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوگوں میں عیب ڈھونڈنے والا پس پشت عیب نکالنے والا چونکہ اس سورۃ میں اس مرض کی سخت سزا کا بیان ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا یہی نام مقرر ہوا۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں انسانی کامیابی کے لئے اصول ہدایت کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں ہے کہ اپنے آپ کو خصائل عذاب سے بچاؤ۔

موضوع سورۃ : انسانی اقتدار کو تباہ کرنے والے خصائل کی مذمت۔

خلاصہ سورۃ : طعن و تشنیع و عیب جوئی و حب مال موجب ہلاکت و باعث نار جہنم ہے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿﴾ وَهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝٣

ہلاکت اور بربادی ہے ہر پس پشت غیبت کرنے والے اور روبرو طعن دینے کیلئے ﴿۱﴾ وہ جس نے مال اکٹھا کر رکھا ہے اور اسے گنتا رہا ہے ﴿۲﴾ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا ﴿۳﴾

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِیْ تَطَّلِعُ

خبردار ایسے شخص کو چور چور کر دینے والی میں ڈالا جائے گا ﴿۴﴾ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ چور چور کر دینے والی کیا ہے ﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہے ﴿۶﴾ جو دلوں پر

ع ۱ ۲۹
عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

چڑھ جاتی ہے ﴿۷﴾ یہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی ﴿۸﴾ لمبے لمبے ستونوں میں ﴿۹﴾

خلاصہ رکوع : تین برے خصائل، ظن فاسد، تنبیہ، ویل کی تشریح، تشریح حطمہ، شدت نار جہنم، خلود فی النار۔

ماخذ آیات۔ ۱ تا ۹ +

﴿۱﴾ دو برے خصائل کی تشریح : "هُمَزَة" اور "لُمَزَة" ان کے معنی میں اختلاف ہے "هُمَزَة" کہتے ہیں منہ پر کسی کو طعن کرنا اور "لُمَزَة" کے معنی پس پشت کسی پر طعن کرنا۔ اور اس کے برعکس بھی تفسیریں کی گئی ہیں۔

﴿۲﴾ تیسری بری خصلت : حضرات مفسرین فرماتے ہیں یہ بھی اسی شخص کی مزید بری خصلت کو بیان کیا گیا ہے چونکہ بدگوئی اور عیب جوئی کی مذموم صفت تکبر سے پیدا ہوتی ہے جس کا منشا مال و دولت کی کثرت ہے یا جس طرح جسمانی امراض میں

ایک مرض دوسرے مرض سے وابستہ ہوتا ہے اسی طرح بد گوئی اور عیب جوئی کی بیماری بخل اور حرص مال سے پیدا ہوتی ہے۔

﴿۳﴾ ظن فاسد : کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ باقی رکھے گا نہ موت آئے گی اور نہ آسمانی حوادثات و مصائب کا شکار بنے گا اور نہ قیامت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

﴿۴﴾ "کَلَّا" تنبیہ : خبردار ہرگز ایسا نہیں اس انسان کا یہ خیال غلط ہے۔

لَيُنۢبَذَنَّ...الخ ویل کی تشریح : ضرور بالضرور وہ پھینکا جائے گا روندنے والی میں۔ ﴿۵﴾ اور اے مخاطب تو کیا سمجھا وہ کیا ہے روندنے والی وہ انسانی عقول وافکار سے بالاتر ہے۔

﴿۶﴾ تشریح حطمہ۔ ﴿۷﴾ شدت نار جہنم : وہ تو ایک آگ ہے دہکتی ہوئی جو بدن کو جلا دے گی یہاں تک کہ دلوں پر چڑھ جائے گی دنیا میں جب دل جلنے لگے لامحالہ انسان مرجاتا ہے دوزخی لوگ جلیں گے مگر مریں گے نہیں دلوں پر بھی آگ چڑھے گی مگر موت نہ آئے گی۔ ﴿۸،۹﴾ خلود فی النار : حضرت ابن عباس ﷜ سے منقول ہے کہ ان لوگوں کو ستونوں کے اندر داخل کر دیا جائے گا۔ (روح المعانی۔ص۔۶۴۱۔ج۔۳۰)

یعنی ستونوں کے ذریعے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے "عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ" کا بعض اکابر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آگ کے بڑے بڑے شعلوں میں ہونگے جو ستونوں کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ اس میں مقید ہونگے۔

ختم شد سورۃ الہمزہ بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الفیل

نام اور کوائف۔ اس سورة کا نام سورة الفیل ہے جو اس سورة کی پہلی آیت میں موجود ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے یہ سورة ترتیب تلاوت میں۔۱۰۵۔نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔۱۹۔نمبر پر ہے اس سورة میں ایک رکوع۔۵۔آیات ہیں۔ یہ سورة مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورة میں ہاتھی والوں کا ذکر ہے اور یہی نام فیل بطور علامت کے رکھ دیا۔

ربط آیات : گزشتہ سورة میں اخلاق رذیلہ کی مذمت کا ذکر تھا اس سورة میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دینی دشمنی کا نتیجہ بیان فرمایا کہ ایسا شخص دنیا میں تباہ ہوگا۔

موضوع سورة : توہین شعائر اللہ کے نتائج۔

خلاصہ سورة : ملوکیت وشہنشاہیت کی تردید۔نتیجہ اصحاب فیل۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کیساتھ کیا سلوک کیا ﴿۱﴾ کیا خدا تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو غلط نہیں کر دیا ﴿۲﴾ اور بھیجے ان پر پرندے

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

غول در غول ﴿۳﴾ جو ان کو مارتے تھے پتھریاں کھنگر کی ﴿۴﴾ پس اللہ نے ان کو کھائی ہوئی گھاس کی طرح پامال کر دیا ﴿۵﴾

خلاصہ رکوع : تسلی خاتم الانبیاء، اصحاب فیل کی مغلوبیت، کیفیت مغلوبیت، ابابیل کا کارنامہ، نتیجہ اصحاب فیل۔ ماخذ آیات۔ا۔تا۔۵۔+

شان نزول : مختصر خلاصہ یہ ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابرہہ نامی تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالیشان عمارت بناؤ جو نہایت مکلف اور مرصع ہوتا کہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا اور پاخانہ کر کے بھاگ گیا یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے نوجوانوں نے اس کے قرب وجوار میں آگ جلائی ہوتی تھی ہوا سے اڑ کر اس گرجا میں لگی اور گرجا جل کر خاک ہو گیا ابرہہ نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا اسی ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی راستہ میں جس عرب کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا لشکر اور ہاتھی بھی ہمراہ تھے اطراف مکہ میں اہل مکہ کے مویشی چرتے تھے ابرہہ کے لشکر نے وہ مویشی پکڑے

جن میں دوسو اونٹ حضور ﷺ کے جد امجد عبد المطلب کے بھی تھے اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی عبد المطلب تھے جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو جمع کر کے کہا کہ گھبراؤ مت مکہ کو خالی کر دو خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا بعد ازاں عبد المطلب چند رؤسا قریش کو لے کر ابرہہ سے ملنے گئے اندر اطلاع کرائی ابرہہ نے عبد المطلب کا نہایت شاندار استقبال کیا اللہ تعالیٰ نے عبد المطلب کو بے مثال حسن و جمال عجیب عظمت و ہیبت و وقار و دبدبہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص مرعوب ہو جاتا تھا ابرہہ عبد المطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا نہایت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آیا یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنے برابر بٹھلائے البتہ ان کے اعزاز و اکرام میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا اثناء گفتگو میں عبد المطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے بارہ میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارہ میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا عبد المطلب نے جواب دیا "انا رب الابل وللبیت رب سیمنعہ" میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں نے اونٹوں کا سوال کیا اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا ابرہہ نے کچھ سکوت کے بعد عبد المطلب کے اونٹوں کو واپس کرنے کا حکم دیا عبد المطلب اپنے اونٹ لیکر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو واپس کرنے کا حکم دیا عبد المطلب اپنے اونٹ لیکر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ عبد المطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنے مکان کی حفاظت فرما

وَانْصُرْ عَلٰى اٰلِ الصَّلِيْبِ وَعَابِدِيْهِ الْيَوْمَ اٰلَكَ

اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں اپنے اہل کی مدد فرما

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ اَبَدًا مِحَالَكَ

ان کی صلیب اور ان کی تدبیر اور تیری تدبیر پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

جَرُّوْا جَمِيْعَ بِلَادِهِمْ وَالْفِيْلَ كَيْ يَسْبُوْا عِيَالَكَ

لشکر اور ہاتھی پڑھا کر لائے ہیں تا کہ تیرے عیال کو قید کریں

عَمَدُوْا حِمَاكَ بِكَيْدِهِمْ جَهْلًا وَمَا رَقَبُوْا جَلَالَكَ

تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آئے ہیں جہالت کی بنا پر یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور جلال کا خیال نہیں کیا عبد المطلب دعا سے فارغ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے ادھر ابرہہ اپنا لشکر لیکر خانہ کعبہ کو گرانے کیلئے بڑھا یکا یک بحکم خداوندی چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول نظر آئے ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جو دفعۃً لشکر پر برسنے لگیں خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں گولی کا کام دے رہی تھیں سر پر گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں جس پر وہ کنکری گرتی تھی وہ ختم ہو جاتا تھا

غرض یہ ہے کہ اس طرح ابرہہ کا لشکر تباہ اور برباد ہوا ابرہہ کے بدن پر چیچک کے دانے نمودار ہوئے جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور بدن سے پیپ اور لہو بہنے لگا یکے بعد دیگرے ایک ایک عضو کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا۔ "فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"۔ (زرقانی شرح مواہب۔ج۔ا۔ص۔ ۳۸۳ تا ۳۹۰۔ بحوالہ سیرت مصطفیٰ ﷺ)

﴿۱﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ ﴿۲﴾ اصحاب فیل کی مغلوبیت۔ ﴿۳﴾ کیفیت مغلوبیت۔

﴿۴﴾ ابابیل کا کارنامہ۔ ﴿۵﴾ نتیجہ اصحاب فیل۔

۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ موسم حج میں سوا تین بجے بعد نماز عصر از طرف حطیم اس سورۃ کی تصحیح کی اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ عالی میں قبول و منظور فرمائے اور مقبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ختم شد سورۃ الفیل بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ القریش

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ القریش ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ نام بھی اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۶۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۹۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع اور۔ ۴۔ آیات ہیں یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکی ہے۔

وجہ تسمیہ : اس سورۃ میں قبیلہ قریش کا ذکر ہے اور یہی نام بطور علامت کے رکھ دیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں بیت اللہ کی توہین کرنے والوں کی تباہی کا ذکر تھا اس سورۃ میں بیت اللہ کے متولیوں کی مقبولیت اور احترام کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : انسان کے فرائض۔

خلاصہ سورۃ : حسن تدبیر باری تعالیٰ، قریش کے فضائل و فرائض، علماو مشائخ کے فرائض۔ وغیرہ

سُوۡرَۃُ قُرَیۡشٍ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | وَھِیَ اَرۡبَعُ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ھٰذَا

واسطے مانوس کر دینے قریش کے ﴿۱﴾ ان کا مانوس کر دینا سفر میں موسم سرما میں اور موسم گرما میں ﴿۲﴾ پس چاہئے کہ یہ قریش اس گھر کے

الۡبَیۡتِ ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾ ع ۱ / ۳۱

رب کی عبادت کریں ﴿۳﴾ وہ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور انہیں خوف سے امن دیا ﴿۴﴾

خلاصہ رکوع : حسن تدبیر باری تعالیٰ، فضائل قریش، قریش اور دیگر عوام الناس کے فرائض مشترکہ، احسانات خداوندی۔

ماخذ آیات۔ ۱ تا ۴ +

﴿۱﴾ **حسن تدبیر باری تعالیٰ :** بیت اللہ کی وجہ سے قریش مکہ کی پورے عرب میں بڑی عزت تھی یہ حق تعالیٰ شانہ کی حسن تدبیر تھی اور اس وجہ سے کوئی اہل مکہ پر حملہ وغیرہ بھی نہیں کرتا تھا اور اس قبیلہ کو قریش اس لئے کہتے ہیں کہ قریش اصل میں ایک سمندری جانور کا نام ہے جو تمام جانوروں پر غالب رہتا ہے اور سب کو کھا جاتا ہے۔ تو یہ قبیلہ بھی فصاحت و بلاغت اور سخاوت اور شجاعت میں تمام قبائل پر غالب تھا اس لئے اس کا نام قریش پڑ گیا۔

﴿۲﴾ **فضائل قریش :** مکہ مکرمہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کیلئے دو سفر کرتے سردیوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے۔ اور گرمی میں شام کی طرف کہ وہ ملک سرد ہے اور لوگ ان کو اہل حرم و خادم بیت اللہ سمجھ کر ان کی عزت کرتے اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کرتا اور خاطر خواہ ان کو نفع ہوتا کہ گھر بیٹھ کر کھاتے اور

کھلاتے۔

﴿۳﴾ قریش اور دیگر عوام الناس کے فرائض مشترکہ : جب لوگوں کے دلوں میں اس گھر کے خادموں کی اتنی تعظیم ہے تو اس گھر کے خادموں کے لئے ضروری ہے کہ اس گھر کے مالک کی کماحقہ تعظیم کریں۔ اس لئے "رَبَّ" کو "هٰذَا الْبَيْتِ" کی طرف مضاف کیا۔ ﴿۴﴾ احسانات خداوندی : "جُوْعٍ" میں طعام کی طرف اشارہ ہے چونکہ یہ علاقہ خشک تھا اگر وہ حسن تدبیر نہ بتاتا تو یہ لوگ بھوک سے مر جاتے۔ "خَوْفٍ" سے امن دینے کی طرف اشارہ ہے چونکہ عرب میں قتل و غارت لوٹ مار روزمرہ کا معمول تھا مگر ان کو ایسا امن دیا نہ کوئی ان کا سفر میں اور نہ کوئی حضر میں تعرض کرتا تھا۔

فائدہ: ابو الحسن قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس شخص کو کسی دشمن یا کسی مصیبت کا خوف ہو تو اس کیلئے سورۃ قریش کا پڑھنا حفاظت امان کا ذریعہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے خوف و خطرہ کے وقت اس سورۃ کے پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر مصیبت کے دفع کرنے کیلئے اس کو پڑھنا مجرب ہے حضرت فرماتے ہیں میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے۔

(تفسیر مظہری۔ ص۔ ۳۴۸۔ ج۔ ۱۰)

ختم شد سورۃ القریش بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الماعون

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الماعون ہے جو اس سورۃ کی ساتویں آیت میں موجود لفظ "اَلْمَاعُوْنَ" سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔۱۰۷ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔۱۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔۷۔آیات ہیں اس سورۃ کے دو حصے ہیں پہلا حصہ مکی ہے جو عاص بن وائل کے متعلق نازل ہوا اور دوسرا حصہ مدنی ہے جو عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوا۔ (روح المعانی۔ص۔۶۵۵۔ج۔۳۰۔تفسیر عزیزی،مظہری)

وجہ تسمیہ۔ "اَلْمَاعُوْنَ" کے معنی برتنے کی چیزیں چونکہ اس سورۃ میں انہی چیزوں کا ذکر ہے اس لئے یہی نام بطور علامت کے رکھدیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں فضائل قریش کا ذکر تھا اس سورۃ میں قریش اور منافقین کی خباثات کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : کفار اور منافقین کے خبائث ونتائج۔

خلاصہ سورۃ : کفار ومنافقین کی بری خصائل کی مذمت،تنبیہ مشرکین۔وغیرہ

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان رحم کرنے والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے ﴿۱﴾ پس یہ ایسا شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ﴿۲﴾ اور مسکین کو کھانا کھلانے

الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ

کی ترغیب نہیں دیتا ﴿۳﴾ پس ہلاکت ہے نمازیوں کیلئے ﴿۴﴾ وہ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں ﴿۵﴾ وہ جو

هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷ ع ۱ ۷ ۳۲

ریاکاری کرتے ہیں ﴿۶﴾ اور کسی کو برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے ﴿۷﴾

خلاصہ رکوع : اوصاف مکذبین۔۱۔۲۔۳۔نتیجہ منافقین یا کفار،خباثات،۱،۲،۳۔ماخذ آیات۔۱ تا ۷+

﴿۱﴾ اوصاف مکذبین:۔ ❶ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے۔دین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔۱۔ملت۔۲۔جزاء اس لئے یتیموں اور بے کسوں پر ظلم کرنا،فقراء اور محتاجوں کے ساتھ رحم کا معاملہ نہ کرنا ملت کو جھٹلانے کی علامت ہے۔﴿۲﴾ وصف۔۳۔﴿۴﴾ نتیجہ منافقین یا کفار :اگر یہ آیات منافقین کے متعلق ہوں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تو حقیقت واضح ہے کہ منافقین مسلمانوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے تھے لیکن اگر مسلمان موجود نہ ہوتے تو نماز نہیں پڑھتے تھے اور عاریت کی چیزوں کو روک رکھتے تھے۔(ابن المنذر بروایت ابوطلحہ تفسیر مظہری)

اور اگر کہا جائے کہ یہ سورۃ مکی ہے جیسا کہ نام اور کوائف میں گزر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ مکرمہ میں

یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر اور مشرک، وہاں منافق موجود ہی نہیں تھے اور خالص مسلمانوں (خصوصاً سابقین اولین) کی نماز تو ایسی نہ تھی جس کی اللہ تعالیٰ "ویل" کے جملہ سے تردید فرماتے۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام مشرک باقاعدہ جماعتی رنگ میں تو نماز نہیں پڑھا کرتے تھے البتہ نماز کا تصور ان میں بھی موجود تھا اور وہ پڑھتے بھی تھے تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز میں غفلت کی تردید بیان کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح مشرکین مکہ میں اور نقائص اور عیوب تھے ایک نماز کی سستی کا بھی تھا اور کسی حد تک نماز کا ان میں موجود ہونا بھی ان کو شرک کے زمرہ سے نہ نکال سکا۔

(۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایام جاہلیت میں یعنی اسلام لانے سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم۔ص۔۲۹۶۔ج۔۲، مستدرک۔ص۔۳۴۱۔ج۔۳) بلکہ مسلم میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور للہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اے ابوذر! جاہلیت کے زمانے میں تم کچھ عبادت بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا میں کڑکتی دھوپ میں کھڑا ہو کر (فلا ازال مصليا حتىٰ يؤذيني حرها فاخر) نماز پڑھا کرتا تھا حتیٰ کہ مجھے دھوپ تکلیف دیتی تھی اور میں گر جایا کرتا تھا (حتیٰ ادخل الله علی الاسلام)۔ (مستدرک۔ص۔۳۴۱۔ج۔۳، وقال الذہبی اسنادہ صالح) یہاں تک اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطاء فرمائی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر محض اللہ تعالیٰ کے لئے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم طلوع آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ "هی ساعة صلوة الكفار" وہ کافروں کی نماز کا وقت ہے۔ (نسائی۔ص۔۶۶۔ج۔۱) علامہ ابن اثیر۔ کامل۔ص۔۲۱۔ج۔۲۔ میں لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: "وكانت فيهم الصلوٰة" کہ مشرکین عرب میں نماز کا دستور موجود تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ص۔۱۲۷۔ج۔۱)

﴿۵﴾ خباثت۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز سے غفلت سے مراد اس کو وقت سے مؤخر کر کے ادا کرنا ہے۔ ایسا ہی مصعب بن سعد نے حضرت سعد رضی اللہ سے نقل کیا ہے۔ مالک بن دینار نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد نماز کو اس کے اوقات معینہ میں ادا کرنے سے غفلت کرنا ہے کہ نماز ہی فوت ہو جائے۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو نماز کو وقت سے موخر کر کے اور دکھلاوے کے لیے ادا کرتے۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ نمازی ہے جسے پتہ ہی نہیں کہ اس نے دو رکعت پر قعدہ کیا ہے یا تین پر نماز کے دوران اس کی توجہ نماز کی طرف نہیں ہوتی۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے "ساھون" کی تفسیر "لاھون" سے کیا جانا منقول ہے۔ یعنی جو نماز میں بھی لہو اور لایعنی میں مشغول رہے یعنی اِدھر اُدھر کی فکر و سوچ میں رہنے کی وجہ سے نماز میں غفلت کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ گویا اس سہو پر جو مذمت ہے وہ اپنی اسی غفلت اور نماز کی طرف عدم توجہی کی وجہ سے ہے ورنہ جو سہو غیر اختیاری ہو جائے وہ مذموم نہیں۔

الماعون کی تفسیر حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے "زکوٰۃ" منقول ہے۔ یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت یہ ہے کہ الماعون سے کہاڑی، دیگچی، ڈول وغیرہ یعنی عام روزمرہ استعمال کی چھوٹی موٹی چیزیں مراد ہیں یعنی اس پر مذمت کی گئی ہے کہ ایسا بخیل ہے کہ ایسی عام روزمرہ کی استعمال کی چیزیں بھی عاریتاً نہیں دیتا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اس سے

عاریت مراد ہے۔

یہ سارے معانی مراد لینا درست ہے کیونکہ عام برتاؤ کی معمولی چیزیں، ضرورت واحتیاج کے وقت عاریتاً دینا واجب ہے اس میں بخل کرنے کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ ایسی ضرورت کی چیزوں کو عاریتاً نہ دینے والا مذمت ہی کا مستحق ہے۔

﴿۶﴾ خباثت۔ ② ﴿۷﴾ خباثت۔ ③ "ماعون" معمولی چیز، یہ ماخوذ ہے "معن" سے جس کے معنی تھوڑی سی چیز کے ہیں اس سے مراد وہ چیزیں جن سے عادتاً منع بھی نہیں کیا جاتا اور نہ ان کے مانگنے میں کسی فقیر اور امیر کو تامل ہوتا ہے جیسے آگ، پانی، چھلنی وغیرہ۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہے جو نہ حقوق اللہ ادا کرتے ہیں نہ حقوق العباد، نماز جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر اسے ادا کرتے ہیں تو ریاکاری کی غرض سے اور معمولی معمولی چیزوں کی باہمی اعانت جو انسانیت کا تقاضا اور حق ہے اس کی ادائیگی سے باز رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق تھا اس میں تو دوسروں کو شریک کرلیا اور جو دوسروں کا تھا اسے پس پشت ڈال دیا (تفسیر کبیر)

ختم شد سورۃ الماعون بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکوثر

نام اور کوائف۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الکوثر ہے جو اس سورۃ ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں "اَلْکَوْثَر" کا لفظ موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۸ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۵۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۳۔ آیات ہیں اور یہ سورۃ جمہور کے نزدیک مکی ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۲۶۰۔ج۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : "کوثر" کے معنی خیر کثیر چونکہ اس سورۃ میں اس کا ذکر ہے تو یہی نام بطور علامت رکھ دیا گیا ہے

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں آپ کے مخالفین کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں ان کا طعن اور آپ کیلئے تسلی کا مضمون ہے۔

موضوع سورۃ : فضائل و فرائض خاتم الانبیاء۔

خلاصہ سورۃ : عظمت خداوندی، مخالفین کا نتیجہ، تسلی خاتم الانبیاء، یا یوں کہو کہ اس سورۃ کے تین حصے ہیں پہلا حصہ میں انعامات خداوندی کا ذکر ہے دوسرے حصہ میں انعامات پر شکریہ کا مطالبہ ہے اور تیسرے حصہ میں آپ کیلئے بشارت ہے۔

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

ع ۱ ۳ ۲۲ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

تحقیق ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ﴿۱﴾ پس آپ اپنے رب کیلئے نماز پڑھیں اور قربانی کریں ﴿۲﴾ بیشک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے ﴿۳﴾

خلاصہ رکوع : عظمت خداوندی، فرائض خاتم الانبیاء، تسلی خاتم الانبیاء۔

شان نزول : آپ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے ان کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا تو جمہور کے نزدیک عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی ہے پس آپ نعوذ باللہ "ابتر" ہیں یعنی بے نام و نشان ہیں مطلب یہ تھا کہ آپ کے دین کا چرچا چند روز ہے پھر یہ سب بکھر جائیں گے اس پر آپ کی تسلی کیلئے یہ سورۃ نازل ہوئی۔

﴿۱﴾ عظمت خداوندی : حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو دو نعمتیں عطا فرمائی (۱) دنیوی کہ آپ کو ختم نبوت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا اور آپ کے دین کو پوری دنیا میں پھیلایا اور (۲) آخرت میں بڑی خیر سے نوازا اور مقام محمود بھی عطاء فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کوثر" وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمائی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ (مظہری۔ص۔ ۳۵۲۔ج۔ ۱۰)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین نے دوسری تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔ ۲۶۱۔ج۔ ۳۰)

مگر حق بات یہ ہے کہ ان دونوں تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ وہ نہر جو جنت میں ہے وہ بھی خیر کثیر میں داخل ہے۔

حوض کوثر : مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند یا بیہوشی طاری ہو گئی پھر ہنستے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہنسنے کا

سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورۃ نازل ہوئی پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا "اللہ و رسولہ اعلم" آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت پانی پینے کے لئے آئیگی اس کے پانی پینے کے برتن آسمان پر ستاروں کی تعداد میں ہوں گے تو اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے ہٹادیں گے تو میں کہوں گا کہ میرے پروردگار یہ تو میری امت میں سے ہیں اللہ پاک فرمائیں گے کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے دنیا میں آپ کے بعد نیا دین اختیار کیا۔ (روح المعانی۔ص۔۲۶۱۔ج۔۳۰)

﴿۲﴾ فرائض خاتم الانبیاء : ① گزشتہ آیت میں آپ ﷺ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطاء کرنے کی خوشخبری دی اب اس آیت میں اس نعمت کا شکر یہ ادا کرنے کیلئے آپ کے تین فرائض کا ذکر کیا ہے۔(۱) نماز۔(۲) التزام اخلاص (۳) قربانی۔ نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سے بہت بڑی اور اہم عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں سے خاص اہمیت رکھتی ہے یہ، دونوں اہم عبادات ہیں قربانی کرنے میں مشرکین کا رد بھی ہے چونکہ وہ بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔

وَانْحَرْ : "نحر" سے مشتق ہے اونٹ کی قربانی کو نحر کہتے ہیں عرب میں عموماً اونٹ کی قربانی ہوتی تھی اس لئے یہاں پر "وَانْحَرْ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت میں نماز سے یوم النحر کی نماز (عید الاضحیٰ) اور نحر سے بڑے جانور کی قربانی مراد ہے جب کہ عطاء اور مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ یوم النحر کی نماز فجر مزدلفہ میں اور قربانی منیٰ میں ادا کریں۔

جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تفسیر سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک نماز عید الاضحیٰ کا وجوب اور دوسرے قربانی کا وجوب اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں جو نماز عید الاضحیٰ کو سنت قرار دیا گیا ہے تو اس سے سنت اصطلاحی مراد نہیں بلکہ حکم شرعی مراد ہے۔ بعض حضرات نے "وَانْحَرْ" کی تفسیر سینہ پر ہاتھ باندھنے سے کی ہے لیکن یہ مرجوح ہے کیونکہ یہ لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف بلا ضرورت پھیرنا ہے جو درست نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ لفظ نحر سے وہ معنی مفہوم نہیں ہوتے جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں بلکہ اس سے ذہن میں فوراً نحر بدنہ یعنی جانور کی قربانی کے معنی ہی مفہوم ہوتے ہیں۔ (کذا فی (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔۳۔ص۔۶۴۴)

غیر مقلدین کا اس آیت سے حالت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا استدلال

پہلی دلیل : چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں قرآن پاک کی یہ آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" کے معنی یہ ہیں کہ نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ (فتاویٰ علماء حدیث۔ص۔۹۵۔ج۔۳)

مگر ان کی یہ تفسیر متواتر نماز کے خلاف ہے کسی صورت میں بھی یہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہوسکتی حنفیوں کی نماز تواتر سے ثابت ہے یعنی جس طرح قرآن کریم تواتر لفظی سے ثابت ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے نماز بھی عملی طور پر تواتر کے ساتھ ہے مسلمان ہر ملک میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں لیکن جس طرح متواتر قرآن کے خلاف بعض شاذ قرأتیں کتابوں میں ملتی ہیں ان کو آج تک مسلمانوں نے تلاوت قرآن میں داخل نہیں کیا اسی طرح اس متواتر عملی نماز کے خلاف بھی بعض شاذ روایات کتابوں میں ملتی ہیں مگر ان کو مسلمانوں نے اپنی متواتر نماز میں داخل نہیں کیا۔ مثلاً قرآن کریم میں سب مسلمان یہ آیت پڑھتے ہیں "وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ③" (سورۃ۔ اللیل آیت ۱، ۲، ۳،) مگر بخاری شریف میں یہ قرأت یوں ہے

"وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى"۔ (بخاری۔ص۔۷۳۷۔ج۔۲)

تمام مسلمان اسی متواتر قرآت کی تلاوت کرتے ہیں نہ کہ اس شاذ قرآت کی جو بخاری شریف میں ہے اور اسی طرح بعض شاذ و متروک اور مرجوح روایت کی بنا پر اس متواتر نماز کے خلاف وسوسہ ڈالنا یہ شیطانی کام تو ہوسکتا ہے مگر اس کو دین کی خدمت نہیں کہا جاسکتا۔ اس برصغیر میں بارہ سو سال کے طویل عرصہ میں کبھی یہ آواز نہیں اٹھی تھی کہ حنفیوں کی نماز خلاف سنت ہے اس بارہ سو سال کے طویل عرصہ میں یہاں کے علما اولیاء اللہ اور عوام حج اور تعلیم کے لئے حرمین شریفین کا سفر کرتے رہے مگر وہاں کے کسی عالم نے بھی ان کو یہ نہیں کہا کہ تم خلاف سنت نماز پڑھتے ہو پوری تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی فرقہ غیر مقلدین ثابت نہیں کرسکتا ۱۲۹۰ھ میں مولوی محمد حسین بٹیالوی نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں احناف کی اس متواتر عملی نماز کے خلاف آواز بلند کی کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے اس اشتہار کو خوب پھیلایا گیا اور اس اشتہار نے حکومت برطانیہ کی (لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی) کو خوب عملی جامہ پہنایا اور برصغیر کی ہر مسجد اور ہر گھر کو میدان جنگ بنا کر رکھ دیا جب ان سے متواتر دلیل کا مطالبہ کیا گیا کہ کیا سینہ پر ہمیشہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی کوئی تمہارے پاس متواتر دلیل ہے تو ان کے مولوی ثناء اللہ نے یہی دلیل پیش کی۔ مگر یہ خالصتہً قرآن کریم کی روافض کی طرح تحریف ہے۔

دوسری دلیل: اس متواتر نماز کے خلاف مولوی ثناء اللہ نے یہ لکھی کہ بخاری اور مسلم اور ان کی شروحات میں بکثرت ہیں۔
(فتاویٰ ثنائیہ۔ص۔۴۴۳۔ج۔۱، فتاویٰ علماء حدیث۔ص۔۹۱۔ج۔۳)

تیسری دلیل: ابن ماجہ ترمذی دارقطنی اور مسند احمد میں دو جگہ ایک حدیث تھی کہیں یہ الفاظ تھے کہ آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا کسی میں تھا کہ ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا مسند احمد میں ایک جگہ "هذه على هذه" میں کاتب کی غلطی سے یوں ہو گیا "يضع هذه على صدره" یہاں "صدره" کاتب کی غلطی تھی کیونکہ مجمع الزوائد، کنز العمال اور جمع الجوامع میں یہ لفظ نہیں آیا جبکہ مسند احمد کی زیادات سب ان کتابوں میں درج ہیں دوسرے "هذه" کو کاتب نے غلطی سے "صدره" کر دیا تھا پہلے "هذه" کو مولوی ثناء اللہ نے "يده" سے بدل دیا۔ (فتاویٰ ثنائیہ۔ص۔۴۵۸۔ج۔۱، مسند احمد۔ص۔۲۲۶۔ج۔۵)

اور اس طرح تحریف لفظی کر کے متواتر نماز کو غلط قرار دے دیا۔

چوتھی دلیل: صحیح ابن خزیمہ میں ایک حدیث حضرت وائل ؓ سے ہے جس میں "على صدره" کا لفظ ہے مگر سند یوں تھی: مؤمل بن اسماعیل، سفیان، عاصم، کلیب، وائل، ان میں پہلا راوی انتہائی ضعیف ہے چونکہ یہ راوی کثیر الخطاء اور کثیر الغلط تھا اس لئے اس نے "تحت السرة" کے الفاظ کو "على صدره" بنا دیا۔ (معارف السنن۔ص۔۴۳۹۔ج۔۲)

اس کے بعد کے تین راوی کوفی تھے ان کا عقیدہ ہے کہ عراقی ہزار حدیث بھی سنا دیں تو نوسو نوے کو تو چھوڑ دے اور باقی دس میں شک کر۔ (حقیقۃ الفقہ۔ص۔۱۰۱)

نیز غیر مقلدین "سفیان" کو آہستہ "آمین" کی حدیث میں غلط قرار دے چکے ہیں اور "عاصم" کو ترک رفع یدین کی حدیث میں ضعیف کہہ چکے ہیں اور "کلیب" کو بھی ترک رفع یدین کی ایک روایات میں ضعیف کہہ چکے ہیں ان چاروں راویوں میں سے ایک بھی کسی سند میں آجائے یہ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں تو جس سند میں یہ چاروں اوپر نیچے آجائیں وہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے آخر اس کا حل انہوں نے یہ تلاش کیا کہ سند حدیث کو ہی تبدیل کر ڈالا۔ ابن خزیمہ۔ص۔۲۴۳۔ کی حدیث کی سند اتار کر مسلم۔ص۔۱۷۳۔ ج۔۱۔ کی سند لگادی۔ (فتاویٰ ثنائیہ۔ص۔۴۴۴۔ فتاویٰ علماء حدیث۔ص۔۹۱۔ج۔۱)

وہ سند یہ ہے عفان عن حمام عن محمد بن جحادۃ عن عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل عن ابیه۔ اور مسند احمد میں بطریق عبد اللہ بن الولید عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر: ہے اور مسند احمد اور نسائی میں بطریق زائدۃ عن عاصم" ہے اور ابوداؤد میں بطریق بشر بن المفضل عن عاصم عن ابیه عن وائل" ہے اور ابن ماجہ میں بطریق عبد اللہ بن ادریس عن عاصم" ہے اور مسند احمد میں بطریق عبد الواحد وزهیر بن معاویة و شعبة عن عاصم ہیں مگر یہ سب طرق اور اسناد اس زیادتی سے خالی ہیں۔ لہذا اس زیادتی میں مؤمل بن اسماعیل متفرد ہیں لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ نیز اس حدیث میں اضطراب ہے ابن خزیمہ نے اس میں "علی صدرہ" تخریج کیا ہے اور بزاز نے "عند سرۃ" اور ابن ابی شیبہ نے اس حدیث میں "تحت السرۃ" تخریج کیا ہے نیز اس زیادتی کے خطا ہونے کی وجہ یہ ہے بھی ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی یہ روایت سفیان ثوری سے ہے (جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) اور سفیان ثوری کا مذہب یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ (شرح المنتقی۔ص۔۷۸۔ج۔۲۔معارف السنن۔ص۔۴۳۸۔ج۔۲)

لہذا ایسی روایت سے مسلمانوں کی متواتر نمازوں کو غلط قرار دینا انصاف کے خلاف ہے۔

دلائل احناف

قال رأیت النبی ﷺ یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ص۔۳۹۰۔ج۔۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن۔ص۔۹۰)

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے متعدد نسخوں میں ہے محدث قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ تخریج احادیث الاختیار شرح المختار میں فرماتے ہیں کہ یہ سند عمدہ ہے۔ محدث ابو الطیب المدنی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں لکھتے ہیں "هذا حديث قوی من حيث السند" کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے قوی ہے شیخ محمد عابد السندھی المدنی رحمۃ اللہ علیہ طوالع الانوار شرح درمختار میں فرماتے ہیں "رجاله ثقات" کہ اس حدیث کے راوی ثقہ، قابل اعتماد ہیں۔

الغرض ان ائمہ محدثین نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔

(بذل المجہود شرح ابوداؤد۔ص۔۲۳۔ج۔۲۔تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی۔ص۔۲۱۴۔ج۔۱۔آثار السنن۔ص۔۹۰)

اس کی تائید و استشہاد کے درجہ میں درج ذیل روایات و آثار بھی ہیں خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں من سنة الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ"۔ ترجمہ: ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔

(مسند امام احمد۔ص۔۱۱۰۔ج۔۱۔مصنف ابن ابی شیبہ۔ص۔۳۹۱۔ج۔۱۔دارقطنی۔ص۔۲۸۶۔ج۔۲۔سنن بیہقی۔ص۔۳۱۔ج۔۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ" نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد بروایۃ ابن الاعرابی ص۔۲۳۔ج۔۲۔معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی)

علامہ علاؤ الدین المار دینی ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محدث ابن حزم ظاہری کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے ملاحظہ ہو (الجوہر النقی علی البیہقی۔ص۔۳۱۔ج۔۲۔طبع مصر)

حضرت ابو مجلز تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یضع باطن یمینه علی الظاهر کف شماله و یجعلهما اسفل من السرۃ" نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دونوں کو ناف سے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی

شیبہ۔ص۔۳۹۱۔ج۔۱) اس کی سند جید ہے۔ (الجوہر النقی علی البیہقی۔ص۔۳۱۔ج۔۲)
حافظ ابوبکر مالکیؒ نے بھی التمہید میں ابومجلز کا مذکورہ مذہب نقل کیا ہے۔(الجوہر النقی۔ج۔۲۔ص۔۳۱)
حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :"یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة"۔(مصنف ابن ابی شیبہ۔ص۔۳۹۰۔ج۔۱) اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن۔ص۔۹۱)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے "ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار و تأخیر السهور ووضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰة تحت السرة"۔ (محلی ابن حزم تعلیقاً الجوہر النقی۔ص۔۳۲۔ج۔۲۔علی البیہقی)
تین باتیں اخلاق نبوت سے ہیں روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا، سحری کھانے میں تاخیر کرنا، نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نمازی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔
نیز اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔ چنانچہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں "واتفقو علیٰ ان سنة لهن وضع الیدین علی الصدر لانه استرلها"۔ (السعایہ شرح شرح وقایہ۔ص۔۱۵۶۔ج۔۲)
ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ عورتوں کیلئے سینے پر ہاتھ رکھنا مسنون ہے کیونکہ یہ صورت ان کے لیے زیادہ باعث ستر و پردہ پوشی ہے۔ شیخ حلبی رحمۃ اللہ المتوفی ۹۵۶ھ نے بھی اس مسئلہ پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔ (کبیری۔ص۔۳۰۱)
الغرض بعض روایات میں ناف یا سینے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر بحث گزر چکی ہے مگر محدثین کرام رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ سب روایات متکلم فیہ اور ضعیف ہیں۔ (آثار السنن۔ص۔۸۴۔۸۸)
﴿۳﴾ تسلی خاتم الانبیاء۔ "شَانِئَكَ" کے معنی بغض رکھنے والے عیب لگانے والے کے ہیں اس آیات کا مصداق وائل بن سہمی اور بعض روایتوں میں کعب بن اشرف کا ذکر ہے۔ آپ ﷺ کو خیر کثیر عطا فرما کر اولاد کثیر کا بھی ذکر کر دیا کیونکہ پیغمبر ساری امت کا باپ ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی امت دوسری تمام امتوں سے تعداد میں زیادہ ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات کو بھی خاک میں ملا دیا جو لوگ آپ ﷺ کو "اَبْتَر" ہونے کا طعنہ دے رہے تھے وہ خود "اَبْتَر" ہوئے آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں ہے دنیا سے خود بھی گئے نسل بھی ختم ہو گئی۔
مگر آپ ﷺ کا ذکر بلند ہو رہا ہے کروڑوں اہل ایمان آپ ﷺ پر روزانہ صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں اور موسم حج میں آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس موجود لاکھوں مسلمان صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اور آپ کا ذکر خیر جاری وساری ہے اور رہے گا اور آنحضرت ﷺ کی نسل جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر خوب بلند کیا، یہاں تک کہ دشمنان اسلام بھی آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ختم شد سورۃ الکوثر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الکافرون

نام اور کوائف۔ ۲ اس سورۃ کا نام سورۃ الکٰفرون ہے اس سورۃ کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے یہ نام اسی سے موخوذ ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کا نام سورۃ المقشقشہ ہے "مقشقشہ" کے معنی بری کرنے والے چونکہ اس سورۃ میں شرک سے برأت ہے تاہم زیادہ مشہور نام سورۃ الکافرون ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۰۹۔ نمبر پر اور ترتیب نزول میں۔ ۱۸۔ نمبر پر ہے اور اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۶۔ آیات ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ (روح المعانی۔ ص۔ ۶۶۷۔ ج۔ ۳۰)

وجہ تسمیہ : چونکہ اس سورۃ کی ابتدا میں "یٰٓاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ" کا لفظ موجود ہے اس میں کفار سے خطاب ہے اور یہی نام سورۃ کا بطور علامت کے رکھ دیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں آنحضرت ﷺ کے فرائض کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں شرک کا بھی رد تھا اس سورۃ میں بھی فرائض خاتم الانبیاء اور شرک کی تردید کا ذکر ہے۔

موضوع سورۃ : مسلک خاتم الانبیاء ترک موالات مع الکفار۔

خلاصہ سورۃ : سید الموحدین کا برملا اظہار توحید مخالفت مع المشرکین۔

فضائل سورۃ:۔ ❶ حدیث میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

(روح المعانی۔ ص۔ ۶۶۸۔ ج۔ ۳۰)

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کیلئے دو سورتیں بہتر ہیں۔ ۱۔ سورۃ الکافرون۔ ۲۔ سورۃ الاخلاص متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو صبح کی سنتوں میں اور مغرب کی نماز میں انہی دو سورتوں کو پڑھتے ہوئے سنا ہے حضرت فروہ بن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ جس کو میں سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "قُلۡ یٰٓاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ" پڑھ لیا کرو اس میں شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔ (مظہری۔ ص ۳۵۵۔ ج۔ ۱۰)

سُوۡرَۃُ الۡکٰفِرُوۡنَ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | وَھِیَ سِتُّ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قُلۡ یٰٓاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۝۱ لَآ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۲ وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝۳

اے پیغمبر آپ فرما دیں کہ اے کفر کرنے والو ﴿۱﴾ میں نہیں عبادت کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو ﴿۲﴾ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں ﴿۳﴾

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝۴ وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝۵ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝۶

اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم عبادت کر چکے ہو ﴿۴﴾ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں ﴿۵﴾ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع۔ فرائض خاتم الانبیاء، مسلک خاتم الانبیاء، مشرکین کا مسلک، عناد مشرکین، استقلال خاتم الانبیاء، ترک موالات مع الکفار۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۶+

شان نزول : ایک مرتبہ چند رؤسا کفار نے آپ سے کہا کہ آئیے ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کیا کریں جس میں ہم اور آپ دین کے طریقہ میں شریک رہیں جو طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ مل جائے گا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ (روح المعانی۔ص۔۲۶۹۔ج۔۳۰)

﴿۱﴾ فرائض خاتم الانبیاء۔ ﴿۲﴾ مسلک خاتم الانبیاء۔ ﴿۳﴾ مشرکین کا مسلک۔

﴿۴﴾ استقلال خاتم الانبیاء۔

فائدہ : "وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ ... الخ کو مکرر لانے کی وجہ بعض نے اس تکرار کو حال واستقبال کے معنی پر محمول کیا ہے جو "لَآ اَعۡبُدُ" فی الحال "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ" فی الاستقبال۔ واللہ اعلم

﴿۵﴾ عناد مشرکین۔ ﴿۶﴾ ترک موالات مع الکفار : تمہارے لئے تمہاری راہ ہے جس پر تم بھٹکتے رہے ہو اور راہ ہدایت پر نہیں آئے ہمارے لئے ہماری راہ ہے جس پر ہم قائم ہیں اور یہی راہ مستقیم ہے اس سے ہر مسلمان کو سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے سچے دین پر استقامت اور دوام اختیار کرے اور کفار سے دلی دوستی مت رکھے البتہ کفار سے کسی مصلحت کی بنا پر صلح کرنا جائز ہے جس طرح صلح حدیبیہ ہوئی مدینہ میں یہود سے صلح ہوئی مگر اسلام کے خلاف کسی شرط کو قبول کرنے کی اجازت نہیں واللہ اعلم۔

جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام کافر باوجود اپنے باہمی مذاہب کے اختلاف کے، ایک ہی امت اور ملت واحدہ ہیں (اور ان کے مقابلہ میں مسلمان امت واحد ہیں) کیونکہ جو اسلام لائے وہ اپنے اختلاف مذاہب کے باوجود اس کا مصداق و مراد ہیں اور ان سب کے لیے قرآن نے کہا کہ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ۔

یعنی ان کے مختلف ادیان کو ایک ہی دین قرار دیا ہے اور دین اسلام کو اس کے مقابلہ میں ایک دین۔ لہٰذا تمام کفار ایک ہی ملت ہیں خواہ ان کے باہمی مذاہب الگ الگ ہی ہوں۔ (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۴۵)

ختم شد سورۃ سورۃ الکٰفرون بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النصر

نام کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ النصر ہے اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ "نَصْر" موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ التودیع ہے جس کا معنی ہے رخصت کرنے والی کیونکہ اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کی طرف اشارہ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۱۰۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۱۱۴۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۳۔ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ : چونکہ "نَصْر" کے معنی مدد کے ہیں اس میں مدد الٰہی کا ذکر ہے اس لئے "نَصْر" بطور علامت کے رکھ دیا گیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں مسلک خاتم الانبیاء کا ذکر تھا اب اس کے نتیجہ میں بشارت فتح اسلام کا بیان ہے۔

موضوع سورۃ : تکمیل فیوضات کی نعمت کا شکر۔

خلاصہ سورۃ : بشارت فتح اسلام، تکمیل دین، فرائض خاتم الانبیاء۔

فضیلت سورۃ : امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ" ثواب میں چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (مظہری۔ص۔۳۶۶۔ج۔۱۰)

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿٢﴾

جب اللہ کی مدد آگئی اور فتح حاصل ہوگئی ﴿۱﴾ اور آپ نے دیکھ لیا لوگوں کو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں ﴿۲﴾

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں اور اس سے استغفار کریں بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے ﴿۳﴾

وقف النبی ﷺ

خلاصہ رکوع : بشارت فتح اسلام، نتائج فتح، فرائض خاتم الانبیاء۔ ماخذ آیات۔ ۱۔تا۔ ۳۔ +

فائدہ۔ اس سورۃ میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے قریب ہونے کی خبر ہے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ (مظہری۔ص۔۳۵۶۔ج۔۱۰)

فتح مکہ سے پہلے لوگ ایک ایک دو دو مسلمان ہوتے تھے فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے یہ سورۃ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی جیسا کہ نقل کیا گیا ہے کہ خیبر سے لوٹتے ہی نازل ہوئی جو فتح مکہ سے پہلے ہے اور مکہ معظمہ رمضان ۸ھ میں فتح ہوا اور آپ کی وفات ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی روایت میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ "سبحان اللہ و الحمد للہ استغفر اللہ و اتوب الیہ" بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے اس کا نزول فتح مکہ کے بعد

آنحضرت ﷺ کی رحلت سے چھ ماہ قبل لکھا ہے۔ بعض نے ایام تشریق ۔۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ذی الحجہ بمقام منیٰ حجۃ الوداع ۱۰ھ لکھا ہے کہ پہلے آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" نازل ہوئی۔ ۹۔ ذی الحجہ یوم عرفہ جمعہ کے خطبہ کے بعد اور یہ سورۃ وہیں منیٰ میں ایام تشریق میں نازل ہوئی۔

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمعے میں اس کی تلاوت فرمائی تو سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے آپ ﷺ نے پوچھا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس میں آپ کی وفات کی خبر مضمر ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی معلوم ہوا کہ جب موت قریب ہو تو تسبیح واستغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔

﴿۱﴾ بشارت فتح اسلام : اس فتح سے مراد مکہ اور کفار کے دیگر علاقوں کی فتح ہے۔

فَائِدَہ : فتح کو نصرت کے بعد ذکر کرنے سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ فتح کی ہر نوعیت اور اس کا ہر مرتبہ نصرت کے تابع اور اس کی فرع ہے گویا کہ "نصرت" سے اشارہ ہے ابتدائی مراتب کی طرف اور "فتح" سے اشارہ ہے کمال مراتب کی طرف تو کمال تک پہنچنے کیلئے ابتدائی مراتب طے کرنا ضروری ہیں ورنہ کمال تک پہنچنا مشکل ہے اس لئے نصرت کا ذکر پہلے ہے اور فتح کا ذکر بعد میں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ عنوۃً (لڑائی کے ذریعہ) ہوا تھا۔ کیونکہ نصر اور فتح کے الفاظ کا اطلاق اسی کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو صلح کی طرف بغیر قید کے منتقل نہیں کیا جاتا۔

﴿۲﴾ نتائج فتح : اور تو دیکھے گا ان لوگوں کو، ان لوگوں سے مراد اہل عرب ہیں چونکہ اولین مخاطب وہی تھے داخل ہوئے اسلام میں فوج درفوج۔ گزشتہ تینوں باتیں نصرت، فتح، اور لوگوں کا اسلام میں فوج درفوج داخل ہونے کا دور ہجرت کے ایک سال بعد شروع ہو گیا تھا چنانچہ ہجرت کے ایک سال بعد نصرت کا دور شروع ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم میں قوت جنگ پیدا ہوئی پھر فتح مکہ کے بعد کفار کے بہت سے علاقے فتح ہونے شروع ہوئے اور نویں دسویں ہجری کو لوگوں کا بہت رجوع ہوا قبیلے کے قبیلے اسلام میں داخل ہوئے جیسے، بنو اسد، خزاعہ، بنی کنانہ، بنی مروہ، بنی ہلال، بنی عامر وغیرہم۔

﴿۳﴾ فرائض خاتم الانبیاء:۔ ❶ ❷ چنانچہ آنحضرت ﷺ اس سورۃ کے نزول کے بعد استغفار کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا : نتیجہ توبہ : بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں کثرت سے یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے سبحانك اللّٰهم و بحمدك اللّٰهم اغفرلی

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے قبل کثرت سے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ سبحانك اللّٰهم و بحمدك أستغفرك و أتوب إليك ۔ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! یہ کیسے نئے کلمات ہیں جو میں آپ کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا : میرے لیے یہ ایک علامت مقرر کی گئی ہے جب میں اپنی امت کو دیکھوں تو یہ کلمات کہوں اور یہ اس سورت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے ذریعہ ہے۔ (کذا فی احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۶۴۶)

ختم شد سورۃ النصر بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ اللہب

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ اللہب ہے جو اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ "لَهَب" موجود ہے یہ نام اسی سے ماخوذ ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں ۔ ۱۱۱ ۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں ۔ ۶ ۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۔ ۵ ۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ "لَهَب" کے معنی آگ کے شعلے کے ہیں چونکہ اس کی ابتدا میں "لَهَب" کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت کے یہی نام رکھ دیا ہے۔

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں فتح اسلام کی بشارت کا ذکر تھا اب اس سورۃ میں اسلام کی ابتدائی حالت کا ذکر ہے جس دور میں ہر طرف سے مخالفت کا علم بلند ہو رہا تھا۔

موضوع سورۃ : مخالفت خاتم الانبیاء ﷺ کا وبال۔

خلاصہ سورۃ : ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام اور مخالفین کے لئے تنبیہ۔

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ

ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوا ﴿۱﴾ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا ﴿۲﴾ وہ عنقریب شعلہ مارنے والی

لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥ ع ۲۶

آگ میں داخل ہوگا ﴿۳﴾ اور اس کی بیوی بھی جہنم میں داخل ہوگی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں رسی ہے مونج یا کھجور کے پتوں کی مضبوط بٹی ہوئی ﴿۵﴾

خلاصہ رکوع : تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ، ابولہب کا نتیجہ، مال کے غیر مفید ہونے کا بیان، نتیجہ اخروی، ابولہب کی بیوی کا حال، نتیجہ اخروی۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۵ +

شان نزول : روایت میں آیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر آیت کریمہ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی کہ آپ اپنے خاندان کے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے اور آپ (ﷺ) نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبیلوں کو آواز دی اور اگر میں تمہیں کہوں اس وادی کی پیچھے سے قافلہ تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے سب نے یک زبان کہا ہاں ضرور تصدیق کریں گے ہم نے تو آپ پر سچائی کا تجربہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں عذاب سے ڈراتا ہوں ابولہب بن عبد المطلب نے یہ گستاخانہ کلمات کہے "تباً لك الهذا جمعتنا" اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ (روح المعانی ص۔ ۶۸۴۔ ج۔ ۳۰)

چنانچہ غزوہ بدر کے بعد ساتویں روز اس کو طاعون کا ایک دانہ جس کو "عدسہ" کہتے ہیں نکلا اور دوسروں کو مرض لگ جانے

کے خوف سے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا یہاں تک کہ ابولہب اسی حال میں مر گیا تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھوا کر ڈلوا دیا انہوں نے گڑھا کھود کر اس میں لکڑی سے دھکا دے کر اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ طارق المحازی سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار دیکھا سوق المجاز میں آپ ﷺ کہہ رہے تھے "یآ یھا الناس قولو الا الہ الا اللہ تفلحوا" اے لوگو: لا الہ الا اللہ کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور پیچھے سے ابولہب پتھر مارتا ہوا آرہا ہے جس سے آپ ﷺ کی پنڈلی، قدم لہولہان ہو گئے ہیں۔ اور کہتا تھا لوگو اس کی تصدیق نہ کرو یہ جھوٹا ہے اور یہ ابولہب آپ کے رشتہ میں چچا ہے۔ (روح المعانی۔ص۔۶۸۴۔ج۔۳۰)

فائدہ: ابولہب کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل بنت حرب تھا اور یہ ابوسفیان کی بہن تھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔

﴿۱﴾ تصرف باری تعالیٰ کا نمونہ۔ ﴿۲﴾ مال کے غیر مفید ہونے کا بیان : مال سے مراد سرمایہ اور "مَا كَسَبَ" سے مراد اس سرمایہ کا رنج اور نفع یعنی کسی قسم کا مال اس کو ہلاکت سے نہ بچائے گا یہ اس کی دنیوی حالت تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مَا كَسَبَ سے مراد اولاد ہے۔ یعنی ابولہب کو نہ اس کے مال نے کوئی فائدہ پہنچایا نہ ہی اولاد نے۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اولاد کو "کسب خبیث" سے تعبیر فرمایا۔ کسب کا اطلاق اولاد پر کیا جاتا ہے۔ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : إن أفضل ما أكل الرجل من كسبه و إن ولده من كسبه

جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یہ ارشاد ایسا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد : أنت و مالك لأبيك۔ (احکام القرآن۔ جصاص۔ ج۔۳۔ ص۔/۶۴۷)

﴿۳﴾ نتیجہ اخروی۔ ﴿۴﴾ ابولہب کی بیوی کا حال : "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کا معنی چغل خور بھی ہے کیونکہ وہ چغل خوری کرتی تھی اور لکڑی کا گٹھا بھی ہے کیونکہ تنکوں کو اکٹھا کر کے اس کو آگ لگتی ہے اس طرح چغل وخوری سے بھی لوگوں کے درمیان آگ لگ جاتی ہے۔ جبکہ ابن زید وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ رات میں، راستوں پر کانٹے پھینک دیا کرتی تھی (کذا اخرجہ ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

تمہید : اس سے دلالۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزیں ہٹانا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ کیونکہ اس کی ضد کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی خصائل میں شمار کیا ہے۔ صاحب اکلیل فرماتے ہیں میں اس ایمانی شعبہ کا استنباط و استخراج قرآن کریم سے کرنے کی مسلسل کوشش وفکر میں تھا۔ حتیٰ کہ اس آیت پر آ کر اس میں کامیاب ہو گیا (الحمد للہ)۔ (کذا فی الاکلیل)

﴿۵﴾ نتیجہ اخروی : حضرت مجاہد رحمہ اللہ عروہ بن زبیر اور سفیان فرماتے ہیں "فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ" وہ نار جہنم کا طوق ہے جو اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ (روح المعانی۔ص۔۶۸۹۔ج۔۳۰)

ختم شد سورۃ اللہب بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاخلاص

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الاخلاص ہے "اخلاص" کے معنی ہیں دل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کیلئے خاص کرنا گویا یہ سورۃ انسانوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ خاص اور مختص کرنے والی ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۱۲۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۲۔ ویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۴۔ آیات ہیں یہ سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت مبارکہ میں تمام ادیان باطلہ، فرق زائغہ وضالہ، یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین اور مجسمہ، مشبہہ، حلولیہ، اتحادیہ (جو ذات وصفات باری تعالیٰ میں الحاد وکفریہ عقائد کے مرتکب ہوئے) سب کا رد ہے (کذا فی الاکلیل)

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں دشمنوں کی تباہی کا ذکر تھا اس سورۃ میں آپ کو اپنے نصب العین جاری رکھنے کا حکم ہے۔

موضوع سورۃ : دعوت الی التوحید۔

خلاصہ سورۃ : صفات خداوندی ہمہ قسم کے شرک کی تردید، خالص توحید کا سبق۔ واللہ اعلم

فضیلت سورۃ : آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں اس کے بعد آپ نے "قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھ کر سنائی۔ (مسلم شریف۔ ص۔ ۲۷۱۔ ج۔ ۲۔ روح المعانی۔ ص۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ج۔ ۳۰)

اس سورۃ کو ثلث قرآن کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں معرفت الٰہی کا ذکر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے بنیادی اصول تین ہیں توحید، رسالت، قیامت، اس سورۃ میں توحید کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے کو ثلث قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

شان نزول : حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ اپنے رب کا نسب بیان کریں اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ (مظہری۔ ص۔ ۳۶۹۔ ج۔ ۱۰)

سُوۡرَۃُ الۡاِخۡلَاصِ مَکِّیَّۃٌ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | وَھِیَ اَرۡبَعُ اٰیَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ع ۱ ۲۷

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ﴿۱﴾ اللہ بے نیاز ہے ﴿۲﴾ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ﴿۳﴾ اور نہیں ہے کوئی اس کا ہمسر ﴿۴﴾

خلاصہ رکوع : فرائض خاتم الانبیاء، صفات خداوندی، تنزیہہ الصمد عن الاولاد، تنزیہہ الصمد عن الوالدین، تنزیہہ الصمد عن الشرکاء۔ ماخذ آیات۔ ۱ تا ۴+

﴿۱﴾ فریضہ خاتم الانبیاء : صفت۔ ❶ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿۲﴾ صفت ❷ : اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے "صمد" کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ سب اسی کے محتاج ہوں۔

﴿۳﴾ تنزیہہ الصمد عن الاولاد : اگر وہ کسی چیز کو جنے تو وہ چیز اس کی شریک ہوئی جب وہ شریک ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا

محتاج ہونا ثابت ہو گیا جب وہ محتاج ہو گیا تو اللہ تعالیٰ "صمد" نہ رہا جس سے واضح معلوم ہوا وہ اولاد سے پاک ہے۔

وَلَمْ يُوْلَدْ : تنزیہہ الصمد عن الوالدین : اگر اللہ تعالیٰ کسی سے جنا گیا ہوتا تو وہ محتاج ہوتا والدین کا اور محتاج صمد نہیں ہوسکتا۔ ﴿۴﴾ تنزیہہ الصمد عن الشرکاء: اگر کوئی دوسرا اس کا ہمسر ہوتا تو اس صورت میں اس کی احدیت یکتائیت باقی نہ رہتی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے وہ "احد" ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں علماء کرام فرماتے ہیں اہل باطل کے دنیا میں پانچ فرقے ہیں اور اس سورۃ میں پانچوں فرقوں کی تردید ہے۔

پہلا فرقہ : دہریوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس دنیا جہان کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں یہ سارا کارخانہ خود بخود وجود میں آ گیا ہے تو جب بندہ مسلمان اس سورۃ کا پہلا ہی لفظ "هُوَ" منہ سے نکالتا ہے تو اس فرقے کا خود بخود رد ہو جاتا ہے کہ اس عالم کا بنانے والا وہ ہے۔ **دوسرا فرقہ** : فلاسفہ کا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس عالم کو پیدا کرنے والا تو ہے مگر وہ کوئی صفت نہیں رکھتا یعنی پیدا کرنے کے بعد عالمین جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ سب اسباب سے متعلق ہے۔ اس میں اس کی کچھ تاثیر دخل اندازی نہیں ہے اور حقیقت میں ہندوؤں کا مذہب بھی یہی ہے تو جب مسلمان لفظ "اللہ" منہ سے نکالتا ہے جو تمام صفات کمالیہ کے جامع ہونے پر دلالت کرتا ہے تو اس فرقے کا خود بخود رد ہو جاتا ہے کہ جو اس عالم میں ظاہر ہو رہا ہے وہ سب براہ راست اس کے حکم سے ہو رہا ہے اس باب کا مسبب وہی ہے وہ بے کار و معطل نہیں ہے رزق بھی وہی دیتا ہے مارتا بھی وہی ہے انعام اور سزا بھی وہی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی صاحب کمال نہیں ہے۔

تیسرا اور چوتھا فرقہ : اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس عالم کے بنانے والے کی اولاد و بیوی ہے چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ کی بیوی ٹھہرایا (العیاذ باللہ) تو جب مسلمان بندہ کہتا ہے "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" تو اس سے یہود و نصاریٰ کے باطل عقیدے کا رد ہو گیا۔

پانچواں فرقہ : مجوسیوں کا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کے دو خالق ہیں ایک کا نام "یزدان" ہے اس جہان کی جتنی اچھی چیزیں ہیں اور خوبیاں ہیں وہ سب یزدان نے پیدا کی ہیں۔ دوسرا "اہرمن" ہے دنیاں کی سب گندی چیزیں اسی نے پیدا کی ہیں اور یزدان اور اہرمن کے لشکر کے درمیان ہمیشہ ٹکراؤ رہتا ہے تو کبھی یزدان غالب آجاتا ہے تو دنیا میں بھلائیاں عام ہو جاتی ہیں اور کبھی اہرمن کا لشکر غالب آجاتا ہے تو سارے جہان میں برائیاں پھیل جاتی ہیں اس عقیدے کا رد "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" میں ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے جس کو یہ اختیارات حاصل ہوں۔ (تفسیر عزیزی)

ختم شد سورۃ الاخلاص بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفلق

نام اور کوائف : اس سورۃ کا نام سورۃ الفلق ہے یہ نام اس سورۃ کی پہلی آیت میں موجود ہے یہ سورۃ ترتیب تلاوت میں۔ ۱۱۳۔ نمبر پر ہے اور ترتیب نزول میں۔ ۲۰۔ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع۔ ۵۔ آیات ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی ہے علماء کرام کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید کی اور تصحیح فرمائی اور علماء جمہور کا بھی یہی مسلک ہے۔ (روح المعانی۔ ص ۱۱۷۔ ج۔ ۳۰)

ربط آیات : گزشتہ سورۃ میں دعوت الی التوحید کا ذکر تھا جب آپ دعوت الی التوحید دیں گے تو مشرک آپ کے جانی اور ایمانی دشمن بن جائیں گے تو اس سورۃ الفلق میں جان کی حفاظت کا وظیفہ بتایا گیا ہے اور سورۃ الناس میں ایمان کی حفاظت کا وظیفہ بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

موضوع سورہ الفلق اور سورۃ الناس۔ طریق حفاظت جان اور طریق حفاظت ایمان۔

دونوں سورتوں کا خلاصہ : ان دونوں سورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے پوری امت مسلمہ کو استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ سورۃ الفلق میں دنیوی آفات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے اور سورۃ الناس میں اخروی آفات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ اس کو یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ سورۃ الفلق میں جسمانی شروروں سے اور سورہ الناس میں روحانی آفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ واللہ اعلم

فضائل سورۃ فلق اور ناس : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ جحفہ اور ابواء کے درمیان ہم کو تیز ہوا اور تاریکی نے گھیر لیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھ پڑھ کر پناہ مانگنی شروع کی اور مجھ سے فرمایا اے عقبہ! پناہ مانگو ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے کہ پناہ مانگنے کے سلسلے میں یہ دونوں سورتیں سب سے زیادہ بہتر ہیں۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۃ ہود اور سورۃ یوسف پڑھا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قل اعوذ برب الفلق" سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھوں کو ملاتے اور ان پر "قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر پھونکتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھیرتے، سر اور چہرہ سے ہاتھوں کو پھیرنا شروع فرماتے اور پھر بدن کے اگلے حصہ پر پھیرتے ہوئے سارے جسم پر پھیرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَدَنِيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾

اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کے ساتھ ﴿۱﴾ تمام ان چیزوں کی برائی سے جن کو اس نے پیدا کیا ہے ﴿۲﴾ اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جاتا ہے ﴿۳﴾

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے ﴿۴﴾ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرتا ہے ﴿۵﴾

خلاصہ رکوع : فریضہ خاتم الانبیاء، مستعید، مستعاذ بہ، مستعاذ منہ۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔

شانِ نزول : بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض اوقات آپ یہ محسوس کرتے تھے کہ فلاں دنیوی کام کرلیا ہے حقیقت میں وہ نہیں کیا ہوا ہوتا تھا۔ یہ بات واضح رہے کہ جن چیزیں کا تعلق وحی سے ہے ان پر جادو کے اثرات نہیں ہوئے تھے۔ پھر ایک دن آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ مجھے کیا بیماری ہے اور فرمایا کہ دو شخص خواب میں آئے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف سرہانے والے نے دوسرے سے کہا ان کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے پھر اس نے کہا جادو کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا کہ لبید ابن اعصم نے جو یہودیوں کا حلیف منافق ہے اس نے کہا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک کنگھے اور اس کے دندانوں میں پھر اس نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کھجور کے اس غلاف میں جس میں کھجور کا پھل ہوتا ہے اور وہ "بئر ذروان" میں ایک پتھر کے نیچے مدفون ہے آپ ﷺ اس کنواں پر تشریف لے گئے اور اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے نکال لیا اور فرمایا کہ مجھے یہی کنواں خواب میں بتایا گیا ہے اور میں نے دیکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) نے اس کا اعلان کیوں نہیں فرمایا کہ فلاں شخص نے یہ حرکت کی ہے؟ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں کسی شخص کیلئے تکلیف کا سبب بنوں مطلب یہ تھا کہ اگر اعلان کردوں تو لوگ اسے قتل کردیں یا کوئی تکلیف دے دیں۔

اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا مرض چھ ماہ تک رہا اور امام ثعلبی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتا تھا اس منافق یہودی نے اس کو بہلایا اور پھسلا کر آنحضرت ﷺ کا کنگھا اور اس کے کچھ دندانے اس سے حاصل کرلئے اور ایک تانت (بھیڑ بکری یا گائے وغیرہ کی وہ انتڑی جو بٹ کر کمان، سارنگی، وغیرہ میں لگاتے ہیں) کی تار میں گیارہ گرہیں لگائیں ہر گرہ میں ایک سوئی لگائی کنگھے کے ساتھ اس کو کھجور کے پھل کے غلاف میں رکھ کر ایک کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا اللہ تعالیٰ نے یہ سورتیں نازل فرمائیں جس میں گیارہ آیات ہیں آپ ﷺ ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھ کر ایک ایک گرہ کو کھولتے رہے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور یک دم آپ ﷺ سے ایک بوجھ سا اتر گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی برائی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ ❶۔ تاریکی۔ ❷۔ سحر۔ ❸۔ حسد۔ ان تینوں چیزوں کا تعلق جان اور بدن سے ہے پہلے تین چیزوں کا ذکر اجمالاً "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" میں کیا گیا ہے پھر آگے اس کی تفصیل ہے اور سورۃ الناس میں شیطان کے وسواس سے اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں سے تعوذ کیا گیا ہے۔ ❶۔ رب الناس۔ ❷۔ ملک الناس۔ ❸۔ الٰہ الناس سے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دین کی حفاظت جان اور بدن کی حفاظت سے مقدم ہے کیونکہ وسواسِ شیطانی سے دین کو نقصان ہوتا ہے اور جب کہ تاریکی، سحر اور حسد سے جان اور بدن کو نقصان ہوتا ہے تو جس

چیز کی حفاظت کیلئے تین صفات کا ذکر ہے اس کی اہمیت زیادہ ہے اس لئے جان اور بدن کی حفاظت سے دین کی حفاظت زیادہ اہم اور مقدم ہے۔

﴿۱﴾قُلْ :فریضہ خاتم الانبیاء۔ اَعُوْذُ :مستعیذ۔ بِرَبِّ الْفَلَقِ :حصر الربوبیت ومستعاذ بہ : آپ (ﷺ) کہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ چاہتا ہوں اور "فلق" کے معنی پھٹنے کے ہیں مراد اس سے صبح کا ظاہر ہونا ہے اس صفت کو اختیار کرنے میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ رات کا اندھیرا اکثر شرور آفات کا سبب بنتا ہے اور صبح کی روشنی ان تمام خطرات کو دور کرتی ہے لہذا اس صفت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو اس کی پناہ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمام آفات دور فرما دے گا۔ اکثر مفسرین سے یہ منقول ہے۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زید بن علی رحمہ اللہ نے اپنے آباء کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ "اَلْفَلَقِ" جہنم کی تہہ میں ایک کنواں ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اس بڑی مصیبت اور تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی پناہ دے سکتے ہیں لہذا اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ (محصلہ تفسیر مظہری۔ص۔۳۷۷۔ج۔۱۰)

﴿۲﴾مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ :مستعاذ منہ:۔ ❶ تمام مخلوق کی شر سے جو چیزیں انسان کے جسم اور روح کیلئے سازگار ہیں وہ اس کیلئے خیر ہیں اور جو نا موافق ہیں وہ سب شر ہیں جسمانی شر فقر و تنگدستی کا ہے اور روحانی شر عقائد کا فساد اور برائیوں کی طرف میلان ہے پھر اس شر کی کئی قسمیں ہیں سماوی، ارضی، دنیوی، اخروی، اختیاری، غیر اختیاری، متعدی غیر متعدی، تمام شرور میں اللہ تعالیٰ سے ہی پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ وہی سب شرور سے حفاظت کرا سکتا ہے۔

﴿۳﴾وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ :مستعاذ منہ۔ ❷ اور اندھیرے کے شر سے جب وہ پھیل جائے "غسق" کے معنی اندھیرا پھیل جانے کے ہیں اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نزدیک اس کے معنی رات کے ہیں۔
(مظہری۔ص۔۳۷۸۔ج۔۱۰)

اور "وقب" "وقوب" سے مشتق ہے جس کے معنی اندھیرے کے پوری طرح بڑھ جانے کے ہیں اس میں رات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت جنات، شیاطین، موذی جانور، حشرات الارض، چور، ڈاکو، وغیرہ رات کو پھیلتے ہیں دشمنوں کے حملہ آور ہونے کا بھی یہی وقت ہے صبح ہوتے ہی ان سب چیزوں کا تسلط ختم ہو جاتا ہے۔

﴿۴﴾وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ :مستعاذ منہ۔ ❸ "نفاثات" "نفث" سے مشتق ہے اس کے معنی پھونک مارنے کے ہیں اور "عقد" عقدہ کی جمع ہے اس کے معنی گرہ کے ہیں جادو کرنے والے گرہ لگا کر اس پر جادو کے کلمات پڑھ کر پھونکتے ہیں "النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ" کے معنی ہوں گے گرہ پر پھونکنے والیاں اس سے مراد جادو کرنے والی عورتیں ہیں اس میں عورتوں کی تخصیص کیوں ہے؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ جادو کا کام اکثر و بیشتر عورتیں کرتی ہیں۔ اور کچھ خلقۃً عورتوں کو اس سے مناسبت بھی زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کرنے کا جو واقعہ ان سورتوں کے نزول کا سبب بنا اس میں جادو کرنے والی لبید ابن اعصم کی لڑکیاں تھیں جنہوں نے باپ کے کہنے پر یہ کام کیا اس لئے جادو کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے۔ تیسری چیز اس میں "حاسد" حسد کا اس میں خصوصی ذکر کیا گیا ہے حسد کہتے ہیں کہ کسی کی نعمت اور راحت کو دیکھ جلنا اور یہ چاہنا کہ یہ نعمت اس سے زائل ہو جائے خواہ اس کو حاصل ہو یا نہ ہو یہ حسد کرنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور سب سے پہلا گناہ جو آسمان میں اور زمین پر ہوا وہ حسد ہے۔ آسمان میں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کیا اور زمین پر ان کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کیا۔

حسد سے ملتا جلتا "غبطہ" ہے جس کے معنی ہیں کسی کی چیز کو دیکھ کر یہ تمنا اور آرزو کرنا یہ چیز یا یہ نعمت ہمیں بھی اللہ تعالیٰ عطا کرے

یہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے یہود اور منافقین کو بھی آپ کی اور مسلمانوں کی ترقی پسند نہ تھی اور وہ دیکھ کر جلتے تھے مگر ظاہری جنگ اور قتال میں بھی غالب نہ آسکے تو جادو کے ذریعے اپنے سینے کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرنے لگے اور آپ ﷺ پر جادو کیا۔

دو اشکال اور ان کا حل

❶ حضرت شاہ عبدالعزیزی محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ "شَرِّ مَا خَلَقَ" میں تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگ لی گئی تو اس کے بعد تاریکیوں جادوگروں اور حاسدین کے شر کی تفصیل کی حاجت نہیں تھی پھر کس لئے خاص طور پر ان تین چیزوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے؟ اس کا جواب: یہ ہے کہ ان تینوں چیزوں کا شر چھپا ہوا ہوتا ہے جبکہ دیگر مخلوقات کا شر سامنے اور ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ پوشیدہ شر ظاہر اور کھلے شر کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ خاص ان کے شر سے مستقلاً پناہ مانگی جائے۔

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ "غاسق" اور "حاسد" کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے اور "نفاثات" کو معرف باللام ذکر کیا گیا ہے اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ جواب: یہ ہے کہ لام استغراق کے لئے ہے اور تمام کے تمام جادوگر شریر ہیں اس لئے کہ جادو فی نفسہ گناہ کبیرہ ہے (وہ قبیح لعینہ ہے) خواہ جادو کے ذریعے دفع شر یا کسی خیر کا حاصل کرنا ہی مقصود ہو یہی وجہ ہے کہ حربی کافروں کو بھی جادو کے ذریعے ہلاک کرنا درست نہیں اس لئے یہاں استغراق پیدا کرنے کے لئے "نفاثات" کو معرف باللام لائے۔ اور "غاسق" اور "حاسد" کا ہر ہر فرد چونکہ شر نہیں اس لئے کہ بہت سی راتیں خیر سے گزرتی ہیں اسی طرح کافروں، ظالموں سے حسد برا نہیں تو حاسد و غاسق محل استغراق نہ تھا اس وجہ سے ان میں تنکیر مناسب معلوم ہوئی۔ واللہ اعلم

فائدہ: بعض حکماء نے کہا کہ حاسد نے پانچ طریقے سے اپنے رب عزوجل سے معارضہ کیا۔ ❶ حاسد نے جو نعمت اللہ نے دوسرے پر ظاہر کی اس سے عداوت کی۔ ❷ حاسد نے اللہ تعالیٰ کی تقسیم نہیں مانی کیونکہ وہ گویا یہ کہتا ہے کہ تو نے اس شخص کو یہ نعمت کیوں دی۔ ❸ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور حاسد نے بخل سے معارضہ کیا۔ ❹ حاسد چاہتا ہے اولیائے الٰہی خوار ہوں تو وہ خود خوار ہوگا۔ ❺ حاسد نے ملعون ابلیس کی تائید کی اور اس کو اپنا امام بنایا۔ حاسد ہمیشہ خوار رہتا ہے کیونکہ دنیا میں ہر مجلس میں ندامت اٹھاتا ہے اور ملائکہ اس کو ملامت کرتے ہیں اور اپنے گھر میں غم اور جلن میں دائمی مریض رہتا ہے اور آخرت میں جلتا رہے گا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے امتوں کی دو بیماریاں رینگتی ہوئی تم میں آئی ہیں ایک حسد اور دوسری بغض اور تم ہوشیار رہو کہ بغض ہی مونڈنے والی ہے (رواہ احمد) یعنی جیسے استرے سے بال مونڈے جاتے ہیں اس طرح باہمی بغض و عداوت سے نیکیاں منڈ جاتی ہیں۔

(تفسیر مواہب الرحمٰن۔ ص۔ ۸۴۵۔ ج۔ ۱۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اپنے کرم سے ان سب سے پناہ دے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ خالق شر اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ (اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ خیر و شر دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندہ کاسب ہے۔ تفصیل کے لیے شرح العقائد اور دیگر کتب سے عقائد و کلام کی طرف مراجعت کی جائے)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: یعنی انسان کی نظر بد اور اس کی پھونکوں سے پناہ مانگتا ہوں (اخرجہ ابن ابی حاتم) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے۔ (کذا فی الاکلیل)

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت بھی ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا: العین حق نظر کے لگنے اور نظر بد کے

بارے میں احادیث کثرت سے مروی ہیں۔

جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نظر لگنا اس چیز کا نام ہے کہ ایک شخص کی آنکھ سے کوئی چیز علیحدہ ہو کر دوسرے کو جا لگے۔ یہ محض جہالت ہے بلکہ نظر لگنے میں یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی نظر میں کسی چیز کی خوبی وحسن اس جہت سے آتا ہے کہ اس کی بناء پر نظر لگے ہوئے شخص کو اکثر اوقات کچھ نقصان وضرر واقع ہوتا ہے۔

اور نظر لگنے میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ شاید یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظر لگے ہوئے شخص کے لیے تنبیہ ہو کہ اسے اپنے کسی کمال یا خوبی وحسن پر ناز اور اعجاب ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہا کوئی ضرر آجائے تا کہ وہ اس خوبی وحسن میں منہمک ہو کر آخرت اور اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو جائے۔ اسی لیے ایسے شخص کو یہ حکم ہے کہ نظر بد کا علاج اللہ کی قدرت اور اس کے ذکر سے کرے۔

قرآن کریم نے فرمایا : وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (سُوْرَةُ الکہف۔ آیت ۳۸)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : جسے کوئی چیز اچھی لگے اور وہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ (انتہیٰ کلام الجصاص ملخصا۔ ج۔ ۳۔ص۔/ ۶۴۹)

بہر حال ! اس سورت میں ہر قسم کے شر وفتنہ سے حفاظت کے لیے تعوذ کا اہتمام کرنے اور اس کے مستحب ہونے کا ذکر ہے اور جاہلانہ تعویذات اور عملیات جو کفر وشرک کو شامل ہوتے تھے سے ممانعت ہے۔ البتہ قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ تعویذ ورقیہ کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جیسا کہ سورۃ الناس کی تفسیر کے آخر میں موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے۔

اس سورت مبارکہ میں وسوسے ڈالنے کی مذمت کی گئی ہے اور ان سے پناہ مانگنے کا استحباب بیان کیا گیا ہے۔

نیز اس سورت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح شیاطین جنات میں سے ہوتے ہیں ایسے ہی انسان شیاطین بھی ہوتے ہیں اور دونوں قسم کے شیاطین سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت مانگنی چاہیے (کذا فی الاکلیل)

ختم شد سورۃ الفلق بحمد اللہ تعالیٰ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الناس

ربط آیات : سورۃ الفلق میں دنیاوی مصائب وآفات سے پناہ مانگنے کی تعلیم تھی اوراب اس سورۃ میں اخروی آفات وبلیات سے پناہ مانگنے کی تاکید ہے۔

تمہید :حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :یہ سورت ان شرور سے استعاذہ پر مشتمل ہے جوتمام معاصی اور گناہ کا سبب ہیں اور یہ شرانسان کی ذات میں ہوتا ہے(یعنی نفس وشیطان) جب کہ سورۃ الفلق ان شرور سے استعاذہ پر مشتمل ہے جوکسی غیر کی طرف سے ظلماً کیا جائے سحر اور حسد وغیرہ کے ذریعہ اور یہ شر ہے جوخارجی ہے۔

توسورۃ الناس ان شرور سے استعاذہ پر مشتمل ہوئی جوانسان کے داخلی اور ذاتی شرور ہیں یعنی بندہ کا اپنی ذات پر ظلم کرنا۔ یہ داخلی شر ہے،تو یہ مصائب (انسان کے عیوب) کا شر ہے جب کہ سورۃ الفلق میں جس شر سے استعاذہ بیان کیا گیا ہے وہ مصائب کا شر ہے اور شر کی جتنی صورتیں اور اقسام ہیں سب کی سب ان دوقسموں میں داخل ہیں۔یعنی یا مصائب میں یا مصائب میں۔کوئی تیسری قسم نہیں اور سورۃ الفلق میں مصائب سے اور سورۃ الناس میں مصائب سے استعاذہ بیان کردیا گیا ہے(جس سے تمام شرور سے حفاظت کا بہترین ذریعہ اورراستہ حاصل ہوگیا)اور تمام معائب کی اصل ''وسوسہ'' ہے۔

شیطان کے شر سے حفاظت اور استعاذہ و پناہ کی صورتیں:شیاطین کے شر سے حفاظت اوران کے فتنوں سے مدافعت اورجس استعاذہ کا اس سورت میں حکم دیا گیا ہے،اس کی مختلف صورتیں قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہیں اور انہیں ''حرز'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ذیل میں ان کوذکر کیا جاتا ہے۔

۱) حرزاول:شیطان سے حفاظت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی شیطانی وسوسہ پیدا ہوتو''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم''یعنی تعوذ پڑھ لیا جائے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ۔
(سورۃ الاعراف۔آیت۔۲۰۰)

۲) حرز ثانی:مذکورہ دونوں سورتوں الفلق اور الناس کی تلاوت۔شیاطین کے شر سے حفاظت اوراس کے دفع میں یہ سورتین عجیب تاثیر رکھتی ہیں۔اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماتعوّذ المتعوّذون بمثلھا۔

تعوذ اور پناہ کے ان جیسے کلمات سے کسی نے پناہ حاصل نہیں کی۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ ہر رات سوتے وقت ان سورتوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرض نماز کے بعد بھی انہیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے یہ دونوں سورتیں،سورۃ الاخلاص کے ساتھ روزانہ صبح اور شام میں تین تین مرتبہ پڑھ لیں اسے ہر چیز سے کفایت حاصل ہوجائے گی۔

۳) حرز ثالث:آیت الکرسی کی تلاوت،صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا :
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوۃ کے اموال کی نگرانی پر مامور فرمایا تھا۔ایک رات ایک شخص آیا اوراس نے اناج میں سے کچھ مقدار اٹھالی،میں نے اسے پکڑلیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا(آگے طویل حدیث ہے) بہرحال اس شخص نے مجھے کہا کہ :''جب تم رات کو اپنے بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔تمہارے لیے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہوجائے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کو جب میں نے یہ سارا واقعہ سنایا تو) فرمایا: وہ شیطان تھا اگرچہ وہ جھوٹا ہے لیکن یہ بات اس نے سچ کہی۔

۴) حرز رابع: سورۃ البقرہ کی تلاوت۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تجعلوا بیوتکم قبوراً وان البیت الذی تقراء فیہ البقرۃ لا یدخلہ الشیطان۔

(اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، بلاشبہ جن گھروں میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے ان میں شیطان داخل نہیں ہوسکتا)۔

۵) حرز خامس: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھ لیں۔ اس کے لیے کافی ہوجائیں گی۔

۶) حرز سادس: سورۃ حٰمٓ المؤمن کی ابتدائی آیات حٰمٓ ج تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ لا غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ لا ذِي الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک کی تلاوت کی۔

ترمذی شریف میں عبدالرحمن بن ابی بکر عن ابن ابی ملیکہ عن زرارۃ بن مصعب عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سورۃ المؤمن کی ابتدائی آیات "الیہ المصیر" تک اور آیت الکرسی صبح کے وقت پڑھیں تو شام تک ان کی وجہ سے حفاظت میں رہے گا اور اگر شام کے وقت پڑھیں تو صبح تک حفاظت میں رہے گا۔

۷) حرز سابع: ۱۰۰ مرتبہ: لا إلٰه إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شيءٍ قدير کا ورد کرنا۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے روزانہ سو مرتبہ مذکورہ بالا کلمہ پڑھا: لا إلٰه إلا الله إلى شيءٍ قدير۔ اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور یہ کلمات اس کے واسطے اس روز شام تک شیطان سے حفاظت اور ڈھال ہوجائیں گے اور کوئی آدمی اس سے افضل اعمال والا نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے ان مذکورہ تمام اعمال سے زیادہ کیے ہوں۔ یہ ایک بہت عظیم کلمہ ہے جس کا فائدہ بہت زیادہ اور اس کا کرنا بہت آسان ہے۔ جس کے لیے اللہ آسان فرمادے۔

۸) حرز ثامن: تمام مذکورہ بالا حرز اور حفاظت از شیطان کے ذرائع سے بڑھ کر حرز و حفاظت کثرت ذکر اللہ عزوجل ہے۔ ترمذی شریف میں حارث اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم فرمایا۔ آگے ان کی تفصیل ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ: اور یہ حکم دیا کہ اللہ کا ذکر کیا کرو۔

کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ہے اس کے تعاقب میں اس کا دشمن تیز رفتاری سے آرہا ہے (اب اس کے پاس جان بچانے کی کوئی صورت نہیں) اچانک یہ ایک مضبوط قلعہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس میں داخل ہوکر اپنے آپ کو دشمن سے محفوظ کرلیتا ہے۔ ایسے ہی بندہ اپنے آپ کو شیطان سے محفوظ نہیں کرسکتا سوائے ذکر اللہ کے (الحدیث)۔ (قال الترمذی: ہٰذا حدیث حسن غریب صحیح)

۹) حرز تاسع: وضو اور نماز کا اہتمام۔ ان کے ذریعہ سے بھی شیطانی اثرات سے حفاظت ہوتی ہے۔ خصوصاً غصہ اور شہوانی جذبات کے ہیجان کے وقت کیونکہ یہ بھی قلب انسانی میں آگ کی طرح بھڑکنے والے جذبات ہیں۔ ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آگاہ رہو! غصہ انسان کے دل میں بھڑکتا ہوا انگارہ ہے، کیا تم غصہ میں مبتلا شخص کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کا پھول جانا نہیں دیکھتے۔ لہٰذا جس کسی کو غصہ کے جذبات ہوں اسے چاہیے کہ زمین پر تھوک دے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ: شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی بجھاتا ہے۔ لہٰذا غصہ اور شہوت کی آگ

کو وضو اور نماز ہی بجھا سکتے ہیں اور یہ ایسا مجرب ہے کہ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۰) حرز عاشر: چار چیزوں سے اجتناب۔ (۱) فضول اور ناجائز نظر سے۔ (۲) فضول اور بلا ضرورت گفتگو اور کلام سے۔ ۳) بلا ضرورت اور زائد از ضرورت کھانے سے۔ (۴) بلا ضرورت لوگوں سے میل جول اور تعلقات سے۔ شیطان انہی چار راستوں سے انسان کے قلب و دماغ اور اس کی عزت و آبرو پر مسلط ہو کر اس سے اپنے مقاصد پورے کرتا ہے۔ تمام فتنوں کا سرچشمہ بدنظری ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: **النظرة سهم مسموم من سهام إبليس فمن غض بصره لله اورثه الله حلاوة يجدها في قلبه إلى يوم يلقاه (او كما قال النبي عليه السلام)**

نظر شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جس نے (نامحرم کو دیکھنے سے) اپنی نظر جھکا لی۔ اللہ کی خاطر، تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی حلاوت نصیب فرمائیں گے جس کی لذت وہ اللہ سے ملاقات کے وقت (موت تک) اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

اسی طرح فضول اور لایعنی گفتگو بھی شیطان کے لیے بہت سے دروازے کھول دیتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اسی بناء پر فرمایا تھا کہ **هل يكب الناس على مناخرهم في النار إلا حصائد ألسنتهم**

آدمی کو اوندھے منہ جہنم میں جھونکنے والی چیز انسانوں کی وہ کھیتیاں ہیں جو انہوں نے اپنی زبانوں سے کاٹی ہیں۔

یہی معاملہ بلا ضرورت کھانے اور زائد از ضرورت کھانے پینے میں اشتغال کا ہے۔ یہ بھی بہت سے شرور اور خرابیوں کی جڑ ہے، کثرت طعام سے اعضاء و جوارح میں ہیجان اور شہوانی حرکات پیدا ہوتی ہیں اور کم از کم اللہ عزوجل کے ذکر سے تو غفلت ہو ہی جاتی ہے۔ اسی بناء پر بعض روایات میں ہے کہ **ضيقوا مجاري الشطان بالصوم**۔ روزہ رکھ کر شیطان کے سرایت کرنے کے راستوں کو تنگ کردو۔ رہا کثرت **اختلاط مع الأنام**، تو یہ ایک سخت بیماری اور ہر شر کے لیے داء عضال کا درجہ رکھتا ہے۔

بہرکیف ان چاروں مذکورہ امور سے حتی الامکان اجتناب اور پہلے ذکر کردہ نو اسباب حرز کو جس نے حرز جان بنایا اس نے اپنے اوپر جہنم کے دروازے توفیق الٰہی سے بند کر لیے اور رحمت و مغفرت کے دروازے کھول لیے۔ **واللہ الموفق (انتهى كلام ابن القيم ملخصاً)**

سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب کیساتھ ﴿۱﴾ لوگوں کے بادشاہ کے ساتھ ﴿۲﴾ لوگوں کے معبود کے ساتھ ﴿۳﴾ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے ہٹ جاتا ہے ﴿۴﴾

الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں ﴿۵﴾ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی ﴿۶﴾

خلاصہ رکوع : فریضہ خاتم الانبیاء، مستعیذ، ربوبیت باری تعالیٰ، مستعاذ بہ۔ ۱۔ حصر المالکیت، مستعاذ بہ۔ ۲۔ حصر الالوہیت، مستعاذ بہ۔ ۳۔ مستعاذ منہ۔ ۱۔ مستعاذ منہ۔ ۲۔ تفصیل وسواس۔

﴿۱﴾ قُلْ، فریضہ خاتم الانبیاء۔ اَعُوْذُ مستعیذ۔ پہلی صفت بِرَبِّ النَّاسِ ربوبیت باری تعالیٰ و مستعاذ بہ۔

❶ آپ کہہ دیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی رب کے معنی پالنے والا اور ہر حال کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ یہاں "رب" کی اضافت "النَّاسِ" کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں "رب" کی اضافت "فلق" کی طرف کی گئی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ سورۃ فلق میں ظاہری اور جسمانی آفات سے پناہ مانگنے کا حکم تھا اور وہ آفات انسان کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ دوسرے حیوانات کو جسمانی مصائب و آفات بھی پہنچتی ہیں بخلاف وسوسہ شیطان کے کہ اس کا نقصان صرف انسان کے لئے مخصوص ہے اس لئے یہاں رب کی اضافت خصوصی طور پر انسان کی طرف کی گئی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی کرامت کو ظاہر کرنے کیلئے "رب" کی "النَّاسِ" کی طرف اضافت کی گئی ہے۔

﴿۲﴾ اور دوسری صفت۔ مَلِكِ النَّاسِ : حصر المالکیت ومستعاذ بہ۔ ❷ یعنی لوگوں کا بادشاہ۔

﴿۳﴾ تیسیری صفت۔ اِلٰهِ النَّاسِ : حصر الالوہیت ومستعاذ بہ۔ ❸ یعنی لوگوں کا معبود۔ ان دونوں صفتوں کا اس لئے اضافہ کیا گیا ہے کہ لفظ "رب" جب کسی خاص چیز کی طرف مضاف اور منسوب ہوتا ہے تو اس میں عموم کا معنی پایا جاتا ہے جیسے "رب الدار" گھر کا مالک "رب المال" مال کے مالک کو کہا جاتا ہے اور ہر مالک بادشاہ نہیں ہوتا اس لئے آگے فرمایا گیا یعنی وہ رب جو مالک بھی ہے اور بادشاہ بھی وہ پھر ہر بادشاہ معبود نہیں ہوتا اس لئے تیسری صفت کا ذکر فرمایا "اِلٰهِ النَّاسِ" ان تینوں صفتوں کے جمع کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں ہر ایک صفت حفاظت کا تقاضا کرتی ہے اس لئے کہ ہر ہر مالک اپنے اپنے مملوک کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح ہر بادشاہ اپنی رعایا اور ملک کی حفاظت کرتا ہے اور معبود کا اپنے عابد کا محافظ ہونا سب سے زیادہ ظاہر ہے اس لئے ان صفتوں کو جمع کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان تینوں صفتوں کے ذریعے پناہ مانگنا دعا کی مقبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں شیطان انسان کے دل میں تین طرح سے داخل ہوتا ہے۔

❶ شہوت۔ ❷ غضب۔ ❸ باطل عقیدہ۔ جس کو ہواء بھی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے شرور سے بچنے کیلئے اپنی صفات کا ذکر فرمایا کہ ان کے ذریعے سے شیطان سے محفوظ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جائے پہلی صفت "رب" شہوت کے شر سے دفع ہونے کے لئے ہے اور دوسری صفت "مَلِكِ" غضب کے شر سے دفع ہونے کے لئے، اور تیسری صفت "اِلٰهِ النَّاسِ" باطل عقائد اور ہوا کے شر سے دفع ہونے کے لئے گویا ان تینوں صفات سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر شیطان تجھ کو شہوت کے راستے سے وسوسہ ڈالے تو تو پروردگار کی ربوبیت کی طرف نظر کر، اور اگر غضب کے راستے سے پیش آئے تو تو اللہ کی بادشاہت، عدل، اور بدلہ لینے کی طرف نظر کر اور اگر باطل عقائد یا خواہشات کی طرف سے آئے تو پھر "اِلٰه" کی ربوبیت کی طرف التجا کر۔

﴿۴﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ : مستعاذ منہ۔ ❶ الْخَنَّاسِ : مستعاذ منہ۔ ❷ یعنی وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔ وسوسہ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ایک مخفی کلام کے ذریعے لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور مخفی کلام ایسا ہوتا ہے کہ اس کا مفہوم قلب انسانی میں آجاتا ہے اور آواز محسوس نہیں ہوتی۔ "الْخَنَّاسِ" یہ "الْوَاسْوَاسِ" کی صفت ہے جس کے معنی پیچھے لوٹنے اور ہٹانے کے ہیں شیطان کو "خناس" اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اس کی عادت ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے کو بھاگ جاتا ہے پھر جب غفلت ہوتی ہے تو پھر آ کر وسوسے ڈالنے لگتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

کہ ہر انسان کے دل میں دو خانے ہیں ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسرے میں شیطان۔ فرشتہ اس کو نیک کاموں کی طرف راغب کرتا ہے اور شیطان برے کاموں کی طرف پھر جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب تک وہ ذکر میں مشغول نہیں ہوتا تو وہ اپنی چونچ انسان کے دل پر رکھ کر برائیوں کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے جیسے مچھر اپنی سونڈھ کے ذریعے اپنا زہر انسان کے جسم میں پیوست کرتا ہے۔

﴿۵﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ ... الخ تفصیل وسواس ❶ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ یہ بیان ہے وسواس کا یعنی وسوسہ ڈالنے والے جنات میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی اور دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ" (اور اسی طرح ہم نے بنایا ہے ہر نبی کیلئے دشمن شیاطین انسانوں اور جنوں میں وہ سکھاتے ہیں بعض بعض کو ملمع کی ہوئی بات) خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس بات کو حکم فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں جناتی شیطانوں کے شر سے اور انسانی شیطانوں کے شر سے بھی۔

شیطانی وسوسہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی انسان کے دل میں برے کاموں کی رغبت پیدا کرتا ہے مگر انسانی شیطان تو کھلم کھلا سامنے آ کر بات کرتے ہیں ان کا وسوسہ سے کیا تعلق ہے؟

جواب: علامہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام الفوائد فی مشکلات القرآن میں لکھتے ہیں کہ انسانی شیطان سے مراد انسان کے اپنے نفس کا وسوسہ ہے جس طرح شیطان انسان کے دل میں برائی کی ترغیب پیدا کرتا ہے اسی طرح خود نفس انسانی دل کو بدکاری کی طرف مائل کرتا ہے اس لئے خود انسان کو اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگنے کا طریقہ سکھلایا گیا ہے۔ "اللھم انی اعوذبك من شر نفسی وشر الشیطان وشرکه" اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے بھی اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے بھی۔

الناس کی پانچ مرتبہ تکرار کی وجہ: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سورۃ میں "النَّاس" کا لفظ پانچ مرتبہ تکرار کے ساتھ کیوں آیا ہے؟ تو اس کی وجہ لباب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پہلے لفظ "ناس" سے مراد بچے ہیں اس کا قرینہ صفت رب ہے چونکہ بچوں کیلئے پرورش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے "ناس" سے مراد جوان ہیں اس کا قرینہ لفظ "ملك" ہے جو اپنے اندر سیاست اور دبدبے کے معنی رکھتا ہے وہ جوانوں کے مناسب ہے اور تیسرے لفظ "ناس" سے مراد بوڑھے ہیں جو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر عبادت میں مشغول رہتے ہیں اس کا قرینہ لفظ "اِلٰه" ہے جو عبادت کی طرف مشیر ہے چوتھے لفظ "ناس" سے مراد اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اس کا قرینہ لفظ "وَسْوَاس" ہے کیونکہ شیاطین نیک بندوں کے دشمن ہیں اور ان کے دلوں میں وسوسے ڈالنا اس کا مشغلہ ہے۔ اور پانچویں لفظ "ناس" سے مراد فسادی لوگ ہیں چونکہ ان کے شر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔

اور بعض محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کریم کی ابتدا حرف "با" سے ہے اور انتہا "س" پر ہے ان دونوں کو ملانے سے لفظ "بس" بن جاتا ہے بس کا معنی ہے کافی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم دونوں جہانوں میں کافی ہے۔ چنانچہ حکیم سنائی نے کہا

شعر

اول و آخر قرآن زچه با آمد وسین　　یعنی اندرره دین رهبر تو قرآن بس

سورۃ الفاتحہ اور معوذتین میں باہمی ربط ❶ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین میں ربط یہ ہے کہ جب بندہ کہتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد عرض کرتا ہے کہ میں آپ کی ہی بندگی کرتا ہوں اور آپ سے ہی مدد چاہتا ہوں اور مجھے سیدھا راستہ بتا دیجئے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا قرآن سیدھا راستہ دکھانے کیلئے دیا جاتا ہے اس کو ختم اس بات پر کیا جاتا ہے "رَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ" اے اللہ میں مخلوق کے ہر فتنہ اور شر سے محفوظ رہنے کیلئے آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں خصوصاً شیاطین جن وانس کے وسوسوں سے جو سیدھے راستے کی پیروی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں تو ابتدا اور انتہا کے ساتھ قرآن مربوط ہے۔

❷ حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس سورۃ میں ایک عجیب لطیفہ ذکر فرمایا ہے جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس آخری سورۃ اور سورۃ فاتحہ جو کہ سب سے پہلی سورۃ ہے دونوں سورتوں کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے یعنی حکم میں اتحاد ہے چنانچہ "رَبِّ النَّاسِ" کے مناسب سورۃ فاتحہ میں "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ہے اور "مَلِكِ النَّاسِ" کے مناسب "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" ہے اور "اِلٰهِ النَّاسِ" کے مناسب "اِیَّاكَ نَعْبُدُ" ہے اور استعاذہ کے مناسب "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" ہے اور "الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" کے مناسب "اِهْدِنَا" ہے۔ واللہ اعلم

❸ حضرات مفسرین نے ایک نکتہ ابتداء واختتام قرآن کی مناسبت میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے وصف ربوبیت سے تھی اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" فرمایا تھا اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا "اِلٰهِ النَّاسِ" اس میں اس طرف اشارہ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔ واللہ اعلم

معوذتین اور سورۃ فاتحہ شامل قرآن ہیں یا نہیں؟

اعتراض: ❶ اہل تشیع یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کے منکر تھے۔ چنانچہ وہ تفسیر اتقان کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں "نقل فی بعض الکتب القدیمۃ ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان ینکر کون سورۃ الفاتحۃ والمعوذتین من القرآن" یعنی بعض قدیم کتابوں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کی نسبت ان کے قرآن ہونے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے؟

جواب: ❶ اہل سنت والجماعت آج تک قرآن کریم کو دینی مدارس میں اپنے نونہال بچوں کو پوری جدوجہد سے حفظ کراتے ہیں یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کریم کا حصہ سمجھتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنا امام سمجھتے ہوں اور وہ قرآن کریم کی ان سورتوں کو حصہ نہ سمجھتے ہوں؟

جواب: ❷ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ظن غالب یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح کا مذہب نقل کرنا ہی سرے سے باطل ہے۔ اور قاضی ابوبکر رحمہ اللہ نے بھی یوں ہی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فاتحہ اور معوذتین کو قرآن نہ ماننا صحیح ثابت نہیں ہوا اور نہ ان کا کوئی اس قسم کا قول یاد آتا ہے ....الخ۔

جواب: ❸ امام نووی رحمہ اللہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ "ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن وان جحد منھا شئاً کفر ومانقل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ باطل لیس بصحیح" تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معوذتین اور سورۃ الفاتحہ قرآن میں داخل ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا کافر ہوگا اور اس بارے میں جو ابن

مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے وہ سراسر باطل اور کسی طرح صحیح نہیں ہے۔
جواب: ④ علامہ ابن حزم محلی رحمۃ اللہ علیہ کتاب قدح المعلی تتمیم المجلی میں لکھتے ہیں کہ "ان القرآن الذی فی المصاحف بأیدی المسلمین شرقاً وغرباً فمابین ذلك من اول القرآن الیٰ اخر المعوذتین کلام اللہ عزوجل ووحیہ انزلہ علیٰ قلب نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من کفر بحرف منہ فھو کافر۔ وکل ماروی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ من ان المعوذتین وام القرآن لم تکن فی مصحفہ فکذب موضوع لایصح وانما صحت عنہ قرأۃ عاصم عن زر بن حبیش"۔ (تفسیر اتقان۔ص۔۱۱۴)
تحقیق جو قرآن کریم مصاحف میں مسلمانوں کے ہاتھ میں مشرق سے مغرب تک اول قرآن سے لیکر معوذتین کے آخر تک موجود ہے سب کا سب اللہ تعالیٰ کا کلام اور وحی ہے جو کہ اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا جو شخص اس کے کسی ایک حرف کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے۔ یہ روایت جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے کہ معوذتین اور فاتحہ ان کی مصحف میں نہیں تھی تو یہ ان پر جھوٹ اور اتہام لگانا ہے اور یہ موضوع قول ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو صحیح قرأت زر ابن حبیش کے واسطے سے عاصم نے کی ہے اس قرأت میں فاتحہ اور معوذتین شامل قرآن ہیں۔
جواب: ⑤ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درمنثور جز ششم میں یہ روایت مروی ہے "اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل مثلھن المعوذتین"۔ یعنی طبرانی نے اپنی کتاب میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق مجھ پر ایسی آیات نازل کی گئی جن کی مثل نازل نہیں کی گئی اور وہ معوذتین ہیں۔
جواب: ⑥ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کا قرآن ہونا متواتر ہے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا "یا عقبۃ الا اعلمك خیر سورتین قرأتا فعلمنی قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس"۔ (مشکوٰۃ۔ص۔۸۰۔ج۔۱)
اے عقبہ رضی اللہ عنہ کیا تجھے دو بہترین سورتیں جو پڑھی گئی ہیں نہ سکھادوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" سکھائیں۔ اور اسی روایت میں آگے مذکور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں صرف انہی دو سورتوں کی تلاوت کی اور یہی بات فتح الباری۔ص۔۴۰۴۔ج۔۸۔طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔
الغرض طبرانی کی روایت میں خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معوذتین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں پھر ان کی طرف اس انکار کا الزام کیسے درست ہوا؟ اور مشکوٰۃ کی روایت سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے معوذتین کا قرآن ہونا ثابت ہو گیا تو اب ان کی طرف یہ نسبت کرنا غلط ہے موضوع اور کذب بیانی ہے کہ وہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہیں تھے۔
اعتراض: ② حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بات کا انکار صحیح ثابت ہوا ہے کہ معوذتین قرآن نہیں ہے۔ (فتح الباری۔ص۔۴۰۴۔ج۔۸۔طبع بیروت)
اور اسی وجہ سے اہل تشیع پر اعتراض کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن سے صحیح نہیں جانتے تھے لہذا جو شخص معوذتین کو قرآن نہ مانے وہ اہل سنت کے نزدیک مسلمان ہے یا کافر؟
جواب: ① علامہ بحر العلوم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں "ومن اسند الانکار الی ابن مسعود

فلا یعبأ بسندہ عند معارضۃ ھٰذہ الاسانید الصحیحۃ بالاجماع والمتلقات بالقبول عند العلماء کرام بل الامۃ کافۃً کلھا فظھران نسبۃ الانکار الی ابن مسعود باطل "۔ ترجمہ: اور جس شخص نے یہ انکار ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کی سند توجہ کے قابل نہیں جبکہ اس کے خلاف یہ صحیح سندیں موجود ہیں جن پر علماء کرام کا اجماع ہے بلکہ پوری امت نے قبول کیا ہے پس واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف (معوذتین کے قرآن کے) انکار کو منسوب کرنا بالکل مردود ہے۔

جواب: (۲) بعض سلف نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مصحف میں وہی سورت لکھتے تھے جو محفوظ کی جائے پس حفظ پر اعتماد کر کے الحمد و معوذتین کو مصحف میں نہیں لکھا اور واضح ہو کہ جس روایت میں یہ لفظ زائد آیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کو قرآن میں سے نہیں سمجھتے تھے تو ایسی اسانید غرائب ہیں اور ان کے راوی قابل بحث تردد ہیں۔ (مواہب الرحمٰن: ص: ۸۳۴ ج ۱۰)

لہٰذا ایسی غریب روایات کو سامنے رکھ کر کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسی عقل مندی ہو سکتی ہے؟

جواب: (۳) اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انکار کی روایت صحیح ہے تو روایت کے درمیان تطبیق دینے سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلے معوذتین کے کتابت فی المصاحف کے قائل نہ تھے نہ اس لئے کہ وہ کلام اللہ نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ باوجود کلام اللہ ہونے کے جھاڑ پھونک (رقیہ) کیلئے نازل ہوئی ہیں پھر اس خیال سے رجوع کر لیا جیسا کہ واضح حقائق سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو معوذتین پڑھاتے تھے جو صحابہ کے قول کی طرف واضح رجوع ثابت ہے۔

حاصل بحث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و جمیع صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین متفق ہیں کہ سورۃ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں سے ہیں اور یہی متواتر ثبوت ہے اور مصحف امام کے سب نسخوں میں باجماع صحابہ لکھی ہوئی ہیں لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شاذ روایات ہیں کہ وہ ان کو قرآن میں سے نہیں جانتے تھے جیسا کہ اوپر تصریح ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ: رقیہ یعنی جھاڑ پھونک کرنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بچھو کاٹے ہوئے شخص کو سورۃ فاتحہ یعنی الحمد سے جھاڑا وہ اچھا ہو گیا کما فی الصحاح اور خارجہ بن الصلت کے چچا نے ایک شخص کو اس سے تین روز صبح و شام جھاڑا وہ اچھا ہو گیا کما رواہ الطحاوی اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اجرت لی تھی کیونکہ انہوں نے مہمانی کا حق نہیں دیا تھا اور عم خارجہ کو بعد صحت انہوں نے دینا چاہا تو کہا کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ہمارے نزدیک بھی اجرت حلال اور جائز ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو مدلل بدلائل احادیث ذکر کیا اور جواز میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا و طلق بن علی و جابر و حفصہ و شفاء قرشیہ و اسماء بنت عمیس و عوف بن مالک الاشجعی و سہل بن حنیف حضرت ابوسعید خدری و میمونہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بطرق متعدد روایت کی ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے جب رقیہ میں کوئی لفظ شرک نہ ہو تو جائز ہے اور کسی مخلوق سے فریاد کرنا بھی شرک میں داخل ہے جیسا کہ بعض لوگ تمشیخا و سلیخا وغیرہ کو پکارتے ہیں اور تعویذات میں لکھتے ہیں۔ اور ہمارے اکابر سے دم کرنا اور تعویذ لٹکانے کے لئے دینا دونوں طریقے سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

سورۃ الناس کی نظر ثانی مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے سامنے ہوئی حق تعالیٰ شانہ قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ ۱۷/۱۱/۲۰۰۸

تفسیر معارف القرآن کے خاتمہ پر عاشقین قرآن کے لیے عظیم الشان استغاثہ دعا

حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ فرماتے تھے کہ رئیس المفسرین امام الموحدین قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا حسین علیؒ کے جب علاقہ کے رئیس و سردار مخالف ہو گئے، حضرت وہ بستی چھوڑ کر دوسری جگہ خدمت قرآن کے لیے جا بیٹھے تو ان اشعار سے اپنی مناجات کرتے تھے۔ یہ استغاثہ کیا ہی خوبصورت اشعار میں پرویا گیا سونے کی تار سے لکھنے کے قابل ہے اس میں اپنی عاجزی وانکساری کا اقرار واظہار اور رب ذوالجلال کی توحید وعظمت وقدرت اور ہیبت وجبروت کے اقرار واعتراف اور مؤمنین کے لیے تسلی کا بھرپور سامان موجود ہے۔ یاد رکھیں مشائخ صوفیہ کے متعدد سلاسل میں مشکلات کے حل کے لیے اس استغاثہ کو پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے اللہ کے حکم سے تمام مشکلیں پانی ہوتی چلی جاتی ہیں۔

طریقہ استعمال : اول آخر تین مرتبہ درود شریف درمیان میں یہ اشعار سات دفعہ پڑھیں۔ ترجمہ کا استحضار ہو تو خوب مزہ آتا ہے اور اللہ کی محبت میں رونا بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ اشعار واستغاثہ یہ ہے :

يَامَنْ يَّرٰى مَا فِي الضَّمِيْرِ وَيَسْمَعُ

اے اللہ! تو باطن کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے

اَنْتَ الْمُعَدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ

اور جس چیز کی توقع کی جاتی ہے تو وہ عطا کرتا ہے

يَامَنْ يُّرْجٰى فِي الشَّدَائِدِ كُلِّهَا

اے اللہ! تمام مصائب میں تجھ سے امید کی جاتی ہے

يَامَنْ اِلَيْهِ الْمُشْتَكٰى وَالْمَفْزَعُ

اے اللہ تیری طرف فریاد کی جاتی ہے اور تو جائے پناہ ہے

يَامَنْ خَزَائِنُ فَضْلِهٖ فِيْ قَوْلِ كُنْ

اے اللہ! سب تیرے فضل کے خزانے تیرے قول کن میں ہیں

اُمْنُنْ فَاِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ

اے اللہ! تو ہم پر احسان فرما کیونکہ تمام بھلائیاں تیرے پاس ہیں

مَالِيْ سِوٰى فَقْرِيْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةٌ

اے اللہ! تیری طرف احتیاج کے بغیر میرے لیے کوئی وسیلہ نہیں

فَبِالْاِفْتِقَارِ اِلَيْكَ اَيْدِيْ اَرْفَعُ

بس تیری طرف احتیاج کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوں

مَالِيْ سِوٰى قَرْعِيْ لِبَابِكَ حِيْلَةٌ

اے اللہ! تیرے دروازے کے کھٹکھٹانے کے سوا میرے لیے کوئی حیلہ نہیں

فَلَئِنْ رُدِدْتُ فَاَيَّ بَابٍ اَقْرَعُ

اگر مجھے تیرے دروازے سے رد کر دیا گیا تو پھر کون سا دروازہ ہے جسے کھٹکھٹاؤں گا

إِنْ كَانَ لَا يَرْجُوكَ إِلَّا مُحْسِنٌ

اے اللہ! اگر تجھ سے صرف نیک لوگ رحمت کی امید رکھیں

فَالْمُذْنِبُ الْعَاصِيْ إِلٰى مَنْ يَرْجِعُ

تو پھر گناہ گار کس کی طرف رجوع کریں

حَاشَا لِجُوْدِكَ أَنْ تُقْنِطَ عَاصِيًا

اے اللہ! تیری سخاوت سے یہ دور ہے کہ تو گناہ گار کو ناامید کر دے

اَلْفَضْلُ أَجْزَلُ وَالْمَوَاهِبُ أَوْسَعُ

تیرا فضل بہت زیادہ ہے اور تیری بخشش بہت وسیع ہے

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهٖ

آخر میں حضورؐ اور ان کی آل پر صلوٰۃ ہو

خَيْرُ الْأَنَامِ وَمَنْ بِهٖ يُتَشَفَّعُ

جو سب مخلوق سے افضل ہے اور قیامت کے دن جس کے ذریعہ شفاعت حاصل کی جائے گی۔

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ ان اشعار کا بھی اضافہ فرماتے تھے۔

يَا مَنْ يُّجِيْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ

اے اللہ! تو اندھیروں میں مجبور کی دعا قبول کرتا ہے

وَيَا كَاشِفَ الضُّرِّ مَعَ الْبَلْوٰى وَالسُّقَمِ

اے اللہ! تو مصائب اور بیماری کی تکلیف کھولنے والا ہے

قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَانْتَبَهُوْا

اے اللہ! لوگ تیرے گھر کے اردگرد سو کر اٹھتے ہیں

وَعَيْنُ جُوْدِكَ يَا مَوْلَايَ لَمْ تَنَمِ

لیکن تیری بخشش والی آنکھ نہیں سوتی

فَهَبْ لِيْ بِجُوْدِكَ فَضْلَ الْعَفْوِ عَنْ زَلَلِيْ

اے اللہ! تو اپنے کرم سے میری لغزشیں معاف فرما دے

يَا مَنْ إِلَيْهِ جَاءَ الْخَلْقُ فِي الْحَرَمِ

اے اللہ! ساری مخلوق حرم میں تیری رحمت کی امیدوار ہے

إِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَا يَرْجُوْهُ ذُوْ خَطَا

اے اللہ! اگر گناہ گار تیری معاف کرنے کی امید نہ رکھے

فَمَنْ يَّجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالنِّعَمِ

تو گناہ گاروں پر انعامات کی بارش کون کرے گا

الٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَ

اے اللہ! تیرا گناہ گار بندہ تیرے دروازے پر آگیا ہے

مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ

اور گناہوں کا اقرار کر کے تجھ سے مانگ رہا ہے

فَاِنْ تَسْتَغْفِرْ فَاَنْتَ اَهْلٌ لِذَاكَ

اے اللہ! اگر تو معاف کر دے تو تو ہی اس کا اہل ہے

وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَ

اور اگر تو رد کر دے تو پھر تیرے سوا کون رحم کرے گا

اے اللہ! تیرے مبارک کلام کی ایک نہایت حقیری خدمت تیری بارگاہ عالی میں بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔

اے اللہ! تفسیر بالرائے کے خوف سے ظلوم و جہول نے کچھ بھی اپنی طرف سے لکھنے کی کوشش نہیں کی البتہ قول نقل کرنے میں اگر کوئی غلطی، کوتاہی شعوری یا غیر شعوری، دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوگئی ہو تو تیری بارگاہ میں معافی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! اس حقیر پر تقصیر کاوش کو میرے والدین اور مشائخ و اساتذہ خصوصاً شیخ الحدیث والتفسیر امام اہل سنت قاطع شرک و بدعت حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ۔

اور دیگر تمام اساتذہ کرام اور اقارب و احباب اور شاگرد اور ان کی جنہوں نے اس کو زیر طباعت پر لانے میں کسی درجہ تک حصہ لیا ہے بلکہ سب مسلمانوں کی نجات و مغفرت کا ذریعہ بنا اور سب کو جنت الفردوس عطاء فرما۔

اے اللہ! جب تک زندہ رہوں تیری کتاب مقدس قرآن کریم کا ورد زبان پر جاری و ساری رہے اور جب دنیا سے جانے لگوں تو خاتمہ ایمان پر ہو اور کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

عبد القیوم قاسمی غفر لہ

مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

۱۴ اگست سنہ ۲۰۰۲